اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام (القرآن الکریم)

(اللہ کے ہاں مقبول دین صرف اسلام ہے)

قرآن و حدیث اور دُوسرے مستند مراجع سے ثابت شدہ

اسلامی عقائد و اعمال

عقائد، تعلیم، عبادات، تبلیغ، خاندانی نظام، حقوق و فرائض، معاشرت، اخلاق، اقتصادیات، خلافت، جہاد، حدود و تعزیرات، خوشی و غم اور تصوّف الغرض ہر شعبۂ زندگی کے متعلق جامع اور بے مثال کتاب

تالیف :- مولانا محمّد منظُور الوجیدی

ناشر:- شرکتُ الآفاق (رجسٹرڈ) مین بازار مزنگ ۔ لاہور

نام کتاب ——— اسلامی عقائد و اعمال
تالیف ——— مولانا محمد منظور الوجیدی
مطبع ——— پرنٹ مین ۳۴ ریٹی گن روڈ لاہور
ناشر ——— شرکۃ الآفاق رجسٹرڈ، مین بازار مزنگ
——— لاہور پاکستان
اشاعت اوّل ——— ۱۴۰۷ھ ۱۹۸۶ء
تعداد ——— ایک ہزار

ملنے کا پتہ
مکتبہ الیوم ۔ ۱۹ ۔ مین بازار مزنگ ۔ لاہور ۔ پاکستان

اِھـــداء

(ہر اس کی خدمت میں)

الی من امن باللہ و ملٰئکتہ وکتبہ و رسلہ

جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر

والیوم الآخر والقدر خیرہٖ وشرہٖ من اللہ تعالیٰ

اور قیامت کے دن پر اور اس پر کہ ہر بھلی بُری تقدیر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔

ومن اراد الحق و احب ان یسلک صراط المستقیم صراط الذین

اور جو حق کا طلبگار ہو اور چاہے کہ سیدھی راہ پر چلے راہ ان کی جن

انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین

پر اللہ نے انعام کیا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین

وحسن اولٰئک رفیقا ـــــــ اور ان کی رفاقت خوب ہے۔

دُعـــاء

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم استغفر اللہ العظیم و اتوب الیہ

اللّٰھم صل علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلیٰ الہ واصحابہ وبارک وسلم

اللّٰھم اغفرلی ولوالدیّ ولجمیع اقربائی وللمؤمنین والمؤمنات والمسلمین

والمسلمات الاحیاء منھم والاموات ولکل من طبع ھذا الکتاب او ترجم

الی لغۃ اخری بغیر افساد فیہ جمیع ذنوبنا و ادخلنا الجنۃ

الفردوس بغیر حساب۔ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ

حسنۃ وقنا عذاب النار۔

ربنا قدّرلنا الاقامۃ فی حرمک وحرم نبیک اقامۃ مبارکۃ

مستدیمۃ حتّٰی نتوفی واجعلنا اھلاً لھا

واجعل اٰخر کلمتنا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

اللّٰھم صل وسلم وبارک علی محمد سید المرسلین وعلی جمیع

الانبیاء صلاۃ دائما ابدا۔

فہرست ابوابِ کتاب

صہا ۞
حقوق العباد
آدابِ دعا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حرفِ آغاز

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۝ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۝ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝ آمِیْن۔

امابعد! ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ یہ معلوم کرے کہ:

۱۔ اسلام کے بتائے ہوئے وہ عقائد کیا ہیں کہ جن پر ایمان رکھنے کے بعد ہی اسے مسلمان سمجھا جاسکتا ہے اور موت کے بعد اسے دائمی عذاب سے نجات مل سکتی ہے؟

یاد رہے کہ یہ صرف وہی عقائد ہیں جو قرآن مجید، حدیث مبارک اور آثار صحابہ کرام سے ثابت ہیں۔ جس شخص کے عقائد، قرآن و حدیث و آثار صحابہ سے مختلف ہوں گے، اسے مسلمانوں جیسا نام رکھنا اور دنیاوی بادشاہوں کے رجسٹروں میں مسلمانوں کی فہرست میں نام درج کرا دینا کچھ فائدہ نہیں دے گا۔

۲۔ یہ معلوم کرنا بھی ضروری ہے کہ اسلام نے انفرادی یا اجتماعی حالات میں کس کس کام کو شدید ضروری قرار دیا کہ ہر حالت میں اس کی پابندی کی جائے اور اس پر عمل نہ کرنے کو بڑا گناہ قرار دیا۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ لوگ اپنے عقائد درست کرنے کی فکر نہیں کرتے۔ فرض اور واجب در یہ کے ضروری کام نہیں کرتے مگر مستحبات اور نوافل کا خوب اہتمام کرتے ہیں۔ یہ انتہائی احمقانہ اور جاہلانہ طریقہ ہے۔

۳۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ جاننا بھی بہت ضروری ہے کہ اسلام نے کس کس کام کو شدید گناہ اور بڑا جرم

قرار دیا تاکہ اس گناہ سے ہر صورت میں بچنے کی کوشش کرے۔ گناہ بمنزلہ گندگی کے ہے اور نیکی بمنزلہ خوشبو کے ہے۔ اگر کپڑے کو گندگی سے صاف کرکے خوشبو لگائی جائے تو خوب اثر ہوتا ہے لیکن گندگی پر خوشبو ڈالنے سے خوشبو بھی برباد ہو جاتی ہے۔

۴۔ اسلام نے روحانی سکون اور قلبی پاکیزگی حاصل کرنے کا طریقہ بتایا جس کو تزکیۂ نفس یا تصوف یا احسان کہا جاتا ہے جو کہ انسانی فطرت کو تباہ کئے بغیر اور ظاہری سزاؤں کے ڈر کے بغیر ہی انسان میں ہر گناہ، جرم اور ظلم سے بچنے، اللہ کی عبادت کرنے اور مخلوق کا سچا خیر خواہ بننے کی صلاحیت پیدا کر دیتا ہے۔
اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے، دنیا میں روحانی پاکیزگی اور قلبی اطمینان و سکون حاصل کرنے اور آخرت میں نجات پانے کا یقینی طریقہ ہے۔

یہ یاد رکھئے کہ جو مذہب روحانی پاکیزگی کی تعلیم سے خالی ہے۔ وہ جرائم بند کرنے کے لیے صرف ظاہری سزاؤں پر اکتفا کرتا ہے اور انسان پر کبھی بھی اپنا دائمی اثر نہیں ڈال سکتا۔

اگر آپ مندرجہ بالا چار کام کریں تو سمجھ لیجئے کہ آپ کے عقائد ایک مسلمان کے عقائد ہیں۔ آپ کے اعمال ایک مسلمان کے اعمال اور آپ اسلامی برادری کے واقعی ایک پسندیدہ فرد ہیں۔

اگر غیر مسلم بھی اس کتاب کا مطالعہ کریں جس میں اسلامی عقائد و اعمال کا ایک جامع و مختصر مگر مکمل تعارف موجود ہے تو انشاء اللہ وہ محسوس کریں گے کہ دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کے عقائد و اعمال قطعی طور پر یقینی ہیں اور ہر قسم کی توہم پرستی سے پاک ہیں۔

اگر ایک آدمی وطن و فرقہ پرستی یا خواہشاتِ نفس کی پیروی کرنے کی بجائے ایسے آدمی کی طرح سوچ بچار کرے جو دیانتداری کے ساتھ سچائی کا متلاشی ہو تو وہ یقیناً غلط مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کرنے پر مجبور ہوگا اور یہ واضح طور پر دیکھ لے گا کہ اسلام کی عبادات، انسان کو حقیقی معبود کی طرف راہ دکھاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق پیدا کرتی ہیں۔ انسان ہر حال میں مطمئن ہو جاتا ہے۔ تجارت و سیاست میں اسلام کی تعلیمات، انسان دوستی، دیانتداری اور عادلانہ جذبۂ خدمت کی راہ پر چلاتی ہیں۔ اسلام کی تعلیمات، انسان کو ظاہر و باطن کے ہر حال میں بہترین اخلاق سکھاتی ہیں۔ علاقائی حدود سے بالاتر ہو کر انسان کا سچا ہمدرد اور سب کے ساتھ شرافت و انصاف کا برتاؤ کا درس دیتی ہیں مگر یہ سب کچھ اس کے لیے ہے جس کے پاس دیانتدار دل ہو، کان لگا کر سننے اور سچائی کا واقعی متلاشی ہو۔

ہم نے اس کتاب کو چودہ ابواب پر تقسیم کیا ہے جو زندگی کے ہر حصہ پر حاوی ہیں۔ واللہ الموفق والمعین۔

محمد منظور الوجیدی غفر اللہ لہٗ مکہ مکرمہ

اسلام وایمان واحسان

اس کتاب کا آغاز حدیثِ جبریئل سے کیا جاتا ہے۔ جو اسلامی عقائد و اعمال کا خلاصہ اور اسلامی تعلیمات کی جامع حدیث ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ

خوب سفید لباس والا، خوب سیاہ بالوں والا ایک آدمی آیا۔ جس پر سفر کی کوئی علامت نظر نہ آتی تھی اور ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا نہ تھا۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے گھٹنے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں کے ساتھ ملا دیئے اور اپنے ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رانوں پر رکھ دیئے اور کہا:

اے محمدؐ، مجھے اسلام کے بارے میں بتلایئے!

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ "اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمدؐ، اللہ کے رسول ہیں اور تو نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے اور اگر تجھے اس کی طاقت ہو تو بیت اللہ کا حج کرے"۔

اس نے کہا: آپؐ نے سچ فرمایا۔ راوی فرماتے ہیں کہ ہمیں تعجب ہوا کہ وہ پوچھتا ہے اور تصدیق کرتا ہے (یعنی کوئی مباحثہ نہیں کرتا بلکہ فوراً ہی تسلیم کر لیتا ہے)

اس نے کہا: مجھے ایمان کے بارے میں بتایئے!

آپؐ نے فرمایا: (ایمان یہ ہے) کہ "تو اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخرت کے دن (یعنی قیامت) پر ایمان لائے اور بھلی بری تقدیر پر ایمان رکھے" (یعنی ہر دکھ سکھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس کے طے شدہ امر کے مطابق ہے)

اس نے کہا: آپؐ نے سچ فرمایا:

پھر اس نے کہا: مجھے احسان کے بارے میں بتایئے!

آپؐ نے فرمایا: (احسان یہ ہے) کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اگر

تو اسے نہ دیکھے (یعنی اگر تیری ایسی حالت نہ ہو سکے تو ایسی حالت پیدا کر) کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔
اس نے کہا: مجھے قیامت کے بارے میں بتائیے (کہ قیامت کب آئے گی؟)
آپؐ نے فرمایا: جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا (یعنی قیامت کا علم دونوں کو نہیں صرف اللہ کو ہے)
اس نے کہا: اس کی علامات بتا دیجیے۔
آپؐ نے فرمایا: لونڈی اپنے مالک کو جنے گی (لونڈیوں کی اولاد زیادہ ہو گی یا لونڈیوں کی اولاد حکمران ہونے لگے گی)، اور تم دیکھو گے کہ ننگے پاؤں، برہنہ (لوگ) فقیر، بکریوں کے چرواہے بلند عمارتیں بنا کر (فخر کریں گے)
راوی بتاتے ہیں کہ پھر وہ (اجنبی آدمی) چلا گیا۔ آپؐ تھوڑی دیر ٹھہرے پھر مجھے فرمایا! اے عمرؓ تم جانتے ہو کہ پوچھنے والا کون تھا؟
میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسولؐ خوب جانتے ہیں۔
آپؐ نے فرمایا! وہ جبریلؑ تھے۔ تمہارے پاس آئے تھے (سوالات کر کے) تمہیں دین سکھلاتے تھے۔
صحیح مسلم ج: کتاب الایمان۔ پہلی حدیث۔ ص: ۲۷ تا ۲۸
مذکورہ بالا احادیث اسلامی تعلیمات کا خلاصہ ہے جس میں بتایا گیا کہ اسلام میں کچھ عقائد ہیں جن پر ایمان لانا مسلمان ہونے اور نجات پانے کے لیے ضروری ہے۔
اسلام میں کچھ اعمال ہیں جن پر عمل کرنا شدید ضروری ہے یعنی اوامر پر عمل کرے اور جن سے روکا گیا ان سے رک جائے۔
اسلام میں قلبی اطمینانی اور روحانی پاکیزگی کا ایک یقینی طریقہ ہے۔ جس کو احسان یا تصوف کہا جاتا ہے۔ نیز یہ بھی وضاحت ہوئی کہ اسلام کا علم حاصل کرنے کے لیے استاد اور علمائے اسلام کا ادب ضروری ہے۔ آئندہ صفحات میں انشاءاللہ اسلامی عقائد و اعمال کی تفصیل پیش کی جائے گی تاکہ آپ کے سامنے اسلام کے عقائد و اعمال کا ایک صحیح اور سچا نقشہ آجائے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سچے دین پر چل کر دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے اور موت کے بعد عزت و آرام کی زندگی کے خواہشمند ہیں اُن کے لیے زندگی کا لائحہ عمل مرتب کرنا آسان ہو جائے۔

واللہ ھو الموفق والمعین

اسلام ہی مقبول دین ہے

اسلام ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لے کر قیامت تک آسمانی تعلیمات کا حامل سچا دین ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک جو اسلامی تعلیم نازل ہوئی، اسلام وہی تعلیم پیش کرتا ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے تمام آسمانی کتابوں کو لوگوں نے بدل دیا۔ اب ضرورت تھی کہ اللہ کے دین کی صحیح تعلیم کو دوبارہ اصل حالت میں اہلِ دنیا تک پہنچایا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر احسان فرمایا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی صحیح آسمانی تعلیم مکمل طور پر "قرآن مجید" کی صورت میں نازل کی۔

آج ساری کائنات میں صرف اسلام ہی واحد اسلامی تعلیمات کا حامل دین ہے۔ اور صرف اسلام قبول کرنے میں نجات مل سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ قف (آل عمران - ۱۹)	بے شک اللہ کے نزدیک دین، اسلام ہی ہے

نیز فرمایا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا ط (المائدہ - ۳)	آج میں تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر چکا، اور میں نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور میں نے تمہارے لیے اسلام ہی کو دین پسند کیا ہے۔
اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ؕ (البقرہ - ۱۳۲)	بے شک اللہ نے تمہارے لیے یہ دین (اسلام) چن لیا۔ سو تم ہرگز نہ مرنا مگر اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو۔

مندرجہ بالا آیات میں وضاحت فرمائی کہ: (۱) اللہ کے ہاں صرف اسلام ہی مقبول دین ہے۔ (۲) اسلام مکمل دین ہے اور اس سے ہی اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے (۳) موت تک اسلام سے وابستہ رہو۔

اگر کسی نے اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین اختیار کیا تو وہ مردود ہوگا اور اسے غداروں کی جگہ یعنی

دائمی جہنم میں جانا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ج وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ (اٰل عمران - ۸۵)

اور جو کوئی اسلام کے سوا اور کوئی دین چاہے، تو وہ اُس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔

یہ ضروری قرار دیا کہ ہر آدمی مکمل اسلام کی پیروی کرے کچھ کا انکار اور کچھ کا اقرار نہ کرے۔ فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ص وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ط اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ (البقرۃ - ۲۰۸)

اے ایمان والو! اسلام میں سارے کے سارے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو، کیونکہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

جو شخص اسلام کے بعض احکام تسلیم کرے اور بعض کا انکار کرے یا اسلام اور دوسرے باطل مذاہب کو ملا کر نیا مذہب بنائے وہ قطعی طور پر کافر اور جہنمی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ لا وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ○ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ج وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ○ (النساء - ۱۵۰، ۱۵۱)

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم بعضوں پر ایمان لاتے ہیں اور بعضوں کے منکر ہیں اور چاہتے ہیں کہ کفر اور ایمان کے درمیان ایک راہ نکالیں، ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے واسطے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اب جو حکمران ملک میں جمہوریت یا اشتراکیت کا نظام قائم کرتے ہیں یا زندگی میں کچھ اسلام پر عمل کرتے اور کچھ کافرانہ طور طریقوں کی پابندی کرتے ہیں اور اپنے گمان میں اس کو عقلمندی سمجھتے ہیں، وہ اس آیت کی روشنی میں اپنا خبیث چہرہ اور انجام دیکھ لیں

ہمارا نام مسلمان ہے

بعض جاہل لوگ اپنے آپ کو مسلمانوں کا ایک فرد بھی قرار دیتے ہیں تاکہ مسلمان معاشرے میں رہ کر کفار

کے مقاصد کے لیے جاسوسی کی جا سکے اور موقع ملنے پر مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکیں اور اپنے لیے "مسلمان" کی بجائے کوئی دوسرا نام تجویز کر لیتے ہیں جیسے کہ قادیانی دجال کے پیروکار اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں ایران کے بھائی دجال کے پیروکار اپنے آپ کو بھائی کہتے ہیں حالانکہ یہ دونوں فرقے مرتد اور واجب القتل ہیں۔ اسی طرح دشمنانِ صحابہ اپنے آپ کو مومن اہل بیت کہتے ہیں۔

حالانکہ بیشتر رافضی فرقوں کا اس اسلام سے کچھ تعلق نہیں جو بصورتِ قرآن مجید حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا جس کی آپؐ نے اپنی سنت مبارک کے ساتھ تشریح کی اور جس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے براہِ راست آپؐ سے حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلی آسمانی کتابوں میں اور قرآن مجید میں بھی اپنے وفادار بندوں کا نام "مسلمان" رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا۔ (الحج - ۷۸)	اس نے تمہارا نام پہلے سے مسلمان رکھا تھا اور اس قرآن میں بھی۔

اب جو شخص اپنے لیے مسلمان کی بجائے دوسرا نام تجویز کرتا ہے۔ وہ دراصل خود ہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار بندوں سے علیحدگی کا اعلان کرتا پھرتا ہے۔

اسلام قبول کرنے کا طریقہ

جو شخص بھی دل سے یقین کر کے اور زبان سے اقرار کر کے اسلام کی صداقت پر ایمان لے آئے۔ اور کلمہ پڑھ لے اور اسلام کے سوا تمام دوسرے مذاہب کا انکار کر دے۔ وہ مسلمان ہے چاہے کسی جنگل میں ہو، تنہا ہو یا کچھ لوگوں کے سامنے ایسا کرے البتہ جماعت کے سامنے اسلام قبول کرنا اس لیے مناسب ہے کہ سب لوگ گواہ ہو جائیں۔ الغرض اسلام قبول کرنے کے لیے درج ذیل باتوں پر ایمان لائے اور زبان سے اقرار کرے۔

> "میں اللہ تعالیٰ پر، اس کے سب فرشتوں پر، اس کی سب کتابوں پر، اس کے سب رسولوں پر، اور اس بات پر کہ ہر دکھ سکھ کی تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور دوبارہ اٹھنے یعنی قیامت پر ایمان لایا۔"

قرآن مجید اور حدیث میں جن عقائد کا ذکر کیا گیا ان سب پر ایمان لایا جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا گیا وہ بجا لاؤں گا اور جن سے منع کیا گیا ان سے رک جاؤں گا اور یہ تسلیم کرے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی و رسول ہیں آپؐ کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا۔

اسلام کے سوا سب مذاہب کا انکار کرے ہر قسم کے کفر و شرک اور خلاف اسلام عقیدہ سے توبہ کرے اور کلمہ پڑھے

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ ۔	میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں۔ وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اگر ڈر کی وجہ سے اعلان نہ کر سکے اور دل میں یہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائے تو وہ بھی درست ہے۔ اسلام قبول کرتے وقت اگر غسل کرے اور نیا لباس پہن لے تو زیادہ مناسب ہے تاکہ ظاہری و باطنی طہارت ایک ایک ساتھ حاصل ہو جائے۔ البتہ غسل کرنا واجب نہیں۔ ہاں اگر کسی پر غسل واجب ہو تو غسل کرنا ضروری ہے۔

لیجئے یہ صاحب مسلمان ہو گئے۔ اب یہ اسلامی برادری کے ایک فرد ہیں۔ ان میں اور قدیم مسلمان کے درمیان کچھ فرق نہیں۔

اسلام قبول کرنے کے بعد اپنا پرانا نام بدل دے اور کوئی اچھا سا نام رکھ لے۔

صحابہ کرامؓ عجم کے جن شہروں کو فتح کرتے وہاں کے عوام کا اسلام اسی طرح قبول کر لیتے کہ وہ کلمہ طیبہ پڑھ لیں۔ ضروریاتِ دین (عقائد و اعمال) کا اقرار کریں اور مسلمان ہو جائیں۔

اسلام قبول کرنے کے بعد ہم پر لازم ہے کہ کلمہ طیبہ کا مکمل مفہوم اور اسلام کے عقائد و اعمال کی تفصیل معلوم کریں تاکہ اسلام پر مکمل طور پر عمل پیرا ہو سکیں۔

آئندہ صفحات میں اسلام کے عقائد و اعمال کی مکمل معلومات پیش کی جا رہی ہیں جن کا جاننا ہر مسلمان مرد و عورت پر شدید ضروری ہے۔ پڑھتے جائیں اور عمل کرتے جائیں۔

اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کو راہ ہدایت پر چلنے، اللہ تعالیٰ کو راضی کرتے اور اس کے غضب و عذاب سے بچنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

واللہ الموفق والمعین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ؕ

اسلامی عقائد و اعمال کے مآخذ

آج کل بعض لوگ آنکھیں بند کر کے وہی نظریہ و مذہب قبول کر لیتے ہیں جن پہ ان کے والدین، برادری

اور قوم چل رہی ہے اور وہ دنیا کا مال، جاہ و مرتبہ، مکانات و زمین اور سلطنتیں حاصل کرنے میں پوری زندگی برباد کر دیتے ہیں مگر آخرت اور دین کی طرف سے وہ لوگ اندھے اور جاہل رہتے ہیں۔

ان کے نزدیک ان کے بوڑھے والدین، کوئی مکار آدمی جو ظاہری طور پہ عالم ہونے یا صوفی ہونے کا دعویٰ کرے۔ اس کی اطاعت کافی ہوتی ہے۔ ان کے نزدیک یہ ضروری نہیں کہ تحقیقات کی جائے کہ واقعی یہ عالم بھی ہے یا نہیں۔ صوفی بھی ہے یا نہیں۔ اسلام نے جہاں سچے عقائد پیش کیے صحیح احکام بتلائے اور وہ تعلیم پیش کی جو اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی ہے اور اس کے رسولؐ کے ذریعہ دنیا تک پہنچائی گئی ہے وہاں اسلام نے واضح طور پر بتا دیا کہ اسلامی عقائد و اعمال کا صحیح علم حاصل کرنے کے حسب ذیل قابلِ اعتماد ماخذ ہیں۔

قرآن مجید یہ سب سے بڑا اور انتہائی قابلِ اعتماد ذریعہ ہے جو شخص قرآن مجید میں بیان کردہ کسی عقیدہ کے خلاف عقیدہ رکھے۔ وہ مسلمان نہیں۔ جو شخص قرآن مجید میں بیان کردہ کسی حکم کا بھی انکار کرے یا کسی آیت کا انکار کرے، وہ قطعی طور پر غیر مسلم ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے حدیث، آثار صحابہ کرام اور قدیم متداول تفاسیر پہ اعتماد کرنا ضروری ہے جو شخص ان میں سے کسی کو بھی ناقابلِ اعتماد سمجھتا ہے اور چاہتا ہے کہ جمہور مفسرین سے ہٹ کر قرآن مجید کی نئی سائنسی اور سیاسی شرح کی جائے وہ ایک بدمعاش اور اسلام کے خلاف سازش کرنے والا ہے۔

حدیث مبارک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے افعال و اقوال کے ذریعہ اسلام کے عقائد و اعمال کی وضاحت کی۔ اس لیے ہمیں اسلام کے عقائد و اعمال معلوم کرنے کے لیے قرآن مجید کے ساتھ ساتھ حدیث کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔

محدثین کرام نے زندگیاں صرف کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو جمع کیا۔ راویوں کی تحقیقات کی۔ متن کی صحت و شرح پر کتابیں مرتب کیں۔ کتب احادیث سے اسلام کے عقائد و اعمال کا زیادہ تفصیل کے ساتھ اور جزئیات کی حد تک علم حاصل ہوتا ہے جیسے کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، جامع ترمذی وغیرہ جو شخص احادیث کا منکر ہے وہ پکا بے ایمان اور غنڈہ آدمی ہے۔

آثارِ صحابہ کرام قرآن و حدیث کے بعد صحابہ کرامؓ کے اقوال و افعال کا درجہ ہے۔ یاد رہے کہ قرآن و حدیث کی مزید تشریح و وضاحت، صحابہ کرامؓ کے اقوال و افعال سے ہوتی ہے۔ خلفائے راشدین کا اس سلسلہ میں سب سے بلند مقام ہے البتہ بعض صحابہ کرام کو بعض امور میں دوسرے صحابہ کرام سے زیادہ مہارت تھی۔ الغرض تمام صحابہ کرام ستارے ہیں جس کی تابعداری کرو گے

تم ہدایت پاؤ گے۔ صحابہ کا دشمن اور صحابہ کرام رضؓ سے اعتماد اٹھانے والا بھی اس درجہ کا گمراہ اور خبیث آدمی ہے کہ اس کا اسلام سے کچھ تعلق نہیں۔

قیاس | جو مسئلہ قرآن و حدیث اور آثار صحابہ کرام میں وضاحت سے حل نہ ہو سکے اس کے بارے میں امت کے سب سے قابلِ اعتماد علمار سوچ بچار کرتے ہیں اور مقررہ اصولوں کے مطابق اس کا حل پیش کرتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ اگر یہی مسئلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوتا تو آپؐ کیا فیصلہ فرماتے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں میں اس کی نظیر تلاش کرتے ہیں۔ قیاس اور غور و فکر کے بعد ایک فیصلہ فرماتے ہیں اس کو فقہ کہا جاتا ہے۔

قرآن و حدیث اور آثارِ صحابہ کرام کے بعد فقہ بھی ایک قابلِ اعتماد ماخذ ہے۔ صحابہ کرامؓ کے بعد فقہ کے چار سب سے بڑے امام گزرے ہیں جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ امام مالک بن انس الاصبحی رحمۃ اللہ علیہ: یہ مدینہ منورہ میں ۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور یہیں وفات پائی۔

۲۔ امام محمد بن ادریس الشافعی رحمۃ اللہ علیہ: یہ عسقلان کے مضافات میں غزہ کے مقام پر ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ پھر مکہ مکرمہ آکر آباد ہوئے۔ مدینہ منورہ اور عراق میں تعلیم حاصل کی اور مصر میں وفات پائی۔

۳۔ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ: یہ ۸۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ افغانستان پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش کے زیادہ تر مسلمان ان کے مقلد ہیں۔

۴۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: یہ بغداد کے رہنے والے ہیں ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے۔ مسند احمد حدیث کی سب سے بڑی کتاب ان کی مرتب کردہ ہے۔

اسلامی قانون کے یہ چار بلند پایہ استاد ہیں جن کے شاگرد ساری کائنات میں پھیل گئے اور یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت تھی۔ (جزاءھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء)

اسلام سے پہلے کا دور

ظہور اسلام سے پہلے ساری دنیا میں کفر و شرک کا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ یورپ اور ایشیا میں کئی مذاہب کے لوگ آباد تھے۔

فارس کے لوگ زیادہ تر آتش پرست تھے جو دو خداؤں کے قائل تھے۔ ایک کو نیکی کا خدا سمجھتے اور

اس کو یزدان کا نام دیتے اور دوسرے کو برائی کا خدا قرار دیتے اور اس کو اہرمن کا نام دیتے۔

یہودی بھی دو خداؤں کے قائل تھے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے۔

عیسائی ان سے آگے بڑھ کر تین خداؤں کے قائل ہو گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے اور حضرت مریم علیہا السلام کو تیسرا اقنوم قرار دیتے۔ بعض عیسائی حضرت مریم کی جگہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو تیسرا اقنوم بتاتے۔

ہندوستان کے بت پرست بے شمار خداؤں کے قائل تھے۔

افریقہ کے مظاہر پرست، مظاہر قدرت کی پوجا کرتے اور قلیل تعداد میں ایسے بے غیرت اور شرافت و اخلاق کے دشمن عناصر بھی تھے جو خدا کے وجود کے قائل نہیں تھے تاکہ شہوت و غضب کی ہر حیوانی خواہش کو آزادی کے ساتھ پورا کیا جا سکے۔

عرب میں اگرچہ دین ابراہیم کو ماننے کا دعویٰ کرنے والے موجود تھے مگر وہ بھی بت پرستی کا شکار تھے البتہ بعض لوگ ایک خدا کے قائل تھے ان کو موحدین کہا جاتا تھا مگر آسمانی تعلیم ناپید ہونے کی وجہ سے صحیح آسمانی تعلیم سے یہ بھی آگاہ نہیں تھے۔

ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر رحم فرمایا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا پیغام نازل فرمایا اور سچی آسمانی تعلیم دوبارہ مکمل صورت میں نازل کر کے ساری مخلوق کو ہدایت کی راہ بتائی اور یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے، اس کی ذات و صفات میں کوئی شریک نہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام، فرشتوں، آسمانی کتابوں، قضا و قدر اور قیامت وغیرہ کے بارے میں صحیح عقائد سے مخلوق کو آگاہ کیا اور عبادت کا صحیح طریقہ بتایا۔ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے حقوق سے آگاہ کیا تاکہ مخلوق گمراہی سے نکل کر ہدایت کی راہ پر چل سکے اور دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر سکے۔ آئندہ صفحات میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے کے بارے میں کلام ہوگا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

باب - ۱

اسلامی عقائد

خدا موجود اور ہر چیز کا خالق ہے

اللہ تعالیٰ پر ایمان یہ بلند آسمان جس کے نیچے اَن گنت ستارے روشن اور ایک ایسے انتظام کے ساتھ رواں دواں ہیں کہ باہم ٹکراتے نہیں۔ یہ آسمان ایسی مضبوط چھت کہ جس میں آج تک ٹوٹ پھوٹ نہیں ہوتی۔ یہ فراخ زمین جس میں شاہراہیں، پہاڑ، سمندر اور وادیاں ہیں، مخلوق کی روزی پیدا کرتی اور مر جانے والوں کو ایک مقررہ مدت کے لیے اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔

یہ دن رات اور سرما گرما کا بدل بدل کر آنا کبھی آندھی، کبھی پر سکون موسم، کبھی بارش کبھی دھوپ چاند سورج کی حیات بخش روشنی اور ان کا مقررہ انداز پر طلوع و غروب، کہ جس سے شمسی و قمری ماہ و سال و صدیاں بنتی ہیں۔ یہ سمندر جس میں کسی آڑ کے بغیر کہیں شیریں اور کہیں کھارا پانی ہے مگر باہم ملتا نہیں۔ کہیں بلند پہاڑ، کہیں گہری وادیاں، کہیں سبزہ و شادابی، کہیں پتھر و ویرانی، کہیں سردی کہیں گرمی، مخلوق کے لیے طرح طرح کے پھل، ایک ہی پانی سے اور ایک ہی زمین سے کہیں انگور کہیں کھجور کہیں انار کہیں زیتون پیدا ہو رہے ہیں۔ کہیں حیرت انگیز طریقہ سے شہد تیار ہو رہا ہے۔ پھر طرح طرح کے حیوانات کہ جن کی آپس میں پہچان ہو سکتی ہے۔ معمولی اختلاف ہونے کے باوجود کروڑوں، اربوں کی تعداد میں ایک ہی جنس کے افراد پائے جاتے ہیں۔

یہ اربوں انسان جن کی شکلیں، زبانیں اور تمنائیں مختلف ہیں۔ بچھر مخلوق پر بچپن جوانی اور بڑھاپے کی آمد اور ایک مقررہ وقت کے بعد موت کی آغوش میں چلے جانا، انسان کی یہ دیکھتی آنکھیں، بولتی زبان، سنتے کان اور سمجھتا دل و دماغ اور انسانوں کے لیے جانوروں کے پستانوں سے خالص دودھ اس طرح نکالنا کہ آس پاس کے گوبر، پیشاب اور خون کی آمیزش نہ ہونے پائے۔

فضاؤں میں پرندوں کو تیرنے اور ٹھہرے رہنے کی قوت ملنا، ہواؤں کا وسیع گھیراؤ۔ متلاطم سمندر اور وسیع کائنات کو دیکھ کر ہر وہ شخص جس میں قلیل ترین انسانی عقل بھی ہو، یقین کر لیتا ہے کہ اس کائنات رنگ و بُو کا پیدا کرنے والا اور مالک خدا موجود ہے۔ اس کے وجود کے بغیر کائنات اور اس میں انجام پانے والے امور اس انتظام کے ساتھ ہرگز پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتے بلکہ جس یکسانیت اور ایک

ہی مقررہ انداز پر طویل زمانہ سے تمام جانداروں کی پیدائش، حوادث کا ظہور، سیاروں کی رفتار، شمس قمر کا طلوع وغروب جاری ہے۔ یہ ایک طاقتور خدا کی کارفرمائی ہے اور ایک ہی خدا کی قدرت کا کرشمہ ہے۔

اگر خدا نہ ہوتا یا ایک سے زیادہ خدا ہوتے تو ایک ہی انداز اور ایک ہی اسلوب پر ہر حادثہ کا جاری رہنا ممکن نہ ہوتا۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر کام صدیوں سے ایک ہی انداز پر ہوتا چلا آیا ہے۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ۝ (الفاطر — ۴۳)

اور تو اللہ کے قانون میں ہرگز تغیر نہیں پائے گا

قرآن مجید میں وجود باری تعالیٰ کے مسئلہ کو کئی مثالیں پیش کر کے سمجھایا گیا۔ وضاحت کے کئی انداز اختیار کئے۔ آئندہ صفحات میں اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے کے بارے میں آیات اور علماء کرام کے اقوال پیش کئے جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ (وَاللّٰهُ هُوَ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِيْنُ)

زمین و آسمان کی پیدائش

اللہ تعالیٰ نے اپنے موجود ہونے پر ایسے عام فہم دلائل دیئے کہ ہر پڑھا لکھا اور بے پڑھا آدمی بھی آسانی کے ساتھ بات کو سمجھ جائے۔ بشرطیکہ وہ ایمانداری کے ساتھ بات کو سمجھنا چاہتا ہو، اور جان بوجھ کر غلط راہ پر چلنے والا نہ ہو۔

۱۔ آسمان کی پختگی اور دلکشی بیان کرتے ہوئے فرمایا!

اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۝ (ق — ۶)

پس کیا انہوں نے غور سے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا؟ کہ ہم نے کس طرح اسے بنایا اور آراستہ کیا ہے اور اس میں کوئی شگاف نہیں۔

۲۔ اس کے بعد زمین اور پہاڑوں کی حالت بیان کی اور فرمایا!

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۙ (ق — ۷)

اور ہم نے زمین کو بچھا دیا اور اس میں مضبوط پہاڑ ڈال دیئے اور اس میں ہر قسم کی خوشنما چیزیں اُگائیں۔

۳۔ آسمانوں کی ایک خاص حالت بیان کی کہ ستونوں کے بغیر ہی ٹھہرے ہوئے ہیں۔ زمین میں طرح طرح

کے جاندار چل پھر رہے ہیں۔ زمین کا توازن قائم رکھا چنانچہ فرمایا:

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ط

(لقمٰن — ١٠)

آسمانوں کو بے ستون بنایا، تم انہیں دیکھ رہے ہو، اور زمین میں مضبوط پہاڑ رکھ دیئے تاکہ تمہیں لے کر اِدھر اُدھر نہ جھکے اور اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے۔

٤۔ اللہ تعالیٰ نے دن رات کے بدلنے، سمندروں میں جہاز چلنے، آسمان سے بارش ہونے اور زمین سے سبزہ اُگنے کی حالت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ص وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

(البقرہ — ١٦٤)

بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے بدلنے میں اور جہازوں میں، جو دریا میں لوگوں کی نفع دینے والی چیزیں لے کر چلتے ہیں اور اس پانی میں جسے اللہ نے آسمان سے نازل کیا ہے پھر اس سے مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے اور اس میں ہر قسم کے چلنے والے جانور پھیلاتا ہے اور ہواؤں کے بدلنے میں اور بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان حکم کا تابع ہے، البتہ عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

٥۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کی ہمواری اور نرمی بیان کی اور فرمایا:

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ط وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ۝

(الملک — ١٥)

وہی تو ہے کہ جس نے تمہارے لیے زمین کو نرم کر دیا، سو تم اس کے راستوں میں چلو پھرو، اور اللہ کے رزق میں سے کھاؤ اور اس کے پاس پھر کر جانا ہے۔

آسمان، زمین، ان کی زینت اور ان کے تغیرات کو دیکھ کر ہر آدمی کو یقین کرنا پڑتا ہے کہ ان سب

کی خالق و مالک ایک طاقتور ذات ہے اور کسی خالق کے بغیر یہ آسمان و زمین نہ پیدا ہو سکتے ہیں اور نہ ہی منظم طور پر چل سکتے ہیں۔

سُورج چاند اور دن رات

۱۔ اللہ تعالیٰ ہی دن کو کام اور رات کو آرام کا وقت بنانے والا ہے۔ سورج چاند کو ایک مقررہ انداز کا پابند کر کے چلانے والا ہے۔ فرمایا

فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ج وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ حُسْبَانًا ط ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ٥ (الانعام - ۹۷)

وہ صبح کا نکالنے والا ہے، اور اس نے آرام کے لیے رات بنائی، اسی نے چاند اور سورج کا حساب مقرر کیا ہے۔ یہ سب غالب جاننے والے کا اندازہ ہے۔

۲۔ ہر چیز کا سایہ بڑھایا، پھر گھٹاتے گھٹاتے اندھیرے میں ڈبو دیا۔ یہی حال زندگی کا ہے کہ ایک دن ختم ہو جائے گی۔ یہ سب کچھ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے فرمایا:

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ج وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ج ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ۙ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ٥ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّ النَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ٥ (الفرقان - ۴۵-۴۷)

کیا تو نے اپنے رب کی طرف نہیں دیکھا؟ کہ اس نے سایہ کو کیسے پھیلا دیا ہے اور اگر چاہتا تو اسے ٹھہرا رکھتا، پھر ہم نے سورج کو اس کا سبب بنا دیا ہے۔ پھر ہم اُسے آہستہ آہستہ اپنی طرف سمیٹتے ہیں اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات کو اوڑھنا اور نیند کو راحت بنا دیا اور دن چلنے پھرنے کے لیے بنایا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ ہی دن رات کو بدلنے والا، سورج و چاند کو ایک مقررہ وقت تک چلانے والا ہے فرمایا:

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ز كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ط ذٰلِكُمُ اللّٰهُ

وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے ہر ایک وقت مقرر تک چل رہا ہے یہی

رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ط (الفاطر — ۱۳)

اللہ تمہارا رب ہے، اسی کی بادشاہی ہے۔

ایک جگہ فرمایا:

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ۙ (یٰسٓ — ۳۷)

اور ان کے لیے رات بھی ایک نشانی ہے کہ ہم اس کے اُوپر سے دن کو اُتار دیتے ہیں پھر ناگہاں وہ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کا راستہ اور منزلیں مقرر کر دیں اور وہ اس قدر پابندِ حکم الٰہی ہیں کہ آپس میں ٹکرانے اور مقررہ راستہ سے اِدھر اُدھر ہونے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ فرمایا:

وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ط ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ۝ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ط وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝ (یٰسٓ — ۳۸۔۴۰)

اور سورج اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے۔ یہ زبردست خبردار کا اندازہ کیا ہُوا ہے اور ہم نے چاند کی منزلیں مقرر کر دی ہیں یہاں تک کہ پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے نہ سورج کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آسکتی ہے اور ہر ایک، ایک فلک میں تیرتا ہے۔

الغرض سورج چاند کی گردش اور دن رات کا بدلنا بھی خالق و مالک کے اذن کے بغیر ممکن نہیں۔

سمندر اور اُس کے عجائبات

۱۔ سمندروں میں شیریں اور تلخ پانی پیدائش دنیا سے موجود ہے بلکہ پانی کے کئی کئی اجزا رہیں کہیں شیریں پانی ہے اور کہیں تلخ ہے کہیں سرد اور کہیں گرم رویں چل رہی ہیں۔ سمندروں کا تلاطم اور ہواؤں کے تھپیڑے ان کو باہم ملنے نہیں دیتے۔ یہ سب اللہ کے حکم کے پابند ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّ

اور وہی ہے جس نے دو دریاؤں کو آپس میں ملا دیا، یہ میٹھا خوشگوار ہے اور یہ کھاری کڑوا ہے اور ان دونوں میں

حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ٥ (الفرقان - ۵۳) ایک پردہ اور مستحکم آڑ بنا دی۔

۲- یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے سمندروں میں شیریں و تلخ کئی طرح کے پانی پیدا کئے۔ مچھلیاں اور موتی پیدا کئے اور سمندروں میں جہاز چلانے کی قوت عطا فرمائی۔ فرمایا:

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ج وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ٥ (الفاطر - ۱۲)

اور دو سمندر برابر نہیں ہوتے، یہ ایک میٹھا پیاس بجھانے والا ہے کہ اس کا پینا خوشگوار ہے اور یہ دوسرا کھاری کڑوا ہے اور ہر ایک میں سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو اور زیور نکالتے ہو جو تم پہنتے ہو اور تو جہازوں کو دیکھتا ہے کہ اس میں پانی کو پھاڑتے جاتے ہیں تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ اس کا شکر کرو۔

بادلوں کی آمد

۱- اللہ تعالیٰ نے کئی آیات میں بادلوں کی آمد، بارش برسانے، زمین سے رنگ برنگ قسم کے پھل پیدا کرنے اور سرخ سیاہ و سفید بادلوں کا منظر بیان کرتے ہوئے دعوتِ فکر دی کہ ان سب کا مالک و خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

اس موضوع پر کئی آیات ہیں مگر یہاں صرف دو آیات درج کی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ج فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ ۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ٥ (الفاطر - ۲۷)

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ہی آسمان سے پانی اتارتا ہے۔ پھر ہم اس کے ذریعہ سے پھل نکالتے ہیں جن کے رنگ مختلف ہوتے ہیں اور پہاڑوں میں مختلف رنگتوں کے، کچھ تو سفید اور کچھ سرخ اور بہت سیاہ ہوتے ہیں۔

۲- نیز فرمایا:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی بادل کو چلاتا ہے پھر اسے ملاتا ہے، پھر اسے تہ بر تہ کرتا ہے، پھر

فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ؕ (النور ـــ ۴۳)

تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس کے بیچ میں سے نکلتی ہے، اور آسمان سے جو ان میں اولوں کے پہاڑ ہیں۔ ان میں سے اولے برساتا ہے پھر انہیں جس پر چاہتا ہے گراتا ہے اور جس سے چاہتا ہے روک لیتا ہے۔ قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھوں کو لے جائے۔

اب کس طرح ممکن ہے کہ ایک قادر کریم اللہ تعالیٰ کے بغیر یہ سب کام ممکن ہوں۔ اللہ تعالیٰ سب کو عقل دے۔

پھل اور غلے

۱۔ اللہ تعالیٰ نے کئی آیات میں زمین پر کھیتوں، باغات اور مختلف پھلوں کا ذکر کیا کہ سب کی زمین ایک ہے۔ پانی ایک ہے، مگر ذائقہ، اثر اور رنگ جدا جدا ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ علیم و قدیر کی قدرت کا کرشمہ ہے اور پیدا کرنے والے کے بغیر خود بخود یہ نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (الانعام ـ ۱۰۰)

اور اسی نے آسمان سے پانی اتارا، پھر ہم نے اس سے ہر چیز اُگنے والی نکالی، پھر ہم نے اس سے سبز کھیتی نکالی، جس سے ہم ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے دانے نکالتے ہیں؛ اور کھجور کے شگوفوں میں سے پھل کے جھکے ہوئے گچھے، اور انگور اور زیتون اور انار کے باغ آپس میں ملتے جلتے اور جدا جدا بھی، ہر ایک درخت کے پھل کو دیکھو، جب وہ پھل لاتا ہے اور اس کے پکنے کو دیکھو ان چیزوں میں ایمان والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

۲۔ ایک مقام پر فرمایا:

وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ

اور زمین میں ٹکڑے ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں اور انگور کے باغ ہیں، اور کھیتیاں

صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ قف وَّ نُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِى الْاُكُلِ ط اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ (الرعد-۴)

اور کھجوریں ہیں، ایک کی جڑ ملی ہوئی، بعض بن ملی۔ انہیں پانی بھی ایک ہی دیا جاتا ہے اور ہم ایک دوسرے پر پھلوں کو فضیلت دیتے ہیں بے شک اس میں عقلمندوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔

ایک آیت میں بادلوں کی آمد، کھیتیاں اُگنے کے بعد یہ بیان فرمایا کہ ایک پودا بتدریج تن آور درخت بن جاتا ہے اور آخر کار بودا ہو کر گر پڑتا ہے۔ یہی حال زندگی کا ہے کہ بچہ تھا، جوان ہوا اور بوڑھا ہو کر مر گیا۔ پھر اللہ کے دربار میں پیش ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِى الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ط اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ۝ (الزمر- ۲۱)

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی آسمان سے پانی اتارتا ہے، پھر اسے چشمے بنا کر زمین میں چلا دیتا ہے، پھر اس کے ذریعے سے کھیتی مختلف رنگوں کی اُگاتا ہے، پھر خوب اُبھرتی ہے، پھر آپ اُسے زرد شدہ دیکھتے ہیں، پھر اُسے ریزہ ریزہ کر دیتا ہے۔ بے شک اس میں عقلمندوں کے لیے عبرت ہے۔

جانداروں کی پیدائش

اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کے جاندار پیدا فرمائے۔ بعض دو ٹانگوں والے، بعض چار والے اور بعض اس سے بھی زیادہ ٹانگیں رکھنے والے ہیں۔ ان سب کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ فرمایا:

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ج فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰى بَطْنِهٖ ج وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ج وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ط يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (النور-۴۵)

اور اللہ نے ہر جاندار کو پانی سے بنایا ہے۔ سو بعض ان میں سے اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں، اور بعض ان میں سے دو پاؤں پہ چلتے ہیں۔ اور بعض ان میں سے چار پاؤں پہ چلتے ہیں۔ اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قدرت والا ہے۔

دُودھ اور گوشت

۱- اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے حلال جانوروں کی صورت میں گوشت پیدا فرمایا اور پالتو جانور پیدا فرمائے جن سے انسانوں کو بہترین خوراک یعنی دودھ اور گوشت مہیا کیا۔ چنانچہ فرمایا:

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ط نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۙ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ع

(المؤمنون - ۲۱،۲۲)

اور بے شک تمہارے لیے چارپایوں میں بھی عبرت ہے کہ ہم تمہیں ان کے پیٹ کی چیزوں میں سے پلاتے ہیں (یعنی دودھ) اور تمہارے لئے ان میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں، اور ان میں سے بعض کو کھاتے ہو، اور اُن پر اور کشتیوں پر سوار بھی کیے جاتے ہو۔

۲- اس طرح اللہ تعالیٰ نے عجیب انداز کے ساتھ جانوروں سے دودھ مہیا کیا۔ تھنوں میں دودھ ہے۔ مگر تھنوں کے اردگرد خون کی نالیاں ہیں، گوبر اور پیشاب کے مقامات ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے خون، گوبر اور پیشاب کا کوئی ذرہ بھی دودھ میں نہیں ملتا۔ واقعی اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق و مالک ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ یہ تمام مذکورہ آیات، اللہ تعالیٰ کے موجود و خالق ہونے پر کافی شاہد ہیں بشرطیکہ دل زندہ ہو، دیانت موجود ہو اور دھیان کے ساتھ غور کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ط نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝ (النحل - ۶۶)

اور بے شک تمہارے لیے چوپایوں میں عبرت ہے جو اُن کے پیٹوں میں ہے۔ گوبر اور خون کے درمیان سے ہم خالص دودھ تم کو پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لیے خالص خوشگوار ہے۔

فضا میں پرندے

۱- اللہ تعالیٰ نے پرندے پیدا کیے۔ انہیں اُڑنا سکھایا اور انہیں فضا میں ٹھہرنے اور پُرسکون طور پر اُڑنے کی قوت بخشی۔ نہ پٹرول کی ضرورت اور نہ ہی پائلٹ کی حاجت ہے۔ مکھی و مچھر سے لے کر بڑے بڑے پرندے بے کھٹکے اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ یہ ہوائی جہاز بے تکلف فضاؤں میں اُڑتے

پھرتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر خالق و مالک کائنات کے وجود پر یقین کرنا ہی پڑتا ہے بشرطیکہ کچھ بھی عقل و انصاف پسندی سے کام لیا جائے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

أَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرَاتٍ فِي جَوِّ السَّمَاءِ ط مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ ط إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ٥ (النحل - ۷۹)

کیا پرندوں کو نہیں دیکھتے کہ آسمان کی فضا میں تھمے ہوئے ہیں۔ انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں تھام رہا۔ بے شک اس میں بھی ایمانداروں کے لیے نشانیاں ہیں۔

۲- ایک جگہ فرمایا :

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَافَّاتٍ وَيَقْبِضْنَ ط مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمَٰنُ ط إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ ٥ (الملک - ۱۹)

اور کیا انہوں نے اپنے اوپر پرندوں کو پر کھولتے اور سیکڑتے ہوئے نہیں دیکھا؟ جنہیں رحمٰن کے سوا کوئی نہیں تھام رہا۔ بیشک وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔

شہد اور اُس کی مکھی

شہد کی مکھی جس دقیق ترین اور حیرت انگیز طریقہ سے شہد کا چھتہ بناتی۔ شہد تیار کرتی اور اجتماعی زندگی گزارتی ہے۔ یہ سب امور خود بخود ہونے والے نہیں ہیں۔ ان امور کا خالق و مالک و مدبر صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے پھر شہد میں غذائیت اور شفاء رکھ دی تاکہ جس میں کچھ بھی دیانتداری ہو وہ غور کرے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ شہد کی مکھی کی دُم میں زہریلا مادہ رکھا اور منہ میں شہد کی شفاء دینے والی چیز رکھ دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ۙ ثُمَّ كُلِي مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ط يَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ ط إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً

اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کو حکم دیا کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور ان چھتوں میں گھر بنائے جو اس کے لیے بناتے ہیں۔ پھر ہر قسم کے میووں سے کھا، پھر اپنے رب کی تجویز کردہ آسان راہوں پر چل۔ ان کے پیٹ سے پینے کی چیز (شہد) نکلتی ہے جس کے رنگ مختلف ہیں اور اس میں لوگوں کے لیے شفا

لِقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ۝ ہے بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو سوچتے ہیں۔

(النحل - ۶۸، ۶۹)

انسان کی پیدائش

۱- اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ جانداروں کی روزی، سورج چاند ستارے اور دن رات پیدا کیے۔ پھر انسان کو پیدا کیا۔

درج ذیل آیت میں انسان کی پیدائش کے درجات، اس کے بچپن، جوانی اور بڑھاپے کے تمام منازل بیان کیے جن پر غور کرنے سے ہر دیانت دار انسان کو خدا کے وجود کا اقرار کرنا ہی پڑتا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی ایسی ذات نہیں جو ایسی پیچیدہ اور حیرت انگیز انداز کی مخلوق پیدا کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَةٍ ثُمَّ مِنۡ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخۡرِجُکُمۡ طِفۡلًا ثُمَّ لِتَبۡلُغُوۡۤا اَشُدَّکُمۡ ثُمَّ لِتَکُوۡنُوۡا شُیُوۡخًا ۚ وَ مِنۡکُمۡ مَّنۡ یُّتَوَفّٰی مِنۡ قَبۡلُ وَ لِتَبۡلُغُوۡۤا اَجَلًا مُّسَمًّی وَّ لَعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۝ (المومن - ۶۷)

وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے، پھر نطفہ سے پھر خون بستہ سے پیدا کیا۔ پھر وہ تمہیں بچہ بنا کر نکالتا ہے۔ پھر (باقی رکھتا ہے) تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو، پھر یہاں تک کہ تم بوڑھے ہو جاتے ہو۔ کچھ تم میں اس سے پہلے مر جاتے ہیں۔ (بعض کو زندہ رکھتا ہے) اور تاکہ تم وقت مقررہ تک پہنچو اور تاکہ تم سمجھو۔

۲- انسان کو مرد اور عورت کی شکل میں پیدا فرمایا۔ قبائل میں تقسیم کیا۔ تاکہ ایک دوسرے کی پہچان آسان رہے البتہ ساتھ ہی یہ واضح کر دیا کہ بہتر وہی ہے جو اسلام کا پابند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ وَّ اُنۡثٰی وَ جَعَلۡنٰکُمۡ شُعُوۡبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا ؕ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ ۝ (الحجرات - ۱۳)

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک ہی مرد اور عورت (حضرت آدم اور حوا) سے پیدا کیا ہے اور تمہارے خاندان اور قومیں جو بنائی ہیں تاکہ تمہیں آپس میں پہچان ہو بے شک عزت والا تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ بیشک اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے۔

۳- اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے بولنا سکھایا۔ اسے دو آنکھیں، ایک زبان اور دو ہونٹ عطا کیے۔

خوبصورت شکل بنائی۔ اگر یہ بدصورت ہوتا تو لوگ ایک دوسرے کو دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوتے اور انسانی جماعتیں اور بڑی بڑی متمدن بستیاں کبھی بھی آباد نہ ہوتیں، جس اللہ کریم نے یہ تمام احسانات کیے، اس کا انکار کرنا انتہا درجہ کی غنڈہ گردی اور خباثت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے درج ذیل تین آیات میں فرمایا:

خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ (الرحمٰن – ۳، ۴)
اس نے انسان کو پیدا کیا۔ اسے بولنا سکھایا۔

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۙ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۙ (البلد – ۸، ۹)
کیا ہم نے اس کے لیے دو آنکھیں نہیں بنائیں؟ اور زبان اور دو ہونٹ۔

وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ (المؤمن – ۶۴)
اور تمہاری صورتیں بنائیں پھر تمہاری اچھی صورتیں بنائیں۔

۴۔ درج ذیل آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے مختلف مدارج بیان کیے کہ انسان کمزور بچہ تھا، پھر طاقتور جوان ہوا، پھر بوڑھا ہو کر موت کے منہ میں چلا گیا۔

انسان ایک قطرے سے پیدا ہوا اور پورا انسان بن کر دنیا میں آیا۔ سب کی موت کا وقت مقرر کر دیا جو کسی طرح ٹل نہیں سکتا۔ تاکہ دنیا میں سننے، سونگھنے اور دیکھنے کی قوتوں سے کام لے سکے اور آخر کار اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو کر سب نعمتوں کا حساب دینا ہوگا۔ چنانچہ فرمایا:

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ (الروم – ۵۴)
اللہ ہی ہے، جس نے تمہیں کمزوری کی حالت سے پیدا کیا، پھر کمزوری کے بعد قوت عطا کی، پھر قوت کے بعد ضعف اور بڑھاپا بنایا۔ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہی جاننے والا قدرت والا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ۭ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا
اور اللہ ہی نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے، پھر تمہیں جوڑے بنایا، اور کوئی مادہ حاملہ نہیں ہوتی اور نہ وہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے، اور نہ کوئی بڑی عمر والا عمر دیا جاتا ہے اور نہ اس کی عمر کم کی جاتی ہے مگر

فِیْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ○ (الفاطر - ۱۱)

وہ کتاب میں درج ہے۔ بے شک یہ بات اللہ پر آسان ہے۔

ایک جگہ فرمایا:

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ○ أَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ○ ءَ اَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ○ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۙ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِیْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ (الواقعہ - ۵۷-۶۱)

ہم ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے پس کیوں تم تصدیق نہیں کرتے؟ بھلا دیکھو تو (منی) جو تم ٹپکاتے ہو کیا تم اُسے پیدا کرتے ہو، یا ہم ہی پیدا کرنے والے ہیں؟ ہم نے ہی تمہارے درمیان موت مقرر کر دی ہے اور ہم عاجز نہیں ہیں اس بات سے کہ ہم تم جیسے لوگ بدل لائیں اور تمہیں ایسی صورت میں بنا کر کھڑا کر دیں جو تم نہیں جانتے۔

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ (النحل - ۷۸)

اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے نکالا، تم کسی چیز کو نہ جانتے تھے، اور تمہیں کان اور آنکھیں اور دل دیئے، تاکہ تم شکر کرو۔

مندرجہ بالا آیات میں انسان کی زندگی کے مختلف مدارج بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا کہ تمہاری زندگی اور موت صرف میرے قبضہ میں ہے اور اکڑنے والوں کو ڈرایا کہ جب چاہے تمہیں ختم کر کے نئی قوم لے آئے۔ تمہاری شکلیں بدل دے اور نئے جسم دے دے اور انسانیت کا اعزاز ہی چھین لے اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو اپنے عذاب سے محفوظ رکھے۔

انسان اپنی جنس اور دوسرے افرادِ جنس پر غور کرے کہ کئی طرح کی مخلوق ہے۔ ہر مخلوق میں لاتعداد افراد ہیں اور ہر ایک کی شکل، رنگ اور زبان مختلف ہے ان سب کا خالق و مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ خدا کے بغیر بے شمار لوگوں شکلوں والی اور بے شمار زبانیں بولنے والی مخلوق خود بخود پیدا نہیں ہو سکتی۔

اگر انسان اپنے جسم پر غور کرے کہ سر میں دماغ ہے، منہ میں دانت اور زبان ہے، چہرے پر ناک اور کان ہے۔ گردن سے کھانے کی نالی معدے کی طرف جا رہی ہے۔ سینہ میں پھیپھڑے، پیٹ

میں معدہ، ایک طرف تلی اور دوسری طرف جگر ہے تلی کے ساتھ اور نیچے انتڑیاں ہیں۔ یہ پیچیدہ مشین زندگی بھر چابی دیئے بغیر صرف اللہ تعالیٰ کے حکم سے کام کرتی ہے۔ اس مشین کو تمام پرزوں سمیت چھوٹا کرکے مکھی اور مچھر میں نصب کر دیا اور بڑا کرکے ہاتھی اور دوسرے عظیم الجثہ جانداروں میں لگا دیا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ قادر کریم کی کارفرمائی ہے خود انسان کے اندر بھی نشانات ہیں۔ فرمایا:

وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ ط اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ٥ (الذٰریٰت — ۲۱)

اور خود تمہارے نفسوں میں۔ پس کیا تم غور سے نہیں دیکھتے۔

مندرجہ بالا آیات کا غور کے ساتھ مطالعہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے موجود ہونے کی کئی نشانیاں بتائیں۔ زمین و آسمان کی حالت، سورج چاند اور ستاروں کی گردش، دن رات کا بدل بدل کر آنا، طرح طرح کی مخلوق اور ہر مخلوق کا رنگ، شکل، زبان اور جذبات مختلف ہیں۔ ہر مخلوق کیلئے علیٰحدہ علیحدہ خوراک پیدا کر دی۔ یہ سب باتیں جو مقررہ انداز اور انتظام کے ساتھ ہو رہی ہیں۔ ان کا اللہ تعالیٰ خالق و مالک کے بغیر ہونا ہرگز ممکن نہیں۔ یہ سب کام ایک طاقت ور ذات ہی کر رہی ہے جس کا نام مبارک اللہ ہے تبارک تعالےٰ۔

اللہ تعالیٰ کے وجود پر علمائے اسلام کے اقوال

امام جعفر صادقؓ

وجودِ باری تعالیٰ پر علماء کے چند دلائل درج کئے جاتے ہیں تاکہ اس مضمون کا تتمہ ہو جائے۔ یہ دلائل بھی ازحد سادہ اور عام فہم ہیں۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور تفسیر کبیر میں نقل کیا:

"ایک دہریے نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے سامنے صانع (خدا تعالیٰ) کا انکار کیا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کیا تم نے سمندر کا سفر کیا ہے؟

اس نے کہا! ہاں!

فرمایا: کیا اس کے خطرات بھی دیکھے ہیں؟

اس نے کہا! ہاں، ایک دن سخت خوفناک طوفان آیا، کشتیاں ٹوٹ پھوٹ گئیں۔ ملاح غرق ہو گئے اور میں ایک تختے کے ساتھ چپک گیا۔ اب میری حالت یہ تھی کہ سمندر کی لہریں مجھے الٹ پلٹ کر رہی تھیں۔ آخر کار سمندر کے کنارے پہنچ گیا۔

امام جعفرؓ نے فرمایا: پہلے تمہارا بھروسہ کشتی اور ملاح پر تھا (کشتی اور ملاح کے غرق ہونے کے بعد)

تمہارا بھروسہ نجات ملنے تک، تختے پر تھا۔ جب یہ تمام اشیاء ڈوب گئیں تو کیا تو نے اپنے آپ کو ہلاکت کے سپرد کر دیا یا تجھے اس کے بعد بھی بچ جانے کی تھی؟

اس نے کہا: مجھے بچ جانے کی امید تو تھی!

فرمایا تجھے کس سے امید تھی؟

(یعنی تمام باعث نجات مادی اشیاء ختم ہونے کے بعد کس سے امید تھی؟)

اب وہ خاموش ہو گیا۔

امام جعفر رضی اللہ عنہ، نے فرمایا: یہی وہ خدا ہے کہ اس وقت بھی تجھے اس سے امید تھی اور اسی خدا تعالیٰ نے تجھے ڈوبنے سے بچا لیا۔

یہ سن کر وہ مسلمان ہو گیا۔

(تفسیر الکبیر الرازی ج: ۲۔ ص: ۹۸ تا ۹۹۔ المطبعۃ البھیۃ المصریہ بمیدان الازھر مصر)

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ، دہریت کے خلاف برہنہ تلوار تھے۔ دہریے اس تلاش میں تھے کہ آپ کو شہید کر دیں۔ ایک روز امام صاحب اپنی مسجد میں بیٹھے تھے کہ دہریوں کے ایک گروہ نے ان پر تلواروں سے حملہ کر دیا اور شہید کرنے کا ارادہ کر لیا۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں فرمایا: مجھے ایک بات بتاؤ، پھر جو چاہو کرو۔

انہوں نے کہا: کہو

آپ نے فرمایا: اس آدمی کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ جو تمہیں آ کر بتاتا ہے کہ میں نے ایک کشتی دیکھی جس پر سامان لدا ہوا ہے۔ بوجھ سے بھرپور ہے۔ گہرے سمندر میں موجیں اور تیز ہوائیں اسے گھیرے ہوئے ہیں اور وہ کشتی ان سب حالات میں سیدھی چلی جا رہی ہے۔ اس میں کوئی ملاح نہیں، جو اسے چلاتا رکھے۔ اور نہ ہی اس کی کوئی حفاظت کرنے والا اور نگران ہے۔

کیا یہ بات عقل میں آتی ہے؟

انہوں نے کہا: نہیں، اس چیز کو عقل نہیں مانتی۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ، نے فرمایا: سبحان اللہ، جب عقل کے نزدیک یہ درست نہیں، کہ سمندر میں کشتی، بغیر نگران اور چلانے والے کے چل سکے تو ایسی دنیا کا قیام بغیر بنانے والے اور محافظ کے، کیسے ہو سکتا ہے؟ کہ جس میں طرح طرح کے حالات ہیں بدلتے ہوئے اعمال و واقعات ہیں۔ وسیع و عریض اطراف ہیں، اور متضاد و مختلف سمتیں ہیں۔

یہ سن کر وہ سب رو پڑے اور کہنے لگے :
آپ نے سچ فرمایا : اور تلواریں نیام میں کر لیں اور کفر سے توبہ کر لی ۔
(تفسیر الرازیؒ ۔ ج : ۲ ۔ ص : ۹۹)

امام شافعیؒ امام شافعی رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے پوچھا : صانع (خدا تعالیٰ) کے وجود کی کیا دلیل ہے ؟
انہوں نے فرمایا : شہتوت کا پتہ ، اس کا ذائقہ ، اس کا رنگ ، اس کی بُو ، اور اس کا مزاج تمہارے نزدیک ایک ہی ہے ؟
لوگوں نے کہا : ہاں ۔
امام صاحبؒ نے فرمایا : مگر اس کو ریشم کا کیڑا کھاتا ہے تو اس سے ابریشم نکلتا ہے ، شہد کی مکھی کھاتی ہے تو اس سے شہد پیدا ہوتا ہے ، بکری کھاتی ہے تو اس سے مینگیاں نکلتی ہیں ، ہرن کھاتے ہیں تو ان کے نافہ سے مشک پیدا ہوتا ہے ۔ اب کس ذات نے ان (مختلف) اشیاء کو ایسا بنا دیا حالانکہ شہتوت کا مزاج ایک ہی ہے ؟
یہ جواب بہت پسند کیا گیا اور کئی لوگ ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے جن کی تعداد سترہ تھی ۔
(تفسیر الکبیر ۔ ج : ۲ ۔ ص : ۹۹)

امام احمد بن حنبلؒ وجود باری تعالیٰ پر امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے اس طرح دلیل دی کہ نرم قلعہ ہے جس میں کوئی سوراخ نہیں (کہ ہوا اور زندگی کے ضروری اجزا کا گزر ہو سکے) ظاہری طور پر وہ پگھلی ہوئی چاندی ہے اور اندرونی طور پر سونا ۔ پھر اس کی دیواریں پھٹیں اور قلعہ سے سننے دیکھنے والا جانور نکلا ۔ اس کو پیدا کرنے والا یقیناً کوئی ضرور ہے ۔ قلعہ سے ان کی مراد انڈا ، جانور سے مراد چوزہ ہے
(تفسیر کبیر ۔ ج : ۲ ۔ ص : ۹۹)

امام مالکؒ ہارون رشید نے امام مالک رضی اللہ عنہ سے اس کی دلیل پوچھی تو انہوں نے آوازوں کے اختلاف اور طرح طرح کے نغمات اور مختلف زبانوں سے اس پر دلیل دی ۔
(تفسیر کبیر ۔ ج : ۲ ، ص : ۹۹)

ایک اعرابیؒ ایک اعرابی (رحمۃ اللہ علیہ) سے اس کی دلیل پوچھی گئی تو اس نے کہا : مینگنی اونٹ کے وجود پر دلالت کرتی ہے ۔ لید ، گدھے کے وجود پر دلالت کرتی ہے ۔ قدموں کے نشانات ، کسی چلنے والے پر دلالت کرتے ہیں ، تو کیا برجوں والا آسمان ، گھاٹیوں والی زمین اور موجوں سے

بھرپور سمندر، صانع حلیم، علیم اور قدیر ذات پر دلالت نہیں کرتے ؟
(تفسیر کبیر۔ ج : ۲، ص : ۹۹ تا ۱۰۰)

ایک حکیم رح ایک حکیم سے پوچھا گیا کہ تم نے اپنے رب کو کیسے پہچانا ؟ اس نے کہا : خشک ہلیلہ نے قبض کھول دیا اور ملین (قبض کشا) لعاب نے قبض کر دیا۔

ایک عام آدمی رح ایک آدمی نے کہا : میں نے رب کو شہد کی مکھی سے پہچانا۔ ایک طرف سے شہد دیتی ہے اور دوسری طرف سے ڈس لیتی ہے۔ (تفسیر کبیر۔ ج : ۲۔ ص : ۱۰۰)

عجیب بات ہے کہ ایک ہی غذا کھانے والے جانور میں دو متضاد صفات جمع ہو گئیں۔ بس اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اس کے بعد ہم اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے اور اس کی دوسری بیان کریں گے جو کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اللہ تعالیٰ ایک ہے

قرآن مجید میں واضح طور پر بتایا گیا کہ

۱۔ اللہ ایک ہے، ایک سے زیادہ خداؤں کا پایا جانا ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

۱۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ (اخلاص) کہہ دو، وہ اللہ ایک ہے۔

۲۔ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۝ (الصّٰفّٰت۔ ۴) بے شک تمہارا معبود ایک ہی ہے۔

۳۔ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ (ص — ۶۵) اور اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے، ایک ہے، بڑا غالب۔

۴۔ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۧ (البقرہ۔ ۱۶۳) اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔

۲۔ یہ بھی واضح فرما دیا کہ اگر ایک سے زیادہ خدا ہوتے تو دنیا ہی برباد ہو جاتی۔ اور ہر طرف فساد و بربادی کے سوا کچھ نظر نہ آتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ (الانبیاء۔ ۲۲) اگر ان دونوں (زمین و آسمان) میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے، تو دونوں خراب (و تباہ) ہو جاتے۔

مندرجہ بالا آیات میں بتایا گیا کہ اللہ ایک ہے، وہ رحمٰن و رحیم ہے۔ ساری کائنات میں اللہ کے سوا

دوسرا خدا پایا جانا ممکن نہیں۔ اگر دنیا میں دو خدا ہوتے تو کائنات تباہ ہو جاتی۔ اس لیے کہ خدا وہ ہوتا ہے مالک و مختار ہو۔ کسی کا محتاج اور غلام نہ ہو۔ جب دو خدا ہوتے اور دونوں ہی کسی کے محتاج نہ ہوتے اور ہر قدرت کے مالک و مختار ہوتے تو مخلوق کے بارے میں اختلاف کی صورت میں ہر خدا اپنا حکم اپنی قدرت اور اپنا اختیار استعمال کرتا۔ مثلاً ایک خدا کہتا، کہ میں دنیا کو مزید آباد کروں گا۔ دوسرا خدا کہتا کہ میں دنیا کے فلاں حصے یا ساری دنیا کو تباہ و برباد کرتا ہوں دونوں اپنے اپنے اختیارات استعمال کرتے اور کائنات تباہ ہو جاتی مگر کائنات عرصۂ دراز سے ایک ہی منظم طریقہ پر چل رہی ہے جیسے کہ ایک ہی فرد کی پالیسی ہمیشہ کارفرما رہی ہو۔ مزید برآں اگر ایک خدا دوسرے کی قدرت کے سامنے شکست کھا جاتا، تو شکست کھانے والا خدا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اللہ ایک ہے اور ایک سے زیادہ خداؤں کا پایا جانا ممکن نہیں۔ اب جو شخص ایک سے زیادہ خداؤں کا قائل ہے وہ سچائی کا دشمن، اللہ کا دشمن اور دائمی جہنمی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور سچائی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کیا جائے۔ یاد رہے اللہ کی ذات ایک ہی ہے اسے توحید فی الذات کہا جاتا ہے۔

مسئلہ توحید کی مزید وضاحت

اسلام نے بتایا کہ اللہ کی توحید کے بارے میں حسبِ ذیل عقیدہ رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ اسے توحید فی الذات کہا جاتا ہے۔ اس کا بیان گزر چکا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کسی دوسرے میں نہیں پائی جاتیں۔ مثلاً: اللہ تعالیٰ پیدا فرمانے والا، مارنے والا۔ روزی دینے والا، مشکلات سے نجات دینے والا، حاجت روا، ہر غیب و ظاہر کا جاننے والا، یعنی غیب دان، حاضر و ناظر، بارش کرنے والا، ضروریات عطا کرنے والا ہے۔ والدین اولاد بیوی اور تمام مخلوق کی صفات سے بے نیاز ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات مخلق میں نہیں پائی جاتیں اور مخلوق کی صفات اللہ تعالیٰ میں نہیں پائی جاتیں۔ اللہ تعالیٰ نیند، کھانے پینے، اولاد بیوی بچوں وغیرہ سے پاک ہے۔ یہ توحید فی الصّفات ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ ہی معبود ہے۔ ہر قسم کی بدنی، زبانی اور مالی عبادت مثلاً سجدہ، رکوع۔ نماز، حج، روزہ، قربانی۔ نذر و نیاز، سب عبادت کا صرف اللہ تعالیٰ ہی حقدار ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کرنا صاف طور پر کفر اور حرام ہے۔ یہ توحید فی العبادت کہلاتی ہے۔

۴۔ ہر مشکل میں اللہ تعالیٰ کو ہی پکارنا اور صرف اللہ سے مدد مانگنا جائز ہے۔ اللہ کے سوا کوئی

دوسرا کسی مشکل میں فوق الاسباب کے طور پر مدد نہیں کرسکتا، جو شخص مشکلات وحاجات میں اللہ کے سوا دوسروں کو پکارے، بتوں سے دعائیں کرے۔ قبر والوں کو پکارے وہ مشرک اور اسلام و صداقت کا دشمن ہے اسے توحید فی الاستعانت کہا جاتا ہے۔

۵- اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو یہ حق حاصل نہیں کہ جو چاہے حلال کرے جو چاہے حرام کرے۔ جس چیز کا چاہے حکم کرے اور جس سے چاہے منع کردے۔ یہ حکم کرنا صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ بزرگوں یا پیغمبروںؑ یا پارلیمنٹ یا حکمران طبقہ یا بادشاہ کو حق ہے کہ جو چاہے حلال کرے جو چاہے حرام کرے وہ اسلام کا دشمن اور قطعاً کافر ہے۔

ہاں البتہ خلیفہ المسلمین اسلام کے مطابق حکم کرے تو وہ خود حلال حرام کرنے والا نہیں، بلکہ اسلام کے احکام نافذ کرنے والا، مسلمانوں کا محترم اور واجب الاطاعت حاکم اور مسلمانوں کا بھائی ہے۔ مگر جو حاکم ملک میں شراب، سینما، ناچ گانا جائز سمجھتا ہے۔ مسلمانوں کو مرتد ہونے کی اجازت دیتا ہے۔ ختم نبوت کے غداروں یعنی مرزائیوں، بھائی فرقہ اور صحابہ کرامؓ اور قرآن وحدیث کے دشمنوں کو کفر کی تبلیغ کی اجازت دیتا ہے اور انہیں سرکاری خزانے سے مدد دیتا ہے وہ حاکم اسلام کا دشمن ہے اس کے خلاف جہاد کرنا مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں

یہ یاد رہے کہ اسلام سے پہلے بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی اولاد اور بیوی ہونے کا غلط عقیدہ رکھتے تھے چنانچہ تفسیر ابن کثیر ج: ۴۔ ص: ۵۷۰ پر حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

"یہودیوں نے کہا : ہم اللہ کے بیٹے عزیر کی عبادت کرتے ہیں۔"
عیسائیوں نے کہا : ہم اللہ کے بیٹے مسیح کی عبادت کرتے ہیں۔
مجوسیوں نے کہا : ہم سورج اور چاند کی عبادت کرتے ہیں۔
مشرکین نے کہا : ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) نازل کی اور فرمایا:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ

تو کہہ دے، کہ وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے (یعنی کسی کا محتاج نہیں اور سب اس کے محتاج ہیں) نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور

كُفُوًا اَحَدٌ ۝ (الاخلاص) — نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور اس کے برابر کا کوئی نہیں ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ بیوی بچوں، خاندان اور پیدا ہونے وغیرہ ایسی مخلوق کی تمام صفات سے پاک ہے۔ کسی کا محتاج نہیں اور ساری مخلوق اس کی ہر معاملہ میں محتاج ہے۔

روزی دینے والا

۱۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف آیات میں وضاحت فرمادی کہ روزی عطا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جو لوگ کسی مُردہ یا زندہ بزرگ یا پیر یا پیغمبر یا بُت وغیرہ کو روزی عطا کرنے والا سمجھتے ہیں وہ ان آیات کے مُنکر اور اسلام کے دشمن ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۱۔ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ ط (الرعد- ۲۶) — اللہ ہی جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ اور تنگ کرتا ہے۔

۲۔ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ط كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ (هود- ۶) — اور زمین پر کوئی چلنے والا نہیں، مگر اس کی روزی اللہ پر ہے، اور جانتا ہے جہاں وہ ٹھہرتا ہے اور جہاں وہ سونپا جاتا ہے سب کچھ واضح کتاب میں ہے۔

۳۔ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۝ (الذّٰریٰت — ۵۸) — بے شک اللہ ہی بڑا روزی دینے والا، زبردست طاقت والا ہے۔

مندرجہ بالا آیات میں فرمایا کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی روزی دینے والا ہے۔ جس کی روزی بڑھا دے اور جس کی گھٹا دے سب اختیار اسی کو حاصل ہے ہر جاندار کو جانتا ہے کہ وہ کہاں ہے؟

۲۔ آسمان سے پانی برسانا اور جانداروں کے لیے پھل اور غلہ اگانا صرف اللہ کے قبضہ میں ہے فرمایا:

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ۝ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ — وہی ہے جس نے آسمان سے تمہارے لیے پانی نازل کیا، اسی میں سے پیتے ہو، اور اسی سے درخت ہوتے ہیں جن میں چراتے ہو، تمہارے واسطے اسی سے کھیتی اور زیتون اور

وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (النحل - ۱۰، ۱۱)

کھجوریں اور انگور اور ہر قسم کے میوے اُگاتا ہے، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے نشانی ہے جو غور کرتے ہیں۔

۳- اللہ تعالیٰ نے خشکی کے علاوہ دریاؤں اور سمندروں میں انسان کے لیے روزی اور مچھلیاں پیدا کر دیں۔ فرمایا:

وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (النحل - ۱۴)

اور وہی ہے جس نے دریا کو کام میں لگا دیا، کہ اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے زیور نکالو جسے تم پہنتے ہو۔ اور تو اس میں جہازوں کو دیکھتا ہے کہ پانی کو چیرتے ہوئے چلے جاتے ہیں اور تاکہ تم اس کے فضل کو تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔

۴- اللہ تعالیٰ نے چوپائے پیدا کیے۔ ان سے گوشت اور دودھ مہیا فرمایا اور سواری کے کام بھی آتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ۙ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ۝ؑ (المؤمنون - ۲۱، ۲۲)

اور بے شک تمہارے لیے چوپاؤں میں بھی عبرت ہے کہ ہم تمہیں ان کے پیٹ کی چیزوں میں سے (دودھ) پلاتے ہیں اور تمہارے لیے ان میں اور بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے بعض کو کھاتے ہو اور ان پر اور کشتیوں پر سوار بھی کیے جاتے ہو۔

۵- ایک جگہ انسان کی توجہ اس طرف کرائی کہ جانوروں کے دودھ کے چاروں طرف خون کی نالیاں، پیشاب اور گوبر کے مقامات ہیں مگر اللہ تعالیٰ ان سب سے بچا کر صاف دودھ عطا فرماتا ہے۔ فرمایا:

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝ (النحل - ۶۶)

اور بے شک تمہارے لیے چوپاؤں میں سوچنے کی جگہ ہے ہم ان کے جسم سے خون اور گوبر کے درمیان خالص دودھ پیدا کر دیتے ہیں جو پینے والوں کے لیے خوشگوار ہے۔

مگر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت و کرم سے انسان کو صاف دودھ عطا فرماتا ہے اور گدھا خصلت آدمی اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو قبروں یا بتوں پر چڑھا کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے اور اس غنڈہ گردی پر ناز بھی کرتا ہے۔

۶۔ ایک جگہ صاف فرما دیا کہ روزی ہو یا کوئی دوسری نعمت ہو۔ وہ نہ تو قبروں سے ملے گی نہ بتوں سے اور نہ ہی کافر اور بدمعاش بادشاہوں سے مل سکتی ہے۔ یہ سب خزانے صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ۝ (الذّٰریٰت — ۲۲)	اور تمہاری روزی آسمان میں ہے اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

مندرجہ بالا آیات کو بار بار پڑھیئے کہ جن میں بتایا گیا ہے کہ روزی رساں صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ خوراک وہی اُگاتا ہے اور جو کچھ نعمتیں اور روزی بلکہ دنیا و آخرت میں جو کچھ ملنے والا ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہے تو اب انسان کو چاہیئے کہ روزی اور ہر نعمت کے سلسلہ میں سب سے مایوس ہو جائے اور ساری امیدیں اپنے اللہ تعالیٰ سے لگائے۔

افلاس میں یا کسی دوسری مصیبت کے وقت بعض جاہل مزاروں پر نذرانے چڑھاتے ہیں۔ بعض بے نمازی، چرسی، بھنگی اور بدمعاش فقیروں کے پاس جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر دنیا میں بھی ذلت ہے اور مرنے کے بعد بھی ذلت ہے۔ انسان کی عزت اسی میں ہے کہ وہ اپنے رب تعالیٰ کو ہی پکارے۔ اور ایسے وظیفے کرے کہ جو قرآن مجید اور حدیث مبارک کے ساتھ ثابت ہیں کیونکہ جو وظیفے اللہ تعالیٰ نے بتائے اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے۔ جن پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمل کیا ان میں کامیابی یقینی ہے اور جو بدمعاش فقیروں اور مشرک اور بدعتی پیروں کے بنائے ہوئے وظیفے ہیں اُن کی وجہ سے دنیا و آخرت دونوں جہان میں ذلت کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ انسان کو چاہیئے کہ کوئی حاجت ہو تو درج ذیل اوراد کرے۔

۱۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔

۲۔ درود شریف نماز والا۔

۳۔ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ

مندرجہ بالا اوراد سو سو بار کرے۔ اس کے بعد اگر غریب ہو تو ایک ہزار ایک سو گیارہ (۱۱۱۱) بار یَا مُغْنِیُ پڑھے اور سو (۱۰۰) بار یہ پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

اور اس کے علاوہ کوئی بھی اور مصیبت ہو۔ تو ہزار بار یہ پڑھیے:

یَا رَحْمٰنُ اَغِثْنِیْ۔

اگر صبح اور عصر کی نماز کے بعد یہ کام کرے تو عام ضروریات آسانی سے پوری ہوں۔ اور در در کی ٹھوکریں کھانے سے بچ جائے۔ آخری باب میں ہم اِنْ شَاءَ اللّٰہ اس پر مزید لکھیں گے۔ وھو الموفق

معبود

یاد رہے کہ اسلام نے دوسرے غلط مذاہب کے مقابلہ میں قبروں، درختوں، بتوں، انسانوں، جنات، دریاؤں، پانی آگ اور ہوا وغیرہ مخلوقات کی بجائے ان سب کے خالق و مالک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حکم دیا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کرنے کو سب سے بڑا جرم قرار دیا جس کا انجام دائمی جہنم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سب سے پہلا حکم یہ فرمایا:

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (البقرہ-۲۱)

اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا، اور انہیں جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔

قرآن مجید میں وضاحت کی گئی کہ ہر نبی و رسول نے لوگوں کو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ

حضرت نوح علیہ السلام نے سورۃ اعراف۔ آیت، ۵۹ میں،
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سورۃ انبیاء۔ آیت ۶۶ میں،
حضرت یوسف علیہ السلام نے سورۃ یوسف۔ آیت ۴۰ میں،
حضرت ہود علیہ السلام نے سورۃ الاعراف۔ آیت ۶۵ میں،
حضرت صالح علیہ السلام نے سورۃ الاعراف آیت ۷۳ میں،
حضرت شعیب علیہ السلام نے سورۃ الاعراف آیت ۸۵ میں،
حضرت عیسٰی علیہ السلام نے سورۃ مریم آیت ۳۶ میں،
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الزمر آیت ۱۱ میں،

اور ہر رسول علیہم السلام نے سورہ النحل آیت (۳۶) میں سب کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا

حکم دیا۔ آیات تو بے شمار ہیں مگر چند ایک کا حوالہ دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان اور جنات کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔ عبادت کی اہمیت اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے کہ فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ○ (الذّٰریٰت - ۵۶)

اور میں نے جن اور انسانوں کو جو پیدا کیا ہے تو صرف اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں۔

اب آپ خود بھی دیکھیے کہ جو لوگ فرض درجہ تک بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے یعنی زندگی کے ہر حصہ میں فرض درجہ کے کام بھی نہیں کرتے اور دن رات مال جمع کرنے، کاریں اور کوٹھیاں بنانے اور موٹی موٹی بیگمات حاصل کرنے میں مگن رہتے ہیں موت کے وقت ان کے لیے ان سب چیزوں کو چھوڑ کر گرم اور تنگ قبر میں جانا کس قدر مشکل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے عذاب سے بچائے۔ بعض خبیث لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم ہر وقت نمازیں پڑھتے رہیں تو کھائیں کہاں سے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ دن رات میں پانچ نمازوں میں مجموعی طور پر ایک گھنٹہ سے زیادہ خرچ نہیں ہوتا باقی وقت کھاؤ پیو، مال کماؤ۔ مگر جب یہی خبیث عناصر کئی کئی گھنٹے سینما گھروں میں گزارتے ہیں۔ گپوں میں وقت برباد کرتے ہیں اس وقت انہیں یہ بات یاد نہیں آتی۔ اصل بات یہ ہے کہ خوئے بدرا بہانہ بسیار۔ (بدخصلت آدمی بہانے بہت بناتا ہے)

عبادات کی تین اقسام

عبادات کی تین اقسام ہیں:

۱۔ بدن کے ساتھ عبادت کرنا جیسے کہ کھڑا ہونا نماز کی حالت میں، رکوع کرنا، سجدہ کرنا، خانہ کعبہ کا طواف کرنا، یہ تمام عبادات صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں۔ جو شخص کسی قبر یا بزرگ یا بت یا درخت کی طرف منہ کر کے رکوع کرے یا سجدہ کرے یا قبر کا طواف کرے اس نے شرک اور کفر کیا۔ اس طرح جو شخص نماز کے انداز پر کسی کے سامنے کھڑا ہوا کرے کہ بولنا، سلام کرنا، سلام کا جواب دینا اور حرکت کرنا غلط جانے تو اس نے اس کی عبادت کی جس کے سامنے کھڑا ہوا۔ جیسے کہ آج کل بعض گمراہ اور بے دین حکمران اس میں ملوث ہیں یا بعض بے دین قومیں اپنے قومی گانے کے سامنے کھڑی ہوتی ہیں۔

۲۔ زبان کے ساتھ عبادت کرنا جیسے کہ قرآن پاک کی تلاوت کرنا، ان الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ

کا ذکر کرنا جو اس کے ساتھ مخصوص ہیں۔ مثلاً سبحان اللہ۔ اور مشکلات و حاجات میں اللہ تعالیٰ کو پکارنا اور اس سے دعائیں کرنا۔ جس نے اللہ تعالیٰ کو ہی حاجات میں پکارا، اُس نے اللہ کی عبادت کی۔ وہ مسلمان ہے اور جس نے حاجات و مشکلات میں قبروالوں، بتوں، درختوں یا اللہ کے سوا کسی دوسرے کو پکارا وہ شرک کرنے والا اور اسلام کا غدار ہے۔

بعض جاہل جو مسلمان ہونے کا بھی دعویٰ کرتے ہیں مگر حاجات و مشکلات میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ یا دوسرے میں دفن شدہ بزرگوں کو پکارتے ہیں۔ یہ شرک اور حرام ہے۔ اور اُن کی چیخ و پکار بالکل بے کار ہے۔

۳۔ مال خرچ کر کے عبادت کرنا۔ جیسے کہ زکوٰۃ ادا کرنا، نذر و نیاز چڑھاوا دینا، عام نفلی صدقات دینا۔ یہ تمام مالی عبادات ہیں۔ اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی دوسرے کے نام زکوٰۃ ادا کرے یا کسی دوسرے کی قبر پر قربانی کرے اور جانور ذبح کرے یا قبروالوں کے نام پر نذر چڑھاوا دے۔ اس نے شرک کیا اور اللہ کے سوا دوسرے کے نام پہ دی گئی نذر نیاز مردار ہے اس کا کھانا حرام ہے۔

ان تینوں اقسام کی عبادت کا ذکر ہم ہر نماز میں کرتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ میری تمام بدنی، زبانی اور مالی عبادات صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں مگر نماز ختم کر کے فوراً غداری شروع کر دیتے ہیں۔ آج کل بعض مشرکین نے مسجدوں کے ساتھ ہی مزارات بنا رکھے ہیں تاکہ اُدھر نماز میں اللہ کی عبادت کا اقرار ہو۔ اور نماز ختم کر کے فوراً بعد ہی غداری اور شرک کا جرم عمل میں لا کر نماز باطل کر دی جائے۔ ہر مسلمان نماز میں اقرار کرتا ہے۔

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ	تمام بدنی اور زبانی اور مالی عبادات صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔
(سنن ابوداؤد۔ ج: کتاب الصلوٰۃ باب التشہد ص ۱۳۹)	

اب ہر ایک قدرے مفصل اور دوبارہ تفصیل لکھی جاتی ہے۔

بدنی عبادات

بدنی عبادت سے مراد بدن کے ساتھ کی جانے والی عبادت ہے جیسے کہ پہلے گزر چکا۔ اب جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر نماز پڑھی۔ اللہ ہی کے لیے نماز پڑھی۔ اس کے سامنے رکوع و سجود کیا۔ اللہ کے گھر کا طواف کیا اور اللہ کے سامنے ہی نماز کی سی حالت کے ساتھ کھڑا ہوا۔ اس نے اللہ کی عبادت کی اور جس نے یہ کام کسی قبر کے سامنے کیے یا بت و درخت یا بادشاہ کے سامنے کیے۔ اس نے قربت

درخت اور بادشاہ کی عبادت کی اور جہنم رسید ہُوا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۱۔ فَاسْجُدُوا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوا ۩ (النجم ـ ۶۲) — پس اللہ ہی کے لیے سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو۔

۲۔ وَارْكَعُوا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ○ (البقرۃ ـ ۴۳) — اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو

۳۔ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ○ (الحج ـ ۲۹) — اور طواف کرو اس قدیم گھر (خانہ کعبہ) کا۔

مندرجہ بالا آیات سے معلوم ہُوا کہ صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے ہی سجدہ اور رکوع کرنا جائز ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو مثلاً درخت، قبر، بزرگ حتیٰ کہ پیغمبر اور نبی کو سجدہ کرنا بھی کفر ہے اس طرح خانہ کعبہ کا طواف کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی بدنی عبادت ہے خانہ کعبہ کے علاوہ کسی قبر یا مزار یا درخت یا بت یا بادشاہ وغیرہ کا طواف کرنا حرام اور کفر ہے۔

الغرض جو شخص نماز کے انداز پر کسی متکبر بادشاہ کے سامنے کھڑا ہو۔ یا کسی گمراہ قوم نے قومی گانا تیار کیا ہو۔ اور طے کر لیا ہو کہ جب قومی گانا گایا جائے تو اس کے لیے لوگ چپ چاپ کھڑے ہوں گے اور بات کرنا یا حرکت کرنا جرم ہوگا جیسے کہ نماز میں اللہ تعالیٰ کے سامنے انسان ہاتھ باندھ کر چپ چاپ کھڑا ہوتا ہے حرکت کرنے یا بات کرنے کو جرم سمجھتا ہے اس انداز کے ساتھ کھڑا ہونا بھی عبادت کی قسم ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی وہ اللہ کا بندہ ہُوا۔

اور جس نے اس طرح کھڑے ہو کر قومی گانے یا بت یا بادشاہ یا قبر کی عبادت کی وہ شیطان کا بندہ ہُوا اور مسلمانوں کی برادری سے اس کا تعلق ختم ہو گیا۔

زبانی عبادت

زبانی عبادت سے مراد یہ ہے کہ ایسے الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کرے جو صرف اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے لیے مخصوص ہیں۔ مثلاً:

سُبْحَانَ اللّٰهِ کہنا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنا، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنا۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کا کلمہ۔

نیز اللہ تعالیٰ کو مشکلات و حاجات کے وقت پکارنا اور دعائیں کرنا بھی عبادت ہے۔ قرآن مجید کی

تلاوت کرنا افضل ترین عبادت ہے درود شریف اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ (اے اللہ حضرت محمد پر رحم فرما) پڑھ کر دراصل دعا ہی کی جاتی ہے۔

۱۔ اب جس نے حاجات و مشکلات میں اللہ تعالیٰ کو پکارا۔ حاجات میں اس کا نام بار بار لیا جیسے کہ یَااللہ۔ یَا رَحْمٰن۔ یَا رَحِیم۔ اور اس سے دعا مانگی تو اس نے اللہ تعالیٰ کی زبان کے ساتھ عبادت کی اور جس نے حاجات و مشکلات میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو مثلاً یا علی یا شیخ عبدالقادر جیلانی یا حسین۔ یا پیر یا بت وغیرہ کو پکارا تو اس نے شرک کیا۔ وہ گمراہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُـوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَـهُ الدِّيْنَ ؕ

وہی ہمیشہ زندہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پس اسی کو پکارو خاص اس کی عبادت کرتے ہوئے۔

(مومن - ۶۵)

ایک جگہ فرمایا:

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَـهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَـرِهَ الْـكٰفِرُوْنَ ۝

پس اللہ کو پکارو، اس کے لیے عبادت کو خالص کرتے ہوئے اگرچہ کافر برا منائیں۔

(مومن - ۱۴)

مندرجہ بالا آیات میں بتایا گیا کہ حاجت و مشکل میں اللہ تعالیٰ کو پکارو۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے دعا کے وقت عاجزی اختیار کرنے اور سرگوشی کے انداز پر دعا کرنے کا حکم دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَـةً ؕ اِنَّـهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۚ

اپنے رب کو عاجزی اور چپکے سے پکارو، اسے حد سے بڑھنے والے پسند نہیں آتے۔

(الاعراف - ۵۵)

چنانچہ جو لوگ آہستہ کی بجائے شور مچا کر ذکر کریں اور سارے محلے کا سر کھائیں وہ معتدین (حد سے بڑھنے والوں) میں داخل ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔

۳۔ نیز یہ فرمایا کہ دعا کرتے وقت قبولیت و عدم قبولیت کی یعنی امید و خوف کے درمیان حالت رکھو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ؕ اِنَّ

اور اسے ڈر اور طمع سے پکارو، بے شک

رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ○ — اللہ کی رحمت، نیکو کاروں سے قریب ہے

(الاعراف - ۵۶)

۴۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے مبارک ناموں کا واسطہ دے کر دعا کرو۔ فرمایا:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (الاعراف - ۱۸۰) — اور سب اچھے نام اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں، سو اُسے انہیں ناموں سے پکارو۔

یعنی بہترین طریقہ یہ ہے کہ دعا کرتے وقت آغاز میں اَللّٰھُمَّ یا اللہ یا رَحْمٰن یا رَحِیم وغیرہ کوئی اسم مبارک بول کر دعا کرے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ صرف اللہ تعالیٰ کو ہی حاجات و مشکلات میں پکارنا حق ہے کسی دوسرے کو پکارنا غلط کام ہے۔ فرمایا:

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ○ (الرعد — ۱۴)

اسی کو پکارنا حق ہے، اور اس کے سوا جن لوگوں کو پکارتے ہیں۔ وہ اُن کے کچھ بھی کام نہیں آتے، مگر جیسا کوئی پانی کی طرف اپنے دونوں ہاتھ پھیلاتے کہ اس کے منہ میں آجائے حالانکہ وہ اس کے منہ تک نہیں پہنچتا۔ اور کافروں کی جتنی پکار ہے سب گمراہی ہے۔

ایک جگہ فرمایا کہ اللہ کے سوا تم جن پیروں اور بتوں وغیرہ کو پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ اس لیے یہ کرتوت وقت کا ضیاع ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ○ (الحج — ۷۳)

جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ وہ سب اس کے لیے جمع ہو جائیں اور اگر ان سے مکھی کوئی چیز چھین لے تو اسے مکھی سے چھڑا نہیں سکتے، عابد اور معبود دونوں ہی عاجز ہیں۔

ایک جگہ فرمایا کہ اللہ کے سوا تم جن کو پکارتے ہو وہ تمہاری پکار سے بے خبر ہیں چاہے جس قدر شور مچا لو۔ اور اگر وہ سن بھی لیں تو بھی تمہارے کچھ کام نہیں آسکتے۔ اور اللہ کے سوا پکارنا شرک ہے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ؕ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ (الفاطر ــ ۱۳، ۱۴)

اور جنہیں تم اس کے سوا پکارتے ہو، وہ ایک گٹھلی کے چھلکے کے مالک نہیں۔ اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار کو نہیں سنتے، اور اگر وہ سن بھی لیں تو تمہیں جواب نہیں دیتے اور قیامت کے دن تمہارے شرک کا انکار کریں گے۔

بعض لوگ شور مچاتے ہیں کہ کیا قبروں میں دفن شدہ مُردے بالکل نہیں سنتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عالم دنیا اور عالم برزخ کے درمیان ایک رکاوٹ حائل ہے۔ عام قانون یہ ہے کہ عالم برزخ میں گیا ہوا آدمی عالم دنیا والے کی بات نہ سُنے۔ البتہ بعض احادیث میں یہ مروی ہے کہ مُردے کو دفن کرنے کے بعد واپس جانے والوں کے جوتوں کی آواز مردہ سنتا ہے چنانچہ جن مواقع کے بارے میں قرآن و حدیث سے ثابت ہوا کہ مردہ فلاں بات سنتا ہے اس کے بارے میں عقیدہ یہ ہو گا کہ وہ بات سنتا ہے اور بس۔

اس طرح اگر زندہ کا سلام سنتا ہو تو بھی یہ کہاں سے ثابت ہو گیا کہ ایسی باتوں سے مردہ لوگوں کا حاجت روا اور مشکل کشا بن گیا۔ قبروں کے حاجت روا ہونے کا نظریہ تو بت پرستوں سے بھی بُرا ہے وہاں کم از کم سامنے ایک بت ہوتا ہے اور یہاں مٹی کا ڈھیر ہے جس سے شرک کی گندی چاٹ رکھنے والا بدعقل آدمی مانگ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت دے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ نے مزید بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مشکل کشا اور حاجت روا نہیں جس کو چاہے مشکل میں ڈال دے اور جس سے چاہے مصیبت دور کرے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۱۔ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ (البقرۃ ــ ۱۰۷)

اور تمہارے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی حمایتی ہے اور نہ مددگار۔

۲۔ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ (یونس ــ ۱۰۷)

اور اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے، تو اس کے سوا اُسے ہٹانے والا کوئی نہیں، اور اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچانا چاہے تو کوئی اس کے فضل کو پھیرنے والا نہیں۔

۳۔ ایک جگہ فرمایا:

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ○ (بنی اسرائیل - ۵۶)

کہہ دو انہیں پکارو، جنہیں تم اس کے سوا سمجھتے ہو، وہ نہ تمہاری تکلیف دور کر سکیں گے اور نہ اسے بدلیں گے۔

اس موضوع پر بے شمار آیات ہیں چند ایک کا یہاں ذکر کیا ہے۔

مالی عبادات

جس طرح نماز پڑھنا، حج کرنا، تسبیح و تہلیل کرنا وغیرہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنا مثلاً زکوٰۃ دینا، قربانی کرنا، نذر نیاز دینا اور نفلی صدقات کرنا بھی عبادت ہے۔ یہ سب عبادات صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں جس نے اللہ تعالیٰ کے نام پر جانور ذبح کیا اور صرف اللہ تعالیٰ کے نام پر نذر نیاز دی اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور وہ مسلمان ہے۔

لیکن جس نے کسی قبر پر جانور ذبح کیا۔ پیروں، قبروں، بتوں وغیرہ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی دوسرے کے نام پر نذر نیاز دی چاہے شیخ عبد القادرؒ کی گیارہویں دے یا امام حسینؓ کی نیاز دے۔ یہ سب شرک کے خبیث کام ہیں۔

اب ہر ایک کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا اور فرمایا:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ (البقرہ ۴۳) نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو

۲۔ نماز، قربانی اور جینے مرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ج (الانعام - ۱۶۳-۱۶۴)

کہہ دو، بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا صرف اللہ کے لیے ہے (جو) تمام جہانوں کا رب ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی راہ میں خرچ کرنے والوں کو بتا دیا کہ یہ ضائع نہیں ہوگا بلکہ اس کا خوب اجر ملے گا۔ البتہ خرچ کرتے وقت یا اس کے بعد لینے والے پر نہ احسان رکھیں، اور انہیں طعنہ دے کر یا کسی کام کا پابند کر کے ایذا نہ دیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر

صدقہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ (البقرہ — ۲۶۲)

اور جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان رکھتے ہیں اور نہ ستاتے ہیں، انہیں کے لیے اپنے رب کے ہاں ثواب ہے اور ان پر نہ کوئی ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

۴۔ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی دوسرے بزرگ یا بت یا درخت کے نام پر نذر دے یا کسی کی قبر پر یا استھان پر جانور ذبح کرے، جیسے کہ جاہل لوگ قبروں پر جانور ذبح کرتے ہیں۔ یہ جانور اور چڑھاوے کی چیز مُردار، گندے خون اور خنزیر کی طرح مردار اور حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ ۚ (البقرہ — ۱۷۳)

سوائے اس کے نہیں کہ تم پر مردار اور خون اور سُور کا گوشت اور اس چیز کو کہ اللہ کے سوا اور کے نام سے پکاری گئی ہو، اسے حرام کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "جو اللہ کے سوا کسی دوسرے کے لیے ذبح کرے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔"

(صحیح مسلم۔ ج: ۳۔ کتاب الاضاحی۔ ص: ۱۶۰۰)

مندرجہ بالا آیات اور حدیث سے وضاحت ہو گئی کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کے نام پر نذر نیاز دینا یا جانور ذبح کرنا حرام ہے اور اسے کھانا مردار خوری ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ ماجدہ نے جب نذر مانی تو صرف اللہ تعالیٰ کے نام پر نذر مانی اور کہا:

رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ (آل عمران — ۳۵)

اے میرے رب، جو کچھ میرے پیٹ میں (بچہ) ہے سب سے آزاد کر کے میں نے تیری نذر کیا، سو تو مجھ سے قبول فرما۔

حالانکہ اُس وقت اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت زکریا علیہ السلام موجود تھے اور اگر اللہ کے نبی کے نام پر نذر نیاز دینا جرم ہے تو چھوٹے درجہ کے لوگوں اولیاء کرام کے نام پر نیاز دینا بدرجہ اولیٰ حرام ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عہد میں کسی صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی پیغمبر کے نام پر نذر نہیں مانی۔ حالانکہ اس زمانہ میں بھی فلسطین میں سینکڑوں سے زیادہ پیغمبروں کے مزارات کا لوگوں کو علم تھا۔ افسوس آج کل حرام خور جاہلوں نے گلی گلی میں مزارات بنا رکھے ہیں تاکہ لوگوں کی توجہ ایک اللہ کی عبادت سے ہٹا کر قبر پرستی کی طرف لگائی جائے جو کہ اسلام سے یقیناً غداری ہے۔

حج کرتے وقت بدنی، مالی اور زبانی ہر قسم کی عبادت کی جاتی ہے اور حج کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ط (آل عمران - ۹۷)	اور لوگوں پر اس گھر (بیت اللہ شریف) کا حج کرنا، اللہ کا حق ہے جو شخص اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو۔

یعنی حج فرض ہے اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے حج کرو۔ الغرض نماز روزہ زکوٰۃ حج اور ہر قسم کی عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اسکے سوا کسی دوسرے کی عبادت کرنا شرک اور اسلام کے ساتھ غداری ہے۔ ایک مسلمان صرف اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرتا ہے۔

گیارہویں، کونڈے اور دوسرے ختم

مالی عبادت کے حصہ میں بیان کردہ امور سے گیارہویں، کونڈوں اور دوسرے مروجہ ختموں کی حقیقت بھی کھل گئی۔

گیارہویں دراصل شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر نذر نیاز ہے اسی طرح امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر کونڈے ان کی نذر نیاز ہے۔ اسی طرح قبروں پر چڑھائے جانے والے چڑھاوے ان کی نذر نیاز ہے۔

یہی وجہ ہے کہ گیارہویں، کونڈے اور قبروں کے چڑھاوے قطعی طور پر حرام اور مُردار ہیں اُن کا کھانا مرداری خوری اور یہ فعل شرک کا کام ہے جس کا انجام جہنم ہے۔

عام مروجہ ختم مثلاً تیجا، ساتا، دسواں، چہلم وغیرہ تمام ایسے جعلی اور من گھڑت ختم نہ ہی زمانہ رسالت میں مروج تھے اور نہ ہی خلفائے راشدین کے مبارک زمانہ میں ان کا رواج تھا۔ یہ تمام ختم ایک

ایک جعلی اسلام ہے اور حرام خوروں کی ایجاد ہے۔

اس کا سب سے زیادہ افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ بعض جاہل عناصر لوگوں کے گھروں میں ایسے جعلی ختموں کا اہتمام کراتے ہیں اور پھر انہیں یقین دلاتے ہیں کہ یہ اسلام کا مسئلہ ہے اور ایسا کرنے سے ثواب ملتا ہے حالانکہ یہ چیزیں نہ ہی اسلام کا مسئلہ ہیں اور نہ ہی ان سے ثواب ملتا ہے بلکہ یہ ایجادات اسلام کے دشمنوں کی سازش کا نتیجہ ہیں اور لوگوں کا مال لوٹنے کا ایک طریقہ ہے۔

صحابہ کرام نے بارہا حضور صلی اللہ کے ہاں کھانا کھایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بارہا صحابہ کرام کے ہاں کھانا کھایا مگر مروجہ ختم کی صورت اختیار کرنے کا ایک واقعہ بھی پیش نہیں آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین وصحابہ کرام وتابعین وفقہا کا زمانہ ان ختموں سے خالی زمانہ ہے اس لیے ان کا اسلام سے کچھ تعلق نہیں۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ ختمی ٹھگوں سے بچ کر رہیں اور اپنا ایمان اور مال دونوں کو ان سے بچائیں۔

صدقات کرنے کا طریقہ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر ختم کوئی مسئلہ نہیں تو صدقات کس طرح کریں۔ گویا ان کے نزدیک صرف ختم پڑھانا ہی صدقات کرنے کا واحد طریقہ ہے۔ اسلام میں صدقات کرنے کا طریقہ طے شدہ ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ صدقہ صرف اللہ تعالیٰ کے نام پر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے نام پر صدقہ کرنا جرم ہے۔

۲۔ صدقہ صرف حلال مال سے دیا جائے۔

۳۔ صدقہ دیتے وقت یا اس کے بعد صدقہ لینے والے پر احسان نہ رکھے اور نہ ہی اُسے کسی طرح سے ستائے۔

۴۔ صدقہ دے کر یہ نہ سمجھے کہ میں بڑا سخی ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کا احسان جانے کہ اس نے مال عطا کیا اور صدقہ کی توفیق بخشی اور قبولیت کی دعا کرے۔

۵۔ ہر قسم کی ریاکاری اور دکھاوے سے بچ کر رہے۔

۶۔ بہتر یہ ہے کہ صدقہ ایسے آدمی کو دے جو کہ شرک اور بدعت سے بچتا ہو۔ اور کم از کم نمازی ضرور ہو اور بدمعاش نہ ہو۔

۷۔ سب سے پہلے رشتہ داروں یعنی والدین، بہن بھائیوں، بیوی بچوں اور دوسرے اقربار کا حق ہے البتہ زکوٰۃ اپنے والدین اور بیوی بچوں کو نہیں دے سکتا۔ بہن بھائیوں اور دوسرے رشتہ داروں کو زکوٰۃ دے سکتا ہے بشرطیکہ وہ غریب ہوں اور اُن پر زکوٰۃ ادا کرنا فرض نہ ہو۔

۸۔ اسلام کی دعوت پھیلانے والے علمار اسلام کی مالی امداد کرنا اور اسلام کی تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ، اسی طرح ہر وقت عبادت میں مصروف افراد کی خدمت میں مال پیش کرنا زیادہ افضل ہے۔

۹۔ اگر زکوٰۃ کا مال ہو تو مساجد، سرائے، ہسپتال، سڑکوں، عمارات اور رفاہ عامہ کے ایسے امور پر خرچ کرنا درست نہیں بلکہ زکوٰۃ تب ادا ہوگی کہ ایک آدمی کو دے جو مسلمان ہو اور مشرک نہ ہو اور اس قدر غریب ہو کہ اس پر زکوٰۃ فرض نہ ہو، اور بنی ہاشم میں سے نہ ہو۔ اگر بنی ہاشم کا کوئی فرد محتاج ہو تو اس کی دوسرے مال سے مدد کی جائے یہ اس کا احترام ہے۔

۱۰۔ عام نفلی صدقات سے غیر مسلم کی مدد کی جاسکتی ہے بشرطیکہ وہ بھوک کی شدت میں ہو، اور مسلمانوں کے خلاف جنگ نہ کر رہا ہو۔

مُردوں کو ثواب پہنچانے کا طریقہ

مُردوں کو ثواب بخشنے کا طریقہ بھی اسلام نے طے کر دیا اور وہ قطعی طور پر آسان ہے۔
جب ایک شخص کوئی سی نفلی عبادت کرے۔ مثلاً نفل پڑھے، قرآن مجید کی تلاوت، کلمہ طیبہ پڑھے، یا نفلی صدقہ کرے۔ یا غریبوں کو کھانا کھلائے تو عبادت کرنے کے بعد، قرآن مجید پڑھنے کے بعد، اسی طرح صدقہ کرنے یا غریب کو کھلانے یا مال و کھانے پر غریب کا قبضہ ہو جانے کے بعد یہ الفاظ کہے:

"یا اللہ جو میں نے نفلی عبادت کی، یا کھانا کھلایا، مال کا صدقہ کیا اس کا ثواب میں نے فلاں فلاں آدمی کو بخشا، تو اپنی رحمت سے اسے پہنچا دے۔"

اب جو ختمی لوگ ختم پڑھتے وقت کھانا کھانے سے پہلے ہی کہہ دیتے ہیں کہ اس کا ثواب میں نے فلاں کو بخشا۔ وہ سراسر دھوکہ کرتے ہیں۔ اس لیے کہ ابھی کھانے کا ثواب ہی نہیں ملا۔ غریب کے کھانے یا قبضہ کر لے کے بعد ثواب ملے گا۔

اور ثواب بھی کھانے کے۔ مالک گھر والوں کو ملے گا۔ تو اب ختمی لوگ کیا بخش رہے ہیں؟ کبھی ایسا ہوا ہے کہ کسی مٹھائی کی دکان پر کھڑا ہو کر کوئی آدمی کہہ دے۔ یا اللہ اس ساری مٹھائی کا ثواب میں نے فلاں کے دادا کو بخشا۔

ثواب تو خیرات کر دینے اور غریب کے مالک بننے کے بعد ملتا ہے اور وہ بھی گھر والوں کو ملتا ہے اس لیے کھانے کے مالک کو چاہیئے کہ وہ خود ثواب بخشے۔ ثواب کی ڈاک پہنچانے کے لیے کسی ختمی کو بلانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

مُردوں کو ثواب پہنچانے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ نفلی عبادت یا صدقہ کرتے وقت نیت کرے کہ میں یہ کام فلاں آدمی کی طرف سے کر رہا ہوں تو ساتھ ساتھ پہنچتا رہے گا۔

اگر کوئی شخص کسی زندہ آدمی، یا زندہ والدین کو ثواب پہنچانا چاہے تو بھی درست ہے اور ایسا کرنے سے وہ زندہ آدمی فوری طور پر نہیں مرے گا جیسے کہ بعضوں کو وہم ہو جاتا ہے البتہ بہتر ہے کہ زندہ آدمی کو یہ نہ بتائے تاکہ صرف اللہ کی رضا مقصود رہے اور ان کے دل میں شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ نہ آنے پائے۔

جب ثواب پہنچانے کا طریقہ اس قدر آسان ہے تو اب ختموں کی مجالس برپا کرنے اور چند پیشہ ور ختمیوں کی بلانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہر مسلمان مرد عورت جب چاہے کسی کو ثواب پہنچا سکتا ہے اور کسی کو ثواب بخشنے کی ممانعت نہیں، اور نہ ہی ان ختمیوں کو لوگوں کا ثواب پہنچانے کا لائسنس ملا ہوا ہے ایسا کرنے سے اگر ختمیوں کی آمدنی بند ہوتی ہو، اور وہ ناراض ہو جائیں، تو جائیں بھاڑ میں، آپ اپنے مال کو خرچ کرتے وقت اسلام کے مقررہ طریقہ پر خرچ کریں گے تو ہی قبول ہو گا۔ ورنہ مال برباد، ثواب برباد۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب دان نہیں

یاد رہے قرآن مجید میں بارہا وضاحت کی گئی کہ تمام غیبوں کا جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس لیے ایک مسلمان کا یہی عقیدہ ہونا چاہیئے۔

"غیب کا عربی زبان میں ترجمہ ہے: "پوشیدہ چیز" البتہ اسلام کی اصطلاح میں غیب سے مراد یہ ہے: کہ

"ان چیزوں کا علم ہونا جو انسان اپنے مادی حواس آنکھ کان اور حس کے دوسرے ذریعوں سے معلوم نہیں کر سکتا، اور نہ ہی مادی وسائل مثلاً دوربین سے معلوم ہو سکتی ہیں اور نہ ہی علمی تحقیق اور دماغی سوچ بچار سے معلوم ہو سکتی ہیں بلکہ ان کا علم صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ "اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کو بتائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو خبر کر دیں۔"

ایسی اشیاء کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو غیب کا علم نہیں ۔
ہاں اللہ تعالیٰ جس قدر کسی کو اطلاع دیتا ہے اسے اس قدر اس کا علم ہو جاتا ہے مگر اطلاع دینے کے بعد وہ اصطلاحی غیب نہیں کہا جاتا بلکہ وہ وحی ہوتی ہے جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے زمانہ کے حالات بتائے ، اور آئندہ کے بارے میں پیشین گوئیاں کی ہیں ۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہونے کے بعد بتائی ہیں ۔ ان کو غیب دانی نہیں بلکہ وحی کہا جاتا ہے ۔ بعض بدمعاش وحی کی اس قسم کی مثالیں دے کر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں واقعہ بتایا ۔ اب آپ غیب دان ہو گئے حالانکہ وہ وحی ہے اور وحی کو غیب دانی قرار دینا صرف بددیانت اور خائن آدمی کا کام ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

۱۔ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (هود — ۱۲۳)	اور اللہ کے پاس ہی ہے غیب آسمانوں اور زمین کا ۔
۲۔ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ (النمل ۔ ۶۵)	تو کہہ دے اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب کی بات نہیں جانتا ۔
۳۔ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ (المدثر — ۳۱)	اور آپ کے رب کے لشکروں کو اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا ۔
۴۔ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ (الانعام — ۵۹)	اور اس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا ۔
۵۔ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ (الرعد — ۸)	اللہ کو ہی معلوم ہے کہ جو کچھ ہر مادہ اپنے پیٹ میں لیے ہے ، اور جو کچھ پیٹ میں سکڑتا اور بڑھتا ہے ۔
۶۔ هُوَ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ (الحشر — ۲۲)	وہی اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ، سب غیب و ظاہر کا جاننے والا ہے ، وہ بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے ۔

مندرجہ بالا آیات میں وضاحت کر دی گئی کہ
تمام آسمانوں و زمینوں کا غیب صرف اللہ ہی جانتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب دان نہیں ۔

حتیٰ کہ ماں کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی؟ یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

اب اگر کوئی شخص قرآن مجید کے بیان کردہ عقائد سے اختلاف کرے تو اس کا انجام اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ اسلامی برادری سے کٹ گیا اور آخرت میں جہنم سامنے ہے۔

یاد رہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ اطلاع دے تو یہ قطعی خبر ہے اس پر ایمان لانا ضروری ہے لیکن اگر نبی کے علاوہ کسی نیک بندے کو کشف ہو جائے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے مگر دلیل ظنی ہے کیونکہ کشف میں نیک بندوں کو مغالطہ بھی ہو سکتا ہے۔ وحی اور کشف دونوں میں سے ایک کو بھی اصطلاحی غیب دانی نہیں کہا جا سکتا جس پر بحث ہو رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی حاضر و ناظر ہے

آج کل بعض بے دین لوگ اسلامی توحید کے نظریے کو تباہ کرنے کے لیے مختلف طریقوں سے کفر و شرک کے غلط عقائد کو محبت کے انداز میں پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا دوسرے بزرگانِ دین کو غیب دان، حاضر ناظر اور مشکل کشا کہہ کر یہ یقین دلاتے ہیں کہ ہمیں ان سے محبت ہے حالانکہ یہ کام محبت کا نہیں بلکہ رسول اللہ علیہ وسلم اور تمام اولیار کرام کی تعلیمات سے غداری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۱۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ○ (الحج — ۱۷) — بے شک اللہ ہر چیز پر حاضر ہے۔

یعنی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے سامنے اور اس کے علم میں ہے۔

۲۔ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (ق — ۱۶) — اور ہم اس سے اس کی رگِ گلو سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

ان آیات میں وضاحت کی کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ مزید وضاحت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۳۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ — کیا آپ نے نہیں دیکھا، کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے (یہاں تک) کہ جو کوئی مشورہ تین آدمیوں میں ہوتا ہے، تو وہ (اللہ تعالیٰ) چوتھا ہوتا ہے اور جو پانچ

سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ج (مجادلة — ۷)

یں ہوتا ہے تو وہ چھٹا ہوتا ہے اور خواہ اس سے کم کی سرگوشی ہو۔ یا زیادہ کی، مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جہاں کہیں بھی ہوں۔

حاجت روا اور مشکل کشا

ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ حاجت روا اور مشکل کشا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۱۔ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ (البقرة — ۱۰۷)

اور تمہارے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست ہے اور نہ مددگار۔

۲۔ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ج وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ط (یونس — ۱۰۷)

اور اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے، تو اس کے سوا کوئی اسے ہٹانے والا نہیں۔ اور اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچانا چاہے، تو کوئی اس کے فضل کو پھیرنے والا نہیں۔

مندرجہ بالا آیات میں وضاحت فرمادی کہ اللہ کے سوا کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکتا اور اللہ کے سوا کوئی مشکل کشا نہیں چاہیے۔ مشرکین غصہ سے جل مریں۔

ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عزت اور ذلت کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے چنانچہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر قبروں یا بتوں سے عزت مانگتے ہیں وہ قطعی طور پہ گمراہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ز وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط بِيَدِكَ الْخَيْرُ ط اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (آل عمران — ۲۶)

تو کہہ اے اللہ! بادشاہی کے مالک، جسے تو چاہتا ہے سلطنت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے سلطنت چھین لیتا ہے جسے تو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے تو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے سب خوبی تیرے ہاتھ میں ہے بے شک تو ہر چیز پہ قادر ہے۔

حکم کا مالک

اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے منع کر دیتا ہے جو چاہے حلال کرے اور جس کو چاہے حرام کر دے۔ کوئی اُسے ٹوکنے والا نہیں اور کوئی اس سے زبردست نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ط — حکومت اللہ کے سوا کسی کی نہیں ہے۔

(یوسف — ۴۰)

یعنی اقتدارِ اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے اور مسلمان دنیا میں اللہ کے قوانین کو نافذ کرنے کا پابند ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ — خبردار، اس کا کام ہے پیدا کرنا اور حکم کرنا۔

(الاعراف — ۵۴)

چنانچہ جس کا عقیدہ یہ ہو کہ فلاں بزرگ پیدا کرتا ہے جیسے کہ پنجاب کے بعض جاہل گجرات کی ایک قبر شاہ دولہ کے مزار پر چھوٹے سر والے بچے چڑھاتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ایسے ناقص بچے وہی پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح جن لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ملک کی پارلیمنٹ یا کسی بزرگ کو یہ حق حاصل ہے کہ جس کام کو چاہے جائز قرار دے دے اور جس کو چاہے حرام قرار دے دے۔ ایسے لوگ قطعی طور پر کافر اور اسلام کے دشمن ہیں۔ اسلامی قوانین کے مقابلہ میں جمہوری یا اشتراکی یا ملکی قوانین بنانے والی پارلیمنٹ بدمعاشوں کی ایک چنڈال چوکڑی ہے جن کا اسلام اور شرافت سے کچھ تعلق نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایک ہی جگہ پر تین بار ایک جرم کے بارے میں آگاہ فرمایا، کہ جو لوگ یا پارلیمنٹ یا بادشاہ، اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجائے دوسرے احکام جاری کرتے ہیں۔ اسلامی قوانین کی بجائے اشتراکی یا جمہوری یا دوسرے قوانین نافذ کرتے ہیں۔ چنانچہ ملک میں سود لینے دینے، شراب نوشی، ارتداد ناچ گانے، سینما، قبروں پر چڑھاوے چڑھانے، عرس لگانے وغیرہ ایسے اسلام کے خلاف کاموں کی اجازت دیتے اور ان کو قانونی تحفظ دیتے ہیں ایسے تمام لوگ اگر اعتقادی طور پر اسلام کو رد کر کے ایسا کرتے ہیں تو وہ قطعی طور پر کافر، ظالم اور غنڈے ہیں ورنہ تو عملی طور پر یہ کافرانہ جرم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۱۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ — اور جو کوئی اس کے موافق حکم نہ کرے جو اللہ

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ○ نے اتارا، سو وہی لوگ کافر ہیں۔

(المائدہ — ۴۴)

۲- وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ اور جو کوئی اس کے موافق حکم نہ کرے جو اللہ نے اتارا، سو وہی لوگ ظالم ہیں۔

(المائدہ — ۴۵)

۳- وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ اور جو کوئی اس کے موافق حکم نہ کرے جو اللہ نے اتارا، سو وہی لوگ فاسق ہیں۔

(المائدہ — ۴۷)

مندرجہ بالا آیات کو بار بار پڑھیے اور اسلام کے خلاف قوانین نافذ کرنے والے اور ان کے ساتھ تعاون کرنے والے اپنا چہرہ دیکھیں۔ اسلام دشمن حکمرانوں کی فوج اور پولیس بھی شدید خطرے میں ہے۔

ہر چیز کا مالک

ایک مسلمان یہ یقین رکھتا ہے کہ ہر چیز کا مالکِ حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے آج کل جو لوگ سلطنتوں زمینوں، کوٹھیوں اور مال و دولت کے مالک ہونے پر اکڑتے اور ظلم و نافرمانی کرتے ہیں یہ سب آخرکار مر کھپ کر مٹی میں دفن ہو جائیں گے اور ان کا کوئی مال اُن کے کچھ کام نہیں آئے گا۔ البتہ اگر کسی نے ان نعمتوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہو گی تو یہ نیک عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا مالک اور ہر چیز کا حقیقی وارث ہے فرمایا:

۱- لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ (البقرہ — ۲۸۴) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اللہ ہی کا ہے۔

۲- لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ○ (طٰہٰ — ۶) اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ گیلی زمین کے نیچے ہے

مندرجہ بالا آیات میں وضاحت کر دی کہ آسمانوں اور زمینوں اور ان کے اندر یعنی ساری کائنات کا واحد مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ سب کا وارث بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ فرمایا:

۱- وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ (الحدید — ۱۰) اور آسمانوں اور زمین کا ورثہ تو اللہ ہی کیلئے ہے

صرف یہی نہیں بلکہ آخرت کا مالک بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ جزاء کے دن کا مالک

(الفاتحہ-۳)

سفارش کا مالک ہے اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش بھی نہیں کر سکتا۔

۱۔ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ط کہہ دو کہ اللہ کے اختیار میں ہے ساری سفارش۔

(الزمر- ۴۴)

۲۔ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ط (البقرہ- ۲۵۵) ایسا کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے ہاں سفارش کر سکے؟

مندرجہ بالا آیات سے واضح ہوا کہ ہر چیز کا دنیا و آخرت میں مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے اور قاعدہ ہے کہ ہمیشہ مالک سے چیز مانگی جاتی ہے اب جو شخص اللہ تعالیٰ یعنی مالک کو چھوڑ کر دوسروں سے مانگتا ہے وہ انتہائی بدعقل ہے۔

قادر و مختار

بعض جاہل اور گمراہ لوگ بزرگوں، قبروں اور بتوں کو ہر کام پر قادر و مختار سمجھتے ہیں حالانکہ ہر بات پر قدرت اور ہر کام کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۱۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(البقرۃ- ۱۴۸)

۲۔ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۝ بے شک اللہ جو چاہتا ہے، کرتا ہے۔

(الحج- ۱۸)

۳۔ وَاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ۝ اور بے شک اللہ جسے چاہتا ہے، ہدایت کرتا ہے۔

(الحج- ۱۶)

۴۔ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۝ بے شک تیرا رب جو چاہے اسے پورے طور پر کر سکتا ہے۔

(ھود- ۱۰۷)

۵۔ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ۝ (الانبیاء-۲۳) جو کچھ وہ کرتا ہے اس سے پوچھا نہیں جاتا، اور وہ پوچھے جاتے ہیں۔

مندرجہ بالا آیات میں وضاحت کر دی گئی کہ

۱۔ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

۲۔ وہ جو چاہے کرے اسے کوئی ٹوکنے والا نہیں۔

۳۔ ہدایت بھی اسی کے اختیار میں ہے۔

انسان کو چاہیئے کہ قادر و مختار سے مانگے اور محتاج سے مانگنا تو بہت بڑی حماقت ہے۔

زندہ اور زندگی و موت کا مالک

اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہمیشہ تک زندہ ہے اس پر موت کبھی نہیں۔

اللہ کے اذن سے ہی ہر چیز زندہ اور باقی ہے۔ جب چاہے اور جس کو چاہے زندہ کر دے اور جب چاہے اور جس کو چاہے، موت دے دے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (البقرۃ — ۲۵۵)

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، زندہ ہے، سب کا تھامنے والا۔

یعنی سب کو زندہ و قائم رکھنے والا ہے۔

ایک جگہ فرمایا:

وَھُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ (المؤمنون — ۸۰)

اور وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔

قیامت کے دن ہر جاندار کو جہاں کہیں بھی وہ مرا پڑا ہو گا۔ چاہے ذرات بن چکا ہو۔ اسے زندہ کر کے اپنے سامنے حاضر کر دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یَاْتِ بِکُمُ اللّٰہُ جَمِیْعًا ط (البقرۃ — ۱۴۸)

تم جہاں کہیں بھی ہو گے، تم سب کو اللہ سمیٹ کر لے آئے گا۔

اس لیے ہمیں چاہیئے کہ ہم اس بات کو ہمیشہ سامنے رکھیں کہ ہم اللہ کے قابو سے باہر نہیں۔ مرنے کے بعد ہمیں ایک دن ضرور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہو گا جہاں دنیا کی نعمتوں، مال و دولت، سلطنت اور قوت کا حساب دینا ہو گا کہ کہاں سے کمایا اور کس کام میں خرچ کیا۔

توّاب و غفّار

ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی توبہ قبول کرتا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ اگر غلطی سے گناہ ہو جائے تو اپنے اللہ کے سامنے سجدہ میں پڑ کر سچے دل سے توبہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کریم ہے وہ ضرور معاف کر دے گا۔

جب تک کسی پر آثارِ موت نظر نہ آنے لگیں اور اس طرح قیامت کے قریب جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو۔ تب تک توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔

توبہ کرنے کے لیے کسی بزرگ کو گناہ سے آگاہ کرنے کی ضرورت نہیں جیسے کہ بعض کفار کے ہاں رواج ہے کہ گناہ گار ان کے پادری کے سامنے گناہ کی بات بیان کرے اور پھر وہ کچھ رشوت دے کر گناہ بخشوائے۔ یہ طریقہ سراسر فراڈ اور دھوکہ ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کرے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝	بے شک وہی بڑا توبہ قبول کرنے والا نہایت
(البقرۃ ــ ۵۴)	رحم کرنے والا ہے۔

گناہگاروں کو تسلی دی اور فرمایا:

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ	تمہارے رب نے اپنے ذمہ رحمت لازم کی
اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا	ہے جو کوئی تم میں سے ناواقفیت سے برائی
بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ	کرے، پھر اس کے بعد توبہ کرے۔ اور
وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝	نیک ہو جائے تو بے شک وہ بخشنے والا
(الانعام ــ ۵۴)	مہربان ہے۔

یعنی شرط یہ ہے کہ سچے دل سے توبہ کرے اور آئندہ اصلاح کرنے کی ممکن حد تک کوشش کرے۔ توبہ کرتے وقت دل میں کھوٹ نہ ہو۔ بلکہ زور دے کر فرمایا:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا	کہہ دو اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں
عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ	پر ظلم کیا ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ
رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ	ہو، بے شک اللہ سب گناہ بخش دے گا،
الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ	بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔
الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ (الزمر ــ ۵۳)	

اس قدر تسلی کے بعد وہ آدمی کس قدر بدنصیب ہے کہ جو توبہ نہ کرے۔ بھائی اس زمانہ میں ہمارا سب سے بڑا وظیفہ توبہ ہی ہونا چاہیئے۔

ہر وقت پڑھتا رہے: رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ۔ اگر توبہ کے بعد گناہ ہو جائے تو جلدی سے توبہ کرے۔ بندے کا کام توبہ کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا ہی بخشنے والا کریم ہے۔ جس کو توبہ یاد ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اسے کوئی خطرہ نہیں۔

ہدایت دینے والا

اسلام نے بتایا کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دینے والا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈر کر خلوص و ایمانداری کے ساتھ سیدھی راہ اور ہدایت کی تلاش کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے ضرور ہدایت دے گا۔

مگر جو شخص اپنی پارٹی، مال و دولت، بیوی بچوں، محلات، حکومت اور بے دین حکمرانوں کی خاطر جان بوجھ کر گمراہی کی راہ اختیار کرے گا تو وہ یاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں اور ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب ہو کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ۝ (القصص۔ ۵۶)	بے شک تو ہدایت نہیں کر سکتا، جسے تو چاہے لیکن اللہ ہدایت کرتا ہے جسے چاہے اور وہ ہدایت والوں کو خوب جانتا ہے۔

معلوم ہوا کہ ہدایت صرف اللہ کے قبضہ میں ہے اس لیے صرف اللہ تعالیٰ سے ہدایت مانگے۔ نیز یہ بتا دیا کہ ہدایت غنڈہ گردی سے نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکے اسے ہی ہدایت ملتی ہے فرمایا:

وَیَهْدِیْۤ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ ۝ (الشوریٰ ــ ۱۳)	اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے، اسے ہدایت دیتا ہے۔
اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۝ (المنافقون ــ ۶)	بے شک اللہ فاسقوں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا

یاد رہے کہ فاسق کا معنی غنڈہ اور قانون شکن آدمی یہ بھی واضح کر دیا کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے سیدھی راہ پر چلانے کی دعا کیا کرو۔ سورۃ فاتحہ میں فرمایا:

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۙ ہمیں سیدھی راہ پر چلا۔

(الفاتحہ ـــ ۵)

چنانچہ کثرت سے سورۃ فاتحہ پڑھنا ہدایت یافتہ ہونے بلکہ تمام مشکلات کے حل کے لیے مؤثر ترین عمل ہے۔ مندرجہ بالا آیات سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو شخص علمائے اسلام کی عزت کرے۔ ادب کے ساتھ بات معلوم کرے اسے ہدایت ملے گی اور جو علمائے اسلام کے ساتھ غنڈہ گردی کرے وہ محروم رہے گا اور یہ محرومی اس کی اپنی خرید کردہ ہے۔

بے نیاز

اللہ تعالیٰ نے سب کو بتا دیا کہ میں کسی کا محتاج نہیں ہوں اور ساری مخلوق ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے لباس رہائش زندگی صحت ترقی عزت الغرض ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا تو ملے گا اور جس کو اللہ تعالیٰ محروم کر دے اسے کوئی دینے والا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ اخلاص میں فرمایا:

اَللّٰہُ الصَّمَدُ ۚ (اخلاص ـ ۲) اللہ صمد (بے نیاز) ہے۔

صمد کا معنی ہے وہ ذات جو کسی معاملہ میں کسی دوسرے کی محتاج نہ ہو۔ نہ آسمان کی نہ زمین کی نہ کاریگروں کی، نہ پیروں کی، نہ بیوی بچوں کی الغرض کسی کی قطعی طور پر محتاج نہ ہو۔ اور ساری مخلوق چاہے جاندار ہو یا بے جان سب کے سب ہر معاملہ میں ہر زمانہ میں اس کے محتاج ہوں، اور یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

دیدار الٰہی

دنیا کی زندگی میں دنیاوی نظروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ممکن نہیں۔ البتہ قیامت کے دن اور جنت میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل ہو گا اور اس دیدار کی صحیح کیفیت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیدار کی دعا کی وہ واقعات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَکَلَّمَہٗ رَبُّہٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ۔

(الاعراف ـــ ۱۴۳)

اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کردہ وقت پر آئے، اور ان کے رب نے ان سے باتیں کیں تو عرض کیا: اے میرے رب مجھے دکھا کہ میں تجھے دیکھوں، فرمایا کہ تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔

آخرت میں مسلمانوں کو زیارت ہوگی۔ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ" ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے، آپؐ نے چودھویں رات کے چاند کی جانب دیکھا پھر فرمایا: تم اپنے ربّ کو دیکھو گے جیسے کہ اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔ اس رؤیت میں تمہیں شبہ نہیں ہوگا۔ اگر تم ایسا کر سکو تو طلوعِ آفتاب سے پہلے اور غروبِ آفتاب سے پہلے کی نماز (فجر اور عصر) سے غافل نہ ہو تو ضرور کرو۔ پھر یہ آیت پڑھی:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا۔

(صحیح بخاری ج: ۲۔ کتاب التفسیر ص: ۷۱۹، تحت سورۃ ق)

البتہ کفار آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محروم رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کفر و شرک و بدعت سے بچائے اور اپنا دیدار نصیب فرمائے۔ آمین۔

بے مثال

اللہ تعالیٰ بے مثال ہے وہ مثالوں، اطراف، اِس طرح اور اُس طرح کی تمام مشابہتوں سے پاک ہے فرمایا:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ (الشوریٰ - ۱۱)	اس کی مثل کوئی چیز نہیں، اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ اس کی صفات صرف اسی میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوق میں نہیں اور مخلوق کی صفات اللہ تعالیٰ میں نہیں۔ اور وہ بے مثال ہے۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

آئندہ صفحات میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں اسلامی عقائد کا خلاصہ بیان لکھا جا رہا ہے اس مضمون کی اہمیت کے باعث کچھ طویل بحث کرنی پڑی۔

اللہ تعالیٰ کے بارے میں خلاصۂ اعتقادات

- اللہ تعالیٰ ایک ہے، اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا اور بلا شرکت غیرے ہر چیز کا مالک ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں، نہ ہی وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ ہی اس کے بیوی بچے اور خاندان ہے وہ

ان سب حادث اور مخلوق چیزوں کی صفات سے پاک ہے۔

- ہر قسم کی عبادت مثلاً بدنی، زبانی اور مالی عبادات صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جن کی تفصیل "معبود" کے باب میں گزر چکی ہے۔ سجدہ، قربانی، نذر نیاز صرف اللہ تعالیٰ کے لیے درست ہے۔
- صرف اللہ تعالیٰ کو ہی غیب کا علم ہے صرف اللہ تعالیٰ ہی ہر جگہ حاضر ناظر یعنی موجود ہے۔ جیسے کہ اس کی شان ہے۔
- صرف اللہ تعالیٰ ہی مخلوق کی ہر ضرورت پوری کرنے والا، ہر مشکل سے نجات دینے والا اور ہر ایک کا حاجت روا ہے۔
- ہر کام کے سلسلہ میں قادر و مختار صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔
- زندگی اور موت کا وہی مالک ہے۔
- خود حقیقی زندگی کا مالک، ہمیشہ سے ہمیشہ تک ہے اور مخلوق کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔ اس پر کبھی فنا نہیں۔
- وہ کھانے، پینے، سونے، اونگھنے، الغرض مخلوق کی ہر صفت سے پاک ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت مخلوق میں نہیں پائی جا سکتی۔
- اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں اور اللہ کے سوا ہر موجود چیز اللہ ہی کی محتاج ہے۔
- کائنات عالم کا مدبر ہے یعنی سورج چاند ستاروں اور ہر چیز کو ایک مقررہ کام میں لگا رکھا ہے اور کسی کو سرِ مو انحراف کی اجازت نہیں۔
- ہدایت صرف اللہ کے قبضہ میں ہے جو دیانتداری کے ساتھ ہدایت کا طلب گار ہو۔ اس پر فضل فرماتا ہے۔
- اللہ تعالیٰ ہی بندوں کی خطائیں معاف فرماتا ہے۔
- اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے۔
- اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کے لیے کتابیں نازل کیں۔ پہلی کتابیں ایک مقررہ وقت کے لیے تھیں اس لیے ان کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا۔ چنانچہ لوگوں نے بدل دیں، آخری کتاب قرآن مجید ہے جو قیامت تک کتابِ ہدایت ہے اور وقتاً فوقتاً اپنے نبی و رسول بھیجے۔
- اللہ تعالیٰ جو چاہے پیدا کرے جسے چاہے فنا کر دے، اس کو کوئی ٹوک نہیں سکتا۔ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور ہر چیز کا صرف اسے ہی اختیار حاصل ہے۔

۶ اس کی ذات و صفات میں کوئی شریک نہیں۔

۶ وہ جو چاہے حکم کرے، جس چیز سے چاہے منع کر دے، جو چاہے حلال کرے اور جو چاہے حرام کرے۔ یہ اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے اگر مخلوق میں سے کوئی حرام مثلاً شراب، جُوا سود وغیرہ کو حلال سمجھے یا اسے جائز قرار دے تو وہ ملعون کافر ہے۔ چاہے وہ بادشاہ ہو، یا پارلیمنٹ ہو۔ یا عوام وغیرہ ہوں۔

۶ اللہ تعالیٰ کے کئی نام ہیں یہ اس کی صفات ہیں۔ جیسے کہ ایک حدیث میں ۹۹ نام آتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی صفات صرف اللہ میں جانے تو مسلمان ہے۔ اور اگر مخلوق میں سے کسی کو اللہ کی صفتوں میں شریک کرے تو بے ایمان ہے۔

فرشتے اور اُن کے کام

فرشتوں پر ایمان

بعض لوگ فرشتوں کے وجود کا انکار کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ فرشتوں کا وجود صرف توہم پرستی کا نتیجہ ہے حالانکہ ایک چیز کا مادی ذرائع سے نظر نہ آنا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ چیز ہی موجود نہیں ہے۔ فرشتوں کا انکار کرنے والوں کے پاس انکار کے لیے تکبّر اور جہالت کے سوا کچھ دلیل نہیں۔

بعض لوگ فرشتوں میں خدائی قوتیں مانتے ہیں۔ چنانچہ اسلام سے پہلے بعض جاہل لوگ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے۔ یہ نظریہ بھی قطعی طور پر غلط ہے۔

اسلام نے بتایا کہ فرشتے واقعی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ نور سے پیدا ہوئی۔ اس میں نر و مادہ کا کوئی مسئلہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل پیرا ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی ان کی تعداد سے آگاہ ہے ہر فرشتہ جس کام پر مامور ہے وہ بجا لا رہا ہے مگر کوئی فرشتہ کسی کے نفع و نقصان کا مالک نہیں — حاجت روا اور مشکل کشا نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مختلف آیات میں فرشتوں کے بارے میں بتایا کہ

۱- فرشتوں میں رسول بھی ہوتے ہیں اور ان کے پَر بھی ہوتے ہیں فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۭ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي	سب تعریف اللہ کے لیے ہے، جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے۔ فرشتوں کو رسول بنانے والا ہے۔ جن کے دو تین تین چار چار پَر ہیں۔ وہ پیدائش میں جو چاہے زیادہ

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ٥ (الفاطر — ۱)

کر دیتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۲۔ یہ بھی بتایا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم پر چلتے ہیں فرمایا:

لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ٥ (التحریم — ۶)

وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ انہیں حکم دے، اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

نیز فرمایا:

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ٥ (النحل — ۴۹)

اور جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے جانداروں سے اور فرشتے، سب اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

۳۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور اس کی تسبیح و تحمید بیان کرتے ہیں اور اہل زمین کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ فرمایا:

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ط (الشوریٰ — ۵)

اور سب فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں، اور ان کے لیے جو زمین میں ہیں مغفرت مانگتے ہیں۔

حاملین عرش فرشتے ایسے لوگوں کے لیے دعائے بخشش کرتے ہیں، جو ایمان لائے، توبہ کی اور نیک راہ پر چلے بلکہ ان کے والدین اور بیوی بچوں کے لیے بھی دعا کرتے ہیں۔ اس لیے انسان کو چاہیئے کہ نیک رہے اور کثرت سے استغفار کرے تاکہ فرشتوں کی دعائیں حاصل کر سکے۔ جو بہت بڑی نعمت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی دعا بتاتے ہوئے فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ج رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا

جو فرشتے، عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور ایمانداروں کے لیے بخشش مانگتے ہیں کہ اے ہمارے رب تیری رحمت اور

وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ٥ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ۨالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ط اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۙ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ط وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ط وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ٥ ع

(المؤمن ـ ۷-۹)

تیرا علم سب پر حاوی ہے پھر جن لوگوں نے توبہ کی ہے اور تیرے راستے پر چلتے ہیں انہیں بخش دے اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ اے ہمارے رب اور انہیں بہشتیوں میں داخل کر جو ہمیشہ رہیں گی جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور اُن کو جو اُن کے باپ دادوں اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے نیک ہیں۔ بے شک تو غالب حکمت والا ہے اور انہیں برائیوں سے بچا اور جن کو تو اُس دن برائیوں سے بچائے گا سو اس پر تو نے رحم کر دیا اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

مندرجہ بالا دعا حاملین عرش فرشتے کرتے ہیں۔ اس لیے اسلام کی پابندی کرنے اور استغفار کرنے کا یہ اجر ہی بہت بڑی سعادت ہے کہ اس کے حق میں وہ فرشتے دعا کریں جو اللہ تعالیٰ کا عرش اٹھائے ہوئے ہیں انسان کو چاہیئے کہ کثرت سے استغفار کرے تاکہ یہ عظیم نعمت حاصل کر سکے۔

اعمال لکھنے والے فرشتے

۱۔ ہر آدمی پر نگران فرشتے مقرر ہیں تاکہ شرارتی جنات انہیں نقصان نہ پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ٥

(الطارق ــ ۴)

ایسی کوئی بھی جان نہیں کہ جس پر ایک محافظ مقرر نہ ہو۔

۲۔ ہر آدمی پر دو دو فرشتے ایسے بھی مقرر ہیں کہ جو انسان کی نیکیاں اور برائیاں لکھ رہے ہیں۔ اس طرح ہر آدمی کی نیکی و بدی کا ریکارڈ تیار ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۙ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۙ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ٥

(الانفطار ــ ۱۰-۱۲)

اور بے شک تم پر محافظ ہیں، عزت والے اعمال لکھنے والے، وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو۔

مزید فرمایا:

اِذْ یَتَلَقَّی الْمُتَلَقِّیٰنِ عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ ○ مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ○ (ق — ۱۷، ۱۸)

جب ضبط کرنے والے دائیں اور بائیں بیٹھے ہوئے ضبط کرتے جاتے ہیں۔ وہ منہ سے کوئی بات نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ایک ہوشیار محافظ ہوتا ہے۔

اگر کوئی یہ سمجھے کہ اللہ کو کیا علم؟ کہ ہم کیا کر رہے ہیں تو اس کا جواب دیا:

اَمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰهُمْ ط بَلٰی وَرُسُلُنَا لَدَیْهِمْ یَكْتُبُوْنَ ○ (زخرف — ۸۰)

کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کا بھید اور مشورہ نہیں سنتے؟ کیوں نہیں، اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے (بھی) ان کے پاس لکھ رہے ہیں۔

انسان کو چاہیئے کہ ہر وقت نیک کام کرے اور سچ بات کرے۔ ورنہ تو یاد رکھے کہ ہر کام اور ہر بات کا ریکارڈ تیار ہو رہا ہے اور قیامت کو اس کا سامنا کرنا پڑے گا۔

فرشتوں کا ایک اہم کام

۱۔ بعض اوقات مسلمانوں کی مدد کے لیے بھی فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ چنانچہ غزوۂ بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کے لیے فرشتے اتارے۔ فرمایا:

اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِیْنَ ○ (الانفال - ۹)

جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے، اس نے جواب میں فرمایا کہ میں تمہاری مدد کے لیے پے در پے ایک ہزار فرشتے بھیج رہا ہوں۔

غزوۂ اُحد میں بھی مسلمانوں کی مدد کے لیے فرشتے اتارے فرمایا:

بَلٰٓی لا اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِیْنَ ○ (آل عمران — ۱۲۵)

بلکہ اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو اور وہ تم پر ایک دم سے آ پہنچیں تو تمہارا رب پانچ ہزار فرشتے نشان دار گھوڑوں پہ مدد کے لیے بھیجے گا۔

اسی طرح غزوہ حنین میں فرشتے نازل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰی

پھر اللہ نے اپنی طرف سے اپنے رسول

رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ○ (التوبہ — ۲۶)	پر اور ایمان والوں پر تسکین نازل فرمائی اور وہ فوجیں اُتاریں کہ جنہیں تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کو عذاب دیا، اور کافروں کو یہی سزا ہے۔

یہ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ امرِ کُن سے بھی سب کفار کو تباہ کرسکتا ہے ایک فرشتہ بھی بستیوں کی بستیاں تباہ کرنے کے لیے کافی ہے مگر یہ تعداد مسلمانوں کو خوش کرنے اور ان کی عزت افزائی کے لیے نازل فرمائی۔

بعض اوقات نافرمان اقوام کو سزا دینے کے لیے فرشتے نازل ہوتے۔ جب فرشتے نازل ہوتے ہیں تو پھر کسی کو مہلت نہیں ملتی چنانچہ قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط اور کئی دوسری اقوام پر عذاب کے فرشتے نازل ہوئے۔ اور سب کو دیکھتے ہی تباہ کر دیا۔ کسی کو چیخ کے ذریعہ، کسی کو آندھی اور کسی کو زمین الٹ کر تباہ کر دیا۔ طوالت سے بچنے کے لیے آیات درج نہیں کی گئیں۔ ان اقوام کا ذکر قرآن مجید میں جا بجا آتا ہے۔

چار بڑے درجہ کے فرشتے

چار فرشتے بڑے درجہ کے ہیں۔

۱۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام، جو کہ ہر زمانہ میں انبیاء علیہم السلام پر وحی لانے کے لیے مقرر تھے۔ یہ فرشتہ بہت ہی طاقت ور، امانت دار اور مکرم ہے۔

۲۔ حضرت میکائیل علیہ السلام، جو بارش برسانے اور غلہ اگانے پر مقرر ہیں۔

۳۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام، جو جانداروں کی جان نکالنے پر مقرر ہیں۔

۴۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام، جو کہ قیامت کے قریب صُور پھونکیں گے۔ اس کی آواز کی شدت سے ہر چیز فنا ہو جائے گی اور سب جاندار مر جائیں گے اور پھر دوبارہ حشر برپا کرتے وقت انہیں زندہ کر دیا جائے گا اور دوبارہ صُور پھونکیں گے تو سب مُردے زندہ ہو کر اللہ کے دربار پیش ہوں گے۔

ان کے علاوہ ہر آدمی کے ساتھ دو دو فرشتے مقرر ہیں جو انسان کی نیکیاں اور برائیاں لکھتے ہیں۔ قبر میں جانے کے بعد دو فرشتے آئیں گے، جو تین سوالات کریں گے۔ اس کا ذکر اس باب کے آخر میں برزخ کے واقعات میں دیکھیے۔

حاملینِ عرش فرشتے بھی بہت ہی عظمت والے ہیں۔ فرشتوں کی تعداد سے صرف اللہ تعالیٰ ہی آگاہ

موت کے وقت فرشتوں کا سلوک

جب کوئی نیک آدمی فوت ہوتا ہے تو فرشتوں کی ایک جماعت خوبصورت لباس اور خوبصورت شکل میں اس کے پاس آتی ہے اور اسے رب تعالیٰ کے راضی ہونے اور جنت کی خوشخبری دیتی ہے تاکہ مسلمان آدمی شوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کرے۔ چنانچہ اس کی روح کسی تکلیف کے بغیر جسم سے نکل کر عالم برزخ میں منتقل ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ لَا يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ لا ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (النحل — ۳۲)

جن کی جان فرشتے قبض کرتے ہیں۔ ایسے حال میں کہ وہ پاک ہیں۔ فرشتے کہیں گے، تم پر سلامتی ہو، بہشت میں داخل ہو جاؤ بسبب ان کاموں کے جو تم کرتے تھے۔

مگر جب کافر کی جان نکالتے ہیں تو اس کے چہرے پر تھپیڑ لگاتے ہیں اور اس پر سختی کرتے ہیں تاکہ اسے کفر و غنڈہ گردی کی سزا ملے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۝ (محمد — ۲۷)

پھر کیا حال ہوگا جب ان کی روحیں فرشتے قبض کریں گے، ان کے مونہوں اور پیٹھوں پر مار رہے ہوں گے۔

فرشتے انہیں کہیں گے:

اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ (الانعام — ۹۳)

آج تمہیں ذلت کا عذاب ملے گا۔ اس سبب سے کہ تم اللہ پر جھوٹی باتیں کہتے تھے، اور اس کی آیتوں کے ماننے سے تکبر کرتے تھے۔

جنت کے فرشتے

جنت کے دروازوں پر اور جنت کے اندر بے شمار فرشتے خوبصورت شکل و لباس میں مسکراتے ہوئے اہلِ جنت کی خدمت کریں گے۔

دروازوں پر استقبال کے لیے مقرر فرشتوں کے بارے میں فرمایا :

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًاؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ۝ (الزمر — ۷۳)	اور وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے جنت کی طرف گروہ در گروہ لے جائے جائیں گے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے اور اس کے دروازے کھلے ہوں گے اور ان کے داروغہ (فرشتے) کہیں گے! تم پر سلام ہو، تم اچھے لوگ ہو، پس اس میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ

جنت کے اندر بھی جنتیوں کی خدمت کے لیے فرشتے مقرر ہوں گے جہاں ہر قسم کا عمدہ پھل کھانا، لباس اور آرام ملے گا۔ مرض، غم، بڑھاپا اور موت کا نام بھی نہیں ہوگا۔ اور سب سے بڑا انعام یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اہلِ جنت پر راضی ہوگا اور کبھی ناراض نہیں ہوگا۔ اللّٰھم اجعلنا منھم۔

دوزخ کے فرشتے

دوزخ میں کفار کو طرح طرح کا عذاب دینے کیلیے فرشتے مقرر ہوں گے۔ بڑے فرشتے انیس ۱۹ ہوں گے اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُؕ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُۚ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِۚ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَؕ (المدثر — ۲۷-۳۰)	اور آپ کو کیا خبر کہ دوزخ میں کیا ہے؟ نہ باقی رکھے، اور نہ چھوڑے، آدمی کو جھلس دے، اس پر انیس ۱۹ (فرشتے) مقرر ہیں۔

دوسری جگہ فرمایا :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ (التحریم — ۶)	اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اس پر فرشتے سخت دل، قوی ہیکل مقرر ہیں وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے، جو وہ انہیں حکم دے اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

انسان کو چاہیئے کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا تین بار پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ — اے اللہ میں تجھ سے جنت مانگتا ہوں۔
وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ۔ — اور دوزخ سے تیری پناہ لیتا ہوں
اگر برسوں کے بعد بھی دعا قبول ہو جائے تو کام بن گیا۔

آسمانی کتابیں

کتابوں پر ایمان اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی رہنمائی کے لیے مختلف اوقات میں چھوٹی بڑی کتابیں نازل کیں تاکہ مخلوق کے عقائد حقیقت کے مطابق اور اعمال اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ طریقہ کے مطابق رہیں اور یہ یاد رہے کہ مخلوق کا پیدا کرنے والا ہی خوب جانتا ہے کہ مخلوق کے لیے کونسا طریقۂ زندگی دنیا میں صحت، اطمینان اور ترقی کا باعث ہے اور آخرت میں نجات اور ابدی آرام سے ہمکنار کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء علیہم السلام پر چھوٹی کتابیں اور صحیفے نازل کیے۔ فرمایا:

اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۙ — بے شک یہی پہلے صحیفوں میں ہے (یعنی)
صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰى ۧ — ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔

(الاعلیٰ — ۱۸-۱۹)

یعنی قرآن مجید کی تعلیمات نئی نہیں بلکہ ہمیشہ آسمانی تعلیم وہی رہی ہے جو اسلام پیش کرتا ہے۔
حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور نازل کی۔ فرمایا:

وَاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۚ — اور ہم نے داؤد کو زبور دی۔

(النساء — ۱۶۳)

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل کی۔ یہ دونوں کتابیں بھی آسمانی ہی تھیں۔ فرمایا:

وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ ۙ — اور اسی نے (اس کتاب قرآن سے پہلے)
(آل عمران — ۳) — تورات اور انجیل نازل فرمائی۔

قرآن مجید

چونکہ پہلی اقوام نے اپنی ذاتی اغراض کی خاطر پہلی آسمانی کتابوں کو بدل دیا آج جو تورات، انجیل و زبور ہمارے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ یہ بہت زیادہ بدل چکی ہے۔ موجودہ حالت میں اسے آسمانی کتاب

کا درجہ حاصل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر رحم فرمایا اور پہلی آسمانی کتابوں میں مندرج صحیح آسمانی تعلیم دوبارہ قرآن مجید کی صورت میں اور مکمل شکل میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی اور قرآن مجید کی حفاظت کی ذمہ داری بھی لی تاکہ کوئی بدمعاش اسے بدل نہ سکے اور دنیا کو سچی آسمانی تعلیم سے محروم نہ کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

۱۔ اِنَّآ اَنۡزَلۡنَآ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَـقِّ (النساء — ۱۰۵) — بے شک ہم نے تیری طرف سچی کتاب اتاری ہے۔

۲۔ الٓـمّٓ ۚ تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ لَا رَيۡبَ فِيۡهِ مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ؕ (السجدہ - آ ۱،۲) — اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ کتاب جہانوں کے پالنے والے کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔

مندرجہ بالا دونوں آیات میں بتایا کہ قرآن مجید سچی کتاب ہے اور رب تعالیٰ کی طرف سے یہ کتاب نازل ہوئی۔

مزید فرمایا کہ اس کتاب کے نازل ہونے سے پہلے جو آسمانی کتابیں اتاری گئی تھیں۔ بعض لوگ ان کا انکار کرتے تھے اور بعض نے ان کو بدل دیا۔ اللہ تعالیٰ نے وضاحت کی وہ کتابیں واقعی آسمان سے نازل ہوئی تھیں۔ اس اعتبار سے قرآن نے ان کی تصدیق کی مگر تورات و زبور و انجیل کی جو باتیں بدل دی گئیں ان کی تصدیق قرآن مجید ہرگز نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

نَزَّلَ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَـقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ (اٰل عمران - ۳) — اس نے تجھ پر یہ سچی کتاب نازل فرمائی جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔

بعض کفار کہتے ہیں کہ انجیل پر ایمان لاؤ کیونکہ قرآن مجید انجیل کی تصدیق کرتا ہے جواب یہ ہے کہ آسمانی انجیل کی تصدیق تو قرآن مجید کرتا ہے مگر پادریوں کی من گھڑت موجودہ کتاب کی کوئی عقل مند تصدیق نہیں کر سکتا۔

نزولِ قرآن مجید

قرآن مجید لوح محفوظ پر مکمل موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو رمضان المبارک کے مہینہ میں اور قدر کی رات کو لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا تک نازل فرمایا اور پھر ۲۳ برس میں تھوڑا تھوڑا کرکے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

بَلۡ هُوَ قُرۡاٰنٌ مَّجِيۡدٌ ۙ فِىۡ — بلکہ وہ قرآن ہے بڑی شان والا، لوح محفوظ

لَوۡحٍ مَّحۡفُوۡظٍ ؏ (البروج۔ ۲۱،۲۲) میں لکھا ہوا ہے۔

نزول قرآن کے بارے میں فرمایا:

۱۔ شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ (البقرہ۔ ۱۸۵)
رمضان کا وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اُتارا گیا۔

۲ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ (الدخان۔ ۳)
ہم نے اسے مبارک رات میں نازل کیا ہے۔

مندرجہ بالا آیات میں بتایا کہ قرآن مجید رمضان المبارک کے مہینے میں قدر کی رات کو اتارا گیا۔ پھر یہ بتایا کہ اسے تھوڑا تھوڑا کر کے دنیا میں اُتارا تاکہ آسانی کے ساتھ اسے حاصل کر سکیں۔ فرمایا:

وَ قُرۡاٰنًا فَرَقۡنٰهُ لِتَقۡرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰی مُکۡثٍ وَّ نَزَّلۡنٰهُ تَنۡزِیۡلًا ۝ (بنی اسرائیل۔ ۱۰۶)
اور ہم نے قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارا، تاکہ تو مہلت کے ساتھ اسے لوگوں کو پڑھ کر سنائے اور ہم نے اسے آہستہ آہستہ اُتارا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی وضاحت کر دی کہ قرآن مجید لے کر آنے والا فرشتہ انتہائی امانت دار ہے اور قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا جس سے عربی زبان کا شرف ظاہر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ اِنَّهٗ لَتَنۡزِیۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ؕ نَزَلَ بِهِ الرُّوۡحُ الۡاَمِیۡنُ ۙ عَلٰی قَلۡبِكَ لِتَكُوۡنَ مِنَ الۡمُنۡذِرِیۡنَ ۙ بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیۡنٍ ؕ (الشعراء۔ ۱۹۲۔۱۹۵)
اور یہ قرآن رب العالمین کا اُتارا ہوا ہے۔ اسے امانت دار فرشتہ نے کرایا ہے تیرے دل پر، تاکہ تو ڈرانے والوں میں سے ہو، صاف عربی زبان میں۔

قرآن مجید کو بدلنا ممکن نہیں

پہلی آسمانی کتابیں ایک مقررہ زمانہ تک کے لیے تھیں۔ اس لیے ان کی حفاظت کی ضرورت بھی نہ تھی۔ غیر مسلم اقوام نے انہیں اپنی اغراض کے مطابق بدل دیا۔ آج پہلی کوئی کتاب اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں ہے اور قرآن مجید قیامت تک ہر زمانہ اور ہر قوم کی طرف قابل اعتماد کتاب ہدایت ہے چنانچہ قرآن مجید کے الفاظ اور معانی کی حفاظت کا وعدہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا ٱلذِّكۡرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَٰفِظُونَ ○ (الحجر — ۹)
بے شک ہم نے نصیحت (قرآن مجید) اتاری ہے اور بے شک ہم اس کے نگہبان ہیں۔

یہ یقین دلایا کہ اس کے کلمات کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ فرمایا:

لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَٰتِهِۦ (الکہف — ۲۷)
اس کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ جب وحی نازل ہوتی تو آپؐ ساتھ ساتھ دل میں پڑھتے جاتے تاکہ جبریئل علیہ السلام کے واپس جانے کے بعد کچھ حرف بھول نہ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ گھبرائیں نہیں جب ہمارا فرشتہ پڑھے تو آپؐ سنتے رہیں۔ الفاظ کا یاد رکھنا، پھر آپؐ کی زبان سے پڑھوا دینا ہمارا ذمہ ہے۔ چنانچہ فرمایا:

لَا تُحَرِّكۡ بِهِۦ لِسَانَكَ لِتَعۡجَلَ بِهِۦٓ ○ إِنَّ عَلَيۡنَا جَمۡعَهُۥ وَقُرۡءَانَهُۥ ○ (القیامت — ۱۶، ۱۷)
آپؐ (وحی ختم ہونے سے پہلے) قرآن پر اپنی زبان نہ ہلایا کیجئے تاکہ آپ اسے جلدی جلدی لیں۔ بے شک اس کا جمع کرنا اور پڑھا دینا ہمارے ذمہ ہے۔

صرف یہی بات نہیں کہ الفاظ کی حفاظت کا ذمہ لیا ہو بلکہ قرآن مجید کے معانی و تفسیر کی حفاظت کا ذمہ بھی لیا۔ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت کے آخر میں یہ فرمایا:

فَإِذَا قَرَأۡنَٰهُ فَٱتَّبِعۡ قُرۡءَانَهُۥ ○ ثُمَّ إِنَّ عَلَيۡنَا بَيَانَهُۥ ○ (القیامۃ — ۱۸، ۱۹)
پھر جب ہم اس کی قرأت کر چکیں تو اس کی قرأت کا اتباع کیجئے۔ پھر بے شک اس کا کھول کر بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے۔

اور یہ ایک واضح بات ہے کہ الفاظ پڑھوانے کے بعد ان کو کھول کر بیان کرنا ایک دوسری چیز ہے جو کہ تفسیر کہلاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو جب یہ بتایا کہ یہ الفاظِ قرآن ہیں تو الفاظِ قرآن کی وضاحت بھی آپؐ نے ہی بتائی جو کہ آج ہمارے پاس بصورتِ حدیث مبارک موجود ہے۔ اس لیے جو شخص قرآن کا منکر ہے وہ پکا کافر ہے اور جو حدیث کا منکر ہے وہ بھی پکا بے ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَأَنزَلۡنَآ إِلَيۡكَ ٱلذِّكۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيۡهِمۡ وَلَعَلَّهُمۡ
اور ہم نے تیری طرف قرآن نازل کیا تاکہ لوگوں کے لیے واضح کر دے جو ان کی طرف

يَتَفَكَّرُونَ ٥ (النحل - ۴۴) نازل کیا گیا ہے اور تاکہ وہ سوچ لیں۔

اب ظاہر ہے کہ نازل شدہ کی وضاحت ہی تفسیر ہے اور یہ تفسیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں فرمائی ہے۔ اس لیے قرآن مجید کے الفاظ، معانی اور تفسیر بصورتِ حدیث سب کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا۔ چاہے شرپسند اور خبیث لوگ غصہ سے جل اُٹھیں۔

مُعجز کلام

قرآن مجید کے الفاظ اور اس کی تعلیمات دونوں کا مقابلہ کرنا ہرگز ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو دعوت دی کہ جو بھی قرآن مجید کے بارے میں شک کرتا ہے کہ شاید کسی مخلوق نے بتایا ہو تو وہ اس جیسا قرآن مجید بنا لائیں جو اس قدر فصیح و بلیغ ہو اور ایسی اعلیٰ تعلیم کا حامل ہو۔ ساری کائنات کے انسان اور جنات وغیرہ مل کر بھی ایسا نہیں کر سکتے۔ عربی زبان کی ڈکشنریاں لکھنے والے اور بڑے بڑے غیر مسلم شعراء بھی اس کے مقابلہ میں عاجز آچکے، اب جو قرآن مجید کا انکار کرے وہ انتہائی درجہ کا خبیث اور ملعون ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ٥ (البقرة - ۲۳)

اگر تمہیں اس چیز میں شک ہے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے تو ایک سورت اس جیسی لے آؤ اور اللہ کے سوا جس قدر تمہارے حمایتی ہوں، بلا لو، اگر تم سچے ہو۔

ایک جگہ انسان اور جنات دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ٥ (بنی اسرائیل - ۸۸)

کہہ دو، اگر سب آدمی اور سب جن مل کر بھی ایسا قرآن لانا چاہیں تو ایسا نہیں لا سکتے، اگرچہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا مددگار کیوں نہ ہو۔

کتابِ ہدایت

قرآن مجید ہر انسان و جن کے لیے حق و ہدایت کی راہ بتاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ پہلے زمانہ

کی آسمانی تعلیمات کا حامل ہے بعض لوگوں نے اسلام کے ظہور سے پہلے تورات و انجیل کا انکار کیا۔ قرآن مجید نے ان کی تصدیق کی اور لوگوں کو بتایا کہ تورات و انجیل و زبور نام کی کتابیں آسمان سے ضرور نازل ہوئی تھیں مگر کفار نے انہیں اپنی اغراض کی خاطر بدل دیا۔ اب موجودہ پیش کی جانیوالی زبور و تورات و انجیل اس موجودہ حالت میں آسمانی کتاب نہیں۔ بلکہ اس کا بیشتر حصہ یہودیوں و عیسائیوں اور ان کے پادریوں کی سازشوں کا شکار اور بدلا ہوا ہے۔

اسلام نے پہلی آسمانی کتابوں کی صحیح تعلیم دوبارہ مخلوق کے سامنے پیش کی۔ اب جو شخص نیک نیتی کے ساتھ اور سیدھی راہ کا متلاشی ہو کر قرآن مجید کا مطالعہ کرے گا اس کے لیے یہ کتاب ہدایت کی راہ واضح کر دے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ (البقرۃ - ۱، ۲)

یہ وہ کتاب ہے، جس میں کوئی شبہ نہیں، پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے۔

مُتَّقِيْنَ کا معنی ہے ڈرنے والے۔ یعنی جن کے دل میں ڈر پیدا ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ ہم غلط راہ پہ ہوں وہ ڈر کے ساتھ اور ایمانداری کے ساتھ کتاب اللہ کا مطالعہ کریں گے تو انہیں سیدھی راہ بتائے گی۔

ایک جگہ فرمایا:

قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ط (حٰمٓ السجدہ - ۴۴)

کہہ دو، یہ ایمانداروں کے لیے ہدایت اور شفا ہے۔

نیز فرمایا:

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ (بنی اسرائیل - ۹)

بے شک یہ قرآن راہ بتاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے۔

مندرجہ بالا آیات میں وضاحت فرمائی۔ کہ قرآن مجید سب سے درست راہ بتاتا ہے اور جس کے دل میں ایمانداری کے ساتھ راہ حق کی تلاش کا جذبہ ہو۔ اس کے سامنے فوراً حق ظاہر ہو جاتا ہے۔

پہلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کی کہ وہ واقعی آسمان سے نازل ہوئیں مگر یہ یاد رہے کہ موجودہ زبور و تورات و انجیل تو یہودیوں اور عیسائیوں کی سازشوں کا شاہکار ہیں۔ ان میں درج شدہ تمام آیات کو آسمانی تعلیم کا درجہ ہرگز حاصل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ (آل عمران - ۳)

اس نے تجھ پر یہ سچی کتاب نازل فرمائی جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔

اب کوئی عیسائی یا یہودی یہ کہے کہ قرآن مجید کے حکم پر عمل کرتے ہوئے انجیل، تورات پر ایمان لاؤ تو جواب یہ ہے کہ ہم انجیل، تورات، زبور اور ہر آسمانی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں مگر عمل صرف قرآن مجید پر کرتے ہیں کیونکہ پہلی آسمانی کتابوں کو کفار نے بدل دیا اور ان کی صحیح تعلیم قرآن مجید میں موجود ہے جو قرآن مجید پر عمل کرتا ہے وہ ہر آسمانی کتاب پر عمل کرتا ہے۔

قرآن مجید کا خاص اثر

قرآن مجید آسان انداز کے ساتھ انسانیت کے سامنے سچی آسمانی تعلیم پیش کرتا ہے۔ یعنی یہ عقائد رکھو، یہ کام کرو اور ان کاموں سے رک جاؤ۔ تاکہ ہر خاص و عام آسانی کے ساتھ سمجھ جائے اور عمل کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ (القمر — ۱۷)

اور البتہ ہم نے تو سمجھنے کے لیے قرآن کو آسان کر دیا

جو شخص قرآن مجید کا دیانت داری کے ساتھ مطالعہ کرے اللہ تعالیٰ اسے کفر کے اندھیروں سے نجات دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۵ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ (ابراہیم - ۱)

یہ ایک کتاب ہے، ہم نے اسے تیری طرف نازل کیا ہے کہ تو لوگوں کو اُن کے رب کے حکم سے اندھیروں سے روشنی کی طرف غالب تعریف کیے ہوئے راستہ کی طرف نکالے۔

قرآن مجید پڑھنے والے پر ایک خاص اثر ہوتا ہے جو تلاوت کرنے والا اور سننے والا دونوں ہی مشاہدہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ج ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ط (الزمر — ۲۳)

اللہ ہی نے بہترین کلام نازل کیا ہے یعنی کتاب باہم ملتی جلتی ہیں (اس کی آیات) دہرائی جاتی ہیں۔ جس سے خدا ترس لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں پھر ان کی کھالیں نرم ہو جاتی ہیں اور دل یاد الٰہی کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔

اسماء القرآن الکریم

قرآن مجید کے کئی مبارک نام ہیں۔ یہاں پر ۔ قرآن مجید کے چند اسمار درج کیے جاتے ہیں۔

۱۔ قرآن مجید۔ آیت: وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ (قٓ — ۱)

۲۔ قرآن حکیم۔ آیت: یٰسٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ (یٰسٓ — ۱،۲)

۳،۴۔ ذکر اور قرآن مبین۔ آیت: اِنْ هُوَ اِلَّا ذِکْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ (یٰسٓ — ۶۹)

۵۔ قرآن عربی۔ آیت: اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ (یوسف — ۲)

۶۔ تذکرہ ۔ آیت: اِلَّا تَذْکِرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰی (طٰہٰ — ۳)

۷، ۸۔ ھدی اور رحمت۔ آیت: هُدًی وَّ رَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِیْنَ (لقمٰن — ۳)

۹، ۱۰۔ شفار اور رحمت۔ آیت: وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (بنی اسرائیل-۸۲)

۱۱۔ فرقان۔ آیت: وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ (آل عمران — ۴)

۱۲،۱۳۔ برہان اور نور مبین۔ آیت: یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ۝ (النساء — ۱۷۴)

آداب تلاوت قرآن مجید

۱۔ مسلمانوں کے لیے لازم ہے کہ جب قرآن مجید پڑھیں تو وضو کر لیں۔ غسل کی حاجت ہو تو غسل کر لیں وضو کے بغیر قرآن مجید کو ہاتھ نہ لگائیں۔ البتہ کسی کپڑے کی مدد سے پکڑنا جائز ہے اور اسی طرح زبانی تلاوت کرنے کے لیے بھی وضو ضروری نہیں ہے مگر بہتر ہے کہ وضو کر لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ ۙ فِیْ	بے شک یہ قرآن بڑی شان والا ہے، ایک
کِتٰبٍ مَّکْنُوْنٍ ۙ	پوشیدہ کتاب میں لکھا ہوا ہے (یعنی لوح محفوظ
لَّا یَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝	میں لکھا ہوا ہے) جسے بغیر پاکوں کے اور کوئی
(الواقعہ — ۷۷-۷۹)	نہیں چھوتا۔

۲۔ قرآن مجید پڑھنے سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھے تاکہ شیطان کے وساوس سے بچا رہے اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھے تاکہ پڑھنے والے پر اللہ کی رحمت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ — سو جب تو قرآن پڑھنے لگے، تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ لے۔

(النحل – ۹۸)

۳۔ اور قرآن پاک کی تلاوت کے وقت باتیں نہ کرو اور نہ ہی کوئی دوسرا کام کرو بلکہ قرآن مجید کی تلاوت پر دھیان دو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ — اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

(الاعراف – ۲۰۴)

قرآن مجید سامنے قدرے اونچی جگہ رکھ کر پڑھے بلکہ قرآن و حدیث اور تمام کتب کا ادب کرے بے ادب آدمی قرآن و حدیث کی برکات سے محروم رہتا ہے۔

قرآن و حدیث کا سب سے بڑا ادب یہ ہے کہ ان کے مطابق عقائد رکھے۔ قرآن و حدیث پر عمل کرے۔ روزانہ قرآن مجید کی تلاوت کرے۔ صحت لفظی کے ساتھ قرآن مجید پڑھے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرکے دنیا و آخرت کی دعائیں مانگے۔ قران مجید پڑھتے وقت خوشبو لگائے۔

قرآنی احکام کا منکر کافر، غنڈہ اور ظالم ہے

جو لوگ قرآن مجید کے قانون سے سرکشی کرتے ہیں اور گھر میں اپنے آپ پر اور بدمعاش حکمران ملک میں قرآن و حدیث اور خلفائے راشدین کے قانون کی بجائے اشتراکی، جمہوری یا ملکی یا کوئی دوسرا قانون نافذ کرتے ہیں اور اس طرح ان بدمعاش حکمرانوں کے ہم خیال اور قرآن و حدیث کے دشمن لیڈر اور ان کے مددگار عوام اگر قرآن و حدیث کے قانون کا انکار کرکے ایسا کرتے ہیں تو وہ قطعی طور پر کافر، غنڈے اور ظالم ہیں مسلمانوں کا فرض ہے کہ قوت جمع کرکے ایسے خبیث حکمرانوں کا تختہ الٹ دیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ہی جگہ تین آیات میں فرمایا:

۱۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ○ — اور جو کوئی اس کے موافق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے اتارا تو وہی لوگ کافر ہیں۔

(المائدہ – ۴۴)

۲۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (المائدہ – ۴۵) — اور جو کوئی اس کے موافق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے اتارا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ (المائدہ — ۴۷)

اور جو کوئی اس کے موافق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے اتارا تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

مندرجہ بالا تین آیات میں قرآن وحدیث کے قانون کا انکار کرکے دوسرے قوانین نافذ کرنے اور ان کے ...گاروں کو کافر، ظالم اور فاسق بنایا۔ یاد رہے فاسق سے مراد غنڈہ اور قانون شکن آدمی ہے۔ البتہ اگر ...آن وحدیث کا انکار نہ کرے تو عملی کفر ضرور ہے جو کسی وقت اعتقادی بن کر انسان کو دائمی جہنم میں دھکیلنے ...باعث ہوسکتا ہے۔ اب قرآن وحدیث کے قانون کے دشمن حکمران، لیڈر، عوام اپنا چہرہ ان تین آیات ...ں دیکھ لیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت دے۔

ہر حالت میں نبیؑ ورسولؐ پر ایمان لانا اور اس کی اطاعت کرنا ضروری ہے

...سولوں اور انبیاء علیہم السلام پر ایمان

ہر نبی ورسول پر ایمان لانا مسلمان ہونے کی شرط ہے۔ البتہ جس نبی ورسول کا زمانہ پائے۔ اس کی شریعت پر عمل کرنا ہوگا ...شخص کسی بھی نبی یا رسول کا انکار کرے وہ کافر ہے چاہے اس کا نام جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○ (البقرۃ — ۱۳۶)

کہہ دو ، ہم اللہ پر ایمان لائے، اور اس پر جو ہم پر اتارا گیا، اور جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر اتارا گیا، اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا، اور جو دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم کسی ایک میں اُن میں فرق نہیں کرتے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں

مندرجہ بالا آیت میں واضح کر دیا گیا کہ ایک مسلمان ہر نبی ورسول پر ایمان رکھتا ہے اور کسی بھی نبی یا رسول کا انکار نہیں کرتا۔ یعنی یہ کہے کہ میں سب انبیاء ورسل علیہم السلام پر ایمان لایا چاہے ان کا نام جانتا ہوں یا نہیں جانتا۔

جو شخص اللہ کا انکار کرے یا کسی بھی نبی یا رسول کا انکار کرے۔ یا کسی نبی یا رسول کی توہین کرے

یا اسلام اور کفر دونوں کے اصولوں کو ملا کر تیسرا راستہ نکالے۔ وہ قطعی طور پر ملعون، کافر اور ابدی جہنمی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ○ (النساء — ۱۵۰، ۱۵۱)

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں، اور کہتے ہیں کہ ہم بعضوں پہ ایمان لائے ہیں اور بعضوں کے منکر ہیں اور چاہتے ہیں کہ کفر اور ایمان کے درمیان ایک راہ نکالیں، ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں، اور ہم نے کافروں کے واسطے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

آج کل بعض یورپ زدہ گدھے مسلمانوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ سب فرقوں کو ایک کر لو چاہے کوئی قرآن سے اختلاف کرے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا انکار کرے یا سنت کا مقابلہ کر کے بدعات جاری کرے یا صحابہ کرامؓ کے خلاف بکواس کرے۔ اُن لوگوں کا غلیظ چہرہ آیت بالا میں صاف نظر آتا ہے۔ ولو کرہ الکافرون۔

اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو کسی شرط کے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ (الحشر — ۷)

اور جو کچھ رسول تمہیں دے اسے لو، اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو۔

بلکہ ایماندار کی یہ علامت بتائی کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تابعدار ہوتا ہے۔ فرمایا

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ (الانفال — ۱)

اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اگر تم ایماندار ہو۔

پیغمبر کی اطاعت کرنے کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی علامت بنایا۔ چنانچہ فرمایا :

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ (النساء — ۸۰)

جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

یہ بھی فرمایا، کہ اگر اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا حکم دے تو کسی مسلمان کو رد کرنے کا اختیار نہیں. فرمایا:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ (الاحزاب – ۳۶)

اور کسی ایماندار مرد اور ایماندار عورت کو لائق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم کرے، تو انہیں اپنے کام میں اختیار باقی رہے، اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی، تو وہ صریح گمراہ ہُوا۔

بلکہ یہ بھی فرمادیا کہ ایماندار صرف وہی ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی ہو جائے۔ دل میں کچھ رنجش نہ رکھے۔ اور خوشی سے آپؐ کا فیصلہ تسلیم کرے۔ فرمایا:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (النساء – ۶۵)

سو تیرے رب کی قسم ہے، یہ کبھی مومن نہیں ہوں گے جب تک کہ اپنے اختلافات میں تجھے منصف نہ مان لیں، پھر تیرے فیصلہ پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں، اور خوشی سے قبول کریں۔

چنانچہ وہ تمام حکمران، سیاسی لیڈر، عوام اور دوسرے افراد جو قرآن و حدیث کے قانون کو ناپسند کرتے ہیں یا اس پر اعتراض کرکے دوسرے قوانین کو اسلامی قوانین پر ترجیح دیتے ہیں. سب کے سب پکے بے ایمان اور خبیث ہیں. ہر آدمی چاہتا ہے کہ سب سے بہترین شخصیت کا طریقۂ زندگی اپنائے. اگر آپ ایسا ہی کرنا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل کیجئے۔ فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ؕ (الاحزاب – ۲۱)

البتہ تمہارے لیے رسول میں اچھا نمونہ ہے، جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔

اب جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقۂ زندگی اور ان کے لباس معاشرت اور اخلاق سے کٹ کر کفار کے طریقۂ زندگی پر چلا۔ وہ دنیا میں گندگی میں جا پڑا۔ اور مرنے کے بعد ذلت میں گرا۔

حکمران کی اطاعت مشروط ہے

اگر مسلمان حکمران اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تابعدار ہو اور اسلام کے خلاف احکام جاری نہ کرے تو اس کی اطاعت مسلمانوں پر ضروری ہے اس کی بغاوت شدید جرم ہے لیکن اگر کوئی حکمران ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا غدار ہے۔ اسلام کی بجائے کفر یعنی جمہوریت، اشتراکیت وغیرہ کا قانون نافذ کرتا ہے تو ایسے حکمران کی اطاعت کرنا جرم ہے۔ جب مسلمان ہونے کے دعویدار اسلام کے مخالف حاکم کی اطاعت جرم ہے تو قطعی کافر اور اسلام کے غدار کی اطاعت کسی صورت میں بھی درست نہیں بلکہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ جہاں کہیں بھی ہوں ان کی اپنی حکومت و عدالت ہو۔

اگر حکمران گروہ اور عام مسلمانوں میں اختلاف ہو جائے یا مسلمانوں کا آپس میں کسی بات پر اختلاف ہو جائے تو اس صورت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ یعنی قرآن مجید اور حدیث مبارک کے فیصلے پر اتفاق کرنا مسلمان ہونے کی علامت ہے اور قرآن و حدیث اور آثار صحابہ کرام کو مسترد کرنے والا قطعی بے ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صاف الفاظ میں فرمایا :

يَآَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۞ (النساء ـ ۵۹)

اے ایمان والو! اللہ کی فرمانبرداری کرو، اور رسول کی فرمانبرداری کرو اور ان لوگوں کی جو تم میں سے حاکم ہوں، پھر اگر آپس میں کسی چیز میں جھگڑا کرو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیرو۔ اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہو تو یہی بات اچھی ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت بہتر ہے۔

مندرجہ بالا آیت میں اَطِيعُوا اللّٰهَ آیا یعنی غیر مشروط طور پر اللہ کی اطاعت کرو پھر اَطِيعُوا الرَّسُولَ آیا یعنی غیر مشروط طور پر رسول کی اطاعت کرو کیونکہ ان میں سے کسی سے گمراہی کا خطرہ نہیں مگر اولی الامر کے ساتھ دوبارہ اَطِيعُوا کا لفظ نہیں آیا جس کا صاف مفہوم یہ ہے کہ حاکم کی اطاعت مشروط ہے۔ اگر حکمران اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا تابعدار ہے تو اس کی اطاعت درست ہے اور اگر حکمران اللہ اور اس کے رسول کا باغی ہے تو اس کا تختہ اُلٹ کر خدا اور رسول ﷺ کا وفادار حاکم لانا ضروری ہے۔

ہر قوم کی طرف انبیاء علیہم السلام آئے

اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کی طرف انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے تاکہ لوگوں تک سچا دین اور خدا کا پیغام پہنچائیں۔ اب اگر کوئی قوم نافرمانی کرے تو اس پر حجت پوری ہو چکی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا	اور البتہ تحقیق ہم نے ہر امت میں یہ پیغام
أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ	دے کر رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو
(النحل — ۳۶)	اور شیطان سے بچو۔

حق بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سچے پیغام اسلام کی آواز ہر قوم تک پہنچ چکی ہے۔ اب جو کفر کرتا ہے خود ہی اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتا ہے۔

اللہ جس کو چاہتا ہے نبوت و رسالت عطا کرتا ہے

بعض جاہل اور خصوصاً اس زمانہ میں بعض کفار یہ کہتے ہیں کہ جس طرح ریاضت کرکے ایک انسان کو ولایت کا درجہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ریاضت و عبادت کر کے نبوت کا مقام بھی حاصل کیا جا سکتا ہے مگر اسلام نے ہمیں بتایا کہ نبوت و رسالت کا منصب صرف اُسے ہی حاصل ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ خود عطا کرے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر نبی و رسولؑ صرف اللہ تعالیٰ کا منتخب کردہ ہے اور ایک بھی محض عبادت کے زور پر نبی نہیں بنا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص بھی پیدا ہو کر نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کرے وہ دجال، کافر اور مرتد ہے۔ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کو قتل کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ قادیانی دجال اور ایران کے بہائی دجال کے ماننے والے سب واجب القتل کفار ہیں۔ ان کو ذمی کفار بنا کر ملک میں رہنے کی اجازت دینا بھی غلط ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں جس نے بھی نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس کی عددی کثرت کو دیکھ کر کسی خلیفہ نے بھی اسے ذمی بنا کر زندہ رہنے کی اجازت نہیں دی بلکہ توبہ نہ کرنے کی صورت میں ان سے جنگ کی اور انہیں جہنم رسید کیا۔ آج بھی اس مسئلہ کا یہی واحد حل ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا	فرشتوں اور آدمیوں میں سے اللہ ہی رسول
وَمِنَ النَّاسِ (الحج — ۷۵)	چنتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کس کو رسول بنائے۔ فرمایا :

اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ ط (الانعام۔ ۱۲۵)
اللہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کا کام کن سے لے (یعنی کس کو رسول بنائے)

مزید برآں اللہ تعالیٰ ہی اپنے نبی و رسول کی طرف وحی کرتا ہے اور وحی لے کر آنے والے فرشتہ کا نام حضرت جبرئیل السلام ہیں جو بہت ہی بزرگ ہیں۔ فرمایا :

اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ کَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِہٖ ج وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِیْسٰی وَاَیُّوْبَ وَیُوْنُسَ وَھٰرُوْنَ وَسُلَیْمٰنَ ج وَاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ج (النساء۔ ۱۶۳)
ہم نے تیری طرف وحی بھیجی جیسے کہ نوح پر وحی بھیجی اور نبیوں پر جو اس کے بعد آئے اور ہم ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد اور عیسٰی اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان پر وحی بھیجی اور ہم نے داؤد کو زبور دی۔

اب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوئے بغیر وحی کا دعویٰ کرے یا جھوٹی وحی گھڑے۔ وہ دجال وکذاب ہے جیسے کہ آجکل قادیانی دجال اور اس کے مرتد پیروکار ہیں۔

سیرتِ حسنہ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ ہی سب سے بہتر اور قابلِ اتباع سیرت ہے کوئی شخص چاہے کہ ساری کائنات میں ہر زمانہ کے اعتبار سے سب سے اچھے اخلاق کے مالک انسان کی عادات اختیار کرے تو اس کے لیے سب سے عمدہ، سب سے پاکیزہ اور اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ پسندیدہ نمونہ زندگی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اختیار کیا۔

جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ زندگی چھوڑ کر یہودیوں، عیسائیوں اشتراکیوں اور دوسرے کفار کا طریقۂ زندگی اختیار کرتے ہیں، وہ انسانی طریقہ چھوڑ کر جنگلی ڈنگروں کا طریقہ اختیار کرتے ہیں جس کا انجام دنیا میں پاکیزہ اخلاق سے محرومی اور آخرت میں خدا کی لعنت اور عذاب کے سوا کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

۱۔ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ
البتہ تمہارے لیے رسول اللہ میں اچھا نمونہ

اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝ (الاحزاب — ۲۱)

ہے۔ جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ (القلم — ۴)

اور بے شک آپ تو بڑے ہی اعلیٰ اخلاق پر ہیں۔

احترامِ رسولؐ

نبی و رسولؐ کا دل کی گہرائیوں سے احترام کرنا اور نبی و رسول کے دین، تمدن اور تمام طریقۂ زندگی کو اپنانا اور دل سے اسے ہی صحیح اور بہتر قرار دینا مسلمان ہونے کی علامت ہے۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ادب کے ساتھ رہے۔ حتیٰ کہ مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک پر حاضری کے وقت آہستہ آواز کے ساتھ شور مچائے بغیر صلوٰۃ و سلام عرض کرے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آداب بتائے اور فرمایا:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے سامنے پہل نہ کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔ اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کیا کرو اور نہ بلند آواز سے رسول سے بات کرو، جیسا کہ تم ایک دوسرے سے کیا کرتے ہو۔ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ۚ

بے شک جو لوگ اپنی آوازیں، رسول اللہ کے حضور میں دھیمی کر لیتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں کو پرہیزگاری کے لیے جانچ لیا ہے۔

لَہُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝ ان کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے بیشک

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝ جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں اکثر ان میں سے عقل نہیں رکھتے۔

وَلَوْ اَنَّھُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْھِمْ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (الحجرات - ۱-۵) اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ ان کے پاس نکل کر آتے، تو ان کے لیے بہتر ہوتا۔ اور اللہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

مندرجہ بالا آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ کر کے باتیں نہ کیا کرو۔ آواز بلند نہ رکھو۔ ادب کے ساتھ بات سنو۔ اور دروازے نہ کھٹکھٹاؤ بلکہ تو تشریف لائیں تو ملاقات کرو۔ اسی طرح وارثین انبیاء علیہم السلام یعنی علماء کرام کا ادب کرو۔ ادب کے ساتھ ہی دین ملتا ہے۔ بے ادب محروم رہتا ہے۔

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی طرح کی ایذاء دے وہ ملعون ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا ۝ (الاحزاب - ۵۷) جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں، ان پر اللہ نے دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کیا ہے۔

تو بات یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے وہ خدا تعالیٰ سے لڑتا ہے اور جو شخص بدعت کرتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا دشمن ہے جو شخص صحابہ کرام رضی کے خلاف بکواس کرتا ہے وہ بھی رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو ایذاء دیتا ہے اور جو شخص علمائے کرام کے ساتھ دشمنی رکھتا ہے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتا ہے۔

اس لیے انسان کو چاہیئے کہ ہر شرک و بدعت اور جرم سے بچے۔ قرآن مجید، حدیث مبارک صحابہ علماء کرام سب کا احترام کرے اور ان میں سے کسی کی بے ادبی کرنا درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو ایذاء دینا ہے جس کا انجام دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت و عذاب ہے۔

خصوصیات نبی و رسول

یہاں پر بطور نمونہ چند خصوصیات نبی و رسول صلی اللہ علیہ وسلم لکھی جاتی ہیں تاکہ ایمان بالرسالت

کی تفصیل معلوم ہو سکے اور نبی و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت واضح ہو جائے ۔

بشیر و نذیر ہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے سچے دین کی طرف بلاتے ہیں جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دین کو قبول کرلیں. انہیں خوشخبری دیتے ہیں اور جو لوگ انکار کریں انہیں اللہ تعالیٰ کے غضب و عذاب سے ڈراتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا :

إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا	بے شک ہم نے آپ کو سچا دین دے کر
(الفاطر ۔ ۲۴)	خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔

ایک اور جگہ فرمایا :

يٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا	اے نبی، ہم نے آپ کو بلاشبہ گواہی دینے والا اور
وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا إِلَى	خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے
اللّٰهِ بِإِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝	اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور
(الاحزاب ۔ ۴۵ - ۴۶)	چراغ روشن بنایا ہے ۔

اس کے بعد اگر کوئی شخص اسلام قبول نہیں کرتا تو وہ اپنے کرتوت کا خود ذمہ دار ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ أَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ	اور جس نے منہ موڑا، تو ہم نے تجھے ان پر
حَفِيْظًا ۝ (النساء ۔ ۸۰)	نگہبان بنا کر نہیں بھیجا ۔

دعوت یہ بھی واضح کر دیا کہ اللہ کا نبی و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے بھی اسلام کی دعوت دینے اور اور تبلیغ کرنے کی تنخواہ اور اُجرت نہیں مانگتے ۔ ان کا ہر کام صرف اللہ کے لیے ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

قُلْ مَآ أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ	کہہ دو، میں اس پر تم سے کوئی مزدوری نہیں
أَجْرٍ (ص ۔ ۸۶)	مانگتا ۔

اس طرح ہر نبی، قوم کو اس کی زبان میں اسلام کی دعوت دیتا رہا ہے. سب سے آخر میں حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ۔

اسلام کے پہلے مخاطب عرب لوگ تھے ۔ اس لیے قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا. اور عربوں کو یہ شرف حاصل ہوا کہ وہ سب سے پہلے اسلام قبول کریں اور پھر اس سچے دین کو دنیا کے کونہ کونہ

تک پہنچائیں۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو عرب تھے، انہوں نے یہ حق ادا کر دیا چاہے کفار غصہ سے جل اُٹھیں ـــ

عربی زبان کو یہ شرف حاصل ہے کہ اللہ کی آخری کتاب عربی زبان میں نازل ہوئی اور آخری رسولؐ بھی عرب ہی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ط (ابراهيم - ۴)

اور ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان میں رسول بنا کر بھیجا تاکہ انہیں سمجھا سکے۔

تکلفات سے پاک

اللہ تعالیٰ کا پیغمبر تکلفات سے پاک ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ہر معاملہ میں تکلف برپا کرنا نامناسب معاملہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی سادہ مزاج اور ہر تکلف سے پاک تھے جیسے کہ معاشرت عامہ لباس اور رہن سہن کے ابواب میں آپ دیکھیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ۝ (ص ـــ ۸۶)

کہہ دو، میں اس پر تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا، اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔

تعلیم و تزکیہ

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی طرف ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا تاکہ ان سے مانوس ہو کر تعلیم حاصل کریں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو آسان انداز کے ساتھ اسلام کی تعلیم دیتے ہیں۔ قرآن مجید کی آیات سناتے اور ان کا مفہوم بیان کرتے ہیں اور لوگوں کے دل صاف کر کے ان کا تزکیۂ باطن کرتے ہیں اور حکمت و دانائی کی باتیں سکھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ج (آل عمران - ۱۶۴)

اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا ہے جو ان میں، انہی میں سے رسول بھیجا، ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور دانش سکھاتا ہے۔

امانت داری

ہر نبی و رسول، اللہ کا دین اور پیغام لوگوں تک پوری امانت داری کے ساتھ پہنچاتا ہے نہ ہی چھپاتا ہے اور نہ ہی کمی بیشی کرتا ہے۔ الغرض تبلیغ کے سلسلہ میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ط (آل عمران - ۱۶۱)

اور کسی نبی کو یہ لائق نہیں کہ خیانت کرے۔

جو آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت فی التبلیغ کا قائل نہ ہو۔ اس کا مسلمان ہونے کا دعویٰ بالکل دھوکہ ہے۔

کلام نبی بھی وحی ہے

نبی ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر کلام وحی کا درجہ رکھتا ہے۔ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام وفعل حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے۔ قرآن وحدیث میں سے کسی کا بھی انکار کرنے والا قطعی بے ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (النجم - ۳-۴)	اور نہ وہ اپنی خواہش سے کچھ کہتا ہے یہ تو وحی ہے جو اس پر آتی ہے۔

نبی شاعر نہیں

شاعری دراصل مقام نبوت کے مناسب نہیں۔ ایک شاعر آدمی عموماً جھوٹ کی حد تک مبالغہ کرتا ہے۔ الا ما شاء اللہ۔ اس لیے شاعری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھائی نہیں گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ (یٰسین - ۶۹)	اور ہم نے نبی کو شعر نہیں سکھایا اور نہ ہی یہ اس کے مناسب ہی تھا۔

رحمت للعالمین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر مہربان ہیں کہ چاہتے ہیں کہ سب لوگ ایمان لاکر جنت میں چلے جائیں اور دوزخ سے بچ جائیں۔ اب وہ شخص کس قدر بدنصیب ہے جو اس درجہ خیر خواہ انسان سے بھاگے اور جہنم کے گڑھے میں گرنا چاہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (التوبہ - ۱۲۸)	البتہ تحقیق تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آیا ہے، اسے تمہاری تکلیف گراں معلوم ہوتی ہے تمہاری بھلائی پر وہ حریص ہے۔ ایمانداروں پر نہایت شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (الانبیاء - ۱۰۷)	اور ہم نے تمہیں تمام جہانوں کے لوگوں کے حق میں رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اس کا یہ معنی بھی نہیں کہ اب بدمعاشوں کو لائسنس مل گیا کہ وہ سب کو گالی دیں اور کہیں "دیکھو بددعا نہ کرنا" حضور صلی اللہ علیہ وسلم سراسر رحمت تھے" حق بات یہ ہے کہ جو شخص اسلام لانا چاہے اس کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سراپا رحمت ہیں۔ مگر جو شخص اسلام، انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور علماء کرام کا دشمن اور دریدہ ہے اس کی کھوپڑی توڑنا باقی انسانیت کے حق میں رحمت ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا وجود اس قدر مبارک اور سراسر رحمت ہے کہ جس بستی میں نبی و رسول موجود ہو یا وہ قوم استغفار کرے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ (الانفال ــ ۳۳)	اور اللہ ایسا نہیں کرے گا کہ انہیں تیرے ہوتے ہوئے عذاب دے اور اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں اس حالت میں کہ وہ بخشش مانگتے ہوں۔

نیز یہ بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کے معاملات میں ان سے بھی زیادہ دخل دینے کا حق حاصل ہے اور آپؐ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ ان کا احترام سب پر لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ (الاحزاب ــ ۶)	نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) مسلمانوں کے معاملہ میں ان سے بھی زیادہ دخل دینے کے حقدار ہیں اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

اس لیے انسان پر لازم ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن، صحابہ کرام اور وارثین انبیار یعنی علمار اسلام کے وجود کو مبارک سمجھے اور ان کا احترام کرے اور کثرت سے استغفار کرتا رہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہے۔

ہر نبی و رسولؐ معصوم ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مختلف آیات میں انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی غیر مشروط اطاعت کا حکم دیا۔ اب یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جو شخص گناہوں سے معصوم نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی عصمت و حفاظت کی ذمہ داری نہ لی گئی ہو۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر حکم اور فعل کی اطاعت کا حکم کرے۔ اور اس کے ہر فیصلہ کے سامنے سر جھکانے کا پابند کرے۔ نبی و رسول کا عظیم منصب ہی ان کے معصوم ہونے کی کافی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ (آل عمران۔ ۱۳۲)	اور اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرو، تاکہ تم رحم کیے جاؤ۔

یعنی اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرو گے تو تم پر رحمت ہو گی۔

مزید تاکید کی اور بتایا کہ جو شخص یہ چاہے کہ کسی بہترین نمونہ زندگی کو اپنائے، تو اس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہترین نمونۂ زندگی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب — ۲۱)
البتہ تمہارے لیے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے۔

یہ یاد رہے کہ نمونۂ زندگی میں عقائد، اقوال و افعال، تبلیغ دین، تعلیم، سیاست، ازدواجی اور معاشرتی زندگی الغرض زندگی کا ہر شعبہ داخل ہے۔ اب جس کی زندگی کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے لیے بہترین نمونۂ زندگی قرار دیا۔ اس کا گناہوں سے معصوم ہونا ضروری ہے۔ اگر انبیاء علیہم السلام معصوم نہ ہوتے تو ان کی زندگی کو واجب الاتباع نمونہ قرار نہ دیا جاتا اور نہ ہی ان کی غیر مشروط اطاعت کا حکم ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ (النساء — ۸۰)
جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

یعنی اطاعتِ رسول ہی اطاعتِ الٰہی کی علامت ہے۔ یہ مقام صرف ایک معصوم نبی و رسول کو ہی مل سکتا ہے کہ اس کی اطاعت کو خدا کی اطاعت قرار دیا جائے۔ مزید تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ (آل عمران — ۳۱)
کہہ دو، اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، تاکہ تم سے اللہ محبت کرے اور تمہارے گناہ بخشے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

مندرجہ بالا آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ قرار دیا۔ اب جو شخص خود گناہ گار ہو اس کی اطاعت سے یہ بلند مقام کس طرح حاصل ہو سکتا ہے؟ یہ تمام آیات ہر نبی و رسول کے معصوم ہونے کا واضح ثبوت ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ج (النساء — ۵۹)
اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، اور ان لوگوں کی جو تم میں سے حاکم ہوں۔

چنانچہ اطیعوا اللہ اور اطیعوا الرسول میں اطیعوا کا ذکر کرکے بتا دیا کہ اللہ اور اس کے

رسول کی اطاعت غیر مشروط ہے ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے گمراہی کا کوئی خطرہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی حفاظت خود فرماتا ہے. مگر حکمران کی اطاعت مشروط ہے اس لیے اولی الامر منکم کے ساتھ اطیعوا کا کلمہ ذکر نہیں کیا۔ چنانچہ اگر حاکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا وفادار ہو. تو اس کی اطاعت ضروری ہے لیکن اگر حکمران اللہ اور اس کے رسول کا غدار ہو تو اس کی اطاعت کرنا جرم ہے ۔ غدار حاکم کا تختہ الٹنا مسلمانوں کا دینی فریضہ ہے ۔ البتہ جب تک طاقت جمع نہ ہو سکے تو ایک عذر بن سکتا ہے مگر طاقت جمع نہ کرنا اور غلامی پر قناعت کرکے بیٹھ رہنا اسلام کی تعلیمات کی خلاف ورزی ہے

ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے والوں کو اپنے سے بیعت کرنے والا قرار دیا۔ یہ مقام بھی ایک معصوم کو ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ (الفتح ۔ ۱۰)

بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں، وہ اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں. ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے ۔

مندرجہ بالا آیات میں یہ واضح کر دیا کہ :

۱۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے ان پر رحمت ہو گی ۔

۲۔ بہترین نمونہ زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے ۔

۳۔ جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے اس نے اللہ کی اطاعت کی ۔

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری اللہ تعالیٰ کی محبت کی دلیل ہے ۔

۵۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری غیر مشروط ہے ۔

۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت دراصل اللہ تعالیٰ کی بیعت ہے ۔

مندرجہ بالا آیات کا مطالعہ کرنے والا ہر ایماندار انسان آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ یہ عزت و شرف معصوم کے سوا کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہر نبی و رسول یقیناً معصوم ہوتا ہے ۔

امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

کہ "عقل و نظر کا بھی تقاضا یہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے حق میں عصمت کو فرشتوں سے بھی زیادہ ضروری تسلیم کیا جائے ۔ اس لیے کہ مخلوق کو انبیاء علیہم السلام کی پیروی کا حکم ہے۔ مگر فرشتوں کی پیروی کا حکم نہیں دیا گیا۔" (المعتمد فی المعتقد۔ ص: ۷۳)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے عصمت کی وضاحت کی اور بتایا کہ عصمت کا تعلق چار چیزوں

کے ساتھ ہے (اور ان چاروں میں سب باتیں آجاتی ہیں)
۱۔ عقائد۔ ۲۔ تبلیغ احکام۔ ۳۔ فتویٰ اور اجتہادات۔ ۴۔ افعال وعادات اور سیرت وکردار۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے۔ تفسیر رازی۔ ج: ۳۔ ص: ۷)

اگر نبی ورسول کے عقائد غلط ہوں تو اس کی پیروی بے کار اور لغو ہے اگر وہ تبلیغ میں کوتاہی کرے یا دیانت سے کام نہ لے تو بھی اس کی پیروی بے کار ہے اگر غلط فتوے دیتا ہو یا غلط اجتہاد کرتا پھرے۔ پھر لوگوں کو غلط فتووں کی پیروی کا حکم دے تو بھی اس کا اتباع کرنا بے کار کام ہے اگر نبی کے اپنے افعال اور سیرت ہی غلط ہو تو اس کی تابعداری سے سیدھی راہ حاصل نہیں ہوسکتی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کی پیروی کا حکم کرے گا۔ یہ ضروری ہے کہ اس کے عقائد صحیح ہوں۔ وہ دیانت داری سے اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچائے۔ اس کی اپنی سوچ اور فتویٰ درست ہو۔ اور افعال وسیرت صداقت کا قابلِ رشک نمونہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے نافرمان کو ابدی جہنمی اور ملعون قرار دیا اور فرمایا:

وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنَّ لَہٗ نَارَ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا ۝ (الجن۔ ۲۳)	اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، تو اس کے لیے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

بلکہ یہ تو وہ ہستی ہے کہ جس کے ہر فیصلہ کو بلا چوں چرا تسلیم کرنے کا حکم دیا گیا کہ دل میں رنجش بھی نہ آنے پائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝ (النساء۔ ۶۵)	سو تیرے رب کی قسم ہے، یہ کبھی ایماندار نہیں ہوں گے جب تک کہ اپنے اختلافات میں تجھے منصف نہ مان لیں، پھر تیرے فیصلہ پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور خوشی سے قبول کریں۔

مندرجہ بالا آیات انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے کے لیے کافی شاہد ہیں۔ بشرطیکہ دل زندہ ہو، کان لگائے اور ایک ایماندار کی سوچ رکھتا ہو۔

آج کل بعض گمراہ عناصر چند متشابہ باتیں کرکے عوام کو دھوکہ دیتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام (نعوذ باللہ) گناہوں سے معصوم نہیں ہوتے۔ اور بعض بددیانت عناصر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف بہتان باندھتے

ہیں کہ چونکہ انہوں نے ایک قبطی کو قتل کیا۔ اس لیے گناہ گار ہوتے۔ بعض حضرت آدم علیہ السلام کو گناہ گار بتاتے پھر رہے ہیں۔

ہم فی الحال صرف ان دو انبیاء علیہما السلام کے مفروضہ گناہ کا ذکر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فیصلہ تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے زمین پر بسائے گا۔ البتہ وقتی طور پر جنت میں بھیج دیا۔ ایک پھل کھانے کی ممانعت کر دی۔ شیطان نے قسمیں کھا کھا کر یقین دلایا کہ اگر یہ پھل کھاؤ گے تو ابدی زندگی حاصل ہوگی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے غلط فہمی سے یہ سمجھا کہ ایسا کون بے شرم ہو سکتا ہے؟ جو جنت کے دروازے پر جھوٹ بولے۔ چنانچہ غلط فہمی سے پھل کھا لیا۔ بات صرف اس قدر تھی جس کو گمراہ لوگوں نے افسانہ کر دیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کو گناہ گار بتانے والے یہ آیت پیش کرتے ہیں۔

وَعَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی ۝ — اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی پس بھٹک گیا۔ (طٰہٰ — ۱۲۱)

مگر وہ اللہ تعالیٰ جس نے مندرجہ بالا آیت اپنی کتاب میں نازل کی۔ اسی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی صفائی پیش کی اور فرمایا:

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ۔ (طٰہٰ — ۱۱۵) — اور ہم نے اس سے پہلے آدم سے بھی عہد لیا تھا پھر وہ بھول گیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں واضح کر دیا کہ آدم نے گناہ نہیں کیا بلکہ بھول چوک ہو گئی۔ حیرت کی بات ہے کہ اس زمانہ کے گمراہ عناصر حضرت آدم علیہ السلام کے گناہ کی منادی کریں مگر اللہ تعالیٰ ان کی صفائی بیان فرمائے کہ "وہ بھول گیا"۔ — اس سے پتہ چلا کہ عَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی میں عَصٰی اور غَوٰی کا وہ معنی نہیں۔ جو انبیاء علیہم السلام کو گناہ گار ثابت کرنے والے لیتے ہیں — یاد رہے کہ اس قسم کے الفاظ جب انبیا علیہم السلام کے بارے میں استعمال ہوتے ہیں تو اس کا معنی یہ ہے کہ "خلافِ اولیٰ کر دیا۔ یعنی زیادہ بہتر کی بجائے کم درجے کا عمل کر دیا جو انبیاء علیہم السلام کی بلند شان کے مناسب نہ تھا مگر جب یہی الفاظ نبی و رسول کے علاوہ عام مخلوق کے بارے میں استعمال ہوں تو اس سے مراد نافرمانی یعنی گناہ ہوتا ہے۔

چونکہ یہ کتاب عوام کے لیے لکھی گئی ہے اس لیے اس میں دقیق اور طویل بحث سے اجتناب کرتے ہوتے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک قبطی اور ایک بنی اسرائیلی کو لڑتے دیکھا تو قبطی کو پکڑ

ہٹایا۔ ایسا کرنے کے لیے ایک ہلکا سا تھپیڑ لگا دیا ہوگا جس سے قبطی مرگیا۔ اس لیے کہ وہ تھپیڑ عام آدمی کا نہ تھا بلکہ ایک نبی علیہ السلام کا تھپیڑ تھا۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ بالغ عمر کا قبطی کسی ایسے جرم میں مطلوب ہو جس کی سزا موت ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؑ کے ہاتھ پر یہ سزا جاری کرا دی ہو۔ قبطی کے مرنے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے اپنے رب کے سامنے عاجزی کی۔ اگر ایسا ہونے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام گناہ گار بن سکتے ہیں تو یہ گمراہ لیڈر حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں کیا کہے گا؟ کہ جنہوں نے قصداً پرائی کشتی توڑ دی۔ قصداً ایک نابالغ بچے کو قتل کر دیا۔

افسوس آج ایک خطرناک دور ہے۔ بیشتر ممالک میں عیسائیوں، یہودیوں، اشتراکیوں اور دوسری غیر مسلم اقوام کے دلال سازشیں کر رہے ہیں اور حالت یہ ہے کہ ایک شخص کفار کے نظامِ تعلیم سے تربیت حاصل کر کے جوان ہو جاتا ہے۔ کئی خلافِ اسلام نظریات سے متاثر ہوتا ہے۔ قرآن، حدیث اور ان سے متعلقہ علوم سے جاہل ہوتا ہے۔ مگر زبان دانی اور سخن سازی کی مشق کے بعد وہ اسلام کا محقق بن بیٹھتا ہے۔ کتاب و سنت سے ثابت شدہ اسلام کی بجائے اسلام کے نئے نئے اڈیشنوں کے عاشقوں پر مشتمل ایک شہوت پرست ٹولہ اپنے ارد گرد جمع کر لیتا ہے پھر سمجھ بیٹھتا ہے کہ وہ "اسلام کا عظیم خادم اور محقق ہے۔"

آج کل قدیم علماء سے کٹ کر نئے رنگین کلام کرنے والوں کا فتنہ مسلمانوں کے لیے سب سے زیادہ خطرناک فتنہ ہے۔

یاد رکھیے اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت حاصل ہو۔ دنیا و آخرت میں ہم کامیاب رہیں اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدد کی اسی طرح آج بھی ہماری مدد کی جائے تو ہمیں انتہائی عاجزی کے ساتھ اس اسلام کی طرف لوٹنا پڑے گا جو قرآن و حدیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار سے ثابت ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسری راہِ نجات نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نجات پانے والے گروہ کی نشاندہی کرتے ہوئے بتایا کہ نجات پانے والا گروہ صرف وہ ہے کہ

مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ	جو اس پر چلے جس پر میں اور میرے صحابہ
(جامع الترمذی، ج: ۲۔ ابواب الایمان۔ ص: ۹۳)	گامزن ہیں۔

یعنی جو قرآن مجید کی تعلیمات کا پابند ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یعنی حدیث پر عمل کرنا اور اسے قابلِ اعتماد سمجھتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کے افعال و اقوال جو درحقیقت قرآن و حدیث کی قابلِ اعتماد تشریح ہیں۔

ان پر عمل پیرا ہے۔ یہی فرقہ نجات پانے والا ہے۔ اور جو شخص قرآن و حدیث و صحابہ کرام میں سے کسی ا
کا بھی دشمن ہے وہ گمراہ اور بے ایمان ہے۔

حیات الانبیاء علیہم السلام

یاد رہے کہ رسالتؐ پر ایمان کا مفہوم یہ ہے کہ نبی و رسول کی تمام صفات کا اقرار کیا جائے اور ا
یقین لایا جائے۔ چاہے ان صفات کا تعلق دنیاوی زندگی سے ہو یا برزخی اور آخرت کی زندگی سے
چنانچہ صفاتِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جہاں یہ ہے کہ ہر نبی و رسول تمام گناہوں سے پاک و معص
ہوتا ہے۔ ہر نبی و رسول انسان ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اسے نبی و رسول بناتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا پ
دیانت داری کے ساتھ لوگوں تک پہنچاتا ہے۔ اسی طرح ہر نبی و رسول کو وفات کے بعد ایسی حیا
حاصل ہوتی ہے کہ جس کا ہم ظاہری حواس کے ساتھ ادراک نہیں کر سکتے۔ مگر وہ اس میں نماز پڑھتے، سلام
جواب دیتے ہیں اور ایسے افعال کرتے ہیں جو کہ دنیاوی زندگی کے مشابہ ہوتے ہیں مگر اس کا نام حیات بر
ہی ہو گا۔

البتہ ہر نبی و رسول پر بھی وفات کا مرحلہ گزرتا ہے۔ اور یہ حیات بعد از وفات انہیں حاصل ہوتی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۚ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۚ
(الرحمٰن - ۲۶-۲۷)

جو کوئی زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے اور آپؐ کے پروردگار کی ذات باقی رہے گی جو بڑی شان اور عظمت والا ہے۔

اللہ نے شہداء کے بارے میں فرمایا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۙ
(آل عمران - ۱۶۹)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں انہیں مُردہ نہ سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے ہاں سے رزق دیئے جاتے ہیں۔

اب اگر شہداء کو وفات کے بعد عالم برزخ میں ایک خصوصی زندگی حاصل ہو سکتی ہے تو انبیاء علیہم ال
بدرجۂ اولیٰ اس سے زیادہ مضبوط حیات کے حقدار ہیں۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

"ہر نبی میں نبوت اور شہادت کا وصف جمع ہوا" (انباہ الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء - للامام سیوطیؒ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاؑ علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نماز پڑھتے ہیں۔" (حیات الانبیاء للامام بیہقی عن مسند ابی یعلی موصلی)

ہوسکتا ہے کہ کسی بے نمازی کو یا نماز کو ایک پریشان کن بوجھ سمجھ کر پڑھنے والے کو یہ اعتراض ہو کہ بے چارے وفات کے بعد بھی آرام نہ کر سکے اور نمازیں پڑھ رہے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاءؑ علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ کے دوسرے نیک بندوں کے لیے نماز میں راحت و آرام ہوتا ہے بلکہ انبیاء و صالحین کو سب سے زیادہ فرحت و آرام ذکر اللہ اور نماز میں حاصل ہوتا ہے۔

ایک روایت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

"اے بلالؓ نماز کی کھڑی کرو اور ہمیں اس کے ذریعہ راحت دو۔"

(سنن ابی داؤد۔ ج: ۲۔ کتاب الادب۔ باب فی الصلوٰۃ العتمۃ ص: ۶۸۱)

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شب معراج کو میں سرخ ٹیلے کے نزدیک حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی قبر کے پاس سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ وہ قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ (صحیح مسلم۔ ج: ۲، باب فضائل موسیٰ علیہ السلام۔ ص: ۲۶۸)

ہوسکتا ہے کہ کوئی منکرِ حیاتِ انبیا علیہم السلام یہ کہے: کہ وہ تنگ گڑھے میں کس طرح کھڑے ہوں گے؟ اس کا جواب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں موجود ہے جس میں بتایا گیا کہ مردے کو دفن کرنے کے بعد منکر نکیر نام کے دو فرشتے مردے کے پاس آتے اور سوالات کرتے ہیں پھر نیک مردے کے بارے میں بتایا "... پھر اس کی قبر ستر در ستر گز فراخ کر دی جاتی ہے ...."

(جامع ترمذی۔ ج: ۱۔ ابواب الجنائز، باب۔ ماجاء فی عذاب القبر) ص: ۲۰۵

اب اگر عام مسلمان کی قبر اس قدر فراخ کر دی جاتی ہے تو انبیاء علیہم السلام پر کس قدر انعامات ہوں گے ہم ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

اصل بات یہ ہے کہ عالم برزخ کے احوال کا ہم ان ظاہری حواس اور محض دنیاوی عقل کے ساتھ ادراک نہیں کر سکتے۔ جو قرآن و حدیث میں بتایا گیا اس پر یقین کرنا ایک مسلمان کا فرض ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو میری قبر کے پاس درود پڑھے گا میں اسے سنوں گا اور جو مجھ پر دور سے درود پڑھے گا وہ مجھے پہنچایا جائے گا۔"

(مشکوٰۃ المصابیح۔ باب الصلوٰۃ النبیؐ عن بیہقی فی شعب الایمان۔ ص: ۸۷)

اس روایت سے دو باتیں ثابت ہوئیں:

۱۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پر درود شریف پڑھا جائے تو آپؐ سنتے ہیں اور ظاہر ہے کہ بدن اور روح کا گہرا اور زندہ ہونے کے انداز کا تعلق ہے تو ہی سنتے ہیں۔ جو لوگ آپؐ کے جسم اطہر اور روح مبارک کے درمیان کسی قسم کا تعلق نہیں مانتے وہ یقیناً گمراہ ہیں۔

۲۔ دُور سے درود شریف پڑھا جائے تو فرشتے پہنچاتے ہیں معلوم ہوا کہ آپؐ ہر جگہ حاضر و ناظر اور موجود نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی غیب دان یا ہر جگہ حاضر و ناظر یا مشکل کُشا یا حاجت روا ماننا یقیناً شرک اور آخری درجہ کی گمراہی ہے جس سے بچنا چاہیئے۔ مسئلہ حیات النبیؐ کے موضوع پر متقدمین ائمہ حدیث وفقہ نے بھی کتابیں لکھیں۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حیات الانبیاء اور اسی طرح امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے حیات الانبیاءؑ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے انباہ الاذکیاء فی حیات الانبیاء۔ جو آج کل عام ملتی ہیں۔ ان کا مطالعہ اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے کافی ہے۔ (لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شھید۔

معجزہ، کرامت اور استدراج

بعض اوقات کسی انسان کے ہاتھ پر ایسے کام صادر ہوتے ہیں جو کہ مادی اسباب کے نتیجہ میں نہیں ہوتے، بلکہ وہ کام انسان کے مادی وسائل اور عقل انسانی سے بلند ہوتے ہیں۔

ان کی دو اقسام ہیں:

- اگر یہ کام نبی و رسول کے ہاتھ پر صادر ہوں۔ مثلاً انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو جائیں کہ ہزاروں آدمی سیراب ہو جائیں۔ مُردہ زندہ ہو کر کلام کرے، چاند کے دو ٹکڑے ہو کر دوبارہ مل جائیں وغیرہ۔ تو اُن کو معجزہ کہا جاتا ہے یعنی عقل کو عاجز کر دینے والا کام۔
- بعض جاہل لوگ کہتے ہیں کہ فلاں کام فوج کا یا دورِ حاضر کا معجزہ ہے۔ یاد رکھیئے۔ معجزہ صرف نبی و رسول کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے فوج یا بادشاہ کے ہاتھ پر معجزے صادر نہیں ہوتے۔
- اگر عقل و مادی وسائل سے بالاتر کام کسی نیک مسلمان کے ہاتھ پر ظاہر ہو جو کہ نبی و رسول نہ ہو تو اس کو کرامت کہا جاتا ہے۔
- اگر معجزہ یا کرامت سے ملتا جلتا عام عقل میں نہ آنے والا کام کسی کافر یا بدمعاش و بے نمازی کے ہاتھ پر صادر ہو تو اسے استدراج یعنی شعبدہ بازی کہا جاتا ہے۔

یاد رہے کہ شعبدہ بازی کے چند مخفی اسباب ہوتے ہیں جن کی شعبدہ باز نے مشق کر رکھی ہوتی ہے یا

شیطان کی مدد حاصل ہوتی ہے مگر شعبدہ باز آدمی کسی نبی کے معجزہ اور نیک آدمی کی کرامت کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور نہ ہی معجزہ اور کرامت جیسا مکمل کام کر سکتا ہے بلکہ شعبدہ بازی ایک دھوکہ اور فریب نظری کا نام ہے تاکہ بدعقل اور جاہل لوگوں کو بے وقوف بنا کر اپنا کام نکالا جا سکے۔

- انسان کو چاہیئے کہ جب وہ کہیں جادو، شیطانی اثرات اور شعبدہ بازی کا کام ہوتا دیکھے تو فوراً اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھ کر پھونک دے ان شاء اللہ تعالیٰ شعبدہ بازی کا طلسم تار تار ہو جائے گا۔ اگر کوئی آدمی سورہ فاتحہ، آیت الکرسی اور قرآن مجید کی آخری تین سورتیں پڑھ کر بدن پر دم کرے۔ تو ہر جادو اور بیماری اور شیطانی اثر ختم ہو جائے۔ یہ عمل ہر نماز کے بعد مسلسل کیا کرے۔
- معجزہ کسی نبی و رسول کے اختیار میں نہیں ہوتا بلکہ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تب ہی ظاہر ہوتا ہے اور کرامت کا معاملہ بھی یہی ہے۔ البتہ استدراج یعنی شعبدہ بازی ایک فن ہے اور وہ ہر وقت دکھایا جا سکتا ہے۔
- معجزہ قرآن مجید اور حدیث مبارک دونوں سے ثابت ہے۔ اور معجزہ کا انکار دراصل قرآن و حدیث دونوں کا انکار ہے۔
- انبیاء علیہم السلام سے معجزات ظاہر ہوئے تاکہ عام آدمی کے سامنے ایسی عاجز کر دینے والی دلیل آجائے جس سے اسے رسالت و نبوت کا یقین ہو جائے۔ اب اگر وہ دلیل دیکھ کر بھی اسلام قبول نہ کرے تو اس نے جہنم خود خریدی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا ○ (بنی اسرائیل - ۵۹)	اور یہ معجزات تو ہم محض ڈرانے کے لیے بھیجتے ہیں۔

جیسے کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ معجزہ صرف اللہ کے اذن پر صادر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا کَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ ج (المؤمن - ۷۸)	اور کسی رسول کے اختیار میں نہ تھا کہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی معجزہ پیش کرتا۔

معجزاتِ انبیاء علیہم السلام

اب چند پیغمبروں کے معجزات کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ انگریز اور مغرب کے بے ایمان مصنفین کے وہ بدمعاش ایجنٹ جو معجزات کا انکار کرتے ہیں اور مسلمانوں کے اذہان میں اسلام کے متفقہ مسائل کے بارے

میں شک ڈال کر اپنے اسلام دشمن آقاؤں کو خوش کرتے ہیں ان کے اور عوام اہل اسلام کے سامنے یہ مسئلہ واضح ہو جائے۔ اس کے بعد وہ اگر سیدھی راہ پر چلیں تو ان کا اپنا ہی بھلا ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

① حضرت نوح علیہ السلام کا معجزہ

حضرت نوح علیہ السلام نے صدیوں تک تبلیغ کی مگر تھوڑے سے لوگ مسلمان ہوئے۔ آخر کار نافرمان قوم پر اللہ کا عذاب آیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کو ایک کشتی بنانے کا حکم ہوا۔ جب قوم پاس سے گزرتی تو مذاق کرتی کہ خشکی میں کشتی کہاں چلے گی؟ جب اللہ کا حکم ہوا تو آسمان سے پانی برسا، زمین کے سوراخوں بلکہ تنوروں سے بھی پانی کے چشمے بہ نکلے اور کسی کو پہاڑوں کی چوٹیوں پر بھی پناہ نہ ملی۔ جب کافر غرق ہو کر مر گئے تو اللہ تعالیٰ نے کشتی کو جودی پہاڑ پر روک دیا۔ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ماننے والے سب نیچے اُتر آئے۔ اسی طرح ہر جانور کا نر و مادہ ساتھ رکھا تھا۔ وہ بھی نیچے اُترا۔ اور دنیا دوبارہ آباد ہوئی۔ ان کو آدم ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ	یہاں تک کہ جب ہمارا حکم پہنچا اور تنور نے
قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ	جوش مارا، ہم نے کہا! کشتی میں ہر قسم کا جوڑا
اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ	نر مادہ چڑھائے اور اپنے گھر والوں کو مگر
عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ	وہ جن کے متعلق فیصلہ ہو چکا ہے اور سب
(ھود — ۴۰)	ایمان والوں کو۔

اس کی مزید تفصیل سورۃ ھود کی آیت نمبر ۳۵ سے لے کر ۴۸ تک آتی ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کا معجزہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو قوم ثمود کی طرف بھیجا۔ انہوں نے انہیں اللہ کی عبادت کرنے اور برے کاموں سے بچنے کا حکم دیا۔ قوم نے انکار کیا اور کہا کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی معجزہ پیش کرو۔ انہوں نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس قدر بڑی اونٹنی پیدا کر دی کہ جو قوم کے چشمہ کا سارا پانی پی جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ایک دن یہ اونٹنی پانی پیئے گی اور ایک دن قوم کے جانور پیئں گے۔ اور اگر اونٹنی کو نقصان پہنچایا تو اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا۔ قوم کے بدمعاشوں نے اونٹنی کو زخمی کر دیا تو قوم پر عذاب آیا اور انہیں ہلاک کر دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ	کہا! یہ اونٹنی ہے اس کے پینے کا ایک
وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۚ	دن ہے، اور ایک دن معین تمہارے پینے

وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ	کے لیے ہے اور اسے بُرائی سے ہاتھ نہ لگانا،
عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ○ فَعَقَرُوْهَا	ورنہ تمہیں بڑے دن کا عذاب آ پکڑے گا سو
فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ۙ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ؕ	انہوں نے اس کے پاؤں کاٹ دیئے پھر پشیمان
(الشعراء- ۱۵۵-۱۵۸)	ہوئے پھر انہیں عذاب نے آ پکڑا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو بت پرستی سے منع کیا۔ قوم نے انکار کیا۔ ایک دن یہ بت پرست قوم اپنے کسی میلے پر گئی تو ان کی غیر حاضری میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کے بت خانے میں جا کر سب بتوں کے کان ناک کاٹ دیئے۔ قوم نے واپس آ کر بتوں کا بُرا حال دیکھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر شک کرتے ہوئے پوچھا۔

انہوں نے جواب دیا کہ بتوں سے ہی پوچھ لو کہ کس نے ان کا ناس کیا ہے؟ قوم نے جواب دیا کہ وہ تو بول نہیں سکتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا! تف ہے تم پر اور تمہارے ان بتوں پر کہ کس قدر بیکار چیز کی پوجا کرتے ہو۔ قوم نے کہا: ابراہیم کو پکڑو اور انہیں آگ میں جلا دو۔ چنانچہ آگ کا ایک الاؤ تیار کیا گیا اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس میں ڈالا گیا تو وہ آرام دہ ٹھنڈی ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ	انہوں نے کہا، اگر تمہیں کچھ کرنا ہے تو اسے
اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ○ قُلْنَا يٰنَارُ	جلا دو، اور اپنے معبودوں کی مدد کرو، ہم
كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى	نے کہا: اے آگ! ابراہیم پر سرد اور
اِبْرٰهِيْمَ ۙ (الانبیاء- ۶۸-۶۹)	راحت ہو جا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ

حضرت داؤد علیہ السلام جب تورات پڑھتے تو پرندے جمع ہو جاتے جب تسبیح پڑھتے تو پہاڑ بھی ان کے ساتھ تسبیح پڑھتے۔ لوہے کو اس طرح ہاتھ سے موڑتے اور زرہیں بناتے جیسے گندھا ہوا آٹا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ	اور بے شک ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے
يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ	بزرگی دی تھی۔ اے پہاڑ ان کی تسبیح کی
وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۙ اَنِ اعْمَلْ	آواز کا جواب دیا کرو اور پرندوں کو تابع

سٰبِغٰتٍ وَّ قَدِّرْ فِی السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝ (السبا - ۱۰-۱۱)

کر دیا تھا۔ اور ہم نے ان کے لیے لوہا نرم کر دیا تھا کہ کشادہ زرہیں بنا اور اندازے سے کڑیاں جوڑ اور تم سب نیک کام کرو۔ بے شک میں جو تم کرتے ہو خوب دیکھ رہا ہوں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا معجزہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو روئے زمین پر سب سے بڑی سلطنت عطا فرمائی۔ درندے، پرندے انسان اور جنات سب ان کے ماتحت کر دیے۔ پرندوں اور دوسرے جانوروں کی بولیاں سکھائیں۔ ہوا بھی ان کے ماتحت کر دی۔ چنانچہ مہینوں کا سفر دنوں اور گھنٹوں میں طے کر لیتے۔ ان کے واقعات قرآن مجید میں کئی مقامات پر آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَاُوْتِیْنَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِیْنُ ۝ وَحُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّیْرِ فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ ۝ (النمل - ۱۶-۱۷)

اور سلیمان، داؤد کا وارث ہوا اور کہا: اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہمیں ہر قسم کے ساز و سامان دیے گئے ہیں۔ بے شک یہ صریح فضیلت ہے اور سلیمان کے پاس اس کے لشکر جن اور انسان اور پرندے جمع کیے جاتے پھر ان کی جماعتیں بنائی جاتیں۔

دوسری جگہ مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَیْنَ الْقِطْرِ ؕ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ یَّعْمَلُ بَیْنَ یَدَیْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَمَنْ یَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِیْرِ ۝ یَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ مِنْ مَّحَارِیْبَ وَتَمَاثِیْلَ وَجِفَانٍ

اور ہوا کو سلیمان کے تابع کر دیا تھا، جس کی صبح کی منزل مہینے بھر کی، اور شام کی منزل مہینے بھر کی راہ تھی، اور ہم نے اس کے لیے تانبے کا چشمہ بہا دیا تھا، اور کچھ جن اس کے آگے اس کے رب کے حکم سے کام کیا کرتے تھے اور جو کوئی ان میں سے ہمارے حکم سے پھر جاتا تھا تو ہم اسے آگ کا عذاب چکھاتے تھے، جو وہ چاہتا اس کے لیے بناتے تھے۔ قلعے اور تصویریں اور حوض

كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ط — جیسے لگن اور جمی رہنے والی دیگیں۔

(السبا۔ ۱۲-۱۳)

چنانچہ بیت المقدس کی عمارت بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے جنات نے تعمیر کی ہے جس کو دیکھ کر ہر شخص اندازہ کر لیتا ہے کہ یہ انسانی تعمیر نہیں بلکہ جناتی تعمیر ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شروع میں دو معجزات عطا ہوتے۔ جو مسلسل ساتھ رہے۔ لاٹھی زمین پر پھینکتے تو اژدھا بن جاتا اور اٹھاتے تو دوبارہ لاٹھی ہوتی۔ گریبان سے ہاتھ باہر نکالتے تو تیز چمکدار ہوتا اور دوبارہ گریبان میں ڈالتے تو عام ہاتھ کی طرح ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ط فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ط يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ قف اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ۝ اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ز	اور یہ کہ اپنی لاٹھی ڈال دے، پھر جب اسے دیکھا کہ سانپ کی طرح لہرا رہا ہے تو منہ پھیر کر الٹا بھاگا، اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ اے موسیٰ! سامنے آ اور ڈر نہیں۔ بے شک تو امن والوں سے ہے اپنے گریبان میں اپنا ہاتھ ڈال، وہ بغیر کسی عیب کے چمکتا ہوا نکلے گا۔

(القصص۔ ۳۱-۳۲)

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو خدائی کے دعویٰ سے توبہ کرنے اور بنی اسرائیل کو آزاد کرنے کا حکم دیا تو اس نے انکار کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دونوں معجزات دکھائے تو کہنے لگا۔ تم حکومت پر قبضہ کرنا چاہتے ہو۔ میرے جادوگروں کا مقابلہ کرو۔ اور حق بات یہ ہے کہ اسلام کے دشمن اور بدمعاش حکمران اکثر علماء کرام کو یہی کہتے ہیں کہ یہ علماء حکومت پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ گویا حکومت کرنا بدمعاشوں اور غنڈوں کا کام ہے اور شریفوں کا کام تو یہ ہے کہ غلام بن کر رہا کریں۔ کیسی بکواس ہے؟ یہ سب طاقت کی بدمستیاں ہیں۔

جب جادوگر بھی ہار گئے تو اب فرعون نے بنی اسرائیل پر ظلم کرنا شروع کر دیا تاکہ لوگ ڈر جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم پر بار بار عذاب نازل کیا۔ کبھی کھانے پینے میں خون آ جاتا، کبھی مینڈک آ جاتے۔ آخرکار اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کو لے کر دریا سے پار ہوئے۔ پار ہوتے وقت لاٹھی دریا پہ ماری تو بارہ راستے بن گئے اور فرعون نے پیچھا کیا تو وہ اور اس کی ساری فوج غرق ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۭ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۝ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ۝ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۝

پھر ہم نے موسیٰ کو حکم بھیجا کہ اپنی لاٹھی دریا پر مار، پھر پھٹ گیا، پھر ہر ٹکڑا بڑے ٹیلے کی طرح ہو گیا، اور ہم نے اس جگہ دوسروں کو پہنچا دیا، اور ہم نے موسیٰ کو اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو نجات دی پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا۔

(الشعراء ۔ ۶۳-۶۶)

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کو لے کر سامنے وسیع صحرا میں اترے تو وہاں کھانا وغیرہ کچھ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا سے من وسلویٰ اتارے۔ سفید سونف کی طرح میٹھی چیز آسمان سے برستی لوگ اسے جمع کر لیتے اور اندھیرے میں بٹیروں کی مثل پرندے جمع ہو جاتے، انہیں پکڑ کر کھاتے :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۝ اور ہم نے تم پر من وسلویٰ اتارا۔

(طٰہٰ ۔ ۸۰)

اب پیاس لگی تو پانی نہیں تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی، تو حکم ہوا کہ پتھر پہ لاٹھی مارو۔ اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ بنی اسرائیل بارہ قبیلے تھے۔ ہر قبیلے کا مخصوص چشمہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۭ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۭ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۭ

پھر جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا، تو ہم نے کہا! اپنے عصا کو پتھر پہ مار، سو اس سے بارہ چشمے بہ نکلے، ہر قوم نے اپنا گھاٹ پہچان لیا۔

(البقرۃ ۔ ۶۰)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ

جس طرح حضرت آدم علیہ السلام بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے۔ حضرت حواء علیہا السلام بغیر ماں کے پیدا ہوئیں اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے بغیر باپ کے پیدا ہوتے۔ ان کی ولادت کے بعد حضرت مریم علیہا السلام

گود میں لے کر آئیں تو قوم نے طعنے دیئے کہ کس کا بچہ ہے؟ حضرت مریم علیہا السلام نے ان کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ اس سے پوچھ لو۔ قوم نے کہا کہ یہ چھوٹا بچہ کس طرح کلام کرے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پہلے دن کلام فرمایا اور اپنا تعارف کرایا کہ:

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ قف اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۙ وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ ص وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا ۝ وَّبَرًّا بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ۝ وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ۝

(مریم ـ ۳۰ - ۳۳)

کہا، بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں، مجھے اس نے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے اور مجھے بابرکت بنایا ہے جہاں کہیں ہوں اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کی وصیت کی ہے۔ جب تک میں زندہ ہوں اور اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرنے والا (بنایا) اور مجھے سرکش بدبخت نہیں بنایا اور مجھ پر سلام ہے جس دن میں پیدا ہوا۔ اور جس دن مروں گا اور جس دن زندہ کرکے اٹھایا جاؤں گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام مٹی کے پرندے بناکر پھونک لگاتے، وہ اللہ کے حکم سے زندہ ہوکر اڑ جاتے۔ کوڑھی اور مادرزاد اندھے کو ہاتھ لگاتے تو وہ ٹھیک ہوجاتے، مُردے کو کہتے کہ اللہ کے حکم سے زندہ ہوجا تو وہ زندہ ہوجاتا۔ ایسی عقل سے بالاتر باتیں معجزات ہیں جو کہ کفار کو مغلوب کرنے اور انہیں یہ سمجھانے کے لیے پیش کی جاتی ہیں کہ یہ اللہ کے نبی و رسول ہیں۔ ان پہ ایمان لاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَنِّیْ قَدْ جِئْتُکُمْ بِاٰیَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ ۙ اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْہِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰہِ ج وَاُبْرِئُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ ج وَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ لا فِیْ بُیُوْتِکُمْ ط اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لَّکُمْ

بے شک میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نشانیاں لے کر آیا ہوں کہ میں تمہیں مٹی سے ایک پرندہ کی شکل بنادیتا ہوں۔ پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے اڑتا جانور ہوجاتا ہے اور مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کردیتا ہوں اور اللہ کے حکم سے مُردے کو زندہ کرتا ہوں اور تمہیں بتادیتا ہوں جو کھاکر آؤ۔ اور جو اپنے گھروں میں رکھ کر آؤ۔ اس میں تمہارے لیے

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ نشانیاں ہیں اگر تم ایماندار ہوتے

(آل عمران - ۴۹)

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تو شمار سے باہر ہیں۔ آپ کا سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید ہے ـــــــــ قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت اور تعلیمات کا مقابلہ ہرگز ممکن نہیں۔ عرب و عجم کے بے شمار غیر مسلم ادیب و شعراء ہر زمانہ میں گزرے۔ کئی لوگوں نے قرآن مجید کا مقابلہ کرنے کی ناکام کوشش کی مگر کوئی بھی قرآن مجید کے مقابلہ میں اس قدر فصاحت و بلاغت کی حامل عبارت نہیں لکھ سکا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ص وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○

اور اگر تمہیں اس چیز میں شک ہے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے تو ایک سورت اس جیسی لے آؤ اور اللہ کے سوا جس قدر تمہارے حمایتی ہوں بلالو، اگر تم سچے ہو۔

(البقرۃ - ۲۳)

دوسرا عظیم ترین معجزہ معراج ہے۔ ایک ہی رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس لے جایا گیا اور پھر وہاں سے ساتوں آسمانوں اور اس سے اوپر کی سیر کرائی گئی۔ جنت اور دوزخ دکھائے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا (بنی اسرائیل - ۱)

وہ پاک ہے، جس نے راتوں رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی۔ جس کے گرد اگرد ہم نے برکت رکھی ہے تاکہ ہم اسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔

احادیث مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی معجزات بیان ہوئے ہیں چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے:

- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہی رات میں مکہ سے بیت المقدس لے جایا گیا۔ پھر وہاں سے ساتوں آسمانوں کی سیر کرائی گئی۔ جنت دوزخ دکھائے گئے اور ساتوں آسمانوں کے اوپر سدرۃ المنتہیٰ سے بھی آگے اس دنیاوی بدن عنصری کے ساتھ تشریف لے گئے۔ حدیث معراج میں ہر حدیث کی کتاب میں ا

کی تفصیل ملتی ہے۔ دیکھئے: (صحیح البخاری۔ ج: ۱، باب بنیان الکعبۃ، باب المعراج، ص: ۵۴۹)
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا معجزہ صادر ہوا۔ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ مکہ والوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ انہیں کوئی نشان دکھائیں۔ آپؐ نے انہیں چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا (نشان) دکھایا۔

(صحیح البخاری ج: ۱، کتاب المناقب، باب قول اللہ تعالیٰ یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم ص: ۵۱۳
حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چاند کے دو ٹکڑے ہوئے تو حضور نبی اکرم صلی علیہ وسلم نے فرمایا: گواہ رہو۔ (یعنی میری نبوت پر گواہ رہو)

(صحیح البخاری ج: ۱، کتاب المناقب، باب قول اللہ تعالیٰ یعرفونہ کما یعرفون ابناھم ص: ۵۱۳
حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے فرمایا:
ایک رات کو قریش نے مکہ میں مشورہ کیا۔ بعض نے کہا: جب صبح ہو تو اسے باندھ لو (گرفتار کر لو) ان کی مراد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھی۔ بعض نے کہا: (نہیں) بلکہ اسے قتل کر دو، بعض نے کہا: بلکہ اسے باہر نکال دو۔
اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع کر دی۔ چنانچہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) اس رات کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر سوئے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نکل گئے اور غار میں چلے گئے۔ مشرکین رات بھر حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کا پہرہ دیتے رہے اور انہیں ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو سب نے ان پر حملہ بول دیا۔ جب حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی تدبیر الٹ دی۔ انہوں نے پوچھا: تمہارا ساتھی کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا: مجھے معلوم نہیں، لوگوں نے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں) آپؐ کا پیچھا کیا جب پہاڑ پر پہنچے تو (پاؤں کے نشانات) ان پر مل جل گئے۔ آخر پہاڑ پر چڑھے اور غار سے گزرے تو دیکھا کہ دروازے پر مکڑی نے جالا تن رکھا ہے کہنے لگے: اگر یہاں کوئی گیا ہوتا تو اس کے دروازے پر مکڑی کا جالا نہ ہوتا۔ آپؐ نے تین روز تک یہاں قیام فرمایا۔

(مشکوۃ المصابیح بروایت احمد رحمۃ اللہ علیہ) (باب فی المعجزات۔ الباب الثالث، ص: ۵۴۳
۶ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے مروی ہے کہ ایک اعرابی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں کس طرح پہچانوں کہ آپؐ نبی ہیں؟
آپؐ نے فرمایا: اگر میں اس کھجور کی شاخ کو بلاؤں وہ گواہی دے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلایا۔ وہ کھجور کے درخت سے اترنے لگی حتیٰ کہ گر
حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی (اور گواہی دی) پھر آپ نے فرمایا: واپس
تو وہ واپس چلی گئی۔ اعرابی مسلمان ہوگیا۔

(جامع الترمذی۔ ج: ۲، ابواب المناقب) ص: ۲۰۴

● حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
ہمراہ تھا۔ ہم اس کے بعض علاقوں کی طرف نکلے۔ جو بھی پہاڑ اور درخت سامنے آتا وہ کہتا:
اللہ کے رسولؐ آپ پر سلام ہو۔

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب المناقب) ص: ۲۰۴

● حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
کے تنے کے ساتھ (لگ کر خطبہ ارشاد فرمایا) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپؐ کے لیے ایک منبر
آپؐ نے اس پر خطبہ ارشاد فرمایا: تو وہ تنا اس طرح رویا جس طرح اونٹنی روتی ہے۔ حضور نبی
صلی اللہ علیہ وسلم اترے، اس کو چھوا۔ پھر وہ خاموش ہوکر پرسکون ہوا۔

(جامع الترمذی ج: ۲۔ ابواب المناقب) ۲۰۴

● حضرت جابر بن عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے روز لوگوں کو پیاس لگی۔
حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے (پانی) کی ایک چھاگل تھی۔ آپؐ نے وضو کیا۔ لوگ آپؐ
طرف دوڑے۔ آپؐ نے فرمایا، تمہیں کیا ہے؟ عرض کیا:
ہمارے پاس پانی نہیں کہ وضو کریں اور نہ پینے کے لیے ہے سوائے اس کے جو آپ کے پاس
آپؐ نے چھاگل میں اپنا ہاتھ رکھ دیا تو آپؐ کی انگلیوں سے چشموں کی طرح پانی ابلنے لگا۔ ہم
پیا اور وضو کیا۔
(راوی بتاتے ہیں) میں نے پوچھا! آپ کتنے تھے؟ فرمایا: اگر ہم لاکھ ہوتے تو بھی کافی تھا۔ ہم
سو تھے۔ (صحیح البخاری ج: ۱، کتاب المناقب) ص ۵۰۵، (باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

● غزوہ خندق میں مسلمانوں پر فاقہ تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی
چند آدمیوں کے لیے ان کے پاس کھانا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً ایک ہزار صحابہ کرام کو
تشریف لائے۔ آپؐ نے آٹے میں اپنا لعاب مبارک ڈالا اور اس طرح ہنڈیا میں بھی لعاب
"پھر فرمایا: روٹیاں پکانے والی کو بلاؤ وہ روٹیاں پکائے اور ہنڈیا سے چمچہ ڈال کر (سالن نکالو) اور

اتارو نہیں۔ (صحابہ کرام) کی تعداد ایک ہزار تھی۔ (حضرت جابر رضی اللہ عنہ) نے قسم کھا کر کہا: سب کھا کر فارغ ہوئے۔ اور فارغ ہو کر چلے گئے۔ مگر ہماری ہنڈیا اس طرح بھری ہوئی تھی اور آٹے سے اسی طرح روٹیاں پکائی جا رہی تھیں۔

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب المغازی) ص: ۵۸۹ (باب غزوۃ الخندق وھی الاحزاب)

۶ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے دو صحابی اندھیری رات میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکلے تو دونوں کے ساتھ دو چراغوں کی طرح (روشنی) تھی جو اُن کے آگے آگے روشن کر رہی تھی جب دونوں جدا ہوئے تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک ایک ہو گئی۔ حتیٰ کہ وہ اپنے گھر آ گیا۔

(صحیح البخاری ج: ۱ کتاب المناقب) ص: ۵۱۴، باب قول اللہ تعالیٰ یعرفون کما یعرفون ابناءہم کے بعد والا باب)

حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے ..... "ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ کے ساتھ کھانا کھاتے تھے تو ہم کھانے کی تسبیح سنتے تھے۔"

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب المناقب) ص: ۲۰۴ (باب جاء فی آیات نبوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باب)

کوئی نبی، نفع ونقصان کا مالک نہیں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کام یہ ہے کہ لوگوں کو دین کی دعوت دیں مگر ہدایت دے ڈالنا آپ کے اختیار میں نہیں۔ اس طرح کسی چیز کے حلال وحرام کرنے کا اختیار بھی نبی کو نہیں ہوتا اور نہ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے نفع ونقصان کے مالک ہیں۔ یہ تمام اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ	بے شک تو ہدایت نہیں کر سکتا جسے تو چاہے
اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ	لیکن اللہ ہدایت کرتا ہے جسے چاہے اور
أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝ (القصص-۵۶)	وہ ہدایت والوں کو خوب جانتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار فرمایا کہ میں شہد نہیں کھاؤں گا حالانکہ آپ نے شہد حرام قرار نہیں دیا مگر اس سے خطرہ تھا کہ لوگ اسے حرام سمجھیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ	اے نبی، آپ کیوں حرام کرتے ہیں جو اللہ نے
اللَّهُ لَكَ ۖ (التحریم - ۱)	آپ کے لیے حلال کیا ہے۔

چنانچہ آپؐ نے شہد استعمال فرمایا۔

کوئی نبی نفع و نقصان کا مالک نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۱۔ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ (الاعراف ۔ ۱۸۸)

(اے نبی) کہہ دو، میں اپنی ذات کے نفع و نقصان کا بھی مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے۔

۲۔ قُلْ اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۝ (الجن ۔ ۲۱)

کہہ دو، میں نہ تمہارے کسی ضرر کا مالک ہوں اور نہ کسی بھلائی کا۔

مندرجہ بالا دونوں آیات میں صاف فرما دیا کہ کوئی نبی کسی دوسرے کے نفع و نقصان یا اپنے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوتا۔ دراصل یہ خدائی صفات ہیں جن میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اب جو قرآن مجید سے اختلاف کرے وہ خود سوچے کہ اس کا انجام کیا ہوگا؟

ہر نبی و رسول بشر اور انسان ہوتا ہے

کفار نے اعتراض کیا کہ ایک انسان ہمیں کس طرح ہدایت دے سکتا ہے، ان کے نزدیک انسانیت اور رسالت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے وضاحت کی اور فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِىْٓ اِلَيْهِمْ (الانبیاء ۔ ۷)

اور ہم نے تجھ سے پہلے بھی تو آدمیوں کو ہی کو رسول بنا کر بھیجا تھا، ان کی طرف ہم وحی بھیجا کرتے تھے۔

اس کے بعد مزید وضاحت کی اور فرمایا:

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝ (الانبیاء ۔ ۸)

اور ہم نے ان کے ایسے بدن بھی نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔

ایک جگہ فرمایا:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ (الرعد ۔ ۳۸)

اور البتہ تحقیق ہم نے تجھ سے پہلے کئی رسول بھیجے اور ہم نے انہیں بیویاں اور اولاد بھی دی تھی۔

مندرجہ بالا تین آیات میں بتایا کہ پہلے زمانہ میں بھی ہر نبی انسان تھا۔ اور وہ کھانا کھاتے تھے۔ ان کے بیوی بچے تھے۔ یہ سب باتیں ایک انسان ہونے کی علامت ہیں۔ ویسے بھی انسانوں کی طرف انسان ہی رسول ہو تو اس سے مانوس ہو کر تعلیم حاصل کی جا سکتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشر تھے

آج کل بعض جاہل لوگ سمجھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آدمی یا بشر کہنا گستاخی ہے حالانکہ بشر ہی تو ساری مخلوق میں افضل تریں ہے اور قرآن مجید نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر بتایا۔ کہیں رجل (مرد) بتایا۔ چنانچہ فرمایا:

۱۔ أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ رَجُلٍ مِّنْهُمْ (یونس — ۲)
کیا اس بات سے لوگوں کو تعجب ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک مرد کے پاس وحی بھیج دی۔

۲۔ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ (آل عمران — ۱۶۴)
اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا ہے جو ان میں سے رسول بھیجا۔

مندرجہ بالا آیات میں بتایا کہ کیا ایک مرد پر وحی آنے سے لوگوں کو حیرت ہے؟ اور دوسری آیت میں بتایا کہ ان یعنی انسانوں میں ایک انسان کو رسول بھیجنا اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ کفار نے اعتراض کیا کہ ہمارے لیے زمین سے چشمہ جاری کر دو۔ یا تمہارا کوئی بڑا سا باغ ہو جس میں نہریں بہتی ہوں یا ہم پر آسمان گرا دو یا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے تیرے ساتھ آئیں یا تیرا سونے کا مکان ہو۔ یا تو آسمان پر چڑھے اور ہمارے سامنے کتاب لے کر آئے۔ ان سب باتوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا ۝
کہہ دو، میرا رب پاک ہے، میں تو فقط ایک بھیجا ہوا بشر (آدمی) ہوں۔

(بنی اسرائیل — ۹۳)

یعنی ان تمام باتوں کا جواب تو اللہ تعالیٰ ہی دے سکتا ہے۔ میں تو ایک رسول اور ایک بشر (آدمی) ہوں۔ ایک آدمی کے بس میں نہیں ہیں۔ یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کو قوت حاصل ہے اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے بارے وضاحت کے ساتھ فرمایا:

قُلْ إِنَّمَآ أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ
کہہ دو، کہ میں بھی تمہارے جیسا بشر (آدمی)

اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ج ہوں. میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ (الکہف - ۱۱۰)

یاد رہے کہ بشر کا معنی ہے آدمی. اب جو شخص اس کا انکار کرے. اس نے قرآن مجید کا انکا کیا. بعض لوگ دھوکہ دیتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ لوگ اپنے مرتبہ کا بشر مانتے ہیں حالانک یہ الزام جھوٹ اور دجل صریح ہے. سب سے بڑا درجہ انبیاء علیہم السلام کا ہے اور ان کے بعد صحابہ کر اور اہل بیت کا درجہ ہے ان کے بعد علماء کرام اور اولیائے کرام کا درجہ ہے پھر عام مسلمانوں کا در ہے۔ درجہ بڑا ہونے سے کسی کی بشریت چھن نہیں جاتی. اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت دے۔

کوئی نبی و رسول غیب دان نہیں

آج کل لوگوں میں "علم غیب" کا مسئلہ اکثر زیر بحث رہتا ہے. اس کے بارے میں لوگوں کے تین گروہ ہیں۔

ایک گروہ کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب دان نہیں. کوئی نبی و رسول یا ولی غیب دا نہیں صرف اللہ تعالیٰ ہی غیب دان ہے۔

دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ نبی و رسول بلکہ ولی بھی غیب دان ہیں اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کرام کو غیب دان نہ جاننا بے ادبی و گستاخی ہے۔

تیسرے گروہ کا خیال ہے کہ یہ معمولی اور فروعی اختلافات ہیں. ان کی کوئی خاص اہمیت نہیں اس مسئلہ پر ہم قدرے تفصیل سے بحث کریں گے کیونکہ باطل اور گمراہ فرقوں کے شرک کرنے کے زیادہ تر امور اس مسئلہ سے وابستہ ہیں۔

یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ اگر قرآن مجید اور حدیث مبارکہ کسی مسئلہ کے بارے میں واضح طور پر کچھ فیصلہ کر دیں تو کتاب و سنت کے فیصلہ کا انکار سخت ترین جرم ہے اور کتاب و سنت کے متفقہ فیصلہ کو فروعی اور معمولی اختلافی معاملہ قرار دینا انتہائی درجہ کا گدھا پن بلکہ انکار کی ایک صو اس سلسلہ میں پہلے قرآن مجید کی آیات پھر مفسرین کرام کی توضیحات اور پھر احادیث مبارکہ نقل کی جا تاکہ یہ مسئلہ پوری طرح واضح ہو جائے۔

اسلام کی اصطلاح میں علم غیب سے مراد ان اشیاء کا علم ہے کہ جن اشیاء کو مادی حواس، سائنس آلات اور علمی تحقیقات اور انسانی غور و فکر کے ذریعہ سے معلوم نہ کیا جا سکے. ان کے معلوم کرنے کا ص

یک ذریعہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی و رسول کو بتائے اور نبی و رسول، قوم کو بتا دے۔ اس کے سوا معلوم کرنے کا کوئی دوسرا ذریعہ نہ ہو۔ جیسے کہ جنت، دوزخ، سات آسمان، عرش، کرسی، قیامت کا آنا، علاماتِ قیامت وغیرہ۔

ان چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی ہوئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا اور وحی ہونے کے بعد یہ اصطلاحی طور پر غیب دانی نہیں ہوتی۔

اسی طرح کشف کا معاملہ ہے کہ جب کسی نیک بندے کو کشف ہُوا تو وہ الہام کی ایک صورت ہے۔ وحی اور غیب دانی الگ چیز ہے۔ ان دونوں کو گڈمڈ کر کے انہیں غیب دانی قرار دینا حد درجہ کی بد دیانتی ہے۔

صرف اللہ تعالیٰ ہی غیب دان ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ بتایا کہ کائنات میں میرے سوا کوئی غیب دان نہیں۔ فرمایا:

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ ؕ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ۝ (النمل - ۶۵)	تو کہہ: نہیں جانتا جو آسمانوں اور زمین میں ہے غیب کو اللہ کے سوا، اور نہیں جانتے کہ کب جی اٹھیں گے

اللہ تعالیٰ کے اس واضح اعلان کے بعد ایک مسلمان کا کام ایمان لانا ہے اور بس!

مخلوق کی اقسام

اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کی مخلوق پیدا فرمائی:

۱۔ جمادات پیدا کیں۔ جیسے کہ پتھر، مٹی وغیرہ۔ اب ہر شخص خوب سمجھتا ہے کہ ایک پتھر کا ٹکڑا یا مٹی کا ڈھیلا غیب دان نہیں ہو سکتا۔ اس میں تو اٹھنے اور چلنے تک کی صلاحیت بھی نہیں۔

۲۔ نباتات جیسے کہ درخت اور پودے وغیرہ۔ ان کے بارے میں بھی ہر شخص جانتا ہے کہ جن پودوں میں کلام کرنے کی قوت نہیں۔ زمین پر پڑے گوبر، مٹی اور پانی کو خوراک بنانے پر مجبور رہیں وہ ہرگز غیب دان نہیں ہو سکتے۔

۳۔ حیوانات جیسے گدھے اور بلیاں وغیرہ۔ اگرچہ حیوانات میں نباتات سے کچھ زیادہ صلاحیتیں ہیں مگر علم حاصل کرنے اور تحقیق کی قوت سے محروم گدھے اور بلیاں غیب دان نہیں ہوسکتیں۔ یہ بات بھی ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

اس کے بعد ہمارے علم کی حد تک تین قسم کی مخلوق باقی رہ جاتی ہے

۱۔ جنات ۲۔ فرشتے ۳۔ انسان

یہ خطرہ ہوسکتا ہے کہ ان میں سے کوئی غیب جانتا ہو۔ اب آئیے قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں ان تینوں کی غیب دانی کا حال معلوم کریں۔

جنات غیب دان نہیں

اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق جنات ہے جو آگ سے پیدا ہوئی۔ طاقت ور اور طویل العمر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو جنات پرندوں، درندوں، انسانوں اور ہواؤں پر حکومت عطا کی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر پر جنات کو مقرر کیا۔ وہ بڑے بڑے پتھر اٹھا لاتے۔ ابھی تعمیر مکمل نہ ہوئی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آگیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی وفات کو جنات پر مخفی کردیا۔ وہ وفات کے بعد ایک برس تک لاٹھی کے سہارے کھڑے رہے۔ جنات انہیں زندہ سمجھ کر کام میں مصروف رہے اور بیت المقدس کی تعمیر مکمل ہوگئی۔ ایک سال کے اندر لاٹھی کو گھن کھا گیا اور وہ گر پڑے۔ اب جنات کو معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام انتقال فرما چکے ہیں اور اعتراف کیا کہ ہم غیب دان نہیں ہیں۔ اگر ہم غیب دان ہوتے تو اس عرصہ تک کیوں مجبور ہوکر کام میں لگے رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ ۖ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ ﴿سبا-۱۴﴾	پھر جب ہم نے اس پر موت کا حکم کیا، تو انہیں اس کی موت کا پتہ نہ دیا، مگر گھن کے کیڑے نے جو اس کے عصا کو کھا رہا تھا، پھر جب وہ گر پڑا تو جنوں کو علم ہوا کہ اگر وہ غیب کو جانتے ہوتے تو اس ذلت کے عذاب میں نہ پڑے رہتے۔

تفسیر ابن کثیر میں وضاحت ہے: "جب گھن نے اسے کھا لیا تو وہ (لکڑی) کمزور ہوگئی اور زمین پر گر گئے۔ اب معلوم ہوا کہ وہ ایک طویل مدت پہلے ہی وفات پا چکے ہیں۔ چنانچہ جنات اور انسانوں کے سامنے یہ بات کھل کر آگئی کہ جنات غیب نہیں جانتے جیسے کہ انہیں وہم تھا اور لوگ بھی اس وہم میں

مبتلا تھے۔" (تفسیر ابن کثیر ج: ۲-ص: ۵۲۹)

فرشتے غیب نہیں جانتے

فرشتوں میں کلام کرنے، علم سیکھنے سکھانے کی قوت موجود ہے۔ نُور سے پیدا ہوئے۔ بڑی قوت اور بلند پروازی کے مالک ہیں۔ اگر یہ خطرہ محسوس کیا جائے کہ شاید فرشتے غیب دان ہوں تو قرآن مجید کی سورۃ البقرہ دیکھئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بتایا؛ زمین میں ایک خلیفہ پیدا کرنے والا ہوں تو فرشتوں نے عرض کیا۔ اے اللہ ہم تیری حمد و ثنا بیان کرتے ہیں اور یہ پیدا ہونے والی مخلوق کہیں زمین پر فساد برپا نہ کر دے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ فرمایا میں جو کچھ جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔

(البقرۃ — ۳۰)

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ انہیں چیزوں کے نام سکھائے۔ اس کے بعد فرشتوں سے پوچھا کہ ذرا ان چیزوں کے نام بتاؤ تو فرشتوں نے عرض کیا:

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا	انہوں نے کہا، تُو پاک ہے، ہم تو اتنا ہی جانتے
عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ○	ہیں جتنا تُو نے ہمیں بتایا ہے بے شک تو بڑے
قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ	علم والا حکمت والا ہے۔ (اللہ) نے فرمایا:
فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ	اے آدم! ان چیزوں کے نام بتاؤ، پھر
اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ	جب آدم نے انہیں ان کے نام بتائے، فرمایا:
وَ الْاَرْضِ ۙ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ	کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا؟ کہ میں آسمانوں
وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ○	اور زمین کے غیب کو جانتا ہوں اور تم ظاہر کرتے ہو
(البقرہ — ۳۲، ۳۳)	اور چھپاتے ہو اُسے بھی جانتا ہوں۔

مندرجہ بالا دونوں آیات سے واضح ہُوا کہ فرشتے غیب دان نہیں جس قدر بتا دیا جاتا ہے وہ جانتے ہیں۔ اور بتائے جانے کے بعد وہ چیز اصطلاحی علم غیب میں داخل نہیں۔

کوئی انسان غیب نہیں جانتا

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے انسان سب سے زیادہ اوصاف کا مالک ہے۔ بات کرنا، سننا، علم سیکھنا سکھانا علمی و سائنسی تحقیقات کرنا، حکومتیں قائم کرنا اور نت نئی باتیں سوچنا اس کا عام معمول ہے۔

انسانوں میں سے بعض کافر ہیں جو ڈنگروں سے بھی بدتر ہیں۔ بعض عام مسلمان ہیں، بعض بلند درجہ کے

علماء و اولیاء کرام ہیں۔ ان سے بلند درجہ کے مالک صحابہ کرام و اہل بیت ہیں اور ان سب سے بلند درجہ انبیاء و رسل علیہم السلام ہیں۔

اگر یہ ثابت ہو جائے کہ انبیاء علیہم السلام غیب دان نہیں تو ان سے چھوٹے درجہ کے بزرگوں کا غیب دان نہ ہونا بدرجہ اولیٰ ثابت ہو جائے گا۔

آئندہ صفحات میں انبیاء علیہم السلام کے بارے میں قرآن مجید کا نظریہ پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام غیب نہیں جانتے

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ انہیں جنت میں بہترین مقام عطا فرمایا۔ شیطان یہ دیکھ کر غصہ کے مارے جل اٹھا۔ انہیں جنت سے نکلوانے کی ترکیبیں سوچنے لگا اور حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے قسم کھا کر جھوٹ بول دیا! کہ اس ممنوعہ درخت کو کھا لیں گے تو ابدی زندگی حاصل ہو گی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے غلط فہمی میں آکر پھل کھا لیا اور جنت سے نکلنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کے بارے میں بتایا:

وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ ۙ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ (الاعراف۔ ۲۱، ۲۲)

اور ان کے روبرو قسم کھائی کہ البتہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں، پھر انہیں دھوکہ سے مائل کر گیا۔

اب اگر حضرت آدم علیہ السلام غیب دان ہوتے، تو صاف فرماتے: جاؤ مسٹر شیطان! میں غیب دان ہوں اور تم جھوٹ بولتے ہو۔

حضرت نوح علیہ السلام غیب دان نہیں

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں پانی کا ایک طوفان آیا۔ ان کا ایک بیٹا ایمان نہیں لایا تھا وہ بھی غرق ہو گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بیٹے کے لیے درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْــَٔلْنِ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ (ھود۔ ۴۶)

فرمایا! اے نوح! وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے کیونکہ اس کے عمل اچھے نہیں ہیں، سو مجھ سے مت پوچھ جس کا تجھے علم نہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے جب انہیں عذاب لانے کے لیے کہا اور تکبر کیا تو انہوں نے صاف فرما دیا کہ میں غیب دان نہیں ہوں اور نہ فرشتہ ہوں بلکہ ایک انسان ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَكٌ (ھود۔ ۳۱)

اور میں تمہیں نہیں کہتا، کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔

اس آیت کی تشریح میں ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اور آپ غیب دان بھی نہیں ہیں۔ ہاں جو اللہ نے (بذریعہ وحی) بتا دیا وہ معلوم ہو گیا اور نہ ہی آپ فرشتے ہیں۔" (تفسیر ابن کثیر ج: ۱، ص: ۴۴۳)

حضرت ابراہیم علیہ السلام غیب نہیں جانتے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس انسانی صورت میں ان کے ہاں بیٹا پیدا ہونے کی خوشخبری دینے کے لیے فرشتے آئے۔ وہ انہیں انسان سمجھ کر ایک بچھڑا پکا کر لائے جب انہوں نے کھانے پر ہاتھ نہیں بڑھایا تو ڈرے کہیں دشمن کے آدمی نہ ہوں۔ فرشتوں نے گھبراہٹ دیکھ کر تسلی دی اور بتایا کہ ہم فرشتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ واقعہ بیان فرمایا:

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ۝ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ۝ (ھود - ۶۹، ۷۰)	اور ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے۔ انہوں نے کہا! سلام! اس نے کہا: سلام! پس دیر نہ کی کہ ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آیا۔ جب دیکھا ان کے ہاتھ اس تک نہیں پہنچتے تو انہیں اجنبی سمجھا اور ان سے ڈرا۔ انہوں نے کہا: خوف نہ کرو۔ ہم تو لوط کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام غیب دان ہوتے تو فرشتوں کو انسان سمجھ کر بچھڑا پکا کر نہ لاتے اور ان سے نہ ڈرتے۔ بلکہ کہتے: میاں میں غیب دان ہوں جانتا ہوں کہ تم فرشتے ہو۔ اور تم سے ڈر کاہے کا؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو بیٹا ہونے کی خوشخبری دی۔ وہ بوڑھی تھی۔ اسے بھی حیرت ہوئی۔ چنانچہ فرمایا:

قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ ۝ (ھود - ۷۲)	وہ بولی! اے افسوس! کیا میں بوڑھی ہو کر جنوں گی! میرا خاوند بھی بوڑھا ہے۔ یہ تو ایک عجیب بات ہے۔

پتہ چلا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی محترم بیوی بھی غیب دان نہ تھی ورنہ تعجب کیوں ہوتا۔

حضرت لوط علیہ السلام غیب نہیں جانتے

حضرت لوط علیہ السلام کو ایک بدکار قوم کی طرف تبلیغ کرنے کے لیے بھیجا گیا۔ انہوں نے

بہتیری نصیحت کی مگر قوم نے حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ آخر کار عذاب کے فرشتے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں آئے۔ حضرت لوط علیہ السلام ان کو دیکھ کر سخت غمگین ہوئے کہ آج سخت آزمائش کا دن ہے قوم بدمعاش ہے۔

قوم کو خوبصورت لڑکوں کی آمد کا علم ہوا تو بھاگتی ہوئی آئی حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: خدا کے بندو! اللہ سے ڈرو مگر قوم نے نہ مانا۔ آخر کار کہنے لگے۔ کاش میں مقابلہ کی قوت رکھتا میری برادری وغیرہ ہوتی یا مضبوط قلعہ ہوتا۔ فرشتوں نے ان کی بے چینی دیکھ کر تسلی دی کہ ہم فرشتے ہیں۔ آپ گھبرائیے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ ۝ قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ لَنْ یَّصِلُوْۤا اِلَیْکَ

(ھود ـــ ۸۰-۸۱)

کہا! کاش کہ مجھے تمہارے مقابلہ کی طاقت ہوتی یا میں کسی زبردست سہارے کی پناہ لیتا۔ فرشتوں نے کہا: اے لوط، بے شک ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے (فرشتے) ہیں یہ تم تک ہرگز نہیں پہنچ سکیں گے۔

فرشتوں کی تسلی کے بعد انہیں اطمینان ہوا۔ البتہ قوم کی ہلاکت کا افسوس ایک طبعی امر ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام غیب نہیں جانتے

حضرت یعقوب علیہ السلام کے عزیز ترین فرزند حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے ایک کنوئیں میں ڈال دیا تاکہ باپ کی توجہات کے خود مرکز بن جائیں اور آ کر کہہ دیا کہ اسے بھیڑیا کھا گیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جواب دیا:

وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ ۝

(یوسف ـــ ۱۸)

اور اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں اس بات پر جو تم بیان کرتے ہو۔

مگر یہ نہیں کہا، جاؤ جاؤ! میں غیب دان ہوں۔ یوسفؑ فلاں کنوئیں میں پڑا ہے اسے نکال لاؤ۔ اس کے بعد یوسف علیہ السلام مصر پہنچ گئے۔ برسوں قید کاٹی۔ پھر حکومت ملی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اس طویل جدائی کا غم سہتے رہے یہاں تک کہ بینائی جاتی رہی۔ جب ان کے بھائیوں نے غلہ حاصل کرنے کے لیے مصر کا سفر کیا اور بنیامین کو بھی وہیں چھوڑنا پڑا۔ اس کی خبر ملتے ہی حضرت یوسف علیہ السلام کا غم تازہ ہو گیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے غم کی شدت کا اندازہ اس آیت سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب بنیامین کے قید ہونے کی خبر ملی۔ اس کی تفصیل اللہ تعالےٰ نے بتائی۔

وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰٓاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ۝ (یوسف — ۸۴)	اور اس نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہا: ہائے یوسف! اور غم سے اس کی آنکھیں سفید ہوگئیں۔ پس وہ سخت غمگین ہوا۔

اب اگر وہ غیب داں ہوتے تو اس قدر غم کی کیا ضرورت تھی۔ آدمی بھیجتے یا خود تشریف لے جاتے اور مصر سے حضرت یوسف علیہ السلام کو لے آتے یا خود وہاں جا کر ملاقات کر لیتے۔

اولاد یعقوب غیب نہیں جانتی

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس رکھ لیا۔ اس کے لیے یہ طریقہ استعمال کیا کہ شاہی پیمانہ ان کے غلے میں چھپا دیا جب قافلہ چلا تو شاہی ملازم نے کہا: کہ تم چور ہو۔ انہوں نے کہا! تلاشی لے لو۔ تلاشی لینے پر بنیامین کے غلے میں سے پیمانہ نکل آیا۔ وہاں کے قانون کے مطابق بنیامین کو حضرت یوسف علیہ السلام کا غلام بننا پڑا۔ اب بھائیوں کو فکر ہوا۔ انہوں نے باہم مشورہ کیا۔ بڑے بھائی نے کہا۔ جاؤ، والد صاحب کو بتاؤ کہ تمہارے بیٹے نے چوری کی۔ بظاہر یہی معاملہ ہے اور اصل بات اللہ جانے۔ کیونکہ ہم غیب نہیں جانتے۔ فرمایا:

اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ۝ (یوسف — ۸۱)	تم اپنے باپ کے پاس لوٹ جاؤ، اور کہو! اے ہمارے باپ! تیرے بیٹے نے چوری کی، اور ہم نے وہی کہا جس کا ہمیں علم تھا، اور ہمیں غیب کی خبر نہ تھی۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام غیب نہیں جانتے

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرت عیسٰی علیہ السلام سے پوچھے گا کہ کیا تم نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے علاوہ خدا بنا لینا؟ وہ جواب دیں گے۔

سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۚ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ (المائدہ — ۱۱۶)	تو پاک ہے، مجھے لائق نہیں کہ ایسی بات کہوں کہ جس کا مجھے حق نہیں۔ اگر میں نے یہ کہا ہوگا تو تجھے ضرور معلوم ہوگا، جو میرے دل میں ہے تو جانتا ہے، اور جو تیرے دل میں ہے وہ میں نہیں جانتا، بے شک تو ہی سب غیبوں کا جاننے والا ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم غیب نہیں جانتے

حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم کی بلند شان کے پیش نظر خطرہ ہو سکتا تھا کہ بعض شرک پسند جاہل اور توحید سے نفرت کرنے والے گندے عناصر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب دان قرار دے کر ادب کی آڑ میں اسلامی توحید کے خلاف سازش کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کئی آیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غیب دان ہونے کی نفی فرمائی۔ اور یہ بتایا کہ غیب دان ہونا صرف اللہ تعالیٰ کی شان ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شرک سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۱۔ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَیَّ ؕ (الانعام — ۵۰)

کہہ دو میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے۔

اس آیت میں آپؐ نے فرما دیا کہ میں غیب نہیں جانتا۔ اب جنت، دوزخ اور دوسری باتیں بذریعہ وحی معلوم ہوئیں۔ وحی اور غیب کو گڈمڈ کر کے لوگوں کو فریب دینا ایک بد دیانت آدمی کا کام ہے۔

ایک جگہ فرمایا:

۲۔ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۖۚ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۚ (الاعراف — ۱۸۸)

کہہ دو میں اپنی ذات کے نفع و نقصان کا بھی مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے، اور اگر میں غیب کی بات جان سکتا تو بہت کچھ بھلائیاں حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔

اس آیت میں وضاحت فرمائی کہ اگر میں غیب دان ہوتا تو کفار کے حملوں کا پیشگی بچاؤ کر لیتا۔ اور اُحد اور دوسرے غزوات میں آپؐ زخمی نہ ہوتے بلکہ ایک سیکنڈ پہلے پیچھے ہٹ جاتے اور کفار کی تلوار سے بچ جاتے۔ مزید فرمایا:

۳۔ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِیْ مَا يُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ ؕ (احقاف — ۹)

کہہ دو، میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں، اور میں یہ نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور نہ تمہارے ساتھ۔

یعنی دنیا میں کیا حالات پیش آئیں گے اور کیسی کیسی آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ان کا مجھے علم نہیں۔

سورۃ یوسف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا :

۱۔ ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ج وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ○ (یوسف — ۱۰۲)

یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تیری طرف وحی کرتے ہیں اور تو اُن کے پاس نہیں تھا جبکہ انہوں نے اپنا ارادہ پکا کر لیا اور وہ تدبیریں کر رہے تھے۔

یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعات پہلے دَور کی خبریں ہیں۔ ہم نے آپؐ کی طرف وحی کی۔ تو معلوم ہُوا۔ ب وحی کو غیب دانی کہنا خالص بددیانتی ہے اور ساتھ یہ بھی بتادیا کہ آپ وہاں نہیں تھے جب وہ تدبیریں رہے تھے۔ اس طرح حاضر و ناظر بھی نہ ہوئے۔ پس غیب دان اور حاضر ناظر صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے چاہے رک کی چاٹ رکھنے والے غصہ سے جل مریں۔

حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت پر جو بحث ہوئی اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا :

۔ ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ط وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ص وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ○ (آل عمران — ۴۴)

یہ غیب کی خبریں ہیں، ہم تیری طرف انہیں وحی کرتے ہیں، اور تو ان کے پاس نہ تھا جب وہ اپنا قلم ڈال رہے تھے کہ مریم کی پرورش کون کرے ؟ اور تو ان کے پاس نہیں تھا جبکہ وہ جھگڑ رہے تھے۔

مندرجہ بالا آیت میں بھی یہی بتایا کہ یہ باتیں ہم نے وحی کے ذریعے آپؐ کو بتائیں ورنہ آپؐ وہاں وجود نہ تھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعات بیان کرتے ہوئے فرمایا :

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ صلے وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ○ (یوسف — ۳)

ہم تیرے پاس بہت اچھا قصہ بیان کرتے ہیں۔ اس واسطے کہ ہم نے تیری طرف یہ قرآن بھیجا ہے اور تو اس سے پہلے البتہ بے خبروں میں سے تھا۔

یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعات کی وحی ہونے سے پہلے آپؐ کو ان کا علم نہیں تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام سے واقعات کے بارے میں آپؐ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا :

۷۔ تِلْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ؕ (هود — ۴۹)

یہ غیب کی خبریں ہیں۔ جنہیں ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔ اس سے پہلے نہ تو آپ ہی جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم جانتی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مدینہ میں کچھ منافقین تھے جو آپ کی مجلس میں بھی بیٹھ[تے] ان کے بارے وضاحت فرمائی:

۸۔ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ؕ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۛ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ (التوبہ — ۱۰۱)

اور تمہارے گرد و نواح کے بعض گنوار منافق ہیں اور بعض مدینہ والے بھی نفاق پر اڑے ہوئے ہیں تم انہیں نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ منافقین سے آگاہ کیا گیا۔ تو آپؐ نے کچھ لوگوں کو نا[م لے] لے کر مسجد سے نکال دیا۔ (مزید تفصیل کے لیے تفسیر ابن کثیر ج: ۲، ص: ۳۸۴، ۳۸۵ دیکھئے)

مندرجہ بالا آیات سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب دان نہیں ہیں

اور جو گمراہ آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب دان جانتا ہے مندرجہ بالا آٹھ آیات بلکہ اس موضوع پر قرآن مجید کی کثیر آیات کا انکار کر کے اپنے لیے جہنم کے کچھ حاصل نہیں کر رہا۔

اور حیرت ہے کہ قرآن مجید کے احکامات سے انکار کا نام ادب رکھا ہوا ہے یعنی قرآن مجی[د کے] مقابلہ میں غنڈہ گردی کا نام شرافت اور خر مستی کا نام خرد مندی رکھ دیا۔

کوئی رسول غیب دان نہیں

قیامت کے دن کے حالات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ (المائدہ — ۱۰۹)

جس روز اللہ تمام رسولوں کو جمع کرے گا۔ پھر کہے گا! تمہیں (ان امتوں کی طرف سے) کیا جواب ملا؟ وہ عرض کریں گے! ہمیں کچھ نہیں بے شک تمام غیبوں کو تو ہی جانتا ہے

یعنی انبیاء علیہم السلام عرض کریں گے۔ اے اللہ کریم غیب دان آپ ہیں۔ آپ ان کے دل کا
خوب جانتے ہیں مگر یہ کسی نے بھی نہیں کہا کہ میں غیب دان ہوں۔ قرآن مجید کی آیات سے پورے
طور پر واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب دان نہیں۔ کوئی جن یا فرشتہ یا پیغمبر غیب نہیں جانتا۔
وحی ہونے کے بعد خبر ہو جاتی ہے اور جو خبر وحی ہونے کے بعد حاصل ہو وہ غیب دانی میں داخل
نہیں۔ اگر ایسا ہو تو ساری کائنات ہی غیب دان بن جائے۔ اس لیے کہ سب لوگوں کو انبیاء علیہم السلام
کے بتانے سے معلوم ہو گیا کہ جنت دوزخ موجود ہے قیامت کب آئے گی وغیرہ ذٰلک۔ اللہ تعالیٰ
سب کو ہدایت دے اور ہر قسم کے شرک و بدعت سے بچائے۔ آمین۔

مسئلہ علم غیب مفسرین کی نظر میں

بعض گمراہ اور شرک کی گندی چاٹ رکھنے والے عناصر ایک آیت کا غلط معنی کر کے لوگوں کو
حامی توحید سے گمراہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن۔ ۲۶، ۲۷)	وہ غیب جاننے والا ہے، اپنے غیب کی باتوں پر کسی کو واقف نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسول کو۔

مندرجہ بالا آیت میں سب سے پہلے یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ غیب دان ہے۔ پھر بتایا کہ اپنے غیب
کی باتوں مثلاً جنت، دوزخ اور دوسرے امور پر صرف اپنے رسول کو آگاہ فرمایا۔ اب آگاہی صرف
وحی کے ذریعہ ہوتی ہے۔ جب وحی کے ذریعہ بتایا تو یہ غیب دانی نہ رہی بلکہ وحی ہوئی۔ وحی اور غیب دانی
کو گڈمڈ کرنا اسلام کی کچھ خدمت نہیں بلکہ یہ دھوکہ اور گمراہی کی راہ ہے۔

ہر زمانہ کے قابلِ اعتماد علمائے تفسیر نے اس آیت کے تحت، اس آیت کا جو مفہوم بیان کیا ہے
آج کل کے لوگوں سے زیادہ معتبر ہے۔

"امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے کسی برگزیدہ رسول کو کچھ غیب
کی خبر (بذریعہ وحی) دیتا ہے تاکہ غیب کی یہ خبر دینا، (کافروں کے مقابلہ میں) اس کا
معجزہ ہو جائے۔"
(تفسیر مدارک التنزیل۔ ج: ۴، ص: ۲۲۷)

امام قرطبی رحمۃ اللہ نے فرمایا:

"کیونکہ وہ اپنے برگزیدہ رسول کو اپنے غیب میں سے جس چیز پر چاہتا ہے باخبر کر دیتا

ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ معجزات کے ساتھ رسولوں کی تائید کی جاتی ہے اور کچھ غیب کی خبر (بذریعہ وحی) دینا معجزات میں سے ہے"۔

امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"مگر جس رسول کو اپنے کچھ غیب کے علم کے لیے چُن لیتا ہے تاکہ وہ (خبر) اس کے لیے معجزہ ہو جائے"۔ (تفسیر بیضاوی)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"لیکن برگزیدہ رسول کو اللہ تعالیٰ صرف اس بعض غیب پر مطلع کرتا ہے جو اس کے فریضۂ رسالت سے متعلق ہو"۔ (تفسیر روح المعانی)

یعنی پردۂ غیب کی باتیں اس لیے بتائی جاتی ہیں کہ جن کے اظہار کے ذریعہ کافروں کی بحث کاٹی جا سکے یا اسلام کے کسی حکم کو صحیح ثابت کیا جا سکے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی صداقت واضح ثبوت پیش کیا جا سکے۔

الغرض تمام مفسرین کرام نے اس قسم کی خبر دینے کو معجزہ شمار کیا اور یہ خبر ہمیشہ وحی کے ذریعہ ہوئی۔ پھر آپؐ نے لوگوں کو بتایا۔ اب اگر وحی کے بعد معلوم ہونے والی خبر سے رسول اللہ صلی اللہ عیب دان بن جاتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے سے عوام بھی غیب دان کیوں نہ بن گئے؟ دراصل نبی کی صفت کہ اسے وحی کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت کہ وہ غیب دان دونوں کو ملا کر عوام کو دھوکہ دینا صریح بددیانتی اور گمراہی کی راہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ صرف اللہ تعا ہی غیب دان ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مخلوق غیب دان نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو غیب دان سمجھنا شرک اور اسلام سے غداری ہے۔

نیز اس آیت سے ایسا مفہوم نکالنا جو تمام دوسری واضح آیات کے خلاف ہو یہ ش بددیانتی ہے۔

مسئلہ علم غیب حدیث کی نظر میں

قرآن مجید کی آیات اور مفسرین کرام کی توضیحات کے بعد اب جناب رسول اللہ صلی اللہ کی احادیث مبارکہ پیش کی جاتی ہیں تاکہ جو ایمان لانے میں مخلص ہو، وہ سیدھی راہ پائے اور بددیانت ہے اس پر دلیل قائم ہو جائے۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے استخارہ میں یہ الفاظ فرمائے:

"پس بے شک تُو قادر ہے اور مَیں قادر نہیں، اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو ہی غیب دان ہے"۔ (صحیح بخاری ج:۲، کتاب الدعوات ...... باب الدعاء عند الاستخارہ ص ۹۴۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمادی کہ اے اللہ تو غیب دان ہے چاہے مشرک اور دشمنانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بدعتی غصہ سے جل مریں۔

۲۔ حدیثِ احسان میں جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے بارے پوچھا کہ کب آئے گی، تو آپؐ نے فرمایا:

"جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا"۔

(صحیح بخاری ج:۱، کتاب الایمان ص: ۱۲)

۳۔ ایک مقدمہ کا فیصلہ کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میں ایک بشر ہوں، اور میرے پاس (مقدمہ لے کر) آتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ایک (فریق) دوسرے سے باتوں میں زیادہ ماہر ہو۔ اور میں اس کی وجہ سے اس کے حق میں اس کو سچا جانتے ہوئے فیصلہ کر دوں تو یہ دوزخ کا ایک ٹکڑا ہوگا۔ اب اگر اس کا جی چاہے تو اسے لے یا چھوڑ دے"۔ (صحیح بخاری ج:۲، کتاب الاحکام، باب القضاء فی قلیل المال وکثیرہ ص: ۱۰۶۵)

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے تو سامنے بیٹھ کر باتیں بنانے والے کے بارے میں یہ اندیشہ کیوں ظاہر کرتے؟

۴۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں تشریف لے گئے تو میں نے آپؐ کے لیے وضو کا پانی رکھ دیا۔ آپؐ نے پوچھا! یہ کس نے رکھا ہے؟ آپؐ کو بتایا گیا۔ (کہ یہ ابن عباس نے رکھا ہے)

آپؐ نے فرمایا: اے اللہ، ان کو دین کی سمجھ (یعنی دین کا علم) عطا فرما۔

(صحیح بخاری ج: کتاب الوضو، باب وضع الماء عند الخلاء ص: ۲۶)

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے قرآن مجید کے پہلے مفسر حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہی ہیں۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب دان ہوتے تو یہ کیوں پوچھتے کہ کس نے پانی رکھا ہے؟ بلکہ فرماتے: کہ میں غیب دان ہوں۔ ابن عباسؓ نے یہ پانی رکھا ہے۔

۵۔ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم راستہ میں پڑی ایک کھجور

کے پاس سے گزرے تو فرمایا: "اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ شاید یہ صدقے کی کھجور ہو تو میں اسے اٹھا کر کھا لیتا۔"
(صحیح بخاری ج: ۱، کتاب اللقطۃ، باب اذا وجد تمرۃ فی الطریق ص: ۳۲۸)

اس موقع پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا کہ میاں میں غیب دان ہوں یہ کھجور فلاں قسم کی ہے صدقہ کی یا دوسری۔

۶۔ ایک سیاہ فام مرد یا عورت مسجد میں رہا کرتا تھا۔ اور مسجد کی صفائی کرتا تھا اس کا انتقال ہو گیا۔ صحابہ کرام نے اسے دفن کر دیا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بتایا۔ ایک دن آپؐ نے اس کا ذکر کیا اور پوچھا: اس آدمی کا کیا ہوا؟ (یعنی وہ کہاں ہے؟) صحابہ نے عرض کیا: وہ فوت ہو چکا ہے اے اللہ کے رسولؐ!

آپؐ نے فرمایا: تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟ عرض کیا وہ ایسا ایسا تھا۔ اس کا قصہ یہ تھا۔ راوی بتاتے ہیں کہ اس کو معمولی درجہ کا قرار دیا۔ آپؐ نے فرمایا: مجھے اس کی قبر بتاؤ۔ راوی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر تشریف لائے اور اس کے لیے دعا کی۔"
(صحیح بخاری ج: ۱ کتاب الجنائز، باب الصلوٰۃ علی القبر بعد ما یدفن ص: ۱۷۸)

اگر آپؐ غیب جانتے تو یہ نہ پوچھتے کہ وہ کہاں ہے اور اس کی قبر بتاؤ بلکہ فرماتے وہ فوت ہو گیا اور یہ اس کی قبر ہے۔

۷۔ غزوہ حنین میں فتح کے بعد جب بنی ہوازن کا وفد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قیدیوں کو چھڑانے کے لیے حاضر ہوا۔ آپؐ نے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو قیدی واپس کرنے کی ترغیب دی صحابہ کرام نے رضامندی ظاہر کر دی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میں نہیں جانتا کہ تم میں سے کس نے (خوشی سے) اجازت دی اور کس نے (ناخوشی سے) اجازت دی اس لیے واپس جاؤ۔ ہر قبیلے کا سردار اپنے اپنے قبیلے کی رپورٹ دے۔ چنانچہ وہ واپس چلے گئے اور ان کے سرداروں نے ان سے بات چیت کی پھر واپس آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ وہ خوش ہیں اور انہوں نے (خوشی سے) اجازت دی ہے۔
(صحیح بخاری ج: ۲ کتاب الاحکام، باب عرفاء للناس ص: ۱۰۶۴)

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے تو یہ فرماتے کہ بھائی میں جانتا ہوں کہ تم خوشی سے اجازت دے رہے ہو۔ اس لیے سب قیدی آزاد۔

۸۔ بعض گمراہ لوگ یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات کے وقت غیب دان بنا دیا

گیا۔ اس حدیث سے اس جھوٹ کا پردہ بھی چاک ہو جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ کا فرمان ہے:

... "قیامت کے دن سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے۔ پھر سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا۔ تو کیا دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا ایک پایہ پکڑے کھڑے ہیں۔ پس میں نہیں جانتا کہ وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا انہیں کوہِ طور کی بے ہوشی کا صلہ مل گیا۔"

(صحیح بخاری ج: ۲ کتاب الرقاق، باب نفخ الصور، ص: ۹۶۵)

۔ قیامت کے روز بدعتی گروہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوضِ کوثر سے محروم اور آپ کے دربار سے مردود ہوں گے۔ چنانچہ کچھ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض پر آئیں گے مگر ان کو روک دیا جائے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر فرشتے جواب دیں گے۔

"آپؐ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپؐ کے بعد (دین میں) کیا کیا نئی چیز (بدعات) ایجاد کیں۔

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الحوض، ص: ۹۷۴)

ایک روایت میں ہے کہ

"آپؐ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپؐ کے بعد (دین میں) کیا نئی چیزیں ایجاد کیں، تو میں کہوں گا: دفع کر دو، دفع کر دو، جس نے میرے بعد (دین کو) بدلا۔"

(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب الحوض، ص: ۹۷۴)

مندرجہ بالا احادیث سے بھی ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب دان نہیں۔ غیب دان ہونا رف اللہ تعالیٰ کی شان ہے جو بدمعاش آدمی اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی طرح کا شرک کرے۔ ہ مسلمانوں سے دور ہوا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن مجید، حدیث مبارک اور آثارِ صحابہ کرام سے ثابت شدہ اسلام پر ائم رکھے اور ایمان کی حالت میں دنیا سے جائیں اور زبان پر ہو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

انبیاء علیہم السلام کی باہمی فضیلت

اگرچہ اللہ تعالیٰ نے بعض رسولوں کو بعض پر افضلیت بخشی ہے مگر ہمارے لیے یہ جائز نہیں کہ نبیاء علیہم السلام کا باہمی مقابلہ اس طرح کریں کہ کسی کی عزت افزائی ہو اور کسی کی توہین ہو۔ کسی کو کم درجہ کا بتائیں اور کسی کو مقابلہ کر کے بڑے درجے کا بتائیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اللہ کے اس حکم پر خاص دھیان رکھیں۔ فرمایا:

لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ قف — ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے۔ (البقرہ — ۲۸۵)

یعنی سب رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں اور کسی کی شان میں تحقیر کا کلمہ نہیں نکالتے بلکہ سب ہی افضل ہیں۔ البتہ یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی۔ ہمارا بھی یہی عقیدہ ہونا چاہیے مگر اس انداز میں مقابلہ کرنا جرم ہے کہ کسی کی عزت و شان میں کمی آئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ م — یہ سب رسول ہیں، ہم نے ان میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ (البقرۃ — ۲۵۳)

نیز فرمایا:

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰی بَعْضٍ — اور ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ (بنی اسرائیل — ۵۵)

مندرجہ بالا آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء و رُسل علیہم السلام کو بعض پر فضیلت بخشی۔ یہی ہمارا ایمان ہے مگر ایسا مقابلہ نہ کرے کہ کسی نبی و رسول کی تنقیص و تحقیر پائی جائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی و رسول ہیں مگر اللہ کے بیٹے نہیں

اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا اور اس میں تعجب کی بھی کوئی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی کو پیدا کرنے کے لیے ماں باپ کا محتاج نہیں ہے، وہ چاہے تو درختوں پر پھلوں کی طرح بچے لگا دے، زمین سے انسانوں کو اُگانا شروع کر دے۔ وہ ہر چیز پر قدرت والا ہے۔

مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے باعث ماں باپ دونوں کے ذریعہ دنیا میں انسانیت پیدا فرمائی البتہ کسی جگہ یہ طریقہ خود ہی توڑ دیا تو وہ مالک و مختار ہے۔ اسے کوئی ٹوکنے والا نہیں۔

حضرت مریم علیہا السلام ایک پاک دامن خاتون تھیں۔ بیت المقدس کی خدمت پر مامور تھیں۔ ان کے لیے حضرت ذکریا علیہ السلام نے الگ کمرہ بنوا دیا تھا۔ یہ کنواری تھیں۔ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا فرشتہ آیا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکِ بِکَلِمَۃٍ مِّنْہُ قلے — جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! اللہ تجھ کو ایک بات کی اپنی طرف سے بشارت دیتا

اِسۡمُهُ الۡمَسِيۡحُ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ وَجِيۡهًا فِي الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ وَمِنَ الۡمُقَرَّبِيۡنَ ۙ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الۡمَهۡدِ وَكَهۡلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ۝ قَالَتۡ رَبِّ اَنّٰى يَكُوۡنُ لِىۡ وَلَدٌ وَّلَمۡ يَمۡسَسۡنِىۡ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰٓى اَمۡرًا فَاِنَّمَا يَقُوۡلُ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ ۝ (آل عمران - ۴۵، ۴۷)

ہے۔ اس کا نام مسیح عیسٰی بیٹا مریم کا ہوگا۔ دنیا اور آخرت میں مرتبے والا اور اللہ کے مقربوں میں سے ہوگا، اور جب کہ وہ ماں کی گود میں ہوگا تو لوگوں سے باتیں کرے گا اور جبکہ وہ ادھیڑ عمر کا ہوگا اور نیکوں میں سے ہوگا۔ مریم نے کہا: اے میرے رب! مجھے بیٹا کیسے ہوگا؟ حالانکہ مجھے کسی آدمی نے ہاتھ نہیں لگایا۔ فرمایا: اسی طرح! اللہ جو چاہے پیدا کرتا ہے جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو یہی کہتا ہے کہ "ہوجا" تو وہ ہوجاتا ہے۔

مندرجہ بالا آیت میں صراحت فرمادی کہ حضرت مریم علیہا السلام کنواری تھیں۔ انہیں کسی مرد نے ہاتھ نہیں لگایا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ بچپن میں کلام فرمایا۔ اگر کسی کو شبہ ہو کہ ماں باپ کے بغیر بچہ کس طرح پیدا ہوسکتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا۔ فرمایا:

اِنَّ مَثَلَ عِيۡسٰى عِنۡدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ ۝ (آل عمران - ۵۹)

بے شک عیسیٰ کی مثال، اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے، اسے مٹی سے بنایا پھر اُسے کہا! "ہوجا" پھر وہ ہوگیا۔

اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے اللہ کے بیٹے قرار پائیں گے تو حضرت آدم علیہ السلام تو ماں باپ دونوں کے بغیر پیدا ہوئے۔ وہ بیٹے کیوں نہیں قرار پائے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اولاد اور خاندان سے پاک ہے۔ اور کسی کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دینا بہت بڑا جھوٹ اور شدید قسم کی غنڈہ گردی ہے جس کا انجام ابدی جہنم کے سوا کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنۡ يَّتَّخِذَ مِنۡ وَّلَدٍ ۙ سُبۡحٰنَهٗ ؕ (مریم - ۳۵)

اللہ کی شان نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے، وہ پاک ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ مخلوق کی تمام صفات یعنی پیدا ہونے، اولاد اور بیوی و خاندان رکھنے وغیرہ سب باتوں سے پاک اور بلند ہے۔ جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت عزیر علیہ السلام یا کسی دوسرے کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن، کافر اور ملعون ہیں۔

وہ شخص خدا یا خدا کا بیٹا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ جو دنیا میں بچہ کی صورت میں پیدا ہو۔ پھر جوان ہو اور

گرفتاری کا خطرہ محسوس کرے۔ روزانہ کھانے پینے کا ضرورت مند ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ط كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ط اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ٥ (مائدہ — ۷۵)

مریم کا بیٹا مسیح تو صرف ایک رسول ہی ہے جس سے پہلے اور بھی رسول گزر چکے ہیں اور اس کی ماں سچی ہے۔ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ دیکھ ہم انہیں کیسی دلیلیں بتاتے ہیں، پھر دیکھ وہ کہاں اُلٹے جاتے ہیں۔

مزید فرمایا:

قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ط (المائدہ — ۱۷)

کہہ دے، پھر اللہ کے سامنے کس کا بس چل سکتا ہے؟ اگر وہ چاہے کہ مریم کے بیٹے مسیح اور اس کی ماں اور جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کو ہلاک کر دے۔

مندرجہ بالا آیات میں سمجھایا گیا کہ جو بچہ کی صورت میں پیدا ہو۔ کھانے پینے کا ضرورت مند ہو۔ وہ ہرگز خدا یا اُس کا بیٹا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ تو ہمیشہ سے ہمیشہ تک ہے۔ اس کی ذات و صفات دائمی ہیں۔ وہ کھانے پینے کا محتاج نہیں۔ اور نہ ہی اس پر فنا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ساری کائنات جس میں حضرت عیسٰی علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام ہیں سب کو ختم کر دے۔ اس کو کوئی ٹوک نہیں سکتا۔

اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت دے اور صداقت پر ایمان لانے کی توفیق بخشے۔ عیسائیوں کا غلط عقیدہ ہے کہ خدا تین ہیں یا اس کے تین حصے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی بکواس بند کرنے کا حکم دیا اور فرمایا:

وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ط اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ط اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ط سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ م (النساء — ۱۷۱)

اور نہ کہو کہ خدا تین ہیں، اس بات کو چھوڑ دو تمہارے لیے بہتر ہوگا۔ بے شک اللہ اکیلا معبود ہے اور وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی اولاد ہو۔

دوسری جگہ فرمایا:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ط (المائدہ — ۷۲)

بے شک وہ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تو وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے۔

عیسائی دنیا کے لیے ایک بات انتہائی قابلِ شرم ہے کہ وہ یہودی قوم جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کی شدید توہین کرتی ہے انبیاء علیہ السلام کی قاتل اور روئے زمین کی سب سے زیادہ درندہ صفت، سود خور، بے غیرت اور خبیث قوم ہے۔ آج کا عیسائی محض مسلمانوں کی دشمنی کے باعث فلسطین میں انہیں آباد کرتا اور ان کی امداد کرتا ہے۔ آج کا عیسائی بھی حضرت عیسٰی علیہ السلام کا اس قدر دشمن ہے۔ جس قدر یہودی۔ اس لیے کہ دشمن کا دوست دشمن ہوتا ہے۔ یہودی حضرت عیسٰی علیہ السلام کے دشمن ہیں۔ اور عیسائیوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے دشمن کے ساتھ دوستی لگا رکھی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ جب قربِ قیامت میں دجال اور یہودیوں کو تباہ کرنے کے لیے حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے تو وہ عیسائیوں کو اسلام لانے کا حکم کریں گے اور جو اسلام قبول نہیں کرے گا اسے قتل کر کے جہنم رسید کریں گے۔ اب اگر کوئی عیسائی یہ اعتراض کرے کہ زبردستی دین منوانا غلط بات ہے تو جواب یہ ہے کہ تم جانو اور حضرت عیسٰی علیہ السلام۔ یہ بات ان سے پوچھو!

حضرت عیسٰی علیہ السلام کو سولی پر نہیں چڑھایا گیا بلکہ زندہ آسمان پر اٹھا لیا گیا

حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں یہودیوں کا جھوٹا گمان ہے کہ آپؑ کو سولی پر چڑھا دیا گیا اور وفات پا کر دفن ہو گئے۔

عیسائی اس باطل نظریے کے قائل ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو سولی پر چڑھایا گیا۔ وفات پائی، مدفون ہوئے پھر تیسرے دن قبر پھٹی اور زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے۔

عیسائیوں اور یہودیوں کے مشترکہ دلال قادیانی دجال اور اس کے ماننے والے یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو سولی پر چڑھا دیا گیا۔ پھر زخمی حالت میں اتار دیا گیا اور چھپ کر بھاگ گئے اور کشمیر پہنچ کر باقی زندگی گمنامی میں گزار دی۔

ان سب کفار کے مقابلہ میں اسلام واقعی حقیقت بتاتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو یہودیوں نے گرفتار کر لیا مگر سولی پر چڑھا نہیں سکے۔ جو آدمی انہیں جیل خانے سے لینے کے لیے گیا۔ اس کی اوپر کی شکل حضرت عیسٰی علیہ السلام کی بن گئی اور نیچے کا دھڑ وہی رہا۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ حالت میں اس عنصری بدن کے ساتھ آسمان پر اٹھا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ	حالانکہ انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ سولی
شُبِّهَ لَهُمْ ط وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا	پر چڑھایا، لیکن ان کو اشتباہ ہو گیا اور

فِيۡهِ لَفِىۡ شَكٍّ مِّنۡهُ ؕ مَا لَهُمۡ بِهٖ مِنۡ عِلۡمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ‌ ۚ وَمَا قَتَلُوۡهُ يَقِيۡنًا ۙ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيۡهِ‌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيۡزًا حَكِيۡمًا ○

(النساء - ۱۵۷، ۱۵۸)

جن لوگوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے وہ بھی دراصل شک میں مبتلا ہیں۔ ان کے پاس بھی اس معاملہ میں کوئی یقین نہیں ہے محض گمان ہی کی پیروی ہے انہوں نے یقیناً مسیح کو قتل نہیں کیا بلکہ اسے اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا۔ اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

مندرجہ بالا آیات میں وضاحت فرمادی کہ

۱- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ قتل کیا گیا اور نہ سولی چڑھایا گیا۔

۲- ان کو اس دنیاوی بدن کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھا لیا گیا۔

۳- اس وقت کے لوگوں کو مغالطہ ہو گیا کہ جس کو سولی دیا جارہا ہے وہ کیا واقعی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں یا کوئی دوسرا آدمی؟ اس لیے کہ اوپر کا دھڑ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نظر آتا تھا اور نیچے کا دھڑ اور طرح کا تھا بلکہ جتنے آدمی جیل خانہ میں انہیں لینے گئے تھے واپسی پر ان میں سے ایک کم تھا۔

یاد رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نصف پیدائش انسانی ہے اور نصف ملکوتی ہے۔ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر ملکوتی زندگی گزار رہے ہیں۔ بعض عیسائی اور ان کے ایجنٹ مرزائی اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر بلند ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر ہیں تو اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مرتبہ بڑھ گیا۔ جواب یہ ہے کہ دنیاوی طور پر اونچا نیچا ہونے سے درجات نہیں بڑھتے۔ کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ بلند فضاؤں میں اُڑنے والے مردار خور گدھ زمین پر چلنے والے نیک انسانوں سے بلند درجے کے ہیں۔ بلکہ جب حضرت عیسیٰ السلام زمین پر چلتے پھرتے تھے۔ اس وقت بھی مُردار خور گدھ اور دوسرے پرندے فضاؤں میں بلندیوں پر پرواز کرتے تھے مگر جس میں ذرا بھی عقل ہے وہ یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ یہ پرندے ان سے بڑھ گئے۔ عقل مند کے لیے اسی قدر کافی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب دمشق میں اتریں گے۔ دجال اور قوم کو فنا دیں گے۔ اور یہودیوں کی مدد کرنے والے عیسائیوں اور دوسری کافر اقوام کو خوب سزا دیں گے پھر اسلام کے مطابق چالیس برس تک حکومت کریں گے اور مدینہ منورہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار میں دفن ہوں گے۔

مزید تفصیل کے لیے اس کتاب کے حصۂ عقائد میں علامات قیامت کو ملاحظہ کیجئے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں

ایک مسلمان یقین رکھتا ہے کہ حضرت آدم علیہ وسلم سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک بھیجے جانے والے تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام سچے اور اللہ تعالیٰ کے فرستادہ ہیں۔ سب پر ہمارا ایمان ہے۔ البتہ جس نبی و رسول کا زمانہ پائیں گے اس کی شریعت و تعلیم پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔ چونکہ ہم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے اس لیے آپؐ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن مجید پر عمل کرنا ضروری ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط (الفتح - ۲۹) — محمد اللہ کے رسول ہیں۔

دوسری جگہ فرمایا:

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ط وَ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ (البقرۃ — ۲۵۲) — یہ اللہ کی آیتیں ہیں، ہم تمہیں ٹھیک طور پر پڑھ کر سناتے ہیں اور بے شک (اے محمدؐ) تو ہمارے رسولوں میں سے ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں انبیاء علیہم السلام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار اور رسولوں کی تعداد تین سو پندرہ بتائی گئی ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح۔ باب بدء الخلق وذکر الانبیاء علیہم السلام ص۵۱۱)

البتہ انسان کو چاہیئے کہ وہ یہ اقرار کرے میں تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان رکھتا ہوں چاہے ان کی تعداد کس قدر ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام پہلے نبی تھے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی و رسول ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا چاہے مسیلمہ کذاب ہو، یا قادیانی دجال یا ایران کا بھائی دجال ہو، یا کوئی اور ہو یہ سب کافر، مرتد اور واجب القتل ہیں۔

تورات وانجیل کی بشارت

پہلی آسمانی کتابوں تورات وانجیل میں بھی حضور صلی اللہ علیہ کی رسالت کی گواہی موجود ہے یہ شہادتیں بہت سی تھیں مگر یہود و نصاریٰ کے پادریوں نے فرقہ پرستی اور محض دنیاوی مقاصد کی خاطر انہیں چھپا دیا، یا بدل دیا۔ اس کے باوجود اب بھی آیات موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ز

(الاعراف - ۱۵۷)

وہ لوگ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو نبی امی ہے جسے اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خوشخبری دی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ط

(الصف - ۶)

اور جب عیسیٰ بن مریم نے کہا: اے بنی اسرائیل، بے شک میں اللہ کا تمہاری طرف رسول ہوں، تورات جو مجھ سے پہلے ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہوں، اور ایک رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہو گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی اسمائے مبارکہ ہیں جن میں سے محمدؐ اور احمدؐ زیادہ معروف ہیں۔

اُمّی نبیؐ اور اُمّی اُمت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی انسان سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا بلکہ ہر نبی و رسول کو سکھانے والا خود اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے تاکہ کوئی آدمی یہ شبہ نہ ڈال سکے کہ نبی بڑا ادیب تھا۔ خود ہی کلام گھڑ لیا۔ اور پیش کر دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک اَن پڑھ عرب قوم میں پیدا ہوئے۔ اور ان کی وساطت سے ساری دنیا کو اسلام کی دعوت دی۔ اس لیے آپؐ کو امی نبی اور آپ کی امت کو امی امت کہا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود جو قرآن مجید آپؐ نے دنیا کے سامنے پیش کیا آج تک کے بڑے بڑے شعراء اور ادیب اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یہ کتاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اختراع کردہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؐ پر نازل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ

اور اس سے پہلے نہ تو کوئی کتاب پڑھتا

مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ (العنکبوت ـ ۴۸)

تھا اور نہ اُسے اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتا تھا، اس وقت البتہ باطل پرست شک کرتے ۔

نیز فرمایا:

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (الجمعۃ ـ ۲)

وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں ایک رسول انہیں میں سے بھیجا۔

یاد رہے کہ اہلِ مکہ زیادہ تر اَن پڑھ تھے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کی طرف رسول ہیں

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک آنے والی ساری مخلوق کی طرف رسول بناکر بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (الاعراف ـ ۱۵۸)

کہہ دو، اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں

دوسری جگہ فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (السبا ـ ۲۸)

اور ہم نے جو آپ کو بھیجا ہے تو صرف سب لوگوں کو خوشخبری سنانے اور ڈرانے کے لیے بھیجا ہے ۔

مندرجہ بالا آیات میں وضاحت کر دی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک تمام مخلوق کی طرف رسول ہیں اور آپؐ کا کام یہ ہے کہ لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیں جو ایمان لائے ۔ اُسے جنت کی خوشخبری دیں اور جو انکار کرے اسے جہنم سے ڈرائیں ۔ اب اگر اسلام قبول کرے گا تو اس کا اپنا بھلا ہو گا اور اگر انکار کیا تو خود ہی جہنم خریدا ۔

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری کائنات کے لیے رحمت بنایا ۔ اس لیے کہ جب لوگ آپ پر ایمان لائیں گے تو عذاب سے بچیں گے اور اللہ تعالیٰ کی رضا و جنت حاصل کریں گے یہی سب سے بڑی رحمت ہے ۔ فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (الانبیاء ـ ۱۰۷)

اور ہم نے تو تمہیں تمام جہانوں کے لیے رحمت بناکر بھیجا ہے ۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخر میں ظاہر ہونے والے نبی و رسول ہیں۔ آپؐ کی امت آخری امت ہے اور آپؐ پر نازل ہونے والی کتاب آخری کتاب یعنی قرآن مجید آخری کتاب ہے۔ البتہ پہلے زمانہ کے ایک نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب زمانہ میں دمشق میں نازل ہوں گے۔ دجال اور اس کے مددگار یہودیوں کا مکمل صفایا کریں گے۔ یہودیوں کی مدد کرنے والے عیسائی اور دوسرے کفار کو ان کی غنڈہ گردی پر سزا دیں گے۔

مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہو کر کوئی نیا نبی یا رسول نہیں ہوگا اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت یا رسالت ملے گی۔ اب جو نبوت یا رسالت کا دعویٰ کرے وہ کافر و مرتد واجب القتل ہے جیسے کہ قادیانی دجال اور ایران کا بہائی دجال اور ان کے پیروکار دونوں ہی کافر اور مرتد ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے حضرت ابراہیم علیہ السلام بچپن میں وفات پا گئے اور دوسرے بیٹے قاسم اور طاہر بھی بچپن میں وفات پا گئے۔ کیونکہ آپ کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متبنیٰ بنا لیا تھا۔ لوگ انہیں زید بن محمدؐ کہنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا کہنے سے منع کیا اور حکم دیا کہ ہر آدمی اس کے اصل باپ کے نام سے پکارا جائے۔

لوگوں میں رواج تھا کہ منہ بولے بیٹے کو اصل بیٹا قرار دیتے۔ اور اس کی منکوحہ بیوی کے ساتھ اس کی وفات ہونے یا طلاق دینے کے بعد نکاح کرنا حرام سمجھتے۔

اسلام نے جاہلیت کی اس غلط رسم کو مٹایا۔ اس سلسلہ میں یہ بات بھی واضح کر دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بیٹا جوان ہو کر مرد بننے کی عمر کو نہیں پہنچا۔ بلکہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّنْ	محمدؐ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں، اور
رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَ	لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین
خَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ	(سب نبیوں کے آخری) ہیں۔ اور اللہ ہر
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝	بات جانتا ہے۔

(الاحزاب — ۴۰)

مندرجہ بالا آیت میں بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی مرد بننے کی عمر کے بیٹے کے باپ نہیں بلکہ چھوٹے بچے بچپن میں وفات پا گئے اور آپ خاتم النبیین ہیں۔

خاتم النبیین کی تشریح بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کی اور فرمایا:

"میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں"۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الفتن، ص: ۵۸۴)

اب جو شخص نبی و رسول ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ وہ کافر اور واجب القتل ہے۔ مسلمان حاکم فرض ہے کہ ایسے مرتدین کا مکمل صفایا کرے۔ ان کو ذمی کفار بنا کر رکھنا بھی غلط ہے۔

مسئلہ ختمِ نبوت حدیث کی نظر میں

حدیث میں بھی اس مسئلہ پر خوب روشنی ڈالی گئی ہے چند احادیث اس موضوع پر تحریر کی جاتی ہیں۔

- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:
... "اور مجھے تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا اور مجھ پر انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ (صحیح مسلم، ج: ۱، کتاب المساجد، ص: ۱۹۹)

- حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں رسولوں کا قائد ہوں اور فخر نہیں کرتا، اور میں خاتم النبیین (آخری نبی) ہوں اور فخر نہیں کرتا، اور میں پہلا شفاعت کرنے والا ہوں۔ میری شفاعت قبول ہو گی اور فخر نہیں کرتا۔
(مشکوٰۃ المصابیح باب فضائل سید المرسلین، ص: ۵۱۴ بحوالہ دارمی)

- حضرت جبیر بن مطعم (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: ..... "اور میں عاقب ہوں۔ اور عاقب وہ ہے کہ جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو"۔
(صحیح مسلم ج: ۲، کتاب الفضائل، ص: ۲۶۱)

- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا، تو عمر بن خطاب ہوتے"۔
(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب المناقب ص: ۲۰۹، باب مناقب ابی حفص عمر بن خطاب) ص ۲۰۹

- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسے ہے جیسے کہ اس آدمی کی مثال ہو جس نے ایک

گھر بنایا، بہت ہی حسین اور خوبصورت بنایا مگر ایک اینٹ کی جگہ ایک کونے میں چھوڑ دی۔ لوگ اس کے گرد (دیکھنے کے لیے) پھرنے لگے اور تعجب کرتے ہیں (کہ کیسا خوبصورت ہے) اور کہتے ہیں: یہ اینٹ بھی کیوں نہیں لگادی؟ آپ نے فرمایا: میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں"۔

(صحیح بخاری ج: ۱، کتاب المناقب، ص: ۵۰۱، باب خاتم النبیین)

۶ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو فرمایا "کیا تم اس پہ خوش نہیں کہ میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہے جو موسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھ ہارون (علیہ السلام) کی تھی۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں"۔

(صحیح مسلم ج: ۲، کتاب الفضائل، باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ص: ۲۷۸)

۶ حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا: کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا اب میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ نبی ہے۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الرؤیا، باب ذہبت النبوۃ وبقیت المبشرات ص: ۳)

۶ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا: ... "بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء (علیہم السلام) چلاتے تھے۔ (یعنی سیاسی قیادت فرماتے) جب کوئی نبی وفات پا جاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہوتا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ البتہ خلفاء ہوں گے ..."

(صحیح مسلم ج: ۲، کتاب الامارۃ، باب وجوب وفاء بیعتہ الخلیفۃ الاوّل فالاول، ص: ۱۲۶)

مندرجہ بالا احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی:

۱- مجھ پر انبیاء علیہم السلام کی آمد کا سلسلہ بند کر دیا گیا۔

۲- میں آخری نبی ہوں۔

۳- میں عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔

۴- میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ نبی ہے۔

۵- میرے بعد اگر نبی ہوتا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوتے۔

اب اگر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نبی نہیں ہو سکتے تو عیسائی یہودی، سامراج کا چمچہ قادیانی دجال اور ایران کا بھائی دجال ہرگز نبی نہیں ہو سکتے۔

۶- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ہارون علیہ السلام سے مشابہت دی مگر فرما دیا کہ میرے بعد نبی کوئی نہیں۔

۔ البتہ یہ فرمادیا کہ میرے بعد میری تعلیم کو عام کرنے والے علماء اور خلفاء ہوں گے مگر وہ نبی نہیں ہوں گے۔

اب اگر کوئی دجال یہ اعتراض کرے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ لے زمانہ کے پیدا شدہ نبی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہو کر کوئی نبی نہیں بنے گا۔ اور حضرت عیسیٰ یہ السلام اپنی شریعت کی طرف نہیں بلائیں گے بلکہ اسلام پر عمل پیرا ہوں گے اور دجال کو مارنے لیے دمشق میں اتریں گے۔ عیسائیوں اور یہودیوں سے لڑیں گے اور قادیانی دجال قادیان میں ا ہوا اور یہودیوں عیسائیوں کا چمچہ بنا۔ آخر کار جہنم رسید ہوا۔ (لعنت اللہ علی الکافرین)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"— اور یہ کہ میری امت میں تیس کذاب ہوں گے، ان میں سے ہر ایک نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

(ابوداؤد ج: ۲، کتاب الفتن، ص ۵۸۴)

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو باتوں کی وضاحت فرمائی:

میرے بعد بڑے بڑے تیس کذاب دجال ہوں گے جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کریں گے۔

یں خاتم النبیین ہوں اور پھر خود ہی خاتم النبیین کا مطلب واضح فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

ہو سکتا ہے کہ غلام احمد قادیانی دجال نمبر ۲۹ ہو۔ اور یہ اسرائیل میں ظاہر ہونے والے بڑے بت دجال کا سب سے بڑا چیلا ہو۔ عام طور پر یہ قاعدہ ہے کہ جب بادشاہ باہر آئے تو پہلے بس والا باہر آتا ہے۔ اس کا کام ہے کہ لڑے، مرے یا مارے۔ چنانچہ اسرائیلی دجال کا سپاہی مہ کذاب تھا کہ جو پہلے باہر آیا اور حضرت ابوصدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں مسلمانوں سے لڑا ہنم رسید ہوا۔ اس کے بعد مختلف افراد آتے ہیں۔ آخر میں وہ آدمی باہر آتا ہے جو کہ بادشاہ قریب تر ہو مگر بادشاہ نہ ہو۔ اب قادیانی دجال کا حال یہ ہے کہ:

اسرائیلی دجال کا فتنہ وفساد بھی بین الاقوامی درجہ پہ ہوگا اور قادیانی دجال کا فتنہ بھی بین الاقوامی درجہ حاصل کر چکا ہے۔

اسرائیلی دجال کے حامی یہودی اور عیسائی سب ہوں گے۔ یورپ و امریکہ اور اشتراکی ممالک کے یہودی و عیسائی سب قادیانی دجال کی حمایت کر رہے ہیں۔

۳۔ اسرائیلی دجال دائیں آنکھ سے کانا ہوگا۔ قادیانی دجال کی ایک آنکھ تصویر میں صاف سکڑتی نظر آتی ہے۔ ان تین باتوں میں مماثلت سے شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ فلسطین میں ظاہر ہونے والے دجال کا ایک بڑا چیلا ہو۔

اس موضوع پر ہم انشاء اللہ تعالیٰ ایک دوسری کتاب میں تفصیل سے روشنی ڈالیں گے۔ میں اسے حرفِ آخر نہیں کہتا مگر یہ اندازہ صحیح یا دلچسپ تو ضرور ہو سکتا ہے۔

صلوٰۃ وسلام

ہر نبی و رسول کسی دنیاوی لالچ کے بغیر، طرح طرح کی تکالیف برداشت کر کے لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتا رہا۔ لوگوں نے ان کی مخالفت کی۔ ایذائیں دیں مگر انہوں نے تبلیغ میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

اب اگر غور کیا جائے تو ہم پر سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا احسان ہے کہ ان کی محنت کے باعث آج ہم تک اسلام پہنچا، اور ہمیں بھی جنت حاصل کرنے اور دوزخ سے نجات پانے کی راہ نصیب ہوگی۔

ہم پر لازم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کریں۔ آپؐ کے شکریہ کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ہم قرآن و حدیث کے مطابق عقائد رکھیں۔ قرآن و حدیث کے احکام پر عمل کریں اور آپؐ پر کثرت سے درود شریف پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝	اور رسولوں پر سلام ہو۔
(الصّٰفّٰت — ۱۸۱)	
اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝	بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر صلوٰۃ (درود) بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی اس پر صلوٰۃ وسلام بھیجو۔
(الاحزاب — ۵۶)	

اللہ تعالیٰ کے صلوٰۃ بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی خصوصی رحمت نازل فرماتا ہے۔ فرشتوں اور انسانوں کے صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! آپؐ پر صلوٰۃ وسلام (رحمت وسلامتی) فرمائیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: "اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ کے اہل بیت پر درود شریف
یسے پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپؐ پر سلام پڑھنے کا طریقہ بتا دیا ہے (اور وہ تشہد میں اَلسَّلَامُ
لَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَکَاتُہٗ کی صورت میں ہے) آپؐ نے فرمایا! یہ کہو:
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ
وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ
مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

(صحیح البخاری ج: ا،کتاب الانبیاء، باب یزفون النسلان فی المشی، ص: ۴۷۷)

اس کے علاوہ بھی الفاظ احادیث میں مروی ہیں۔ جن میں بعض کے الفاظ کم ہیں۔ البتہ زیادہ ثواب
ن دورد ابراہیمی کا ہے مگر آج کل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن بدعتی لوگوں نے ایک جعلی درود
یجاد کر رکھا ہے جو کہ کسی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا: اور اس کو لاؤڈ سپیکروں
ر ہر اذان سے پہلے بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔ یہ من گھڑت درود اگر اس نیت سے پڑھیں کہ حضور
لی اللہ علیہ وسلم حاضر ناظر ہیں تو پھر پڑھنے والے کا اسلام ہی خطرہ میں پڑ جاتا ہے کیونکہ یہ نیت
ں مشرکانہ ہے۔ اب ثواب کیا ملے گا؟ درود شریف یا کوئی دوسرا وظیفہ ریا کاری سے پڑھنا قطعی
ور پر بے فائدہ ہے۔

خلاصہ سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خاندان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن
عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ ہے۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم مبارک آمنہ بنت وھب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب
ن مرہ ہے۔

یعنی مرہ پر آپ کے والدین کا نسب نامہ ایک ہو گیا۔

آپؐ کے بزرگوں میں فِهر نام کا ایک آدمی گزرا ہے جس کا لقب قریش تھا۔ اس لیے آپؐ
کے خاندان کو قریش کہا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک لڑکا حضرت اسحاق علیہ السلام جو کہ فلسطین میں آباد
ہوئے اور دوسرے لڑکے حضرت اسماعیل علیہ السلام جو کہ اپنی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ کے

ہمراہ مکہ میں آباد ہوئے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔

پیدائش

مکہ پر قریش کی حکومت تھی۔ آپؐ کے دادا عبد المطلب کے عہد میں مکہ والوں کی تجارت شام اور یمن تک پھیل چکی تھی اور عبد المطلب نے زمزم کا کنواں کھودا جس کی جگہ انہیں خواب میں بتائی گئی۔ اسی مبارک خاندان میں آپؐ کی ولادت مبارک ہوئی۔

جس سال یمن کے ایک عیسائی حاکم نے ہاتھیوں کا لشکر لے کر مکہ پر حملہ کرنے کی ناپاک کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ نے اسے تباہ کر دیا۔ چھوٹے چھوٹے پرندے غول کے غول آن ظاہر ہوتے اور کنکر مارتے۔ جس کو کنکر لگتا پار ہو جاتا اور اس کی بوٹیاں گل سڑ کر گر جاتیں۔ اسی سال اس واقعہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش پچاس یا پچپن روز بعد ہوئی۔

دوشنبہ کے دن ۸ ربیع الاول بمطابق اپریل ۵۷۰ء کو پیدا ہوئے۔ یہی راجح قول ہے۔

(زرقانی ج: ۱، ص: ۱۳۱)

بچپن

ولادت کے ساتویں روز عبد المطلب نے آپؐ کا عقیقہ کیا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نام رکھا۔ جو عرب میں نیا نام تھا

چند روز تک والدہ ماجدہ کا دودھ پیا۔ پھر ثویبۃ نام ایک آزاد کردہ کنیز کا دودھ پیا۔ اس کے بعد حضرت حلیمہؓ سعدیہ کا دودھ پیا۔

دو سال تک دودھ پیا۔ آپؐ کی وجہ سے حضرت حلیمہؓ کے گھر میں بہت برکات ظاہر ہوئیں اس لیے مزید کچھ مدت گھر میں رکھا۔ چار سال کی عمر میں آپؐ کا شقِ صدر ہوا۔ یعنی فرشتوں نے سینہ چیر کر دل دھویا اور پھر اسی جگہ رکھ کر بند کر دیا۔ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جبکہ آپؐ حضرت حلیمہؓ کے بیٹے کے ہمراہ بکریاں چرا رہے تھے۔ حضرت حلیمہؓ اس واقعہ سے ڈر گئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کی والدہ کے پاس لے آئیں۔ اور سارا واقعہ سنا دیا۔ آپؐ کی والدہ ماجدہ نے تسلی دی کہ آپ گھبرائیں نہیں اور فرمایا: میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہو گی۔ شیطان کی اس حد تک رسائی ممکن نہیں۔ اس کے بعد آپؐ اپنی والدہ ماجدہ کے پاس رہے۔

والدہ ماجدہ کی وفات

جب آپؐ کی عمر چھ برس ہوئی تو آپؐ کی والدہ ماجدہ آپ کو لے کر مدینہ تشریف لے گئیں اور واپسی میں "ابواء" کے مقام پر ان کی وفات ہوئی اور وہیں مدفون ہوئیں۔ حضرت امّ ایمن آپؐ کو لے کر مکہ آئیں اور آٹھ برس کی عمر تک

عبدالمطلب نے آپ کی پرورش کی، جب آپ کی عمر آٹھ برس ہوئی تو آپؐ کے دادا عبدالمطلب کی وفات ہو ئی، ان کے بعد آپ کے چچا ابو طالب نے آپ کی پرورش کی۔

شام کا سفر

جب آپ کی عمر بارہ برس ہوئی، تو آپ کے چچا ابو طالب نے شام کا تجارتی سفر کیا آپؐ کو بھی ساتھ لیا، مگر بُصری پہنچ کر پہلی آسمانی کتابوں کے ماہر ایک راہب جس کو بحیرا کہا جاتا ہے نے آپ کو پہچان کر بتایا کہ یہ اللہ کے نبی ہیں، ان کو شام نہ لے جاؤ ورنہ یہودی انہیں قتل کر دیں گے، چنانچہ آپ کو مکہ واپس کر دیا گیا۔

نکاح

جب آپ کی عمر پچیس سال ہوئی، تو آپ حضرت خدیجہؓ کا مال لے کر شام تشریف لے گئے اور واپس آنے کے بعد حضرت خدیجہؓ نے آپ کو پیغام نکاح بھیجا اور آپ نے اپنے چچا کے مشورہ کے بعد قبول کیا، حضرت خدیجہؓ سے آپ کا نکاح ہوا۔ اس وقت حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال تھی۔

تعمیر کعبہ

جب آپ کی عمر پینتیس برس ہوئی تو خانہ کعبہ کی تعمیر میں حصہ لیا، حجر اسود رکھنے کے موقع پر لوگوں میں اختلاف ہوا مگر آپ نے حسن تدبیر سے اختلاف دور کیا۔

اگرچہ عرب لوگ ان پڑھ تھے، کوئی باقاعدہ حکومت نہ تھی، اخلاقی برائیاں عام تھیں، بُت پرستی اور شراب نوشی کا عام رواج تھا۔

مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے بچپن سے ہی ہر قسم کی برائی، بت پرستی، شراب، لہو ولعب اور بے ہودہ کاموں سے بالکل پاک رکھا۔ دراصل انسان کامل کے مکمل اوصاف آپ ہی کے اندر موجود تھے۔

نزول وحی

چالیس برس کی عمر میں آپؐ پر پہلی بار وحی نازل ہوئی، پہلی بار وحی کوہ فاران کی حراء نام کی غار میں اتری۔ اور یہ آیت نازل ہوئی۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ..... مَا لَمْ یَعْلَمْ

(العلق - ۱ - ۵)

بعثت کے بعد جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو وضو کرنے کا طریقہ سکھایا اور نماز پڑھائی

اسلام کی دعوت

آپ نے گھر واپس آکر حضرت خدیجہؓ کو اسلام کی دعوت دی، سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا۔

غلاموں میں سے حضرت زید رضی اللہ عنہٗ اور بچوں میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہٗ اور بڑوں میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ نے اسلام قبول کرنے کے بعد دوسروں کو اسلام لانے کی دعوت دی، چنانچہ ان کی ترغیب سے حضرت عثمانؓ

حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت سعدؓ کے علاوہ کئی لوگ مسلمان ہوئے رضی اللہ عنہم
جب مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت ہو گئی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ہمراہ حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر میں مجلس منعقد فرماتے، ان کا گھر صفا کے پہاڑ پر تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہیں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔

تین سال تک مخفی طور پر لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے رہے، اس کے بعد اللہ نے حکم دیا کہ برملا اسلام کی دعوت دی جائے۔ اللہ نے حکم نازل فرمایا۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ○ (الحجر ۹۴) — سو تو کھول سُنا دے جو تجھے حکم دیا گیا ہے اور مشرکوں کی پرواہ نہ کر۔

چنانچہ آپ نے صفا کی پہاڑی پر چڑھ کر تمام قبائل قریش کو بلایا اور اسلام کی دعوت دی۔

مخالفت

اس دعوتِ عام کے بعد لوگوں نے آپؐ کی مخالفت شروع کر دی، کبھی آپؐ کو جادوگر کہتے، کبھی شاعر کہتے، اور جو شخص اسلام قبول کرتا اس پر ظلم کرتے۔

مکہ والوں نے اسلام کی دعوت بند کرنے کے لیے آپؐ کو حکومت اور مال و دولت پیش کی، مگر آپ نے سب کو ٹھکرا دیا، جب کفار کا ظلم بڑھا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی۔

ہجرت حبشہ

پہلی مرتبہ گیارہ مردوں اور پانچ عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، دوسری چھیاسی مردوں اور سترہ عورتوں نے ہجرت کی۔

مکہ والوں نے مسلمانوں کا پیچھا کیا اور حبشہ کے بادشاہ کو ان کے خلاف اکسایا مگر بادشاہ نے سورہ مریم کی آیات سنیں تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور مسلمانوں کو عزت کے ساتھ ملک میں رہنے کی اجازت دی۔

اسی دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا، یہ مکہ کے بہت ہی بہادر آدمی تھے ان کے اسلام لانے کے بعد مسلمان خانہ کعبہ میں جمع ہو کر برملا نمازیں پڑھنے لگے، آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی مسلمان ہو گئے۔

قریش کا قطع تعلق

اب کفار نے یہ معاہدہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے ساتھ ہر طرح کا لین دین بند کر دیں، مسلمان مجبور ہو کر ایک وادی میں چلے گئے۔ کافروں نے اس کے گرد پہرہ بٹھا دیا کہ کھانے پینے کی کوئی چیز اندر نہ جانے پائے، تین سال تک

ظلم جاری رہا پھر کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ کس قدر ظلم ہے کہ ہم کھائیں پئیں اور مسلمان فاقہ کریں، آخر کار محاصرہ ختم ہوا۔

عام الحزن اس کے چند روز بعد ابو طالب نے انتقال کیا اور اس کے تین یا پانچ روز بعد حضرت خدیجہؓ انتقال کر گئیں۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا غم ہوا اس سال کو عام الحزن کا سال کہا جاتا ہے، یعنی غم کا سال۔

اہل طائف کو دعوت آپ اسلام کی دعوت دینے کے لیے طائف تشریف لے گئے مگر انھوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا اور آپ پر اس قدر پتھر برسائے کہ آپؐ زخمی ہو گئے۔

جنات کا قبول اسلام طائف سے واپس آنے کے بعد نخلہ کے مقام پر آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ سات جنات کا ادھر سے گذر ہوا۔ انہوں نے آپ سے قرآن مجید سنا خود اسلام قبول کیا اور واپس جاکر اسلام کی دعوت دی۔

معراج طائف سے واپس آنے کے بعد آپ کو بیت المقدس اور پھر ساتوں آسمانوں کی سیر کرائی گئی، جس کو معراج کہا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معراج اس جسم اور روح کیساتھ ہوا۔ آپ نے آسمانوں پر مختلف انبیاء علیہ السلام سے ملاقات کی، جنت اور دوزخ کے حالات دیکھے اور پھر ساتوں آسمانوں سے اوپر جاکر اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا جس کی کیفیت اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

اہل مدینہ کا قبول اسلام حج کے موسم پر آپؐ باہر سے آنے والوں کے پاس تشریف لے جاتے اور انہیں اسلام کی دعوت دیتے۔

بعثت کے گیارہویں سال مدینہ کے ایک قبیلہ خزرج کے چھ آدمی حج کے موسم میں آپؐ کے ہاتھ مسلمان ہوتے۔

بعثت کے بارویں سال بارہ آدمیوں نے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی جن میں سے پانچ پچھلے سال کے تھے ان حضرات نے منیٰ میں عقبہ کے قریب آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن اُمّ مکتوم اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما کو اسلام کی تعلیم دینے کے لیے ان کے ہمراہ مدینہ بھیج دیا، ان کی کوشش سے مدینہ میں تیزی سے اسلام پھیلنے لگا۔ اسید بن حضیر اور سعد بن معاذ نے رضی اللہ عنہما نے اسلام قبول کیا۔ اس دن ان کا سارا قبیلہ بنی عبدالاشہل مسلمان ہو گیا۔

اس سال مدینہ منورہ میں پہلی بار نماز جمعہ ادا کی گئی، بعثت کے تیرہویں سال اٹھاسی کے قریب لوگوں

نے عقبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔

مدینہ کی طرف ہجرت

اب مدینہ منورہ میں اسلام تیزی سے پھیلنے لگا جس کی وجہ سے کفار کو خطرہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمان طاقتور ہو کر مکہ پر حملہ کریں۔ اس لیے کفار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کا ارادہ کر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو مدینہ منورہ جانے کی اجازت دے دی۔

اب مکہ میں صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا۔ چنانچہ آپؐ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ آپؐ کے پاس بعض لوگوں کی امانتیں تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ یہ امانتیں مالکان کو پہنچا کر مدینہ منورہ چلے آنا۔ البتہ چند مسلمان بھی کفار کی قید میں تھے۔

مکہ سے نکل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غارِ ثور میں تین دن تک ٹھہرے۔ مکڑی نے غار کے دہانے پر جالا تن دیا۔ مکہ والے آپؐ کی تلاش میں یہاں پہنچے مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں ناکام بنا دیا۔

مکہ مکرمہ سے آپؐ ۲۷ صفر کو روانہ ہوئے اور غار سے یکم ربیع الاول کو نکل کر مدینہ منورہ کی طرف چلے اور ۸ ربیع الاول بروز دوشنبہ دوپہر کے وقت آپؐ نے قبا میں نزول فرمایا۔ چند روز یہاں رہ کر جمعہ کے روز مدینہ منورہ کی طرف چلے اور راہ میں جمعہ کی نماز پڑھائی۔ مدینہ منورہ میں داخل ہوتے وقت ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ آپؐ میرے ہاں قیام فرمائیں۔ مگر آپؐ نے فرمایا: (اونٹنی کو چھوڑ دو، یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے یعنی جہاں حکم ہو گا بیٹھ جائے گی۔ آخر کار آپؐ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں قیام پذیر ہوئے۔

مسجد نبوی

جس جگہ آپؐ کی اونٹنی بیٹھی تھی وہیں مسجد تعمیر کی گئی۔ اس کی تعمیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحابہ کرام کے ساتھ برابر کام کرتے رہے۔ یہ مسجد کچی اینٹوں کی بنائی گئی۔ کھجور کے تنے گاڑ کر اس کے پتوں کا چھت بنایا گیا۔

مسجد کی تعمیر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دو حجرے بنائے گئے۔ ایک حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے لیے اور دوسرا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لیے۔

مواخات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے آنے والے مہاجرین اور مدینہ کے رہنے والے انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اخوت قائم کی۔ انصار نے مہاجرین کے

اس قدر تعاون کیا کہ اپنی نصف جائیدادیں انہیں پیش کر دیں مگر انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ البتہ ان کے کاروبار میں ساتھ کام کر کے اپنا حصہ لیا۔

میثاق مدینہ

مدینہ میں مسلمان اطمینان سے رہنے لگے۔ اسلام تیزی سے پھیلنے لگا۔ اب یہ خطرہ تھا کہ مکے والے مدینہ پر حملہ کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی آبادی کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جس کی رو سے سب پابند تھے کہ اگر باہر سے حملہ ہو تو مل کر مقابلہ کریں اور آپس میں امن و سکون کے ساتھ رہیں۔

غزوۂ بدر

جب مکہ والوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کی تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے۔ تو انہوں نے ارادہ کیا کہ مسلمانوں کے طاقت ور بننے سے پہلے ان پر حملہ کر دو۔ مسلمانوں کی طاقت ختم کرنے کے لیے کفار نے مدینہ پہ بار بار حملے کئے۔

چنانچہ رمضان المبارک ۲ھ میں بدر کے میدان میں مسلمانوں اور کفار کا پہلا زبردست مقابلہ ہوا جس میں چودہ مسلمان شہید ہوئے۔ ستر کفار مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد ۳۱۳ تھی۔ اسلحہ بھی بہت ہی کم تھا۔ کفار کی تعداد ایک ہزار اور ہر قسم کے اسلحہ سے لیس تھے مگر کفار کی شکست سے سب کو معلوم ہو گیا کہ اب مسلمان ایک طاقت بن چکے ہیں۔

غزوہ احد

اس شکست کا بدلہ لینے کے لیے شوال ۳ھ میں کفار نے دوبارہ حملہ کیا۔ یہ جنگ احد کے میدان میں ہوئی۔ یہ مدینہ منورہ کے بالکل قریب واقع ہے۔

اگرچہ شروع میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی مگر بعض تیر اندازوں کی ایک غلطی کی وجہ سے کفار کو دوبارہ پیچھے سے حملہ کرنے کا موقع مل گیا جس کی وجہ سے ستر مسلمان شہید ہو گئے۔ مسلمانوں نے دوبارہ ہمت کر کے حملہ کیا اور فتح حاصل کی۔

غزوہ احزاب

اس کے بعد مکہ والوں اور دوسرے عرب اور یہودی قبائل نے مدینہ پر شوال ۵ھ میں حملہ کیا۔ کئی دن محاصرہ جاری رہا۔ مسلمانوں نے مدینہ کے گرد خندق کھود کر کفار کا مقابلہ کیا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے تیز آندھی چلا دی اور کفار کو ناکام ہو کر واپس جانا پڑا۔ اس کو غزوہ احزاب کہا جاتا ہے۔

بنی قریظہ کو سزا

غزوہ احزاب میں بنی قریظہ کے یہودیوں نے غداری کی جس کی سزا دینے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قلعے کا محاصرہ کیا۔ یہودیوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر رضامندی ظاہر کی۔ جس کے نتیجہ میں اس قبیلہ کے مردوں کو قتل کیا گیا اور بچوں

اور عورتوں کو غلام بنایا گیا۔

صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کرنے کا ارادہ فرمایا۔ چودہ سو صحابہ کرام آپؐ کے ہمراہ تشریف لے گئے مگر جب حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو مکہ والوں نے آپؐ کو روکا۔ اور یہیں پر مسلمانوں اور اہل مکہ کے درمیان دس سال کے لیے باہم نہ لڑنے کا معاہدہ کیا۔ آپؐ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیجا تاکہ اہل مکہ سے بات کریں۔ ان کی واپسی میں تاخیر ہوگئی اور مشہور ہوگیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا شدید صدمہ ہوا۔ اور آپؐ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے صحابہ کرام سے جہاد کرنے کی بیعت لی۔ اس کو بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سب صحابہ کرام پر راضی ہو چکا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ رکھ کر ان کی طرف سے بیعت لی۔ اس سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قابل رشک عظمت ظاہر ہوتی۔

تبلیغی خطوط

صلح حدیبیہ سے فارغ ہو کر آپؐ نے جنگوں سے فرصت پا کر مختلف حکمرانوں اور بادشاہوں کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے خطوط لکھے۔ چنانچہ روم کے حکمران قیصر کی طرف خط لکھا۔ اس نے خط کا احترام کیا مگر حکومت کے لالچ کے باعث اسلام قبول نہیں کیا۔ فارس کے بادشاہ خسرو پرویز کو بھی خط لکھا۔ اس نے خط پھاڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی سلطنت کے ٹکڑے کر دیئے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد میں ان دونوں سلطنتوں کو فتح کر کے اسلامی سلطنت میں شامل کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ آپؐ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی، مصر کے بادشاہ مقوس اور بحرین، عمان، یمامہ، دمشق کے حکمرانوں کو خطوط لکھے۔

فتح مکہ

قریش نے معاہدۂ حدیبیہ کی خلاف ورزی کی اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مکہ مکرمہ پر قبضہ کرنے کا موقع عطا فرمایا: چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دس رمضان المبارک ۸ھ کو بعد از نماز عصر دس ہزار صحابہ کرام کا لشکر لے کر مدینہ منورہ سے نکلے اور مکہ پہنچ کر چاروں طرف سے اسلامی لشکر شہر میں داخل ہوا۔ اس موقع پر کوئی خاص لڑائی نہیں ہوئی۔ چند آدمی مارے گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے شہر کو عام معافی عطا فرما دی۔ اس عام معافی کا بہت اچھا اثر ہوا۔ اس دن دو ہزار آدمیوں نے اسلام قبول کیا۔

مکہ مکرمہ پر قبضہ کرنے کے بعد خانہ کعبہ کو تمام بتوں سے پاک فرمایا۔ بت تڑوا دیئے اور تصویریں مٹوا دیں اور نماز ظہر ادا کی گئی۔ اس وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ ان کے بعد

حضرت ابو محذورۃ رضی اللہ عنہ مسجد حرام کے مؤذن مقرر ہوئے۔

فتح مکہ کے بعد ارد گرد کے بت خانوں کو منہدم کرا دیا گیا اور مکہ اور اطراف مکہ کو بتوں کی گندگی سے پاک کر دیا گیا۔

غزوۂ حنین

فتح مکہ کے بعد بنی ہوازن اور بنی ثقیف بیس ہزار کا لشکر تیار کر کے مسلمانوں کے مقابلہ میں نکلے۔ یہ لوگ مکہ اور طائف کے درمیان حنین میں آباد تھے۔ یہ قبیلہ عورتوں بچوں اور جانوروں سمیت مقابلہ میں آیا مگر شکست کھائی اور زیادہ حصہ گرفتار ہوگیا مگر بعد میں آپ نے تمام قیدی اور جانور آزاد کر دیئے۔

غزوۂ طائف

حنین سے فارغ ہو کر آپ نے طائف کا محاصرہ کر لیا مگر طائف والوں نے اللہ کا اور قرابتوں کا واسطہ دیا اور آپ نے محاصرہ اٹھا لیا۔ بعد میں یہ سارا قبیلہ مسلمان ہوگیا۔

فتح مکہ کے بعد آپ نے مفتوحہ علاقوں میں عمال مقرر کئے اور سارے علاقے کا انتظام مکمل فرمایا۔ اس کے بعد لوگ تیزی سے مسلمان ہونے لگے اور ہر طرف اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

غزوۂ تبوک

یہ غزوہ رجب ۹ھ کو ہوا۔ شام کے عیسائی بادشاہ ہرقل نے چالیس ہزار کا لشکر مسلمانوں کے مقابلہ میں بھیجا۔ اس وقت مسلمانوں پر تنگی کا زمانہ تھا سفر دور کا تھا۔ صحابہ کرام نے دل کھول کر جہاد کے لیے اموال پیش کئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تین سو اونٹ مع سازو سامان اور ایک ہزار دینار پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: اس عمل کے بعد عثمان کو کوئی عمل ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔ (جامع ترمذی ج ۳، ابواب المناقب، باب مناقب عثمان بن عفان ص: ۲۱۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں مسلمانوں کے اہل و عیال کی خبر گیری کے لیے رہنے دیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیس ہزار کا لشکر لے کر مدینہ منورہ سے نکلے۔ آپ نے تبوک میں بیس روز تک قیام فرمایا مگر کوئی مقابلہ میں نہیں آیا۔ دشمن خوف زدہ ہوگیا۔ آس پاس کے قبائل نے حاضر ہو کر سر تسلیم خم کیا۔ اس میں اگرچہ لڑائی نہیں ہوئی مگر اس میں فائدہ یہ ہوا کہ سرحد کے علاقہ میں مسلمانوں کا رعب چھا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر ادھر سے حملہ کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی۔

عام الوفود

مکہ والوں کے مسلمان ہونے کے بعد عام عرب لوگ سمجھ گئے کہ یہ نبی سچا ہے اور اسلام اللہ کا سچا دین ہے اسی لیے حرم شریف پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔ اب قبائل کے

قبائل اسلام قبول کرنے لگے۔ فتح مکہ کے دن دو ہزار آدمیوں نے اسلام قبول کیا۔ فتح مکہ کے بعد بنی ہوازن کا پہلا وفد حاضر ہوا۔ ماہ رمضان المبارک ۹ھ میں ثقیف کا وفد حاضر ہوا۔ اور اسلام قبول کیا۔ غزوہ تبوک کے بعد بنو عامر بن صعصعہ کا وفد حاضر ہوا۔ ان میں سے اکثر افراد نے اسلام قبول کیا۔

اس کے عبدالقیس، بنی حنیفہ اور دوسرے کئی وفود حاضر ہوئے اور اسلام کی آواز ہر طرف پھیل گئی۔

حجۃ الوداع

فتح مکہ بعد ۹ھ میں حج کی فرضیت نازل ہوئی۔ اس سال آپؐ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر الحاج بنا کر بھیجا اور اگلے سال ۱۰ھ کو آپؐ نے خود حج کا ارادہ فرمایا۔ ۴ ذی الحجہ کو آپؐ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپؐ کے ہمراہ حج کیا اور آپؐ نے مختلف مقامات پر خطبات دیئے جن میں حج کے مسائل سمجھائے اور سود لینے دینے کو جرم بنایا اور مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی بن کر رہنے کا حکم دیا۔

سریہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

۲۶ صفر ۱۱ھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رومیوں کے مقابلہ میں لشکر کشی کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپؐ نے لشکر کا سردار حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو مقرر فرمایا مگر اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ علالت کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے نشان بنا کر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو دیا اور فرمایا: اللہ کے نام پر، اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور اللہ کا انکار کرنے والوں سے مقابلہ اور مقاتلہ کرو۔

یہ لشکر مدینہ سے ایک کوس کے فاصلہ پر جرف کے مقام پر جمع ہوا۔ مگر اسی دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا جس کی وجہ سے یہ لشکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں روانہ ہوا اور فتح یاب ہو کر واپس آیا۔

سفرِ آخرت

حجۃ الوداع کے بعد جب اسلام کی تعلیم مکمل ہو چکی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت بھی قریب آ گیا۔ ماہِ صفر کے آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت ناساز ہو گئی۔ تیرہ یا چودہ روز تک آپ علیل رہے۔ اس زمانہ میں آپؐ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں منتقل ہو گئے اور اس حجرہ میں آپؐ کی وفات ہوئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت کے آخری ایام میں آپؐ کے حکم سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ

نے نمازیں پڑھائیں۔ گویا یہ حکم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلافصل ہونے کا اعلان تھا۔ چاہے کفار غصہ سے جل جائیں۔

آخر کار ۱۲ ربیع الاول بروز دوشنبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون وفات کے وقت آپؐ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو شدید صدمہ ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شدت غم کے باعث کلام نہ کر سکتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ غم کے باعث بے ہوش ہونے لگے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا یہ سن کر انتقال ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ فرمایا کہ منافقین کا یہ گمان ہے کہ حضور انتقال کر گئے اور جوش میں تلوار نیام سے نکال لی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے بلند حوصلہ اور مضبوط حواس رکھتے تھے۔ انہوں نے مسجد میں لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"تم میں سے جو اللہ کی عبادت کرتا تھا وہ یاد رکھے کہ اللہ زندہ ہے اور اس پر موت نہیں آئے گی اور تم میں سے جو محمدؐ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ محمد وفات پا چکے ہیں۔ پھر قرآن مجید کی وہ آیات تلاوت کیں جن سے اللہ کے سوا ہر ایک کی وفات کا قطعی اعلان ہے۔"

اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بلا لیا۔

سیرت کا یہ حصہ سیرت ابن ہشام اور زاد المعاد ابن قیمؒ اور سیرت مصطفیٰ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ سے کیا گیا ہے مگر علیحدہ علیحدہ حوالے نہیں دیئے گئے۔

یہ ایک اٹل قانون ہے کہ ایک حاکم کی وفات کے فوراً بعد دوسرا حاکم منتخب کر لیا جاتا ہے کہ سلطنت میں خلا نہ آنے پائے۔ اب یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ صحابہ کرام جنہوں نے اپنی جان و مال قربان کر کے ایک عظیم اسلامی سلطنت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں پیش کی۔ وہ اقتدار اعلیٰ کا خلاء دیکھیں اور اسے پُر نہ کریں۔ تاکہ اسلام کے دشمنوں کو مرکز پر حملہ کرنے کا موقع مل سکے۔

نیز یہ بھی ضروری تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طریقہ پر دفن کیا جاتا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک درست اور پسندیدہ تھا۔ یہ کام بھی ایک خلیفہ ہی کر سکتا تھا اس لیے صحابہ کرام نے سقیفہ بنی ساعدہ میں خلیفہ منتخب کرنے کے لیے مشورہ کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی وہاں پہنچ گئے۔ اور متفقہ طور پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کر لیا۔ مسجد نبوی میں عام مجمع میں دوبارہ اس

کی توثیق کی گئی۔

چونکہ حجرہ مبارکہ مختصر تھا اس لیے تھوڑی تعداد میں لوگ حاضر ہوتے درود شریف پڑھتے اور زیارت کرکے واپس ہو جاتے۔ یہ عمل تین دن جاری رہا۔ یہی آپؐ کا نمازِ جنازہ تھا۔ اس کے بعد آپؐ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں دفن کیا گیا۔ اس حجرہ میں آپؐ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے مزارات بھی ہیں۔ شیخین کو رفاقت دوام حاصل ہوئی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم میانہ قد کے تھے۔ ڈاڑھی مبارک میں چند بال سفید تھے۔ چہرہ انور انتہائی نورانی تھا۔ پسینہ خوشبودار تھا۔ دونوں شانوں کے درمیان دائیں شانہ کے قریب مہرِ نبوت تھی۔

آپؐ زیادہ تر سفید لباس پہنتے۔ عمامہ کے نیچے ٹوپی کا التزام تھا۔ نعلین مبارک نیچے ایک تلا ہوتا اور اوپر دو تسمے لگے ہوتے تھے۔

آپؐ کے پاس صوف کا ایک سیاہ کمبل تھا۔ چادر استعمال فرماتے۔ لباس اور رہائش میں سادگی تھی بوریے پر بیٹھ جاتے۔ آپؐ کے رہائشی کمرے صرف اس قدر بلند تھے کہ کھڑا آدمی ہاتھ اٹھا کر چھت کو چھو سکے۔

خصائص نبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض ایسے کمالات عطا ہوئے جن میں کوئی دوسرا شریک نہیں چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱۔ آپؐ قیامت تک ہر زمانہ، ہر قوم یعنی جن و انس کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔ حالانکہ آپؐ سے پہلے انبیاء علیہم السلام اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوئے۔

۲۔ آپؐ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی و رسول ہیں۔ آپؐ کے بعد پیدا ہو کر کوئی نبی و رسول نہیں۔ البتہ پہلے زمانہ کے ایک نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب دجال اور اس کے ساتھی یہودیوں اور عیسائیوں کو سزا دینے کے لیے تشریف لائیں گے۔

۳۔ آپؐ کو جوامع الکلم عطا ہوئے یعنی مختصر لامحدود معانی پر مشتمل کلام سکھایا گیا۔

۴۔ دُور دُور تک آپؐ کا رعب ڈال دیا گیا۔

۵۔ تمام زمین آپؐ کے لیے سجدہ گاہ بنا دی گئی۔ جہاں چاہیں کھڑے ہو کر نماز پڑھ لیں اور پاک مٹی سے تیمم کی اجازت ملی۔

۶۔ مالِ غنیمت آپؐ کے لیے حلال کیا گیا۔ حالانکہ پہلی امتوں میں کسی کے لیے حلال نہ تھا۔

۷۔ آپؐ کے اُمتی تعداد میں سب سے زیادہ ہوں گے۔

۸۔ قیامت کے دن شفاعتِ کبریٰ کی نعمت عطا ہوئی۔
۹۔ سب سے پہلے آپؐ اپنی امت کو لے کر پلصراط سے گزریں گے۔
۱۰۔ سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں داخل ہوں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما آپؐ کے دائیں بائیں ہوں گے۔ جنت میں ہر نبی کے لیے ایک حوض ہوگا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حوض سب سے بڑا ہوگا۔ ایک صحابیؓ کی کیا ہی خوب دعا ہے: پڑھا کریں۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ اِیۡمَانًا دَائِمًا لَایَزُوۡلُ وَنَعِیۡمًا لَایَنۡفَدُ وَمُرَافِقَۃَ نَبِیِّکَ فِیۡ جَنَّۃِ الۡخُلۡدِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ۔

مقامِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نظر میں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صحابی سے مراد وہ شخص ہے جس نے دنیا کی زندگی میں حالتِ ایمان کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور حالتِ ایمان پر اس کا انتقال ہُوا۔

اگر کوئی نابینا صحابی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس یا ملاقات اسے نصیب ہوئی ہو یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا ہو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام اس قدر بلند ہے کہ ان کے بعد آنے والا بڑے سے بڑا ولی بھی ایک عام صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کی تعلیم حاصل کر کے ساری دنیا میں اسلام کو پھیلایا۔ قرآن و حدیث کی حفاظت کی اور آئندہ نسلوں تک اللہ تعالیٰ کا دین پہنچایا۔

صحابہ کرام نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے جہاد میں حصہ لیا۔ کافروں کو شکست دی۔ اپنی جان و مال و اولاد الغرض ہر قسم کی قربانی دے کر اسلام کو چار دانگِ عالم پر غالب کر دیا۔ عرب و یمن کو فتح کر کے ایک عظیم اسلامی سلطنت کی صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔

اہل بیت کے اہل بیت ہونے کے گواہ بھی صحابہ کرام ہی ہیں۔ اب اگر کوئی بد باطن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف بکواس کرے اور ان پر سے اعتماد اٹھانے کی ناپاک کوشش کرے تو اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن و حدیث و اسلام اور اہل بیت سب کے گواہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ اگر گواہ غلط

ہو تو اس کی گواہی بھی غلط قرار پائے گی۔ پھر نعوذ باللہ قرآن و حدیث، اسلام اور اہل بیت کیسے صحیح ثابت ہوں گے؟

حقیقت یہ ہے کہ جب یہود و نصاریٰ اور دوسرے کفار نے دیکھا کہ دلیل اور قوت کے ساتھ اسلام کا مقابلہ ممکن نہیں۔ تو انہوں نے صحابہ کرام کے خلاف بکواس کرنے والے جانوروں، حدیث پر اعتماد اٹھانے والے غنڈوں اور علماء اسلام کے خلاف مہم چلانے والے بد اخلاق لوگوں کو حاصل کیا جنہوں نے کئی طرح اسلامی نظریات اور قرآن و حدیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اعتماد اٹھانے کی شیطانی کوشش کی۔

صحابہ کرام ہدایت یافتہ ہیں

اللہ تعالیٰ نے ان کی کوششوں کو ناکام کر دیا اور قرآن مجید و احادیث صحابہ کرام کے عدل و اسلام کی توثیق فرمائی اور یہ بتایا کہ صحابہ کرام کے دلوں میں اللہ نے ایمان کی محبت ڈال دی۔ کفر و نافرمانی سے نفرت پیدا کر دی اور یہی ہدایت یافتہ لوگ ہیں۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ کے دشمن اور خبیث آدمی کے سوا کوئی شریف اور ایماندار آدمی صحابہ کرام کے خلاف باتیں نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ لا فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ٥ (الحجرات — ۷، ۸)	اور لیکن اللہ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی ہے اور اس کو تمہارے دلوں میں اچھا کر دکھایا ہے اور تمہارے دل میں کفر اور گناہ اور نافرمانی کی نفرت ڈال دی ہے یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ اللہ کے فضل اور احسان سے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام پر راضی ہے

بعض صحابہ کرام مکہ سے آنے والے مہاجرین تھے اور بعض مدینہ کے رہنے والے یعنی انصار تھے۔ ان سب کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ لا رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ	اور جو لوگ قدیم ہیں پہلے ہجرت کرنے والوں اور مدد دینے والوں میں سے (یعنی مہاجرین و انصار) اور وہ لوگ جو نیکی میں ان کی پیروی کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی

تَجۡرِیۡ تَحۡتَهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ	ہُوا اور وہ اس سے راضی ہوئے ان کے لیے ایسے
فِیۡهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ۝	باغ تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں
(التوبہ — ۱۰۰)	ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

مندرجہ بالا آیت سے ثابت ہُوا کہ اللہ تعالیٰ مہاجرین و انصار سب صحابہ کرام پر راضی ہے جو صحابہ کرام کے تابعدار ہیں ان سے بھی راضی ہے اور اسی گروہ کو کامیاب بھی قرار دیا۔

۲۔ صلح حدیبیہ میں شریک ہونے والے صحابہ کرام کو خصوصی اعزاز حاصل ہُوا۔ ان کی تعداد چودہ سو تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہم ان میں موجود تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیجا۔ انہیں واپس آنے میں تاخیر ہو گئی اور افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے صحابہ کرام سے بیعت لی۔ اللہ تعالیٰ نے سب بیعت کرنے والوں کرنے والوں کی تعریف کی اور اپنی رضا کا اعلان کیا۔ اس سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مقام بھی بلند ہو گیا۔ پا ہے کفار کو بُرا لگے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر رکھ کر بیعت لی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَقَدۡ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ	بے شک اللہ مسلمانوں سے راضی ہُوا، جب
اِذۡ یُبَایِعُوۡنَكَ تَحۡتَ الشَّجَرَةِ	وہ آپؐ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے
فَعَلِمَ مَا فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ فَاَنۡزَلَ	تھے۔ پھر اس نے جان لیا جو کچھ ان کے دلوں میں
السَّكِیۡنَةَ عَلَیۡهِمۡ وَاَثَابَهُمۡ فَتۡحًا	تھا۔ پس اس نے ان پر اطمینان نازل کر دیا
قَرِیۡبًا ۙ وَّمَغَانِمَ كَثِیۡرَةً یَّاۡخُذُوۡنَهَا ؕ	اور انہیں جلدی فتح دے دی اور بہت سی
وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیۡزًا حَكِیۡمًا ۝	غنیمتیں بھی دے گا جنہیں وہ لیں گے اور اللہ
(الفتح - ۱۸، ۱۹)	زبردست حکمت والا ہے۔

اب جو شخص صحابہ کرام کے خلاف دل میں بغض رکھے وہ شدید درجہ کا بدمعاش اور غنڈہ ہے اللہ تعالیٰ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر خوش ہے اور ان پر انعامات نازل کرتا ہے اور مزید فتوحات و انعامات کے وعدے کرتا ہے اور صحابہ سے بغض رکھنے والا خبیث آدمی اُن کے خلاف بکواس کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دشمنان صحابہ کو چُن چُن کر ہلاک کرے اور ان موذی جانوروں سے زمین کو پاک کرے۔

صحابہ کرامؓ سے مشورہ کا حکم

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لینے کا حکم دیا حالانکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق میں سے کسی سے مشورہ کے محتاج نہیں ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی مبارک جماعت کی شان بتائی اور فرمایا :

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ج (آل عمران - ۱۵۹)

پس انہیں معاف کر دے اور ان کے لیے بخشش مانگ اور کام میں ان سے مشورہ لیا کر۔

دوسری جگہ فرمایا :

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ع (الانفال - ۶۴)

اے نبی! تجھے اور ایمانداروں کو جو تیرے تابعدار ہیں (ان کے لیے) اللہ کافی (مددگار) ہے۔

مندرجہ بالا دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر صحابہ کرام سے کچھ بھول چوک ہو جائے تو نہ صرف معاف کر دیا کرو بلکہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے بھی بخشش کی دعا کرو۔ اور ان سے مشورہ کیا کرو۔ اور آپؐ کا اور صحابہ کرام کا اللہ تعالیٰ کافی مددگار ہے۔

دشمن صحابہ کافر ہے؟

صحابہ کرام کو ایسا بھرپور پھل لانے والا فصل قرار دیا کہ جس کو کاشت کار دیکھ کر خوش ہو جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو دیکھ کر خوش تھے کہ بہترین قوم پیدا ہوئی۔ البتہ کافر لوگ صحابہ کرام کو دیکھ کر غصہ سے جل اٹھتے ہیں۔ صحابہ کرام کا دشمن ہونا کافر کی ایک علامت ہے۔ مسلمان کبھی بھی صحابہ کرام کا دشمن نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ط وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا

محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ (صحابہ کرام) ہیں۔ کفار پر سخت ہیں آپس میں رحم دل ہیں تو انہیں دیکھے گا کہ

يَبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضۡوَانًا ۚ سِيۡمَاهُمۡ فِىۡ وُجُوۡهِهِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمۡ فِى التَّوۡرٰٮةِ ۛۚ وَمَثَلُهُمۡ فِى الۡاِنۡجِيۡلِ ۛۚ كَزَرۡعٍ اَخۡرَجَ شَطۡـئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسۡتَغۡلَظَ فَاسۡتَوٰى عَلٰى سُوۡقِهٖ يُعۡجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَـغِيۡظَ بِهِمُ الۡكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنۡهُمۡ مَّغۡفِرَةً وَّاَجۡرًا عَظِيۡمًا ۚ (الفتح — ۲۹)	رکوع سجود کر رہے، اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی تلاش کرتے ہیں۔ ان کی شناخت ان کے چہروں میں سجدہ کا نشان ہے یہی وصف ان کا تورات میں ہے اور انجیل میں ان کا وصف ہے، مثل اس کھیتی کے جس نے اپنی سوئی نکالی پھر اسے قوی کر دیا پھر موٹی ہو گئی۔ پھر اپنے تنا پر کھڑی ہو گئی۔ کسانوں کو خوش کرنے لگی تاکہ اللہ ان کی وجہ سے کفار کو غصہ دلائے۔ اللہ نے ان میں سے ایمانداروں اور نیک کام کرنے والوں کے لیے بخشش اور اجرِ عظیم کا وعدہ کیا ہے۔

مندرجہ بالا آیت کے آخر میں واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا: " تاکہ اللہ ان (صحابہ کرام) کی وجہ سے کفار کو غصہ دلائے "

یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دشمنی کرنا اور ان پر غصہ کرنا، کافروں کا طریقہ ہے۔

وعدۂ استخلاف

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے وعدہ کیا کہ اگر تم ایمان لائے اور اچھے عمل کئے تو تمہیں دنیا میں بھی سب سے بڑی حکومت ملے گی اور کافر تم سے ڈرتے ہوں گے اور چار دانگ عالم پر اسلام کا غلبہ ہو گا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کے عہد میں اس قدر فتوحات ہوئیں کہ روئے زمین پر سب سے بڑی حکومت مسلمانوں کی تھی اور کافروں کی دونوں بڑی سلطنتیں تباہ و برباد کر دی گئیں اور مسلمان روئے زمین پر ایک ہزار برس تک اطمینان کے ساتھ حکومت کرتے رہے۔

یہ تمام علاقے صحابہ کرام نے فتح کئے۔ آج جو لوگ صحابہ کرام کے مخالف ہیں وہ دراصل اسلام کے پھیلنے اور اللہ کے دین کے دشمن ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ	اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو تم میں

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ص وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط

(النور — ۵۵)

سے ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ انہیں ضرور ملک کی حکومت عطا کرے گا جیسا کہ ان سے پہلوں کو عطا کی تھی، اور ان کے لیے جس دین کو پسند کیا ہے، اسے ضرور مستحکم کر دے گا. اور البتہ ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

چنانچہ صحابہ کرام کے ذریعہ عظیم ترین اسلامی خلافت قائم ہوئی. مسلمان دنیا پر غالب ہوئے اسلا کا غلبہ ہوا. مسلمانوں کے دلوں سے کافروں کا ڈر ختم ہوا. اور مسلمان ایک ہزار برس تک اطمینان سے حکومت کرتے رہے۔ لیکن جب مسلمانوں نے صحابہ کرام کی اطاعت سے علیحدگی اختیار کی. کوئی عیسائیوں کے پیچھے چلا. کوئی نفس کا بندہ ہوا تو مسلمانوں کو ہر جگہ زوال آیا. کفار کا مسلمانوں کے علاقوں پر قبضہ ہو بلکہ رافضی گروہ جو صحابہ کرام کا دشمن ہے. اس ناپاک گروہ کو آج تک اسلام کی دعوت پھیلانے اور کافرو کے ساتھ جہاد کرنے کی توفیق نہیں ملی. انہوں نے ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کیں اور اسلا سلطنتوں کو نقصان پہنچاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ دشمنانِ صحابہ کرام کو چُن چُن کر ہلاک کرے. آمین. یاد رکھئے آج بھی غلبۂ اسلام کی ایک ہی صورت ہے کہ ہم صحابہ کرام کے طریقۂ زندگی کو اپنائیں

اتباعِ صحابہ کرام ہی ہدایت یافتہ ہونے کی علامت ہے

اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا کہ صرف وہ لوگ ہدایت پر ہیں کہ جو صحابہ کرام کا اسلام قبول کریں اور جو لوگ طریقۂ صحابہ کرام سے دور ہیں وہ بدبخت یعنی جہنمی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ج وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ج فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ج وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ؕ

(البقرہ — ۱۳۷)

پس اگر وہ بھی ایمان لے آئیں جس طرح تم (اے صحابہ) ایمان لائے ہو، تو وہ بھی ہدایت پا گئے اور اگر وہ نہ مانیں تو وہی ضد میں پڑے ہوئے ہیں سو تمہیں ان سے اللہ کافی ہے اور وہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔

فضائل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان کے بارے میں جناب رسول اللہ علیہ وسلم کی چند احادیث درج کی جاتی ہیں تاکہ ایماندار آدمی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت سے آگاہ ہو کر ہدایت حاصل کرے اور بددیانت پر حجت قائم ہو جائے۔

• حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
میری بہترین امت میرے زمانہ کی ہے (یعنی صحابہ کرام) پھر وہ جو اُن کے بعد آئیں گے۔
(یعنی تابعین) پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے (یعنی تبع تابعین)

(صحیح البخاری ج: ۱ کتاب المناقب باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ص: ۵۱۵)

یعنی انبیاء علیہم السلام کے بعد امتیوں میں سب سے بلند درجہ صحابہ کرام کو حاصل ہے یہ وہ محترم ہیں کہ ان کو دیکھنے والے تابعین اور تابعین کو دیکھنے والے تبع تابعین بھی محترم ہو گئے۔ کیا ہی شان ہے صحابہ کرام کی کہ جو ان کی زیارت کرے بلکہ ان کی زیارت کرنے والوں کی زیارت کرے وہ بھی شان والا بن جائے۔

حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی۔ اُن میں کوئی ایک بھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔

(جامع الترمذی ج: ۲۔ ابواب المناقب، باب ماجاء فی فضل من بایع تحت الشجرہ ص: ۲۲۵)

بیعت رضوان میں شریک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جنت کی یقینی خوشخبری ہے۔ ولو کرہ الکافرون۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم ان میں سے جس کا اتباع کرو گے ہدایت پاؤ گے"۔

(مشکوۃ المصابیح باب مناقب الصحابہ عن رزین۔ ص: ۵۵۴)

حضرت عبداللہ بن مغفل (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ میرے بعد انہیں نشانہ نہ بناؤ، جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے ساتھ بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔ اور جس نے ان کو ایذاء دی اس

نے مجھے ایذار دی اور جس نے مجھے ایذار دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذار دی قریب ہے کہ وہ اس کو پکڑ لے۔

(جامع الترمذی ج: ۲ باب المناقب، باب من سب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص: ۲۲۵)

مندرجہ بالا حدیث میں وضاحت ہوئی کہ صحابہ کرام کا دشمن در اصل خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کا دشمن ہے اور یہ بہت بڑا جرم ہے اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت دے۔

۶ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ کو گالی نہ دو، اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر تم میں سے کوئی احد (پہاڑ کا نام) کے برابر سونا خیرات کرے تو وہ اُن (صحابہ) میں سے کسی ایک کی مُد کے برابر نہیں پہنچ سکتا اور نہ نصف (مُد کے برابر پہنچ سکتا ہے)

(جامع الترمذی ج: ۲۔ ابواب المناقب باب من سب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص: ۲۲۵

مُد سے مراد امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دو رطل اور امام شافعیؒ کے نزدیک ۱⅓ رطل ہے۔

۶ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم ان کو دیکھو جو میرے صحابہ کو گالی دیتے ہیں تو کہو! تمہارے اس بُرے کام پر اللہ کی لعنت ہو

(جامع الترمذی ج: ۲۔ ابواب المناقب باب من سب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ص: ۲۲۵

مندرجہ بالا احادیث میں وضاحت ہوگئی:

۱۔ بہترین امت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہے۔
۲۔ صحابہ کرام ہدایت یافتہ ہیں اور ان کی پیروی کرنا ہدایت کی ضمانت ہے۔
۳۔ بیعتِ رضوان کے شریک صحابہ کرام کو جنت کی خوشخبری دے دی گئی۔
۴۔ صحابہ کرام کا دشمن در اصل خدا ور سول کا دشمن ہے۔
۵۔ صحابہ کرام کے اخلاص کے برابر کوئی نہیں پہنچ سکتا۔
۶۔ صحابہ کرام کو گالی دینے والا پرلے درجے کا خبیث ڈنگر ہے۔
۷۔ صحابہ کرام کو گالی دیتے سنو۔ تو صاف کہو۔ تمہاری اس خباثت پر خدا کی لعنت۔

اہلِ بیت کا مقام

اہلِ بیت سے مراد گھر والے ہیں۔ بیوی اور اولاد تو براہِ راست اہلِ بیت میں داخل ہیں۔ چنانچہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات، آپ کی اولاد یعنی تینوں بیٹے اور چار بیٹیاں اور بیٹیوں کی اولاد سب اہل بیت میں شامل ہیں۔

آپ کی ازواج مطہرات کے پاک اسماء یہ ہیں:

۱- حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا۔

۲- حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا۔

۳- حضرت عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا۔

۴- حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا۔

۵- حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا۔

۶- حضرت اُمِّ سلمہ بنت ابی اُمیہ رضی اللہ عنہا۔

۷- حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا۔

۸- حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا۔

۹- حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا۔

۱۰- حضرت صفیہ بنت حیّ رضی اللہ عنہا۔

۱۱- حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا۔

وفات کے وقت آپ کی نو ۹ ازواج مطہرات زندہ تھیں۔ آپ کی وفات کے بعد سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اور سب سے آخر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ۶۲ھ میں وفات ہوئی۔ (ملخصا من زاد المعاد ج: ۱، ص: ۲۶-۲۹)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بیٹے حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ پیدا ہوئے۔ حضرت عبداللہ کے لقب طیب اور طاہر بھی ہیں اور چار بیٹیاں حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن پیدا ہوئیں۔

آپ کی ایک باندی حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے آپ کے بیٹے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔ آپ کے تینوں بیٹے بچپن میں وفات پا گئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سوا سب بیٹیاں اور بیٹے آپ کی زندگی میں وفات پا گئے۔ صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے اولاد ہوئی۔ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پیدا ہوئے۔

(ملخصا من زاد المعاد ج: ۱، ص: ۲۵)

بعض بدمعاش رافضی اہلِ بیت میں ازواج مطہرات کو داخل نہیں سمجھتے۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کے واقعات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ق — ہم اسے (لوط کو) اور اس کے اہل (بیت) کو بچالیں گے سوائے اس کی بیوی کے۔ (العنکبوت — ۳۲)

اگر بیوی اصل میں داخل نہ ہوتی تو استثناء لانے کی ضرورت نہ تھی۔ استثناء لاکر اِمْرَاَتَهٗ (ان کی بیوی) کو اَھْل سے خارج کرنا اور یہ کہنا کہ ہم اس کے اہل کو بیوی کے سوا بچالیں گے یہ اس بات کی پختہ دلیل ہے کہ بیوی بھی اَھْل میں داخل ہے۔ اسی لیے استثناء لاکر حکم سے خارج کیا۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں قرآن مجید میں ایک رکوع نازل ہوا جس میں ان کی پاکیزگی بیان کی گئی۔ اور اہل بیت کی طہارت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۚ — اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے اس گھر والو! تم سے ناپاکی دور کرے اور تمہیں خوب پاک کرے۔ (الاحزاب — ۳۳)

اب جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا دشمن ہے وہ روئے زمین کا خبیث آدمی اور اسلام کا دشمن ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"اللہ سے محبت رکھو کہ وہ نعمتیں عطا کرتا ہے، اور اللہ کی محبت کے باعث مجھ سے محبت رکھو، اور میری محبت کے باعث میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔"
(جامع الترمذی ج: ۲۔ ابواب المناقب، باب مناقب اہل بیت ص: ۲۱۹)
اس لیے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ، انبیاء علیہم السلام، ان کے صحابہ کرام اور اہل بیت نیز تمام اہلِ اسلام اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ درجہ بدرجہ محبت رکھے۔
فرعون کی اولاد نہیں تھی۔ چنانچہ قرآن مجید نے فرعون کی قوم کو آل فرعون کے نام سے ذکر کیا اور فرمایا:

وَ اَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ — اور ہم نے آل فرعون کو غرق کیا۔ (البقرۃ — ۵۰)

غرق ہونے والی فرعون کی قوم تھی اور فرعون کی اولاد تو تھی ہی نہیں۔ چنانچہ اٰل کا ایک معنی قوم بھی ہے۔

اس طرح سب امتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے ہوئے۔
اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اَللّٰھُمَّ تَجَاوَزْ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خلافت راشدہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیس سال تک بالاتفاق طریقۂ نبوت کے مطابق خلافتِ راشدہ رہی۔ پھر عادل حکمران آئے جو امیر المؤمنین کہلائے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تک صحابہ کرام ہی خلافت پر تشریف فرما رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے راشدین کی پیروی کرنے کا حکم دیا۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"میں تمہیں اللہ سے ڈرنے، سننے اور اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں چاہے (تمہارا امیر) حبشی غلام ہو (بشرطیکہ وہ اسلام کے مطابق حکومت کرے) کیونکہ تم میں سے جو زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا۔ بدعات کے کاموں سے بچو یہ گمراہی ہیں۔ جو تم میں سے یہ (وقت) پائے اس پر میری سنت اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت لازم ہے اس پر مضبوطی سے جمے رہو۔"

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب العلم، باب الاخذ بالسنۃ والاجتناب البدعۃ، ص: ۹۶)

خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے عہد میں اس قدر فتوحات ہوئیں کہ دنیا کی دو بڑی کافر فارس اور روم کی حکومتیں تباہ کر دی گئیں اور روئے زمین پر سب سے بڑی اسلامی حکومت قائم ہو گئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے باعث مسلمانوں پر پریشانی آئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں فتوحات رک گئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ ایک حصے کے خلیفہ مقرر ہوئے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ تک حالات دیکھے اور پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنے ساتھیوں کو بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا حکم دیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تمام اسلامی سلطنت کے واحد خلیفہ برحق تسلیم کر لیے گئے۔ چاہے دشمنانِ صحابہ کو برا لگے۔ ان کے خلیفہ بننے کے بعد خشکی اور سمندر میں دوبارہ جہاد اور فتوحات کا آغاز ہوا۔ اب خلفائے راشدین کے مختصر حالات اور فضائل بیان کیے جاتے ہیں۔

خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

آپ کا نام مبارک عبداللہ اور لقب صدیق (نہایت سچا) اور عتیق (دوزخ سے آزاد) تھے۔
آپ کی کنیت ابوبکر تھی اور آپ کا نسب نامہ آٹھویں پشت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔ آپ کی ولادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو برس چند ماہ بعد ہوئی اور اسی طرح وفات بھی دو برس چند ماہ بعد ہوئی۔ آپ کی عمر ۶۳ برس ہوئی۔
دو برس تین ماہ اور نو دن تک خلافت فرمائی، اور ۱۷، جمادی الآخرہ ۱۳ ہجری کو وفات پائی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ کے حجرہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔
بچپن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست تھے۔ مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ ان کی تبلیغ سے کئی بلند پایہ صحابہ کرام جن میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی داخل ہیں مسلمان ہوئے۔
سات مسلمان غلام خرید کر آزاد کئے جن میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے۔
اسلام لانے کے بعد اپنے گھر کے سامنے مسجد بنائی جو اسلام کی پہلی مسجد تھی۔ ہر دکھ سکھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ سب سے خطرناک سفر ہجرت مدینہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا اور اس واقعہ کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے الفاظ میں آپ کو حضور صلی علیہ وسلم کا صحابی قرار دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ	اگر تم اس (رسول) کی مدد نہ کرو گے تو اس کی اللہ
اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	نے مدد کی ہے جس وقت اسے کافروں نے (مکہ سے)
ثَانِىَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِى الْغَارِ	نکالا تھا کہ وہ دو میں سے دوسرا تھا جب وہ
اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ	دونوں غار میں تھے جب وہ (رسول) اپنے صاحب
اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ج	(ابوبکر) سے کہہ رہا تھا۔ تو غم نہ کر، بے شک (اللہ)
(التوبہ — ۴۰)	ہمارے ساتھ ہے)

مندرجہ بالا آیت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صحابی قرار دیا گیا۔ اب جو بدمعاش آدمی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کا انکار کرے یا ان سے دشمنی رکھے وہ یقیناً قرآن مجید

اور بے ایمان ہے۔

انہوں نے ہر غزوہ میں حصہ لیا، غزوہ بدر، احد، خندق ہر غزوے میں کفار کا مقابلہ کیا۔

اپنی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں جب آپؐ مسجد میں تشریف نہ لاسکے تو اپنے مصلیٰ پر اپنا نائب بناکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کو کھڑا کیا اور حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں چنانچہ تمام صحابہ کرام و اہل بیت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سترہ نمازیں پڑھائیں۔ جو آپؐ کے پہلے خلیفہ برحق ہونے کی دلیل ہے۔ چاہے کفار کو بُرا لگے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے:

"پس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو پیغام بھیجا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، ان کے پاس قاصد (حضرت بلال رضی اللہ عنہ) آئے اور کہا: جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نرم دل آدمی تھے۔ انہوں نے کہا۔ اے عمرؓ لوگوں کو نماز پڑھاؤ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ اس کے زیادہ حقدار ہیں۔ چنانچہ ان دنوں (مرض وفات کے دنوں میں) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نمازیں پڑھائیں۔ پھر (ایک دن) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو افاقہ محسوس ہُوا تو آپؐ نماز ظہر کے لیے دو آدمیوں کے درمیان (سہارا لگاکر) نکلے۔ ان میں سے ایک عباس (رضی اللہ عنہ) تھے۔ حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ جب حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے آپؐ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے مگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اشارہ فرمایا کہ ہٹیں نہیں۔ پس آپؐ نے فرمایا: مجھے اس (ابوبکر) کے پہلو میں بٹھا دو۔ چنانچہ انہوں نے آپؐ کو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پہلو میں بٹھا دیا۔ راوی بتاتے ہیں۔ ابوبکر (صدیق رضی اللہ عنہ) اس طرح نماز پڑھ رہے تھے کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی اقتدار کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی نماز کی اقتدار کر رہے تھے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے"

(صحیح بخاری ج: ا کتاب الاذان، باب اذا زار الامام قوما فأمّهم۔ ص: ۹۵)

مندرجہ بالا حدیث حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلے خلیفہ برحق ہونے کی واضح دلیل ہے۔ بشرطیکہ ذرا بھی ایمان اور عقل موجود ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بعض قبائل مرتد ہو گئے۔ بعض نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ مسیلمہ کذاب نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوری قوت

کے ساتھ سب کا مقابلہ کیا۔ فتنہ ارتداد کو ختم کر دیا۔ مانعین زکوٰۃ کی سرکوبی کی اور مسیلمہ کذاب کو قتل کر کے اس فتنہ کو جڑ سے ختم کر دیا۔ اس طرح اسلامی حکومت کو دوبارہ منظم کیا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی سرکردگی میں روم کے مقابلہ میں فوج بھیجی جو کہ کامیاب ہو کر واپس آئی۔ روم اور فارس پر حملوں کا آغاز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہوا۔ اس کے علاوہ ان کے مبارک عہد میں حیرہ، حمص، یرموک اور دمشق وغیرہ کئی مشہور شہر فتح ہوئے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل بتائے۔

- جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اپنی رفاقت اور اپنے مال کے ساتھ مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

(صحیح البخاری ج: ا کتاب المناقب، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم سدوا الابواب الا باب ابی بکر ص: ۵۱۶

- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں کے درمیان موازنہ کرتے تھے تو ہم ابوبکر کو سب سے افضل پھر عمر بن الخطاب کو پھر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم کو افضل سمجھتے

(صحیح البخاری ج: ا کتاب المناقب، باب فضل ابی بکر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص: ۵۱۶)

- حضرت حذیفہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کی جو میرے بعد ہیں تابعداری کرو۔ ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کی۔

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب المناقب، باب مناقب ابی بکر الصدیق، ص: ۲۰۷)

- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) جنت کے ادھیڑ عمر والوں اولین و آخرین کے سردار ہیں بسوائے انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے، اے علی ان کو نہ بتانا۔

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب المناقب، باب مناقب ابی بکر صدیق، ص: ۲۰۸

- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو فرمایا: تو حوض پر میرا ساتھی ہے اور غار میں میرا ساتھی ہے۔

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب المناقب ابی بکر صدیق۔ ص: ۲۰۸)

- حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ ابوبکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس آئے تو آپؐ نے فرمایا: تو آگ سے اللہ کا عتیق (آزاد کردہ) ہے۔ اس دن سے ان کا نام عتیق ہو گیا۔ (جامع الترمذی ج: ۲۔ ابواب المناقب، ص: ۲۰۸)

۶ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن نکلے اور مسجد میں آپؐ اور ابوبکرؓ و عمرؓ داخل ہوئے۔ ان سے ایک آپؐ کے دائیں جانب اور دوسرے بائیں جانب تھے اور آپؐ دونوں کے ہاتھ پکڑے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: ہم قیامت کو اس طرح اٹھیں گے۔

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب المناقب، باب مناقب ابی بکر صدیق، ص: ۲۰۸)

۶ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس قوم میں ابوبکر ہو۔ تو اس کے لیے مناسب نہیں کہ دوسرا اس کی امامت کرے۔

(جامع الترمذی ج: ۲۔ ابواب المناقب، باب مناقب ابی بکر صدیق، ص: ۲۰۸)

۶ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت داخل ہوگی۔ حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول، میرا جی چاہتا ہے کہ میں آپؐ کے ہمراہ ہوں حتیٰ کہ اسے دیکھوں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر تو یقیناً میری امت میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا۔ (ابوداؤد ج ۲ کتاب السنۃ، باب التفضیل والخلفاء، ص: ۶۴۰)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

آپ کا نام مبارک عمر ہے۔ لقب فاروق اور کنیت ابوحفص ہے۔ آپ کا نسب نویں پشت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملتا ہے۔ واقعہ فیل کے تیرہ برس بعد ولادت ہوئی اور بعثت کے چھٹے سال آپ نے اسلام قبول کیا۔

دس برس چھ ماہ اور پانچ دن تک خلافت فرمائی اور یکم محرم الحرام ۲۴ھ کو رحلت فرمائی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہوئے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اسلام لانے کی دعا کی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"حضرت عمر کا مسلمان ہونا اسلام کی فتح تھی۔ ان کی ہجرت اللہ کی نصرت تھی اور ان کی خلافت اللہ کی رحمت تھی۔"

عرب میں سب سے زیادہ بہادر تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد کھلم کھلا خانہ کعبہ میں مسلمانوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھی۔ تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔

ان کی رائے کے مطابق کئی بار وحی نازل ہوئی۔ آپ کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں داخل ہیں۔

ان کی خلافت کے عہد میں بے شمار فتوحات ہوئیں ایک ہزار چھتیس شہر اور ان کے مضافات کے علاقے فتح ہوئے۔ ایران اور روم کی سلطنتوں کو تباہ کر دیا گیا۔ عراق اور ایران، مصر، شام، فلسطین اور مشرق وسطیٰ، روس اور روم کے بے شمار علاقوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

اندرون ملک بے شمار اصلاحات کیں۔ فوج اور پولیس کا نظام الگ الگ قائم کیا۔ سرحدوں پر چھاؤنیاں بنائیں۔ زمین کی پیمائش کرائی۔ کئی وزارتیں قائم کیں۔ کئی نئے شہر آباد کئے۔ سن ہجری جاری کیا۔ قرآن و حدیث کی تعلیم کا زبردست انتظام کیا۔ چنانچہ بصرہ کے صوبہ میں ایک سال میں دس ہزار مساجد اور نو صد جامع مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ خراسان اور قسطنطنیہ پر حملوں کا آغاز انہی کے عہد میں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مکمل ہوا۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

- "میں نے (جنت میں) ایک محل دیکھا جس میں ایک لڑکی تھی۔ میں نے پوچھا! یہ کس کا ہے؟ اس نے کہا! عمر بن الخطاب کا ۔۔۔۔ الحدیث"

(صحیح البخاری ج: ا کتاب المناقب، باب مناقب عمر بن الخطاب، ص: ۵۲۰)

- "حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُحد پر چڑھے، ابوبکر و عمر و عثمان (رضی اللہ عنہم) ساتھ تھے۔ اس نے حرکت کی۔ آپؐ نے فرمایا: اے احد تھم جا، تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

(صحیح البخاری ج: ا کتاب المناقب، باب مناقب عمر بن الخطاب، ص: ۵۲۱)

- حضرت عقبہ بن عامر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے۔

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب المناقب، باب مناقب ابی حفص عمر بن الخطاب ص: ۲۰۹)

۵ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سورہا تھا میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ مجھ پہ پیش کئے جاتے ہیں ان پر قمیصیں ہیں کسی کی پستانوں تک (سینہ تک) پہنچ رہی ہے کسی کی کمر تک پہنچ رہی ہے۔ عمر بن خطاب گزرے تو ان پر (طویل) قمیص ہے جس کو گھسیٹ رہے ہیں۔ صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول آپ نے اس کی کیا تاویل لی؟ آپ نے فرمایا: دین (یعنی ان کا دین خوب مضبوط ہے۔

(صحیح مسلم ج: ۲ کتاب الفضائل، باب فضائل عمر رضی اللہ عنہ ص: ۲۷۴)

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: اسی دوران کہ میں سورہا تھا میں نے اپنے آپ کو ایک کنوئیں پر دیکھا جس پر ڈول تھا۔ میں نے اس سے (پانی) نکالا جس قدر اللہ نے چاہا۔ پھر اسے ابن ابی قحافہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے لے لیا۔ اس نے چند ڈول یا دو ڈول نکالے۔ اس کے نکالنے میں کمزوری تھی۔ اللہ تعالیٰ اسے معاف کرے پھر وہ بڑا ڈول بن گیا اور اسے ابن خطاب نے لے لیا۔ پس میں نے لوگوں میں کوئی ایسا سردار نہیں دیکھا کہ جو عمر بن خطاب کے (پانی) نکالنے کی طرح نکالتا ہو۔ آخر کار لوگ (سیراب ہوکر) آرام گاہ میں چلے گئے۔

(صحیح مسلم ج: ۲ کتاب الفضائل، باب فضائل عمر رضی اللہ عنہ ص: ۲۷۵)

حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے فرمایا: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لوگوں پر چار باتوں سے افضلیت حاصل ہوئی۔

۱- بدر کی (جنگ) کے دن قیدیوں کے بارے میں، انہوں نے ان کے قتل کرنے کا مشورہ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے (ان کی تائید کرتے ہوئے) آیت نازل کی:

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ (الانفال - ۶۸)

۲- پردے کے معاملے میں کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو پردے کا حکم دیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے ابن خطاب تم ہم پر (حاکم ہوتے ہو) حالانکہ وحی ہمارے گھر میں نازل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ط (الاحزاب - ۵۳)

اور جب نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردے سے باہر مانگا کرو۔

۳- حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کے اسلام لانے) کی دعا کی۔ کہا: اے اللہ عمر کے ساتھ اسلام

کی تائید فرما (عمر بن خطاب کو اسلام کی توفیق دے کر اسلام کو قوت عطا فرما)

۴- ابوبکر (رضی اللہ عنہ کی خلافت) کے بارے میں ان کی رائے (کہ انہیں خلیفہ بنایا جائے) انہوں نے سب سے پہلے ان کی بیعت کی۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب عمر ص: ۵۵۸، ۵۵۹- از احمد)

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

آپ کا نام مبارک عثمان اور لقب ذوالنورین تھا۔ آپ کے عقد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں آئیں۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے ان کا نکاح ہوا۔ ان کی وفات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا ان سے نکاح کر دیا۔ اس لیے انہیں ذوالنورین (دو نوروں والا) کہا جاتا ہے۔

آپ کا نسب پانچویں پشت میں حضور صلی اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ واقعہ فیل سے چھ سال بعد ولادت ہوئی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ مقرر ہوئے اور بارہ دن کم بارہ سال تک خلافت فرمائی اور ۱۸ ذی الحجۃ ۳۵ ھ کو بڑی مظلومیت کے ساتھ شہید ہوئے اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

سخاوت میں ان سے بڑھ کر کوئی نہیں تھا، ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرتے۔ ایک بار قحط میں ایک ہزار اونٹوں پہ لدا ہوا غلہ مسلمانوں میں مفت تقسیم کر دیا۔ مدینہ میں ایک کنواں بیر رومہ خرید کر وقف کیا۔ غزوہ تبوک میں بے شمار مال پیش کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر تین بار فرمایا

"یا اللہ! میں عثمان سے راضی ہوں، تو بھی ان سے راضی رہ"

تمام غزوات میں حصہ لیا۔

ان کے عہد میں اسلامی سلطنت ایران سے آگے بڑھ کر افریقہ تک پہنچی۔ بحری جہاد بھی ان کے مبارک عہد میں شروع ہوا۔ چنانچہ قبرص پر قبضہ کر لیا گیا اور رومیوں کا عظیم بحری بیڑہ مکمل طور پر تباہ کر دیا گیا۔ ایران کے باقی ماندہ حصے بھی ان کے عہد میں فتح ہوئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

۵ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو رومہ کا کنواں کھود دے اس کے لیے جنت ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے کھد

(کرصاف کرادیا) آپؐ نے فرمایا: جو جیش العسرۃ میں سامان دے اس کے لیے جنت ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے سامان دیا۔

(صحیح البخاری ج: ا کتاب المناقب، باب مناقب عثمانؓ ص: ۵۲۲)

۶ ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں بتایا کہ ... "ان سے فرشتے بھی حیار کرتے ہیں"

(صحیح مسلم ج: کتاب الفضائل، باب فضائل عثمان بن عفانؓ، ص: ۲۷۷)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر حیار کا بہت زیادہ غلبہ تھا۔ دراصل ہر صحابی عام خصائلِ نبوت عمل پیرا تھے مگر ہر ایک میں کسی نہ کسی ایک بات کا زیادہ غلبہ تھا۔ اب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جیسے یادار سے صرف وہی دشمنی کرے گا جو بے حیاء اور خبیث ہوگا۔ اللہ تعالیٰ دشمنانِ صحابہ کو تباہ و باد کرے۔

جیش عسرہ (تنگی کے زمانہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسلامی لشکر کے لیے تین سو اونٹ ع سازوسامان دیئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"عثمان پر کچھ (مواخذہ) نہیں آج کے بعد جو بھی عمل کرے عثمان پر کچھ (مواخذہ) نہیں آج کے بعد جو بھی عمل کرے" (یعنی قطعی جنتی ہیں)

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب المناقب، باب مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ص: ۲۱۱)

حضرت طلحہ بن عبید اللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کا رفیق ہوتا ہے اور میرا رفیق یعنی جنت میں عثمان ہیں۔

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب المناقب، ص: ۲۱۰)

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعتِ رضوان کا حکم دیا تو عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) کو جناب رسول اللہ علیہ وسلم نے مکہ بھیجا ہوا تھا۔ راوی بتلاتے ہیں کہ لوگوں نے بیعت کی۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عثمان بے شک اللہ کے کام میں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کام میں گیا ہے۔ پھر اپنا ایک ہاتھ اپنے دوسرے ہاتھ پر رکھا (اور اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے آپؐ نے بیعت لی) چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ عثمان کے لیے ان (دوسروں) کے اپنے ہاتھوں سے بہتر تھا۔ (جامع الترمذی ج: ۲، ابواب المناقب، باب مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ص ۲۱۱)

کیا شان ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی، کہ رسول اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ کو عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحابہ کرام کے طریقہ پر چلائے اور ان کی سرزمین پر رکھے اور ان کے ساتھ ہی ہمارا حشر کرے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام مبارک علی اور لقب اسد اللہ اور مرتضیٰ تھا اور کنیت ابوالحسن اور ابوتراب تھی۔ آپ کا نسب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب ہے۔ ان کے والد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد محترم سگے بھائی تھے۔ ان کے والد ابوطالب نے اسلام قبول نہیں کیا۔ البتہ ان کی والدہ محترمہ مسلمان ہوئیں اور ہجرت میں بھی شریک تھیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بچپن میں ہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور آپؐ کی پرورش میں رہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چھوٹی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ان کا نکاح کیا اور ان سے اولاد بھی ہوئی۔ بہادری میں مشہور تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلیفہ مقرر ہوئے تین دن کم پانچ سال تک خلافت کے فرائض انجام دیئے اور ایک خارجی ابن ملجم کے ہاتھ سے ۸ رمضان المبارک ۴۰ھ کو شہادت پائی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں اختلافات کے باعث کافروں سے جہاد بند ہو گیا اور کا عہد آپس کے اختلافات میں ختم ہو گیا۔ ان کے عہد میں تین لڑائیاں ہوئیں۔

ان میں دو جنگیں، جمل اور صفین کی جنگیں کہلاتی ہیں جن کو صحابہ کرام نے ہمیشہ ہی ناپسند کیا کیونکہ یہ دونوں لڑائیاں مسلمانوں کی آپس میں تھیں۔

البتہ خارجیوں کے خلاف ایک جنگ نہروان ہوئی جو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پسند کی کیونکہ جنگ نہروان فسادی عناصر کے خلاف تھی۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو اس وقت حالت یہ تھی کہ مسلمانوں کا عظیم الشان خلیفہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جن کی افواج روم اور فارس کو تباہ کرنے کے بعد دور دراز علاقوں تک اسلام کا پیغام پہنچانے میں مصروف تھیں اسے مظلومانہ طور پر شہید کر دیا گیا۔

اس عظیم سانحہ کی وجہ سے مسلمانوں پر شدید غم و غصہ طاری ہونا ایک طبعی اور لازمی بات

چنانچہ خلیفہ بننے والے سے قدرتی طور پر یہی سوال کیا جا سکتا تھا کہ مظلوم خلیفہ کے قاتلوں سے قصاص لیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل مدینہ میں دندناتے پھرتے تھے اور ان کی تعداد صرف اڑھائی صد تھی۔ مدینہ کے زیادہ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم کر لیا مگر شام کے مسلمانوں نے یہ شرط لگائی کہ آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے بدلہ لیں۔ پھر ہم بیعت کرتے ہیں۔ البتہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں نیا خلیفہ مقرر نہیں کیا۔

یہ اختلاف بڑھتے بڑھتے نازک صورت اختیار کر گیا۔ ان دنوں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حج کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لائی ہوئی تھیں۔ صحابہ کرام نے ان کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور مدینہ کے حالات بتائے۔ آخر طے ہوا کہ جب تک مدینہ کے حالات پر سکون نہیں ہوتے ہم کسی دوسرے شہر میں جاتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ کافی لوگ بصرہ چلے گئے۔ شرارتی لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اکسایا کہ یہ لوگ آپ سے لڑنے کے لیے جمع ہو رہے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فوج لے کر بصرہ کی طرف چلے۔ کئی بلند پایہ صحابہ کرام اور حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے بھی روکا مگر قضا و قدر غالب آئی۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج بصرہ کے قریب پہنچ گئی تو دونوں فریقوں کی ایک دوسرے سے تین روز تک بات چیت جاری رہی۔ تیسرے روز صلح ہونے کے قریب تھی کہ رافضی فرقے کا بانی ایک سابق یہودی ابن سبا نے جو کہ فسادیوں میں شامل اور ان کا سردار تھا اس کے آدمیوں نے رات کو دونوں لشکروں پر حملہ کر دیا۔ اور ہر طرف بدعہدی کی افواہ پھیلا دی۔ اس طرح غلط فہمی میں مسلمانوں کی دو جماعتوں میں لڑائی ہو گئی۔

اس جنگ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک اونٹ پر سوار تھیں اس لیے اسے جنگ جمل کہتے ہیں۔

اسی طرح معاملہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا۔ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی افواج کا باہم مقابلہ ہوا اور دونوں طرف فسادی لوگوں نے جنگ کرائی۔ اس جنگ کے دوران ایک چھوٹی سی رومی سلطنت نے مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے خط لکھا:

"اے رومی کتے، تو ہماری آپس کی لڑائی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا، جس وقت تو مدینہ کا رُخ کرے گا تو اللہ کی قسم، علیؓ کے لشکر سے جو پہلا سپاہی تیری کھوپڑی توڑنے کے لیے

نکلے گا وہ معاویہ بن ابی سفیان کا ہو گا۔" (خلفائے راشدین بحوالہ تاریخ طبری، ص: ۲۲۵)
یہ خط پہنچتے ہی عیسائی ہمت ہار گیا۔
اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی باہمی لڑائیاں محض غلط فہمی کا نتیجہ تھیں۔ اس لیے ان لڑائیوں میں دونوں طرف کے مقتول شہید ہیں اور ان میں سے کسی کے خلاف بکواس کرنے والا خبیث ہے۔ صحابہ کرام کے باہمی نزاعات محض اجتہادی غلط فہمی سے ہوئے جن پر مواخذہ نہیں بلکہ اجتہادی خطا میں ایک نیکی ملتی ہے۔
اس جنگ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک فرمان جاری کیا اور اعلان کیا:
اہل شام کا اور ہمارا خدا ایک، نبی ایک، اللہ پر رسولؐ پر قیامت پر ایمان رکھنے میں نہ وہ ہم سے زیادہ اور نہ ہم ان سے زیادہ، ہمارا اور ان کا معاملہ بالکل ایک ہے، (اختلاف صرف خون عثمان کا ہے تو اللہ جانتا ہے کہ میں اس خون سے بری ہوں۔
(نہج البلاغۃ جزو پنجم، رقم -۵۸ مترجم فارسی، طبع ایران ص: ۱۰۳۲)
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ اعلان سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف اور صحابہ کرام کے خلاف بکواس کرنے والوں کے منہ پر ایک تھپڑ ہے۔ پہلے چاروں خلفائے کرام کی خلافت بالاتفاق خلافتِ راشدہ علی منہاج النبوۃ ہے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل بھی احادیث میں کثرت سے مذکور ہیں۔

۶ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو (مدینہ منورہ میں لوگوں کی دیکھ بھال کے لیے) پیچھے چھوڑا۔ انہوں نے عرض کیا! اے اللہ کے رسولؐ، آپؐ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا:
کیا تم اس پر راضی نہیں؟ کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے لیے ہارون (علیہ السلام) تھے مگر میرے بعد نبی نہیں۔
(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب الفضائل باب من فضائل علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ص: ۲۷۸)

۶ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے ساتھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عہد فرمایا! تیرے ساتھ صرف ایماندار ہی محبت کرے گا اور صرف منافق ہی نفرت کرے گا۔
(جامع الترمذی ج: ۲- ابواب المناقب باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ص: ۲۱۴)

٦ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت یہ ہے کہ
"جس کا میں مولا ہوں اس کا علی بھی مولا ہے"۔
(جامع الترمذی ج: ۲ کتاب المناقب، باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص: ۲۱۲)
مولا سے مراد محترم ہے یعنی جو میری عزت کرے گا اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھی عزت کرنی ضروری ہے۔

٦ حضرت ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) کی روایت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:
"منافق، (آدمی) علی سے محبت نہیں کرے گا اور ایماندار علی سے بغض نہیں رکھے گا"۔
(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب المناقب، باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ص: ۲۱۳)

٦ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (میرے بارے) میں فرمایا: تیرے اندر عیسٰی (علیہ السلام) کی مثال ہے کہ یہودیوں نے ان سے دشمنی کی حتیٰ کہ ان کی والدہ (حضرت مریم علیہا السلام) پر تہمت رکھی اور عیسائیوں نے ان (عیسٰی علیہ السلام) سے محبت کی (اور محبت میں اس قدر بڑھے) حتیٰ کہ انہیں اس مقام پر لے گئے جو اُن کا نہ تھا — (یعنی انہیں خدا کا بیٹا قرار دینے لگے) پھر (حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: میرے بارے میں دو آدمی ہلاک ہوں گے۔

۱۔ حد سے بڑھ کر محبت کرنے والا۔ میری وہ تعریف کرے گا جو میرے اندر نہیں۔
۲۔ دشمنی کرنے والا جس کو میری دشمنی اس پر ابھارے گی کہ وہ مجھ پر تہمت رکھے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ص: ۵۶۵ عن احمد)

چنانچہ حضرت علیؓ سے محبت کرتے کرتے ان میں خدائی صفات بتانے والے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کی آڑ میں دوسرے صحابہ کے خلاف بکواس کرنے والے رافضی شیاطین نے اپنا دین برباد کیا اس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرتبہ گھٹانے اور ان پر تہمت رکھنے والے خارجی خبیث لوگ بھی اپنا دین برباد کر بیٹھے۔ حق وہی ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر صحابی کی جو تعریف فرمائی وہ بالکل حق ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ان کا جانشین مقرر کیا گیا مگر انہوں

نے چھ ماہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اپنے ساتھیوں کو بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت تسلیم کرنے کا حکم دیا۔ اس طرح مسلمانوں کے درمیان کئی برس کے بعد دوبارہ اتحاد قائم ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: "میرا یہ بیٹا سردار ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا۔"

(صحیح البخاری ج: اکتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین، ص: ۵۳۰)

اس فرمان سے صاف معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور ان دونوں کے ساتھی سب مسلمان ہیں حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر کے ان کی خلافت کی توثیق کر دی۔ اب جو بدمعاش غنڈہ ان میں سے کسی کو بھی برا کہے گا وہ بدمعاش ہے اور بس۔

حضرت برار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپؐ کے کاندھوں پر تھے (بچپن میں) اور آپؐ فرما رہے تھے: اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔"

(صحیح البخاری ج: اکتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین، ص: ۵۳۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ "حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر کوئی مشابہت نہیں رکھتا تھا۔"

(صحیح البخاری ج: اکتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین، ص: ۵۳۰)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے لڑکے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تک خلافت صحابہ کرام کے ہاتھ میں رہی۔ ان کے عہد میں مسلمانوں میں دوبارہ اتحاد قائم ہوا۔ اسلامی فتوحات دوبارہ شروع ہوئیں۔ سمندروں میں جہاد شروع ہوا۔ اور سلطنتِ اسلامیہ کو خشکی اور تری ہر جگہ عظیم قوت و شوکت حاصل ہوئی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کاتبِ وحی تھے جو صحابہ کرام میں بہت بڑا اعزاز تھا۔ دیکھئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو اور آپؐ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اس قدر اعتماد کریں کہ آپؐ انہیں وحی لکھنے پر مامور فرما دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اعتماد دشمنانِ صحابہ کے خبیث چہرہ پر جوتا مارنا

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کی اور فرمایا: "اے اللہ اس کو ہدایت یافتہ، ہدایت دینے والا بنا دے اور اس کے ذریعہ ہدایت دے۔"

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب المناقب، باب معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ص: ۳۲۴)

اب اگر نبی کسی کے لیے دعا کرے تو وہ کس قدر خوش نصیب ہے جس کے ہدایت یافتہ ہونے کی ضمانت حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیں اور اس کے لیے دعا کریں۔ یاد رہے کہ اگر تاریخ لکھنے والے کسی کے بارے میں بدظنی پیدا کریں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بارے میں ہدایت یافتہ ہونے کی خبر دے تو ایک مسلمان یہی کہے گا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں تاریخ ایک بکواس ہے۔

علماء کرامؒ

انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام کے بعد عام علمار اور اولیاء کا درجہ ہے۔ ہر مسلمان انبیاء علیہم السلام صحابہ کرام، اہل بیت، علمار و اولیاء کرام کا احترام کرتا ہے۔ عام مسلمانوں کو اپنا بھائی سمجھتا ہے۔ اسلام نے درجہ بدرجہ سب کا احترام کرنے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ نے علماء کے تقویٰ و پرہیزگاری کی گواہی دی اور فرمایا:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا ط (الفاطر — ۲۸)

بے شک اللہ سے اس کے بندوں میں سے عالم ہی ڈرتے ہیں۔

جن لوگوں کے خوف خدا کا گواہ خود اللہ تعالیٰ ہو۔ اس کی عزت کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

یاد رہے کہ علماء کرام سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہ قرآن مجید، حدیث مبارک، آثار صحابہ کرام اور ان سے مستنبط اسلامی علوم کے ماہرین ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔"

(صحیح البخاری ج: ۲، فضائل القرآن باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ، ص ۷۵۲)

علماء کرام ہی اسلام کی آواز دور دور پھیلاتے ہیں۔ اس لیے شیطان کو سب سے زیادہ غصہ علمار پر ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ایک فقیہہ (عالم دین) شیطان پر ایک ہزار عبادت گزار سے زیادہ بھاری ہے۔"

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب العلم، باب فی فضل الفقہ علی العبادۃ، ص: ۹۷)

اس کی وجہ یہ ہے کہ عبادت گزار اگر کتاب وسنت کے مطابق عبادت کرے تو بھی وہ اپنی اصلاح میں مصروف ہے مگر عالم کا کام یہ ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کو عمل پر آمادہ کرتا ہے۔ کافروں کو اسلام لانے کی دعوت دیتا ہے۔ اسلام کی سربلندی اور کفر کو ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

چنانچہ جو لوگ علمار کرام کے مخالف ہیں وہ دراصل اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے دشمن ہیں کیونکہ علمار کرام کا کام تو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کی دعوت دینا ہے۔

علمار کرام ہی اولیار کرام ہیں جو شخص جاہل ہے وہ ولایت کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ جاہل آدمی تو بعض اوقات اپنے عقائد بھی درست نہیں کر سکتا۔ ولایت کا بلند درجہ کس طرح حاصل کر سکے گا۔

آج کل بعض بدمعاش عناصر علمائے اسلام کی مخالفت کرتے ہیں اور ایک شیطانی بکواس یہ کرتے ہیں کہ شریعت الگ ہے اور طریقت الگ ہے ــــ اور حق بات یہ ہے کہ جو طریقت، شریعت کے ماتحت نہیں وہ شیطان کا جال ہے جو شخص بھی اسلام کی شریعت اور اسلام کے اعمال نماز روزہ حج زکوٰۃ، ذکر اللہ، حلال کھانا، حرام سے بچنا وغیرہ سے الگ ہو کر باطنی طہارت حاصل کرنے کا دعویٰ کرتا ہے وہ قطعی طور پر ٹھگ ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ میں ایک سو برس کے بوڑھے سے ملا۔ اس نے یہ بات بتائی۔ اب اگر وہ بوڑھا اسلام کے علوم سے جاہل ہے تو یاد رکھئے کہ وہ سو برس کے جاہل سے ملا اور سو سالہ جہالت کی بات سنی ایسے جاہل بوڑھے سے چھوٹی عمر کا عالم لڑکا زیادہ قابلِ احترام ہے۔

اس موضوع پر حصہ اوامر کے شروع میں اور حقوق و فرائض کے ابواب میں دیکھ لیا جائے۔

جنات کا بیان

جنات کا وجود ایک حقیقت ہے۔ یہ آگ سے پیدا ہوئے۔ ان میں مسلمان اور کفار سب طرح کے جن ہوتے ہیں۔ جنات کا انکار کرنا جہالت کی بات ہے اور اس طرح جنات کی عبادت یا انہیں مشکلات میں پکارنا بھی کفر و جہالت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنات کے بارے میں مختلف آیات میں قرآن مجید کے اندر بتایا۔

وَّ اَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ۙ	اور کچھ تو ہم میں سے نیک ہیں اور کچھ اور طرح کے ہم بھی مختلف طریقوں پر تھے۔

(الجن ــــ ۱۱)

مزید فرمایا:

وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ○ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ○ (الجن — ۱۴، ۱۵)

اور کچھ تو ہم میں سے مسلمان ہیں اور کچھ نافرمان۔ پس جو مسلمان ہوا، سو ایسے لوگوں نے سیدھا راستہ تلاش کر لیا اور لیکن جو ظالم ہیں سو وہ دوزخ کا ایندھن ہوں گے۔

مندرجہ بالا آیات میں بتایا کہ جنات میں سے بعض نیک اور بعض بُرے ہوتے ہیں بعض مسلمان ہوتے ہیں اور بعض کفار ہوتے ہیں۔

بلکہ جنات میں صحابہ کرام بھی گزرے ہیں چنانچہ سورۃ الجن کی پہلی دو آیات میں بتایا کہ کچھ جنات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر قرآن مجید سُنا، مسلمان ہوئے اور واپس جا کر قوم کو اسلام لانے کی دعوت دی۔

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۙ (الجن — ۱، ۲)

کہہ دو کہ مجھے اس بات کی وحی آئی ہے کہ کچھ جن (مجھ سے قرآن پڑھتے) سُن گئے ہیں پھر انہوں نے (اپنی قوم سے) جا کر کہہ دیا کہ ہم نے عجیب قرآن سُنا ہے، جو نیکی کی طرف راہنمائی کرتا ہے سو ہم اس پر ایمان لائے اور ہم اپنے ربّ کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔

جنات کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ○ (الحجر — ۲۷)

اور ہم نے اس سے پہلے جنوں کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔

شیطان کے احوال

ابلیس کے بارے میں بتایا کہ وہ جنات میں سے تھا۔ فرمایا:

كَانَ مِنَ الْجِنِّ (الکھف — ۵۰)

وہ (ابلیس) جنوں میں سے تھا

ابلیس پہلے بہت نیک تھا۔ اس کی نیکی کے باعث اسے آسمانوں پر فرشتوں کے ہمراہ رہنے کی اجازت تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے ان کی عظمت واضح کرنے کے لیے فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اپنے آپ کو بہتر جانا

اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے تکبر کیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ — تو سوائے ابلیس کے سب نے سجدہ کیا۔

(الکہف — ۵۰)

اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل سے انکار پر ابلیس مردود ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ ○ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ○ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ۖ ○ وَّ اِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْٓ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ○ (ص — ۷۵-۷۸)

فرمایا! اے ابلیس! تمہیں اس کے سجدہ کرنے سے کس نے منع کیا؟ کہ جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ کیا تو نے تکبر کیا؟ یا تو بڑوں میں سے تھا۔ اس نے عرض کی! میں اس سے بہتر ہوں۔ مجھے تو نے آگ سے بنایا اور اُسے مٹی سے، فرمایا: پھر تو یہاں سے نکل جا۔ کیونکہ تو مردود ہے اور تجھ پر قیامت تک میری لعنت ہے۔

شیطان نے مردود ہونے کے بعد کہا کہ اے اللہ میں تیرے بندوں کو گمراہ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ

لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَ مِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ ○ (ص — ۸۵)

میں تجھ سے اور ان میں سے جو تیرے تابعدار ہوں گے سب جہنم بھر دوں گا۔

ابلیس خود مردود ہوا۔ اب وہ دن رات اس فکر میں رہتا ہے کہ انسانوں کو گمراہ کرے۔ اس سلسلہ میں کئی طریقوں سے کام لیتا ہے۔ انسانوں کو شراب نوشی اور جوئے کی دعوت دیتا ہے۔ ذکر اللہ سے غافل کرتا ہے اور نماز پڑھنے سے روکتا ہے نیز لوگوں کو آپس میں لڑا کر فساد برپا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ وَ یَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ ۚ (المائدہ — ۹۱)

شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تم میں دشمنی اور بغض ڈال دے، اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے۔

۲۔ شیطان، لوگوں کو بدکاری اور بے حیائی کے کاموں کی ترغیب دیتا ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ (النور — ۲۱)

اے ایمان والو! شیطان کے قدموں پر نہ چلو، اور جو کوئی شیطان کے قدموں پر چلے گا، سو وہ تو اسے بے حیائی اور بُری باتیں ہی بتائے گا۔

۳۔ انسانوں کو شکلیں بدلنے اور جانوروں کے کان، ناک کاٹنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۙ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ (النساء — ۱۱۸، ۱۱۹)

اور شیطان نے کہا کہ اے اللہ میں تیرے بندوں میں سے حصہ مقرر لوں گا، اور البتہ انہیں ضرور گمراہ کروں گا، اور البتہ ضرور امیدیں دلاؤں گا، اور البتہ انہیں ضرور حکم کروں گا کہ جانوروں کے کان چیریں، اور البتہ انہیں ضرور حکم کروں گا کہ اللہ کی بنائی ہوئی صورتیں بدلیں۔

کافروں کا دستور تھا گائے بکری اونٹ کا بچہ بت کے نام کا کر دیتے (جیسے کہ آج کل جاہل لوگ پیروں کے نام پر جانور پر نشان لگاتے ہیں) اور اس کا کان چیر کر یا اس کے کان میں نشانی ڈال کر چھوڑ دیتے اور صورت بدلنا جیسے کہ خوجہ کرنا یا بدن کو سوئی سے گود کر تل بنانا یا نیلا داغ دینا یا بچوں کے سر پر چوٹیاں رکھنی کسی کے نام کی۔ مسلمانوں کو ان کاموں سے بچنا ضرور ہے۔ ڈاڑھی منڈوانا بھی اسی تغیر میں داخل ہے۔ (حواشی مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ)

۴۔ شیطان کا ایک کام یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں بُرے خیالات ڈالتا ہے تاکہ نیکی کی راہ سے ہٹ کر برائی کی راہ پر چل پڑیں۔

چنانچہ جو لوگ دوسروں کو گندی یا بُری باتیں کر کے بہکاتے ہیں تاکہ برائی اور بیحیائی پھیل جائے۔ وہ بھی شیطان صفت عناصر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ مَلِكِ النَّاسِ ۙ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۙ الَّذِىْ يُوَسْوِسُ فِىْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۙ (الناس)

کہہ دو، میں لوگوں کے رب کی پناہ لیتا ہوں، لوگوں کے بادشاہ کی، لوگوں کے معبود کی وسوسہ ڈالنے پھسلانے والے کے شر سے، جو لوگوں کے سینوں میں وسوسے ڈالتا ہے، جنوں اور انسانوں میں سے۔

بلکہ شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو دھوکہ دے کر جنت سے نکلوایا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے ہمدرد بن کر گیا اور اللہ کی جھوٹی قسم کھا کر انہیں یقین دلایا کہ یہ پھل کھانے سے ابدی حیات حاصل ہو گی۔ انہوں نے سمجھا کہ ایسا بے غیرت کون ہو سکتا ہے کہ آسمان پر بھی جھوٹ بولے۔ انہوں نے بھول کر پھل کھا لیا جس کے نتیجے میں جنت کا لباس اتر گیا اور انہیں زمین پر اترنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کی شرارتوں سے لوگوں کو آگاہ کیا تاکہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد اس کے شر سے بچے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۝ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝ۙ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ

پھر انہیں شیطان نے بہکایا، تاکہ ان کی شرمگاہیں جو ایک دوسرے سے چھپائی گئی تھیں، ان کے سامنے کھول دے اور کہا! تمہیں تمہارے رب نے اس درخت سے نہیں روکا مگر اس لیے کہ کہیں تم فرشتے ہو جاؤ یا ہمیشہ رہنے والے ہو جاؤ اور ان کے روبرو قسم کھائی کہ البتہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں پھر انہیں دھوکہ سے مائل کر لیا۔

(الاعراف — ۲۰، ۲۲)

شیاطین سے کیسے بچے؟

شیاطین کے شر سے بچنے کا سب سے کامیاب طریقہ وہی ہو سکتا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بتایا جائے۔ اس سلسلہ میں حسب ذیل کاموں کی پابندی کی جائے:

۱۔ اگر غسل کی حاجت ہو تو فوراً غسل کر لیں، اگر حالات ایسے ہوں کہ فوری طور پر غسل کرنا ممکن نہ ہو تو وضو کر لیں اور اگر پانی نہ ہو تو تیمم ہی کر لیں کیونکہ پاک آدمی کے پاس اکثر شریر جنات جانے میں ناکام رہتے ہیں۔

۲۔ کثرت سے ذکر اللہ کرتے رہیں جو شخص پاک ہو، اور ذکر اللہ کرنے والا ہو۔ شیطان اس کو وسوسہ ڈالنے میں ناکام رہتا ہے۔ ذکر اللہ دراصل ایک مضبوط قلعہ ہے جو شخص قلعہ کے اندر جانے سے انکار کر دے اور پھر دشمنوں سے مار کھائے تو یہ اس کی اپنی خرید کردہ بدبختی ہے۔

۳۔ اسلام کے عقائد و اعمال کا علم حاصل کرے اور اسلام کی پابندی کرے۔ کیونکہ شیطان ایک باعمل مسلمان سے بھاگتا ہے اور بدمعاشوں کا یار ہوتا ہے اور انہیں خوب گمراہ کرتا ہے۔

اگر کسی وقت شیطانی حملہ ہو تو فوری طور پر یہ پڑھے :

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ	میں مردود شیطان سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وَ اِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ؀ (حٰم سجدہ - ۳۶)	اور اگر آپ کو شیطان سے کوئی وسوسہ آنے لگے، تو اللہ کی پناہ مانگئے، بے شک وہی سب کچھ سننے جاننے والا ہے۔

اس طرح قرآن مجید پڑھنے سے پہلے یہی حکم ہوا کہ تعوذ پڑھ لے۔ کیونکہ قرآن مجید کی تلاوت پر شیطان کو سب سے زیادہ غصہ آتا ہے اور وساوس ڈالنے کی کوشش کرتا ہے اس لیے حکم ہوا کہ قرآن مجید پڑھتے وقت شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؀ (النحل - ۹۸)	سو جب تو قرآن پڑھنے لگے تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ لے

- احادیث میں ذکر ہونے والی صبح و شام کی دعاؤں، گھر سے باہر جانے اور گھر میں داخل اور مقررہ اوقات کی دعائیں پڑھتا رہے تو انشاء اللہ ہر سرکش جن اور شیطان کی برائی سے محفوظ رہے گا۔ ان دعاؤں کی تفصیل اس کتاب کے آخری باب میں دیکھیئے۔
- جو شخص ہر نماز کے بعد تین بار درود شریف، تین بار سورۃ الفاتحہ یعنی الحمد شریف، تین بار آیۃ الکرسی، تین بار سورہ اخلاص، الفلق، الناس یعنی قرآن مجید کی آخری تین سورتیں تین تین بار اور سب سے آخر میں دوبارہ تین بار درود شریف پڑھ کر دونوں ہاتھوں پر پھونکے اور سر سے شروع کرکے سامنے حصہ بدن، پھر پیچھے اور ٹانگوں پر پھیرے تو انشاء اللہ ہر مرض، ہر جادو اور ہر جن سے محفوظ رہے۔ اگر پہلے بیماری یا جادو یا جن کا اثر ہو تو بھی وہ آہستہ آہستہ چند روز میں ختم ہو جائے۔

انسان کو چاہیئے کہ اگر کوئی ایسی تکلیف ہو تو بے نمازی، بدمعاش تعویذ بازوں کے پاس جا کر مال اور وقت برباد کرنے کی بجائے قرآن و حدیث سے ثابت شدہ یقینی دواؤں اور دعاؤں سے علاج کرے۔

قضا و قدر پر ایمان

قضا و قدر کے بارے میں مختصر طور پر یہ جاننا ضروری ہے کہ

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو مقرر اندازہ کے ساتھ پیدا کیا۔ ہر چیز اس کے علم اور قبضہ میں ہے۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا ۝ (الفرقان ۔ ۲)

اور اس نے ہر چیز کو پیدا کر کے اندازہ پر قائم کر دیا۔

نیز فرمایا:

وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ۝ (الجن ۔ ۲۸)

اور اللہ نے تمام کاموں کو اپنے قبضہ میں کر رکھا ہے اور اس نے ہر چیز کی گنتی شمار کر رکھی ہے۔

تقدیر کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ تقدیر مُبرم: اس سے مراد یہ ہے کہ جو چاہو کر ڈالو، ہوگا وہی جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا۔ ا
اسلام کے مطابق کام کرنے کا ثواب ضرور ملے گا۔

۲۔ تقدیر مُعلق: اس سے مراد یہ ہے کہ اگر آدمی نے محنت کی یا دُعا کی یا نیکی کی تو اس کو پھل
اور کامیاب ہوگا لیکن اس نے محنت نہ کی یا دعا نہ کی یا برے کام کئے تو سزا ملے گی اور آ
آئے گی۔

اب ایک آدمی یہ سوچ کر کام کرنا چھوڑ دے کہ اگر تقدیر میں لکھا ہے تو خود ہی مل جائے گا
اگر نہیں لکھا تو کیوں مشقت اٹھاؤں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نتیجہ نکلنے تک ہمیں نہیں معلوم کہ یہ مُبرم
یا معلق ہے۔

ہو سکتا ہے کہ اس میں لکھا ہو کہ محنت کرے گا تو ملے گا، دعا کرے گا تو ملے گا اس لیے انسان پر
ہے کہ وہ ہر کام میں خوب غور کر کے بہتر منصوبہ بندی کرے۔ محنت سے کام لے۔ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے
ہر برائی سے بچ کر رہے تو یہ سب چیزیں مل کر انشاء اللہ اس کے لیے کارآمد ہوں گی اور اللہ تعالیٰ
کی مدد کرے گا۔

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر تقدیر میں دوزخ لکھا ہے تو ہم نیک کام کس طرح کر سکتے
ہیں؟ یعنی نیک کاموں سے بچنے، بدمعاشی اور گناہ کے کاموں میں گرنے کا یہ بیہودہ بہانہ بنا رکھا
اس کا جواب یہ ہے کہ جب انسان کوئی کام کرتا ہے تو اس کے دو درجے ہوتے ہیں۔

۱۔ وہ اپنی آزاد مرضی سے ارادہ کرتا ہے کہ میں فلاں گناہ کروں اور فلاں ظلم کروں وغیرہ۔ پھر وہ
کی طرف بڑھنے یا بُرائی کرنے کی طرف حرکت کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ اس درجہ کو کسب کہتے ہیں۔ یہ

بندے کے اختیار میں دے دیا گیا۔

چنانچہ اگر کوئی آدمی نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو اس کی ٹانگیں نہیں توڑ دی جاتیں بلکہ اس کی مدد ہی جاتی ہے کہ اس کے دل میں اطمینان وخوشی پیدا ہوتی ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ میں ایک اچھا کام نے لگا ہوں لیکن اگر وہ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس وقت بھی اس کی ٹانگیں بے حس نہیں کر دی جاتیں اس پر فرحت کی بجائے ایک وحشت وشرمندگی طاری کر دی جاتی ہے جو کہ قدرت کی طرف سے انتباہ ہے کہ اس کام کا انجام تمہارے حق میں اچھا نہیں۔ مگر ایک بدمعاش آدمی خیر خواہی کی ت کا انکار کر کے ضد میں آگے بڑھتا ہے اور گناہ کر ڈالتا ہے۔ چوری کرتا ہے، کسی بے گناہ کو قتل یتا ہے۔ بدکاری کر لیتا ہے۔ یہ یاد رکھئے کہ وہ ایسا کام کرنے پر مجبور نہیں تھا جیسے کہ ایک پتھر مجبور بلکہ اس نے قصداً یہ حرکت کی۔ اب اس کا انجام اسے پانا ہی ہوگا۔ گناہ کرنے کا پہلا درجہ کسب ہے پر سزا وجزا کا معاملہ ہے۔

جب انسان ارادہ کرتا ہے کہ میں مسجد میں ضرور جاؤں گا۔ نماز پڑھوں گا تو اس وقت اس کی ٹانگوں میں حرکت پیدا کرنا خلق کا درجہ ہے۔

اس طرح کسی شخص نے برائی کا ارادہ کیا اور اس کی طرف بڑھنے کی کوشش کی۔ اس کوشش پر وہ مجرم لیا۔ اب فعل کا واقع ہو جانا، خلق کا درجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو فعل ہونے دے اور چاہے تو ی کرنے والا اپنی پوری قوت لگا دے مگر فعل واقع نہ ہونے دے۔

ایک قاتل عدالت میں بیان دے کہ میں نے قتل نہیں کیا۔ میری تقدیر میں یہی لکھا تھا۔ میں اس اقدام ، نہیں بچ سکتا تھا۔ اس میں میرا کوئی قصور نہیں تو جواب ملے گا کہ تو قتل کرنے پر مجبور محض نہیں تھا تو ، قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ ارادہ کیا۔ اپنی آزاد مرضی سے چھری پکڑی اور چلا دی۔ اس لیے تو مجرم ہے۔ تجھ سے اس کا بدلہ لیا جائے گا اور دنیا کی کوئی عقلمند عدالت اس قاتل کی بکواس کو تسلیم نہیں کرے گی۔

اس طرح جو شخص اسلام کے اصولوں کی خلاف ورزی کرتا ہے یا کفر وشرک کی راہ اختیار کرتا ہے۔ س کی یہ بکواس نہیں سنی جائے گی کہ میں مجبور تھا بلکہ اس نے جان بوجھ کر جہنم کا راستہ اختیار کیا۔ اب اسے س کی سزا بھگتنی ہوگی۔

دکھ سکھ کے احوال

انسان پر طرح طرح کے حالات طاری ہوتے رہتے ہیں۔

۱۔ گاہے کسی گناہ و جرم کی وجہ سے بطور سزا کے افلاس، بیماری، قید یا دوسری آفات آتی ہیں
۲۔ گاہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا امتحان لیتا ہے۔ ان پر افلاس بیماری یا کوئی اور آفت طاری کر دیتا ہے، پھر جو صبر کرتا ہے۔ اس کا درجہ بلند کرتا ہے اور جو بکواس کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے انعامات سے محروم رہتا ہے۔
اسی طرح کبھی صحت یا مال یا جاہ و مرتبہ امتحان ہوتا ہے۔ اگر بندہ اس حال میں شکر کرتا ہے اللہ مزید عطا کرتا ہے لیکن اگر بندہ نعمت یا مال یا صحت یا مرتبہ ملنے کے بعد برائیوں میں لگ جائے تو سزا ملتی ہے۔
اس لیے انسان پر جب فراخی و انعام ہو تو شکر کرے اور جب آفت آئے تو اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگے۔ یہی طریقہ نیک لوگوں کا ہے۔ اس سلسلہ میں چند باتیں ذہن میں رکھنی چاہئیں۔
۱۔ اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کے دکھ سکھ کی مقدار مقرر کر دی جیسے کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے
۲۔ فراخی اور تنگی دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش کی صورتیں ہیں جیسے کہ فرمایا:

وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ۝ (الانبیاء — ۳۵)
اور ہم تمہیں برائی اور بھلائی (دکھ سکھ) سے آزمانے کے لیے جانچتے ہیں اور ہماری طرف لوٹائے جاؤ گے۔

اسی طرح بھوک، خوف، مال کی کمی حتیٰ کہ گھر میں موت واقع ہونے سب امور کو امتحان و آزمائش بتایا اور فرمایا:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ (البقرۃ — ۱۵۵)
اور ہم تمہیں کچھ خوف اور بھوک، اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے ضرور آزمائیں گے۔

اب جو شخص کسی بھی آفت آنے پر یا نقصان ہونے پر صبر کرنے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کرے گا اور اگر اس نے یہ اقرار کیا:

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ
(ہم بھی اللہ کے ہیں اور اس کی طرف لوٹ کر جانے والے)

تو اس پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت ہو گی اور اسے ہدایت یافتہ قرار دیا جائے گا۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۞ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۣ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۞ (البقرہ-۱۵۵،۱۵۷)

اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو، وہ لوگ کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں: ہم اللہ کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ جانے والے ہیں یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے نوازشیں اور رحمت ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔

اس کے ساتھ یہ یقین رکھے کہ ہمیں صرف اسی قدر دکھ پہنچ سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا اور قدر نفع مل سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ انسان صرف اپنے رب تعالیٰ کا ہو کر رہ جائے گا اور ہر دروازے پر ذلیل ہونے سے بچ جائے گا۔ اور یہ امر واقعی بھی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ وہ یہ کہا کریں کہ ہمیں صرف وہی پہنچ سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا۔ اب غیر اللہ کا خوف دل سے نکل گیا۔ فرمایا:

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۞ (التوبہ-۵۱)

کہہ دو، ہمیں ہرگز نہیں پہنچے گا مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا، وہی کارساز ہے اور اللہ ہی پر چاہیے کہ اہل ایمان بھروسہ کریں۔

مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۞ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۙ (الحدید-۲۲،۲۳)

جو کوئی مصیبت زمین پر یا خود تم پر پڑتی ہے، وہ اس سے پہلے کہ ہم اسے پیدا کریں، کتاب میں لکھی ہوئی ہے بے شک یہ اللہ کے نزدیک آسان بات ہے تاکہ جو چیز تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے اس پر رنج نہ کرو، اور جو تمہیں دے اس پر اتراؤ نہیں۔ اور اللہ کسی اترانے والے شیخی خورے کو پسند نہیں کرتا۔

گناہ سے آفت آتی ہے اور استغفار اس کا علاج ہے

عام طور پر انسانوں پر ان کے گناہوں کی وجہ سے آفات آتی ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا

اور تم پر جو مصیبت آتی ہے تو وہ تمہارے

كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝ (الشوریٰ — ۳۰) ہاتھوں ہی کے کئے ہوئے کاموں سے آتی ہے اور وہ بہت سے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

اس آیت میں وضاحت فرمادی کہ انسانوں پر افلاس، بیماری، غم اور دوسری آفات ان کی بداعمالی کی وجہ سے آتی ہیں۔ اگر ساری دنیا اللہ تعالیٰ کی وفادار اور اسلام کی پابند ہو جائے تو یہ دنیا ہر قسم کی آفت سے پاک ہو جائے۔

اگر اللہ تعالیٰ ہر بُرائی کی سزا دے تو دنیا ہی تباہ ہو جائے بلکہ اللہ تعالیٰ بہت سے گناہ معاف کر دیتا ہے مگر جب بندہ زیادہ غنڈہ گردی کرتا ہے تو سزا ملتی ہے۔

گناہ ہو جانے کا علاج یہ ہے کہ معافی مانگے۔ چاہے جس قدر بھی گناہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے ناامید نہ ہو۔ بس معافی مانگنا بندے کا کام ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ (الزمر — ۵۳) کہہ دو، اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ سب گناہ بخش دے گا۔ بے شک وہ بخشنے والا رحم والا ہے۔

اس لیے انسان کو چاہیئے کہ کثرت سے استغفار کرے۔ کثرت استغفار کے سبب اللہ تعالیٰ رزق میں فراخی کرے گا، ہر آفت و تنگی سے نجات دے گا اور ہر حاجت آسانی سے پوری ہو گی۔ اس کی تفصیل اس کتاب کے آخری باب میں ملاحظہ کیجیے۔

جب اللہ تعالیٰ کسی پر انعام کرے تو یہ بھی امتحان ہے۔ اگر نعمت ملنے کے بعد شکر کیا یعنی اللہ کی اطاعت کی اور نیک کام کیے تو اللہ تعالیٰ مزید عطا فرمائے گا ورنہ سزا ملے گی: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝ (ابراھیم — ۷) البتہ اگر تم شکر گزاری کرو گے تو اور زیادہ دوں گا، اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بھی سخت ہے۔

مندرجہ بالا آیات کا خلاصہ یہ ہُوا کہ

۱- ہر آفت و نعمت آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں طے شدہ ہے۔

۲- ہر دُکھ سُکھ کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

دُکھ سُکھ آنے کی حالت دراصل یا بندے پر امتحان ہے یا سزا ہے۔ اگر نعمت کا شکرادا کرے گا تو زیادہ ملے گا اور اگر نعمت ملنے کے بعد ناشکری کی تو سزا ملے گی۔ اسی طرح اگر آفت آنے کے بعد صبر کیا تو اجروثواب ملے گا اور اگر بکواس کی تو سزا ملے گی۔ اور یا یہ نعمت بندے کے کسی نیک کام کا پھل ہے یا کسی نیک بندے یا والدین کی دعا ہے۔ اسی طرح اگر آفت آئی تو گا ہے یہ آفت بندے کے کسی اپنے بُرے عمل کی سزا کے طور پر ہے اُس وقت صحیح طریقہ یہ ہے کہ معافی مانگے اور پورے عزم کے ساتھ اسلام کی پابندی کرے۔ ایسے ہی نعمت ملنے کے بعد تکبروغرور یا دوسروں پر ظلم کرنے سے بچے، ورنہ سزا کے طور پر نعمت چھن جائے گی۔

ہر انسان کو چاہیئے کہ آفات و پریشانیوں میں کثرت سے استغفار کرے۔ مثلاً:
رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ کثرت کے ساتھ پڑھے۔ بس یاد رکھیں کہ مار سے ہی پڑتی ہے جو معافی نہیں مانگتا ہے اور جو ہر دم رب تعالیٰ سے بخشش و رحمت مانگتا رہتا ہے رب تعالیٰ بہت ہی بخشنے والا رحیم و کریم ہے۔

اللہ کے سوا ہر ایک پر موت آئے گی

موت کا بیان

یاد رہے! دنیا کی ہر چیز ایک مقررہ مدت تک کے لیے ہے۔ اس کے بعد اس پر فنا ہے۔ فنا عمومی کو آپ قیامت سمجھئے اور فنا افرادی کو موت کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ہر جاندار پر ایک دن موت ضرور ہی آئے گی اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہمیشہ سے ہمیشہ تک ہے۔ اس پر فنا نہیں۔ موت کے بعد ہر انسان و جن اور جاندار عالم برزخ میں ایک مقررہ مدت تک رہیں گے۔
عالم برزخ میں نیک لوگوں کو آرام اور انعامات ملیں گے اور کفار کو سزا ملے گی۔ آئندہ سطور میں اس مضمون کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝
(الرحمٰن - ۲۶، ۲۷)

جو کوئی زمین پر ہے، فنا ہو جانے والا ہے، اور آپ کے رب کی ذات باقی رہ جائے گی جو بڑی شان اور عظمت والا ہے۔

مزید تاکید کرتے ہوئے بتایا کہ تم جہاں بھی ہوں گے تم موت سے بچ نہیں سکتے۔ فرمایا:

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ
تم جہاں کہیں ہو گے موت تمہیں آ ہی پکڑے

وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ط — گی، اگرچہ مضبوط قلعوں میں ہی ہو۔

(النساء — ۷۸)

یہ بھی بتا دیا کہ سب جانداروں کو مر کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش ہونا ہوگا یعنی یہ نہیں کہ مر کر مٹی مل گئی بلکہ موت کے بعد زندگی کے اعمال کا محاسبہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ قف ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ٥ — ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے، پھر ہمارے ہی پاس لوٹ کر آؤ گے۔

(العنکبوت — ۵۷)

موت صرف اللہ کے قبضہ میں ہے

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ موت صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ جب چاہے کسی کو موت دے۔ کوئی شخص کسی بھی سائنسی یا کسی دوسرے ذریعہ سے موت کو ٹال نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ — ہم نے ہی تمہارے درمیان موت مقرر کر رکھی ہے۔

(الواقعۃ — ۶۰)

اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر نہ کوئی مر سکتا ہے نہ ہی کسی کو مار سکتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے کوئی مر بھی نہیں سکتا۔ فرمایا:

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ط — اور اللہ کے حکم کے سوا کوئی نہیں مر سکتا۔ ایک وقت مقرر لکھا ہوا ہے۔

(آل عمران — ۱۴۵)

موت کی گھڑی مقرر ہے نہ آگے بڑھ سکے اور نہ پیچھے ہٹ سکے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ٥ — پھر جب ان کا وقت آتا ہے، تو نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔

(النحل — ۶۱)

یہ بھی بتا دیا کہ صرف انسانوں کی موت ہی نہیں بلکہ اقوام کی زندگی اور موت بھی اللہ تعالیٰ کے وقتِ مقررہ تک ہے۔ فرمایا:

لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ط اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ٥ — ہر امت کا ایک وقت مقرر ہے، جب وہ وقت آتا ہے تو ایک گھڑی بھی دیر نہیں کر سکتے ہیں اور نہ جلدی کر سکتے ہیں۔

(یونس — ۴۹)

ہر چیز کی موت کا وقت مقرر ہے

جاندار تو الگ رہے اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی ہلاکت کا وقت مقرر کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کو بقاء حاصل نہیں۔ سورج [چاند] اور دن رات کے سب نظارے ایک دن ختم ہو جائیں گے۔

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ (الفاطر — ۱۳)

وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے۔ ہر ایک وقتِ مقررہ تک چل رہا ہے۔

زمین کے بارے میں بتایا۔ فرمایا:

اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ (الانبیاء — ۴۴)

کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ بے شک ہم زمین کو ہر طرف سے گھٹاتے چلے جاتے ہیں سو کیا یہ لوگ غالب آنے والے ہیں۔

اب جو اقوام محض سائنس کی ترقیات حاصل کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کے سچے دین کے خلاف بکواس کرتی ہیں کیا وہ اس کا جواب دے سکتی ہیں؟

بلکہ ساری کائنات کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔ اس کے بعد مکمل فنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ (الاحقاف — ۳)

ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو ان دونوں کے درمیان ہے، کسی مصلحت ہی سے اور ایک خاص وقت تک کے لیے پیدا کیا ہے۔

حقیقی وارث اللہ تعالیٰ ہی ہے

آخر کار ایک دن ایسا ضرور آئے گا کہ ساری کائنات فنا ہو جائے گی اور زمین و آسمان اور ہر چیز [کا و]ارث اور تنہا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ (الحدید — ۱۰)

حالانکہ آسمانوں اور زمین کا ورثہ تو اللہ ہی کے لیے ہے۔

مزید وضاحت کی اور فرمایا:

اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا

بے شک ہم ہی زمین کے وارث ہوں گے

وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿	اور ان کے بھی جو اس پر ہیں اور ہماری
(مریم — ۴۰)	طرف لوٹائے جائیں گے۔

عالم برزخ

موت کے بعد ہر جاندار کو ایک مقررہ مدت تک عالم برزخ میں رہنا ہوگا۔ اس سے مراد، موت کے بعد سے لے کر قیامت قائم ہونے تک کا زمانہ ہے۔ چاہے کوئی قبر میں دفن ہو یا سمندر میں غرق ہو یا راکھ ہو جائے اور مٹی میں مل جائے مگر اس پر عالم برزخ کے احوال ضرور طاری ہوں گے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ	اور ان کے آگے قیامت تک پردہ
يُبْعَثُوْنَ ○ (المومنون — ۱۰۰)	پڑا ہے۔

برزخ کا معنی ہے پردہ۔ عالم برزخ سے مراد پردے کا عالم ہے۔ اس عالم میں جزاء و سزا کا سلسلہ بھی موجود ہے۔ جو شخص نیک ہے اسے عالم برزخ میں آرام ملتا ہے اور کفار کو سزا ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کے بارے میں بتایا:

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا	وہ صبح و شام آگ کے سامنے لائے
وَّعَشِيًّا ۚ (المؤمن — ۴۶)	جاتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی (اسے دفن کر کے) واپس جاتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اسے بٹھاتے ہیں، پھر اسے پوچھتے ہیں: تم اس آدمی (یعنی حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا کہتے ہو۔

ایماندار یہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ پھر اسے کہا جاتا ہے کہ (اگر تم خدانخواستہ ایماندار نہ ہوتے تو اس صورت میں) دوزخ میں اپنا ٹھکانا دیکھ، اللہ تعالیٰ نے اسے تیرے لیے جنت میں بدل دیا۔ وہ دونوں دیکھتا ہے (اور شکر کرتا ہے کہ سخت آفت سے نجات ملی)

اور منافق یا کافر کو کہا جاتا ہے کہ تم اس آدمی کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ وہ کہتا ہے: میں نہیں جانتا۔ لوگ جو کہتے تھے میں بھی کہتا تھا۔ اسے جواب ملے گا کہ تُو نے نہ جانا اور نہ تُو نے پڑھا۔

اور پھر اسے لوہے کے ہتھوڑے سے شدید طور پر مارا جاتا ہے۔ وہ چیختا ہے جس کو اس کے
قریب کے سب سنتے ہیں سوائے جنات اور انسان کے ۔

(صحیح البخاری ج : ا کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر، ص : ۱۸۳، ۱۸۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
جب مُردے کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو دو سیاہ رنگ نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں۔ ان
کو منکر اور نکیر کہا جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا ہے (یعنی حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہتا ہے)

وہ کہتا ہے : وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں ۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے
اور اس کے رسول ہیں۔ وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم جانتے تھے کہ تم یہی کہو گے۔ پھر اس کی قبر (طول وعرض میں)
ستر در ستر گز تک فراخ کر دی جاتی ہے۔ پھر اسے روشن کر دیا جاتا ہے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے کہ سو جاؤ
(آرام کرو) وہ (مُردہ) کہتا ہے میں گھر والوں کے پاس واپس جاتا ہوں اور انہیں (یہ خوشی کی حالت)
بتاتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں : سو جاؤ، جیسے کہ وہ دلہن سوتی ہے جس کو صرف اس کا محبوب ترین اہل (خانہ)
ہی جگاتا ہے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ ہی اسے خواب گاہ سے اٹھائے گا۔

اور اگر (مُردہ) منافق ہو تو وہ کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو ایک بات کرتے سنا، تو میں نے بھی
ویسے ہی کہہ دیا، اور مجھے کچھ پتہ نہیں ۔

وہ کہتے ہیں کہ ہم جانتے تھے کہ تو یہی کہے گا، پھر زمین کو کہا جاتا ہے کہ اس پر سکڑ جا، پھر اس پر
سکڑ جاتی ہے حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں۔ اس پر عذاب جاری رہے گا۔
آخر کار اللہ تعالیٰ اسے اس کی خواب گاہ سے اٹھائے گا ۔

(جامع الترمذی ج : ا، ابواب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر، ص : ۲۰۵)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
اس (مُردے) کے پاس دو فرشتے آتے ہیں پس وہ اسے بٹھاتے ہیں، پھر پوچھتے ہیں :

۱- تیرا رب کون ہے ؟ وہ کہتا ہے : میرا رب اللہ ہے ۔

۲- پھر اسے کہتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے ؟ وہ کہتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے ۔

۳- پھر وہ کہتے ہیں ! یہ آدمی جو تمہارے اندر مبعوث ہوا کیا ہے ؟ وہ کہتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا

رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ وہ کہتے ہیں: تجھے کیسے پتہ چلا؟ وہ کہتا ہے! میں نے اللہ کی کتاب پڑھی، پس اس پر ایمان لایا اور تصدیق کی۔ پس یہ فرمان ہے:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ الآيَة (ابراھیم — ۲۷) اللہ ایمان والوں کو سچی بات پہ ثابت قدم رکھتا ہے۔

راوی بتاتے ہیں کہ پھر آسمان سے ایک نداء کرنے والا آواز دیتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا اس کے لیے جنت کا بچھونا لگا دو، اس کو جنت کا لباس پہنا دو۔ اور اس کے لیے جنت کا ایک دروازہ کھول دو۔ چنانچہ وہ کھول دیا جاتا ہے۔

راوی بتاتے ہیں کہ پھر اس کو (جنت) کی راحت اور خوشبو ملتی ہے اور حد نظر تک اس کی (قبر) کو فراخ کر دیا جاتا ہے۔

اور (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے) کافر کی موت کا ذکر کیا) تو فرمایا: اس کی روح بدن میں واپس کی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، پھر اُسے بٹھاتے ہیں اور وہ کہتے ہیں:

تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ افسوس افسوس، مجھے پتہ نہیں۔

وہ کہتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے، افسوس افسوس مجھے پتہ نہیں۔

وہ کہتے ہیں: یہ آدمی کیا ہے؟ جو تمہارے اندر مبعوث ہُوا۔؟

وہ کہتا ہے: افسوس افسوس، مجھے پتہ نہیں۔

پھر آسمان سے ندار کرنے والا آواز دیتا ہے کہ اس نے جھوٹ بولا۔ اس کے لیے آگ کا بچھونا لگا دو، اسے آگ کا لباس پہنا دو، اور اس کے لیے دوزخ کا ایک دروازہ کھول دو۔ راوی بتاتے ہیں۔ پھر اسے (دوزخ) کی گرمی اور گرم ہوا آتی ہے۔ راوی بتاتے ہیں کہ اس کی قبر اس پر تنگ ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں پھر اس پہ اندھا اور بہرہ (فرشتہ) مسلط کر دیا جاتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک ہتھوڑا ہوتا ہے کہ اگر پہاڑ پہ مارے تو وہ خاک ہو جائے۔ پس وہ اس کو اس کے ساتھ ایسی مار دیتا ہے کہ انسان وجن کے سوا مشرق و مغرب کے درمیان سب (اس کی چیخیں) سنتے ہیں۔ آخر وہ مٹی بن جاتا ہے۔ پھر اس میں روح کو لوٹایا جاتا ہے۔

(مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر عن احمد، ص: ۲۵، ۲۶)

مندرجہ بالا آیات و احادیث سے واضح ہو گیا کہ مرنے کے بعد سے لے کر قیامت تک کے زمانہ برزخ میں ثواب و عذاب کا سلسلہ موجود ہے۔ البتہ ہمیں قبر کا سرد یا گرم یا فراخ یا تنگ ہونا اس لیے

معلوم نہیں ہوتا کہ ہم عالم دنیا میں ہیں اور مردے پہ طاری ہونے والے احوال عالم برزخ کے ہیں۔ ہمارے اور ان کے درمیان پردہ حائل ہے اگر اللہ تعالیٰ کسی پہ کسی مصلحت کی بنا پر یا نصیحت کے طور پر جزوی پردہ اٹھاوے تو وہ مالک ہے اور احوال برزخ یقیناً حق ہے۔

چھوٹی علاماتِ قیامت

قیامت اور اس کے احوال لکھنے سے پہلے علاماتِ قیامت تحریر کی جاتی ہیں۔

آج کل لوگ جب طرح طرح کی آفات دیکھتے ہیں۔ کہیں کفار کا غلبہ ہے۔ کہیں حیرت انگیز ایجادات ہو رہی ہیں۔ ان کو دیکھ کر بعض جاہل مسلمان پریشانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں حالانکہ ان کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کثیر تعداد میں پیشین گوئیاں موجود ہیں۔ جن باتوں کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو برس پہلے کر دی۔ ان میں سے کسی بات کے ظاہر ہونے پر ایک مسلمان کا ایمان پہلے سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔ اور ان علاماتِ قیامت کا پایا جانا اسلام کی صداقت کی تازہ دلیل ہے پا ہے کفار کو برا لگے۔

قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ البتہ یہ صراحت ہے کہ قیامت جمعہ کے دن برپا ہوگی اس سے پہلے دو قسم کی علامات ظاہر ہوں گی چھوٹی علامات اور بڑی علامات۔ سب سے پہلے چھوٹی علامات بیان کی جاتی ہیں تاکہ انہیں دیکھ کر عبرت حاصل ہو۔

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اسلام اجنبیت میں ظاہر ہوا اور دوبارہ اجنبی بن جائے گا جیسے کہ ابتداء میں اجنبیت میں ظاہر ہوا، پس غرباء کو خوشخبری ہو"

(صحیح مسلم ج: اکتاب الایمان، باب بیان الاسلام بدأ غریبا وسیعود غریبا، ص: ۸۴)

غرباء سے مراد اسلام کے وہ پابند مسلمان ہیں جن کو بدمعاش لوگ اسلام کی پابندی اور بدمعاش معاشرے میں برے کاموں میں گھل مل کر نہ رہنے کی وجہ سے اجنبیت کی نظروں سے دیکھتا ہے اور ان کی وقعت نہیں جانتا۔

۶ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اسلام غریب ہو کر (اجنبیت میں) ظاہر ہوا اور دوبارہ (اجنبی) بن جائے گا جیسے کہ ابتدا میں اجنبیت میں ظاہر ہوا، اور دو مسجدوں (حرم مکہ اور حرم مدینہ) کے درمیان سکڑ کر چلا جائے گا

جلیسے کہ سانپ سکڑ کر اپنے بل میں چلا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم ج: اکتاب الایمان، باب بیان الاسلام بدأ غریبا وسیعود غریبا، ص ۸۴)

• حضرت ابوہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان سکڑ کر مدینہ کی طرف چلا جائے گا جیسے کہ سانپ سکڑ کر اپنے بل میں چلا جاتا ہے۔

(صحیح المسلم ج: اکتاب الایمان، باب الاسلام بدأ غریبا وسیعود وغریبا، ص ۸۴)

• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فر[مایا] لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ دین پر صبر (و استقلال) دکھانے والا ایسے ہوگا جیسے کہ انگارہ پکڑ[نے] والا ہو۔ (جامع ترمذی ج: ۲۔ ابواب الفتن ، ص : ۵۲)

اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں میں بے دینی اور آوارگی زیادہ ہو گی۔ وہ اسلام کی پابندی کر[نے] والوں، اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان رکھنے والوں، شرک، بدعت اور بے حیائی کے کاموں سے [بچنے] والوں کو پسند نہیں کریں گے جیسے کہ آج مشرک اور بدعتی لوگ مسلمانوں کو بُرا سمجھتے ہیں۔ اس طرح گ[انے] بجانے اور بدکاری کے عادی غنڈے نیک لوگوں کو پسند نہیں کرتے۔ ایسے حالات میں اسلام [پر] چلنا گویا عام لوگوں کی مخالفت کا سبب ہو گا۔

• ایسے حالات میں عبادت کرنے والوں کو خوشخبری دی گئی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فر[مان] "فتنہ کے زمانہ میں عبادت کرنا، میری طرف ہجرت کرنے کی طرح ہے۔"

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب الفتن، باب فضل العبادۃ فی الھرج، ص: ۴۰۶)

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو فتنوں اور فتنہ باز مشرک بدعتیوں کے شر سے محفوظ رکھے۔

• آج کل بعض جاہل لوگ اخبارات میں کسی ٹھگ کا بیان پڑھتے ہیں جو صاف طور پر اسلام [کے] نظریات کے خلاف ہوتا ہے جس میں سود خوری یا خاندانی منصوبہ بندی، جوا وغیرہ ایسے خب[یث] کاموں کی دعوت ہوتی ہے وہ اسے جائز سمجھ کر اس کی طرف لپکتے ہیں حالانکہ گناہ کو جائز [سمجھنا] کفر ہے اس طرح صبح شام اپنا ایمان برباد کرتے پھر رہے ہیں۔ ان کے بارے میں آگاہ کیا [گیا]۔ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فر[مایا] جلد ہی عمل کر لو۔ فتنے آتے ہیں جیسے اندھیری رات کا حصہ ہو۔ آدمی صبح ایماندار ہونے کی حا[لت] میں کرے گا اور شام کو کافر ہو جائے گا یا شام کو ایماندار ہو گا اور صبح کو کافر بن جائے گا۔ [دنیا] کے مال کے عوض اپنا دین فروخت کرے گا۔" (صحیح المسلم ج: اکتاب الایمان باب فی الریح التی تکون فی قرب القیامۃ ص[...])

یعنی معمولی دنیا کی خاطر اپنا دین و ایمان فروخت کرنے لگے گا جیسے کہ آج کل بعض گمراہ لوگ لیڈروں بادشاہوں اور سرمایہ داروں کے ساتھ مل کر کبھی اپنا ایمان برباد کرتے ہیں کبھی اسلام کی وہ تشریح کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس سے حکمران یا سرمایہ دار خوش ہوں اور ان کو مال ملے جو آخر کار جہنم کی آگ ثابت ہوگی۔

۶ اگر آدمی فتنوں کے زمانہ میں عام شہروں میں رہ کر اپنا ایمان نہ بچا سکے تو اسے چاہیئے کہ غلط معاشرے سے الگ ہو کر محفوظ جگہ چلا جائے۔ اس کی طرف حدیث میں اشارہ کیا گیا۔

حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (وہ وقت) قریب ہے کہ مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں جن کے پیچھے وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش کے مقامات پر چلا جائے۔ فتنوں سے اپنا دین بچا کر بھاگ جائے۔"

(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب الفتن، بالتعرب فی الفتن، ص: ۱۰۵۰)

• حضرت عبد اللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت پر ضرور وہ (حالت) آئے گی جو بنی اسرائیل پر آئی۔ قدم بہ قدم، حتی کہ اگر ان میں سے کسی نے برملا اپنی ماں سے بدکاری کی تو میری امت میں بھی ایسا ہوگا جو یہ کرے گا۔ اور بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ سب جہنم میں ہوں گے سوائے ایک فرقہ کے۔ صحابہ نے عرض کیا! اے اللہ کے رسولؐ وہ (جہنم سے نجات پانے اور جنت میں جانے والا) کونسا فرقہ ہوگا؟

آپؐ نے فرمایا: جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہوگا۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الایمان، باب افتراق ھذہ الامۃ، ص: ۹۳)

یعنی قرآن وحدیث اور صحابہ کرام کے اقوال و اعمال پر چلنے والا گروہ ہی جنت میں جائے گا اور دوزخ سے نجات پائے گا۔ اب جو خبیث گروہ قرآن وحدیث وصحابہ کا دشمن ہو۔ شرک و بدعات جاری کرے وہ اپنا خبیث تھوبڑا اس حدیث کے آئینہ میں دیکھے۔

۶ کفار و مشرکین اور بدعتی عناصر کا مقابلہ کرنے والے علماء کی شان بتائی؟

حضرت ثوبان (رضی اللہ عنہ) کی ایک روایت کے آخری الفاظ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ میری امت سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا۔ ان کے مخالفین انہیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے حتیٰ کہ اللہ کا فیصلہ آن پہنچے۔ (سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الفتن، ص: ۵۸۴)

۶ ایک حدیث میں کئی علامات قیامت بتائیں۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک دو بڑی جماعتیں آپس میں مقاتلہ کریں۔ ان کے درمیان شدید جنگ ہوگی۔ دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا اور یہاں تک کہ تقریباً تیس (بڑے بڑے) دجال کذاب ظاہر ہوں۔ سب یہ گمان کریں گے کہ وہ اللہ کا رسول ہے (یعنی نبوت کا دعویٰ کریں گے جیسے کہ آجکل قادیانی دجال کذاب ہے) اور یہاں تک کہ علم اٹھا لیا جائے، زلزلے کثرت سے آئیں گے، زمانہ قریب ہو جائے (یعنی وقت جلدی گزرتا معلوم ہوگا) فتنے ظاہر ہوں گے، ہرج بہت ہوگا (ہرج سے مراد) قتل ہے قتل، ......!

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الفتن، باب خروج النار کے بعد والا باب، ص: ۱۰۵۴-۱۰۵۵)

۶ جاہل واعظین اور سخن سازی کی مشق کرنے والے مگر اسلامی علوم سے جاہل مصنفین کے بارے میں بھی آگاہ فرما دیا:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا:

اللہ تعالیٰ، علم کو ایک دم نہیں اٹھائے گا کہ بندوں سے (علم) چھین لے بلکہ علماء کی وفات کے ذریعہ علم اٹھائے گا۔ آخر کار کوئی (صحیح) عالم نہیں رہے گا۔ پھر لوگ جاہلوں کو سردار بنا لیں گے۔ ان سے (مسائل) پوچھیں گے۔ وہ علم کے بغیر فتویٰ دیں گے، پس وہ خود گمراہ ہوں گے اور (دوسروں کو) گمراہ کریں گے۔ (صحیح البخاری ج: ۱ کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم، ص: ۲۰)

آج کل کئی لوگ کالجوں کی تعلیم حاصل کرکے اردو نویسی میں مشق کرکے پھر اردو میں علماء کرام کی تحریر کردہ کتابیں پڑھ کر اسلام کے مصنف و محقق بن چکے ہیں۔ کوئی وعظ کر رہا ہے کوئی قرآن کا خادم ہونے دعویدار ہے۔ کوئی اسلام پر تحقیق کرکے نیا اسلام پھیلا رہا ہے۔ الغرض یہودیوں عیسائیوں اور دوسرے باطل فرقوں کے ایجنٹ، پیٹ اور شرمگاہ کے پجاری کبھی تو تحقیق کرکے سود حلال کرنے کی ترکیبیں بنا رہے ہیں۔ کبھی تصویر سازی، جوا بازی، سینما، ناچ گانا جائز کرنے کے حیلے سوچتے ہیں، کبھی پردہ اٹھوا کر غنڈہ گرد عناصر کے لیے سامان تفریح پیدا کرنے پر تحقیق کرتے ہیں۔

اور ان بکواسات کا نام اسلام کی تحقیق رکھا ہوا ہے اور قدیم اور سچے اسلام کے ماہر و حامل

علماءِ کرام پر اعتراضات کرتے ہیں تاکہ علمارِ کرام کا وقار کم کر کے اپنا وقار پیدا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ شیطان کے ان خبیث کارندوں کو چن چن کر ہلاک کرے۔

● اسلام کے ایک بدترین دشمن فرقے کی نشاندہی کی جو احادیث کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ڈکشنری کی مدد سے قرآن کا ترجمہ کر لیں گے حالانکہ قرآن کی سب سے پہلے قابلِ اعتماد تفسیر حدیث ہی ہے حدیث کا دشمن رسول اللہ کا دشمن اور قطعی طور پر ملعون کافر ہے۔ کیا آپ سمجھ سکتے ہیں:

اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ: (نماز قائم کرو) اس آیت کا ترجمہ ڈکشنری سے صحیح ہو سکتا ہے؟ ڈکشنری میں اَقِیْمُوْا کا معنی ہے: (کھڑا کر دو) یعنی نماز کو کان سے پکڑ کر کھڑا کر دو۔ اسی طرح صوم کا معنی ہے (رُک جانا) چلتے چلتے رک جانے سے روزہ ادا نہیں ہوگا۔ اسی طرح حج کا معنی ہے (ارادہ کرنا) خالی کسی بھی ارادے کو حج نہیں کہتے۔ زکوٰۃ کا معنی ہے (صاف کرنا) نوٹ کو صابن سے دھویا جائے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ ان سب باتوں کی وضاحت حدیث میں آتی ہے جو حدیث کا انکار کرے وہ اسلام کی تعلیمات کو دنیا سے غائب کرنے والا سازشی اور پکا کافر ہے۔

● حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار، قریب ہے کہ ایک آدمی کو مجھ سے حدیث پہنچے اور وہ اپنی مسہری پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو، اور کہے:

"ہمارے اور تمہارے درمیان کتاب اللہ ہے پس اس میں ہم نے جو حلال پایا اسے حلال سمجھا اور اس میں ہم نے جو حرام پایا اسے حرام سمجھا حالانکہ جس طرح اللہ نے حرام کیا اسی طرح (اللہ کے حکم سے) رسول اللہ نے بھی حرام بتایا ہے۔"

(جامع ترمذی ج ۲، ابواب العلم، باب ما نہی عنہ ان یقال عند حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ص۹۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یعنی حدیث بھی وحی کا درجہ رکھتی ہے۔ حدیث کا منکر، قرآن کا منکر اور قطعی طور پر بے ایمان ہے۔

● ایک حدیث میں قیامت کی کئی علامات ایک ساتھ بتائیں۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب غنیمت کو ذاتی مال سمجھا جائے، امانت کو غنیمت قرار دیں (یعنی امانت میں خیانت کریں) زکوٰۃ کو تاوان سمجھیں۔ دین کے علاوہ (دنیا کی غرض سے) علم حاصل کیا جائے، مرد اپنی بیوی کی تابعداری کرے اور ماں کی نافرمانی کرے، اپنے دوست کو قریب کرے اور اپنے باپ کو دُور

کرے، مسجدوں میں آوازیں بلند ہوں، قبیلے کا سردار ان میں سب سے زیادہ بدمعاش ہو، قوم کا
لیڈر کمینہ ترین ہو، آدمی کی عزت اس کی برائی سے بچنے کی خاطر کی جائے۔ گانے والیاں اور باجے
عام ہو جائیں، شراب پیا جانے لگے۔ یہ امت اپنے پہلے (بزرگوں) پر لعنت کرے تو اس وقت
سرخ آندھی، زلزلوں، دھنس جانے، شکلیں بدل جانے، پتھر پڑنے اور کئی نشانات کا انتظار
کرو، جو پے در پے آئیں۔ جیسے کہ ہار کا دھاگہ ٹوٹ جائے تو وہ دانے مسلسل گرنے لگتے ہیں۔
(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الفتن، باب ما جاء فی اشراط الساعۃ کے بعد والا باب، ص:

مندرجہ بالا احادیث میں وضاحت کر دی کہ خیانت کرنا، زکوٰۃ ادا نہ کرنا، صرف دنیا کمانے کے لیے
حاصل کرنا، والدین کو ستانا، مساجد میں شور برپا کرنا سب سے بڑے کام ہیں جیسے کہ آج کل الا
پر جاہل واعظین جعلی درود اور اشعار گاتے ہیں تاکہ مساجد میں شور کی وجہ سے کوئی آدمی سکون
ساتھ عبادت نہ کر سکے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور پہلے زمانہ کے نیک لوگوں پر بکواس کرنے والے (رافضی) لوگوں کی نش
بھی کر دی۔ گانے بجانے اور شراب عام ہونے کی خبر دی۔ اب ان جرائم کا انجام تو لازمی طو
یہی ہو سکتا ہے کہ ملک تباہ ہو، زلزلے آئیں اور طرح طرح کی سزائیں نازل ہوں، یہ نہیں ہو سکتا
قوم تو غنڈہ گردی پر اکڑ جائے اور آسمان پھر بھی پھول برسائے۔

۶ آج کل بعض لوگ مالدار ہونے پر خوب اکڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بڑے بزرگ اور محتر
ہو گئے حالانکہ حدیث میں ان کی بھی خبر دے دی گئی۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قیامت قائم نہیں ہوگی، یہاں تک کہ دنیا کے لحاظ سے سب لوگوں سے خوش بخت (لیعنی
وہ نہ ہو جو لکع بن لکع (کمینہ ولد کمینہ) ہو۔
(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الفتن، باب ما جاء فی اشراط الساعۃ، ص

ایک قول کے مطابق لکع سے مراد وہ ہے جس کا نسب معلوم نہ ہو، جیسے کہ حرامی آدمی۔ آ
خبیث اور کمینہ خصلت کے لوگ دنیا کے اعتبار سے زیادہ مالدار، بڑے بڑے عہدوں پر فائز
ان میں نہ انسانی اخلاق ہو اور نہ ہی کوئی فنی خوبی ہو۔ وہ اپنے عہدوں سے اس طرح چپکے
جیسے کہ ایک خبیث کیکڑا بدبودار گوشت کے ساتھ چپک جاتے اور مر کر ہی ہٹتے اور
ہیں کہ ہم بڑے درجے کے لوگ ہیں۔

٥ حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہا) کی ایک روایت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علاماتِ قیامت میں سے یہ ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا جہالت ظاہر ہو گی۔ زنا پھیل جائے گا، شراب پیا جائے گا، عورتیں زیادہ اور مرد کم ہو جائیں گے۔ حتیٰ کہ پچاس عورتوں کا نگران ایک مرد ہو گا۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الفتن، باب ماجاء فی اشراط الساعۃ ص: ۴۴)

یعنی بیویوں کے علاوہ بیٹیوں، بہنوں، رشتہ دار عورتوں یا دوسری عورتوں کا بوجھ اٹھانا پڑے گا۔

٥ بڑے حکمرانوں اور عورتوں کے امورِ سیاست میں عام دخل کے بارے میں ارشاد ہے حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب تمہارے حکمران تم میں سے بہترین ہوں، تمہارے مال دار تم میں زیادہ سخی ہوں اور تمہارے معاملات باہم مشوروں سے طے ہوں تو زمین کی پشت تمہارے لیے اس کے پیٹ سے بہتر ہے اور جب تمہارے حکمران تم میں بدترین ہوں، تمہارے مال دار بخیل ترین ہوں اور تمہارے معاملات تمہاری عورتوں کے سپرد ہوں تو پھر زمین کا پیٹ تمہارے لیے اس کی پشت سے بہتر ہے۔

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب الفتن، باب ماجاء فی النہی عن سب الریاح کے بعد آٹھویں باب ص۵۲)

٥ خیانت، بدکاری، کافرانہ قوانین اور بدعہدی کا انجام بتایا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے فرمایا: جس قوم میں خیانت ظاہر ہوئی ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ رعب ڈال دے گا۔ جس میں زنا عام ہوا۔ ان میں اموات کی کثرت ہو گی۔ جس میں ناپ تول میں کمی کی جائے گی۔ اس میں روزی کم کر دی جائے گی (یعنی حلال روزی ہی کم ہو گی یا اس کی برکت جاتی رہے گی) جس میں حق (اسلام) کے علاوہ (کسی دوسرے) کے ساتھ حکم دیا گیا (یعنی اسلام کے علاوہ کسی دوسرے جمہوری یا اشتراکی وغیرہ کافرانہ قوانین نافذ کیے گئے) ان میں خون (قتل) پھیل جائے گا۔ جس میں وعدہ خلافی ہو گی اس پر دشمن مسلط کر دیا جائے گا۔

(موطا امام مالک ج: ا کتاب الجہاد، باب ماجاء فی الغلول، ص: ۲۵۷)

آج کل عام مسلمان ہونے کے دعوے دار حکمرانوں نے اپنے مقبوضہ ممالک میں غیر اسلامی قوانین نافذ کر رکھے ہیں جس کی نحوست کے باعث ہر جگہ قتل، پریشانی، بدکاری اور بزدلی عام ہو چکی ہے مسلمانوں کی تعداد کثیر ہے مگر بزدلی چھائی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ سب سے بڑی بے حیائی یہ ہے

کہ غیر اسلامی قوانین نافذ کرنے والے حکمران اسلام کے دعوے دار بنتے ہیں۔ یہ منافقانہ رویہ ہے اللہ تعالیٰ ایسے حکمرانوں سے مسلمانوں کو نجات دے اور کتاب وسنت کے تابعدار حکمران لائے۔

۶ نالائق حکمران بھی علاماتِ قیامت میں سے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امانت برباد کی جائے تو قیامت کا انتظار کرو، عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! اس کی بربادی کیسے ہوگی؟ فرمایا: جب نااہل کو امر (حکومت) سپرد کی جائے۔ تو قیامت کا انتظار کرو۔ (صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الرقاق، باب رفع الامانۃ، ص: ۹۶۱)

یعنی عورتوں، بچوں، اسلام سے جاہل گدھوں، بدمعاش اور غنڈہ گرد ظالم عناصر، اسلام کے دشمن، نالائق اور باطل فرقہ کے لوگوں کو مسلمانوں پر حاکم اور افسر بنانا علاماتِ قیامت میں سے ہے آج کل اکثر دیکھا گیا ہے کہ بدکار، ظالم، رشوت خور، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، علماء کرام کے دشمن، حدیث کے منکرین بلکہ کفار و مرتدین کو حکومت میں بڑے بڑے مناصب دیئے جاتے ہیں۔ اور اسلام کے پابند مسلمانوں کو ذلیل کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسلام کے دشمن حکمرانوں اور ان کے مددگاروں کو چن چن کر ہلاک کرے اور زمین کو ان کے خبیث وجود سے پاک کرے۔

۶ قیامت کے قریب بعض مسلمان ہونے کے دعویدار بت پرستی کریں گے جیسے کہ آج کل مشرک لوگ قبروں اور مزاروں کی پوجا کرتے ہیں۔ مزاروں پہ جا کر اس طرح ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں جیسے کہ عبادت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونے کا حکم ہے۔ مزار والوں سے حاجات و مشکلات میں مدد مانگتے ہیں حالانکہ دعا کرنا عبادت ہے اللہ کے سوا دوسرے کی عبادت کرنے والا کافر ہے کیا خبر یہی گمراہ لوگ کسی دن آگے بڑھ کر قبر والے کے بت پوجنے لگ جائیں۔ اللہ تعالیٰ شرک و کفر سے ہر ایک کو محفوظ رکھے۔

۶ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ میری امت کے کچھ لوگ مشرکوں سے مل جائیں گے اور حتیٰ کہ بت پرستی ہونے لگے گی اور میری امت میں تیس (بڑے بڑے) کذاب آئیں گے۔ ہر ایک گمان کرے گا وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب الفتن، باب ما جاء لا تقوم الساعۃ حتیٰ یخرج الکذابون ص

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ فرات (کا دریا) سونے کا ایک پہاڑ ظاہر کر دے۔ لوگ اس پر باہم لڑیں گے چنانچہ ہر سو میں سے ننانوے قتل ہو جائیں گے۔ ان میں سے ہر آدمی یہ کہے گا شاید میں وہ ہوں جو بچ جاؤں۔

(صحیح المسلم ج: ۲، کتاب الفتن، ص: ۳۹۱)

دریائے فرات عراق کا مشہور دریا ہے اس میں سونے کا پہاڑ نکلنا ایک بڑی علامت قیامت ...نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سونے کے پیچھے پڑنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریب ہے کہ فرات، سونے کا ایک خزانہ ظاہر کر دے جو اس جگہ موجود ہو۔ وہ اس سے کچھ نہ لے۔

(صحیح المسلم ج: ۲، کتاب الفتن، ص: ۳۹۱)

جس چیز کے لینے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منع فرما دیں اس کے لینے میں کچھ برکت نہیں۔ اس بچنے والے ہی خوش نصیب ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو دنیا و آخرت کی ہر مصیبت سے بچائے۔ ہم نے ...طور پر چھوٹی علامات قیامت تحریر کر دی ہیں تاکہ ہر شخص فتنہ کے زمانہ میں اپنا ایمان بچانے کی ...ش کرے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی مددگار ہے۔ (واللہ الموفق والمعین)

بڑی علاماتِ قیامت

...طین میں اجتماع یہود

آخری زمانہ میں کئی ممالک میں عیسائیوں کی حکومت ہوگی۔ یہ لوگ مسلمانوں پر بڑا ظلم کریں گے پچھلی چند صدیوں میں عیسائی یہودی، اشتراکی اور ...رے ملعون کفار نے مسلمانوں پر اس قدر ظلم کیا ہے کہ پوری انسانی تاریخ اس ظلم کی مثال پیش نہیں ...تی۔ اب ضروری ہے کہ ظالم کفار کو ان کے ظلم اور غنڈہ گردی کی سزا دی جائے۔ اب کفار نے بیشتر ...ن ممالک میں اپنے دلالوں کو حکمران بنا رکھا ہے اور اسلام کے پابند مسلمانوں کو اپنے دلالوں کے ...ہ رسوا کرتے رہتے ہیں۔ اب وہ دن دور نہیں کہ کفار اور ان کے دلالوں پر اس قدر وسیع عذاب ...ے کہ دنیا سے ان کی جڑ کٹ جائے۔ چاہے یہ کام ایٹمی جنگ کے ذریعہ ہی مکمل کیا جائے۔ کفار کے ...تے ویران ہو جائیں اور دور دور تک ان کی آبادیاں معدوم ہو جائیں۔

کفار نے ایک سازش کے ذریعہ یہودیوں کو فلسطین میں آباد کیا تاکہ اس بدمعاش قوم کے ساتھ ...ن کر کے مسلمانوں کو پریشان کیا جائے حالانکہ کفار کا یہ آخری حربہ ہے۔ اس کے بعد ان شاء اللہ

یہودی اور ان کے بدمعاش مددگار سب جہنم رسید ہوں گے۔

آخری زمانہ میں یہودی بڑی تعداد میں فلسطین میں جمع ہوں گے۔ عیسائی ان کی مدد کریں گے آج کل یہودی قوم کا فلسطین میں جمع ہونا ایک بڑی علامت قیامت ہے۔ یہ شریر قوم حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کی توہین کرتی ہے اس کے باوجود محض اسلام دشمنی کی وجہ سے عیسائی قوم اس خبیث قوم کی مدد کرتی ہے اس لیے دونوں ہی مجرم ہیں۔ فلسطین دراصل یہودیوں کی قتل گاہ ہے جہاں اس بدمعاش قوم پر ایک عام عذاب آئے گا اور یہ قاعدہ ہے کہ ذبح خانہ میں جانوروں کو جمع کر کے ذبح کیا جاتا ہے۔ ان شاء اللہ وہ دن دور نہیں جب کہ فلسطین، یہودی خبیث قوم اور ان کی مددگار بدمعاش اقوام کا ذبح خانہ بنے گا۔ چاہے شیطان کے چیلے غصہ سے جل جائیں۔

امام مہدی

آخری زمانہ میں مسلمانوں پر شدید پریشانی ہوگی۔ عرب و عجم ہر جگہ پر کفار کے مظالم بڑھ جائیں گے حتیٰ کہ عرب میں بھی کوئی باقاعدہ پر شوکت حکومت نہ رہے گی اس وقت اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد کے لیے امام مہدی کو ظاہر فرمائیں گے۔

۶ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا: مہدی میری اولاد فاطمہؓ سے ہو گا۔ (سنن ابی داؤد ج: ۲ کتاب الفتن، اول کتاب المہدی)

امام مہدی کے ظہور کا مقام متعین کر دیا گیا

۶ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: خلیفہ کی وفات پر (مسلمانوں) میں اختلاف ہو جائے گا پھر اہل مدینہ سے ایک آدمی بھاگ کر مکہ چلا جائے گا۔ مکہ والے اس کے پاس آئیں گے اسے (حکومت کی باگ ڈور ہاتھ میں لینے کے لیے باہر نکالیں گے وہ اسے ناپسند کرے گا۔ آخر کار رکن اور مقام کے درمیان اس کی بیعت کریں گے۔ اس کی طرف شام سے فوج بھیجی جائے گی مگر وہ مکہ اور مدینہ کے درمیان بیداء کے مقام پر زمین میں دھنس جائے گی۔ جب لوگ یہ بات دیکھیں گے تو شام کے ابدال نیک اور عراق کی جماعتیں آئیں گی اور ان سے بیعت کریں گے۔ الحدیث

(سنن ابی داؤد، ج: ۲ کتاب الفتن، اول کتاب المہدی ص: ۱)

امام مہدی کی حکومت سات برس تک ہوگی۔

۶ حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی مجھ سے ہے، کھلی پیشانی اور (مناسب) بلند ناک والا ہے۔ زمین

عدل وانصاف سے بھر دے گا جبکہ وہ (اس سے پہلے) ظلم وستم سے بھری ہوگی اور سات برس حکومت کرے گا۔

(سنن ابی داود ج : ۲ کتاب الفتن - اول کتاب المھدی، ص : ۵۸۸)

امام مہدی کا نام ولدیت وغیرہ بھی وضاحت سے بتا دی گئی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر دنیا سے ایک دن ہی باقی رہ جائے تو بھی اللہ تعالیٰ اس دن کو اس قدر طویل کر دے گا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یا فرمایا: میری اہل بیت سے ایک آدمی بھیجے گا۔ اس کا نام میرے نام کے مطابق اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے مطابق ہوگا۔ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جبکہ وہ ظلم وستم سے بھری ہوگی۔

(سنن ابی داود، ج : ۲ کتاب الفتن، اول کتاب المھدی، ص : ۵۸۸)

مندرجہ بالا روایات سے معلوم ہو گیا کہ امام مہدی کا ظہور اس وقت ہوگا جبکہ عرب میں کوئی باقاعدہ مت نہیں ہوگی۔ ہر طرف ظلم وستم ہوگا۔ وہ مدینہ میں پیدا ہوگا۔ اس کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا اب نفس قادیان (ہندوستان) میں پیدا ہو کر مہدی ہونے کا دعویٰ کرے یا کسی دوسرے ملک میں پیدا ر مہدی ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ مہدی نہیں البتہ شیطان ضرور ہے۔ اور ابھی تو سعودی عرب میں ی مثالی انصاف کرنے والی حکومت ہے کہ دنیا میں اس جیسی عادل حکومت نہیں ملتی۔ ہم یہ نہیں ہ کہ اس حکومت میں کوئی غلطی نہیں مگر سعود عرب کا امن وامان، برکاتِ دنیا اور نیکی کی توفیق اور وصاً کتاب وسنت کی پابندی پیش کرنے سے دنیا کا ہر ملک قاصر ہے۔ یہ ایک ایسا اعترافِ حقیقت ہے جس کے معاوضہ کے ہم طلبگار نہیں۔ مگر حقیقت تو بیان کرنی ہی پڑتی ہے اللہ تعالیٰ اس حکومت دیر تک اور کتاب وسنت کے مطابق قائم رکھے۔

الغرض امام مہدی فوج جمع کر کے شام کی طرف جائیں گے۔ مدینہ منورہ میں حاضری دے کر شام پہیں گے اور کفار کا مقابلہ کریں گے۔ تقریباً سات سال اسی حال میں گزر جائیں گے۔ اس کے بعد بال ظاہر ہوگا۔

دجال کا ظہور

انسانی تاریخ میں شاید دجال سے بڑا فتنہ ظاہر نہ ہو۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم دجال اور اس

کے تمام چیلوں سے خاص طور پر بچیں۔ احادیث میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں کو بھی دجال یعنی دھوکہ باز بتایا گیا جیسے کہ قادیانی دجال اور اس کے ماننے والے سب کفار ہیں۔

٭ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "حضرت آدم (علیہ السلام) کی پیدائش سے کر قیامت قائم ہونے تک دجال سے بڑا فتنہ نہیں ہے"۔

(صحیح مسلم ج: ۲ کتاب الفتن، باب فی بقیہ احادیث الدجال، ص: ۴۰۵)

دجال دائیں آنکھ سے کانا ہو گا۔ اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہو گا اور وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ حالانکہ خدا کانا نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو ہر عیب سے پاک ہے کانا کیسے ہو سکتا ہے؟ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو نبی بھی بھیجا گیا اس نے اپنی امت کو کانے کذاب سے ڈرایا۔ یاد رکھو وہ کانا ہے اور تمہارا رب کانا نہیں اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہو گا۔

(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب الفتن۔ باب ذکر الدجال، ص: ۱۰۵۶)

٭ ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:
"دجال دائیں آنکھ سے کانا ہو گا جیسے انگور کا اُبھرا ہُوا دانہ ہو"۔

(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال، ص: ۱۰۵۵)

یہاں پہ ایک بات بطور لطیفہ پیش کی جاتی ہے کہ غلام احمد قادیانی دجال کی تصویر میں ایک آنکھ سکڑتی ہوئی معلوم ہوتی ہے مگر مکمل کانا نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بڑے دجال کا بڑا چیلا ہو۔ دجال کا فتنہ بین الاقوامی ہو گا۔ اس کے مددگار عیسائی یہودی ہوں گے۔ قادیانی دجال کا فتنہ بھی کئی ملکوں میں پھیل چکا ہے اور برطانیہ نے اس کا پودا لگایا پھر سب عیسائی حتیٰ کہ اسرائیل کے یہودی اس کے مددگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر دجال اور اس کے چیلوں کو چن چن کر ہلاک کرے اور زمین کو ان کے ناپاک وجود سے پاک کرے۔

دجال اپنی شعبدہ بازی دکھائے گا۔ چنانچہ

٭ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے بارے میں بتایا کہ اس کے ساتھ پانی اور آگ ہو گا۔ اس کی آگ (در اصل) ٹھنڈا پانی ہو گا اور اس کا پانی آگ ہو گا۔

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الفتن، باب ذکر الدجال، ص: ۱۰۵۶)

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اصفہان سے ستر ہزار یہودی دجال کے پیچھے پیچھے چلیں گے جن کے سروں پر طیلسان ہوں گے۔ (طیلسان یہودیوں کی خاص ٹوپی ہوتی ہے۔

(صحیح مسلم ج: ۲ کتاب الفتن، باب فی بقیۃ احادیث الدجال، ص: ۴۰۵)

اصفہان ایران میں ہے ممکن ہے کہ ایرانی حکومت آخری زمانہ میں یہودیوں سے مل جائے۔ ویسے رافضی گروہ دراصل یہودیوں کی سازش کا نتیجہ ہے اس کا مسلمانوں سے تعلق صرف سیاسی درجہ ہے۔ اور آج کل ایران اور یہودیوں کا تجارتی تعلق معلوم ہو چکا ہے۔ یہودی قوم بدکاری، بے حیائی اللہ کے دین کو بدلنے اور علماء و صالحین کو قتل کرنے میں مشہور خبیث قوم ہے۔ رافضی گروہ بھی ان سب قوموں میں یہودیوں کے برابر ہی خبیث ٹولہ ہے۔ اللہ تعالیٰ خبیث لوگوں کو دنیا سے دور کرے اور مسلمانوں کو ان کے شر سے بچائے۔

دجال کے زمانہ میں عجیب عجیب شعبدہ بازیاں نظر آئیں گی۔

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمان ہے۔۔۔۔ جو اس (دجال) کو پائے وہ اس پر سورہ الکہف کی ابتدائی آیات پڑھے (اس کی برکت سے دجال کی شرارت سے بچا رہے گا)، یہ شام اور عراق کے درمیان راہ سے نکلے گا۔ پھر تیزی کے ساتھ دائیں بائیں فساد کرے گا۔ اے اللہ کے بندو! ثابت قدم رہو۔

ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، زمین میں اس کا قیام کتنی دیر رہے گا؟

آپ نے فرمایا: چالیس دن، ایک دن سال کی طرح ہوگا اور ایک دن مہینے کی طرح ہوگا، اور ایک دن ہفتے کی طرح ہوگا اور باقی تمہارے دنوں کی طرح ہوں گے۔

ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ، جو دن سال کی طرح ہوگا کیا اس میں ایک دن کی (پانچ) نمازیں کافی رہیں گی؟

آپ نے فرمایا: نہیں، بلکہ اس کا اندازہ کرو (یعنی ہر چوبیس گھنٹہ میں پانچ نمازیں اندازہ کرکے پڑھو۔ آجکل یہ کام گھڑیوں اور کمپیوٹر کی ایجادات کے باعث آسان ہو چکا ہے اور اس میں کچھ مشکل نہیں بشرطیکہ نیت کام کرنے کی ہو)

ہم نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، زمین میں وہ کس قدر تیزی سے پھرے گا؟

آپ نے فرمایا: بادل کی طرح جس کے پیچھے تیز ہوا چل رہی ہو. ایک قوم کے پاس آئے گا انہیں دعوت دے گا وہ اس پر ایمان لائیں گے تو آسمان کو حکم کرے گا آسمان سے بارش ہوگی. زمین کو حکم کرے گا وہ (غلہ) اگائے گی. ان کے مویشی جائیں گے تو ان کی کوہان اونچی ہوگی. تھن مکمل (بھرے) ہوں گے. کوکھے اٹھے ہوں گے (یعنی چراگاہ سے خوب پیٹ بھر کر واپس آئیں گے)

پھر ایک قوم کے پاس جائے گا ان کو دعوت دے گا وہ اس کی بات کا انکار کر دیں گے تو ان کے پاس سے واپس ہوگا وہ قحط زدہ رہ جائیں گے. ان کے پاس مال نہیں ہوں گے. وہ ویرانے سے گزرے گا اور کہے گا: اپنے خزانے نکال دے تو اس کے خزانے شہد کی مکھی کی طرح اس کے پیچھے پیچھے چلیں گے . . . . . الحدیث

(صحیح مسلم ج: ۲ کتاب الفتن، باب ذکر الدجال، ص: ۴۰۱)

۶ حضرت حذیفہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: البتہ میں خوب جانتا ہوں جو دجال کے پاس ہوگا، اس کے ساتھ ساتھ دو نہریں ہوں گی. ایک کو آنکھ دیکھے گی کہ (گویا) سفید پانی ہے. دوسری کو آنکھ دیکھے گی کہ (گویا) آگ بھڑک رہی ہے. پس تم میں سے کوئی اسے پائے تو اس نہر کی طرف آئے جس کو وہ آگ دیکھتا ہے اور آنکھیں بند کرے پھر سر نیچا کرے. پس اس میں سے پیئے تو وہ ٹھنڈا پانی ہوگا. اور دجال کی (ایک) آنکھ پر جھلی ہوگی. اس پر موٹا ناخنہ ہوگا. اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان "کافر" لکھا ہوگا جس کو ہر پڑھا لکھا اور بے پڑھا لکھا. ایماندار پڑھ لے گا.

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب الفتن، باب ذکر الدجال، ص: ۴۰۰)

۶ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہے. ک ف ر یعنی کافر.

(صحیح مسلم ج: ۲ کتاب الفتن، باب ذکر الدجال، ص: ۴۰۰)

۶ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا ایک حصہ یہ ہے کہ

. . . . وہ (لوگوں) سے کہے گا! تم کیا سمجھتے ہو اگر میں تمہارے باپ اور بھائی کو زندہ کر دوں تو کیا پھر بھی معلوم نہ ہوگا کہ میں تمہارا رب ہوں وہ جواب دیں گے: ہاں!

پھر شیاطین اس کے باپ کی شکل اور اس کے بھائی کی شکل بن کر آئیں گے ..... ! الحدیث۔
(مشکوٰۃ المصابیح، باب العلامات بین یدی الساعۃ، ص ۴۷۷، من احمد وابوداود والطیاسی)

• حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شہر ایسا نہیں جہاں کہ دجال نہ جائے مگر مکہ اور مدینہ (میں داخل نہیں ہو سکے گا) اور ان کے ہر راہ پہ فرشتے قطار باندھے ان کا پہرہ دیتے ہوں گے پھر وہ (باہر کھلی) زمین پہ اترے گا۔ تو مدینہ میں تین بار زلزلہ آئے گا۔ اس سے کافر اور منافق باہر نکل جائے گا۔ (اور وہ دجال کے ساتھ جا ملیں گے۔
(صحیح مسلم ج ۲ کتاب الفتن، باب قصۃ الجساسۃ، ص: ۴۰۵)

• حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) کی ایک حدیث میں جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ..... "پس وہ (دجال) مدینہ کے قریب بعض پہاڑی راہ میں اترے گا۔ ایک آدمی جو سب سے بہتر آدمی ہوگا۔ اس کی طرف نکلے گا اور کہے گا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہ دجال ہے جس کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا ہے۔ دجال (لوگوں سے) کہے گا: تم دیکھو تو اگر میں اسے قتل کر دوں پھر اسے زندہ کروں تو تمہیں (میرے) معاملے میں کوئی شک رہے گا؟ وہ کہیں گے! نہیں، پس وہ اسے قتل کرے گا پھر زندہ کرے گا۔ تو وہ (نیک آدمی) کہے گا: اللہ کی قسم! آج سے زیادہ میں تیرے (دجال ہونے) کے بارے میں زیادہ بصیرت (ویقین) نہیں رکھتا۔ (یعنی تو پکا دجال ہے) پھر دجال دوبارہ اسے قتل کرنا چاہے گا مگر اس پر قادر نہیں ہو سکے گا۔
(صحیح البخاری ج ۲ کتاب الفتن، باب لا یدخل الدجال المدینہ ص: ۱۰۵۶)

اس کے بعد دجال اپنے لشکر سمیت فلسطین کی طرف چلا جائے گا جہاں آخر کار لُدّ کے مقام پہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں جہنم رسید ہوگا۔

دجال کے شر سے بچنے کا طریقہ بھی بتایا۔

• حضرات عمران بن حصین کی روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دجال (کی آمد) کا سنے وہ اس سے دُور رہے۔ پس اللہ کی قسم، آدمی اس کے پاس آئے گا۔ اور وہ گمان کرتا ہوگا کہ میں (بڑا پکا) ایماندار ہوں مگر شبہات پیدا ہونے کی وجہ سے اس کی تابعداری کرنے لگے گا۔ (سنن ابی داؤد ج ۲ کتاب الملاحم، باب خروج الدجال ص: ۵۹۳)

یعنی دجال کی شعبدہ بازیاں دیکھ کر ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

۶ نیز دجال کے شر سے بچنے کے لیے سورۃ الکھف کی ابتدائی اور آخری آیات پڑھے۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سورۃ الکھف کی ابتدائی دس آیات یاد کیں وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔

(سنن ابی داود ج: کتاب الملاحم، باب خروج الدجال، ص: ۵۹۴)

دجال کے شر سے اور عذاب قبر و دوزخ اور دنیاوی و اخروی آفات سے بچنے کے لیے یہ دعا کرے۔ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ	اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں، قبر کے عذاب سے، اور دوزخ کے عذاب سے اور زندگی اور موت کے فتنہ سے اور دجال مسیح کے فتنہ سے۔

(صحیح البخاری ج: ۱ کتاب الجنائز ص: ۱۸۴، باب التعوذ من عذاب القبر)

الغرض دجال اور اس کے پیروکاروں سے دور رہے جو لوگ مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں اور بدمعاش عناصر ہیں ان سے الگ رہے۔ تو اللہ تعالیٰ کرم فرمائے گا۔ قرآن و حدیث میں مذکور دعائیں کرتا رہے۔ اسلام کے احکام کی پابندی کرے حلال کھائے۔ شرک اور بدعت سے بچے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے گا۔ مگر جو آدمی شرک و بدعت یا حرام خوری کی گندگی میں گرا۔ اس نے اپنے آپ کو خود ہی برباد کیا۔

نزول عیسیٰ علیہ السلام

امام مہدی کی افواج اور یہودیوں کے درمیان جنگیں جاری ہوں گی ایک دن عصر کی اذان کے بعد لوگ نماز کی تیاری کر رہے ہوں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی سفید مینارہ کے پاس نازل ہوں گے اور وہاں سے سیڑھی لگا کر نیچے اتریں گے۔ زمام خلافت سنبھال کر یہودیوں اور ان کے مددگاروں کو قتل کریں گے۔ دجال کو لد کے مقام پر قتل کریں گے۔

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی طویل روایت کے آخر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

۶ ..... "اچانک اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا۔ وہ دمشق کے مشرقی سفید مینارہ کے پاس نازل ہوں گے۔ ان پر دو زرد چادریں ہوں گی۔ دونوں ہاتھ فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوں گے جب سر نیچا کریں گے تو (پانی کے) قطرے گریں گے جب اونچا کریں گے تو موتیوں کی طرح دانے گریں گے جس کافر کو ان کا سانس پہنچے گا وہ مر جائے گا اور ان کا سانس ان کے حدِ نظر تک جائے گا۔ پھر وہ (دجال) کا پیچھا کریں گے آخرکار اسے لد کے دروازے میں پکڑلیں گے اور اُسے قتل کر دیں گے..... الحدیث

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب الفتن، باب ذکر الدجال، ص: ۴۰۱)

۶ یہودیوں کو اس قدر مار پڑے گی کہ ان کو کسی جگہ پناہ نہیں ملے گی۔ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ مسلمان، یہودیوں سے جنگ کریں۔ مسلمان انہیں قتل کریں گے حتیٰ کہ یہودی پتھر یا درخت کے پیچھے چھپے گا۔ تو پتھر یا درخت کہے گا! اے مسلم اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے (چھپا) ہے۔ آؤ اسے قتل کرو سوائے غرقد کے۔ کہ وہ یہود کا درخت ہے۔

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب الفتن، اشراط الساعۃ، ص: ۳۹۶)

۶ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہودی شریر قوم کو فنا کر دیں گے۔ اور ان کی مددگار بدمعاش اقوام کو بھی سزا دیں گے۔ صلیب توڑ دیں گے۔ جزیہ ختم کر دیں گے کیونکہ سب کو وہ مسلمان ہونے کا حکم دیں گے ورنہ ان کو سزا ملے گی۔

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کی روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے قریب ہے کہ تم میں عیسیٰ بن مریم نازل ہو۔ عدل و انصاف کرنے والا حاکم بن کر، پس وہ صلیب کو توڑ دے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا اور جزیہ ختم کر دے گا اور مال بہائے گا کہ اسے کوئی قبول نہیں کرے گا۔"

(صحیح المسلم ج: ۱ کتاب الایمان، باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ص: ۸۷)

یعنی صلیب توڑ کر موجودہ عیسائیت کو باطل اور غلط قرار دیں گے، عیسائیوں اور ان کے تمام بدمعاش ساتھیوں کو مسلمان ہونے کا حکم دیں گے ورنہ انہیں قتل کر دیں گے اور جزیہ لے کر انہیں رہا نہیں کریں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے اور اس قدر مال ہو گا کہ ہر کوئی بے نیاز ہو جائے گا۔

۵ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نازل ہو کر پہلے دجال اور اس کے مددگار یہودیوں، عیسائیوں کا صفایا کریں گے پھر نکاح کریں گے اولاد ہوگی آخر کار اپنے وقت پر وفات پا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار میں دفن ہوں گے۔

۶ حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عیسیٰ (علیہ السلام) زمین پر نازل ہوں گے۔ پس نکاح کریں گے ان کی اولاد ہوگی۔ پینتالیس سال ٹھہریں گے (زندہ رہیں گے) پھر میرے پاس میری قبر (مزار) میں دفن ہوں گے آخر میں اور عیسیٰ بن مریم ایک قبر (مزار) سے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان اٹھیں گے۔
(مشکوٰۃ المصابیح، باب قرب الساعۃ، عن ابن جوزی فی کتاب الوفاء، ص: ۴۸۰)

یاجوج وماجوج

دنیا کے کسی علاقے میں دو پہاڑوں کے پاس ایک قوم آباد ہے۔ قرآن مجید میں اس کا نام یاجوج ماجوج مذکور ہے۔ بڑی طاقتور قوم ہے۔ ان کی طرف جانے کا راستہ پہاڑوں کے درمیان ہے جس کو قدیم زمانہ کے ایک نیک بادشاہ ذوالقرنین نے تانبہ پگھلا کر لوہے کے تختے جوڑ کر پہاڑوں کے درمیان کا راستہ بند کر دیا تھا تاکہ یہ قوم اپنے علاقہ سے باہر آ کر عام انسانی آبادی میں فساد برپا نہ کرے۔ آخری زمانہ میں دیوار ٹوٹ جائے گی اور یہ قوم باہر نکل آئے گی۔ اس قوم کا ذکر سورہ الکہف میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ۝ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰۤى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ۝ قَالَ مَا مَكَّنِّىْ فِيْهِ رَبِّىْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِىْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ۙ اٰتُوْنِىْ

یہاں تک کہ جب دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا ان دونوں سے اس طرف ایک ایسی قوم کو پایا جو بات نہیں سمجھتی تھی۔ انہوں نے کہا اے ذوالقرنین بے شک یاجوج و ماجوج اس ملک میں فساد کرنے والے ہیں پھر کیا ہم آپ کے لیے کچھ محصول مقرر کر دیں اس شرط پر کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنا دیں؟ کہا، جو میرے رب نے مجھے قدرت دی ہے کافی ہے،

زُبَرَ الْحَدِيْدِ ط حَتّٰى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ط حَتّٰى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا لا قَالَ اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ؕ فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ○ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ج فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ج وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ؕ (الکہف۔ ۹۳-۹۸)	سو طاقت سے میری مدد کرو کہ میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنادوں۔ مجھے لوہے کے تختے لادو یہاں تک کہ جب دونوں سروں کے بیچ کو برابر کر دیا تو کہا کہ دھونکو یہاں تک کہ جب اسے آگ کر دیا تو کہا کہ تم میرے پاس تانبا لاؤ کہ اس پر ڈال دوں۔ پھر وہ نہ اس پر چڑھ سکتے تھے اور نہ اس میں نقب لگا سکتے تھے کہا: یہ میرے رب کی رحمت ہے پھر جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو اسے ریزہ ریزہ کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ سچا ہے۔

آخری زمانہ میں یہ کھول دیئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حَتّٰى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ○ (الانبیاء۔ ۹۶)	یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کھول دیئے جائیں گے۔ وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے۔

ہو سکتا ہے کہ ایک متکبر جاہل یہ کہنے لگے کہ یہ قوم کہاں آباد ہے؟ ہم نے زمین دیکھ لی کہیں نہیں ملی۔ جواب یہ ہے کہ کون ہے جو یہ بک سکے کہ ہم نے ساری زمین دیکھ لی۔ خدا جانے ابھی کتنے بر اعظم دنیا والوں سے اوجھل ہیں۔ ہر جگہ کو دیکھ لینے کا دعویٰ جہالت اور تکبر تو ہے مگر اس کے لیے کوئی یقین دلیل نہیں۔ ان سب کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً سچا ہے چاہے کفار متکبرین غصہ سے جل جائیں۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام یہودیوں اور دجال اور اس کے مددگاروں کو تباہ کریں گے تو اس کے بعد یاجوج ماجوج قوم نکلے گی۔ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی روایت کے آخر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

۶ وہ اس حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی کرے گا کہ میرے بندوں کو طور (پہاڑ) پر محفوظ کر کے لے جاؤ۔ میں نے ایسے بندے نکالے ہیں کہ جن کا جنگ کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا اور اللہ تعالیٰ یاجوج وماجوج کو نکالے گا وہ ہر بلندی سے دوڑتے

آئیں گے۔ ان کی پہلی جماعت بحیرہ طبریہ پر گزرے گی تو وہ اس کا سارا پانی پی جائے گی اور دوسری جماعت گزرے گی تو وہ کہیں گے۔ یہاں کبھی پانی تھا۔ اللہ کا نبی حضرت عیسٰی علیہ السلام اور ان کے ساتھی تکلیف میں ہوں گے یہاں تک کہ ان کے لیے بیل کا سَر آج تمہارے لیے ایک سو دینار سے بہتر ہو گا (یعنی کھانے کی قلت ہو جائے گی) پھر اللہ کا نبی حضرت عیسٰی علیہ السلام اور ان کے ساتھی دعا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان (یاجوج ماجوج) کی گردنوں میں کیڑے ڈال دے گا تو وہ صبح کو ایک آدمی کی موت کی طرح (یکدم سب کے سب) مر جائیں گے پھر اللہ کا نبی حضرت عیسٰی علیہ السلام اور ان کے ساتھی زمین پر اتریں گے تو زمین میں ایک بالشت جگہ ایسی نہ پائیں گے جو کہ ان کی چربی اور بدبو سے بھری نہ ہو۔ پھر اللہ کا نبی حضرت عیسٰی علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ (بڑے بڑے) پرندے بھیجے گا جیسے کہ اونٹوں کی گردنیں ہوں، وہ انہیں اٹھا کر جہاں اللہ تعالیٰ چاہے گا پھینک دیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ بارش کرے گا کوئی مٹی کا مکان یا خیمہ نہ ہوگا (جہاں بارش نہ پہنچے)، وہ زمین کو دھو دے گی۔ حتیٰ کہ اسے آئینے کی طرح صاف و شفاف کر دے گی۔ پھر زمین سے کہا جائے گا: اپنا پھل اُگا دے اور اپنی برکت واپس لے آ۔ پس ایک انار ایک جماعت کھائے گی اور اس کے چھلکے کے سایہ میں بیٹھے گی۔ دودھ میں برکت ہوگی حتیٰ کہ ایک اونٹنی کا دودھ لوگوں کی بڑی جماعت کو کافی رہے گا ایک گائے کا دودھ ایک قبیلے کے لیے کافی رہے گا اور ایک بکری کا دودھ ایک چھوٹے قبیلے کے لیے کافی ہو گا۔ لوگ اس حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ خوشگوار ہوا چلا دے گا جو لوگوں کی بغلوں میں اثر کرے گی اور ہر مومن اور ہر مسلمان کی رُوح قبض کرے گی اور شریر لوگ باقی رہ جائیں گے وہ گدھوں کی طرح (برملا) جماع کریں گے۔ ان پر قیامت قائم ہوگی۔

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب الفتن، باب ذکر الدجال، ص: ۴۰۲)

۶ ایک روایت میں ہے کہ: "۔۔۔۔ پھر (یاجوج ماجوج) چلتے چلتے جبلِ خمر تک جا پہنچیں گے یہ بیت المقدس کا ایک پہاڑ ہے اور کہیں گے! ہم نے زمین والوں کو قتل کر دیا ہے آؤ اب آسمان والوں کو بھی قتل کریں۔ پھر وہ آسمان کی طرف تیر ماریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے تیروں کو خون سے رنگین کر کے واپس کرے گا۔

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب الفتن، باب ذکر الدجال، ص: ۴۰۲)

۶ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں یہ الفاظ ہیں: "۔۔۔ مسلمان، ان

کمان، تیر اور تیرکش سات برس تک جلاتے رہیں گے۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الفتن، باب ماجار فی فتنۃ الدجال، ص: ۴۹)

دخان بڑی علامات میں سے دھواں نکلنا ہے جو کہ مشرق و مغرب سب جگہ چھا جائے گا اور چالیس دن رات چھایا رہے گا۔

حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ کی روایت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرب قیامت کی علامات شمار کرتے ہوئے دس نشانیاں بتائیں:

مشرق میں زمین دھنس جائے گی، مغرب میں دھنس جائے گی۔ جزیرۃ العرب میں دھنس جائے گی، دھواں، دجال، دابۃ الارض۔۔۔۔! الحدیث (صحیح المسلم ج: ۲ کتاب الفتن، ص: ۳۹۳)

ایک روایت میں ہے کہ "یہ (دھواں) مشرق و مغرب) کے درمیان (سب مقامات) کو بھر دے گا۔ چالیس دن رات رہے گا۔ ایمان دار کا حال یہ ہوگا کہ جیسے نزکام ہو رہا ہو۔ اور کافروں کا حال یہ ہوگا کہ جیسے بے ہوش ہو رہے ہوں۔

(مرقاۃ ج: ۱۰، ص: ۱۸۴)

خسف خسف کا معنی ہے زمین کا دھنس جانا۔ قیامت سے پہلے تین مقامات مشرق اور مغرب اور عرب کے علاقہ میں زمین دھنس جائے گی۔ حضرت حذیفہ بن اسید الغفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم باتیں کر رہے تھے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دیکھا اور فرمایا: تم کیا باتیں کر رہے ہو! ہم نے عرض کیا: ہم قیامت کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

یہ تب تک قائم نہیں جب تک کہ تم دس باتیں اس سے پہلے نہ دیکھ لو۔ پھر آپ نے ذکر کیا: دھوئیں کا، دجال، دابہ، مغرب سے طلوع آفتاب، نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام، یاجوج ماجوج، تین مقامات پر (زمین) دھنس جانے، مشرق میں دھنس جانے، مغرب میں دھنس جانے اور عرب کے جزیرہ میں دھنس جانے کا اور آخر میں یمن سے آگ نکلے گی جو کہ لوگوں کو بھگا کر جائے حشر تک لے جائے گی۔ (صحیح المسلم ج: ۲ کتاب الفتن، ص: ۳۹۳)

مغرب سے طلوعِ آفتاب احادیث میں بتایا گیا ہے کہ آخری زمانہ میں ایک وقت آئے گا کہ دس ذی الحجہ کو تین دن رات برابر طویل رات ہوگی مسافروں کے دل گھبراہٹ سے بے قرار ہوں گے۔ اس کے بعد سورج مغرب سے کم روشنی لے کر نکلے گا۔ اب توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا اب کسی کا ایمان لانا قبول نہیں ہوگا۔ چاشت کے وقت تک اونچا

ہو کر دوبارہ واپس چلا جائے گا۔ پھر حسب معمول روشن ہو کر طلوع ہوتا رہے گا۔ اس کے ایک سو بیس برس بعد قیامت آئے گی۔

۶ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"(قیامت تب قائم نہ ہو گی) یہاں تک کہ مغرب سے سورج طلوع ہو۔ جب وہ (مغرب سے طلوع ہو گا اور سب لوگ اسے دیکھ لیں گے تو یہ وہ وقت ہے کہ کسی کو ایمان نفع نہیں دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہیں لائے گا یا اس نے ایمان میں بھلائی حاصل نہ کی ہو۔۔۔"!

(صحیح بخاری ج: ۲ کتاب الفتن، باب خروج النار کے بعد والا باب ص: ۵۵۰)

دابہ کا خروج

قیامت کے قریب صفا کے پہاڑ سے ایک عجیب وغریب جانور نکلے گا جو لوگوں سے باتیں کرے گا۔ اس کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی (عصا) اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہو گی جس کے چہرے پر لاٹھی لگائے گا اس کا چہرہ روشن ہو جائے گا اور جس کی ناک پر انگوٹھی لگائے گا اس کا چہرہ سیاہ ہو جائے گا۔ ایک ہی مجلس میں لوگ بیٹھے ہوں گے اور کہیں گے کہ یہ مسلمان ہے اور وہ کافر ہے۔ یہ کام کر کے غائب ہو جائے گا اور کوئی اس سے بھاگ نہیں سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ

جب ان پر وعدہ پورا ہو گا تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک دابہ (جانور) نکالیں گے جو ان سے باتیں کرے گا۔

(النمل: ۸۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دابہ (جانور) نکلے گا اس کے پاس حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی انگوٹھی ہو گی اور حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کا عصا (لاٹھی) ہو گی ایماندار کا چہرہ عصا لگنے سے روشن ہو جائے گا اور کافر کی ناک پر انگوٹھی سے مہر لگا دے گا حتیٰ کہ لوگ جمع ہوں گے تو وہ کہے گا: یہ ایماندار ہے۔ اور وہ کہے گا: یہ کافر ہے۔

(سنن ابن ماجہ ابواب الفتن، باب دابۃ الارض، ص: ۳۰۵)

وفات جمیع مسلمین

آخری زمانہ میں تمام مسلمان وفات پا جائیں گے اور ایک بھی اللہ اللہ کرنے والا نہیں رہے گا صرف کفار باقی رہ جائیں گے ان پر ہی قیامت برپا ہو گی۔

۷ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی طویل روایت کے آخر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "۔۔۔ لوگ اس حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ خوشگوار ہوا چلا دے گا جو

کی بغلوں میں اثر کرے گی پھر ہر ایمان دار اور ہر مسلمان کی روح کو قبض کرے گی اور برے لوگ ہی باقی رہ جائیں گے جو کہ گدھوں کی طرح آپس میں (برملا) جماع کریں گے ان پر قیامت قائم ہو گی۔

(صحیح مسلم ج ۲ کتاب الفتن، باب ذکر الدجال، ص : ۴۰۲)

آخری زمانہ اور قیامت قائم ہونا

قیامت اچانک آئے گی اس وقت دنیا میں صرف کفار ہی آباد ہوں گے۔ لوگ دوبارہ بتوں کی پوجا شروع کر دیں گے۔ شیطان سامنے آکر لوگوں سے ملے گا اور بت پرستی پر اکسائے گا۔ خانہ کعبہ کو گرا دیں گے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : دو چھوٹی ٹانگوں والا حبشہ کا (آدمی) بیت اللہ عزوجل کو گرا دے گا صحیح مسلم ج ۲ کتاب الفتن و اشراط الساعۃ ص ۳۹۴

حضرت ابوہریرہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا : "قیامت قائم نہیں ہو گی یہاں تک کہ دوس کی عورتوں کے چوتڑ ذی الخلصہ پر حرکت کریں اور ذوالخلصہ دراصل دوس کا بت تھا جس کو وہ جاہلیت میں پوجتے تھے۔

(صحیح البخاری ج ۲ کتاب الفتن، باب تغیر الزمان حتیٰ تعبد الاوثان، ص : ۱۰۵۴)

۶ آخری زمانہ میں مدینہ منورہ میں کوئی آبادی نہ رہے گی حالانکہ ہر چیز موجود ہو گی حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا : وہ مدینہ کو چھوڑ دیں گے جبکہ وہ بہترین حال میں ہو گا (سب چیزیں موجود ہوں گی) اس میں صرف عوافی ہوں گے۔ عوافی سے مراد پرندے اور درندے (یعنی جانور) ہوں گے اور سب سے آخر میں مزنیہ کے دو چرواہے مدینہ کا ارادہ کریں گے۔ وہ اپنی بکریوں کو ڈانٹتے ہوئے آئیں گے وہ (مدینہ میں) صرف درندے ہی پائیں گے۔ جب وہ ثنیۃ الوداع (مدینہ کے قریب جگہ ہے) میں پہنچیں گے تو منہ کے بل گر پڑیں گے۔

(صحیح البخاری ج : افضائل المدینہ، باب من رغب عن المدینہ، ص : ۲۵۲)

آخر کار اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونک دیں گے جس کی آواز قریب و نزدیک سب جگہ آئے گی۔ ہر جاندار مر جائے گا۔ زمین پھٹ جائے گی۔ آسمان ٹوٹ کر گر پڑے گا۔ چاند سورج اور ستارے بجھ جائیں گے اور سب طرف موت و بربادی چھا جائے گی۔ کسی کو گھر پہنچنے کا موقعہ نہیں مل سکے گا۔ مزید تفصیل آگے آ رہی ہے۔

۶ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے آخری حصہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کا فرمان ہے: . . . . اور قیامت اس طرح (اچانک) آئے گی کہ دو آدمیوں نے کپڑا پھیلا رکھا ہوگا نہ وہ خرید و فروخت کر سکیں گے اور نہ ہی اسے لپیٹ سکیں گے۔ قیامت اس طرح (اچانک) آئے گی کہ ایک آدمی اپنی اونٹنی کا دودھ لے کر جائے گا اور اسے پی نہیں سکے گا۔ قیامت اس طرح (اچانک) آئے گی کہ وہ اپنا حوض لیپ رہا ہوگا اور اس سے پانی نہیں پی سکے گا۔ قیامت اس طرح (اچانک) آئے گی کہ اس نے ایک نوالہ منہ کی طرف اٹھایا ہوگا مگر اسے کھا نہیں سکے گا۔

(صحیح البخاری ج: ۲ باب الفتن، ص: ۱۰۵۵، باب خروج النار کے بعد والا باب)

قیامت اور اس کے احوال

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بتایا کہ اس دنیا کا ایک انجام ہے جس کو قیامت کہا جاتا ہے ایک سب جانداروں کو مر جانا ہوگا سب چیزوں کو برباد ہونا ہوگا۔ کچھ مدت تک ہر چیز تباہ شدہ اور حالت میں رہے گا پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ دوبارہ سب کو زندہ کر کے اپنے سامنے لائے گا دنیا میں کیے گئے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔

۱۔ قیامت ضرور آئے گی اور اس سے کوئی جائے فرار نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا لا وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝ (الحج - ۷)

اور بے شک قیامت آنے والی ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ اور بے شک اللہ قبر والوں کو دوبارہ اٹھائے گا۔

۲۔ یہ نہ سمجھو کہ تم بھاگ کر کہیں چھپ جاؤ گے۔ فرمایا:

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ط اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (البقرہ - ۱۴۸)

تم جہاں کہیں بھی ہو گے، تم سب کو اللہ تعالیٰ سمیٹ کر لے آئے گا اور اللہ ہر چیز پر قدرت والا ہے۔

۳۔ نیز بتا دیا کہ قیامت مقررہ وقت پر آئے گی۔ فرمایا:

قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّ لَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ (سبا - ۳۰)

کہہ دو، تمہارے لیے ایک دن کا وعدہ ہے کہ جس سے نہ ایک گھڑی پیچھے ہو سکتے ہو اور نہ آگے بڑھ سکتے ہو۔

یہ بھی بتا دیا کہ قیامت کا صحیح علم کہ کس تاریخ اور وقت کو آئے گی؟ وہ صرف اللہ تعالیٰ کو ہے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ — بے شک اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے۔

(لقمان — ۳۴)

نیز بتایا کہ قیامت اچانک آئے گی اور کسی کو گھر میں پہنچنے بلکہ وصیت کرنے کا بھی موقع نہیں مل سکے گا فرمایا:

بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ○ (الانبیاء — ۴۰)

بلکہ وہ ان پر اچانک آئے گی، پھر وہ ان کے ہوش کھو دے گی، پھر وہ اسے ٹال نہیں سکیں گے اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔

ایک جگہ بتایا کہ قیامت ایک شدید آواز کی صورت میں ہو گی۔ فرمایا:

مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ○ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ۧ

وہ صرف ایک چیخ کا انتظار کر رہے جو انہیں آئے گی اور وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے پس نہ تو وہ وصیت کر سکیں گے اور نہ ہی اپنے گھروں کی طرف واپس جا سکیں گے۔

(یٰسٓ — ۴۹، ۵۰)

قیامت کے قریب اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کا حکم دے گا۔ صور سنکھ کی طرح ایک بگل سا ہے جس کی آواز آہستہ آہستہ تیز ہو گی اور ساری کائنات میں سنائی دے گی۔ اس کی شدت بڑھتے بڑھتے اس قدر تیز ہو جائے گی کہ تمام جاندار مر جائیں گے۔ زمین پھٹ جائے گی پہاڑ ٹوٹ کر اڑنے لگیں گے آسمان بھی پھٹ کر گر جائے گا اور ساری کائنات تباہ ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ

اور جس دن صور پھونکا جائے گا تو جو کوئی آسمان میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے سب ہی گھبرائیں گے مگر جسے اللہ چاہے۔

(النمل — ۸۷)

ایک جگہ نفخ اور بربادی کے واقعات بتائے اور فرمایا:

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَۃٌ وَّاحِدَۃٌ ۝ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُکَّتَا دَکَّۃً وَّاحِدَۃً ۝ لا فَیَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَۃُ ۝ لا (الحاقۃ-۱۳-۱۵)

پھر جب صُور میں پھونکا جائے گا ایک بار پھونکا جانا، اور زمین اور پہاڑ اُٹھائے جائیں گے پس وہ دونوں ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے۔ پس اس دن قیامت ہو گی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَکَانَتِ الْجِبَالُ کَثِیْبًا مَّہِیْلًا ۝ (المزمل — ۱۴)

جس دن زمین اور پہاڑ لرزیں گے اور پہاڑ ریگ رواں کے تودے ہو جائیں گے۔

آسمان کے بارے میں فرمایا:

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَکَانَتْ وَرْدَۃً کَالدِّھَانِ ۝ ج (الرحمٰن — ۳۷)

پھر جب آسمان پھٹ جائے گا اور پھٹ کر گلابی تیل کی طرح سرخ ہو جائے گا۔

پہاڑوں کے بارے میں فرمایا:

وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِھْنِ ۝ لا (المعارج — ۹)

اور پہاڑ دھنی ہوئی رنگ دار اون کی طرح ہوں گے۔

یہ بھی واضح کر دیا کہ سورج چاند اور ستارے سب بے نور ہو جائیں گے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یَسْئَلُ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ ۝ ط فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝ لا وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝ لا وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝ لا (القیامۃ — ۶،۹)

پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہو گا؟ پس جب آنکھیں چندھیا جائیں گی اور چاند بے نور ہو جائے گا اور سورج اور چاند اکٹھے کر دیئے جائیں گے۔

ستاروں کے بارے میں فرمایا:

فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۝ لا (المرسلات — ۸)

پس جب ستارے مٹا دیئے جائیں گے۔

الغرض ساری کائنات کی اجتماعی اور مکمل موت کا نام قیامت ہے۔

دوبارہ زندگی

ساری کائنات کی موت کے کچھ مدت بعد جب اللہ تعالیٰ چاہے گا حضرت اسرافیل علیہ السلام کو دوبارہ زندہ کر کے صور پھونکنے کا حکم دے گا اس پر سب مُردے زندہ ہو جائیں گے زمین بدل دی جائے گی۔ ہر آدمی برہنہ اور بے ختنہ حالت میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۱۔ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ (ابراھیم — ۴۸)
جس دن اس زمین سے اور زمین بدلی جائے گی اور آسمان بدلے جائیں گے۔

نیز فرمایا:

۲۔ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ أُخْرٰى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ (الزمر — ۶۸)
پھر وہ دوسری دفعہ پھونکا جائے گا، تو یکایک وہ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔

ہر آدمی تنہا اٹھایا جائے گا۔ فرمایا:

۳۔ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ○ (مریم — ۹۵)
اور ہر ایک اُن میں سے اس کے ہاں اکیلا آئے گا۔

قیامت کو پہلے زمانہ کے اور بعد والے سب جمع کر دیئے جائیں گے۔ فرمایا:

۴۔ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ج جَمَعْنٰكُمْ وَالْأَوَّلِيْنَ ○ (مرسلات — ۳۸)
یہ فیصلہ کا دن ہے ہم تمہیں اور پہلوں کو جمع کر دیں گے۔

سب لوگ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے اور میدان قیامت میں جمع ہوں گے۔ فرمایا:

۵۔ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ○ (المعارج — ۴۳)
جس دن وہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکل پڑیں گے، گویا وہ ایک نشان کی طرف دوڑتے جا رہے ہوں۔

۔ قیامت کے دن سب لوگ برہنہ حالت میں اور بے ختنہ اٹھیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۶۔ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ط وَعْدًا عَلَيْنَا ط إِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ○ (الانبیاء — ۱۰۴)
جس طرح ہم نے پہلی بار پیدا کیا تھا، دوبارہ بھی پیدا کریں گے، یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے۔ بے شک ہم پورا کرنے والے ہیں۔

اور سب کو زندہ کر کے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ فرمایا:

وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ (الکہف — ۴۸)

اور سامنے آئیں گے تیرے رب کے، صف باندھ کر۔

یہ بھی بتا دیا کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کے برابر طویل ہو گا۔ اگر یہ دن آرام کا ہوا تو بہت خوش نصیبی ہے اور اگر یہ دن تکلیف کا ہوا تو پچاس ہزار سال تکلیف اٹھانی پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو عذاب سے محفوظ رکھے: فرمایا:

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ (المعارج — ۴)

فرشتے اور اہل ایمان کی روحیں اس کے پاس چڑھ کر جاتی ہیں (اور وہ عذاب) اس دن ہو گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے۔

قیامت کے بارے میں شبہ کا جواب

بعض لوگ شبہ کرتے ہیں کہ کیا ہم مر کر جب مٹی میں مل جائیں گے تو وہ پھر دوبارہ کس طرح (زندہ) ہوں گے؟

عقلمند آدمی تو خوب سمجھتا ہے کہ جس خدا نے تمہیں سب سے پہلے "کچھ نہ" سے پیدا کیا۔ اس کے لیے دوبارہ پیدا کرنا ہرگز مشکل نہیں پھر بھی اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمائی:

قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ۙ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِىْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ؕ قُلِ الَّذِىْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ (بنی اسرائیل — ۵۰، ۵۱)

تو کہہ، کہ تم پتھر یا لوہا ہو جاؤ یا کوئی مخلوق جس کو اپنے جی میں مشکل سمجھو، پھر اب کہیں گے کہ کون لوٹا کر لائے گا ہم کو؟ کہہ دو کہ جس نے تم کو پہلی بار پیدا کیا۔

مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ۝ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا ۝ (مریم — ۶۶، ۶۷)

اور انسان کہتا ہے کہ کیا میں جب مر جاؤں گا تو پھر زندہ ہو کر نکالا جاؤں گا؟ کیا انسان یاد نہیں رکھتا کہ ہم نے اس کو پہلے سے پیدا کیا اور وہ کچھ چیز نہ تھا۔

یعنی اگر اللہ تعالیٰ "کچھ نہ" سے ایک زندہ بولتی مخلوق پیدا کر سکتا ہے تو اب اسے دوبارہ پیدا کرنا ہرگز مشکل نہیں۔

دوبارہ زندہ ہونے کے دن کے حالات

قیامت کے دن کافروں کے چہرے سیاہ ہوں گے اور ان پر لعنت برستی ہوگی اور مسلمانوں کے چہرے تروتازہ و روشن ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یَّوۡمَ تَبۡیَضُّ وُجُوۡهٌ وَّ تَسۡوَدُّ وُجُوۡهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اسۡوَدَّتۡ وُجُوۡهُهُمۡ ۟ اَكَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِیۡمَانِكُمۡ فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡفُرُوۡنَ ○ وَاَمَّا الَّذِیۡنَ ابۡیَضَّتۡ وُجُوۡهُهُمۡ فَفِیۡ رَحۡمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ ○ (آل عمران - ۱۰۶، ۱۰۷)

جس دن بعضے منہ سفید اور بعضے منہ سیاہ ہوں گے سو وہ جن کے منہ سیاہ ہوں گے۔ ان سے کہا جائے گا! کیا تم ایمان لا کر کافر ہو گئے تھے؟ اب اس کفر کے بدلے میں عذاب چکھو۔ اور وہ لوگ جن کے منہ سفید ہوں گے تو وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

مزید فرمایا کہ قیامت کے دن اس قدر خوف و ہراس طاری ہوگا کہ ماں بچے کو بھلا دے گی اور ڈر کے مارے لوگوں کی آواز سنائی نہیں دے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یَوۡمَ تَرَوۡنَهَا تَذۡهَلُ كُلُّ مُرۡضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرۡضَعَتۡ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمۡلٍ حَمۡلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمۡ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیۡدٌ ○ (الحج — ۲)

جس دن اسے دیکھو گے، ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے (بچے) کو بھول جائے گی اور ہر حمل والی اپنا حمل ڈال دے گی اور تجھے لوگ مدہوش نظر آئیں گے اور وہ مدہوش نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب سخت ہوگا۔

ایک جگہ فرمایا:

یَوۡمَئِذٍ یَّتَّبِعُوۡنَ الدَّاعِیَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الۡاَصۡوَاتُ لِلرَّحۡمٰنِ

اس دن پکارنے والے کا اتباع کریں گے، اس میں کوئی کجی نہیں ہوگی اور رحمٰن کے ڈر

فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ۝ — سے آوازیں دب جائیں گی پھر تو پاؤں کی آہٹ کے سوا کچھ نہیں سُنے گا۔

(طٰہٰ — ۱۰۸)

ہر شخص دوسرے سے دُور بھاگے گا کہ کہیں نیکی نہ مانگ لے۔ فرمایا:

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ۝ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۝ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ۝

پھر جس دن کانوں کا بہرا کرنے والا شور برپا ہوگا جس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے۔ ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی جو اس کو اوروں کی طرف سے بے پرواہ کر دے گی۔

(عبس — ۳۳ - ۳۷)

بلکہ خوف کی شدت کے باعث بچوں پر بڑھاپا چھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ۝

پھر تم کس طرح بچو گے اگر تم نے بھی انکار کیا، اس دن سے جو لڑکوں کو بوڑھا کر دے گا

(المزمل — ۱۷)

قیامت کا میدان سپاٹ ہوگا اور کوئی چھپنے کا مقام نہیں ہوگا۔ فرمایا:

يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۝ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِنِ الْمُسْتَقَرُّ ۝

اس دن انسان کہے گا کہ بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟ ہرگز نہیں۔ کہیں پناہ نہیں۔ اس دن آپ کے رب ہی کی طرف ٹھکانہ ہے۔

(القیامۃ — ۱۰، ۱۲)

دنیا کے گہرے دوست بھی ایک دوسرے سے دور ہو جائیں گے۔ البتہ پرہیز گار اور نیک لوگ پھر بھی دوست ہی ہوں گے فرمایا:

اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ۝

اس دن دوست بھی آپس میں دشمن ہو جائیں گے مگر پرہیزگار لوگ۔

(الزخرف — ۶۷)

دنیا کی گزری ہوئی زندگی بہت ہی مختصر معلوم ہوگی۔ فرمایا:

قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِى الْاَرْضِ عَدَدَ — (رب تعالیٰ) فرمائے گا! تم زمین پر گنتی کے

سِنِيْنَ ۝ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ ۝ (المؤمنون - ۱۱۲، ۱۱۳)

کتنے برس رہے ؟ (لوگ) کہیں گے : ایک دن یا اس سے بھی کم رہے ہیں . پس آپ گنتی کرنے والوں سے پوچھ لیں .

جب سب لوگ پریشان ہوں گے اس وقت نیک اور اسلام کے پابند لوگ سب پریشانیوں سے محفوظ ہوں گے . فرمایا :

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ۝ (النمل - ۸۹)

جو کوئی لائے گا ، سو اسے اس سے بہتر بدلہ ملے گا اور وہ اس دن کی گھبراہٹ سے بھی امن میں ہوں گے .

انسان کو چاہیئے کہ یہ دعا کثرت سے پڑھے :

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ ضِيْقِ الدُّنْيَا وَضِيْقِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ

اعمال نامہ

قیامت کے دن کوئی شخص دوسرے کی طرف سے خود پیش کر دوسرے کو نہیں چھڑائے گا . نہ ہی سفارش کر کے یا جرمانہ ادا کر کے رہائی کی صورت ہوگی اور کہیں سے کوئی مدد بھی نہیں مل سکے گی . بس جو اسلام کا پابند ہوگا اللہ تعالیٰ اس پر کرم فرمائے گا . اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ (البقرۃ — ۴۸)

اور اس دن سے ڈرو ، جس دن کوئی شخص کسی کے کچھ بھی کام نہیں آئے گا ، اور نہ ان کے لیے کوئی سفارش قبول ہوگی ، اور نہ اس کی طرف سے بدلہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی .

البتہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نیک بندے اللہ تعالیٰ کی اجازت سے مقررہ لوگوں کی سفارش کریں گے مگر کفار کے لیے کوئی سفارش نہیں . کفار پہ اللہ تعالیٰ کی دائمی لعنت اور پھٹکار ہے .

اللہ تعالیٰ نے وضاحت کر دی کہ ہر شخص کو اپنے کیے کی جزا ملے گی . اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (یٰسین - ۵۴)

پھر اس دن کسی پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا اور تم اس کا بدلہ پاؤ گے جو کیا کرتے تھے .

مسلمانوں کو دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ ملے گا۔ وہ خوش ہوں گے اور کفار کو بائیں ہاتھ میں پیچھے کی طرف سے اعمال نامہ دیا جائے گا جو ان کے مجرم اور جہنمی ہونے کی نشانی ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖۙ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًاۙ وَّ یَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًاؕ وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖۙ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًاۙ وَّ یَصْلٰى سَعِیْرًاؕ (الانشقاق۔ ۷-۱۲)

پس جس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا، تو اس سے آسانی کے ساتھ حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے اہل و عیال میں خوش واپس آئے گا اور لیکن جس کو اعمال نامہ پیٹھ پیچھے سے دیا گیا تو وہ موت کو پکارے گا۔ اور وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔

اعمال نامہ میں ہر انسان کے دنیا میں کئے گئے تمام اعمال درج ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِیْنَ مُشْفِقِیْنَ مِمَّا فِیْهِ وَ یَقُوْلُوْنَ یٰوَیْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَةً وَّ لَا كَبِیْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَاۚ وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًاؕ وَ لَا یَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا۠ (الکہف۔ ۴۹)

اور اعمال نامہ رکھ دیا جائے گا، پھر تو مجرموں کو دیکھے گا، اس چیز سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہے اور کہیں گے! افسوس ہم پر یہ کیسا اعمال نامہ ہے کہ اس نے کوئی چھوٹی یا بڑی بات نہیں چھوڑی مگر سب کو محفوظ کیا ہوا ہے اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا سب کو موجود پائیں گے، اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا

قیامت کے دن ہر انسان و جن کے تمام اچھے اور برے اعمال کا وزن ہوگا یہ وہ ترازو ہے جس کے ذریعہ نیکیاں اور برائیاں تولی جائیں گی جس کی نیکیاں زیادہ ہوں گی وہ جنت میں جائے گا جس کی برائیاں زیادہ ہوں گی اگر اللہ تعالیٰ نے اسے معاف نہ کیا تو سزا ملے گی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ الْوَزْنُ یَوْمَىٕذِ الْحَقُّۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىٕكَ

اور واقعی اس دن وزن بھی ہوگا پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا، سو ایسے لوگ

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۝ (الاعراف - ۸، ۹)

کامیاب ہوں گے اور جس کا پلہ ہلکا ہوگا سو یہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کیا، اس لیے کہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔

نیز فرمایا:

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ۝ (الانبیاء - ۴۷)

اور قیامت کے دن ہم انصاف کی ترازو قائم کریں گے، پھر کسی پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی عمل ہوگا تو اسے بھی ہم لے آئیں گے اور ہم ہی حساب لینے کے لیے کافی ہیں۔

اہلِ جنت پر انعامات ہوں گے — مقربین اور اصحاب الیمین

جب جنت کے مستحق خوش نصیب لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو جنت کے دروازوں پر فرشتے انہیں مبارک دیں گے اور ابدی خوشی و آرام کی بشارت دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ۝ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝

(الزمر - ۷۳-۷۴)

اور وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے، جنت کی طرف گروہ در گروہ لے جائے جائیں گے یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے اور ان سے ان کے داروغہ کہیں گے تم پر سلام ہو، تم اچھے لوگ ہو پس اس میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ، اور وہ کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث کر دیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں رہیں پس کیا خوب بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا۔

اہلِ جنت کے دو بڑے گروہ ہوں گے:

ایک وہ گروہ کہ جس کا درجہ بہت ہی بلند ہوگا ان کو مقربین کہا جاتا ہے اور دوسرا وہ گروہ کہ جن کا درجہ ان کے بعد ہوگا ان کو اصحاب الیمین کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان دو گروہوں کا ذکر کیا اور فرمایا:

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۚ أُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۚ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ ۙ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۗ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۙ مُّتَّكِئِيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ۝ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۙ بِأَكْوَابٍ وَّأَبَارِيْقَ ۙ وَكَأْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۙ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ۙ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ۙ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۗ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ۙ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ۚ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَأْثِيْمًا ۙ إِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ۝

(الواقعہ ۔۔ ۱۰-۲۶)

اور سب سے اول ایمان لانے والے سب سے اول داخل ہونے والے ہیں۔ وہ اللہ کے ساتھ خاص قرب رکھنے والے ہیں، نعمت کے باغات میں ہوں گے پہلوں میں سے بہت سے اور پچھلوں میں سے تھوڑے سے۔ تختوں پر جو جڑاؤ ہوں گے آمنے سامنے تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے۔ ان کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے آمد و رفت کیا کریں گے آبخورے اور آفتابے اور ایسا جام شراب لے کر جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جائے گا، نہ اس سے ان کو درد سر ہوگا اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا اور میوے جنہیں وہ پسند کریں گے اور پرندوں کا گوشت جو اُن کو مرغوب ہوگا اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں جیسے موتی کی تہوں میں رکھے ہوئے ہوں۔ بدلے اس کے جو وہ کیا کرتے تھے وہ وہاں کوئی لغو اور گناہ کی بات نہیں سنیں گے مگر سلام سلام کہنا۔

نیز فرمایا:

وَأَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ أَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۗ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۙ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ۙ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۙ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ۙ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ۙ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ۙ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ۗ إِنَّآ أَنْشَأْنٰهُنَّ إِنْشَآءً ۙ فَجَعَلْنٰهُنَّ

اور داہنے والے، کیسے اچھے ہوں گے داہنے والے، وہ بے کانٹے کی بیریوں میں ہوں گے اور گچھے ہوئے کیلوں میں اور لمبے سایوں میں اور اور پانی کی آبشاروں میں اور بافراط میووں میں، جو نہ کبھی منقطع ہوں گے اور نہ ان میں روک ٹوک ہوگی۔ اور اونچے فرشوں میں، بے شک ہم نے انہیں

فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۙ عُرُبًا اَتْرَابًا ۙ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۚ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۙ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۚ (الواقعۃ - ۳۷-۴۰)

(حوروں کو) ایک عجیب انداز سے پیدا کیا ہے پس ہم نے انہیں کنواریاں بنا دیا ہے، دل لبھانے والی، ہم عمر بنایا ہے، داہنے والوں کیلئے۔ بہت سے پہلوں میں سے ہوں گے اور بہت سے پچھلوں میں سے۔

گمراہ لیڈر اور ان کے ماننے والے

قیامت کے دن ہر آدمی نے جس گمراہ لیڈر یا بادشاہ یا گمراہ والدین کی تابعداری کی ہوگی وہ اس دن ان سے بے زار ہوگا اور ان کے خلاف بد دعا کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ ۚ (بنی اسرائیل - ۷۱)

جس دن ہم ہر فرقہ کو ان کے سرداروں کے ساتھ بلائیں گے۔

اور فرمایا:

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۝ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ۧ (الاحزاب - ۶۶-۶۸)

جس دن اُن کے منہ آگ میں اُلٹ دیئے جائیں گے۔ وہ کہیں گے اے کاش، ہم نے اللہ اور رسول کی تابعداری کی ہوتی۔ اور کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی تابعداری کی۔ سو انہوں نے ہمیں گمراہ کیا۔ اے ہمارے رب انہیں دوگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔

جب بچے گمراہ والدین کے خلاف اور عوام گمراہ لیڈروں کے خلاف بد دعا کریں گے تو جواب ملے گا

فرمایا:

رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۚ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۝ (الاعراف - ۳۸)

اے ہمارے رب، ہمیں انہوں نے گمراہ کیا، سو تو ان کو آگ کا دوگنا عذاب دے (اللہ) فرمائے گا: دونوں کو دوگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔

دوزخیوں کو سخت سزائیں ملیں گی، گندھک کا لباس، آگ اور پیپ

کفار کو مسلمانوں سے الگ کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝ — اے مجرمو! آج الگ ہو جاؤ۔

(یٰسین ۔ ۵۹)

جب کفار کو دوزخ میں ڈالا جائے گا تو ان کی زبانیں بند ہوں گی اور ان کے ہاتھ پاؤں اُن کے خلاف گواہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (یٰسین ۔ ۶۳-۶۵)

یہی دوزخ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، آج کے دن اس میں جا پڑو، اس کے بدلہ میں کہ تم کفر کرتے تھے۔ آج ہم ان کے مونہوں پر مُہر لگا دیں گے اور ہمارے ساتھ ان کے ہاتھ بولیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے جو وہ کماتے تھے۔

جب کفار کو جہنم میں جانا پڑے گا تو وہ افسوس کے ساتھ اپنے ہاتھ کاٹیں گے کہ کاش ہم نے اس کی پابندی کی ہوتی اور کفر و شرک سے بچے رہتے۔ مگر اب پچھتائے کیا فائدہ؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۝ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ؕ (الفرقان ۔ ۲۷، ۲۹)

اور اس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھائے گا، کہے گا! اے کاش، مَیں بھی رسول کے ساتھ چلتا۔ ہائے میری شامت، کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس نے مجھے گمراہ کر دیا نصیحت سے۔ بعد اس کے کہ میرے پاس نصیحت آئی تھی۔

دوزخیوں کو ڈنگروں کی طرح ہانکتے ہوئے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اور یہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ — اور جو کافر ہیں دوزخ کی طرف گروہ گروہ ہانکے

زُمَرًا ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ یَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَتْلُوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِ رَبِّكُمْ وَ یُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا بَلٰی وَ لٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَی الْكٰفِرِیْنَ ۝ قِیْلَ ادْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَی الْمُتَكَبِّرِیْنَ ۝

(الزمر — ۷۱-۷۲)

جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب اس کے پاس آئیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور ان سے اس کے داروغہ کہیں گے، کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں تمہارے رب کی آیتیں پڑھ کر سناتے تھے اور آج کے دن کے پیش آنے سے تمہیں ڈراتے تھے، کہیں گے ہاں! لیکن عذاب کا حکم (علم ازلی میں) منکروں پر ہو چکا تھا، کہا جائے گا۔ دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ اس میں ہمیشہ رہو گے، پس تکبر کرنے والوں کے لیے کیسا بُرا ٹھکانہ ہے۔

کفار کو زنجیروں میں جکڑ دیا جائے گا اور انہیں زخموں کا پیپ پینے کے لیے ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَ الْاَقْدَامِ ۚ

(الرحمٰن — ۴۱)

مجرم اپنے چہرے کے نشان سے پہچانے جائیں گے۔ پس پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑے جائیں گے۔

مزید فرمایا:

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۙ ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ ۙ ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ ۙ وَ لَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ؕ فَلَیْسَ لَهُ الْیَوْمَ هٰهُنَا حَمِیْمٌ ۙ وَّ لَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِیْنٍ ۙ لَّا یَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخٰطِـُٔوْنَ ۠

(الحاقة — ۳۰-۳۷)

اسے پکڑو، پس اسے طوق پہنا دو، پھر اسے دوزخ میں ڈال دو، پھر ایک زنجیر میں جس کا طول ستر گز ہے۔ اسے جکڑ دو۔ بے شک وہ اللہ پر یقین نہیں رکھتا تھا جو عظمت والا ہے اور نہ وہ مسکین کے کھانا کھلانے کی رغبت دیتا تھا سو آج اس کا یہاں کوئی دوست نہیں اور نہ کھانا ہے مگر زخموں کا دھون۔ اسے سوائے گنہگاروں کے کوئی نہیں کھائے گا۔

ایک دوسری جگہ عذاب کی دوسری قسم بتائی۔

فرمایا:

وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۚ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ۙ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○

(الابراهیم - ۴۹-۵۱)

اور تو اُس دن گناہ گاروں کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے دیکھے گا، کرتے اُن کے گندھک کے ہوں گے اور ان کے چہروں پر آگ لپٹی ہو گی تاکہ اللہ ہر شخص کو اس کے کئے کی سزا دے۔ بے شک اللہ بہت جلدی حساب لینے والا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:

فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ۚ ○ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ؕ ○ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ○ كُلَّمَا اَرَادُوْا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ع

(الحج — ۱۹ — ۲۲)

پھر جو کافر ہوئے۔ ان کے لیے آگ کے کپڑے قطع کیے گئے ہیں اور ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا جس سے جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہے اور کھالیں جھلس دی جائیں گی اور ان پر لوہے کے گرز پڑیں گے جب گھبرا کر وہاں سے نکلنا چاہیں گے اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے اور دوزخ کا عذاب چکھتے رہو۔

ایک جگہ فرمایا:

وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۙ مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ۙ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ○

(الابراهیم - ۱۵-۱۷)

اور ہر سرکش ضدی نامراد ہوا، اور اس کے پیچھے دوزخ ہے اور اس پیپ کا پانی پلایا جائے گا جسے گھونٹ گھونٹ پیے گا اور اسے گلے سے نہ اتار سکے گا اور اس پر ہر طرف سے موت آئے گی اور وہ نہیں مرے گا اور اس کے پیچھے سخت عذاب ہو گا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ دوزخ کے سات درجات ہیں۔ ہر درجہ کے لیے گروہ مقرر ہیں۔

فرمایا:

لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿الحجر — ۴۴﴾

اس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لیے ان لوگوں کے الگ الگ حصے ہیں۔

منافقین کو شدید ترین عذاب ہوگا۔ فرمایا:

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ۙ (النساء — ۱۴۵)

بے شک منافقین دوزخ کے سب سے نچلے درجہ میں ہوں گے، اور تو ان کے واسطے کوئی مددگار ہرگز نہ پائے گا۔

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے، تو موت کو لایا جائے گا۔ حتیٰ کہ اُسے جنت اور دوزخ کے درمیان رکھا جائے گا۔ پھر اُسے ذبح کر دیا جائے گا پھر آواز دینے والا آواز دے گا! اے جنت والو! اب موت نہیں، اور اے دوزخ والو، اب موت نہیں، پس جنت والے بہت ہی خوش ہوں گے اور دوزخی شدید غمگین ہوں گے۔

(صحیح البخاری ج ۲ : کتاب الرقاق ص: ۹۶۹، باب یدخل الجنۃ سبعون الفا بغیر حساب)

حضرت ابو سعیدؓ کی مرفوع روایت میں بتایا گیا: جب قیامت کا دن ہوگا تو موت کو سیاہ سفید رنگ والے ایک مینڈھے کی صورت میں لایا جائے گا پس اسے جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا کیا جائے گا۔ پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا اور (جنت و دوزخ والے) اسے دیکھ رہے ہوں گے پس اگر کوئی شدتِ فرحت سے مر سکتا تو جنت والے (فرحت سے) مر جاتے اور اگر کوئی شدتِ غم سے مر سکتا تو دوزخی (شدتِ غم سے) مر جاتے۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب صفۃ الجنۃ، باب ماجاء فی خلود اھل الجنۃ و اھل النار، ص: ۸۳)

انسان کو چاہیے کہ ہر دم جنت حاصل کرنے اور دوزخ سے بچنے کا فکر کرتا رہے۔ ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ ط

اے اللہ میں تجھ سے جنت مانگتا ہوں اور دوزخ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

اپنے عقائد قرآن و حدیث کے مطابق رکھے۔ ہر گناہ سے بچتا رہے اور کثرت سے کلمہ طیبہ، استغفار، درود شریف پڑھتا رہے۔ اللہ تعالیٰ کریم ہے جو دیانت داری کے ساتھ کام کرتا ہے وہ اس کی

محنت برباد نہیں کرتا۔

کافر جہنمی کیوں؟

ایک روسی اشتراکی کافر نے جو پاکستان میں ایک ادارے میں کام کر رہا تھا۔ یہ اعتراض کیا کہ "ہم بے شمار سائنسی ایجادات کرتے ہیں جن سے انسانوں کو خوشحالی، آرام اور ترقی حاصل ہوتی ہے ہم انسانوں کی فلاح وبہبود اور خوراک پیدا کرنے کے لیے نہریں کھودتے ہیں، زرعی آلات بناتے ہیں سڑکیں بچھاتے ہیں۔ ریلیں اور ہوائی جہاز چلاتے ہیں اور کئی طرح کی خوراک اور پھلوں کی کاشت کرتے ہیں۔ اس طرح ہم انسانوں کی "خدمت خلق" کے بے شمار کام کرتے ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ ہمیں پھر بھی جہنم میں ڈال دے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا انکار، اسلام سے بغاوت اور کفر وشرک اس قدر بڑے جرائم ہیں کہ ان کی موجودگی میں کوئی نیکی باقی نہیں رہ سکتی۔ جیسے کہ کسی کے بدن پر گوشت خورہ کا مرض ہو۔ وہاں آپ روزانہ گوشت کا قیمہ باندھتے رہیں مگر بدن کا وہ حصہ موٹا نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ گوشت خورہ کا موذی مرض ساری خوراک کو تباہ کر رہا ہے۔ اسی طرح کفر وشرک کا نیکی خورہ مرض ہر قسم کی نیکیوں کو تباہ کر رہا ہے جب نیکی نہ ہوگی اور سب سے بڑی بُرائی کفر وشرک ہوگا تو اس کا انجام جہنم کے سوا کچھ نہیں نیز کفر وشرک کرنیوالا اللہ تعالیٰ کا باغی اور غدار ہے۔ دنیا کے ہگنے موتنے اور خوراک کھانے کے محتاج پادشاہوں کے غداروں اور باغیوں کو دنیا کی کوئی حکومت برداشت نہیں کرتی: وہ چاہے جس قدر بھی ذاتی طور پر نیک اور عالم ہو، سائنس دان ہو۔ اسے کوئی رعایت نہیں ملتی۔ اسے فوراً جان سے دیا جاتا ہے حالانکہ دنیا کے پادشاہوں نے اس باغی کو نہ پیدا کیا۔ نہ اس کی زندگی اور دوسری باتوں کے مکمل مالک ہیں محض اپنی پادشاہی کو بچانے کے لیے اسے قتل کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جس نے ساری کائنات کو پیدا کیا۔ ان کے ٹھہرنے اور چلنے پھرنے کے لیے زمین کو بچھونا دیا۔ ہر قسم کی خوراک اور غلہ پیدا کیا۔ سانس لینے کے لیے ہوا پیدا کی اور ان گنت احسانات فرمائے شخص ایسے محسن وکریم مالک کا غدار ہے اس کے لیے جہنم ایک درست اور انصاف کے مطابق ہے جو اس نے خود خریدی ہے۔

خدمت خلق کا فراڈ

اس کے باوجود اگر آپ کو اصرار ہے کہ اصل کام اور اصل عبادت "خدمت خلق" ہی ہے

اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے گدھا پیدا کر کے دے دیا۔

گدھا انسانیت کی اس قدر خدمت کرتا ہے کہ جس کی مثال پیش کرنا ممکن نہیں۔ ہر وقت مٹی، اینٹیں اور پتھر پشت پر لادے بڑی بڑی عمارات اور کارخانوں کی تعمیر میں بنیادی کردار ادا کر رہا ہے اس کی پشت پر پاخانہ لاد دو، سواری کا کام لے لو۔ یہ عظیم خادم خلق شخصیت ہرگز اعتراض نہیں کرتی۔ تھکاوٹ کا عذر پیش کر کے مسٹر گدھا صاحب ہڑتال نہیں کرتے۔ اپنا کوئی مطالبہ نہیں۔ اس کا صرف ایک ہی کام ہے اور وہ ہے "خدمت خلق"۔

جب کام سے گھر واپس آتا ہے تو کیک اور پیسٹری نہیں مانگتا اور نہ ہی عمدہ بستروں اور قالینوں کا مطالبہ کرتا ہے بلکہ جیسا سوکھا سڑا گھاس بھی مل جائے کھا کر برہنہ زمین پر لیٹ جاتا ہے

کس قدر خدمتِ خلق اور بے نفسی کی تصویر ہے یہ گدھا!

مگر ساری دنیا نے متفقہ طور پر اس عظیم خادم خلق کی جو درگت بنا رکھی ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ بے وقوفی میں اس کی مثال دی جاتی ہے کہ تو گدھا یعنی بے وقوف ہے۔

جن لوگوں نے "خدمت خلق" کو ہی آخری مقصود سمجھ رکھا ہے۔ انہیں آج تک یہ توفیق نہیں ہوئی۔ کہ گدھے جیسی عظیم خادم خلق شخصیت کے انتقال کی خبر سرکاری ریڈیو پر افسوس کے ساتھ نشر کریں۔ گدھا یونیورسٹی، گدھا مینار یا گدھا فیکٹری کے نام سے اس کی یادگاریں قائم کریں۔

دراصل وہ تمام انسان کی شکل رکھنے والے لوگ، جو اندرونی طور پر گدھے ہیں ان کے سامنے اللہ تعالیٰ نے اصل گدھے کی خدمتِ خلق پیش کر کے یہ واضح کر دیا کہ جو خدمتِ خلق، اللہ تعالیٰ پر ایمان، اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اسلام کی تابعداری سے الگ ہو کر کی جائے گی اس کا انجام یہ ہے۔

یاد رہے کہ گدھا بے چارہ پیدائشی طور پر گدھا ہے۔ وہ گدھا ہونے میں مجرم نہیں۔ وہ اپنا فرض ادا کر رہا ہے اور وہ کافر بھی نہیں۔ اور نہ ہی دوزخ میں جائے گا مگر وہ جاندار جس کو اللہ تعالیٰ نے سب سے بلند درجہ کی مخلوق یعنی انسان بنا کر پیدا کیا اگر وہ انسان کے اعلیٰ کردار سے غافل ہو جائے یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کرے نہ اس پر ایمان رکھے۔ اسلام سے غداری کرے اور کفر و شرک کا مرتکب ہو تو وہ یقیناً ایک ملعون اور جہنمی گدھا ہے بلکہ اس سے بدتر ہے۔ کفار کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ط (الاعراف - ۱۷۹)	وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی گمراہی میں زیادہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ گدھا بننے کے لیے پیدا نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ — میں نے نہیں پیدا کیا جن اور انسان کو مگر

اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ (الذّٰریٰت - ۵۶) — اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔

اور عبادت کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام کی اطاعت کریں۔ عقائد اسلام کے مطابق ہوں۔ اسلام کے مطابق عبادت کریں، سیاست، معاشرت، اخلاق، تجارت، حکومت خوشی و غم الغرض پوری زندگی اسلام کی اطاعت میں گزاریں۔

اگر ایک انسان اسلام کی اطاعت کرتے ہوئے، سڑکیں بچھائے، کارخانے چلائے اور دوسرے انسانی بہبود کے کام کرے تو یقیناً اس کی خدمتِ خلق مقبول ہے۔ اور وہ انسان یعنی جنتی ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوگا لیکن اگر عبادت سے غافل ہو کر اسلام کی اطاعت سے منہ موڑ کر "خدمت خلق" کا بورڈ اٹھائے پھر رہا ہے تو وہ ایک بدمعاش اور متکبر گدھا ہے جس کا انجام جہنم اور لعنت ہے اور بس! ولو کرہ الکافرون۔

جس نوکر کو آپ مختصر ماہانہ تنخواہ دیتے ہیں اور رہائشی سہولت دیتے ہیں۔ اگر وہ آپ کے مخالف ہو جائے تو آپ اُسے فوراً برطرف کر دیتے ہیں اور اسے اپنے پاس آنے کی اجازت نہیں دیتے حالانکہ آپ نے نوکر کو پیدا نہیں کیا۔

آپ مختصر امداد کے بعد اس کی مخالفت برداشت نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ جس نے ساری کائنات کو پیدا کیا۔ روزی دی، رہائش دی، اس کے احسانات دن رات ہر دم جاری ہیں۔ اب جو شخص ایسی کریم ذات کا دشمن ہو جائے اور اسلام کا غدار ہو تو اس کو سزا دینے پر ہرگز اعتراض نہیں ہو سکتا کفار کو ملنے والا دوزخ ان کا اپنا ہی خرید کردہ ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو جنت حاصل کرنے کا طریقہ پوری وضاحت کے ساتھ بتا دیا گیا کہ جو اسلام کا وفادار ہے وہ جنت میں جائے گا اور اسلام کے غدار کو جہنم میں جانا پڑے گا۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

حصۂ اعتقادات اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مکمل ہوا۔

والحمد للہ بنعمتہ تتم الصالحات والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ جمیع الانبیاء واصحابھم واتباعھم اجمعین واجعلنا من اتباعھم۔ آمین۔

باب ۔ ۲

اسلامی تعلیم

نیت دُرست رکھو ہر عبادت اور ہر عمل کرتے وقت انسان کا سب سے پہلا ضروری کام یہ ہے کہ نیت درست رکھے۔ یعنی صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا ہی مقصود ہو۔

علم حاصل کرے تو مقصود یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو سیکھ کر دنیا میں اسلام کی دعوت دوں گا اور اپنے رب تعالیٰ کو راضی کروں گا

نماز پڑھے تو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی نیت سے نماز پڑھے۔ دکھاوا اور ریاکاری ہرگز مقصود نہ ہو۔

سخاوت کرے تو بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت و رضا مقصود ہو۔ اہلِ دنیا کو دکھانے، سخی کہلوانے یا لینے والے پر احسان دھرنے یا لینے والے کو عطا کر کے اس سے مفت مزدوری کرانے ایذا دینے کا ارادہ نہ ہو۔

الغرض ہر کام میں صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت و رضا ہی مقصود ہو گی تو ہی یہ عمل عبادت کہلائے گا لیکن اگر ریاکاری، ایذا دینا، احسان جتانا، حکومت، جاہ و مرتبہ اور دنیا کا مال وغیرہ حاصل کرنا مقصود ہو تو یہ عمل مردود ہے۔ اس کا کچھ اجر و ثواب نہیں۔ اس کو نیکی کہنا ہی حماقت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اور آدمی کے لیے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔ جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے۔ اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی طرف ہے (یعنی اگر مقصود اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت ہے تو یہ نیکی ہے) اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہے کہ اسے حاصل کرے یا عورت کی طرف ہے کہ اس سے نکاح کرے، تو اس کی ہجرت اسی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی۔

(صحیح بخاری ج: ا کتاب الایمان، باب جاء الاعمال بالنیۃ، ص: ۱۳)

مندرجہ بالا احادیث میں ہر عمل کی پہلی ضروری بات بتادی گئی کہ اگر اللہ اور اس کے رسولؐ کی

اطاعت و رضا کی خاطر عمل کیا تو قبول ہوگا۔ ورنہ مردود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰی كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ (البقرۃ — ۲۶۴)	اے ایمان والو! احسان رکھ کر اور ایذا دے کر اپنی خیرات ضائع نہ کرو۔ اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھانے کو خرچ کرتا ہے اور اللہ پر اور قیامت کے دن پر یقین نہیں رکھتا۔ سو اس کی مثال ایسی ہے جیسے صاف پتھر کہ اس پر کچھ مٹی پڑی ہو پھر اس پر زور کا مینہ برسا، پھر اس کو بالکل صاف کر دیا۔ ایسے لوگوں کو اپنی کمائی ذرا بھی ہاتھ نہ لگے گی۔

مندرجہ بالا احادیث اور آیت سے واضح ہو گیا کہ ریاکاری، احسان جتانے، ایذا دینے یا کسی بھی ایسی نیت سے کام کرنے سے وہ عمل برباد ہو جائے گا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا و اطاعت کے بغیر کسی دوسرے مقصد کی خاطر عمل کرے تو وہ برباد ہے۔ ہر عمل کے قبول ہونے کی پہلی شرط یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا و اطاعت کی خاطر عمل کرے۔

نیز یہ بھی ضروری ہے کہ انسان کے عقائد قرآن و حدیث کے مطابق ہو۔ اور جو عمل کرے قرآن و حدیث اور صحابہ کرام کے آثار کے مطابق ہو۔ جو شخص قرآن و حدیث اور صحابہ کرام کے خلاف کام کرتا ہے وہ دراصل اسلام کے خلاف ایک نیا مذہب چلانے کی سازش کرنے والا اور خدا و رسولؐ کا باغی اور غنڈہ گرد آدمی ہے۔ اس کے قرآن و حدیث و آثار صحابہ کے خلاف کام کو نیک ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔

علم و جہالت کا انجام الگ الگ ہے

کسی کام کو اس کے نتیجہ سے جدا کرنا مشکل ترین بات ہے۔ علم کا انجام الگ ہے جہالت کا انجام الگ۔ اسلام نے لوگوں کو دین کی تعلیم حاصل کرنے کا حکم دیا تاکہ لوگ دنیا و آخرت میں ایک کامیاب آرام دہ زندگی حاصل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ مَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَ الْبَصِیْرُ ۙ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں، اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے وہ اور

وَلَا الْمُسِيْٓءُ ؕ (مؤمن - ۵۸) بدکار برابر نہیں۔

نیـــز فرمایا:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۧ (زمر — ۹) کہہ دو، کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں؟ سمجھتے وہی ہیں جو عقل والے ہیں۔

مندرجہ بالا آیات میں وضاحت فرمادی۔

۱۔ اندھے اور دیکھنے والے برابر نہیں۔

۲۔ نیک عمل کرنے والے اور بدکار برابر نہیں۔

۳۔ جو لوگ علم رکھتے ہیں وہ اور جاہل لوگ برابر نہیں۔

علم رکھنے والا آدمی زندگی کے ہر موقع پر اسلام کی باتوں کو جانتا ہے اور آسانی کے ساتھ برائی سے بچ سکتا ہے مگر جاہل آدمی جس کو کچھ خبر نہیں کہ میں کیسا کام کر رہا ہوں مگر جہالت پر خوش ہے۔ جاہل آدمی گا ہے غلط نظریات و اعمال پر زندگی گزار دیتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ میں بالکل صحیح راہ پر ہوں۔ موت کے بعد جب گمراہ ہونے کا پتہ چلتا ہے تو اب پچھتانا بے سود ہے۔ بعض لوگ ایک غلط گمان رکھتے ہیں کہ جو جاہل ہے اسے سزا نہیں ملے گی۔ وہ کہہ دے گا: اے اللہ میں جاہل تھا۔

مگر یاد رکھیئے کہ جس عقیدہ پر ایمان رکھنا نجات کے لیے ضروری ہے اس کا علم حاصل کرنا بھی اسی قدر ضروری ہے جو کام فرض ہیں ان کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہے۔

اب جو شخص جاہل ہے اس نے دو جرم کئے۔ ایک علم حاصل نہیں کیا اور دوسرے عمل نہیں کیا علم حاصل کئے بغیر عمل کرنا تو اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارنا ہے اس لیے ایسا جاہل آدمی جو علم حاصل کرنے والوں سے نفرت کرتا ہے اسے دگنے عذاب کا خطرہ ہے۔

جو لوگ دنیاوی علوم و فنون میں خوب محنت کرتے ہیں۔ کئی زبانیں سیکھتے ہیں۔ سائنس، ریاضی اور دوسرے فنون کا علم حاصل کر سکتے ہیں۔ بڑی بڑی ایجادات میں مغز کھپاتے ہیں مگر اسلام کا ضروری درجہ تک کا علم بھی حاصل نہیں کرتے۔ وہ اس جاہل سے زیادہ بڑے مجرم اور بدمعاش ہیں کہ جس نے کچھ بھی علم حاصل نہیں کیا۔

بعض جاہل لوگ جھوٹی امیدیں باندھتے ہیں کہ اللہ ہمیں جنت میں ضرور بھیج دے گا۔ بڑے پیر بخشوالیں گے۔ کیونکہ ہر ماہ کی گیارہویں تاریخ کو ہم انہیں مٹھائی پیش کرتے ہیں۔ مولا علی یا مولا حسین

چھوڑ الیں گے۔ حالانکہ قیامت کے دن اس قسم کے غلط اوہام کچھ کام نہیں آئیں گے۔ وہاں تو قرآن و حدیث اور صحابہ کرام والے اسلام کی پابندی ہی کام آئے گی اور اسلام کی پابندی اسلام کی تعلیم حاصل کیے بغیر ایک مضحکہ خیز معاملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝ (البقرة — ۷۸)

اور بعض ان میں سے اَن پڑھ ہیں جو کتاب نہیں جانتے، سوائے جھوٹی آرزوؤں کے اور وہ محض اٹکل پچو باتیں بناتے ہیں۔

کتاب و سنت کا علم

اسلام کی تعلیمات کا ماخذ قرآن مجید، حدیث مبارک اور آثارِ صحابہ کرام ہیں۔ انسان کو چاہیئے کہ وہ زندگی کے ہر حصہ یعنی اعتقادات، عبادات، معاملات، سیاسیات، تجارت، معاشرت، اخلاق تعلیم اور روحانی سکون وغیرہ۔ ہر معاملہ میں قرآن و حدیث و آثار صحابہ کرام سے رہنمائی حاصل کرے فقہاء اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی انہی سے استنباط کر کے آسان انداز پر مسائل کو جمع کیا۔ اب جو شخص ان سے وابستہ رہے گا۔ وہ ہرگز گمراہ نہیں ہوگا۔ ان کا علم حاصل کرنا ہر انسان کی پہلی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے بارے میں فرمایا:

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ (البقرة — ۲)

ڈر والوں کے لیے ہدایت ہے۔

یعنی جو شخص بھی دیانتداری اور اللہ تعالیٰ کا خوف لے کر قرآن مجید کا مطالعہ کرے گا۔ اُسے ہدایت ملے گی۔

مزید فرمایا:

إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ أَقْوَمُ (بنی اسرائیل — ۹)

بے شک یہ قرآن وہ راہ بتاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے۔

مزید آیات کے لیے حصہ اعتقادات میں "کتابوں پر ایمان" کی بحث میں دیکھیے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم ان دونوں سے وابستہ رہو گے ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔"

(موطا امام مالک ج: ۲ کتاب الجامع، باب النہی عن القول بالقدر، ص ۷۴۸)

چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید اور سنت رسول اللہ یعنی حدیث پر عمل کرنے
ان کو گمراہی سے بچنے کی ضمانت دی۔ ولو کرہ الکافرون ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"تم میں سے کوئی ایک بھی تب تک ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش اُس (اسلام) کے تابع نہ ہو جائے جو میں لایا ہوں"۔ (مشکوۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب السنۃ ص: ۳۰)

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے اسلام و ایمان پر چلنے والوں کو ہدایت یافتہ قرار دیا اور فرمایا:

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِہٖ فَقَدِ اھْتَدَوْا ج وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا ھُمْ فِیْ شِقَاقٍ ج

پس اگر وہ بھی ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لائے ہو، تو وہ بھی ہدایت پا گئے اور اگر وہ نہ مانیں تو وہی ضد میں پڑے ہوئے ہیں۔ (البقرۃ ــــ ۱۳۷)

مندرجہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی اتباع کرنے والوں کو ہدایت یافتہ قرار دیا۔ اب
[جو شخ]ص صحابہ کرام کے عقائد و اعمال سے ہٹ کر دوسری راہ پر چلتا ہے اور صحابہ کرام کا دشمن ہے وہ گمراہ
[او]ر غنڈہ جانور ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:
"میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، تم اُن میں سے جس کی بھی تابعداری کرو گے، ہدایت پاؤ گے۔" (مشکوۃ المصابیح، باب مناقب الصحابہ، بحوالہ رزین، ص: ۵۵۴)

الغرض قرآن و حدیث دونوں میں صحابہ کرام کی اطاعت کو ہدایت یافتہ ہونے کی دلیل قرار دیا اور
[ان] کے دشمن کو گمراہ قرار دیا۔

خلفائے راشدین عام صحابہ کرام میں سب سے بلند مقام کے مالک ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ
[علی]ہ وسلم نے ایک حدیث میں ان کے بارے میں فرمایا:

"....پس تم پر میری سنت اور میرے خلفائے راشدین (ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم)
کی سنت کی پابندی لازم ہے۔ اس سے وابستہ رہو۔ ڈاڑھوں سے مضبوطی سے پکڑو اور محدثات ...
(بدعات) سے خاص طور سے بچو۔ کیونکہ ہر محدث، بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔
(سنن ابی داؤد ج: ۲ کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، ص: ۶۳۵)

یاد رہے کہ محدث سے مراد ہر وہ کام ہے جو قرآن و حدیث اور آثارِ صحابہ کرام سے ثابت شدہ طریقہ

کو ختم کرکے یا شریعت کے مقصد کو باطل کرکے اسلام میں جاری کیا جائے اور اسے مسئلہ قرار دیا جائے جیسے
کہ آجکل حرام خور، بدعتیوں نے طرح طرح کے ختم، عرس، میلاد، قوالیاں، کونڈے اور گیارویں وغیرہ جاری
کرکے اسلام کے مقابلہ میں شرک اور بدعت پر مشتمل ایک نیا مذہب گھڑ رکھا ہے۔ خود گمراہ ہوتے ہیں
اور لوگوں کے ایمان اور جیب پر ڈاکہ ڈال کر سب کو جہنم میں ڈالنے کی خبیث کوشش میں مصروف ہیں
اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے اور اگر ہدایت ان کے مقدر میں نہیں تو اللہ تعالیٰ زمین کو ان شر پسند عناصر
سے پاک کرے۔

مندرجہ بالا آیات وحدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول عمل اور مقبول دین صرف
وہی ہے جو قرآن مجید، حدیث مبارک اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار سے ثابت ہو۔ فقہائے اربعہ
رحمھم اللہ تعالیٰ نے بھی ان ماخذ سے استنباط کرکے آسان اور مرتب قانونی انداز پر اسلام کے مسائل
جمع کر دیئے۔ فجزاءھم اللہ تعالیٰ خیرا۔

علم اسلام کی اہمیت

اسلام کی تعلیم حاصل کرنا اور لوگوں میں اسلام کی تعلیم کو عام کرنا مسلمانوں کا سب سے پہلا فریضہ ہے
جب تک لوگوں کو اسلام کے عقائد و اعمال کا علم نہیں ہوگا، تب تک وہ نہ ہی صحیح عقائد اختیار کر سکتے
ہیں اور نہ ہی صحیح اعمال بجا لاسکتے ہیں۔ چنانچہ ان عقائد کا علم جن پر نجات کا دارومدار ہے ان کی
طرف سب سے پہلے توجہ دینی چاہیئے۔ اسی طرح زندگی کے ہر شعبہ میں فرض یا واجب درجہ کے اعمال
کا علم حاصل کرنا اسی درجہ میں سب سے پہلا ضروری حکم ہے۔

البتہ اسلام کا وسیع علم حاصل کرنا اور اسلامی تعلیمات کے ہر حصہ کا مفصل علم حاصل کرنا
ایک نفلی اور پسندیدہ درجہ ہے۔ یہ بہت بڑی نعمت ہے اور انبیاء علیہم السلام کی وراثت ہے
اگر بستی میں اس درجہ کا ایک عالم بھی پایا جائے تو باقی لوگوں سے یہ فرض ادا ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ۝ (التوبہ۔۱۲۲)

سو کیوں نہ نکلا ہر فرقے میں سے ایک حصہ، تاکہ دین میں سمجھ پیدا کریں اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آئیں تو ان کو ڈرائیں تاکہ وہ بچتے رہیں۔

نیز فرمایا:

وَالَّذِيْنَ جٰهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ
(العنکبوت - ۶۹)

اور جنہوں نے ہمارے لیے کوشش کی ہم انہیں ضرور اپنی راہیں سمجھا دیں گے اور بے شک اللہ نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔

مندرجہ بالا دو آیات سے واضح ہوگیا کہ مسلمانوں پر اسلام کا علم حاصل کرنا اور دوسروں تک اسلام کی تعلیم پہنچانا لازم ہے بلکہ اسلام کی تعلیم حاصل کرنا تو آغاز سے اختتام تک لازم ہے۔ دیکھیے کہ ایک شخص مسلمان ہوتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام معلوم کرے تاکہ ان کی پابندی کرے۔ حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

"جو گواہی دے کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے دوزخ حرام کر دی"۔

(صحیح مسلم جلد: ۱۔ باب الدلیل ان من مات علی التوحید داخل الجنۃ قطعاً ص: ۴۳)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو اس حالت میں، فوت ہوا کہ وہ جانتا ہو (یعنی اس کا ایمان ہو) کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں وہ جنت میں جائے گا"۔ (صحیح مسلم ج ۱ باب الدلیل ان من مات علی التوحید داخل الجنۃ قطعاً۔ ص: ۴۱)

یاد رکھیے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار و ایمان بھی علم ہے گویا انسان مسلمان ہوتے ہی علم سیکھنے کی راہ پر چل پڑا اور جو شخص اسلام سے جاہل ہے مگر دنیا کی بڑی بڑی ڈگریاں بغل میں دبائے اکڑتا ہوا چلا جا رہا ہے۔ اگر اس کے عقائد قرآن و حدیث کے مطابق نہیں اور اس کے اعمال، قرآن و حدیث کے مطابق نہیں تو وہ ایک بدمعاش گدھا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کچھ عزت نہیں۔

جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اپنی اولاد کو نماز پڑھنے کا حکم دو۔ جبکہ وہ سات برس کے ہو جائیں۔ (اگر وہ نماز نہ پڑھیں) اور دس برس کے ہو جائیں تو انہیں مارو۔ اور ان کے بسترے الگ کر دو۔ (سنن ابی داؤد ج ۱ کتاب الصلوٰۃ، باب متی یومر الغلام بالصلوٰۃ۔ ص: ۷۱)

گویا سات برس کے بچے کو نماز کے بارے میں تمام علم ہونا ضروری ہے۔ نماز پڑھنے سے پہلے طہارت نماز کے الفاظ اور تمام آداب جاننا ضروری ہے۔ الغرض مسلمان بچپن سے موت تک علم حاصل کرنے

کا پابند ہے۔

جو شخص قرآن وحدیث اور آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جاہل ہو۔ اس کا ایمان اور اسلام ہر وقت خطرے میں ہے۔ قرآن وحدیث اور آثار صحابہ کرام کا علم حاصل کرنے والا گمراہی سے محفوظ رہ سکتا ہے جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تین ارشادات سے واضح ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱۔ "تم میں سے کوئی ایک بھی تب تک ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش اس دین اسلام کے تابع نہ ہو جائے جو میں لایا ہوں" (مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ص: ۳۰)

اب ظاہر ہے تابعداری وہی کرے گا جس کو اسلام کا علم ہوگا۔ جاہل آدمی تو اسلام کی بجائے اپنی من گھڑت باتوں کی اطاعت میں لگا رہے گا۔

۲۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم ان دونوں سے وابستہ رہو گے، ہرگز گمراہ نہ ہو گے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت"

(موطا امام مالک ج: ۲ کتاب الجامع، باب النھی عن القول بالقدر، ص: ۸۹۹)

اب جو شخص قرآن وحدیث دونوں سے جاہل ہے وہ کس طرح ان سے وابستہ رہے گا اور اگر قرآن وحدیث پڑھا تو یہی علم ہے۔

۳۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"پس تم پر میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کی پابندی لازم ہے۔ اس سے وابستہ رہو"

(سنن ابی داؤد، ج: ۲ کتاب السنۃ، باب کتاب فی لزوم السنۃ، ص: ۶۳۵)

جو شخص خلفائے راشدین، حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم کے آثار و علوم سے قطعی جاہل ہے۔ وہ ان کی سنت کی پابندی نہیں کر سکتا۔ خلاصہ یہ ہوا کہ قرآن وحدیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار کا علم حاصل کرنا ہی ہدایت، دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور کامیابی کی ضمانت ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔۔۔"!

(ابن ماجہ کتاب العلم، باب فضل العلماء، ص: ۲۰)

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ یہ دعا کیا کریں۔

رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا (طٰہٰ - ۱۱۴)　　　اے رب مجھے اور زیادہ علم دے ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افضل ترین صدقہ یہ ہے کہ مسلمان آدمی علم حاصل کرے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھائے ۔

(ابن ماجہ کتاب العلم، باب ثواب معلم الناس الخیر، ص : ۲۲)

مندرجہ بالا آیات واحادیث سے واضح ہوگیا۔ ہر مسلمان پر اسلام کا علم حاصل کرنا ضروری ہے اور یہ افضل ترین عمل ہے، بلکہ حدیث میں فرمایا : "علماء انبیاء کے وارث ہیں"

(جامع ترمذی ج : ۲، ابواب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ ص : ۹۷)

دنیا و آخرت میں سب سے بڑی نعمت انبیاء علیہم السلام کی وراثت کا حاصل ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا یقینی ذریعہ ہے اور سب سے بڑی بدبختی انبیاء علیہم السلام کے علوم سے محروم رہنا ہے اور محض دنیا کمانے کے فنون میں زندگی برباد کرنا ہے ۔

علمائے اسلام اور طلبائے اسلام کا مقام

اللہ تعالیٰ نے علمائے اسلام کے بارے میں یہ گواہی دی کہ وہی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں علماء کرام کے لیے یہ بہت بڑا انعام ہے چاہے خبیث لوگ غصہ سے جل جائیں ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا ط (الفاطر ـــ ۲۸)　　　بے شک اللہ سے اس کے بندوں میں سے عالم ہی ڈرتے ہیں ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کے پہلے معلم تھے۔ آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو اسلام کی تعلیم دی۔ لوگوں کو کتاب وحکمت سکھائی۔ گناہوں سے پاک کیا۔ آپؐ سے براہِ راست علم حاصل کرنے والے صحابہ کرام بعد والے سب علماء کرام سے افضل ترین ہیں اور صحابہ کرام وعلمائے عظام ہی سب انبیاء علیہم السلام کے حقیقی وارث ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ق وَاِنْ كَانُوْا مِنْ　　　وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول انہیں میں سے مبعوث فرمایا جو اُن پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور

قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ۙ ۝ بے شک وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے
(الجمعة ـــ ۲)

قرآن مجید کی بعض آیات دوسری آیات کی تشریح کرتی ہیں۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی وضاحت کی جس کو حدیث کہا جاتا ہے۔ صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست قرآن مجید کا علم حاصل کیا۔ اب ہم قرآن مجید سمجھنے کے لیے حدیث، آثار صحابہ کرام اور قدیم متداول تفاسیر کے محتاج ہیں۔

احادیث مبارکہ میں اسلام کی تعلیم دینے والے علماء کرام اور اسلام کا علم حاصل کرنے والے طلباء کے درجات بیان کیے گئے جو مختصر طور پر درج کیے جاتے ہیں۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا:

"جو اس راہ پر چلا کہ اس میں علم (اسلام) حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے جنت کی راہوں سے ایک راہ پر چلنے والا کر دیا اور فرشتے خوش ہو کر (اسلام کے) طالب علم کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور زمین میں جو مخلوق ہے اور آسمانوں میں جو ہے اور پانی کے اندر مچھلیاں بھی عالم کے لیے دعائے مغفرت کرتی ہیں اور عبادت کرنے والے پر عالم کا درجہ اس قدر بلند ہے جیسے کہ تمام ستاروں پر چودھویں رات کے چاند کا درجہ بلند ہے۔ اور علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام کی وراثت درہم و دینار نہیں ہوتی بلکہ ان کی وراثت علم (اسلام) ہوتا ہے جس نے یہ حاصل کیا اس نے وافر حصہ پایا۔"

(جامع ترمذی ج: ۲۔ ابواب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقه علی العبادة ص: ۹۷، ۹۸)

اب کس قدر خوش نصیب ہے وہ کہ جس کی اولاد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وارث ہو۔ اور کس قدر بد نصیب ہے وہ کہ جو اپنے گھر میں کفار کے وارث اور کھڑے ہو کر پیشاب کرنے والے گدھے تیار کرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
"ایک فقیہ (عالم دین)، شیطان پر ایک ہزار عبادت گزار سے زیادہ بھاری ہے"۔

(جامع ترمذی ج: ۲۔ ابواب العلم، ماجاء فی فضل الفقه علی العبادة ص: ۹۷)

اس کی وجہ یہ ہے کہ عبادت گزار تو صرف اپنے لیے عبادت کر رہا ہے مگر عالم سب لوگوں کو جہنم سے بچانے کی فکر کر رہا ہے۔

حدیث کا علم حاصل کرنے والوں اور دوسروں تک حدیث پہنچانے والوں کے لیے حضور نبی اکرم
لی اللہ علیہ وسلم نے خوب دعا فرمائی ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
و فرماتے سُنا:

"اللہ تعالیٰ اس شخص کو سرسبز کر دے جو ہم سے کچھ سُنے پھر جیسے سُنے ویسے ہی (دوسروں تک)
پہنچا دے۔ کئی وہ جن کو پہنچایا جاتا ہے وہ سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں"۔

(جامع ترمذی ج: ۲۔ ابواب العلم باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع، ص: ۹۴)

جو شخص یہ چاہے کہ جناب رسول اللہ علیہ وسلم، قیامت کے دن اس کی سفارش کریں۔ وہ اس
ریث پر عمل کرے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص، میری امت کے لیے چالیس احادیث محفوظ کرے جو ان کے دین کے بارے
میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ اسے فقیہہ (عالم) اٹھائے گا۔ اور میں قیامت کے دن اس کے لیے
سفارشی اور گواہ ہوں گا"۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم، ص: ۳۶)

اسلام کا علم حاصل کرنے اور اسلام کی دعوت پھیلانے کا ایک قابلِ رشک درجہ بنایا۔ حضرت حسن
ری، رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو اس
لت میں موت آئی کہ وہ علم حاصل کر رہا تھا تاکہ اس کے ذریعہ اسلام کو زندہ کرے۔ تو اس کے اور
بیاء علیہم السلام کے درمیان جنت میں ایک درجہ کا فرق ہو گا۔

(سنن دارمی ج: ۱، باب فی فضل العلم والعالم ص: ۸۵)

ایک حدیث میں قرآن مجید کے استاد اور شاگرد کا مقام واضح کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن مجید
سیکھے اور سکھلائے"۔ (صحیح بخاری ج: ۲ کتاب فضائل القرآن باب خیرکم من تعلیم القرآن وعلمہ، ص: ۷۵۲)

یعنی قرآن مجید کے الفاظ پڑھے یا ترجمہ و تفسیر پڑھے۔ سب کو اعلیٰ درجات حاصل ہوں گے۔ البتہ
رآن مجید کی مکمل تعلیم یہی ہے کہ ترجمہ و تفسیر بھی پڑھے تاکہ اسے معلوم ہو کہ قرآن مجید میں کیا عقائد بیان ہوئے؟
کن باتوں کا حکم دیا گیا؟ اور کن باتوں سے منع کیا گیا؟

آج کل دیکھا گیا ہے کہ لوگ دنیاوی فنون خوب سیکھتے ہیں مگر قرآن مجید اور حدیث مبارک کی ضروری

تعلیم سے بھی جاہل رہتے ہیں. بعض لوگ قرآن مجید کے صرف الفاظ ہی یاد کرتے ہیں اور فرصت ہونے کے باوجود قرآن مجید کا ترجمہ نہیں سیکھتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک شخص خوب تجوید کے ساتھ یہ آیت پڑھتا ہے: لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔ (اللہ کے ساتھ شرک نہ کرو بے شک شرک کرنا بڑا ظلم ہے) (لقمان - ۱۳)

اس آیت میں شرک سے منع کیا گیا ہے مگر آیت پڑھنے والا خود ہی قبروں کی پوجا کر کے، اللہ کے سوا دوسرے کے نام نذر نیاز دے کر اور اللہ کے سوا دوسروں کو حاجت روا سمجھتے ہوئے پکار کر شرک کر رہا ہے. آپ ہی بتائیے کہ اس کی تلاوت کیا فائدہ دے گی؟

قرآن و حدیث سے اس قدر جہالت شدید خطرناک ہے. اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بعض میراسی اور ڈھگا صوفیانہ اور عالمانہ لباس پہن کر شرک و بدعت پھیلانے لگے ہیں تاکہ لوگوں کی جیب اور ایمان پر ڈاکہ ڈال کر شیطان کو خوش کر سکیں۔

ایک اسلامی ملک میں عربی زبان، قرآن مجید کے ترجمہ اور مختصر تفسیر اور حدیث مبارک اور فقہ عقائد کی تعلیم جبری ہونی چاہیئے۔

علم کے تین درجے

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"علم تین ہیں، آیتِ محکمہ یا سنتِ قائمہ یا فریضۂ عادلہ۔ اور اس کے سوا باقی زائد از ضرورت ہے۔" (سنن ابی داؤد ج: ۲ کتاب الفرائض. باب ماجاء فی تعلیم الفرائض، ص: ۳۹۹)

مندرجہ بالا حدیث میں وضاحت ہو گئی کہ علم تین ہیں:

۱۔ قرآن مجید: قرآن مجید کی آیات پڑھنا، ان کا ترجمہ و تفسیر سیکھنا علم کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

۲۔ سنتِ قائمہ: یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ اور آپؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے آثار و اقوال معلوم کرنا تاکہ قرآن مجید کی تفسیر اور زندگی کے ہر شعبہ میں عقائد و اعمال کی مکمل تعلیمات حاصل کر سکے۔

۳۔ فریضۂ عادلہ: یعنی قرآن و حدیث اور آثار صحابہ کرام سے مستنبط اور ثابت شدہ احکام تاکہ انسان زندگی کو جزئیات کی حد تک اسلام کی اعلیٰ ترین ہدایات کے مطابق گزار سکے۔

ان تین کے علاوہ دوسرے علوم (یعنی فنون) سیکھنا ضرورت کی حد تک درست ہے۔ البتہ علوم قرآن مجید اور حدیث مبارک سمجھنے میں کام آسکیں. مثلاً عربی زبان، صرف و نحو، اصول تفسیر

ل حدیث اصول فقہ، رجال کا علم، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیر الصحابہ اور سیر التابعین وغیرہ اُن
علوم پر فوقیت حاصل ہے۔

وہ علوم کہ جن کے ذریعہ مال حاصل کر سکے یا دنیاوی زندگی کی ضروریات حاصل کر سکے۔ ان میں
رت کے مطابق ہی انہماک بہتر ہے۔ مگر جن فنون کے نتیجہ میں بدکاری، برائی، ظلم پھیلتا ہو اور اسلام
قررہ اصولوں کی خلاف ورزی ہوتی ہو وہ فنون سیکھنا شدید ترین جرم اور گناہ ہے۔

اسلامی تعلیم کے دو درجات

یاد رہے کہ اسلامی تعلیم کے دو درجات ہیں۔ اسلامی تعلیم کا ایک درجہ ایسا ضروری ہے کہ ہر مسلمان
عورت پر اس کا سیکھنا شدید ضروری ہے۔

ان عقائد کا علم حاصل کرنا جن پر ایمان لانے میں ہی نجات کا دارو مدار ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی
د، رسالت، آسمانی کتب، تقدیر، فرشتے، قیامت وغیرہ کا علم حاصل کرنا سب سے زیادہ ضروری
جو شخص قرآن مجید کے بیان کردہ عقائد سے اختلاف کرے وہ قطعی طور پر کافر ہے اس لیے ضروری
کہ ہر مسلمان مرد عورت قرآن مجید کا مفہوم معلوم کرے یا کسی سے ضروری عقائد کی تعلیم حاصل کرے۔

اسی طرح فرض عبادات مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے ضروری مسائل معلوم کرنا فرض ہے
عبادات درست طور پر ادا ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ کے حقوق اور بندوں کے حقوق کا علم حاصل کرنا ضروری ہے تاکہ شرک و کفر سے بچ
اور والدین، بیوی بچوں، رشتہ داروں اور دوسرے لوگوں کے حقوق ادا کرے۔

جو کاروبار یا ملازمت یا کھیتی باڑی کرے۔ اس کے مسائل معلوم کرنا ضروری ہے تاکہ سود، جوا
حرام مال سے بچ سکے۔

زندگی کے ہر حصہ میں مثلاً تہذیب و تمدن، معاشرت، لباس غذا، دوستی و دشمنی، جہاد، خلافت
خوشی و غم وغیرہ میں اسلام کی ضروری درجہ کی تعلیم حاصل کرے تاکہ ان مواقع میں اللہ تعالیٰ اور
کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے بچ سکے۔

آپ اندازہ کر لیجیے کہ اگر ساری قوم اس قدر تعلیم بھی حاصل کرے تو ساری دنیا میں اس قوم
ی تعلیم یافتہ، اخلاق حسنہ کی مالک اور پُرسکون زندگی گزارنے والی قوم کی مثال نہیں ملے گی مگر افسوس
یہ ہے کہ ہم تقاریر بہت کرتے ہیں، کتابیں خوب شائع کرتے ہیں۔ اخباروں کے تھان چھاپتے ہیں۔ ریڈیو

اور ٹیلیویژن پہ دعوے بہت باندھتے ہیں مگر کوئی نہیں سوچتا کہ قوم کو اسلام کے ضروری عقائد اور زندگی کے ہر شعبہ میں فرض و واجب درجہ کے اعمال تو بتا دیئے جائیں۔ بس سخن سازی، ریاکاری اور مکر و فریب کا ایک طوفان برپا ہے اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت دے۔

اسلامی تعلیم حاصل کرنے کا طریقہ

اسلامی تعلیم حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب بچہ پیدا ہو۔ تو اس کے دائیں کان میں اذان پڑھے اور بائیں کان میں اقامت پڑھے۔ اگرچہ اس وقت بچہ کچھ لکھ پڑھ نہیں سکتا مگر اس کے کان میں اسلام کی بنیادی تعلیم کی آواز دے دی گئی۔

جب بچہ اس عمر کو پہنچے کہ زبان سے ایک مفرد کلمہ ادا کر سکے تو سب سے پہلے اسے لفظ اللہ سکھایا جائے۔ جب ایک جملہ کہنے کے قابل ہو تو اسے کلمہ طیبہ پڑھایا جائے۔ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ سکھایا جائے۔ جب بچہ کوئی زبان سیکھنے کے قابل ہو جائے تو اگر عربی بچے کی مادری زبان ہو۔ یا ایسا انتظام کیا جا سکے تو یہ بہت ہی مبارک ہے لیکن اگر ایسا نہ ہو تو مادری زبان کے بعد سب سے پہلے بچے کو عربی زبان سکھائی جائے۔

مسلمان دنیا کے جس علاقہ میں رہتا ہے اس کا فرض ہے کہ وہ سب جگہ عربی زبان عام کرے تاکہ ہر شخص براہ راست قرآن و حدیث سے مستفید ہو سکے۔ عربی زبان کا پھیلاؤ اسلام کی دعوت پھیلانے میں ایک زبردست ہتھیار کی حیثیت رکھتا ہے۔

جب بچہ کوئی کتاب پڑھنے کے قابل ہو جائے تو سب سے پہلے قرآن مجید اور حدیث پڑھائیں اور اسلام کی ضروری تعلیم سکھائیں۔

اس کے ساتھ ساتھ بچے کو کسی ایسے مدرسہ میں داخل کرائیں جس کے اساتذہ اسلام کے پابند اور صحیح العقیدہ ہوں۔ بدمعاش اور اسلام سے جاہل اساتذہ دراصل شیاطین ہیں۔ شیاطین سے علم نہیں بلکہ جہالت اور جہنم ملتا ہے۔

بچپن ہی سے بچے کی عادات اور لباس و تمدن کا خیال رکھیں۔ کافرانہ لباس اور غلط عادات سے بچائیں۔

اب اگر کوئی گدھا اپنی اولاد کو اسلام کی تعلیم سے جاہل رکھے اور دنیا کی تعلیم خوب دے اور لڑکے لڑکیوں کو کفار کے سکولوں میں تعلیم دلوائے۔ لڑکے غنڈوں کا لباس یعنی نیکر وغیرہ پہن کر جا

ر لڑکیاں سر ننگا کر کے جسم کی نمائش کرتی ہوئی سکول میں جائیں پھر یہی اولاد بڑی ہو کر آوارہ اور بدمعاش ر جائے تو اس خبیث اولاد کے گناہوں میں وہ بدمعاش والدین بھی حصہ دار ہیں جنہوں نے اپنی اولاد کو یسائی سکولوں میں داخل کیا۔ بدمعاش اساتذہ سے تعلیم دلائی۔ اب اپنے کرتوت کا پھل انہیں چکھنا ں پڑے گا۔ ایسی اولاد دنیا میں باعثِ ذلت اور آخرت میں باعثِ ندامت و عذاب ہوتی ہے۔

ں طرح خاوند کا فرض ہے کہ اپنی بیوی اور اولاد کو اسلامی تعلیم دے تاکہ اس کا گھر دنیا میں ایک اچھے سلمان کا گھر ہو۔ اور موت کے بعد یہ اولاد اس کے لیے صدقۂ جاریہ ہو۔

اگر بیوی جاہل ہو تو خاوند اسے اسلامی تعلیم دے۔ اگر خود اسلام کا علم نہیں رکھتا تو کسی عالم دین سے معلوم کر کے بتلائے۔ اگر خاوند کسی عالم سے مسائل معلوم کر کے بتانے سے انکار کر دے تو بیوی کو حق اصل ہے کہ وہ خود جا کر کسی عالم سے اسلام کے ضروری مسائل معلوم کرے۔ اس سلسلہ میں خاوند جازت دے تو بہتر ہے اگر اجازت نہ دے تو اجازت کے بغیر بھی جا سکتی ہے کیونکہ اسلام کی تعلیم حاصل رنا ایک ضروری کام ہے۔

سب سے پہلے کسی قریب کے عالم سے علم حاصل کرے۔ پھر دور والے علمار کی خدمت میں حاضر ہو۔

تعلیم کے زمانہ میں صرف تعلیم حاصل کرنے پر دھیان دے۔ اسلام کی تعلیم صرف اللہ تعالیٰ کو راضی رنے کی خاطر حاصل کرے۔ دنیاوی مقاصد کی خاطر یا تکبر جتلانے کی خاطر اسلامی تعلیم حاصل کرنا سخت طرناک معاملہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم حاصل کرے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کی جاتی ہے (یعنی اسلام کا علم حاصل کرے) اور اگر سے صرف اس لیے سیکھے تاکہ اس کے ذریعہ دنیا کا مال حاصل کرے تو وہ قیامت کے دن جنت کی شبو بھی نہیں پائے گا۔"

(سنن ابی داؤد ج: ۲ کتاب العلم، باب فی طلب العلم لغیر اللہ، ص: ۵۱۵)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رماتے سنا: جو علم حاصل کرے تاکہ اس کے ذریعہ علمار پر فخر جتائے یا اس لیے کہ جہلار سے بحث رے اور لوگوں کا رخ اپنی طرف کرے تو اللہ تعالیٰ اسے آگ میں ڈالے گا۔"

(جامع ترمذی ج: ۲ کتاب العلم، باب ماجاء فی من یطلب بعلمہ الدنیا، ص: ۹۴)

اسلام کی تعلیم صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہونی چاہیے۔ اس طرح یہ ضروری ہے کہ حلال کھائے نت سے علم حاصل کرے۔ عام لوگوں خصوصاً حکمرانوں اور سرمایہ داروں سے اختلاط نہ رکھے۔

اسلامی تعلیم کا نفلی درجہ

اسلام کی تعلیم کا دوسرا اگر نفلی اور انتہائی فضیلت کا درجہ یہ ہے کہ جزئیات کی حد تک اسلا
کی مکمل تعلیم حاصل کرے قرآن مجید، اس کی متداول تفاسیر، کتب احادیث، فقہ، علم العقائد، سیرت
عربی زبان، صرف نحو وغیرہ کتاب وسنت سمجھنے کے لیے ضروری تمام علوم سیکھے۔

یہ درجہ بہت ہی مبارک اور اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی وراثت علم ہے
حدیث میں علماء اسلام کے لیے قابل رشک مقامات بنائے گئے جیسے کہ "علمائے اسلام اور طلباء اس
کا مقام" کی بحث میں ہم بتا چکے ہیں۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی روایت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء کرا
کو انبیاء علیہم السلام کا وارث قرار دیا، اور فرمایا: "علماء، انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔۔۔۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب العلم باب فی فصل الفقہ علی العبادۃ، ص: ۹۷)

حضرت حسن (بصری) رضی اللہ عنہ سے (مرسل) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
نے فرمایا: "جس کو اس حالت میں موت آئی کہ وہ علم حاصل کر رہا تھا تاکہ اس کے ذریعہ اسلام کو زندہ
کرے تو اس کے اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان جنت میں ایک درجہ کا فرق ہوگا"

(سنن دارمی ج: ۱، باب فی فضل العلم والعالم، ص: ۸۵)

یعنی ان حضرات کو انبیاء علیہم السلام کا بہت ہی قرب حاصل ہوگا۔ اسلام کی تعلیم حاصل کرنے
والوں خصوصاً احادیث میں انہماک والوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سرسبز رہنے کی دعا بھی حاصل ہے
اسلام کی تعلیم حاصل کرنا گناہوں کا کفارہ بھی ہے۔

اگر ہر محلہ اور ہر بستی میں ایک ایک عالم موجود ہو تو قوم کی حالت تیزی سے سدھر سکتی ہے مگر افسوس
انگریز کے مرتب کردہ فنون جاننے والے ہر جگہ ہیں اس لیے انگریزی تہذیب کی گندگی عام ہو چکی
اللہ تعالیٰ ان کے شر سے مسلمانوں کو بچائے۔

سنت کا اتباع اور بدعات سے پرہیز

انسان کو چاہیئے کہ ہر عمل کرتے وقت یہ دیکھ لے کہ یہ عمل قرآن و حدیث کے مطابق ہے؟ صحابہ کرام
رضی اللہ عنہم اسی طرح یہ عمل کرتے تھے؟ اگر یہ عمل کتاب وسنت اور طریقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

طابق ہو گا تو قبول ہو گا ورنہ مردود ہو گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا فرمان بالکل ٹھیک ہے کہ "سب سے بہترین کلام، اللہ کی کتاب ہے اور سب سے بہترین طریقہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے اور سب سے بدترین کام بدعات ہیں۔ (صحیح بخاری ج: ۲ کتاب الاعتصام باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ص: ۱۰۸۰/۱۰۸۱)

ایک حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اسی گروہ کو جہنم سے نجات پانے والا بتایا کہ "جو میرے اور میرے صحابہ کرام رض کے طریقہ پر ہو گا"

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الایمان، باب افتراق ھذہ الامۃ، ص: ۹۳)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہما کی روایت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

پس تم پر میری سنت اور خلفائے راشدین مھدیین (حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم) کی سنت کی پابندی ضروری ہے۔ اسی سے وابستہ رہو۔ اور اس کو ڈاڑھوں سے پکڑو (یعنی اس پر مضبوط رہو) اور محدثات امور سے بچو، ہر محدث (نئی ایجاد دین میں) بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (سنن ابی داؤد ج: ۲ کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، ص: ۶۳۵)

حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہمارے اس معاملہ (اسلام) میں وہ نئی چیز ایجاد کی جو اس سے نہیں وہ مردود ہے۔

(سنن ابی داؤد ج: ۲ کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، ص: ۶۳۵)

یعنی اسلام میں اسلام کا مسئلہ بنا کر جاری کردہ بدعات مردود ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص شرک کرتا ہے گویا وہ خدا کا مقابلہ کرتا ہے اور جو شخص بدعات جاری کرتا ہے وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اپنی سنت کی طرف بلاتے ہیں مگر بدعتی خبیث آدمی بدعات کی طرف بلاتا ہے۔

وہ لوگ کس قدر بے حیا ہیں کہ جنھوں نے شرک اور بدعات پر مشتمل ایک نیا دین ایجاد کر لیا اور اس کو اسلام کہتے اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دیتے ہیں۔ ؎

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

(حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہا) کی روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ..." اور جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھے زندہ کیا اور جس نے مجھے زندہ کیا وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا" (جامع ترمذی ج: ۲، ابواب العلم، باب الاخذ بالسنۃ واجتناب البدعۃ، ص: ۹۶)

حضرت غُضیف بن حارث ثمالی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

"جس قوم میں بھی کوئی بدعت جاری کی گئی وہاں سے ایک سنت اٹھالی گئی۔ اس لیے بدعت جاری کرنے سے سنت کی پابندی کرنا زیادہ بہتر ہے"۔ (مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام ص: ۳۱ عن احمد)

اور یہ حقیقت ہے کہ ہر مقام پر ایک سنت موجود ہے اب جو شخص بدعت جاری کرے گا وہاں کی سنت سے محروم ہو جائے گا۔ دراصل بدعتی آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے مگر وہ دوست ہونے کا دعویٰ کرکے دغابازی کرتا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر گنبد بنانے، چونا کرنے سے منع فرمایا۔ مگر سنتِ رسول اللہ کا دشمن قبروں پر گنبد بنا کر "قبر کو کچی رکھنے کی سنت" کو ختم کرنے کی ناپاک کوشش کرتا ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر عرس کرنے کو منع فرمایا۔ مگر دشمنِ دینِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرس مچا کر شیطان کو خوش اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرتا ہے۔ حضرت ابراہیم بن میسرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"جس نے کسی بدعتی کی عزت کی، اس نے اسلام کو ڈھانے پر مدد کی"۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام، عن بیہقی فی شعب الایمان، ص: ۳۱)

اس کی وجہ یہ ہے کہ بدعتی آدمی، دراصل حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے اور زبانی دوستی کا دعویٰ کرکے ایک مکار ٹھگ کا کردار ادا کر رہا ہے۔ اس لیے بدعتی آدمی کے پیچھے نماز نہ پڑھے، اس کو استاد نہ بنائے۔ اس کو سلام نہ کرے۔ یہ سب عزت کی صورتیں ہیں۔

سنت کی پابندی کا ثواب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا:

"جس نے میری امت کے بگاڑ کے وقت میں میری سنت کی پابندی کی، اسے ایک سو شہیدوں کا ثواب ہے"۔ (مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام، رواہ البیہقی فی کتاب الزہد، ص: ۳۰)

جب ہر طرف بدعات کا زور ہو۔ بدعات پھیلانے والے غنڈہ گرد عناصر سنت کے پابند لوگوں پر ظلم کریں تو اس وقت سنت کی پابندی واقعی ایک زبردست جہاد ہے اور اس پر یقیناً یہ اجر بھی ہے مگر بدعت کی پابندی کرنے پر جہنم کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ اس لیے انسان کو چاہیئے کہ وہ تمام عقائد اور عبادات میں قرآن و حدیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ کی مطابقت کرے۔ تب یہ عقائد و اعمال قبول ہوں گے۔ ورنہ تھکاوٹ اور نامرادی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

استاد اور شاگرد اور اُن کے باہمی آداب

ہر مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اسلام کی تعلیم حاصل کرے مگر اسلام کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ نیک، عالم اور ہمدرد استاد کا انتخاب کرے۔

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے:

"یہ علم دین ہے پس اس کو دیکھو جس سے تم اپنا دین حاصل کر رہے ہو"۔

(صحیح مسلم ج: ۱، باب بیان ان الاسناد من الدین، ص: ۱۱)

یعنی اسلام کا علم حاصل کرنا دین کا ایک ضروری حصہ ہے جس سے دین سیکھو اس کو دیکھو وہ کون ہے؟ اگر کوئی آدمی مشرک یا بدعتی یا بدمعاش آدمی سے دین حاصل کرنے کی کوشش کرے گا تو خطرہ ہے کہ چالاک استاد، سخن سازی کے ذریعہ شرک یا بدعت یا فسق کی تعلیم دے دے۔ چنانچہ تعلیم حاصل کرنے سے پہلے استاد کے بارے میں اطمینان حاصل کرے۔

جو شخص شرک یا بدعت کرتا ہو۔ اس کو استاد نہ بنائے۔ بدعتی کی عزت کرنا سخت جرم ہے اور جس کو استاد بنائے گا اس کی عزت کرنا ضروری ہوگا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس نے کسی بدعتی کی عزت کی، اس نے اسلام کو ڈھانے پر مدد کی"۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام عن بیہقی فی شعب الایمان، ص: ۳۱)

جو شخص فسق ظاہر میں مبتلا ہو، یعنی کھلم کھلا گناہوں میں ملوث ہو۔ وہ بے حیا آدمی ہے۔ اس کو استاد نہ بنائے۔

جو شخص مشرکوں، بدعتیوں اور بدمعاش لوگوں سے میل جول رکھتا ہو۔ اور ان سے مانوس ہو۔ اس کو استاد نہ بنائے۔

جو شخص متکبر اور بد اخلاق ہو۔ اسے استاد نہ بنائے۔ ایسا نہ ہو کہ متکبر آدمی کو استاد بنانے کے بعد جب اس کا تکبر دیکھے تو دین سیکھنے سے ہی محروم ہو جائے یا سب کے بارے میں بدگمان ہو جائے۔

حرام خور کو استاد نہ بنائے۔ حرام کھانے والے کے عقائد میں عام طور پر گمراہی آجاتی ہے اور وہ نیک اعمال سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

سرکاری ملازمت کرنے والے اور حکمرانوں کے عطیات کھانے والے کو اگر استاد بنانا پڑے تو اس کے ہاں سے کچھ نہ کھائے پیئے۔ مگر اس کو حرام نہ کہے۔ اس لیے کہ ایسا کہنے کے لیے دلیل کی ضرورت

ہے۔ البتہ خود پرہیز کرے۔

شاگرد کو چاہیئے کہ وہ پہلے قریب تریں عالم سے دین کا علم حاصل کرے۔ پھر دور کا سفر کرے۔ استاد کا ادب کرے۔ اس کے لیے دعا کرے۔ علم حاصل کرنے میں محنت کرے۔ حلال روزی پر قناعت کرے۔ تعلیم کے زمانہ میں تعلیم پر ہی توجہ رکھے۔ گاہے گاہے اپنی طاقت کے مطابق استاد کی خدمت میں مال پیش کرے۔ صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی خاطر اسلام کی تعلیم حاصل کرنے اور محض دنیا مقصود نہ ہو۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "جو علم حاصل کرے تاکہ علماء سے مقابلہ کرے یا جاہلوں سے بحث کرے یا لوگوں کا رُخ اپنی طرف کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں ڈالے گا"۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب العلم باب ما جاء فی من یطلب بعلمہ الدنیا، ص: ۹۴)

استاد کو چاہیئے کہ وہ اسلام کی تعلیم حاصل کرنے والے شاگرد کو اپنا عزیز بچہ سمجھے۔ اسے اپنا صدقہ جاریہ جانے۔ اسے اسلام کی صحیح تعلیم دے۔ خوب محنت کرے۔ اس کے اخلاق درست کرنے کی طرف خاص توجہ دے کبھی کبھی شاگردوں کو اپنے پاس سے حلال مال سے کھانا کھلائے۔ شاگردوں کے لیے دعا کرے اور انہیں اللہ تعالیٰ کا دین سیکھنے والے محترم مہمان سمجھے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سامنے رکھے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بے شک لوگ تمہارے تابع ہیں، اور کچھ لوگ تمہارے پاس اطراف زمین سے آئیں گے، جو دین سیکھیں گے۔ ان کے لیے بھلائی کی وصیت کرتا ہوں"۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب العلم، باب ما جاء فی الاستیصاء بمن یطلب العلم، ص: ۹۳)

استاد کو چاہیئے کہ وہ طلبہ کی ذہنی سطح کے مطابق کلام کرے۔ انہیں عربی بولنے، لکھنے اور پڑھنے کی مشق پر خوب توجہ دے۔ ہر فن کی پہلی کتاب اچھی طرح پڑھائے اور انہیں زمانۂ طالب علمی سے ہی اسلامی احکام کی پابندی کا عادی بنائے۔

جو طالب علم نماز نہ پڑھے یا کسی گناہ میں مبتلا رہے، یا اخلاق درست کرنے کے لیے تیار نہ ہو یا کسی مشرک یا بدعتی یا بدمعاش کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھے یا صحابہ کرام یا علماء عظام کی دشمن جماعت سے تعلق رکھے۔ اسے مدرسہ سے فوراً دور کر دے تاکہ دوسرے طلبہ اس کی خباثت سے بچ جائیں۔

مزید برآں طلبہ کو کچھ اوراد کرنے کی عادت ڈالے تاکہ وہ طالب علمی کے زمانہ سے ہی روحانی پاکیزگی اور قلبی سکون کی راہ پر چل پڑیں۔

گاہے گاہے طلبہ کا امتحان لیں اور جو طالب علم جس قدر قابلیت پیدا کرے۔ اس کو اسی قدر نمبر دیں اور جو طالب علم مناسب اہلیت پیدا نہ کر سکے یا مقررہ کتابیں نہ پڑھے اسے ہرگز سند فراغ نہ دیں۔

استاد اور طلبہ کو سب سے زیادہ توجہ اس بات پر دینی چاہیئے کہ وہ صرف حلال کھائیں اور حلال پہنیں۔ حرام کاروبار کرنے والوں اور حکمرانوں کا ہدیہ قبول نہ کریں۔ چاہے سادہ کھانا پڑے اور سادہ پہننا پڑے۔

دنیا و آخرت کی حاجات کے لیے فجر اور عصر کی نماز کے بعد اگر یہ ورد کریں تو ہر پریشانی سے محفوظ رہیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ایک صدبار : رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

ایک صدبار : لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ

ایک صدبار : اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَيْهِ ۝

ایک صدبار : اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ

ایک صدبار : رَبِّ اغْفِرْ وَ ارْحَمْ وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝

ایک صدبار : اَللّٰهُمَّ اكْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَ اَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ

ایک صدبار : يَا رَحْمٰنُ اَغِثْنِیْ

آخری ورد میں دنیا و آخرت ہر معاملہ کی نیت کرے۔

دنیاوی فنون

وہ علوم و فنون جو قرآن و حدیث سمجھنے کے کام نہیں آتے بلکہ وہ دراصل دنیا کا مال حاصل کرنے

دنیاوی جاہ و مرتبہ حاصل کرنے یا مادی قوت، ظاہری شان و شوکت اور دنیاوی لذائذ و فوائد حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔ ان کو علوم نہیں بلکہ فنون کہنا چاہیئے۔

اب اگر دنیا کا فن اس لیے حاصل کرے تاکہ دنیا کا مال حاصل کرے اور اس مال کے ذریعہ اس کو سر بلند کرنے اور کفر کو مٹانے کا کام کرے، مسلمانوں کی مدد کرے۔ نیک کاموں اور مسلمانوں کی ضر جائز مقامات، والدین، بیوی بچوں، رشتہ داروں، پڑوسیوں اور دوسرے رفاہی کاموں پر خرچ کرے تو یہ کام فرض ادا کرنے کے بعد ایک بہترین نیکی ہے اور اس کی ترغیب دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوا فِي	پس جب نماز ادا ہو چکے تو زمین میں چلو پھرو
الْاَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ	اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت
وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝	یاد کرو تاکہ فلاح پاؤ۔

(الجمعة ــــ ۱۰)

اس آیت میں بتایا گیا کہ پہلے نماز ادا کرو پھر اللہ کا فضل تلاش کرو مگر یہ نہ ہونا چاہیئے کہ نماز چھوڑ مال کمانا شروع کر دے۔ نماز چھوڑ کر مال کمانے والے لوگ بدمعاش اور مجرم ہیں اور ایسا ما منحوس ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حلال کمائی کی طلب کرنا، فرض کے بعد فر (مشکوٰۃ المصابیح باب الکسب وطلب الحلال، عن بیہقی فی شعب الایمان، ص: ۲۴۲)

لیکن اگر مقصد یہ ہو کہ مال حاصل کر کے ظلم کرے گا۔ بدکاری کرے گا۔ یا کفر کی حمایت کرے یا بدعت و شرک پھیلائے گا تو جیسی نیت کرے گا ویسا پھل پائے گا۔

اگر ایک شخص جغرافیہ پڑھے تاکہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے حالات معلوم کرے۔ ان کی تعلی سیاسی اور اقتصادی حالات معلوم کر کے ان کی بہتری کی تدابیر سوچے تو جغرافیہ پڑھنا بھی نی میں داخل ہے۔ اسی طرح جو شخص سائنس پڑھے تاکہ عمدہ ایجادات کر کے مسلمانوں کے حوالے کرے مسلمانوں کو زندگی کے ہر حصہ میں طاقت ور بنائے۔ تو یہ بھی اچھا کام ہے۔ البتہ دنیا کے جائز کاموں بقدر ضرورت ہی انہماک رکھے۔ ضرورت سے زیادہ ہر وقت دنیاوی فنون میں ڈوب کر رہ جانا محرومی ہے۔

جن فنون کا مقصد دنیا میں بدکاری پھیلانا یا اسلام کی تعلیمات سے بغاوت برپا کرنا ہے ان فنون

یکھنا اور سکھانا شدید جرم اور غنڈہ گردی ہے۔

چنانچہ روح والی اشیاء مثلاً انسانوں اور جانوروں کی تصاویر بنانا، ناچ گانا سیکھنا سکھانا، ت موسیقی تیار کرنا، بے حیائی کے مراکز قائم کرنا مثلاً سینما یا تھیٹر چلانا، فلمیں بنانا، سود، جوئے، شراب ر دوسری حرام اشیاء کا کاروبار سیکھنا سکھانا سخت جرم اور گناہ ہے۔ سائنسی ایجادات کر کے اور ہ تیار کر کے اسلام کے دشمنوں کو دینا بہت بڑا جرم ہے۔

اسی طرح ظالم بادشاہوں کی تاریخ پڑھنا بھی وقت ضائع کرنا ہے۔ تاریخ سے زیادہ قرآن و یث میں وقت لگانا چاہیئے۔ تاریخ میں تو یہ لکھا ہے کہ فلاں متکبر بادشاہ نے آدمی جمع کئے۔ فلاں اقہ پر چڑھ دوڑا، قتل کیا، مال لوٹا، فساد کیا اور حاکم بن گیا، قتل کیا یا خود قتل ہو گیا۔ خس کم جہاں پاک البتہ اسلامی جہاد کی تاریخ پڑھنا ایک نیک عمل ہے تاکہ کفار کے مقابلہ میں جہاد کا جذبہ دا ہوا۔ جہاد کے اصول معلوم کر کے ان کے مطابق اللہ تعالیٰ کے دین کو ہر جگہ غالب کرنے میں مہ لے۔

باب - ۳

اسلامی عبادات

یہ یاد رکھیے کہ اسلام میں صرف نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا ہی عبادت نہیں، عبادت کا اصل مفہوم یہ ہے کہ انسان زندگی کے ہر حصہ میں اسلام کے احکام کی تابعداری کرے، اگر نماز پڑھے تو اس انداز پر جس کا حکم قرآن وحدیث میں دیا گیا اور جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پڑھی اس طرح دوسری عبادات روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد، حکومت، سیاست، تعلیم، معاشرت، تجارت، اخلاق عامہ اور خوشی وغم ہر بات میں قرآن وحدیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اطاعت کرے۔ اس کا ہر کام اسلام کی پابندی ہو اور ہر کام اسلام کی ہدایات کے مطابق ہو تو وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہے۔ البتہ عبادت کے چار بڑے کام ہیں جن کو ارکان اسلام کہا جاتا ہے، یعنی نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج اس باب میں ان ارکان اسلام کو بیان کیا جاتا ہے۔

ارکان اسلام میں پہلا اور سب سے ضروری کام نماز ادا کرنا ہے اس لیے سب سے پہلے اور قدرے تفصیل کے ساتھ مسجد اور نماز کے احکام بیان کئے جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ واللہ الموفق

مسجد اور نماز

مسجد کی تعریف اور مسجد بنانے کا اجر

جب کوئی شخص کسی قطعۂ زمین کو مسجد قرار دے جو کہ اس کی صحیح ملکیت میں تھا تو وہ مسجد بن گئی، اس کو فروخت کرنا، دوسرے کو ہبہ کرنا، واپس لینا اور وراثت میں دینا جائز نہیں۔

یہ قطعۂ زمین ہمیشہ مسجد کے طور پر رہے گا۔

بعض گدھے سڑکیں سیدھی کرنے کے لیے یا دنیاوی اغراض کی خاطر مسجد کو وہاں سے ہٹا دیتے ہیں یہ سخت جرم اور گناہ ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس

نے اللہ کے لیے (راضی کرنے کی خاطر) مسجد بنائی اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لیے اس جیسا مکان بنائے گا (صحیح مسلم باب فضل بناء المسجد والحث علیہا ج کتاب الصلوٰۃ ص۲۰۱)

دنیا کا مکان عارضی اور کئی آفات سے بھرپور ہوتا ہے اگر کوئی شخص دنیا کا مکان تعمیر کرے تو سمجھتا ہے کہ بڑا کارنامہ کیا۔ مگر جنت کا مکان سونے چاندی کا بنا ہوا، باغات اور نہروں پر مشتمل اور ابدی مکان ہے انسان کو چاہیئے کہ سب سے پہلے جنت کا مکان بنانے کی کوشش کرے۔

مسجد، چندہ اور کمیٹی

یہ بھی ضروری ہے کہ مسجد کا انتظام ان لوگوں کے ہاتھ میں ہو جو اسلام کی بنیادی تعلیمات سے آگاہ ہوں، امانت دار ہوں۔ حرام کاروبار سے بچتے ہوں، ان کے عقائد قرآن وحدیث کے مطابق ہوں، شرک اور بدعت سے بچتے ہوں، مسجد کے عملے کی عزت کرنا جانتے ہوں اور بہادر ہوں کہ مسجد اور اس کے عملے کا دفاع کر سکیں۔

اور مسجد میں شرک و بدعت اور خلاف اسلام کام نہ ہونے دیں۔

مسجد کی آمدنی کو جائز طریقے سے خرچ کریں۔

مسجد کی دوکانوں میں کوئی حرام کاروبار نہ ہونے دیں، مثلاً تصویر سازی، موسیقی اور غیر اسلامی حجامت خانہ کا کام نہ ہونے دیں۔

مسجد میں خرچ کرنے کے لیے صرف ان لوگوں سے چندہ لیا جائے جو حلال کاروبار کرتے ہوں اور چندہ دینے کی نیت کے مطابق خرچ کریں۔ چندے کی رقم ایسی جگہ رکھیں کہ وہ نوٹ یا نقدی تبدیل کئے بغیر خرچ ہو، یہی بات مناسب تر ہے۔

حرام مال سے مسجد نہ بناؤ

حرام مال سے مسجد بنانا، مسجد کے اندر حرام مال سے خرید کردہ چٹائیاں بچھانا، غصب شدہ زمین پر مسجد بنانا اور مسجد کے اندر کسی بزرگ کا مزار اور قبر بنانا شدید ترین جرم ہے۔

قبروں کے چڑھاوے اور اللہ کے سوا کسی بھی دوسرے کے نام پر نذر ونیاز سے مسجد بنانا یا مسجد میں چٹائی بچھانا بھی جرم ہے، ایسی مسجد جو حرام مال سے بنائی گئی ہو، اس میں نماز پڑھنا خاص فائدہ مند نہیں اسی طرح مسجد کے عملے کو حرام مال سے تنخواہ نہ دی جائے، اگر کسی مسجد کا عملہ یا خطیب حرام مال

مثلاً سود، سینما، ناجائز ٹیکس، قبروں کے چڑھاوے وغیرہ سے تنخواہ لے گا، وہ لوگوں تک اسلام تو پہنچا نہیں سکتا، البتہ وہ ایک گونگاہ بہرہ نوکر ہے اور عالم کی شکل رکھنے والا ایک مکروہ بت ہے جو اسلام کی صحیح تعلیم پیش نہیں کر سکتا، حرام اموال کے بارے میں اقتصادیات کے باب میں زیادہ تفصیل آئے گی۔

نماز پڑھنا فرض ہے

مرد اور عورت دونوں پر نماز پڑھنا اور زکوٰۃ دینا فرض ہے۔ خود نماز پڑھیں اور گھر والوں کو نماز کا پابند بنائیں۔

اللہ تعالیٰ نے مردوں کو مخاطب کیا اور فرمایا :

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ط	اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔

(البقرۃ ـ ۱۱۰)

عورتوں کو مخاطب کیا اور فرمایا !

وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوۃَ	اور "اے عورتو" نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔

(الاحزاب ـ ۳۳)

نماز کے اوقات مقرر ہیں فرمایا

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا o	بیشک نماز اپنے مقررہ وقتوں میں مسلمانوں پر فرض ہے۔

(النساء ـ ۱۰۳)

نماز عصر کے وقت عام طور پر کاروبار میں لوگوں کی مصروفیت زیادہ ہوتی ہے اس لیے اس کے بارے میں خصوصی طور پر تاکید فرمائی۔

حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی ق	سب نمازوں کی حفاظت کرو (خاص کر) درمیانی نماز کی۔

(البقرۃ ... ۲۳۸)

یاد رہے کہ درمیانی نماز سے مراد نماز عصر ہے۔

اپنے گھر والوں کو نماز پڑھنے کا حکم دینے کی تاکید کی اور فرمایا

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ط	اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کر اور خود بھی اس پر قائم رہ۔

(طٰهٰ — ۱۳۲)

حالاتِ جنگ میں بھی اگر نماز کی ادائیگی ممکن ہو تو نماز معاف نہیں، البتہ اگر نماز ادا کرنے کی کوئی صورت نہ ہو تو قضا کر کے پڑھ لے۔

غزوہ خندق میں مسلمانوں کو ایک نماز بعد میں ادا کرنی پڑی۔ اللہ تعالیٰ نے حالتِ جنگ میں نماز پڑھنے کا طریقہ بتایا اور فرمایا

وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوٓا أَسْلِحَتَهُمْ قف فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ ج	اور جب تو ان میں موجود ہو پس انہیں نماز پڑھانے کیلئے کھڑا ہو تو ان میں سے ایک جماعت تیرے ساتھ کھڑی ہونی چاہیئے اور وہ اپنے ہتھیار ساتھ لے لیں، پھر جب وہ سجدہ کریں تو تیرے پیچھے سے ہٹ جائیں اور دوسری جماعت آئے جس نے نماز نہیں پڑھی وہ تیرے ساتھ نماز پڑھے اور وہ بھی اپنے بچاؤ اور ہتھیار ساتھ رکھیں۔

(النساء — ۱۰۲)

۔ مسلمان حکمران کا فرض ہے کہ وہ سرکاری حکم کے ذریعے سب لوگوں کو نماز کا پابند کرے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دے اور خلاف ورزی کرنے والوں کو سزا دے۔ فرمایا

اَلَّذِينَ إِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ط	وہ لوگ اگر ہم انہیں دنیا میں حکومت دیں تو نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور نیک کام کرنے کا حکم کریں اور برے کاموں سے روکیں۔

(الحج — ۴۱)

یاد رکھیں نماز قائم کرنے کا معنی یہ ہے کہ قرآن و حدیث کے مطابق، پانچوں وقت باجماعت خود نماز پڑھے گھر والوں کو نماز کا پابند کرے اور اگر حکمران ہے تو ملک کے سب مسلمانوں کو نماز کے پڑھنے کا حکم دے۔

یہ بھی واضح کر دیا کہ نماز پڑھنے والے اور زکوٰۃ دینے والے مسلمان ہی آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ فر

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ ط — اگر یہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰ دیں تو دین میں تمھارے بھائی ہیں۔

(التوبہ - ۱۱)

احادیث میں نماز کی اہمیت بتائی گئی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

" اپنے بچوں کو نماز پڑھنے کا حکم کرو جبکہ وہ سات برس کے ہو جائیں اور جب دس برس کے ہو جائیں (اور نماز نہ پڑھیں) تو اس پر انہیں مارو اور ان کے بستر نے الگ الگ کر دو "

(سنن ابی داؤد ج کتاب الصلوٰۃ، باب متی یؤمر الغلام بالصلوٰۃ ص۱۷)

حضرت عبداللہ بن شقیق العقیلی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ صحابہ اکرام نماز کے سوا کسی عمل کے ترک کرنے کو کفر نہ سمجھتے تھے۔ (جامع ترمذی ج۲ ابواب الایمان ماجاء فی ترک الصلوٰۃ ص۹۰)

یعنی جس نے نماز ترک کر دی اس کے بارے میں لوگوں کا خیال ہوتا کہ شاید یہ کافر ہے کیونکہ بے نمازی مسلمان کی قسم تو عیسائی کفار اور ان کے دلالوں کے دورِ حکومت کی پیداوار ہے۔

افسوس کہ آج کل والدین اس بات کا خاص دھیان رکھتے ہیں کہ ہمارا بیٹا یا بیٹی دنیاوی تعلیم خوب حاصل کرے، پتلون پہنے، میز کرسی پر بیٹھ کر بلکہ گدھوں کی طرح کھڑا ہو کر چھری کانٹے کے ساتھ کھانا کھائے اور ڈنگروں کی طرح کھڑا کھڑا ٹانگ موت لے۔

مگر انہیں یہ خیال نہیں کہ ہماری اولاد مسلمان ہو، نمازی ہو، اسلام کی تعلیم سے آگاہ ہو اور اسلام کی پابند ہو۔ تاکہ دنیا میں ہم شریف اور مسلمان اولاد کے والدین کہلائیں اور موت کے بعد جنت حاصل کرنے کا ذریعہ ہو۔

یاد رہے کہ اسلام کی باغی اور بدمعاش اولاد دنیا میں بدنامی اور آخرت میں پھٹکار اور سزا کا باعث ہے

خشوع اور توجہ

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ نماز میں عاجزی اختیار کرو، دھیان کے ساتھ نماز ادا کرو اور نماز کے تمام آداب ملحوظ رکھو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ o — اور اللہ کے لیے ادب کے ساتھ کھڑے رہو۔

(البقرۃ - ۲۳۸)

نیز فرمایا کہ

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ۙ
بے شک ایمان والے کامیاب ہو گئے، جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔

(المومنون - ۱،۲)

مندرجہ بالا دونوں آیات میں عاجزی اختیار کرنے اور ادب ملحوظ رکھنے کا حکم دیا۔
جو لوگ دکھاوے کی خاطر نماز پڑھتے ہیں اور نماز کے آداب کا خیال نہیں رکھتے بلکہ غفلت کی حالت طاری کئے رہتے ہیں ان کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ۙ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ۙ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝ۙ
بس ان نمازیوں کے لیے ہلاکت ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں، جو دکھلاوا کرتے ہیں

(الماعون - ۴ - ۶)

نماز کے فائدے

نماز پڑھنے کے دنیاوی اور اُخروی بے شمار فائدے ہیں سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت ہے اور اس سے بڑھ کر کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ نمازی آدمی خدا اور رسولؐ کا وفادار اور بے نمازی آدمی دراصل خدا اور رسول کا غدار ہے۔
نماز پڑھتے رہنے سے آخر کار انسان کو برائیوں سے توبہ کی توفیق حاصل ہو جاتی ہے، بشرطیکہ حلال کھا کر، شرک و بدعت سے توبہ کر کے اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر نماز پڑھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ
اور نماز قائم کرو، بے شک نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔

(العنکبوت - ۴۵)

اگر کوئی پریشانی ہو تو بھی اس کا حل نماز پڑھنے میں ہے، چنانچہ پریشان کن حالات میں حکم دیا کہ صبر و استقلال سے کام کرو اور نماز پڑھ کر اللہ سے مدد مانگو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ
اور صبر کرتے اور نماز پڑھنے سے مدد لیا کرو۔

(البقرۃ - ۴۵)

اس لیے انسان کو چاہیئے کہ جب بھی کوئی پریشانی آئے تو نماز پڑھ کر دعا کرے اور استقلال کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرنے کی کوشش کرے، اس سلسلہ میں نمازِ حاجت پڑھنا بہت ہی مؤثر ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

احادیث میں بھی نماز کی اہمیت اور فوائد پر مفصل ہدایات موجود ہیں، حضرت ابو ہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔

(۳) تم بتاؤ کہ اگر تم میں سے کسی کے گھر کے دروازے پر ایک نہر ہو، اس میں وہ ہر روز پانچ بار نہائے اب تم کیا کہتے ہیں کہ اس کے ابدن پر) کچھ میل باقی رہ جائے گا۔؟

صحابہ نے عرض کیا: اس کے (بدن پر) کچھ میل باقی نہیں رہے گا۔ آپؐ نے فرمایا پانچ نمازوں کی یہی مثال ہے اللہ تعالیٰ ان کے باعث گناہوں کو مٹاتا ہے۔

(صحیح البخاری ج کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ الخمس کفارۃ ص۷۶)

(۴) ایک روایت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا۔ اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل زیادہ پسند ہے: آپؐ نے فرمایا: اپنے وقت پر نماز پڑھنا الحدیث

(صحیح البخاری ج کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب فضل الصلوٰۃ لوقتھا) ص۷۶

(۵) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا

پانچ نمازیں اور جمعہ سے دوسرے جمعہ تک (نماز جمعہ ادا کرنا اور پانچوں نمازیں پڑھنا) ان کے درمیان (وقت) کے لیے کفارہ (گناہوں کو مٹانے والا) ہے جبکہ وہ بڑے گناہ نہ کرے

(جامع ترمذی ج ابواب الصلوٰۃ، باب فی فضل الصلوٰت الخمس ص۵۲)

مندرجہ بالا احادیث سے واضح ہوا کہ:

نماز پڑھنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

نماز پڑھنا اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب عمل ہے۔ اس لیے کہ تمام اذکار و عبادات کی جامع عبادت نماز ہے۔

بے نمازی کا انجام

جو شخص نماز نہیں پڑھتا وہ معمولی درجہ کا مجرم نہیں ہے، بلکہ اس جرم کا انجام جہنم ہے بعض لوگ نماز چھوڑنے کو معمولی بات سمجھ لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگرچہ ہم نمازی نہیں مگر ہم کسی کا دل نہیں دکھاتے ہم فلاں فلاں تیر مارتے ہیں، حالانکہ جو شخص نماز چھوڑ دیتا ہے اس کا مسلمان ہونا ہی مشکوک بات ہے

اور وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دکھاتا ہے، بے نمازی ایک موذی جانور ہے جب بعض لوگ جہنم میں جائیں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ تم کس جرم میں جہنم میں گئے؟ تو وہ دوسرے جرائم کے ساتھ یہ بھی بتائیں گے کہ ہم بے نمازی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

یَتَسَاءَلُوْنَ ۝ عَنِ الْمُجْرِمِیْنَ ۝ مَا سَلَكَكُمْ فِیْ سَقَرَ ۝ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ ۝ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِیْنَ ۝ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِیْنَ ۝ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ۝ حَتّٰۤى اَتٰىنَا الْیَقِیْنُ ۝ (المدثر ۴۰-۴۷)	ایک دوسرے سے گناہ گاروں کی نسبت پوچھیں گے کس چیز نے تمھیں دوزخ میں ڈال دیا؟ وہ کہیں گے! ہم نمازی نہیں تھے اور نہ ہم مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے اور ہم بکواس کرنے والوں کے ساتھ (مل کر) بکواس کرتے تھے اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلاتے تھے یہاں تک کہ ہمیں موت آ پہنچی۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہوا کہ نماز چھوڑنے اور اسلام کے خلاف بکواس کرنے والے ڈنگروں کا انجام جہنم ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت دے اور ہر عذاب سے محفوظ رکھے۔

احادیث میں بھی بے نمازی کا انجام بتایا گیا۔

۱۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے اور ان (منافقین) کے درمیان نماز کا عہد ہے جس نے اسے چھوڑ دیا اس نے کفر کیا۔

(ابن ماجہ ابواب اقامۃ الصلوٰت باب ماجاء فی من ترک الصلوٰت ص۷۵)

۲۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بندے اور کفر کے درمیان نماز چھوڑ دینے کا فرق ہے۔

(ابن ماجہ ابواب اقامت الصلوٰۃ باب ماجاء فی من ترک الصلوٰت ص۷۵)

۳۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا، کہ ایک روز آپ نے نماز کا ذکر کیا تو فرمایا جس نے اس کی حفاظت کی (یعنی نماز پڑھتا رہا) قیامت کے روز اس کے لیے نور اور برہان اور نجات ہو گی اور جس نے اس کی حفاظت نہ کی (یعنی نماز پڑھنا چھوڑ دی) اس کے لیے کوئی نور نہ ہو گا۔ اور نہ برہان اور نہ نجات ہو گی اور قیامت کے دن (بے نماز آدمی) قارون اور فرعون اور ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہو گا۔

(سنن دارمی ج۲ کتاب الرقائق، باب فی المحافظۃ علی الصلوٰت ص۲۱۱، ۲۱۲)

اس کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فرعون بادشاہ تھا ممکن ہے کہ بے نمازی بادشاہ اور صدر فرعون

کے ساتھ جہنم میں جائیں، قارون سرمایہ دار تھا ممکن ہے کہ بے نمازی سرمایہ دار قارون کے ہمراہ جہنم میں جائیں ہامان وزیر تھا ممکن ہے کہ بے نمازی وزیر ہامان کے ہمراہ جہنم میں جائیں اور ابی بن خلف لیڈر تھا ممکن ہے کہ بے نمازی لیڈر ابی بن خلف کے ہمراہ جہنم میں جائیں اور بے نمازی عوام عام بدمعاشوں کے ہمراہ جہنم میں جائیں۔

(واللہ اعلم بالصواب)

باجماعت نماز ادا کرو

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو باجماعت نماز ادا کرنے کا حکم دیا اور فرمایا:۔

وَارْكَعُوا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ○ — اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو

(البقرۃ - ۴۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باجماعت نماز، تنہا کی نماز سے ستائیس درجہ افضل ہے۔

(صحیح البخاری ج کتاب الاذان، باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ ص۸۹)

اب وہ کس قدر بدنصیب ہے کہ عذر کے بغیر نماز جماعت چھوڑ دیتا ہے اور ستائیس گنا اجر سے محروم رہتا ہے۔

حضرت ابو ہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ نماز پڑھانے کا کسی کو حکم کروں، وہ لوگوں کو نماز پڑھائے، میرے ساتھ آدمی ہوں جن کے پاس لکڑیوں کا گٹھا ہو، پھر ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے تو ان کے گھروں کو آگ سے جلا دوں۔ (سنن ابی داؤد ج کتاب الصلوٰۃ، باب التشدید فی ترک الجماعۃ ص

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ میں نے ارادہ کیا اپنے جوانوں کو حکم دوں، وہ لکڑیوں کا گٹھا جمع کریں، پھر میں ان لوگوں کی طرف جاؤں جو اپنے گھروں میں نماز پڑھتے ہیں اور انہیں علت (بیماری یا عذر) نہیں، پھر ان کے گھروں کو جلا دوں۔ (سنن ابی داؤد ج کتاب الصلوٰۃ باب التشدید فی ترک الجماعۃ ص

مسجد میں جانے کا طریقہ

حضرت ابو اُسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو یہ کہے۔

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ — اے اللہ میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

اور جب مسجد سے باہر آئے تو یہ کہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ — اے اللہ میں تیرا فضل مانگتا ہوں

(صحیح مسلم ج۱ کتاب الصلوٰۃ، باب ما یقول اذا دخل المسجد ص۲۴۸)

مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں قدم اندر رکھے اور مسجد سے باہر آتے وقت پہلے بایاں قدم رکھے۔ مسجد میں داخل ہونے کے بعد بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھ لے، البتہ اگر نماز کی جماعت ہو رہی ہو تو جماعت میں شامل ہو جائے۔

مسجد میں جاتے وقت اچھا لباس پہنے، بدبو دور کرے بلکہ خوشبو لگائے تو زیادہ بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (الاعراف — ۳۱) — اے آدم کی اولاد! تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا زینت (لباس) پہن لیا کرو۔

مسجد میں کیا کرے؟

مسجد میں شور برپا کرنا اور دنیا کی باتیں کرنا منع ہیں، مسجد کو ذکر اللہ اور نماز کے ساتھ آباد کرنے والے مسلمان ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝ (التوبۃ — ۱۸)

اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتا ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرا، سو وہ لوگ امیدوار ہیں کہ ہدایت پانے والوں میں سے ہوں۔

الغرض مسجد میں داخل ہونے کے بعد صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ نماز پڑھیں، قرآن مجید کی تلاوت کریں، قرآن و حدیث سے ثابت شدہ اوراد و وظائف کریں اور آہستہ آواز کے ساتھ ذکر اللہ کریں بلند آواز سے شور مچا کر مسجد کو اپنے لیے بک کرانے کی کوشش نہ کریں۔

اگر مسجد میں بیٹھ کر آہستہ آواز کے ساتھ مسلمانوں کی بھلائی، اسلام کی تبلیغ، جہاد، مسلمانوں کے غلبۂ شوکت اور دو مسلمانوں کی آپس میں صلح کرانے وغیرہ ایسے امور پر غور و خوض کریں، تو بھی درست ہے۔

مسجد میں آتے وقت صاف لباس پہنیں اور خوشبو لگائیں، مسجد میں شور نہ مچائیں، شرک اور بدعت مشتمل اوراد کرنا در صل مسجد میں شرک اور بدعت کی بدبو پھیلانا ہے، مسجد میں نہ تھوکیں اور نہ ہی کوڑا ڈا مسجد کے اندر خرید و فروخت اور تجارت کرنا جرم ہے، مسجد میں کسی کو سزا دینا اور شعر و شاعری کرنا جُرم ہے جب مسجد میں شعر پڑھنا بھی صحابہ کرام کو ناپسند تھا تو مسجد میں طبلہ و سارنگی پر قوالی کرنا تو حد در خبیث کام ہے، الغرض مسجد میں اسلام کے خلاف کوئی بات نہ کرے اور نہ کوئی کام کرے۔

مسجد تو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے بنائی گئی ہے شرک و بدعت یا شور مچانے کے لیے نہ بنائی گئی۔

امام اور مقتدی کے فرائض

امام و خطیب کے بارے میں سب سے ضروری معاملہ یہ ہے کہ اس کے عقائد قرآن و حدیث کے ہوں، شرک اور بدعت سے بچتا ہو، اور نماز کے ضروری مسائل سے واقف ہو۔

شرک و بدعت کا مرتکب یا صحابہ کرام کا دشمن یا حدیث کا منکر اور قرآن مجید سے ثابت شدہ سے اختلاف کرنے والے آدمی کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔

امام اور مقتدی دونوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو قریب ترین بھائی سمجھیں۔ ایک دوسرے ضروریات میں ممکن حد تک تعاون کریں، حلال کھائیں حرام خور آدمی کی کوئی عبادت مطلوبہ رنگ لاسکتی۔

امام صاحب کو چاہیئے کہ وہ نمازیوں کی دینی تعلیم و تربیت کا ایک جامع پروگرام بنائیں انہیں کے وہ بنیادی عقائد بتائیں کہ جن پر ایمان رکھنا نجات پانے کی شرط ہے اس طرح عبادت اور زندگی ہر حصہ میں فرض اور واجب درجہ کے ضروری کام پہلے بتائیں اور ایسا نہ کریں کہ مستحبات کا درس رہیں اور فرائض و واجبات و سنن کی طرف توجہ کبھی نہ دیں۔

مناسب ہے کہ روزانہ قرآن مجید اور حدیث اور فقہ کا درس دیں۔ اور سب نمازیوں کو سمجھائیں کہ ایک روحانی برادری ہو۔ ایک دوسرے سے تعاون کرو، اگر ہر مسجد کے نمازی اپنے آپ کو ایک بھائی شمار کریں اور ہر نمازی کی دنیاوی ضروریات اس مسجد میں پوری ہو جائیں اور رآفرینی زندگی کے میں ان کی تربیت وہیں مکمل ہو جائے تو یہ ایک مثالی مسجد ہوگی۔

مقتدی حضرات کو چاہیئے کہ وہ مسجد اور مسجد کے عملے کی ضروریات پوری کرنے کے لیے

ساتھ مالی تعاون پیش کریں اور مسجد اور مسجد کے محلے کے جان و مال و عزت کی حفاظت میں بھرپور ارادا کریں۔

کس پانی سے وضو اور غسل درست ہے

بارش، وادیوں، چشموں، کنوؤں، سمندروں، دریاؤں، نہروں اور نل وغیرہ کے (غیر مستعمل) پانی سے بدن و لباس وغیرہ کو پاک کرنا جائز ہے۔

درخت اور پھل سے پانی نچوڑ کر طہارت حاصل کرنا جائز نہیں۔

جس کو پانی کے وصف سے بدل دیا گیا ہو، مثلاً وہ شربت اور سرکہ اور شوربا بن گیا تو اس سے طہارت جائز نہیں۔

جس پانی کے تین اوصاف ذائقہ، رنگ اور بُو بدل گیا اس سے طہارت جائز نہیں اگر دو اوصاف بدل جائیں تو بھی اس سے طہارت حاصل کرنا درست نہیں۔

اگر میل صاف کرنے والی چیز پانی میں ملائی، مثلاً بیری کے پتے تو ذائقہ بدلنے کے بعد بھی طہارت جائز ہے (بشرطیکہ ملائی جانے والی چیز پاک ہو)۔

جس پانی میں گندگی مثلاً پیشاب، پاخانہ، شراب، خون وغیرہ گر گیا اس سے طہارت جائز نہیں۔

البتہ اگر نہر یا دریا کے بہتے پانی میں گندگی گر گئی اور اس کا اثر جاتا رہا تو طہارت درست ہے۔

اگر بڑے تالاب کے ایک طرف گندگی گر رہی اور دوسری طرف اس کا اثر نہیں پہنچ سکتا تو دوسری طرف طہارت جائز ہے۔ بڑے تالاب سے مراد یعنی دس ہاتھ لمبا اور اتنا ہی چوڑا اور اس قدر گہرا ہو کر چلّو لینے سے مٹی نہ اٹھے۔ یا اس سے بڑا ہو۔

جو حیوان پانی میں رہتا ہے مثلاً مچھلی، مینڈک اور سرطان وغیرہ اگر وہ پانی میں مر جائے تو پانی پاک رہے گا۔ البتہ اگر خشکی کا مینڈک مرے تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔ جس کی انگلیوں کے درمیان پردہ ہو وہ خشکی کا مینڈک ہے۔

جس حیوان میں بہتا خون نہ ہو، مثلاً مکھی، زنبور، بچھو وغیرہ اگر یہ پانی میں گر کر مر جائے تو پانی پاک ہی رہے گا۔

جس پانی سے وضو کر لیا جائے یا غسل کر لیا جائے وہ پانی مستعمل ہے، مستعمل پانی سے طہارت حاصل کرنا جائز نہیں البتہ مستعمل پانی کپڑے پر لگنے سے کپڑا ناپاک نہیں ہوتا، مستعمل پانی سے مُراد

وہ پانی ہے کہ (مثلاً وضو یا غسل) کرنے کے لیے استعمال کیا گیا ہو۔

(ملخصاً من ہدایۃ ج:۱ کتاب الطہارۃ) باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء و مالا یجوز بہ ص۲۳-۲۹)

- اگر دریائی مینڈک پانی میں مر جائے اور گل سڑ کر اس کے اجزاء پانی میں مل جائیں تو اس سے وضو درست ہے۔ اس لیے کہ پانی پاک ہے مگر اس پانی کا پینا جائز نہیں۔
- جس کنوئیں میں چڑیا کا بچہ گر کر مر گیا ہر چند تلاش کیا مگر نہیں ملا تو اس کو اتنی مدت کے لیے بند کر دیا جائے کہ وہ جانور کیچڑ بن جائے یعنی اس کا استحالہ ہو جائے پھر تین سو ڈول پانی نکال کر پانی کو استعمال کیا جائے ایک قول کے مطابق یہ مدت چھ ماہ ہے۔

(ردالمختار ج:۱ کتاب الطہارۃ، باب المیاہ فصل فی البئر ص۲۱۲)

کنواں کیسے پاک کریں

- اگر کنوئیں میں اونٹ یا بکری کی ایک دو مینگنیاں گر جائیں تو کوئی حرج نہیں۔
- اگر کبوتر یا چڑیا کی بیٹ گر جائے تو بھی ناپاک نہیں۔
- اگر بکری پیشاب کرے تو اندازہ کر کے سارا پانی باہر نکال دیں۔
- اگر اس میں چڑیا یا چوہا یا اس کے برابر کا جاندار مر جائے اور گلا سڑا نہ ہو تو تیس ڈول پانی نکالا جائے
- اگر کبوتر یا مرغی وغیرہ گر کر مر جائے اور گلے سڑے نہیں تو پچاس ڈول پانی نکالا جائے
- اگر جانور چھوٹا ہو یا بڑا ہو گر کر گل سڑ جائے تو اندازہ کر کے سارا پانی نکالا جائے ایک سمجھدار آدمی اندازہ کرے کہ کنوئیں میں کتنے ڈول پانی ہے اسی قدر پانی نکالا جائے۔

(ہدایہ ج:۱ کتاب الطہارت، باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء و مالا یجوز بہ فصل ا ص۴۱-۴۲)

کتنی نمازیں قضا کرے

اگر کوئی جانور گر کر مر جائے مگر معلوم نہیں کہ کب گرا تھا؟ اور اس ناپاک پانی سے وضو کر کے نمازیں پڑھتا رہا، اب معلومات حاصل کرے اگر معلوم نہ ہو سکے تو اگر جانور گلا سڑا نہیں تو ایک دن رات کی نمازیں دوبارہ پڑھے اور اگر گل سڑ جائے تو تین دن رات کی نمازیں دوبارہ پڑھے۔

(ملخصاً من الہدایۃ ج:۱ کتاب الطہارت ص۴۳)

کیا جوٹھا پانی پاک ہے

اگر آدمی یا کوئی حلال جانور جس کا گوشت کھایا جاتا ہے وہ پانی پی لے اور کچھ جوٹھا پانی باقی بچے تو
ہے اس سے وضو کرنا درست ہے اور مسلمان کے جوٹھے میں شفاء ہے۔
کتے نے برتن میں پانی پیا وہ پانی پلید ہے اس برتن کو تین بار دھوئے اگر کتا کسی برتن کو چاٹ لے
بار دھوئے اور ایک بار مٹی سے صاف کرے۔
خنزیر اور تمام درندوں کا جوٹھا پانی پلید ہے۔
بلی کا جوٹھا اور عام چلنے پھرنے والی مرغی کا جوٹھا مکروہ ہے ۔
شکاری پرندوں کا جوٹھا مکروہ ہے اور پلید نہیں بشرطیکہ ان کی چونچ پر گندگی لگی نہ ہو۔
سانپ اور چوہے کا جوٹھا مکروہ اور گدھے خچر کا جوٹھا مشکوک ہے۔
اس لیے ان پانیوں سے طہارت حاصل کرنا درست نہیں۔

(ملخصاً من ہدایہ ج ۱، کتاب الطہارۃ ص ۴۴ - ۴۶

حیض اور استحاضہ کے مسائل

عورتوں کو ہر ماہ کم از کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن تک حیض کا خون آتا ہے اگر تین
سے کم یا دس دن تک سے زیادہ خون آئے تو زیادہ دن آنے کی صورت میں ایام استحاضہ شمار
ہوں گے اور کم دن بھی استحاضہ شمار ہوں گے۔ گدلا پانی اور زرد حیض شمار ہوگا اور سفید پانی حیض
پاک ہونا شمار ہوگا۔
حیض کے دنوں میں عورت پر نماز معاف ہے اور ان نمازوں کو دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔
حیض کے دنوں میں عورتوں کے لیے مسجد میں داخل ہونا، قرآن مجید کو چھونا، خانہ کعبہ کا طواف کرنا۔
پڑھنا اور مرد کے پاس جانا جائز نہیں۔ حیض کے دنوں میں روزہ رکھنا بھی جائز نہیں، البتہ بعد میں
سے قضا کرنا لازم ہے مگر حیض کے ایام کی نمازیں معاف ہیں۔
اگر حیض ایسے وقت شروع ہو کہ نماز کا کچھ وقت گزر چکا تھا اور ابھی عورت نے نماز نہیں پڑھی یا
وقت میں حیض ختم ہو کہ غسل کر کے نماز پڑھ سکتی ہے مگر سستی کی اور وقت پر نماز نہیں پڑھی تو یہ نماز
قضا کرکے پڑھے کیونکہ یہ نماز حیض سے پاک ہونے کے وقت یعنی طہر کے وقت میں آ چکی ہے۔

اگر حیض کے علاوہ بیماری کی وجہ سے خون آرہا ہے تو اندام نہانی میں کپڑا ٹھونس کر وضو کر لے اور نماز پڑھ لے۔

بچے کی پیدائش کے بعد آنے والے خون کو نفاس کا خون کہا جاتا ہے۔ اس کی کم از کم مدت کی کوئی حد نہیں۔ اور زیادہ سے زیادہ چالیس دن ہے چالیس دن سے اگر زیادہ خون بہتا رہا تو زیادہ دن استحاضہ میں شمار ہوں گے، نفاس کا حکم بھی حیض کی طرح ہے۔

اگر کسی کو ہمیشہ ہی خون جاری رہے تو ہر ماہ قمری کے پہلے دس دن حیض شمار ہوں گے اور باقی کے استحاضہ یعنی بیماری ہو گی۔

(ہدایہ ج ۱ کتاب الطہارات، باب الحیض والاستحاضہ ص ۶۲-۶۹)

غسل کا طریقہ

غسل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک دھوئے اس کے بعد استنجا کرے اور بدن پر جس جگہ گندگی لگی ہوئی ہے اسے دھو ڈالے، پھر وضو کرے اس کے بعد سارے بدن پر تین بار پانی ڈال کر غسل کرے۔ ناک میں پانی ڈالے تاکہ ناک کا اندر کا حصہ خشک نہ ہو پائے اور اس طرح اچھی طرح سے کلی کرے یعنی غرغرے کرے۔ البتہ روزے کی حالت میں گلے تک پانی نہ لے جائے۔

یہ یاد رہے کہ غسل میں تین فرض ہیں اگر ان میں سے ایک بھی جاتا رہا تو بدن ناپاک رہے گا۔

۱، کلی کرنا۔ ۲، ناک میں پانی ڈالنا، ۳، سارے بدن پر پانی بہانا

اور غسل میں پانچ سنتیں ہیں۔

۱، دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک دھونا، ۲، استنجا کرنا اور جس جگہ نجاست لگی ہوئی ہے اسے نہانے سے پہلے ہی دھونا ۳، ناپاکی دور کرنے کی نیت کرتے ہوئے غسل کرنا۔ یعنی دل میں ارادہ کرے کہ میں جنابت کی نجاست دور کرنے کے لیے غسل کر رہا ہوں، جنابت سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص بیوی سے جماع کرے یا احتلام ہو جائے یا بیداری کی حالت میں کسی وجہ سے شہوت کے ساتھ ٹپک کر منی نکلے ایسی صورت میں انسان پر غسل کرنا لازم ہے ۴، پہلے وضو کرنا ۵، سارے بدن پر تین بار پانی بہانا۔

استنجاء کا طریقہ

استنجاء کرنا سنت ہے، کیونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر دوام کیا ہے ....
استنجاء کرتے وقت پتھر اور اس کا قائم مقام یعنی ڈھیلا استعمال کرنا جائز ہے۔
استنجاء میں تین ڈھیلے استعمال کرنا چاہئیں۔ اگر زیادہ استعمال کرے تو پانچ یا سات ڈھیلے استعمال کرے۔ اور بہتر ہے کہ پہلے ڈھیلا استعمال کرے پھر پانی بھی استعمال کرے۔ تاکہ خوب طہارت حاصل ہو جائے۔ البتہ ہڈی اور گوبر کے ساتھ استنجا نہ کرے۔ ....
اس لیے کہ گوبر خود گندگی ہے اور ہڈی جنات کی غذا ہے۔ اور کھانے کی چیز کے ساتھ بھی استنجا نہ کرے۔ اور دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرے کیونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ کے ساتھ استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے۔
(ملخصاً من الهدایة ج: ۱، کتاب الطهارة، فصل فی الاستنجاء ص۷۹-۸۰)

وضو کا طریقہ

وضو کرتے وقت کسی ایسی جگہ بیٹھے کہ پانی کے چھینٹے گرنے کے بعد اس کے کپڑوں پر نہ پڑیں۔ سب سے پہلے وضو کی نیت کرے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے۔ اور مسواک کرے۔ حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مسواک کرنا منہ کو پاک کرتا ہے۔ اور رب تعالیٰ کو راضی کرتا ہے۔" (سنن نسائی، ج:۱، کتاب الطهارة باب الترغیب فی السواک ص۳)
حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
وہ نماز جس کے لیے مسواک کی جائے اس نماز سے ستر گنا افضل ہے جس کے لیے مسواک نہ کی جائے۔
(مشکوۃ المصابیح باب السواک ص۴۵ عن بیهقی فی شعیب الایمان)

پھر دونوں ہاتھ دونوں پہنچوں تک تین تین بار دھوئے، پھر تین بار کلی کرے، پھر تین بار ناک میں دائیں ہاتھ سے پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ سے صاف کرے۔ پھر سارے چہرے کو تین بار نئے پانی کے ساتھ دھوئے پھر دایاں بازو کہنی سمیت تین بار دھوئے اور بایاں بازو کہنی سمیت تین بار دھوئے۔
پھر نیا پانی لے کر ہاتھوں کو اس سے تر کر کے سارے سر کا مسح کرے اور انگلیاں کانوں میں پھیرے پھر گردن کا مسح کرے، پھر دایاں پاؤں ٹخنوں سمیت تین بار دھوئے اس کے بعد بایاں پاؤں تین بار دھوئے

اب اس کا وضو مکمل ہو گیا۔

یاد رہے وضو میں فرض کام یہ ہیں۔

۱۔ سارا چہرہ ایک بار دھونا، ۲۔ دونوں بازو کہنیوں سمیت ایک ایک بار دھونا ۳۔ چوتھائی سر کا مسح کرنا ۴۔ دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت ایک ایک بار دھونا۔ باقی سنتیں ہیں۔ اگر فرض رہ گیا یا وضو کی جگہ ایک بال برابر بھی خشک رہ گیا تو وضو نہ ہوا اور نہ ہی نماز ہو گی سنت رہ جانے سے ثواب کم ہوا مگر وضو ہو گیا۔

ایک روایت میں جو شخص وضو کرنے کے بعد یہ دُعا پڑھے گا اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جائیں گے جس سے چاہے داخل ہو۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

(صحیح مسلم ج ۱، کتاب الطہارۃ، باب الذکر المستحب عقب الوضوء)

جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

درج ذیل صورتوں میں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

۱۔ آگے یا پیچھے سے (پیشاب وغیرہ) نکلے۔

۲۔ خون یا پیپ اپنے مقام سے نکل کر آگے بڑھ جائے۔

۳۔ منہ بھر قے آئے۔

۴۔ ڈھانسنا لگا کر سو جائے یا لیٹ کر سو جائے۔

۵۔ یا کسی چیز کے ساتھ ٹیک لگا کر ایسا سو جائے کہ اگر اسے ہٹایا جائے تو گر پڑے۔

۶۔ بے ہوش ہو جائے۔

۷۔ دیوانہ ہو جائے۔

۸۔ رکوع وسجود والی نماز میں بلند آواز سے قہقہہ لگا کر ہنس دے۔

۹۔ پچھلی طرف (دُبر) سے کیڑا نکلے۔

۱۰۔ اگر پھوڑا پھٹ جائے اور پھوڑے کے سرے سے پانی یا پیپ وغیرہ بہہ نکلے تو وضو ٹوٹ گیا۔

(ملخصاً من ہدایہ اولین، کتاب الطہارۃ، فصل فی نواقض الوضوء ص ۲۸)

نماز کی شرائط

نماز پڑھنے سے پہلے کچھ کام اس قدر ضروری ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی ایک کام نہ کیا تو نماز ادا نہیں ہوگی۔ انہیں شرائط نماز کہا جاتا ہے۔

شرائطِ نماز درج ذیل ہیں۔

۱۔ نمازی پر لازم ہے کہ (نماز) پڑھنے سے پہلے ہر ناپاکی اور گندگی سے اپنے آپ کو پاک کرے۔ (یعنی غسل کی حاجت ہو تو غسل کرے اگر وضو نہ ہو تو وضو کرے۔ پاک لباس پہنے اور نماز کی جگہ پاک رکھے۔

۲۔ وضو کرے۔

۳۔ پردہ پوشی کرے یعنی مرد ناف سے لے کر گھٹنوں تک پردہ کرے مناسب ہے کہ ناف اور گھٹنوں کا بھی پردہ کرے۔ عورتوں کا سارا بدن سوائے چہرے اور ہاتھوں کے پردہ میں رہنا چاہیئے۔

۴۔ مقررہ نماز جو پڑھنا چاہتا ہے اس کی نیت کرے کہ فلاں نماز، اس قدر رکعت اور امام کے پیچھے یا تنہا پڑھنا چاہتا ہوں۔ اور یہ ضروری ہے کہ نماز شروع کرتے سے فوراً پہلے نیت کرے، دل سے ضرور نیت کرے زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں۔

۵۔ قبلہ کی طرف رُخ کرے، اگر جنگل میں ہو جہاں کوئی نہ بتائے کہ قبلہ کس طرف ہے تو پھر تو سوچے اور جدھر قبلہ کا ہونا سمجھ میں آئے اس طرف رُخ کر کے نماز پڑھے۔

۶۔ نماز کا وقت آئے تو نماز پڑھے، وقت سے پہلے نماز ادا نہیں ہوتی۔ اور وقت گذرتے کے بعد قضا کرنا ہوگی۔ (ملخصا من ہدایۃ، ج ۱، کتاب الصلوٰۃ، باب شرائط الصلوٰۃ صہ۹۲ - ۹۸)

نماز کے فرائض

نماز کے اندر کچھ فرائض ہیں جن میں سے ایک بھی رہ جاتے تو نماز ادا نہیں ہوگی، نماز کے فرائض درج ذیل ہیں۔

۱۔ پہلی بار تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر کہنا۔ پہلی بار اللہ اکبر کے بعد جتنی بار اللہ اکبر کہے گا وہ سنت ہے۔

۲۔ ہر رکعت میں قیام کرنا یعنی اگر صحت مند ہے اور کھڑا ہو سکتا ہے تو کھڑا ہونا فرض ہے۔ البتہ نوافل میں بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے۔

۳۔ ہر رکعت میں ایک بار رکوع کرنا۔

۴- ہر رکعت میں دو دو بار سجدہ کرنا۔

۵- ہر قعدہ جس میں سلام کرکے نماز ختم کی جاتی ہے اس قعدہ میں اتنی دیر بیٹھنا کہ جتنی دیر میں تشہد پڑھا جا سکتا ہے۔

نماز کے واجبات

نماز میں کچھ واجبات ہیں اگر قصداً واجب چھوڑ دیا تو نماز دوبارہ پڑھے اگر بھول کر چھوڑ دیا تو سجدہ سہو کرے پھر نماز درست شمار ہوگی، واجبات یہ ہیں۔

۱، الحمد شریف پڑھنا ۲، اس کے ساتھ سورت ملانا ۳، ہر فرض کو اپنی جگہ ادا کرنا ۴، ترتیب قائم رکھنا ۵، چار یا تین رکعت والی نمازیں درمیان کا قعدہ کرنا ۶، سلام کہہ کر نماز ختم کرنا واجب ہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنا سنت ہے۔ ۷، وتر میں دعائے قنوت پڑھنا ۸، عیدین کی تکبیرات زائدہ ۹، پہلی دو رکعتوں کو قرأت کے لیے متعین کرنا۔ ۱۰، اطمینان کے ساتھ ہر رکن کو ادا کرنا مثلاً رکوع کے بعد سیدھے کھڑے ہونا اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا ہر سجدہ یا رکوع میں ایک بار تسبیح کہنے کے برابر وقت لگانا اطمینان ۱۱، ظہر اور عصر کی نمازیں اخفا کرنا یعنی آہستہ قرأت کرنا اور مغرب، عشاء اور فجر کی نماز میں یعنی فرائض میں جہر یعنی قدرے بلند آواز سے قرأت کرنا مگر یاد رہے کہ یہ جہر امام پر واجب ہے اگر تنہا نماز پڑھے تو اسے اختیار ہے چاہے آہستہ پڑھے اور چاہے جہر کرے۔

(ملخصاً من شرح الوقایۃ ج ۱ کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ ص ۱۹۱)

نماز کی رکعتیں

پانچوں نمازوں کی رکعتیں درج ذیل ہیں۔

نمازِ فجر: ۲ سنت موکدہ اور ۲ فرض

نمازِ ظہر: ۴ سنت موکدہ، ۴ فرض، ۲ سنت موکدہ اس کے بعد جس قدر چاہے نوافل پڑھے البتہ ہر نماز کے بعد دو رکعت ہی نفل پڑھنا کہیں منقول نہیں ہے۔

نمازِ عصر: ۴ سنت غیر موکدہ اور ۴ فرض

نمازِ مغرب: ۳ فرض، ۲ سنت موکدہ اس کے بعد چاہے تو ۶ نفل پڑھے اور چاہے بیس نفل پڑھے

نمازِ عشاء: ۴ سنت غیر موکدہ، ۴ فرض، ۲ سنت موکدہ اس کے بعد جس قدر چاہے نوافل پڑھے

نمازِ وتر: اگر اطمینان ہو کہ سحری کو اٹھ جائے گا تو زیادہ مناسب یہ ہے کہ نماز تہجد کے بعد تین وتر پڑھے لیکن اگر سحری کو اٹھنے کا اطمینان نہ ہو تو سونے سے پہلے ہی وتر پڑھ لے۔

نماز کی نیت

جب نماز پڑھے تو شروع کرنے سے پہلے طے کرے، کہ میں فرض یا سنت یا نفل پڑھوں گا، اس قدر رکعت ہیں، یہ وقت ہے، منہ بطرف بیت اللہ شریف کے ہے اور امام کے پیچھے یا تنہا ہوں، مثلاً کوئی شخص عشاء کی نماز پڑھے تو فرضوں کی نیت اس طرح کرے۔ میں نے نیت کی چار فرض اللہ تعالیٰ کے، بوقت نمازِ عشاء، پیچھے امام صاحب کے جبکہ باجماعت نماز پڑھے اور منہ بطرف بیت اللہ شریف کے، اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کر دے، اس کے بعد سنت پڑھے تو یہ نیت کرے۔ کہ میں نے نیت کی دو رکعت یا چار رکعت سنت متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، منہ بطرف بیت اللہ شریف کے اللہ اکبر۔

نفل پڑھے، تو نیت کرے کہ میں نے نیت کی دو رکعت عبادت اللہ تعالیٰ کی منہ بطرف بیت اللہ شریف کے، اللہ اکبر۔

وتر کی نیت اس طرح کرے کہ میں نے نیت کی تین وتر واجب اس رات کے منہ بطرف بیت اللہ شریف کے اللہ اکبر۔

زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں، نیت دراصل دل سے ہی کرنی چاہیئے۔ کوئی آدمی دل سے نیت نہ کرے اور صرف زبان سے نیت کے الفاظ پڑھ دے اس کی نیت نہیں ہوئی۔

طریقۂ نماز

نیت کرنے کے بعد نماز پڑھنے کے لیے قبلہ کی طرف رُخ کر کے بالکل سیدھا کھڑا ہو، دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے یا دونوں کاندھوں کے برابر اٹھائے اور اللہ اکبر کہے اور اس کے ساتھ ناف کے قریب ہاتھ باندھ لے دایاں ہاتھ اوپر رکھے اور بایاں ہاتھ نیچے رکھے، دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور چھنگلی کے ساتھ بائیں ہاتھ کی پہنچی کے گرد حلقہ بنا لے۔

اس کے بعد دنیا کا کلام کرنا، سلام دینا یا سلام کا جواب دینا، چلنا پھرنا، ادھر ادھر دیکھنا، کھانا پینا، قبلہ کے رُخ سے سینہ کو ہٹانا وغیرہ سب کام حرام ہے اس کے بعد کھڑے ہونے کی حالت میں یہ پڑھے۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ — اے اللہ تو پاک ہے اور تیری حمد ہے اور تیرا نام

وَتَعَالٰی جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ — برکت والا ہے اور تیری شان بلند ہے اور تیرے بغ

کوئی معبود نہیں۔

یا جو احادیث میں مذکور ہے یاد ہو تو وہ بھی پڑھ سکتا ہے۔ پھر یہ پڑھے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ — (میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں مردود شیطان سے) اللہ کے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۰ — سے شروع کرتا ہوں جو نہایت رحم والا ہے۔

اس کے بعد سورت فاتحہ پڑھے اور کوئی سورت پڑھے پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع کرے اور پشت سیدھی رکھے اور دو

ہاتھوں کی انگلیوں کے ساتھ دونوں گھٹنے پکڑلے اور یہ دُعا تین یا پانچ یا سات بار پڑھے۔

سُبْحٰنَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ — (پاک ہے میرا عظیم پروردگار)

اور اگر یہ بھی پڑھے تو بہت زیادہ ثواب ملے گا۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا — (پاک ہے تو اے اللہ ہمارا پروردگار اور تیری

وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ — حمد ہے اے اللہ مجھے معاف فرما دے)

پھر سیدھا کھڑا ہو۔ اور یہ دُعا پڑھے۔

سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، رَبَّنَا لَكَ — (اللہ نے اس کی سن لی جس نے اس کی حمد کی

الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ — ہمارے رب تیری حمد ہے بہت بہت حمد پاک برکت

اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرے، پیشانی اور ناک زمین پر لگائے اور دونوں ہتھیلیاں دو

کانوں کے برابر میں رکھے۔ اور یہ دُعا ۳ یا ۵ یا ۷ بار پڑھے۔

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰی — (پاک ہے میرا پروردگار بزرگ)

اور رکوع والی دوسری دُعا بھی پڑھے ایک بار، پھر اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر بیٹھ جائے، بایئں

بچھالے اور اس پر بیٹھ جائے، دایاں پاؤں اس طرح کھڑا کرے کہ انگلیاں قبلہ رُخ رہیں۔ اس کے

یہ دُعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ — (اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر اور ہ

وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ — دے اور مجھے عافیت دے اور مجھے روزی عطا

اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائے اور حسب سابق دعائیں پڑھے۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر

سیدھا کھڑا ہو اور حسب سابق دوسری رکعت مکمل کرے۔

اگر تین یا چار رکعت والی نماز پڑھے تو دوسری رکعت کے بعد یہ دُعا پڑھے۔

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ	(تمام بدنی اور زبانی اور مالی عبادتیں صرف اللہ کے لیے ہیں اے نبی آپ پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں ہم پر اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر سلامتی ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں بیشک محمدؐ اسکے بندے اور رسول ہیں)

اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر کھڑا ہو اور باقی رکعتیں مکمل کر کے آخری قعدہ میں بیٹھے اور اگر دو رکعت والی نماز پڑھے تو یہی آخری قعدہ ہے چنانچہ آخری قعدہ میں مندرجہ بالا دعا کے بعد درود شریف پڑھے اور قرآن مجید اور حدیث مبارک میں مذکور دعائیں پڑھے چنانچہ آخری قعدہ میں وَرَسُوْلُهٗ کے بعد یہ پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ	(اے اللہ محمدؐ اور آپ کی آل محمدؐ (امت محمدؐ) پر رحم فرما جیسے کہ تونے ابراہیمؑ اور آلِ ابراہیمؑ پر رحم فرمایا بے شک تو حمد والا بزرگ ہے اے اللہ محمدؐ اور آلِ محمدؐ (امت محمدؐ) پر برکت فرما جیسے کہ تونے ابراہیم اور آلِ ابراہیم پر برکت فرمائی بے شک تو حمد والا بزرگ ہے اے رب، مجھے کر دے نماز قائم کرنے والا اور میری اولاد سے، اے ہمارے رب اور دُعا قبول فرما، اے ہمارے رب مجھے اور میرے والدین اور تمام ایمانداروں کو بخش دے جس دن کہ حساب قائم ہو)

اس کے بعد قرآن و حدیث میں مذکور دعائیں بھی پڑھ سکتا ہے پھر دائیں طرف چہرہ گھما کر یہ کہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ۔ اس کے بعد بائیں طرف چہرہ گھما کر سلام کرے۔ اب نماز مکمل ہوگئی۔

اس کے بعد ایک بار اللہ اکبر اور تین بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ کہے اس کے بعد جو چاہے دعا کرے ایک بار یہ دُعا کرے

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ دُعا بھی پڑھتے تھے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ

(صحیح مسلم ج ۱، کتاب الصلوٰۃ باب الذکر بعد الصلوٰۃ ص ۲۱۸)

یہ یاد رہے کہ بعض ائمہ فقہاء کے نزدیک باجماعت نماز میں امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے پر بھی سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے اس طرح رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کرنا بھی مروی ہے۔

بعض کے نزدیک وتر تین رکعت ہیں اور بعض کے نزدیک وتر ایک رکعت ہے یہ دونوں ہی درست ہیں ان میں سے جس مسلک پر چلے وہ گمراہ نہیں البتہ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ فقہائے اربعہ کے چاروں مسالک کے اندر ہی رہے۔

سجدہ سہو

اگر نماز میں سجدہ سہو لازم ہو جائے تو تشہد پڑھ کر دائیں طرف سلام پھیرے اور اللہ اکبر کہہ کر دو سجدے کرے اور دوبارہ تشہد پڑھ کر نماز مکمل کرے، سجدہ سہو درج ذیل صورتوں میں آتا ہے۔

۱۔ کوئی واجب بھول کر چھوڑ دے اگر واجب قصداً چھوڑا تو نماز دوبارہ پڑھے۔

۲۔ کوئی رکن پہلے کر دے مثلاً سجدہ پہلے کرے اور رکوع بعد میں کرے۔

۳ کوئی رکن پہلے تھا اسے بعد میں ادا کرے۔

۴ کوئی رکن دوبار ادا کرے۔

۵ تیسری رکعت میں اٹھنے میں دیر کرے اور درود شریف مثلاً اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ تک یا کوئی اور دعا پڑھ لے۔

۶ جہری نماز میں اخفاء یا اخفاء کی نماز میں جہر کر دے۔

۷ پہلا قعدہ بھول کر چھوڑ دے البتہ اگر قعدہ سے اٹھتے ہوئے یاد آ گیا اب اگر بیٹھنے کے قریب تھا تو بیٹھ جائے اور سجدہ سہو نہیں ہوگا۔ لیکن اگر کھڑا ہونے کے قریب تھا تو نہ بیٹھے اور آخیر میں سجدہ سہو کر لے۔

۸۔ اگر آخری قعدہ چھوڑ دیا اور کھڑا ہو گیا، پھر سجدہ کرنے سے پہلے یاد آ گیا تو بیٹھ جائے اور سجدہ سہو کر کے نماز مکمل کرے لیکن اگر سجدہ کر لیا تو پھر یہ فرض نہ رہے بلکہ نفل بن گئے۔ اب ایک رکعت مزید پڑھ کر چھ نفل مکمل کر لے اور فرض دوبارہ پڑھ لے۔

مقتدی اگر بھول کر واجب چھوڑ دے تو اس پر سجدہ سہو لازم نہیں اور اگر امام پر سجدہ سہو لازم آئے سب مقتدیوں کو سجدہ سہو امام کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے (اگر دونوں طرف سلام پھیر کر سجدہ سہو یاد آ جائے تو دو سجدے کر کے دونوں طرف دوبارہ تشہد پڑھے بغیر سلام پھیر لے)

(ملخصا من شرح الوقایۃ ج، الکتاب الصلوٰۃ، باب سجود السہو ص۲۲۰ — ۲۲۲

جن سے نماز ٹوٹ جاتی ہے

درج ذیل صورتوں میں نماز ٹوٹ جاتی ہے اور دوبارہ پڑھنا ضروری ہے۔

۱. نماز میں قصداً یا بھول کر کلام کیا۔
۲ دنیا کے کسی معاملہ کی وجہ سے آواز کے ساتھ رو دیا۔ اگر دوزخ و جنت کے ذکر پر رویا تو کوئی ہرج نہیں۔
۳ قصداً کھانسا اور وہ لفظ بن گیا۔
۴ کسی کے کھانسنے پر یرحمک اللہ کہا۔
۵ عقل جاتی رہی یا بے ہوش ہوگیا۔
۶. ایسا سویا کہ گر پڑا۔
۷ سلام کا جواب دیا۔
۸ عمل کثیر کیا کہ جس کو دیکھ کر انسان یہ سمجھے کہ نماز نہیں پڑھ رہا۔ اور دونوں ہاتھوں سے کوئی کام کیا۔
۹ نماز میں اس قدر گھوم گیا کہ قبلہ کی طرف سے سینہ گھوم گیا۔
۱۰ نماز کے اندر کچھ چیز اٹھا کر کھا یا پی لی۔
۱۱ عورت نے نماز کے اندر جوڑا باندھا یا بچہ نے عورت کا دودھ پیا اور دودھ نکلا تو نماز ٹوٹ گئی۔
۱۲ کوئی واجب جان بوجھ کر چھوڑ دیا تو دوبارہ نماز پڑھے۔
۱۳ وضو یا تیمم ٹوٹ جانے پر بھی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

نمازِ وتر

نماز وتر تین رکعت ہیں اور ایک بھی جائز ہے۔ اگر یقین ہو کہ سحری کو اُٹھ جائے گا تو تہجد کے آخر میں وتر ادا کرے ورنہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لے۔

وتروں کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھے اور سورت ملائے۔ پہلی دو رکعتوں کے بعد قعدہ کرے اور تیسری رکعت میں سورۃ پڑھنے کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے دونوں کانوں تک یا کاندھوں تک اٹھائے اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے اور دوبارہ ہاتھ باندھ لے۔ اور دعائے قنوت پڑھے۔ دعائے قنوت دو طرح سے مروی ہے۔ جو چاہے پڑھے اور چاہے تو دونوں ہی پڑھ لے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنُؤْمِنُ بِکَ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ وَنَشْکُرُکَ

وَلَا نَكْفُرُكَ وَ نَخْلَعُ وَ نَتْرُكُ مَنْ يَفْجُرُكَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّي وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَ نَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ ٥ (ابن ابی شیبہ وسنن بیہقی)

حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمات سکھائے جو کہ میں وتر میں (دعا کے) وقت کہوں۔ (وہ یہ ہیں)

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَقِنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ اِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ وَاِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ ٥

(سنن نسائی کتاب قیام اللیل صد ۲۰۴)

ایک روایت میں آخر میں یہ الفاظ ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ (سنن نسائی کتاب قیام اللیل صد ۲۰۴)

جب وتر کا سلام پھیرے تو تین بار یہ کہے۔

سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ۔ اور تیسری بار آواز بلند کرے۔

(سنن نسائی، کتاب قیام اللیل، صد ۲۰۴)

نماز جمعہ

نماز جمعہ مسلمانوں کے لیے ایک بڑی اجتماعی عبادت ہے اور ایک علاقے کے مسلمانوں کی عام ملاقات اور قومی مسائل پر غور و خوض کا موقع بھی ہے اس کے بارے میں حکم دیا کہ ہر مسلمان پر جمعہ پڑھنا فرض ہے۔ البتہ غلام، عورت نابالغ بچے، بیمار، قیدی اور مسافر پر فرض نہیں۔ لیکن اگر ان میں سے کوئی جمعہ کی نماز پڑھے تو اجر و ثواب پائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ٥

اے ایمان والو جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو ذکر الٰہی کی طرف لپکو خرید و فروخت چھوڑ دو تمہارے لیے یہی بات بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

(الجمعۃ ـ ۹)

احادیث میں جمعۃ المبارک کی اہمیت واضح طور پر بیان کی گئی۔

1۔ حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن جمعہ پڑھنا ہر مسلمان پر واجب حق ہے سوائے چار کے یعنی غلام یا عورت یا بچہ (نابالغ) یا بیمار ہو۔
(سنن ابی داود ج: ا کتاب الصلوۃ، باب الجمعۃ للمملوک للمرأۃ صـ ۱۵۳)

- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس پر جمعہ کے دن جمعہ پڑھنا ضروری ہے، سوائے بیمار کے یا مسافر کے یا عورت کے یا بچہ کے یا غلام کے جو کسی کھیل مشغلہ یا تجارت میں لگ کر (جمعہ سے) بے پروائی کرے اللہ تعالیٰ اس سے بے پروائی کرے گا اور اللہ تعالیٰ بے پرواہ حمد والا ہے۔

(مشکوۃ المصابیح باب الجمعۃ صہ ۱۲۱ — ۱۲۲)

- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور جس قدر ہو سکے طہارت حاصل کرے اور تیل لگائے یا گھر میں خوشبو ہو تو وہ بھی لگالے پھر نکلے کہ دو کے درمیان جدائی نہ ڈالے (یعنی دو مسلمانوں کو لڑانے کی بات نہ کرے۔ یا مسجد میں داخل ہو کر صفوں کو چیرتا ہوا نہ بڑھے) پھر جو اس کا مقدر ہے نماز پڑھے پھر جب امام کلام شروع کرے تو یہ خاموش ہو جائے تو اس کے اور دوسرے جمعہ تک اس کی مغفرت ہو گی۔

(صحیح البخاری جلد ۱ کتاب الجمعۃ، باب الدھن للجمعۃ صہ ۱۲۱)

- حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جمعہ کے دن جنابت کا غسل کرے پھر (جمعہ کے لیے) جائے تو گویا اس نے اونٹنی خیرات کی اور جو دوسری گھڑی میں جائے تو گویا اس نے گائے خیرات کی اور جو تیسری گھڑی میں جائے تو گویا اس نے سینگوں والا مینڈھا خیرات کیا اور جو چوتھی گھڑی میں جائے تو گویا اس نے مرغی خیرات کی اور جو پانچویں گھڑی میں جائے تو گویا اس نے ایک انڈا خیرات کیا پس جب امام آجائے تو فرشتے ذکر (خطبہ) سننے لگتے ہیں۔

(صحیح مسلم ج ۱ کتاب الجمعۃ، فصل فی فصل التبکیر الی الجمعۃ صہ ۲۸۰-۲۸۱)

مسافر اور مریض کی نماز

اگر (۴۸ میل) یا اس سے زیادہ کا سفر اختیار کرے (چاہے سفر کا ذریعہ بری، بحری یا ہوائی ہو) مسافر کو لازم ہے کہ چار رکعت والی فرض نماز کے دو فرض پڑھے اور دو فرض والی نماز کے دو فرض، تین رکعت والی فرض نماز کے تین فرض ادا کرے۔

اگر مسافر نے چار رکعت فرض ادا کئے تو پہلی دو رکعت فرض شمار ہوں گی اور بعد والی دو رکعت نفل قرار پائیں گی۔ جب مسافر اپنے شہر کی حدود سے باہر نکلا تو مسافر ہوا۔ اب قصر کرے۔ اگر مسافر کسی شہر میں پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ کرے تو وہ مسافر ہے لیکن اگر پندرہ دن یا اس سے زیادہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کیا تو وہ مقیم ہوگیا۔ اب پوری نماز ادا کرے۔
سفر میں سنت، نفل بن گئیں چاہے تو پڑھے یا نہ پڑھے۔ اگر مسافر کسی مقیم کے پیچھے باجماعت نماز ادا کرے تو پوری نماز پڑھے۔ اگر مسافر امام بن جائے تو امام قصر کرے اور مقتدی امام کے دو رکعت کے بعد سلام پھیرنے کے بعد اٹھ کر باقی دو رکعت ادا کریں۔

(ملخصا من ھدایہ ج: ا کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ المسافر، ص: ۱۶۵-۱۶۷)

بیمار آدمی اگر کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھے۔ اگر رکوع و سجدہ نہ کر سکے تو اشاروں کے ساتھ کرے۔ اگر بیٹھ کر نہ پڑھ سکے تو لیٹ کر پڑھے اور پشت کے بل پر لیٹے، پاؤں قبلہ کی طرف کرے اور اشارہ کے ساتھ رکوع و سجدہ کرے۔ اگر پہلو پر لیٹ کر قبلہ رُخ ہو کر پڑھے تو بھی درست ہے اگر اشارہ کے ساتھ بھی نہ پڑھ سکے تو صرف آنکھوں یا پپوٹوں یا دل کے ساتھ اشارہ نہ کرے بلکہ نماز مؤخر کردے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اب بندہ معذور ہے اور اللہ تعالیٰ ہر آدمی کے احوال سے خوب آگاہ اور بخشنے والا ہے۔ اگر نماز کا کچھ حصہ کھڑے ہو کر پڑھا پھر اچانک بیمار ہوگیا تو باقی نماز بیٹھ کر پڑھے۔ اگر نماز پڑھتے وقت شدید بیمار تھا کہ اشاروں سے نماز پڑھ رہا تھا پھر اچانک اللہ تعالیٰ نے صحت عطا فرمادی تو اب نماز نئے سرے سے پڑھے تاکہ ساری نماز کھڑے ہو کر ادا ہو۔ اور مکمل صحت پر خوب شکر ادا کرے۔ اگر کسی پر بے ہوشی ہوجائے تو جس قدر نمازیں قضا ہوں انہیں بعد میں ادا کرے حنابلہ کا یہی مسلک ہے۔ البتہ احناف کے نزدیک اگر پانچ یا اس سے کم قضاء ہوں تو انہیں ادا کرنا ضروری ہے اگر پانچ سے زیادہ قضاء ہوں تو لازم نہیں (البتہ جس قدر قضا کر سکے ضروری ہی کرے)

(ملخصا من ھدایہ ج: ا کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ المسافر، ص: ۱۶۱-۱۶۲)

قضائے فوات

اگر کسی کی نماز (سونے یا بھول جانے) کی وجہ سے رہ جائے اور وقت نکل جائے تو جاگنے یا یاد آنے پر اسے ادا کرے۔ صرف فرض اور وتر قضاء کرے۔ البتہ نماز فجر رہ جائے اور اُسی دن زوال سے پہلے ادا کرے تو سنت اور فرض دونوں پڑھے لیکن اگر زوال کے بعد پڑھے تو صرف فرض پڑھے

اصل وقت کی نماز سے پہلے پہلے رہ جانے والی نماز کو ادا کرے۔

اگر چھ یا اس سے کم نمازیں رہ جائیں تو یہ ضروری ہے کہ قضا کرتے وقت ترتیب قائم رکھے۔ یعنی پہلے فجر پھر ظہر پھر عصر پھر مغرب پھر عشاء پڑھے۔ اگر چھ سے زائد نمازیں رہ جائیں تو ترتیب قائم رکھنا ضروری نہیں۔ البتہ اگر فوت شدہ نمازیں ادا کرتے کرتے ان کی تعداد چھ یا اس سے کم رہ جائے تو مناسب ہے کہ اب ترتیب کا لحاظ رکھے۔ سورج نکلتے وقت اور ٹھیک دوپہر کو یا غروب کے وقت رکوع وسجود والی کوئی نماز پڑھنا جائز نہیں۔ البتہ قرآن کی تلاوت یا کوئی وظیفہ کرنا جائز ہے۔

طلوع فجر سے لے کر طلوع آفتاب تک اسی دن کی نمازِ فجر کے علاوہ کوئی نفل پڑھنا جائز نہیں۔ البتہ قضا نمازیں پڑھ سکتا ہے۔

اسی طرح نمازِ عصر پڑھنے کے بعد سے لے کر غروبِ آفتاب تک کوئی نفل پڑھنا درست نہیں۔ البتہ قضا نمازیں پڑھ سکتا ہے۔ (اسی طرح طواف دو نفل چونکہ واجب ہیں ان کے پڑھنے میں کوئی ہرج نہیں)

سفر میں قصر کی نماز رہ جائے تو گھر واپس آنے کے بعد قصر کے مطابق ہی رہ جانے والی نماز کو پڑھے اور اگر گھر میں نماز رہ گئی تھی پھر سفر میں ادا کرنا چاہے تو اسے مکمل مقیم کی طرح ادا کرے۔

(مخلصا من ھدایہ ج: ا کتاب الصلوٰۃ باب قضاء الفوائت، ص: ۱۵۴-۱۵۶)

نمازِ عید

اللہ تعالیٰ نے عید کے دن میں عید کی خوشی مکمل کرنے کے لیے دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اور مسلمان کی خوشی ہمیشہ اس بات میں ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور اسے راضی کرنے کا خوب موقع حاصل ہو۔

یہ یاد رہے کہ اسلام کے تہواروں پر غور کریں تو ہر تہوار میں کوئی مخصوص عبادت یا ذکر یا عمل مقرر ہوتا ہے مثلاً جمعہ کے دن دو رکعت نمازِ فرض جمعہ۔ عید کے دن دو رکعت نمازِ عید۔ اسی طرح لیلۃ القدر میں اور شبِ برأت میں دعائیں کرنے اور عبادت کرنے کی ترغیب آئی ہے۔

نیز اسلامی تہوار والے دن کی تاریخ کا تعین بلاشبہ ہوتا ہے کہ مثلاً جمعہ کے دن نمازِ جمعہ پڑھو۔ یکم شوال کو

عیدالفطر ہوگی۔ اور دس ذی الحجۃ کو عیدالاضحیٰ ہوگی۔

مگر جس دن کو لوگوں نے اپنی طرف سے تہوار قرار دے رکھا ہے۔ اور اسلام نے اسے تہوار قرار نہیں دیا۔ اسلام میں اس کا ٹھیک ٹھاک تعین بھی نہیں اور اس دن کے بارے میں کسی حدیث میں کوئی الگ عبادت یا ذکر بھی مقرر نہیں کیا گیا۔ جیسے کہ جہالت اور بدعت کے پجاریوں نے میلاد النبی اور معراج کے دنوں کو تہوار قرار دے دیا اور عیدین سے زیادہ ان کا استقبال کرتے ہیں۔ کہ سڑکوں اور بازاروں کو سجاتے اور جلوس نکالتے اور طبلے بجاتے ہیں۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ اور معراج کی تاریخوں میں بلکہ مہینوں تک میں اختلاف ہے اور ان ایام میں اسلام میں کوئی عبادت بھی مقرر نہیں کی گئی۔

سڑکوں پر رنگا رنگ جھنڈیوں کو لگانا، طبلے بجانا، گانا اور ناچنا شیاطین کا کام تو ہو سکتا ہے مگر اس کو عبادت ثواب قرار دینا، اسلام کے خلاف بغاوت اور غنڈہ گردی ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن عیدگاہ میں تشریف لے جاتے اور سب سے پہلے نماز ادا فرماتے، پھر فارغ ہو کر لوگوں کی طرف رخ کرتے لوگ صفوں میں بیٹھے ہوتے آپؐ انہیں نصیحت فرماتے اور وعظ فرماتے اور حکم دیتے اگر کوئی لشکر بھیجنا ہوتا تو اس کا حکم کرتے یا کسی دوسری بات کا حکم فرماتے پھر واپس تشریف لاتے۔

(صحیح البخاری ج: اکتاب العیدین، باب الخروج الی المصلی بغیر منبر صـ۱۳۱)

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک دو سے زیادہ بار عیدین کی نمازیں پڑھیں، نہ اذان ہوتی اور نہ اقامت ہوتی۔ (صحیح مسلم ج: اکتاب العیدین صـ۲۹۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جب عید کا دن ہوتا اور (آپ نماز عید کے لیے تشریف لے جاتے آتے جاتے وقت) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم راستہ بدل دیتے"

(صحیح البخاری، کتاب العیدین، باب من خالف الطریق اذا رجع یوم العید صـ۱۳۴)

عیدالفطر پڑھنے سے پہلے صدقہ فطر ادا کریں اور عیدالاضحیٰ پڑھنے کے بعد قربانی کریں، البتہ گاؤں کے لوگ جہاں نماز عید کا اہتمام نہیں ہو سکتا وہاں پہلے بھی قربانی کی جا سکتی ہے۔

عید کے دن نیا لباس یا صاف لباس پہنیں، خوشبو لگائیں اور کھلے میدان میں عید کی نماز ادا کریں، بارش کے موسم میں مسجد میں نماز ادا کی جا سکتی ہے۔ عورتیں بھی نماز عید میں شامل ہوں تو بہتر ہے۔

نماز عید میں ہر رکعت میں تین تین تکبیرات زائد ہوتی ہیں پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے تین زائد تکبیرات ہوتی ہیں۔ اور دوسری رکعت میں سورت پڑھنے کے بعد رکوع جاتے سے پہلے تین زائد تکبیرات کہی جاتی ہیں۔

کا مسلک یہی ہے۔

ایک روایت میں پہلی رکعت میں سات زائد تکبیرات اور دوسری رکعت میں پانچ زائد تکبیرات مروی ہیں۔

دونوں طریقے درست ہیں کسی پر طعن نہ کریں۔

نمازِ عید کے لیے جاتے آتے وقت راستہ بدل دیں اور یہ کلمات پڑھتے رہیں۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ

عید الفطر کے موقع پر آہستہ آواز کے ساتھ اور عید الاضحیٰ کے موقع پر قدرے بلند آواز کے ساتھ تکبیرات کہی جائیں

نمازِ عید کے بعد خوب زاری کے ساتھ دعائیں مانگی جائیں۔ یہ دعاؤں کے قبول ہونے کا خاص وقت ہے۔

نمازِ تراویح

نمازِ تراویح کی عام معمول تعداد بیس رکعت ہے۔

یہ نماز رمضان المبارک کے مہینے کے ساتھ مخصوص ہے اس سلسلہ میں فتاوی رشیدیہ سے تلخیص کر کے درج کیا جاتا ہے

نمازِ تہجد اور نمازِ تراویح دونوں علیحدہ علیحدہ نمازیں ہیں۔ ابتداءِ اسلام میں نمازِ تہجد فرض ہوئی پھر ایک سال کے بعد فرضیت منسوخ ہوگئی اور نفل نماز کے طور پر یہ (نمازِ تہجد) سارا سال رمضان اور غیر رمضان میں باقی رہتی۔

ابوداؤد کی ایک روایت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ....اس سورت کی ابتدائی (آیات) نازل ہوئیں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) طویل رات کھڑے رہتے حتیٰ کہ ان کے پاؤں متورم ہوگئے۔ اور (اللہ تعالیٰ نے) اس کا آخری حصہ بارہ ماہ تک آسمان پر روک لیا۔ پھر آخری حصہ نازل ہوا تو قیامِ لیل (تہجد) فرضوں کے بعد (یعنی فرض سے ہٹ کر) نفل ہو گئے۔ الحدیث

جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔

"اللہ نے اس کے روزے فرض کر دیے اور قیام (تراویح) نفل فرمایا" (مشکوٰۃ)

اس سے معلوم ہوا کہ قیام رمضان اس وقت تَنَفُّلاً مقرر ہوا اور اس سے یہ سمجھنا کہ یہ تہجد ہی ہے جو کہ پہلے سے بطور نفل تھا یہ درست نہیں کیونکہ اگر یہ مقصود ہوتا تو اسی طرح فرماتے کہ "نمازِ تہجد اب بھی نفل ہے" یا ایسا ہی کوئی کلمہ ارشاد ہوتا۔

ابن ماجہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

"اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کے روزے فرض کر دیے اور اس کا قیام سنت بنایا"

اس سے بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باذن اللہ تعالیٰ قیام رمضان کو بطورِ تطوّع مقرر فرمایا اور

اور تہجد پہلے سے ہی تھا۔ اس سے بھی معلوم ہے کہ تہجد اور تراویح دونوں علیحدہ علیحدہ نمازیں ہیں تہجد الفاظ قرآن مجید سے ثابت ہے اور تراویح الفاظ حدیث سے ثابت ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کو ہمیشہ تنہا ہی پڑھتے تھے کبھی جماعت کے لیے دعوت عامہ نہیں دی مگر نمازِ تراویح با جماعت ادا کرنے کی دعوت و ترغیب دی اور چند دن تک با جماعت نماز پڑھائی، نمازِ تراویح شروع رات میں پڑھائی اور نمازِ تہجد کا عام وقت آخری حصہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ نمازِ تہجد اور نمازِ تراویح الگ الگ نمازیں ہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام رمضان کے عددِ رکعات کو قولاً محدود نہیں فرمایا، بلکہ مطلق صلوٰۃ کی رغبت دلائی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

" جس نے اخلاص اور ثواب کی نیت سے قیام رمضان کیا اس کے پہلے گناہ بخش دیے جائیں گے" الحدیث

چنانچہ قیام رمضان کو مطلق رکھا کسی عدد کا تعین نہیں کیا اور عبادات میں یہ قاعدہ ہے کہ

" مامور مطلق ان اعداد میں جن کو وہ شامل ہے مطلق ہی مطلوب ہوتا ہے کسی عدد معین میں منحصر نہیں ہوتا"

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " میں ہر روز ستر بار اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں" تو اب کوئی ستّر بار سے زیادہ استغفار کرے تو وہ بدعت نہیں ہوگی۔

اسی طرح قیام رمضان کرتے ہوئے ۸ رکعت سے زیادہ پڑھنا بدعت یا ناجائز نہیں ہوگا۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں تیئس (۲۳) رکعت کا اہتمام کیا جاتا تھا (یعنی بیس تراویح اور تین وتر)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت (تراویح) پڑھائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت اعمشؒ فرماتے ہیں کہ "وہ بیس رکعت (تراویح) پڑھتے اور تین وتر پڑھتے۔

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے علاقہ مکہ میں یہی پایا کہ بیس رکعت (تراویح) پڑھتے ہیں۔

خلفائے ثلاثہ حضرت عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم نے بیس رکعت پڑھنے کا اہتمام فرمایا۔

مزید برآں تیرہ صدیوں سے حرمین الشریفین میں بیس تراویح پڑھائی جارہی ہے کیا کوئی کہہ سکتا ہے؟ کہ ہر زمانہ کے مسلمانوں نے حرمین الشریفین میں بدعت پر اتفاق کر لیا۔؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ " میرے بعد ابوبکر اور عمر کی پیروی کرو" نیز فرمایا کہ " تم پر میری سنت اور میرے خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کی پابندی ضروری ہے "

اب صحابہ کرام کا بیس پر اجماع ہوا تابعین سے لے کر آج تک امت کا اس پر اجماع رہا۔ اس لیے اگر کوئی بیس نہ پڑھنا چاہے تو کم از کم بیس رکعت پڑھنے والوں پر طعن تو نہ کرے۔ واللہ یھدی السبیل

مندرجہ بالا مضمون فتاوی رشیدیہ سے تلخیص کر کے درج کیا گیا ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔

(فتاوی رشیدیہ صہ ۳۰۴ - ۳۲۳)

نوافل

انسان کو چاہیئے کہ فرائض و واجبات کے علاوہ نوافل پڑھنے کی بھی عادت رکھے، قیامت کے دن لوگوں کے فرائض کی کمی نوافل سے پوری کی جائے گی۔ مزید برآں بلند درجات حاصل کرنے کا ذریعہ بھی ہیں۔ روحانی اطمینان اور تزکیۂ باطن میں سب سے ضروری اعمال یہ ہیں۔

۱۔ کثرت سے نماز پڑھے ۲۔ کثرت سے تلاوتِ قرآن مجید کرے۔ ۳۔ اذکار ماثورہ کرے، آج کل لوگ اذکار خوب کرتے ہیں مگر نوافل اور تلاوت قرآن مجید میں کمزوری دکھاتے ہیں۔

روحانی علاج میں نوافل و فرائض اور تلاوتِ قرآن مجید کا اہتمام بھی بہت ضروری ہے۔

یہاں چند نفلی نمازوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن کا احادیث میں خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے۔

نمازِ تہجد نوافل میں سب سے بلند درجہ نمازِ تہجد کا ہے اس کا بہتر وقت نصف رات سے لے کر رات کے آخری حصہ یعنی طلوعِ فجر سے پہلے تک ہے جس کو اندیشہ ہو کہ سحری کے وقت آنکھ نہیں کھلے گی تو وہ عشاء کے بعد ہی تہجد کی نیت سے تہجد پڑھ لے مگر زیادہ ثواب سحری کے وقت میں ہے نیز سحری کے وقت دعائیں خصوصی طور پر قبول ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازِ تہجد پڑھنے کا حکم دیا اور فرمایا۔

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ (بنی اسرائیل - ۷۹)

(اور کسی وقت رات میں تہجد پڑھا کرو۔ جو تیرے لیے زائد چیز ہے قریب ہے کہ تیرا رب تجھے مقام محمود میں پہنچا دے۔)

اللہ تعالیٰ نے تہجد پڑھنے والوں اور اس وقت استغفار کرنے والوں کی تعریف کی اور فرمایا۔

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا (الم السجدۃ - ۱۶)

(اپنے بستروں سے اُٹھ کر اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں)

نیز فرمایا۔

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ (وہ رات کے وقت تھوڑا عرصہ سویا کرتے تھے اور آخر رات میں مغفرت مانگا کرتے تھے)

(الذٰریٰت ۔ ۱۷۔۱۸)

مندرجہ بالا آیات میں تہجد کی اہمیت ثابت ہوئی۔

احادیث میں بھی تہجد کی اہمیت بیان کی گئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میری امت میں بلند تر درجہ والے حاملینِ قرآن اور رات کو (تہجد) پڑھنے والے ہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح، باب التحریض علی قیام اللیل صہ۱۱۰ عن بیہقی فی شعیب الایمان)

روایات میں نماز تہجد کی رکعات ۴ سے ۱۲ رکعت منقول ہے جس قدر چاہیے پڑھے۔

حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو گیارہ رکعت (نمازِ تہجد) پڑھتے تھے ان میں سے ایک کے ساتھ وتر کرتے۔ پس جب فارغ ہوتے تو دائیں جانب سو جاتے، آخر کار مؤذن آتا تو دو ہلکی رکعت (سنت) ادا کرتے۔

(صحیح مسلم ج ۱ کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب صلوٰۃ اللیل و عدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم صہ۲۵۳)

ایک روایت میں نمازِ تہجد کی تیرہ رکعت بھی منقول ہیں جس قدر ہمت ہو پڑھے۔

جب نمازِ تہجد پڑھنے کے لیے اٹھے تو یہ دعا کرے۔

حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تہجد پڑھنے کے لیے اٹھتے تو یہ دعا کرتے۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاءُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، یا فرمایا: لَا اِلٰهَ غَيْرُكَ

ایک روایت میں یہ زیادہ ہے: وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (صحیح البخاری ج ۱ باب التہجد پہلی حدیث صہ۱۵۱)

عصر سے پہلے چار سنت

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عصر سے پہلے چار رکعت (سنت غیر مؤکدہ) پڑھے، اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے (اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ملے گی، اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں)

(جامع ترمذی ج ۱، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاءُ فی الاربع قبل العصر صـ ۹۸)

نمازِ مغرب کے بعد نوافل

حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مغرب کے بعد بیس نفل پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دے گا۔

(جامع ترمذی ج ۱، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی فضل التطوع ست رکعات بعد المغرب صـ ۹۸)

اگر بیس رکعت نہ پڑھ سکے تو چھ رکعت پڑھ لے۔

حضرت ابو ہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھے ان کے درمیان کوئی بری بات نہ کرے تو وہ اس کے لیے بارہ برس کی عبادت کے برابر ہو گی۔

(جامع ترمذی ج ۱، ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی فضل التطوع ست رکعات بعد المغرب صـ ۹۸)

نمازِ اشراق

(حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو نمازِ فجر جماعت کے ساتھ پڑھے پھر بیٹھا ذکر اللہ کرتا رہے یہاں تک کہ سورج نکل آئے پھر دو رکعت (نفل) پڑھے اس کے لیے ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب ہے راوی فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مکمل مکمل مکمل

(جامع ترمذی ج ۱، ابواب ما یتعلق بالصلوٰۃ، باب ما ذکر مما یستحب من الجلوس فی المسجد بعد الصلوٰۃ الصبح صـ ۱۳۰)

نمازِ ضحیٰ (چاشت)

نمازِ چاشت کم از کم دو رکعت اور عام آٹھ رکعت ہے اور اگر بارہ رکعت پڑھے تو افضل ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا جو نمازِ ضحیٰ بارہ رکعت پڑھے گا، اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لیے سونے کا گھر بنا دے گا۔ (ابن ماجہ، باب ماجاء فی الصلوٰۃ الضحیٰ ابواب اقامۃ الصلوات صـ ۹۹)

نمازِ تسبیح

انسان کو چاہیئے کہ ہو سکے تو روزانہ یا ہفتہ میں ایک بار ضرور ہی یہ نماز پڑھے، آفات دور ہوتے، مغفرت طلب کرنے اور درجات حاصل کرنے کے لیے یہ نماز بہت ہی مجرب ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔

اے عباس، اے چچا، کیا میں تجھے دوں نہیں؟ کیا میں تجھے عطا نہ کروں؟ کیا میں تجھے (ہدیہ) نہ دوں؟ کیا میں تیرے ساتھ حسن سلوک نہ کروں؟ دس باتیں ہیں جب تو کرلے، تو اللہ تعالیٰ تیرے پہلے، بعد کے، پرانے نئے، قصداً، سہواً، چھوٹے بڑے اور پوشیدہ وظاہر گناہ معاف کردے، تم چار رکعت (نفل) پڑھو، ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھو۔ جب پہلی رکعت میں قرأت سے فارغ ہو جاؤ اور ابھی کھڑے ہو (یعنی رکوع میں جانے سے پہلے) پندرہ بار یہ کہو۔ سُبْحَانَ اللہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاللہُ اَکْبَرُ، پھر رکوع کرو اور رکوع کی تسبیح کے بعد) دس بار رکوع کی حالت میں یہی کہو، پھر سر اٹھاؤ اور (قومہ کی حالت میں دعا کے بعد) دس بار کہو، پھر سجدہ میں جاؤ اور سجدہ کی حالت میں (تسبیح کے بعد) دس بار کہو پھر سجدہ سے سر اٹھاؤ اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھ کر دس بار کہو پھر سجدہ کرو اور (سجدہ کی حالت میں) دس بار کہو، پھر سر اٹھاؤ اور دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھ کر دس بار کہو ہر رکعت میں یہ کل بار پچھتر بار ہوا۔ چاروں رکعتوں میں ایسا ہی کرو۔ اگر ہر روز ایک بار کر سکو تو کرو۔ اگر ایسا نہ کر سکو تو ہر جمعہ میں ایک بار کرو اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر سال میں ایک بار کرو اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر میں ایک بار کرلو۔

(ابن ماجا ابواب اقامۃ الصلوات ص۱۰۰)

یہ یاد رہے کہ دوسرے سجدہ سے اٹھ کر دس بار دعا پڑھے پھر اللہ اکبر کہے بغیر دوسری رکعت میں کھڑا ہو جائے اس لیے کہ وہ اٹھنے کی تکبیر کہہ چکا ہے۔

نمازِ استخارہ

جب کوئی معاملہ درپیش ہو، یا کوئی کاروبار یا نکاح یا معاہدہ یا سفر کرنا چاہے تو نمازِ استخارہ پڑھے جس کی برکت سے آفات سے بچا رہے گا، نمازِ استخارہ کے بعد اگر معاملہ طے ہو جائے یا نکاح ہو جائے یا سواری مل جائے تو ٹھیک اگر معاملہ نہ بنے یا نکاح نہ ہو یا سواری نہ ملے بلکہ دوسری ملے تو اسی میں عافیت سمجھے جس کا طریقہ حدیث میں بتایا گیا ہے کہ دو نفل پڑھ کر تسبیح و درود کے بعد یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْأَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَاقْدُرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ

(جامع ترمذی ج: ۱ ابواب الوتر باب فی صلوٰۃ الاستخارۃ) ص۱۰۹

ہذا الامر پر اپنے کام کی نیت کرے۔

اگر۔ فِی دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ کی جگہ فِی عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِہٖ پڑھے تو بھی درست ہے۔

نمازِ حاجت

جب کوئی پریشانی ہو یا شدید حاجت ہو تو اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑائے اور دعا کرنے میں محنت کرے چنانچہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جس کو کوئی حاجت ہو یا نبی آدم میں سے کسی کی طرف (حاجت) ہو تو وہ وضو کرے اور خوب اچھا وضو کرے پھر دو رکعت (نفل) پڑھے پھر اللہ تعالیٰ کی ثناء کرے (یعنی تسبیح پڑھے) اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے پھر یہ کہے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَالْغَنِیْمَۃَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَۃَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَہٗ وَلَا ھَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَہٗ وَلَا حَاجَۃً ھِیَ لَکَ رِضًا اِلَّا قَضَیْتَھَا یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ٥

پھر اپنی حاجت کا نام لے اور خوب زاری کے ساتھ دُعا کرے۔

(جامع ترمذی ج:۱ ابواب الوتر باب ماجاء فی الصلوٰۃ الحاجۃ ص ۱۰۸، ۱۰۹)

زکوٰۃ، قربانی اور صدقات کی اہمیت اور فضائل

صدقات

نماز پڑھنا بدنی عبادت بھی ہے اور زبانی عبادت بھی ہے اس طرح زکوٰۃ ادا کرنا، قربانی کرنا اور صدقات دینا مالی عبادات ہیں۔

اگر لوگ مال حاصل کر کے خزانوں، گھروں اور صندوقوں میں دفن کر دیں تو معاشرے کا بڑا حصہ مال سے محروم ہو کر رہ جائے گا۔ اور زندگی ویران ہو جائے گی۔

اسلام چاہتا ہے کہ سرمایہ مختلف جائز صورتوں میں معاشرے کے اندر گردش کرتا رہے تاکہ معاشرے کا ہر حصہ اس سے مستفید ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے تجارت، صنعت و حرفت اور ایسے کاروبار کی تعریف کی جس سے سرمایہ گردش کرتا رہے اور معاشرے کے بیشتر افراد کو روزگار حاصل ہو مگر بڑی بڑی عمارات بنانے کو ناپسند کیا کیونکہ مٹی اور گارے میں سرمایہ دفن کرنا دراصل معاشرے کو اس سے مستفید ہونے سے روکنا ہے۔

اس طرح قرضِ حسنہ کی اجازت دی مگر سود لینے کو حرام قرار دیا کیونکہ قرض حسنہ دینے والا کسی لالچ کے بغیر

بھائی کی ضرورت پورا کرتا ہے مگر سود خور ایک درندہ ہے۔ جو مال کے سہارے ایک شخص کو قابو کرتا ہے اور بتدریج اسے اقتصادی اعتبار سے مفلس رکھنا چاہتا ہے۔

(اسلام نے مسلمانوں کو تجارت کرنے، زکوٰۃ دینے، صدقات کرنے اور عام معاشرے خصوصاً مسلمانوں کی عام مالی امداد کرنے کا حکم دیا تاکہ اموال کی گردش قائم رہے اور معاشرے کا کوئی حصہ مال سے محروم نہ رہے۔

معاشرے کے ایک حصہ کی مالی محرومی ہی طبقاتی کشمکش پیدا کرتی ہے جس کا انجام آج ہم اشتراکی اور جمہوری سامراج کی صورت میں دیکھ رہے ہیں۔

آئندہ صفحات میں زکوٰۃ وصدقات کی مفصل بحث درج کی جاتی ہے)

نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نماز پڑھنے یعنی بدنی اور زبانی عبادت کرنے کا حکم دیا تو ساتھ ہی زکوٰۃ ادا کرنے یعنی مالی عبادت کرنے کا حکم بھی دیا۔

یاد رہے کہ زکوٰۃ ادا کرنا ہر مرد و عورت پر فرض ہے اور زکوٰۃ کا انکار کرنے والا قطعی طور پر کافر ہے اللہ تعالیٰ نے مردوں کو حکم دیا۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ط (اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو)

(البقرۃ — ۱۱۰)

عورتوں کو بھی زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا۔ فرمایا

وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ (اور تم عورتیں نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو)

(الاحزاب — ۳۳)

مزید برآں یہ بتایا کہ نماز پڑھنے والے اور زکوٰۃ ادا کرنے والے ہی آپس میں مسلمان بھائی ہیں، فرمایا

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ط (اگر یہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں۔

(التوبۃ — ۱۱)

مسلمان حاکم کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم کرے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝ (وہ لوگ اگر ہم انہیں دنیا میں حکومت دے دیں نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیکی کا حکم دیں برائی سے روکیں اور ہر کام کا انجام تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے)

(الحج — ۴۱)

البتہ اگر مسلمان کسی ایسے ملک میں رہتے ہوں جہاں کافروں کی حکومت ہے تو پھر مسلمانوں کو چاہیئے کہ جس
قدر کی آسانی کے ساتھ اجتماعی زکوٰۃ جمع کر کے اپنی کمیٹیاں بنا کر مستحق مسلمانوں میں تقسیم کر سکیں ضرور کریں اور اگر
کافروں کا دباؤ زیادہ سخت ہو یا کوئی اور ایسی رکاوٹ ہو کہ یہ بھی نہ ہو سکے تو انفرادی طور پر زکوٰۃ ادا کرتے رہیں
اجتماعی زکوٰۃ کی برکات زیادہ ہیں۔

اور اگر کسی جگہ حاکم مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے مگر اسلام کے علاوہ جمہوری، اشتراکی یا کوئی دوسرا ملکی قانون
چلا رہا ہو تو ایسا حکمران گروہ بدمعاش ہے خدا اسے ہدایت دے ...... پھر بھی مسلمانوں کو اجتماعی یا
انفرادی ہر ممکن صورت میں زکوٰۃ دینا فرض ہے البتہ یہ ضروری ہے کہ زکوٰۃ جمع کرنے والے اور تقسیم کرنے والے افراد
مسلمان ہوں، عادل ہو اور خائن یا بدعتی یا رافضی یا قادیانی یا منکر حدیث وغیرہ نہ ہوں تاکہ زکوٰۃ دینے والے کو
اطمینان ہو کہ میری زکوٰۃ صحیح مصرف پر خرچ ہو گی۔

زکوٰۃ نہ دینے والے کی سزا

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے دوزخی ہیں جہاں انہیں شدید سزائیں ملیں گی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُم ۖ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۖ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ

(آل عمران ۔ ۱۸۰)

(اور جو لوگ اس چیز پر بخل کرتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے وہ یہ خیال نہ کریں کہ بخل ان کے حق میں بہتر ہے بلکہ یہ ان کے حق میں برا ہے قیامت کے دن وہ مال طوق بنا کر ان کے گلوں میں ڈالا جائے گا۔)

مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ ۖ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ ۝

(التوبۃ ۔ ۳۴ ۔ ۳۵)

(اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے جس دن وہ دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا سو اس کا مزہ چکھو جو تم جمع کرتے تھے۔)

زکوٰۃ نہ دینے والوں کے بارے میں احادیث میں سخت عذاب کا ذکر ہے۔

(۱) حضرت ابو ہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی سونے والا ایسا نہیں اور نہ ہی چاندی والا ایسا ہے کہ اگر وہ اس کا حق (زکوٰۃ) ادا نہیں کرے گا تو قیامت کے دن اسے آگ کے ٹکڑے بنا دیا جائے گا۔ پھر اسے دوزخ کی آگ میں گرم کیا جاتے گا پھر ان کے ساتھ اس کے پہلو اس کی پیشانی اور اس کی پیٹھ کو داغا جائے گا جب ٹھنڈے ہوں گے تو دوبارہ ایسا کیا جائے گا اس دن جس دن کی طوالت پچاس ہزار سال ہوگی، (یعنی قیامت کا سارا دن سزا جاری رہے گی اور قیامت کا دن پچاس ہزار سال کے برابر طویل دن ہوگا) آخر کار بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے (یعنی بندوں کا حساب مکمل ہو) پھر اسے اس کی راہ دکھائی جائے گی یا جنت کی طرف یا دوزخ کی طرف: الحدیث

(صحیح مسلم ج ۱ کتاب الزکوٰۃ، باب اثم مانع الزکوٰۃ ص ۳۱۸)

(۲) حضرت ابو ہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ جس کو مال عطا کرے اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اس کے مال کو گنجا سانپ بنا دیا جائے گا جس (آنکھوں کی جگہ) دو سیاہ داغ ہوں گے۔ وہ (زکوٰۃ نہ دینے والے) کو اس کے دونوں جبڑوں سے پکڑ لے گا پھر کہے گا۔

میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں، پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْا ..... آخر تک (صحیح البخاری ج ۱ کتاب الزکوٰۃ باب اثم مانع الزکوٰۃ)

اگر زکوٰۃ نہ دینے والے مندرجہ بالا صرف دو حدیثیں ہی پڑھ لیں تو سارا مال پھینک کر بھی اپنے آپ کو اور سزا سے بچانے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ہر عذاب سے محفوظ رکھے۔

زکوٰۃ کے ضروری مسائل

زکوٰۃ ادا کرنا ہر آزاد، عاقل، بالغ، مسلمان پر فرض ہے، یعنی غلام نہ ہو، دیوانہ نہ ہو، نابالغ نہ ہو اس لیے نابالغ مالکِ مال نہیں ہوتا اور کافر نہ ہو) اس پر امت کا اجماع ہے، حلال مال سے زکوٰۃ دے، حرام مال کی زکوٰۃ اور کوئی صدقہ بھی قبول نہیں ہوتا۔

جب کوئی مسلمان بقدر نصاب مال کا مالک ہو جائے تو سال گذرنے کے بعد زکوٰۃ فرض ہے اگر اس پر قرض ہو کر قرض ادا کرنے کے بعد نصاب کم ہو جائے تو زکوٰۃ فرض نہیں۔

رہائش کے مکانات، پہننے کے لباس، گھر کی اشیاء وغیرہ، سواری کے جانور (بشرطیکہ

رض سے نہ ہو بلکہ پرائیویٹ سواری کے لیے ہوں) خدمت کے غلام اور آلہ برائے استعمال پر زکوٰۃ فرض نہیں
زکوٰۃ ادا کرے تو نیت بھی ضروری ہے۔
(البتہ اگر کوئی شخص زکوٰۃ کی نیت کر کے کچھ مال الگ کر لے پھر جب موقع ملے تو فقیر کو دے دے تو درست ہے)
وہ نصاب جس پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے وہ درج ذیل ہے۔
- اگر صرف سونا ہو۔ تو ۲/۱ ۷ تولہ پر زکوٰۃ فرض ہے۔
- اگر صرف چاندی ہو تو ۲/۱ ۵۲ تولہ پر زکوٰۃ فرض ہے
- اگر دونوں چیزیں ہوں تو دونوں میں سے کسی ایک کی مقدار کی قیمت کے برابر ہوں تو زکوٰۃ فرض ہے
- اگر نقد مال یا مال تجارت اس قدر ہو کہ اس کی قیمت ۲/۱ ۷ تولہ سونا یا ۲/۱ ۵۲ تولہ چاندی میں سے کسی ایک کے برابر ہو جائے تو سال گذرنے کے بعد زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے بشرطیکہ قرض ادا کرنے کے بعد مندرجہ بالا مال کی مقدار بچ جائے۔ (ملخصاً من ہدایہ ج ۱ کتاب الزکوٰۃ) صفحہ ۱۸۵ — ۱۸۸

اور اگر چوپائے مثلاً اونٹ، گائے اور بکریاں ہوں تو اس میں شرط یہ ہے کہ وہ سال کا زیادہ حصہ جنگل مفت گھاس کھاتی ہوں اور ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

پانچ سے کم اونٹوں پر زکوٰۃ فرض نہیں۔
پانچ اونٹوں سے نو اونٹوں پر ایک بکری
دس سے چودہ اونٹوں پر دو بکریاں
پندرہ سے انیس اونٹوں پر تین بکریاں۔
بیس سے چوبیس اونٹوں پر چار بکریاں
پچیس سے پینتیس اونٹوں پر ایک اونٹ کا بچہ جو دوسرے سال کی عمر میں ہو۔
چھتیس سے پینتالیس اونٹوں پر ایک اونٹ جو تیسرے سال کی عمر میں ہو۔
چھیالیس سے ساٹھ اونٹوں پر وہ اونٹ جو چوتھے سال کی عمر میں ہو۔
اکسٹھ سے پچھتر اونٹوں پر وہ اونٹ جو پانچویں سال کی عمر میں ہو۔
چھہتر سے نوے اونٹوں پر دو وہ اونٹ جو تیسرے سال کی عمر میں ہوں۔
اکیانوے سے لے کر ایک سو بیس اونٹوں تک دو وہ اونٹ جو چوتھے سال کی عمر میں ہو۔
ایک سو بیس سے زیادہ کی صورت میں دوبارہ یہی طریقہ ہوگا۔
کہ پانچ اونٹ پر ایک بکری اور دو اونٹ جو چوتھے سال کی عمر میں ہوں۔ آخر تک

گائے بھینس کے بارے میں زکوٰۃ کا نصاب یہ ہے

تیس سے کم گائے بھینس بیل پر زکوٰۃ فرض نہیں

تیس سے انتالیس پر وہ بچھڑا یا بچھڑی جو دوسرے سال کی عمر میں ہو۔

چالیس سے ساٹھ تک وہ بچھڑا جو تیسرے سال میں ہو۔

ساٹھ سے انہتر تک دو عدد بچھڑے جو دوسرے سال میں ہوں۔

ستر سے اُناسی تک دو عدد بچھڑے، ایک جو دوسرے سال میں ہو اور ایک وہ جو تیسرے سال میں ہو۔

اسی سے نواسی تک دو بچھڑے جو تیسرے سال میں ہوں۔

اور نوے سے ننانوے تک تین بچھڑے جو دوسرے سال میں ہوں۔

سو گائے بیل پر دو بچھڑے جو دوسرے سال میں اور ایک بچھڑا جو تیسرے سال میں ہو اسی طرح آئندہ حساب ہوگا۔

اگر کسی کے پاس بکریاں ہوں تو اس کا حساب یہ ہے۔

چالیس بکریوں سے کم پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

چالیس بکریوں سے لے ایک سو بیس پر ایک بکری۔

ایک سو اکیس سے لے کر دو صد تک دو بکریاں

دو صد سے لے کر تین صد ننانوے پر تین بکریاں

چار صد پر چار بکریاں پھر ہر سو پر ایک بکری۔

یہ تب ہے کہ جانور سال کا زیادہ حصہ جنگل وغیرہ کی مفت حاصل کردہ خوراک کھائے اور سال بھر ہو جائے۔ بھیڑ بکریاں دنبہ سب ایک شمار ہوگا، گائے بھینس بیل ایک شمار ہوگا۔

(ملخصا من ہدایہ ج ا کتاب الزکوٰۃ، باب صدقۃ السوائم صفحہ ۱۸۵ ـ ۱۹۰)

زکوٰۃ لینے کے لیے ضروری ہے کہ زکوٰۃ لینے والا ایک انسان ہو اور مسلمان بھی ہو اس قدر غریب خود اس پر زکوٰۃ فرض نہ ہو اور سید بنی ہاشم میں سے نہ ہو البتہ اگر سید غریب ہو جائے تو اس کی دوسرے مال سے مدد کی جائے۔

غیر مسلم، اسی طرح شیعہ، قادیانی منکر حدیث اور مشرک و بدعت کرنے والے کو زکوٰۃ نہ دی جائے غیر انسان مثلاً مسجد، سرائے ہسپتال پر زکوٰۃ لگانا جائز نہیں، غنی آدمی، سیاسی پارٹی جو پارٹی کے پ

مفلسوں اور غلط مقامات پر رقم خرچ کرے انہیں زکوٰۃ دینا درست نہیں۔

البتہ زکوٰۃ کے مال سے مقروض کا قرض ادا کرنا مسلمان غلام آزاد کرنا مسلمان قیدی کو چھڑانا اور غریب مسلمان مدد کرنا جائز ہے اسلام کی تعلیم حاصل کرنے والے غریب طلبہ اور ضرورت مند مجاہدین پر مال خرچ کرنا زیادہ افضل ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو مال ملا تو اس پر تب ہی زکوٰۃ لازم ہے کہ جب اس پر ایک سال گذر جاتے۔

(جامع ترمذی ج ۱، ابواب الزکوٰۃ، باب ماجاء لازکوٰۃ علی المال المستفاد حتی یحول علیہ الحول صد۱۳۸)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کرام کو ساتھ لے کر زکوٰۃ نہ دینے والوں کے ساتھ جنگ کی۔ اور فرمایا اللہ کی قسم جو زکوٰۃ اور نماز کے درمیان فرق کرے گا تو میں اس کے ساتھ جنگ کروں گا۔

(صحیح البخاری ج ۱ کتاب الزکوٰۃ، باب وجوب الزکوٰۃ صد۱۸۸)

زکوٰۃ کے مصارف

اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بتائے اور حکم دیا کہ زکوٰۃ کے اموال کو ان آٹھ قسم کے افراد پر خرچ کیا جائے ایک مسلمان حکمران کا فرض ہے کہ وہ زکوٰۃ کے اموال کو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے مصارف پر خرچ کرے اور مسلمانوں کی اس فرض مالی عبادت کے اموال کو ذاتی مصارف یا غلط مقامات پر خرچ کرکے خیانت نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

إِنَّمَا الصَّدَقَٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَٰكِينِ وَالْعَٰمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَٰرِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۖ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ○

(زکوٰۃ مفلسوں اور محتاجوں اور اس کا کام کرنے والوں کا حق ہے اور جن کی دلجوئی کرنی ہے اور غلام کی گردن چھڑانے میں، اور قرض داروں کے قرض میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا ہوا ہے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

(التوبة — ٦٠)

اگر لوگوں کو یقین ہے کہ حکمران بدمعاش آدمی ہے وہ زکوٰۃ کا مال خود ہی ہڑپ کر جاتا ہے یا اس کی سیاسی پارٹی یا گماشتے ہڑپ کر جاتے ہیں یا سیاسی مقاصد کی خاطر وہ اپنے مخصوص دلالوں یا جماعت کو کھلاتا ہے اور قرآن مجید میں بیان کردہ مصارف کی پرواہ نہیں کرتا تو ایسے حکمران کو زکوٰۃ ادا نہ کریں بلکہ انفرادی یا اجتماعی جو صورت ممکن

ہو اسے اختیار کیا جائے۔

ہدایہ اولین کتاب الزکوٰۃ میں زکوٰۃ کے مصارف کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ وہ فقیر جس کے پاس کچھ چیز ہو مگر اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔

۲۔ مسکین آدمی جس کے پاس کچھ چیز بھی نہ ہو۔

۳۔ وہ سرکاری ملازم جو زکوٰۃ کا مال جمع کرنے پر مقرر ہو۔

۴۔ مکاتب غلام جو غریب ہو۔ ۵۔ مقروض آدمی جو مکاتبت کی رقم ادا نہ کرسکے یا قرض ادا نہ کرسکے۔

۶۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہدین (اس طرح جو اسلام کی تعلیم حاصل کرنے والے غریب طلبہ ہیں ان کو بھی زکوٰۃ دینی چاہیئے۔)

۷۔ وہ مسافر جو حالتِ سفر میں مفلس ہو جائے اور گھر سے فوری طور پر مال نہ منگا سکے۔

۸۔ پہلے وہ لوگ بھی شامل تھے کہ جو نئے نئے مسلمان ہوتے تاکہ وہ اسلام پر مائل رہیں۔ مگر اب یہ قسم ختم ہو چکی ہے۔

(ہدایہ ج ۱ کتاب الزکوٰۃ، باب من یجوز دفع الصدقات، مصارف الزکوٰۃ) ص ۲۰۴، ۲۰۵

قربانی کا حکم

زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے اور قربانی کرنا واجب ہے۔ جو فرض سے کم درجہ کا حکم ہے مگر شدید ضروری ہے قربانی کرنا قرآن مجید کے ساتھ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور عمل کے ساتھ ثابت ہے صحابہ کرام نے ہمیشہ قربانی کی۔ آج کل بعض بدمعاش عناصر یہ بکواس کرتے ہیں کہ مسلمان ہر سال لاکھوں روپے کے جانور کاٹ دیتے ہیں اس مال سے ہسپتال بن جائیں زیادہ بہتر ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ان بدمعاشوں سے زیادہ عقلمند ہیں جب اللہ تعالیٰ نے ہی ہمیں قربانی کرنے کا حکم دیا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی تو اب یہی کام اللہ کا پسندیدہ ہو گیا۔

قربانی کرنے کے بعد غریب لوگ بھی تندرست جانوروں کا گوشت سال میں ایک بار تو کھا لیتے ہیں ہر پیغمبر نے قربانی کی۔ اب ہر نبی و رسول کی سنت کو ختم کرکے اگر کوئی آدمی ہسپتال کھولنا چاہتا ہے تو یہ کوئی نیکی یا عقلمندی نہیں ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ ہر سال کروڑوں روپے کا شراب یعنی پیشاب پیتے ہیں، کروڑوں روپے کی دوسری نشہ آور چیزیں کھا جاتے ہیں، بدکار مرد اور بدکار عورتیں پیدا کرنے کے کارخانے یعنی سینما گھروں پر کروڑوں روپیہ خرچ کیا جاتا ہے الغرض شراب سینما بدکاری، جواء کھیل کود کے شیطانی کاموں کا جائزہ لیا جائے تو ہر روز کروڑوں روپیہ کی برباد ہوتا ہے۔

آخر سب رسولوں کی سنت "قربانی" کی مخالفت کرنے والے یہ بدمعاش اور غنڈے عناصر شیطان کی سب سے

کو ختم کر کے ہر روز کروڑوں روپیہ کیوں نہیں بچاتے ؟ اور ہر روز درجنوں ہسپتال قائم کیوں نہیں کرتے ؟
مگر جس کے دل میں شیطان اور بدکاری رچ گئی وہ ملعون آدمی انبیاء علیہ السلام کی سنت کا دوست نہیں ہو سکتا
بہر حال حق واضح ہے اور باطل بھی صاف نظر آرہا ہے، اسلام کسی بدمعاش حکمران یا سرمایہ دار کا غلام نہیں جو اسلام کا
پابند ہوگا وہ جنت میں جائے گا اور جو اسلام کا دشمن ہوگا اس کے لیے جہنم، عذاب اور اللہ تعالیٰ کی لعنت اس کی اپنی خرید
کردہ ہے اللہ تعالیٰ نے قربانی کرنے کا حکم دیا اور فرمایا۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ؕ (الکوثر-۲) (پس اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
جس میں وسعت ہو اور قربانی نہ کرے۔ تو وہ ہماری جائے نماز (یعنی نماز عید) کے قریب نہ آئے۔

(ابن ماجہ ابواب الاضاحی، باب الاضاحی واجبۃ ام لا صـ۲۲۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ کیا قربانیاں واجب ہیں ؟ انہوں نے فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اور آپ کے بعد مسلمانوں نے قربانیاں کیں۔ اور یہ طریقہ جاری رہا۔

(ابن ماجہ، ابواب الاضاحی، باب الاضاحی واجبۃ ام لا صـ۲۲۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ دو مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے، ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور
ایک اپنی طرف سے۔ ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا، مجھے اس کا یعنی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے حکم دیا ہے پس میں اس کو کبھی بھی نہیں چھوڑوں گا۔

(جامع ترمذی ابواب الاضاحی، باب فی فضل الاضحیۃ صـ۲۷۵)

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس سال تک مدینہ منورہ میں
اور قربانی کرتے رہے۔ (جامع ترمذی ابواب الاضاحی. باب فی الذبح بعد الصلوٰۃ سے پہلے کا باب صـ۲۷۵)

بعض بدمعاش عناصر یہ کہتے ہیں کہ قربانی صرف مکہ میں حج کے موقع پر ہوگی. مندرجہ بالا روایت میں اس کا بھی جواب
موجود ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار حج کیا اس کے بعد آئندہ سال آنے سے قبل وفات ہوگئی اور اس سے پہلے
مکہ پر کفار کا قبضہ تھا. مگر آپ نے ہر سال مدینہ میں قربانی کی اور مسلمان قربانیاں کرتے رہے مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنی قوت
کے مطابق ہر سال ہر جگہ قربانیاں کر کے شیطان اور اس کے چیلوں کو پریشان کرتے رہیں اور رب تعالیٰ کو راضی کرتے
رہیں۔

حضرت زید بن ارقم (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ نے آپؐ
سے پوچھا ؛

اے اللہ کے رسولؐ، یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے
انہوں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ، ان میں ہمارے لیے کیا ہے۔؟
آپؐ نے فرمایا۔ ہر بال کے عوض ایک نیکی ہے۔
انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول پھر اون ؟
آپؐ نے فرمایا: اون کے ہر بال کے عوض ایک نیکی ملے گی۔

(ابن ماجۃ، ابواب الاضاحی، باب ثواب الاضحیۃ صـ۲۲۳)

قربانی کے ضروری مسائل

جس کے پاس اس قدر مال ہو کہ زکوٰۃ فرض ہو جائے۔ یا زکوٰۃ تو فرض نہیں مگر ضرورت سے زائد گھر کا اسباب اس قدر موجود ہے کہ اگر اسے فروخت کیا جائے تو زکوٰۃ فرض ہو جائے۔ ایسی صورت میں اس پر قربانی کرنا واجب ہے۔

- مسافر پر حالتِ سفر میں قربانی کرنا واجب نہیں۔
- دس ذی الحجۃ سے لے کر بارہ تاریخ کی شام تک یعنی تین دن قربانی کے ایام مقرر ہیں۔
- عیدالاضحیٰ کی نماز سے پہلے قربانی درست نہیں۔ البتہ گاؤں یا جنگلات میں صبح کے بعد جب چاہے قربانی کرلے۔
- بکرا۔ بکری۔ بھیڑ۔ دنبہ۔ گائے۔ بیل۔ بھینس۔ بھینسا۔ اونٹ اور اونٹنی صرف ان جانوروں کی قربانی درست ہے ان کے علاوہ کسی دوسرے جانور کی قربانی درست نہیں۔
- گائے۔ بھینس اور اونٹ میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں اس سے زیادہ نہیں۔
- سب حصہ دار برابر مقدار میں گوشت تقسیم کریں۔
- بکری کی عمر کم سے کم ایک سال۔ گائے اور بھینس کی عمر کم سے کم دو برس اور اونٹ کی عمر کم سے کم پانچ برس ہونی ضروری ہے اس سے کم عمر کی قربانی درست نہیں۔
- بھیڑ اور دنبہ اگر موٹا تازہ ہو کہ سال کا معلوم ہو تو چھ ماہ سے یا اس سے زائد کی قربانی درست ہے لیکن اگر سال بھر کا معلوم نہ ہو تو سال کا ہونا ضروری ہے۔
- مناسب یہ ہے کہ گوشت کا ایک تہائی خیرات کرے، ایک تہائی اقرباء واحباب کو دے اور ایک تہائی خود استعمال کرے۔
- قربانی کی کھال رنگ کر خود استعمال کرے تو درست ہے اگر فروخت کرے تو اس کی قیمت خیرات کرے، قربانی کی کھال مسجد یا کسی رفاہی کام میں لگانا درست نہیں بلکہ کسی غریب کو دے۔

گوشت یا کھال مزدوری میں بھی نہ دے۔
اگر قربانی واجب تھی اور کسی وجہ سے نہیں دے سکا۔ اور قربانی کے دن گذر گئے۔ اب اس قدر رقم خیرات کرے۔
دوسرے کی طرف سے قربانی کرنا بھی درست ہے۔
قربانی کا گوشت غیر مسلموں کو بھی دینا جائز ہے۔
اگر جانور میں کسی حصہ دار کی نیت صرف گوشت کھانے کی ہوئی تو سب کی قربانی برباد ہو گئی۔ اس طرح اگر ایک حصہ دار غیر مسلم۔ یا مرتد جیسے کہ قادیانی بہائی، مرتد فرقہ یا منکرِ حدیث پرویزی، مرتد فرقہ تو ایسی صورت میں کسی کی قربانی ادا نہیں ہوئی۔
اسی طرح اگر ایک حصہ دار اسلام کے بنیادی مسائل سے اختلاف کرنے والا ہو جس کا مسلمان ہونا ہی مشکوک ہے جیسے کہ رافضی جو صحابہ کرامؓ کے دشمن ہیں اور مشرک یا بدعتی فرقہ جو توحید اور سنت کا دشمن ہے تو سب کی قربانی برباد گئی اس لیے جس جانور میں سات حصہ دار ہوں ان سب کے عقائد اور نیت کی پڑتال ضروری ہے۔
مندرجہ ذیل نقائص والے جانور کی قربانی کرنا درست نہیں۔

۱۔ جانور اندھا یا کانا ہو۔
۲۔ آنکھ کی تہائی یا زیادہ روشنی جاتی رہے۔ تہائی یا زیادہ کان کٹ چکا ہو۔ تہائی یا زیادہ دم کٹ چکی ہو۔
۳۔ اگر صرف تین پاؤں سے چل سکے اور چوتھا پاؤں زمین پر نہ لگا سکے۔
۴۔ اس قدر دبلا جانور کہ جس کی ہڈیوں میں گودا نہ رہے۔
۵۔ جانور کے دانت بالکل نہ ہوں۔
۶۔ کان پیدائشی طور پر بالکل نہ ہوں۔ البتہ اگر چوتھا پاؤں زمین پر لگا کر قدرے لنگڑا کر چل سکے یا کچھ دانت ہوں اور کچھ نہ ہوں تو قربانی درست ہے۔
۷۔ جس کا سینگ جڑ سے ٹوٹ چکا ہو۔
۸۔ جو غلاظت کھاتا ہو۔

صدقہ فطر

یاد رہے کہ صدقۂ فطر کی برکت سے رمضان المبارک میں ہونے والی معمولی کوتاہیاں معاف ہو جاتی ہیں نیز عید کے روز یہ غریب مسلمانوں کی مدد کا ذریعہ ہے، صدقۂ فطر نمازِ عید سے پہلے ادا کرنا چاہیئے۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے نماز کی طرف جانے

سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنے کا حکم دیا۔ (صحیح البخاری ج ۱ کتاب الزکوٰۃ، باب صدقۃ الفطر صد ۲۰۴)

صدقۂ فطر احتیاطاً پونے دو سیر گندم یا کھجور اور جَو سے ساڑھے تین سیر ہر آزاد غلام مرد عورت، بڑے چھوٹے پر مقرر ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر کھجور میں سے ایک صاع (ساڑھے تین سیر) یا جو میں سے ایک صاع مقرر فرمایا، ہر غلام اور آزاد اور مرد عورت چھوٹے بڑے مسلمان پر اور حکم دیا کہ لوگوں کے نماز کی طرف جانے سے پہلے ادا کرو۔

(صحیح البخاری ج ۱ کتاب الزکوٰۃ، باب صدقۃ الفطر صد ۲۰۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب گندم عام ہو گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گندم میں نصف صاع (پونے دو سیر) صدقۂ فطر مقرر فرمایا، ان (دوسری) چیزوں کے صاع کی جگہ پر۔

(سنن ابی داود ج ۱ کتاب الزکوٰۃ، باب کم یودی فی صدقۃ الفطر صد ۲۲۷)

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر مقرر کیا۔ یہ روزوں میں ہونے والی لغو اور فحش گوئی سے پاکیزگی کا ذریعہ ہے اور مساکین کے لیے کھانا ہے جس نے نماز (عید) سے پہلے کیا تو یہ مقبول صدقہ ہے اور جس نے نماز کے بعد ادا کیا تو یہ عام صدقات میں سے صدقہ ہے۔

(سنن ابی داود ج ۱ کتاب الزکوٰۃ، باب زکوٰۃ الفطر صد ۲۲۷)

نذر و نیاز اور قسم

یاد رہے کہ صرف اللہ کے نام پر نذر ماننا جائز ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے نام پر نذر ماننا حرام ہے نذر و نیاز مالی عبادت ہے اس پر حصۂ عقائد میں عبادت کی تین اقسام کے اندر تفصیل سے بحث ہو چکی ہے یہاں مختصر طور پر لکھا جاتا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ کے نام پر نذر مانے کہ فلاں کام ہو گیا تو میں اللہ تعالیٰ کے نام پر خیرات کروں گا یا اللہ تعالیٰ کے نام پر جانور ذبح کروں گا۔ تو درست ہے اور کام ہو جانے کے بعد نذر ادا کرنا واجب ہے۔ لیکن اگر کسی نے نذر مانی کہ میرا کام ہو گیا تو میں فلاں قبر پر غلاف چڑھاؤں گا یا پیر کے نام پر یا قبر پر جانور ذبح کروں گا یا اس قسم کی خلاف شرع کی نذر مانے تو اس کو پورا کرنا حرام ہے اور اس کو توڑ دینا ضروری ہے۔ اس طرح گناہ کا کام کرنے کی نذر ماننا یا وعدہ کرنا اور اس کو پورا کرنا سخت جرم ہے اسے فوراً توڑ دے اور توبہ کرے۔

حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نافرمانی (گناہ) میں کوئی نذر نہیں۔ اور اس کا کفارہ، قسم توڑنے کا کفارہ ہے (یعنی تین روزے رکھے یا دس مساکین

نا کھلائے۔ (جامع الترمذی ج ۱، ابواب النذور والایمان باب ما جاء ان لانذر فی معصیۃ صہ ۲۷۹)

اللہ کے سوا کسی دوسرے کے نام کی حلف نہ اٹھائے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جس اللہ کے سوا دوسرے (کے نام پر) قسم اٹھائی اس نے کفر کیا یا فرمایا شرک کیا۔

(جامع الترمذی ج ۱، ابواب النذور باب کراھیۃ الحلف بغیر اللہ صہ ۲۸۰)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے نذر دو قسم کی ہوتی ہے جو نذر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہو وہ اللہ کے لیے ہے اس کو پورا کرے۔ اور جو اللہ کی نافرمانی میں ہے وہ شیطان کے لیے ہے اس کو پورا نہ کرے اور اس کا کفارہ ادا کرے جو قسم توڑنے کا کفارہ ہوتا ہے تین روزے رکھے یا دس مساکین کو کھانا کھلائے الغرض اگر کام ہو جائے تو نذر ادا کرنا ضروری ہے اگر کام نہ تو نذر ادا کرنا ضروری نہیں) (سنن نسائی ج ۲، کتاب الایمان والنذور، باب کفارہ النذر صہ ۱۲۹)

عام صدقات

جس طرح زکوٰۃ، قربانی اور نذر صرف اللہ کے نام پر دی جاتی ہے اس طرح صدقہ کرنا بھی عبادت ہے اور یہ صرف اللہ کے نام پر دینا جائز ہے ہمیشہ حلال مال سے صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی خاطر صدقہ کرے اور صدقہ کرنے کے بعد لینے والے پر نہ احسان دھرے اور نہ ہی اس کو مزدوری وغیرہ کی تکلیف دے۔ ریاکاری سے بھی بچے تب ہی صدقہ قبول ہوگا۔

- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ رب تعالیٰ کے غصہ کو بجھاتا ہے اور بری موت کو ہٹاتا ہے۔ (جامع الترمذی ج ۱، ابواب الزکوٰۃ، باب فی فضل الصدقۃ صہ ۱۴۲)

۱- حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک دینار وہ ہے جو تو نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا ایک دینار وہ ہے جو تو نے غلام آزاد کرانے پر خرچ کیا ایک دینار وہ ہے جو تو نے ایک مسکین پر خرچ کیا اور ایک دینار وہ ہے جو تو نے اپنے گھر والوں پر خرچ کیا سب سے زیادہ اجر اس دینار کا ہے جو تو نے اپنے گھر والوں پر خرچ کیا۔ (صحیح مسلم ج ۱، کتاب الزکوٰۃ، باب فضل النفقۃ علی العیال صہ ۳۲۲)

۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص پاکیزہ کمائی سے ایک کھجور کی مقدار کے برابر خیرات کرے اور اللہ تعالیٰ پاکیزہ (حلال) ہی قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دائیں ہاتھ میں لیتا ہے پھر اس کے خیرات کرنے والے کے لیے اس کو پالتا ہے جیسے کہ تم میں سے ایک آدمی بچھیرے کو پالتا

ہے آخر کار وہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ (صحیح البخاری ج ۱ کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ من کسب طیب ص ۱۸۹)

اس لیے انسان کو چاہیئے کہ ہمیشہ صدقہ کرنے کی عادت رکھے۔ چھوٹے بچوں کو بچپن ہی میں صدقہ کرنے کی عادت ڈالے۔ یہ عادت بخل اور بزدلی کا خصوصی علاج ہے۔ اور صدقہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کی پریشانیاں اور آفات دور کر دیتا ہے صدقہ کرتے رہنے والے کی روزی بھی فراخ ہوتی ہے۔

البتہ پختہ قبریں، ان پر گنبد بنانے، عرس کرنے، قوالی کرانے اور ایسے بے ہودہ کاموں پر مال خرچ کرنا سخت جرم ہے۔

موت کے بعد کی جعلی رسومات تیجے، ساتویں، چالیسویں پر اور جعلی ختموں مثلاً گیارہویں اور امام جعفر کے کونڈوں پر مال خرچ کرنا بھی حرام اور سخت گناہ ہے۔

نفلی صدقہ کا طریقہ یہ ہے کہ مسجد کی ضروریات پر مال خرچ کرے، کسی غریب مسلمان کو مال دے، رفاہ عامہ کے کاموں پر مال خرچ کرے، مسلمانوں کی اجتماعی یا انفرادی ضروریات پر مال خرچ کرے۔ البتہ اپنے گھر والوں پر اور جن کے اخراجات اس کے ذمہ ہیں مثلاً والدین اور بیوی بچوں پر پہلے خرچ کرے رشتہ داروں کو دینے سے دوگنا ثواب ہے۔

ناموری کی خاطر بڑی عمارات تعمیر کرنا، دکھاوے کے لیے اعلیٰ ترین گھر کی اشیاء خریدنا یہ فضول خرچی میں داخل اور ناپسندیدہ کام ہے۔ اگر صدقہ یا نفلی عبادت کا ثواب مردے کو بخشنا چاہے تو اس کا طریقہ یہ ہے۔

1۔ اگر صدقہ یا نفلی عبادت کرتے وقت نیت کر لے کہ میں فلاں فلاں آدمی کی طرف سے صدقہ یا عبادت کر رہا ہوں تو ثواب ساتھ ساتھ ہی پہنچتا رہے گا۔

۲۔ صدقہ کرنے یا نفلی عبادت کرنے کے بعد یہ کہے یا اللہ اس کا ثواب میں نے فلاں فلاں کو بخشا تو پہنچا دے۔ یعنی دعا کر دے۔

مزید تفصیل اور گیارہویں، کونڈے وغیرہ امور کے بارے میں مزید تفصیل کے لیے حصۂ عقائد کے مالی عبادات کے باب کا مطالعہ کیجیئے۔

روزہ اور اس کی اہمیت و فضائل

اللہ تعالیٰ کی عبادت کئی طرح سے کی جاتی ہے۔

جس طرح قرآن مجید پڑھنا، کلمہ طیبہ، درود شریف اور تسبیحات کا ورد کرنا، دعا کرنا۔ استغفار کرنا اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنا، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ کے نام پر نذر دینا اور اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر گھر میں یا مسجد میں یا جہاں کہیں بھی پاکیزہ جگہ ملے نماز پڑھنا، اللہ تعالیٰ

گھر بیت اللہ شریف کا طواف کرنا۔ یہ سب عبادات ہیں۔ اس طرح زندگی کے ہر حصہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کام کرنا بھی عبادت ہے۔

اور اس طرح اللہ تعالیٰ کسی کام کے کرنے یا کسی کھانے پینے سے منع کر دے تو اس کام یا کھانے سے رُک جائے تو بھی اس کی عبادت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک میں لوگوں کو صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک کھانے پینے سے اور بیوی کے پاس جانے سے منع کر دیا جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کی نیت سے کھانے پینے سے رُک گیا وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا ہے۔

(روزہ رکھنا اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پسندیدہ عبادت ہے، روزہ رکھنے والا کھانا پینا ترک کر کے اس کام میں فرشتوں سے مشابہت پیدا کرتا ہے نفسانیت کو قابو کرتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اس کا بے اندازہ اجر عطا فرمائے گا۔ روزے کا مفہوم یہ ہے کہ رمضان المبارک کے مہینے میں باقی ایام کے جائز کام یعنی کھانے پینے سے بھی رُک جائے اور برے کاموں سے تو خصوصی طور پر رُک جائے گویا یہ مہینہ نیک بننے اور برائیوں کو ترک کرنے کی خصوصی مشق کا مہینہ ہے جس نے اس مہینہ میں پوری لگن کے ساتھ روزے رکھے، رمضان المبارک کا احترام کیا اور اپنے آپ کو ہر گناہ سے باز رکھنے کی پوری کوشش کی تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ یقیناً سال کا باقی حصہ بھی برائیوں سے بچا رہے گا۔) رمضان المبارک کے بارے میں آئندہ سطور میں تفصیل پیش کی جا رہی ہے۔

رمضان المبارک میں روزہ رکھنا فرض ہے

مسلمانوں پر ہر سال ایک قمری ماہ روزے رکھنا فرض ہے چاہے مرد ہو یا عورت ہو۔ بالغ ہو اور اس قدر تندرست ہو کہ روزے رکھ سکے اور مقیم ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ	(اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس
الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ	طرح ان لوگوں پر فرض کیے گئے جو تم سے پہلے تھے
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۙ	تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔)

(البقرۃ — ۱۸۳)

اگر کوئی مسافر یا مریض ہو اور روزے نہ رکھ سکے تو اس کو اجازت ہے کہ وہ صحت یاب ہونے یا سفر سے واپس آنے کے بعد روزے رکھے اگر سفر میں روزے رکھ سکے تو بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

(۲) فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ (البقرة - ۱۸۵)

(سو جو کوئی تم میں سے اس مہینے کو پالے تو اس کے روزے رکھے اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرے۔

روزہ کے فضائل

اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر سال میں ایک قمری ماہ روزے فرض کئے جو شخص صحت مند، مقیم، عاقل اور بالغ ہو اس پر روزے فرض ہیں اگر مسافر روزہ رکھے تو افضل ہے لیکن اگر سفر میں نہ رکھ سکے تو وطن واپس آکر روزے قضا کرے۔ اس طرح مریض اگر روزے نہ رکھ سکے تو صحت ہونے کے بعد روزے قضا کرے اگر عورت کو حیض یا نفاس آنے لگے تو روزے نہ رکھے اور حیض یا نفاس ختم ہونے کے بعد روزے قضا کرے۔ احادیث میں روزے رکھنے کے فضائل اور اجر و ثواب بتایا گیا۔

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ (دس محرم) کا روزہ رکھا اور اس کے روزے کا حکم دیا، مگر جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو پھر اسے چھوڑ دیا گیا (یعنی نفلی روزہ ہو گیا) (صحیح البخاری ج ۱: کتاب الصوم، باب وجوب صوم رمضان ص ۲۵۴)

(۲) حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ قریش جاہلیت میں عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے، پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے روزے کا حکم دیا، آخر کار رمضان کے روزے فرض ہوئے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو چاہے اس (عاشوراء) کا روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے۔

(صحیح البخاری ج ۱: کتاب، باب وجوب صوم رمضان ص: ۲۵۴)

(۳) حضرت ابو ہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، روزہ ڈھال ہے (یعنی گناہوں یا دوزخ سے بچاؤ کے لیے یا دونوں سے بچاؤ کے لیے) پس نہ فحش گوئی کرے اور نہ جہالت کرے اگر کوئی آدمی اس سے لڑے یا گالی دے تو کہے کہ میں روزے سے ہوں، دو بار، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ عمدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وہ اپنا کھانا پینا اور شہوت میری وجہ سے چھوڑتا ہے، روزے میرے لیے ہیں اور میں ہی روزوں کی جزاء دوں گا اور نیکی کا بدلہ دس گنا ہے۔

(صحیح البخاری ج ۱: کتاب الصوم، باب فضل الصوم ص ۲۵۴)

(۶)

حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو باب الریان (سیرابی کا دروازہ) کہا جاتا ہے قیامت کے روز اس سے صرف روزے دار ہی داخل ہوں گے، ان کے سوا اس سے کوئی داخل نہیں ہوگا۔ کہا جائے گا، روزے دار کہاں ہیں؟ پس وہ اٹھیں گے۔ ان کے سوا کوئی اس سے داخل نہیں ہوگا۔ پس جب وہ داخل ہو جائیں گے تو وہ بند کر دیا جائے گا۔ پھر اس سے کوئی داخل نہیں ہوگا۔ (صحیح البخاری ج: ا کتاب الصوم، باب الریان للصائمین ۲۵۴)

حضرت ابو ہریرۃ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے قدر کی رات کو ایمان کے ساتھ اور اپنا محاسبہ کرتے ہوئے قیام کیا (عبادت کی) اس کے تمام گذشتہ گناہ معاف کر دیے گئے اور جس نے رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور اپنا محاسبہ کرتے ہوئے رکھے اس کے تمام گذشتہ گناہ معاف کر دیے گئے

(صحیح البخاری ج، ا کتاب الصوم، باب من صام رمضان ایمانا واحتسابا صد ۲۵۵)

رمضان المبارک کے بعد چاہیے تو ہر ماہ میں ایام بیض کے تین روزے رکھے، یعنی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ قمری مہینے کے روزے رکھے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی، ہر ماہ میں تین روزے رکھوں، چاشت کے وقت دو رکعت پڑھوں اور سونے سے پہلے وتر پڑھ لوں۔

(صحیح البخاری ج ا کتاب الصوم، باب صیام البیض صد ۲۶۶)

اگر کوئی ہمیشہ روزہ رکھنا چاہے تو زیادہ مناسب یہ ہے کہ ایک دن روزہ رکھے اور دوسرے دن افطار کرے حضرت داود علیہ السلام کے روزے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو ایک روایت میں فرمایا، پس ایک دن روزہ رکھ اور ایک دن افطار کر۔ اور یہ داود علیہ السلام کے روزے ہیں اور یہ سب روزوں سے افضل ہیں۔ ... الحدیث (صحیح البخاری ج: ا کتاب الصوم، باب صوم الدھر صد ۲۶۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، روزہ اور قرآن مجید بندے کی سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا، اے رب، میں نے اسے کھانے اور شہوت رانی سے روکے رکھا۔ اس لیے اس کے متعلق میری سفارش قبول فرما اور قرآن مجید کہے گا، میں نے اسے رات کو سونے سے روکا اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما۔

(مشکوۃ المصابیح، کتاب الصوم عن بیھقی فی شعیب الایمان صد ۱۷۳)

حضرت ابو ایوب انصاری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے رمضان کے روزے رکھے، پھر اس کے بعد شوال میں چھ روزے رکھے وہ ایسا ہے جیسے

کہ صیام الدھر (ہمیشہ روزے) رکھے۔

(صحیح المسلم ج ۱ کتاب الصیام، باب استحباب صوم ستۃ من شوال اتباعاً لرمضان ص۹

• اگر کسی دوسرے کو بھی افطار کرائے تو اس کا بھی اجر و ثواب ہے، حضرت زید بن خالد الجھنی رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو کسی روزے دار کو افطار کرائے اس لیے اس جیسا اجر ہے اور روزے کا کچھ اجر بھی کم نہیں کیا جائے گا۔

(جامع ترمذی ج ۱ ابواب الصوم، باب ما جاء فی فضل من فطر صائما ص۱۶۶

روزے کے مسائل

مناسب یہ ہے کہ سحری ضرور کھائے، حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سحری کھاؤ کیونکہ سحری (کے کھانے) میں برکت ہے۔

(صحیح البخاری ج ۱ کتاب الصوم، باب برکۃ السحور ص۲۵۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی پھر نماز کے لیے کھڑے ہوگئے (حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) میں نے پوچھا: اذان اور سحری (کھانے میں) کے درمیان کتنا فاصلہ تھا۔؟

فرمایا:۔ پچاس آیات پڑھنے کی مقدار۔

(صحیح البخاری ج ۱ کتاب الصوم، باب قدر کم بین السحور وصلوۃ الفجر، ص۲۵۷)

روزہ غروب آفتاب کے جلد بعد افطار کرنا چاہیئے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا: میرے سب سے محبوب تر بندے وہ ہیں جو جلدی افطار کریں۔

(جامع ترمذی ج ۱ ابواب الصوم، باب ما جاء فی تعجیل الافطار ص۱۵۰)

حضرت ابو ہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین تک غالب رہے گا۔ جب تک کہ لوگ جلدی افطار کریں گے۔ کیونکہ یہودی اور عیسائی دیر کرتے ہیں

(سنن ابی داود ج ۱ کتاب الصیام، باب ما یستحب من تعجیل الفطر ص۳۲۱)

اکثر رافضی بھی دیر سے افطار کرتے ہیں، شاید ان کا تعلق بھی ان دو گروہوں سے ہو۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔

افضل یہ ہے کہ کھجور سے افطار کرے یا پانی پی لے۔

حضرت سلمان بن عامر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو۔ تو وہ کھجور سے روزہ کھولے اگر کھجور نہ پائے تو پانی سے (افطار) کرلے اس لیے پانی پاک کرنے والا ہے (سنن ابی داود ج ۱، کتاب الصیام، باب ما یفطر علیہ ص ۳۲۱)

حضرت معاذ بن زہرۃ رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب افطار کرتے تو یہ کہتے

اَللّٰھُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ

(اے اللہ میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیری روزی پر افطار کیا)

(سنن ابی داود ج ۱، کتاب الصیام، باب القول عند الافطار ص ۳۲۲)

ایک روایت میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب افطار کرتے تو یہ کہتے۔

ذَھَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی

(پیاس گئی، رگیں تر ہوگئیں اور اگر اللہ نے چاہا تو اجر ثابت ہو گیا۔)

(سنن ابی داود، کتاب الصیام، باب القول عند الافطار ص ۳۲۱)

انسان کو چاہیئے کہ زبان اور سب اعضاء کا روزہ رکھے، یاوہ گوئی، جھوٹ، غیبت اور ہر گناہ سے بچے۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جھوٹ اور اس پر عمل کرنے کو نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کی ضرورت نہیں، کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دے۔

(صحیح البخاری ج ۱، کتاب الصوم، باب من لم یدع قول الزور ص ۲۵۵)

عید کے دن روزہ رکھنا منع ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یہ دو دن ایسے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا، جس دن روزوں کے بعد فطر کا دن ہو۔ (یعنی عید الفطر کا دن) اور جس دن میں تم اپنی قربانیاں کھاتے ہو۔ (یعنی عید الاضحیٰ) (صحیح المسلم ج ۱، کتاب الصیام، باب تحریم صوم یومی العیدین ص ۳۶۰)

چاند دیکھ کر روزے رکھے محض اٹکل پچو سے کام نہ لے۔ اگر بادل ہو جائے اور صحیح گواہی نہ ملے تو تیس دن شعبان کے پورے کرے اور شک کا روزہ نہ رکھے۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یا بتایا) کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس (چاند) کو دیکھ کر روزہ رکھو اور اس کو دیکھ کر افطار کرو پس اگر تم پر بادل چھا جائے، تو شعبان کے تیس (دن) پورے کرو۔

(صحیح البخاری ج ۱، کتاب الصوم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا رأیتم الھلال فصوموا ص ۲۵۶)

سفر اور مرض کی حالت میں روزہ افطار کرنے کی اجازت ہے مگر بعد میں قضا کرنے ضروری ہیں اگر سفر میں روزے

رکھے تو افضل ہے بشرطیکہ زیادہ تکلیف نہ ہو حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا
کیا سفر میں روزہ رکھوں؟ وہ روزے بہت رکھتے تھے آپ نے فرمایا۔ اگر تم چاہو تو روزہ رکھو اور اگر چاہو تو افطار کرلو
(صحیح البخاری ج ۱ کتاب الصوم، باب الصوم فی السفر والافطار صہ ۲۶۰)

اگر مرنے والے کے ذمہ روزے باقی ہوں تو اس کی طرف سے ہر روزے کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلائے
یا دو سیر گندم ایک روزہ کے بدلے دے دے اسی طرح جو شخص بوڑھا ہو جائے، روزے نہ رکھ سکے اس کی طرف
سے یہ فدیہ دیا جائے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو وفات پا جائے
اور اس پر رمضان کے مہینے کے روزے باقی ہوں، تو ہر روزے کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے
(جامع ترمذی ج ۱ ابواب الصوم، باب ماجاء فی الکفارۃ۔ صہ ۱۵۲)

روزے کی حالت میں عطر لگانے، غسل کرنے، بدن اور سر پر تیل لگانے، کنگھی کرنے، مسواک کرنے، خوشبو لگانے
اور سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں، البتہ کان یا ناک میں تر دوا ڈالنے اور منجن ملنے کی ممانعت ہے۔

نیز یاد رہے کہ روزے کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ فرض ۲۔ نفل

فرض روزہ سے مراد رمضان کے روزے ہیں اور نذر مان کر روزے رکھے جاتے والے روزے
واجب ہیں ان کے بارے میں رات کو نیت کرے یا دن کو دوپہر ہونے سے پہلے نیت کرے تو روزہ درست
رمضان کا روزہ فرض ہے اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ نذر کا روزہ واجب ہے اس کو چھوڑنے
والا گناہ گار ہے اگر رمضان کا روزہ قضا کرے یا کفارہ کا روزہ رکھے تو رات سے ہی نیت کرنا ضروری ہے
ورنہ روزہ ادا نہیں ہوگا۔

نفلی روزہ میں دوپہر سے پہلے نیت کرے تو درست ہے۔

اگر شعبان کی ۲۹ تاریخ کو شام کے وقت چاند نظر آئے تو روزہ رکھیں لیکن اگر بادل چھا جائے تو شعبان
کے تیس دن پورے کریں۔ (ملخصا من ہدایۃ اولین۔ کتاب الصوم، ص: ۲۶۰)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (چاند
دیکھ کر روزہ رکھو اور اسے دیکھ کر افطار کرو پس اگر تم پر ابر چھا جائے تو شعبان کی گنتی تیس (دن) پورے
(صحیح البخاری ج ۱ کتاب الصوم، باب اذا رأیتم الھلال فصوموا صہ ۲۵۶)

محض شک میں رمضان کا روزہ قرار دے کر نہ رکھیں۔

اگر بادل چھا جائے مگر ایک نیک عادل مسلمان گواہی دے کہ میں نے چاند دیکھا ہے لیکن اگر آسمان صاف ہے

وکثیر افراد کی گواہی ضروری ہے۔

البتہ افطار کرنے کے چاند میں دو گواہ ضروری ہیں جبکہ بادل چھا جائے۔ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہیں۔

روزے کا مفہوم یہ ہے کہ سحری ختم ہونے سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے، جماع کرنے سے سے دور رہے۔

جو شخص رمضان کا روزہ رکھ کر قصداً غذا یا دوا کھا پی لے یا جماع کرلے اس پر کفارہ لازم ہے۔ یعنی یک مسلمان غلام آزاد کرے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے ایک کا ناغہ ہوگیا تو دوبارہ رکھے اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے۔

اگر کسی نے زبردستی کھلا پلا دیا یا زبردستی جماع کرلیا تو قضا لازم ہے۔ یعنی ایک روزہ کے بدلہ میں صرف ایک روزہ رکھے۔

اگر عورت کا بوسہ لیا یا چھوا تو انزال ہوگیا۔

اگر دانتوں میں بوٹی یا ٹکڑا تھا اسے نکالا اور پھر کھا لیا۔ اس طرح جان بوجھ کر پیٹ بھر کر قے لایا اگر کر یا لوہا کھا گیا یا چوپائے سے جماع کیا، یا عورت کی شرمگاہ کے سوا انزال کیا، اگر کان یا ناک میں دوا ڈالی بیمار ہوگیا۔ یا سفر کرنا پڑا تو روزہ افطار کرلیا۔ ان سب صورتوں میں قضا لازم ہے۔

اور اگر بھول کر کھا پی لیا یعنی روزہ یاد نہ تھا یا عورت کا صرف بوسہ لیا، یا سرمہ ڈالا یا غسل کیا، یا مسواک کی یا رن پر تیل لگایا یا سو رہا تھا کہ احتلام ہوگیا یا بیماری کے باعث جریان ہوا۔ یا ذرا سا جزو دانتوں میں تھا سے باہر نکالے بغیر نگل گیا۔ (چنے سے چھوٹا ہو تو)

یا خود قے آئی یا کلی کرے یا خوشبو لگائے ان سب صورتوں میں روزے کو کچھ نقصان نہ ہوا۔

مسافر آسانی کے ساتھ حالت سفر میں روزہ رکھ سکے تو افضل ہے لیکن اگر قضا کرے تو جائز ہے اسی طرح مریض صحت یاب ہونے کے بعد روزہ قضا کرلے تو جائز ہے۔

قضا کرتے وقت چاہے مسلسل روزے رکھے یا متفرق طور پر ادا کرے دونوں درست ہیں اگر عورت کو خطرہ ہو کہ شیر خوار بچے کو شدید تکلیف ہوگی تو روزہ قضا کرسکتی ہے۔

جو شخص شدید بوڑھا ہو جائے کہ روزے کی طاقت نہ ہو۔

اور آئندہ بھی امید نظر نہ آئے تو ہر روزہ کے بدلہ میں فدیہ دے دے۔ یعنی ہر روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو دو وقت کھانا کھلائے یا دو سیر گندم یا چار سیر کھجور یا جو دے۔

ایسے ہی مرنے والے پر روزے باقی ہوں تو ہر روزہ کے بدلہ میں فدیہ دیا جائے۔

اگر رمضان میں دن کے کسی حصہ میں بچہ بالغ ہو جائے یا کافر مسلمان ہو جائے تو احتراماً باقی وقت روزہ کی حالت رکھے۔ البتہ اگر کھا ہی لے تو ان پر قضا و کفارہ کچھ نہیں ہوگا۔

اگر کوئی روزہ رکھے ہی نہیں تو صرف قضا لازم ہے۔ کفارہ اس صورت میں ہے کہ روزہ رکھ کر غذا یا دوا یا جماع کے ساتھ قصداً توڑ دے۔ سحری کھائی خیال تھا کہ ابھی وقت ہے یا غلط فہمی سے غروب آفتاب سے پہلے روزہ کھول دیا تو صرف قضا لازم ہے۔

سحری کھانا مستحب ہے۔

جو شخص سال بھر روزے رکھے تو وہ عیدین اور ایام تشریق جن دنوں میں قربانی کی جاتی ہے ان میں روزہ نہ رکھے، البتہ افضل یہ ہے کہ ایک دن روزہ رکھے اور ایک دن افطار کرے۔ یا ہر ماہ میں تین نفلی روزے رکھ لے۔ (ملخصاً من ہدایۃ کتاب الصوم، ص ۲۰۰)

شعبان کی پندرھویں رات

رمضان المبارک سے پہلے شعبان کا مہینہ ہے۔

شعبان کی پندرویں رات کو یعنی ۱۴ شعبان اور ۱۵ شعبان کی درمیانی رات کو مناسب یہ ہے کہ خوب عبادت کرے، دعائیں کرے اس رات کو دعائیں خصوصاً قبول کی جاتی ہیں۔ اور پندرہ شعبان کو روزہ رکھے البتہ یہ نفلی عبادت ہے۔

- حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نصف شعبان کی رات (یعنی پندرویں شعبان کی رات) ہو تو اس رات کو قیام کرو (عبادت کرو) اور دن کو روزہ رکھو کیونکہ اس (رات) میں اللہ تعالیٰ غروب آفتاب سے آسمان دنیا تک نزول فرماتا ہے (جو اس کی شان کے لائق ہے) پس فرماتا ہے، کوئی ہے بخشش مانگنے والا میں اس کو بخشش دوں کوئی ہے روزی مانگنے والا میں اس کو روزی عطا کروں ؟ کوئی ہے (مصیبت میں) مبتلا اس کو نجات دوں ؟ کوئی ہے ایسا ؟ کوئی ہے ایسا ؟ یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جائے۔

(ابن ماجۃ، باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان ص ۱۰۰)

- حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو نظر فرماتا ہے، مشرک اور بغض رکھنے والے کے سوا اپنی ساری مخلوق کو معاف کر دیتا ہے۔ (ابن ماجۃ، باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان ص ۱۰۱)

چنانچہ اس رات ہر گناہ سے توبہ کرے، نوافل پڑھے اور رات بھر دنیاوی و اُخروی سب حاجات کی دعائیں
کرے۔

شبِ قدر

رمضان المبارک کے مہینہ میں ایک رات ایسی بھی آتی ہے کہ اس رات کو عبادت کرنے کا ثواب ایک ہزار مہینے
...دت سے بڑھ کر ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ اس رات کو خوب دل لگا کر عبادت کرے۔ اس رات کے بارے میں
...ت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
"جب قدر کی رات آتی ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ہمراہ اترتے ہیں، ہر
...ے یا بیٹھے ذکر اللہ کرنے والے آدمی کے حق میں دعائے رحمت کرتے ہیں ....."

(مشکوٰۃ المصابیح، باب لیلۃ القدر صد ۱۸۲ عن بیہقی فی شعب الایمان)

اس رات کو دعائیں بھی خوب قبول ہوتی ہیں اس لیے اس رات میں انسان کو چاہیئے کہ عبادت بھی کرتا
اور تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد خوب عاجزی کے ساتھ دنیا و آخرت کی بھلائی بھی مانگتا رہے۔ البتہ جس گھر
...ندار کی تصویر ہو یا عادی شراب نوش یا بدکار مرد و عورت ہوں وہاں اللہ کی رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ وہ گھر
...لت کی شب کو بھی منحوس رہتا ہے۔
اس لیے سب سے پہلے گھر کو تصویروں سے پاک کرے، شراب یا بدکاری کی عادت ہو تو فوراً توبہ کرے اس
...و فرشتے مسلمانوں کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں یہ رات ۲۱ یا ۲۳ یا ۲۵ یا ۲۷ یا ۲۹ یعنی ان پانچ راتوں میں سے
...رات ہے بہتر یہ ہے کہ یہ سب راتیں بیدار رہ کر خوب محنت کرے۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شب قدر کو رمضان کی
...ی دس طاق راتوں (۲۱ یا ۲۳ یا ۲۵ یا ۲۷ یا ۲۹) میں تلاش کرو۔

(صحیح البخاری ج ۱ کتاب الصوم، باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشرۃ الاواخر صد ۲۷)

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول، اگر میں قدر کی رات
...لوں تو کیا دعا کروں؟ آپ نے فرمایا۔ یہ کہنا۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ

(سنن ابی ماجہ ابواب الدعاء، باب بالدعاء بالعفو والعافیۃ صد ۲۸۲)

اللہ تعالیٰ نے اس رات آسمان دنیا میں قرآن مجید نازل کیا پھر ۲۳ سال میں تھوڑا تھوڑا کر کے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

(۱) إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ۝ سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

(سورۃ القدر)

(بے شک ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں اتارا اور آپ کو کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے یہ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس میں فرشتے اور روح نازل ہوتے ہیں اپنے رب کے حکم سے ہر کام پر وہ صبح روشن ہونے تک سلامتی کی رات ہے)

عید الفطر اور صدقۃ الفطر

عید الفطر اور صدقۃ الفطر کے بعض ضروری مسائل درج کیے جاتے ہیں۔

۱۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام آزاد، مرد، عورت، چھوٹے اور بڑے مسلمان پر صدقۃ فطر ایک صاع کھجور یا جو مقرر فرمایا اور حکم دیا کہ نماز (عید) کی طرف نکلنے سے پہلے ادا کرو۔ (صحیح البخاری ج ۱، کتاب الصوم، باب فرض صدقۃ الفطر ص ۲۰۴)

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رمضان کے آخر میں فرمایا اپنے روزے کا صدقہ نکالو۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صدقہ ایک صاع (تقریباً ساڑھے تین سیر) کھجور یا جو سے یا نصف صاع (پونے دو سیر) گندم کا فرض کیا۔ چاہے آزاد ہو یا غلام ہو۔ عورت ہو یا مرد ہو اور (راجا ہے) بچہ ہو یا بڑا ہو۔ (سنن نسائی ج ۱، کتاب الزکوٰۃ باب مکیلۃ زکوٰۃ الفطر ص ۸۵ ۲)

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب شب قدر آتی ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت میں اترتے ہیں اور ہر بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر ذکر کرنے والے بندے کے لیے دعا کرتے ہیں اور جب عید کا دن ہوتا ہے یعنی عید الفطر کا دن آتا ہے تو ... باعث فرشتوں پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے اے میرے فرشتو۔ اس مزدور کی کیا جزاء ہے جس نے کام مکمل کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب اس کی جزاء یہ ہے کہ اس کو مکمل اجر عطا کیا جائے۔ اللہ فرماتا ہے۔ اے میرے فرشتو! میرے بندوں اور میری بندیوں نے وہ فرض مکمل ادا کیا جو ان پر لازم تھا پھر وہ دعا میں زاری کرتے ہوئے نکلے۔

مجھے میری عزت، میرے جلال، میری بلندی مکان کی قسم میں ان کی دُعا ضرور قبول کروں گا پھر فرماتا ہے اس حال
میں واپس جاؤ کہ میں نے تمہیں بخش دیا۔ اور تمہاری برائیوں کو نیکیاں بنا دیا۔
بتایا کہ وہ بخشے ہوئے واپس آتے ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح باب لیلۃ القدر ص۱۸۲-۱۸۳ عن بیھقی فی شعیب الایمان)
اس لیے عید کی نماز کے بعد مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ خوب دل لگا کر دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں مانگیں اور
خصوصًا ساری دنیا پر مسلمانوں کے غالب آجانے اور خصوصًا یہودیوں اور ان کے دوسرے ایجنٹوں کی تباہی کی دعا
کریں اور ہر ملک میں اسلامی قانون کے رائج ہونے کی دُعا کریں۔
نمازِ عید کا طریقہ نماز کے باب میں دیکھیے۔

حج کی اہمیت اور فضائل و مسائل

حج سے مراد سال میں ذی الحجہ کے مقررہ دنوں کے اندر مکہ مکرمہ جاکر مسجد حرام کا طواف کرنا صفا اور مروہ کے
میان سعی کرنا نیز منیٰ، مزدلفہ اور عرفات میں وقوف کرنا اور قربانی کرنا ہے۔
یہ اجتماع دنیا بھر کے مسلمانوں کی باہمی ملاقات کا بہترین موقع ہے نیز حج کا مقصود یہ ہے کہ انسان اپنے وطن
عزیز و اقارب اور مال و دولت سب چیزوں کی قربانی کے لیے ہر وقت تیار رہے۔ حج کرنا بدنی، زبانی، اور مالی عبادات
کی مجموعہ عبادت ہے۔ حج کی تفصیلات درج ذیل ہیں۔

خانہ کعبہ اور مسجدِ حرام

قرآن مجید میں خانہ کعبہ اور مسجد حرام کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ
خانہ کعبہ مکہ مکرمہ میں ہے اور روئے زمین پر پہلا قبلہ ہے اور ہدایت کا پہلا مرکز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے
حرم محترم اور جائے امن قرار دیا اور حرم مکہ کے رہنے والوں کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول
فرماتے ہوئے روزی خصوصًا پھلوں میں فراوانی بخشی اور ساری دنیا کے قلوب کو اس پاک سرزمین کی طرف مائل
کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (۱)

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ۝ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ ۖ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا (آل عمران ۹۶-۹۷)

(بے شک لوگوں کے واسطے جو سب سے پہلا گھر مقرر ہوا یہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا ہے اور سب جہانوں (کے لوگوں) کے لیے راہ نما ہے اس میں ظاہر نشانیاں ہیں مقام ابراہیم ہے اور جو اس میں داخل ہو جائے وہ امن والا ہو جاتا ہے)

زمانہ رسالت سے پہلے بھی مکہ والوں کو امان حاصل تھا حالانکہ دوسرے شہروں میں قتل و غارت عام تھا، فرمایا

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ (العنکبوت ــ ۶۷)

(کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو امن کی جگہ بنادیا ہے اور لوگ ان کے آس پاس سے اچک لئے جاتے ہیں۔

مقام امن ہونے کے ساتھ پھلوں کی روزی فراوانی کے ساتھ ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔)

اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰۤى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا (القصص ــ ۵۷)

(کیا ہم نے انہیں حرم میں جگہ نہیں دی؟ جو امن کا مقام ہے جہاں ہر قسم کے میووں کا رزق ہماری طرف سے پہنچایا جاتا ہے)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہل مکہ کے لیے خصوصی دعا کا ذکر کیا اور فرمایا۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ (البقرۃ ــ ۱۲۶)

(اور جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب! اسے امن کا شہر بنادے اور اس کے رہنے والوں کو پھلوں سے رزق دے جو کوئی ان میں سے اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے)

ہر قوم نے ایک قبلہ مقرر کر رکھا ہے مگر صحیح قبلہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ خود مقرر کرے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ البقرۃ ــ ۱۴۹)

(اور جہاں سے آپ نکلیں تو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کریں اور آپ کے رب کی طرف سے یہی حق بھی ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے غافل نہیں)

حج کرنا فرض ہے

ہر مسلمان مرد و عورت پر زندگی میں ایک بار حج کرنا فرض ہے بشرطیکہ اس قدر مال ہو کہ حج کا سفر کرسکے اور جن کے اخراجات ان کے ذمہ لازم ہیں ان کو دے کر جائے، صحت ہو کہ سفر کرسکے اور راستہ پر امن اور کوئی دوسری غیر اختیاری رکاوٹ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (آل عمران ــ ۹۷)

(اور لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا، اللہ کا حق ہے اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو اور جو انکار کرے تو پھر اللہ جہاں والوں سے بے پرواہ ہے

حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے جب خانہ کعبہ کی تعمیر کی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور فرمایا:

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ۙ (الحج — ۲۷)

(اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دے کہ تیرے پاس پاپیادہ اور پتلے دبلے اونٹوں پر دور دراز راستوں سے آئیں)

خانہ کعبہ کا طواف کرنے کا حکم دیا اور فرمایا۔

وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ ۝ (الحج-۲۹)

(اور قدیم گھر کا طواف کریں)

حج اور عمرہ دونوں کا حکم دیا اور فرمایا:۔

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ط (البقرۃ - ۱۹۶)

(اور اللہ کے لیے حج اور عمرہ پورا کرو)

مقام ابراہیم پر نماز پڑھنے کا حکم دیا اور فرمایا:۔

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّی ط (البقرۃ - ۱۲۵)

(اور مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ)

صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے کا طریقہ اسلام سے پہلے سے مروج تھا یہ خانہ کعبہ کے باہر دو پہاڑ ہیں جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت ھاجرۃ رضی اللہ عنہا اور اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے لا بٹھایا جبکہ یہاں آبادی کا نام ونشان نہ تھا اور ریت وپتھر کے سوا کچھ نہ تھا، حضرت ہاجرۃ رضی اللہ عنہا کے پاس جب پانی ختم ہوگیا تو وہ بے چین ہو کر سات بار صفا اور مروہ کے درمیان چلیں، تاکہ دیکھیں کہ دوسری طرف کوئی انسان ہو اور ساتویں چکر کے بعد دیکھا کہ جس جگہ حضرت اسماعیل علیہ السلام بیٹھے ہیں وہاں پانی کا چشمہ بہہ رہا ہے یہی زمزم کا کنواں ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی یاد میں قیامت تک سب لوگوں پر صفا اور مروہ کے درمیان سات بار سعی کرنا لازم قرار دے دیا۔

اسلام سے پہلے اہل کفر نے ان پہاڑوں پر بت رکھ لیے تھے۔ صحابہ کرام کو شک ہوا کہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا درست ہے یا نہیں:۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِهِمَا ط وَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِیْمٌ ۝ (البقرۃ — ۱۵۸)

(بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، پس جو کعبہ کا حج یا عمرہ کرے، تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان کے درمیان طواف (سعی) کرے اور جو کوئی اپنی خوشی سے نیکی کرے تو بے شک اللہ قدر دان جاننے والا ہے)

انسان کو چاہیئے کہ اگر اللہ تعالیٰ توفیق دے تو بار بار حج اور عمرہ کرے، حج کرنا بہت بڑی سعادت ہے۔

حج و عمرہ کے فضائل

احادیث حج اور عمرہ کے بے شمار فضائل ہیں، مختصر طور پر تحریر کیا جاتا ہے:

(۱) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب پس فرمایا۔

"اے لوگو! تم پر حج فرض ہے پس حج کرو..... الحدیث

(سنن نسائی ج:۲ کتاب مناسک الحج باب وجوب الحج ص۱)

حضرت ابو ہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے فرماتے سنا جس نے اللہ کے لیے حج کیا اور اس میں کوئی فحش اور بے ہودہ حرکت نہ کی۔ تو وہ اس طرح واپس آیا جیسے کہ اس کی ماں نے اسے آج ہی جنا ہے (یعنی سب گناہوں سے پاک ہو کر واپس آیا)

(صحیح البخاری ج: اکتاب المناسک، باب فضل الحج المبرور ص۲۰۶)

(۲) حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو حج کا ارادہ کرے اسے چاہیئے کہ جلدی کرے۔

(سنن ابی داود ج:ا کتاب المناسک، باب التجارۃ فی الحج کے بعد والا باب) ص۲۴۲

یعنی حج کا ارادہ کر کے سست نہ ہو بلکہ جلد ہی اہتمام کرے۔

حضرت عبد اللہ (ابن مسعود رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پے در پے حج اور عمرہ کرو، یہ دونوں فقر اور گناہوں کو دور کرتے ہیں جیسے کہ بھٹی، لوہے اور سونے چاندی کے میل کو دور کرتی ہے اور حج مبرور (مقبول حج) کا ثواب جنت ہی ہے۔

(سنن نسائی ج:۲ کتاب مناسک الحج، باب فضل المتابعۃ بین الحج والعمرۃ ص۲

(۳) جب حج کرنے والا حج کر کے واپس آئے تو اس سے ملاقات کر کے دعائے مغفرت کی درخواست کی جائے (حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ جب تم حج کرنے والے کو ملو تو اس پر سلام کہو اور اس سے مصافحہ کرو اور اس سے درخواست کرو کہ وہ تمہارے لیے اپنے گھر میں داخل ہونے سے پہلے مغفرت کی دعا کرے کیونکہ وہ بخشا ہوا ہے

(مشکوۃ المصابیح، کتاب المناسک الفصل الثالث ص۲۲۳ عن احمد

دوسرے آدمی کی طرف سے بھی حج کرنے کی اجازت ہے بشرطیکہ اپنا فرض حج کر لیا ہو۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو یہ کہتے سنا۔

لَبَّيْكَ عَنْ شُبْرُمَةَ (شبرمہ کی طرف سے حاضر ہوں)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، شبرمہ کون ہے ؟

اس نے کہا میرا قریبی ہے، آپ نے فرمایا، تو نے اپنا (فرض) حج کر لیا ہے؟ اس نے کہا، نہیں آپ نے فرمایا، یہ (حج) اپنی طرف سے کر و پھر (آئندہ) شبرمہ کی طرف سے حج کر دینا

(ابن ماجۃ ابواب المناسک، باب الحج عن المیت صـ ۲۱۴)

حضرت ابو رزین عقیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول، میرا والد بہت بوڑھا ہے حج نہیں کر سکتا اور نہ ہی عمرہ کر سکتا ہے) اور نہ ہی سواری کر سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا، اپنے والد کی طرف سے حج اور عمرہ کرو۔

(ابن ماجہ، ابواب المناسک، باب الحج عن المیت صـ ۲۱۴)

حضرت جابر بن عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک عورت نے اپنا بچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک حج میں پیش کیا اور اس نے عرض کیا۔

اے اللہ کے رسول، کیا اس کا بھی حج ہے؟ آپ نے فرمایا، ہاں اور تجھے بھی ثواب ملے گا۔

(ابن ماجہ ابواب المناسک، باب حج الصبی صـ ۲۱۴)

عورتوں کے لیے حج کو جہاد قرار دیا (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول، عورتوں پر جہاد فرض ہے ؟ آپ نے فرمایا، ان پر وہ جہاد لازم ہے جس میں جنگ نہیں، یعنی حج اور عمرہ۔ (ابن ماجۃ ابواب المناسک، باب الحج جہاد النساء صـ ۲۱۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سواری نہ ہونے کی وجہ سے حج پر نہ جا سکی اور بہت غمزدہ تھی آپ نے اس کے بارے میں فرمایا۔ جب رمضان آئے تو عمرہ کرو اس میں عمرہ کرنا ایک حج کے برابر ہے

(صحیح المسلم ج ۱ کتاب الحج، باب فضل العمرۃ فی رمضان صـ ۴۰۹)

حضرت ابو امامہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ نے فرمایا، جس کو حج سے کوئی ظاہری حاجت (یعنی سفر خرچ نہ ہونا وغیرہ) نہ روکے اور نہ کوئی ظالم بادشاہ یا روکنے والا مرض روکے اور وہ مر جائے مگر حج نہ کرے تو چاہے یہودی مرے یا عیسائی مرے۔

(سنن دارمی ج: ۱، کتاب مناسک الحج، باب من مات ولم یحج صـ: ۳۶۰)

جو لوگ بے شمار مال کے مالک ہیں، سفر کے وسائل رکھتے ہیں، تجارتی اغراض سے کئی ممالک سفر کرتے رہتے ہیں۔ مگر حج پر نہیں جاتے وہ بہت ہی بدنصیب ہیں۔

سفر حج پر جانے کے آداب

حج کرنا آزاد بالغ عاقل صحت مند پر فرض ہے جو حج کا سفر کر سکے جبکہ اس کے پاس واپس آنے تک اہل و عیال کے اخراجات کے علاوہ سفر خرچ موجود ہو، راستہ پُرامن ہو اور کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

حج کرنا زندگی میں ایک بار فرض ہے اس کے بعد اگر حج کرے تو وہ نفلی عبادت ہے۔

جب حج فرض ہو جائے تو احتیاط اس میں ہے کہ جلد سے جلد حج کرے۔

اگر عورت حج کرے تو اس کے ساتھ اس کا محرم بھی موجود ہو۔ (ہدایہ ج: ا کتاب الحج ملخصا ص۲۱۱)

حج کے لیے حلال مال جمع کرے، حرام مال کے ساتھ کی گئی عبادت مقبول نہیں، سود، شراب، جوا، چوری، رشوت، ناجائز ٹیکس، قبروں کے چڑھاوے، ذوی الارواح کی تصاویر بنانے، سینما، گانے بجانے اور دوسرے اسلام کے خلاف کاموں کے ذریعہ حاصل شدہ مال پر نہ زکوٰۃ لازم ہے اور نہ ہی اس سے کوئی نیکی حاصل کی جا سکتی ہے۔

حج کرنے سے پہلے لوگوں کے حقوق ادا کرے کسی کا قرض ہو تو چکا دے کسی کا حق مارا ہو تو اسے ادا کرے کسی پر ظلم کیا ہو تو اس سے معافی مانگے اگر وہ معاف نہ کرے تو اس کے لیے بخشش کی دعا کرے۔

تمام گناہوں سے سچے دل سے توبہ کرے اور حج کے قبول ہونے کی دعا کرے۔

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے متعلق جدید ترین معلومات جمع کرے تاکہ سفر میں آسانی رہے۔

زیادہ رقم ساتھ لے جائے اور احتیاط سے خرچ کرے تاکہ سفر کی حالت میں محتاجی کی وجہ سے دوسروں کا منہ نہ دیکھنا پڑے۔

مختلف اوقات اور مختلف مقامات کی مقررہ دعائیں پڑھتا رہے تاکہ حرمین الشریفین کی برکات سے خوب دامن بھرے۔

حج کرتے وقت صرف حج کی نیت کرے اور دنیاوی مقاصد کو اس میں نہ لائے، پھر اگر اتفاقاً تجارت کرلے یا ملازمت کا سلسلہ کرلے تو گناہ نہیں۔

حج کے دوران بد اخلاقی، بد کلامی اور ہر گناہ سے سختی کے ساتھ پرہیز کرے۔

آج کل عرب میں کھانے پینے کی چیزیں عام دستیاب ہیں اس لیے زیادہ سامان ساتھ نہ اٹھائے۔

حج کے ضروری کاغذات، پاسپورٹ، نقدی خاص طور پر احتیاط سے رکھے۔ اپنا نام اور پتہ تین جگہ

لکھ کر رکھے جس میں پاسپورٹ کا نمبر وغیرہ سب معلومات ہوں، پاسپورٹ اور کاغذات ضروری رکھنے کے لیے ہمیانی باندھے یا دوسرا کوئی حفاظتی طریقہ اختیار کرے۔

جب گھر سے نکلے تو مسنون دعائیں پڑھے۔ حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو گھر سے نکلے اور یہ کہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ (اللہ کے نام سے میں نے اللہ پر توکل کیا، اللہ کے بغیر نہ توفیق ہے اور نہ قوت ہے)

تو اسے کہا جاتا ہے تم کو ہر مہم کے بارے میں یا ہر شر سے اللہ کی مدد کافی ہوئی۔ اور تم بچ گئے اور شیطان اس سے ہٹ جاتا ہے۔ (جامع ترمذی ج ۲ ابواب الدعوات، باب ما جاء ما یقول اذا خرج من بیتہ صد ۱۸۱)

حضرت ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے فرماتی ہیں، کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر سے کبھی نہیں نکلے مگر آسمان کی طرف رُخ کیا اور یہ دعا پڑھی۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ

اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں اس سے کہ میں گمراہ کروں یا گمراہ کیا جاؤں یا پھسلاؤں یا پھسلایا جاؤں

اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ عَلَیَّ

یا ظلم کروں یا ظلم کیا جاؤں یا جہالت کروں یا مجھ پر جہالت کی جائے۔

(سنن ابی داود ج ۲ کتاب الادب، باب ما یقول اذا خرج من بیتہ صد ۶۹۵)

گھر والوں کو بھی چاہیئے کہ وہ مسنون دعا پڑھیں، حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی آدمی کو وداع کرتے تو اس کا ہاتھ پکڑتے تو خود اس کا ہاتھ نہ چھوڑتے آخر وہ آدمی ہی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ چھوڑتا اور یہ دعا کرتے۔

اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَاٰخِرَ عَمَلِكَ

(میں تمہارا دین، تمہاری امانت اور تمہارے عمل کا انجام اللہ کی امانت میں رکھتا ہوں۔

(جامع ترمذی ج ۲ ابواب الدعوات، باب ما یقول اذا ودع انسانا صد ۱۸۲)

اس طرح سوار ہوتے وقت بھی مسنون دعا پڑھے۔

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوتے تین بار اللہ اکبر کہتے اور پھر یہ پڑھتے

سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ پھر یہ دعا کرتے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَالُكَ فِیْ سَفَرِیْ ھٰذَا مِنَ الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیْنَا الْمَسِیْرَ وَاطْوِعَنَّا بُعْدَ الْاَرْضِ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِیْ سَفَرِیْ وَالْخَلِیْفَةُ فِی الْاَھْلِ اَللّٰھُمَّ اَصْحِبْنَا فِیْ سَفَرِنَا وَاخْلُفْنَا فِیْ اَھْلِنَا۔

جب واپس تشریف لاتے : تو یہ دعا کرتے :

اٰئِبُوْنَ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات، باب مایقول اذا رکب دابۃ، ص: ۱۸۳)

۵۔ جب راہ میں کسی مقام پر اترتے تو یہ دعا کرتے :

رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبَارَكًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ

۶۔ حضرت خولہ بنت حکیم سلمیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جو کسی جگہ اترے اور یہ دعا کرے :

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔

اسے کچھ چیز نقصان نہیں دے گی یہاں تک کہ وہ اس مقام سے چل پڑے۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات، باب مایقول اذا نزل منزلا، ص: ۱۸۲)

اپنے اوقات کو حسب ذیل کاموں میں مصروف رکھے۔

۱۔ تلاوت قرآن مجید کرے۔ قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر سمجھنے کی کوشش کرے۔

۲۔ کثرت سے نوافل پڑھتا رہے۔ نیز درج ذیل اوراد کثرت سے کرے۔

۳۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

۴۔ درود شریف، نماز والا درود ابراہیمی افضل ہے یا یہ الفاظ پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

۵۔ کثرت سے استغفار کرے۔ اگر یہ الفاظ پڑھے تو یہ قرآن مجید کی آیت بھی ہے اور استغفار بھی۔

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ۔

۶۔ احرام باندھنے کے بعد تلبیہ بھی کثرت سے پڑھے جس کے الفاظ احرام باندھنے کے باب

آ رہے ہیں۔

- دنیا و آخرت کی ہر بھلائی کے لیے یہ تین دعائیں پڑھتا رہے:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

- ایمان کی سلامتی کے لیے یہ دُعا کرتا ہے:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ۔

- بال بچوں کے لیے اور گھر کی آبادی کے لیے یہ دعا کرے:

رَبَّنَا ھَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ۝

- حلال مال اور روزی کی فراخی کے لیے یہ دعا پڑھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مکاتب (غلام جس نے اپنے مالک سے کچھ رقم مقرر کر لی تھی کہ یہ دے کر آزاد ہو جائے گا) ان کے پاس آیا اور کہنے لگا: میں اپنی کتابت (مقررہ رقم) ادا کرنے سے عاجز آ گیا ہوں، میری مدد کیجئے۔ انہوں نے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ کلمات نہ بتاؤں جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائے ہیں۔ اگر تم پر پہاڑ جتنا قرض بھی ہو تو اللہ تعالیٰ اُسے ادا کر دے گا۔ فرمایا: یہ کہو:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات، باب احادیث باب شتّٰی ص: ۱۹۶)

- اگر مزید دعائیں کرنا چاہے تو اِس کتاب کے آخری باب، بابِ احسان سے دیکھ لے اور سفرِ حج پر جانے سے کچھ مدت پہلے یہ تمام دعائیں جو ایام حج میں پڑھی جاتی ہیں انہیں خوب یاد کرے تاکہ حج کی برکات سے بھرپور فائدہ اٹھائے۔ واللہ الموفق

حج کی تین اقسام

۶ حج کی تین اقسام ہیں:

۱۔ اگر صرف حج کرنے کی نیت سے احرام باندھے تو یہ حج مفرد کہلائے گا۔

۲۔ اگر حج اور عمرہ دونوں کی نیت سے احرام باندھے تو یہ حجِ قِران کہلائے گا۔

۳۔ اگر صرف عمرہ کا احرام باندھے پھر عمرہ ادا کر کے حج کا احرام باندھ لے۔ یہ حج تمتع کہلاتا ہے۔
حج کا احرام باندھنے کے لیے اور حج کے افعال کے لیے صرف شوال، ذی قعدہ، ذی الحجہ کے دن مقرر ہیں۔ یعنی ان مہینوں کے علاوہ کسی دوسرے مہینے میں حج کا احرام نہ باندھے۔

٭ البتہ عمرے کا احرام سارا سال باندھا جا سکتا ہے۔ البتہ ذی الحجہ کی ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲ تاریخوں میں کرنا مکروہ تحریمی ہے ـــــ اس کے علاوہ جب چاہے عمرہ ادا کرے۔ مناسب یہی ہے کہ ذی الحجہ میں ہی حج کا احرام باندھے تاکہ احرام کی مدت طویل ہونے کے باعث زیادہ پریشانی نہ ہو۔

میقات

٭ مکہ مکرمہ کے اردگرد جن مقامات کو عبور کرنے سے پہلے احرام باندھنا ضروری ہے ان کو میقات کہا جاتا ہے۔ یہ پانچ مقامات ہیں۔
اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ، اہل عراق کے لیے ذات عرق، اہل شام کے لیے جحفہ، اہل نجد کے لیے قرن اور اہل یمن (اور پاکستان و ہندوستان کے لیے) کے لیے یلملم ہے۔ ان مقامات سے آفاقی آدمی (جس کی رہائش حرم سے باہر ہے) اگر گزرے گا۔ چاہے حج یا عمرہ کی نیت ہو جائے یا کوئی دوسرا کام مثلاً تجارت وغیرہ ہو تو اس کو احرام باندھنا لازم ہے اور میقات کے اندر رہائش پذیر آدمی احرام کے بغیر بھی میقات سے گزر سکتا ہے۔ اگر میقات سے پہلے ہی احرام باندھ لے تو بھی جائز ہے۔ مکہ میں رہنے والا حج کا احرام مکہ سے ہی باندھے گا۔ البتہ عمرہ کے احرام کے لیے اسے حرم سے باہر جانا پڑے گا۔

(ملخصا من ھدایہ ج: ۱، کتاب الحج، ص: ۲۱۴-۲۱۶)

٭ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ، اہل شام کے لیے جحفہ، اہل نجد کے لیے قرن المنازل، اہل یمن کے لیے یلملم کو میقات مقرر فرمایا۔ یہ ان کے لیے ہیں اور ہر اس کے لیے کہ جو ان (ممالک) کے علاوہ ادھر سے آئے، جو حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتا ہے جو ان (میقات) کے اندر ہو وہیں سے جہاں سے چلیں حتٰی کہ مکہ والے مکہ سے ہی (احرام) باندھیں۔

(صحیح البخاری ج: ۱ کتاب الحج ج: ۱ باب مھل اھل الیمن، ص: ۲۰۷)

احرام باندھنے کا طریقہ اور نیت و تلبیہ

جب احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو ممکن ہو تو غسل کرے یا وضو ہی کرے۔ خوشبو لگائے۔ دو بے سلی چادریں پہنے۔ ایک چادر نیچے باندھ لے اور دوسری چادر اوپر ڈال لے۔ البتہ سر اور منہ نہ ڈھانکے۔ اس وقت بغل سے گزار کر اوڑھنے کی ضرورت نہیں۔ عورتیں احرام کی حالت میں اپنے سلے ہوئے کپڑے پہنی رہیں البتہ چہرہ کے سامنے اس طرح کپڑا لٹکا دیں کہ منہ کو نہ لگے۔ سر کا کوئی بال ننگا نہ ہونے پائے۔ رنگ دار لباس نہ ہو۔ زیورات اور دستانے پہن سکتی ہیں اور تلبیہ بلند آواز سے نہ کہیں۔ پھر دو رکعت نفل ادا کرے اور سلام پھیرنے کے بعد یہ نیت کرے:

اگر صرف حج کرنے کا ارادہ ہو تو یہ نیت کرے۔

۶ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ

اے اللہ میں حج کی نیت کرتا ہوں، پس اس کو میرے لیے آسان کر دے اور اسے مجھ سے قبول فرمائے اگر حج اور عمرہ دونوں کا ارادہ ہو تو یہ نیت کرے۔

۶ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْھُمَا مِنِّیْ

اے اللہ میں حج وعمرہ کی نیت کرتا ہوں پس ان دونوں کو میرے لیے آسان کر دے اور ان کو میرے کو میرے لیے قبول فرمائے اگر عمرہ کا ارادہ ہو تو یہ نیت کرے۔

۶ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھَا لِیْ وَتَقَبَّلْھَا مِنِّیْ

اے اللہ میں عمرہ کی نیت کرتا ہوں پس اس کو میرے لیے آسان کر دے اور مجھ سے قبول فرمائے۔

اس کے بعد تلبیہ کہے: تلبیہ کے الفاظ یہ ہیں:

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ۔

تلبیہ قدرے بلند آواز سے کہے مگر زیادہ اونچی آواز نہ رکھے تاکہ دوسرے لوگ پریشان نہ ہوں۔ تین بار تلبیہ کہے اور جب بھی تلبیہ کہے تو تین بار ضروری ہے۔ تلبیہ کہنے کے بعد یہ دعا کرے۔

۶ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّۃَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ غَضَبِکَ وَالنَّارِ

مزید جو چاہے دعا کرے۔ جب سوار ہو، یا اترے، یا اونچی جگہ چڑھے یا نیچی جگہ اُترے یا صبح و

شام یا کسی قافلے سے ملاقات ہو، نمازوں کے بعد، تغیر احوال میں کثرت سے تلبیہ پڑھتا رہے۔ طو
کی حالت میں تلبیہ نہ کہے۔

حالتِ احرام کی پابندیاں

۶ حالتِ احرام میں ان سب باتوں سے پرہیز کرے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا: یعنی لڑائی جھگ
فحش گوئی، بدکلامی سے پرہیز کرے، جماع کرنے اور عورتوں کے ساتھ بوس وکنار ہونے یا ج
کی باتیں کرنے سے پرہیز کرے نہ شکار کرے اور نہ ہی شکار کی طرف شکاری کو بتانے کے
اشارہ کرے۔ قمیص شلوار، پگڑی موزے نہ پہنے، سر اور چہرہ نہ ڈھانپے۔ البتہ عورتیں سر ا
چہرہ کو چھپائے رکھیں۔ خوشبو نہ لگائے، نہ ہی تیل لگائے۔ سر اور بدن کے بال نہ مونڈے
ڈاڑھی کے بال بھی نہ کاٹے۔ زعفران اور ورس (سرخ تیز رنگ) کے کپڑے نہ پہنے جس میں خ
ہوتی ہے۔ اگر دھو کر بُو زائل کر دے تو ہرج نہیں۔ خطمی یا دوسری خوشبودار چیز سے غسل نہ کر
البتہ گرمی کے باعث یا ضرورت کے باعث نہانے یا کسی چیز کے سایہ میں بیٹھنے میں کچھ ہرج نہ

(ملخصا من ھدایۃ ج: ۱ کتاب الحج، باب الاحرام، ص: ۲۳۸-۲۴۰)

یہ بھی یاد رہے کہ حیض و نفاس والی عورتیں احرام باندھ سکتی ہیں۔ افعال حج ادا کر سکتی ہیں مگر ا
دنوں مسجد احرام میں داخل ہونا اور طواف کرنا جائز نہیں۔ باقی افعال حج ضرور کریں۔ جب حیض یا نفاس
سے فارغ ہو جائیں تو پھر طواف بھی کر لیں۔

مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت

۶ مناسب ہے کہ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرے اور دن کو شہر میں داخل ہو لیکن
اگر ایسا نہ ہو سکے تو مجبوری ہے۔

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فخ
مقام پر مکہ میں داخل ہونے کے لیے غسل فرمایا:

(جامع ترمذی ج: ۱، ابواب الحج، باب فی الاغتسال لدخول مکہ، ص: ۹۴)

۶ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ
دن کو داخل ہوئے۔ (جامع ترمذی ج: ۱، ابواب الحج، باب فی دخول نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ نھارا ص: ۹۴)

جب مکہ کا شہر نظر آئے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیْ بِھَا قَرَارًا وَّارْزُقْنِیْ فِیْھَا رِزْقًا حَلَالًا۔

مسجد حرام اور قبرستان کے درمیان ایک جگہ مدعیٰ نام کی ہے۔ اگر ادھر سے گزر ہو تو یہاں یہ دعا کریں:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ مِمَّا سَاَلَكَ مِنْهُ نَبِیُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِیُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

مسجد حرام میں داخل ہوتے وقت

جب مسجد حرام میں داخل ہو تو پہلے دایاں قدم اندر رکھے اور مسنون دعا پڑھے۔

حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو یہ دعا کرتے:

بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔

اور جب مسجد سے باہر آتے تو یہ دعا کرتے۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ۔

(سنن ابن ماجۃ، ابواب المساجد، باب الدعاء عند دخول المسجد، ص: ۵۶)

جب خانہ کعبہ نظر آئے تو تین بار یہ کہے:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

پھر یہ دعا کرے: اَللّٰھُمَّ زِدْ ھٰذَا الْبَیْتَ تَشْرِیْفًا وَّتَعْظِیْمًا وَّتَكْرِیْمًا وَّمَھَابَةً وَّزِدْ مَنْ شَرَّفَهٗ وَكَرَّمَهٗ مِمَّنْ حَجَّهٗ اَوِاعْتَمَرَهٗ تَشْرِیْفًا وَّتَكْرِیْمًا وَّتَعْظِیْمًا وَّبِرًّا اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ فَحَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ۔

پھر درود شریف پڑھے اور دنیا و آخرت کی سب دعائیں کرے۔ مناسب ہے کہ پہلے سے ہی دعاؤں کی فہرست تیار کرے جو کہ اس وقت طواف میں، ملتزم پر اور مقام ابراہیم وغیرہ مقام پر مانگے۔ یہ دعا بھی خانہ کعبہ دیکھ کر دعا کرتے ہوئے مانگے:

اَعُوْذُ بِرَبِّ الْبَیْتِ مِنَ الدَّیْنِ وَالْفَقْرِ وَمِنْ ضِیْقِ الصَّدْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ

یہ دعائیں کھڑے کھڑے مانگے۔ اس کے بعد اگر مسجد میں فرض جماعت کھڑی ہو جائے تو اس میں شریک ہو جائے ورنہ نفل نہ پڑھے بلکہ داخل ہونے کے بعد پہلے طواف کرے۔

یاد رہے کہ مسجد حرام میں نمازیوں کے سامنے سے گزر کر طواف کرنا یا بغیر طواف کئے گزرنا جائز ہے مگر سجدہ کی جگہ سے ہٹ کر گزرے۔

مکہ مکرمہ میں رہائش کے دوران کوشش کرے کہ ہر نماز مسجد حرام میں پڑھے۔ اسی طرح مدینہ منورہ میں قیام کے دوران ہر نماز مسجد نبوی میں پڑھنے کی کوشش کرے۔ اس کا بہت ہی ثواب ہے۔

۷ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرد کی گھر میں نماز ایک ہے، اس کی قبائل کی مسجد (محلے کی مسجد) میں نماز پچیس نمازوں کے برابر ہے۔ اور اس کی اس مسجد میں نماز پڑھنا جس میں جمعہ ہوتا ہے پانچ سو نمازوں کے برابر ہے، اور اس کی مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کے برابر اور اس کی میری مسجد (مسجد نبوی) میں نماز پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور اس کی مسجد حرام میں نماز ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب المساجد، باب فی الصلوٰۃ فی المسجد الجامع، ص: ۱۰۲)

مسجد حرام میں خانہ کعبہ کے گرد چاروں طرف جہاں چاہے نماز پڑھے مگر جس طرف امام ہو، اس طرف امام کے پیچھے کھڑا ہو۔

مسجد حرام میں نماز پڑھتے وقت ٹھیک کعبہ کی طرف رُخ کرے۔ عورتوں کی صف کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔

جب تک مکہ مکرمہ میں رہے کثرت سے طواف کرتا رہے یا نماز پڑھتا رہے یا بیٹھ کر خانہ کعبہ کی زیارت کرتا رہے۔

طواف کا طریقہ و فضائل

طواف سے مراد بیت اللہ شریف کے گرد سات بار چکر لگانا ہے۔ یہ ایک طواف ہوگا۔
حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ بیت اللہ پر ہر روز ایک سو بیس رحمتیں نازل فرماتے ہیں (جن میں سے) ساٹھ رحمتیں طواف کرنے والوں کے لیے ہیں اور چالیس نماز پڑھنے والوں کے لیے اور بیس (بیت اللہ کو) دیکھنے والوں کے لیے۔

(الترغیب والترهیب ج:۲ کتاب الحج، باب الترغیب فی الطواف عن بیہقی باسناد حسن، ص:۱۹۲)

طواف شروع کرتے وقت حجرِ اسود کے سامنے اس طرح کھڑا ہو کہ دایاں کاندھا حجرِ اسود کے بائیں کنارہ کے مقابل میں آجائے اور سارا حجرِ اسود داہنی طرف رہے اور پھر طواف کی نیت کے لیے یہ کلمات کہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ طَوَافَ بَیْتِكَ الْحَرَامِ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ سَبْعَۃَ اَشْوَاطٍ لِلّٰہِ تَعَالٰی عَزَّ وَجَلَّ۔

چاہے تو اردو میں یا دل میں یہ نیت کرلے۔
اس کے بعد داہنی طرف ہو کر حجرِ اسود کے سامنے آکر یہ الفاظ کہتے ہوئے دونوں ہاتھ اٹھائے جیسے کہ نماز شروع کرتے وقت اٹھاتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِكَ وَتَصْدِیْقًا بِکِتَابِكَ وَوَفَآءً بِعَھْدِكَ وَاتِّبَاعًا لِسُنَّۃِ نَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

یہ دعا پڑھ کر ہاتھ چھوڑ کر حجرِ اسود کی طرف آئے۔ اگر ممکن ہو تو حجرِ اسود کا بوسہ لے اور دونوں ہاتھ اردگرد رکھے۔ اس کو استلام کہا جاتا ہے اور یہ سنت ہے۔
اگر ہجوم زیادہ ہو تو ہاتھ رکھ دے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو لکڑی سے چھو کر اس کا بوسہ لے۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو ہاتھوں کی ہتھیلیاں حجرِ اسود کی طرف اور ہاتھوں کی پشت چہرہ کی طرف کر کے اشارہ کرے اور انہیں بوسہ دے دے۔
پھر داہنی جانب کعبہ کے دروازہ کی طرف چلے کہ بیت اللہ بائیں کاندھے کی طرف رہے۔

اور حطیم سے باہر ہو کر طواف کرے۔

جب رکن یمانی پر پہنچے تو استلام مستحب ہے۔ صرف دائیں ہاتھ سے چھوئے۔ ممکن نہ ہو تو اشارہ کرے۔

رکن یمانی سے لے کر حجر اسود کے کونے تک یہ دعا پڑھے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ وَ اَدْخِلْنَا الْجَنَّۃَ مَعَ الْاَبْرَارِ یَا عَزِیْزُ یَا غَفَّارُ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ۔

حجر اسود پر پہنچ کر ایک شوط مکمل ہوا۔ دوسرے شوط کے شروع میں بھی استلام کرے یعنی حجر اسود کا بوسہ لے مگر ہاتھ نہ اٹھائے۔ اسی طرح سات اشواط یعنی چکر مکمل کرے۔ یہ ایک طواف ہوا۔ طواف کر کے مقام ابراہیم پر آئے۔ یہ خانہ کعبہ کے دروازے کے سامنے کی جگہ ہے۔ یہاں دو نفل پڑھے۔ یہ نفل واجب ہیں اگر مقام ابراہیم میں جگہ نہ مل سکے تو جہاں قریب جگہ ملے نماز پڑھ لے۔ اور نفل پڑھ کر یہ دعا کرے

اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِیْ وَتَعْلَمُ حَاجَتِیْ فَاَعْطِنِیْ سُؤْلِیْ وَتَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ اِیْمَانًا یُّبَاشِرُ قَلْبِیْ وَیَقِیْنًا صَادِقًا حَتّٰی اَعْلَمَ اَنَّہٗ لَا یُصِیْبُنِیْ اِلَّا مَا كَتَبْتَ لِیْ وَرِضًا بِمَا قَسَمْتَ لِیْ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

دعا سے فارغ ہو کر زمزم کا پانی پیئے اور خوب دعائیں کرے۔ دعا کے بعد زمزم کا پانی قبلہ رو ہو کر پیئے اور خوب سیر ہو کر پیئے اور اس سے پہلے خوب دعائیں کرے۔ خصوصاً یہ دعا کرے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّ رِزْقًا وَّاسِعًا وَّ شِفَآءً مِّنْ كُلِّ دَآءٍ۔

طواف کرتے وقت ضروری ہے کہ نیت ہو، وضو سے ہو، ستر ڈھکا ہو۔ جو شخص پیدل چل سکے وہ پیدل چل کر طواف کرے۔ حطیم سے اوپر ہو کر طواف کرے۔ مسجد کے اندر طواف کرے اور طواف کے بعد دو نفل پڑھے یہ شدید ضروری ہے۔

زمزم پی کر ملتزم پر جائے اور خانہ کعبہ کے دروازہ سے لپٹ کر خوب زاری سے دنیا و آخرت کی سب بھلائیاں مانگے۔ اگر زمزم پینے سے پہلے ملتزم پر دعا کرے تو بھی درست ہے۔

اگر طواف کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنی ہو تو پھر طواف کرتے ہوئے چادر کو با

ل کے نیچے سے گزار کر بائیں کاندھے پر ڈال دے اور دایاں کاندھا کھلا رکھے۔ سارے طواف
ایسے ہی کرے۔ نیز تین چکروں میں کاندھے ہلاتا ہُوا قدرے تیز چلے اور باقی طواف میں
م چال رکھے۔
جب طواف مکمل کرے تو چادر کو بغل سے نکال کر کاندھوں پر ڈال لے۔ سعی کے دوران بھی
ے ہی رکھے۔ یعنی دونوں کاندھوں پر ڈال رکھے۔
اگر عام طواف ہو جس کے بعد سعی نہ ہو تو عام چال رکھے۔ اگر بھول کر یا قصداً آٹھواں چکر لگائے تو چھ
ید لگا کر دو طواف مکمل کرے۔ اگر شک ہو تو غلبۂ ظن کے مطابق کام کرے۔ طواف کے دوران
ب زاری سے دعائیں کرے اور دنیا و آخرت کی جو حاجت ہو وہ مانگے۔

رہ اور سعی کا طریقہ عمرہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے حسب مذکور طواف کرے پھر صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے۔ سعی کرنا واجب ہے۔ سعی سے پہلے
اف کرنا ضروری ہے۔ جب طواف کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے کا ارادہ کرے
زمزم کا پانی پی کر حجرِ اسود کے سامنے آئے اور استلام کرے یعنی حجرِ اسود کو بوسہ دے یا اشارہ
کے ہاتھ کا بوسہ لے اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھے۔
پھر بابِ صفا یا دوسرے دروازے سے نکلے اور یہ دعا پڑھے:
بِسْمِ اللّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ
وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِکَ۔
اس کے بعد صفا کی پہاڑی کی طرف آئے اور سعی کے سات چکروں (اشواط) کی نیت
رکے یہ کہے:
اَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰہُ بِہٖ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ فَمَنْ
حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِھِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ
خَیْرًا فَاِنَّ اللّٰہَ شَاکِرٌ عَلِیْمٌ ٥
پھر صفا پر چڑھ کر بیت اللہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور دونوں ہاتھ کاندھوں کے برابر
ٹھائے جیسے کہ دعا میں اٹھاتے ہیں اور یہ کہے:
اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَا ھَدَانَا
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَا اَوْلَانَا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَا اَلْھَمَنَا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَانَا

لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَعَزَّ جُنْدَهٗ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهٗ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ اَللّٰهُمَّ كَمَا هَدَيْتَنِيْ لِلْإِسْلَامِ أَسْئَلُكَ أَنْ لَا تَنْزِعَهٗ مِنِّيْ حَتّٰى تَوَفَّانِيْ وَأَنَا مُسْلِمٌ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَشَائِخِيْ وَإِخْوَانِيْ وَأَخَوَاتِيْ وَأَوْلَادِيْ وَأَزْوَاجِيْ وَلِجَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ الْأَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْأَمْوَاتِ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

اس کے علاوہ جو چاہے دعائیں کرے۔ یاد رہے طواف کے دوران تلبیہ نہ پڑھے مگر سعی کے دوران تلبیہ بھی پڑھتا رہے۔ صفا کی پہاڑی پر کچھ دیر دعا کرکے پھر مروہ کی طرف چلے اور صفا و مروہ کے دوران یہ دعا کثرت سے پڑھے:

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ أَنْتَ الْأَعَزُّ الْأَكْرَمُ۔

جب میلین اخضرین (دو سبز روشنیوں) کے درمیان پہنچے تو قدرے تیزی کے ساتھ چلے۔ البتہ عورت عام چال رکھیں۔ جب مروہ کے قریب پہنچے تو یہ پڑھے:

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ

ہر بار صفا اور مروہ کے قریب پہنچتے ہی یہ آیت پڑھتا رہے۔ اگر یہ یاد نہ ہو تو تیسرا کلمہ، درود شریف اور دعائیں پڑھتا رہے۔ مروہ پر چڑھ کر قبلہ رُخ ہو کر دعائیں کرے۔ یہ ایک چکر ہوا۔ اسی طرح صفا تک پہنچے آخر کار ساتواں چکر مروہ پر ختم ہوگا۔ سعی مکمل کرکے مسجد میں آئے اور مطاف کے کنارے پر دو نفل پڑھے پھر حلق کرائے یا قصر کرائے۔ یعنی سارا سر منڈوا دے یہ افضل ہے یا ایک انگ

ے برابر بال کاٹ لے۔

اب اگر اس نے حج مفرد کی نیت کی تھی تو احرام نہ اُتارے اور مکہ میں مقیم رہ کر عبادت و طواف
ں مصروف رہے۔

اگر حج و عمرہ دونوں کی نیت کی تھی تو بھی مکہ مکرمہ میں رہ کر عبادت کرتا رہے۔ اگر صرف عمرہ کی
یت تھی تو حلق یا قصر کے بعد احرام اتار دے۔ اگر چکروں میں شک ہو جائے تو کم کا اعتبار کرے یا
سی جاننے والے کی خبر پر اعتماد کرے۔

اگر چل سکتا ہو تو سوار ہو کر سعی نہ کرے۔

سعی میں پہلے چار شوط (چکر) فرض ہیں آخری تین چکر واجب ہیں اگر آخری تین چکر چھوڑ دے
ہر چکر کے عوض دو سیر گندم یا اس کی قیمت صدقہ کرے۔

یاد رہے کہ ساری عمر میں ایک بار عمرہ کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ رمضان المبارک میں عمرہ کرنا افضل
ہے۔ ذی الحجہ کی ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲ تاریخوں میں عمرہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اس کے علاوہ ایام میں جب
چاہے عمرہ کرے۔

عمرہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ احرام باندھ کر طواف کرے جس میں دائیں بغل کے نیچے سے چادر
نکال کر بائیں کاندھے پر ڈال لے اور کاندھے ہلاتا ہوا پہلے چار اشواط میں طواف کرے اور باقی
اشواط عام چال رکھے۔ پھر باب الصفا سے باہر جا کر صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر لگائے
ور حلق یا قصر کرائے۔

ایامِ حج میں ۷ ذی الحجہ

سات ذی الحجہ کو ظہر کی نماز کے بعد امام خطبہ پڑھ کر مسائل حج بیان کرے گا۔ یہ خطبہ مسنون
ہے۔ اس خطبہ میں منیٰ کی طرف جانے، عرفات میں وقوف کرنے اور نمازیں پڑھنے اور وہاں سے
مزدلفہ جانے کے مسائل بیان ہوں گے۔ یاد رہے تین خطبات دیئے جائیں گے ایک ۷ ذی الحجہ
کا خطبہ جس کا ذکر گزر چکا ہے۔

پھر ۹ ذی الحجہ کو عرفات کے میدان اور ۱۱ ذی الحجہ کو منیٰ میں خطبات دیئے جاتے ہیں۔

۸۔ ذی الحجہ | آٹھ ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ میں نماز فجر پڑھے اور طلوعِ آفتاب کے بعد منیٰ کو جائے
(جو کہ مکہ مکرمہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے) منیٰ میں پانچ نمازیں ادا کرے یعنی

۸ ذی الحجہ کی ظہر، عصر، مغرب اور عشاء اور ۹ ذی الحجہ کی نماز فجر پڑھے۔

اور اگر مکہ مکرمہ میں ہی یہ پانچوں نمازیں پڑھے اور ۹ ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ میں نماز فجر پڑھ کر طلوع آفتاب کے بعد منیٰ سے گزرتا ہوا عرفات کو جائے تو بھی جائز ہے البتہ خلاف سنت ہے۔

۹ ذی الحجہ الغرض ۹ ذی الحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد (ضب کے راستہ سے ہوتا ہوا) اور تلبیہ کہتا ہوا عرفات جائے۔ (ضب اس پہاڑی کا نام ہے جو منیٰ میں خیف کے پاس واقع ہے)، عرفات پہنچ کر جہاں چاہے ٹھہرے سارا عرفات مُوقف ہے۔ البتہ جبل رحمت کے پاس ٹھہرنا افضل ہے اور وادی عرنہ میں نہ ٹھہرے اس لیے کہ یہ وادی عرفات سے باہر ہے (اور یہ وادی عرنہ) مسجد نمرہ سے مغرب کی جانب واقع ہے۔

عرفات میں دعائیں کرے۔ اذکار کرے۔ دن ڈھلنے کے بعد غسل و وضو کرکے یا اگر غسل ممکن نہ ہو تو وضو کرکے مسجد نمرہ میں آئے اور امام کے ساتھ ظہر اور عصر کی نمازیں ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھے۔ درمیان میں سنتیں نہ پڑھے اور امام کا خطبہ سنے۔ اس خطبہ میں عرفات میں ٹھہرنے مزدلفہ اور منیٰ جانے، قربانی کرنے، حلق و قصر کرانے اور طوافِ زیارت کرنے کے مسائل بیان بیان کیے جائیں گے اور جمعہ کی طرح دو خطبے دیئے جائیں گے جن کے درمیان امام وقفہ کرے گا۔ نمازیں پڑھنے کے بعد عرفات میں وقوف کرے۔

اگر جماعت میں شریک نہ ہو سکے تو خیمہ میں اپنے اپنے وقت پر یا جمع کرکے نمازیں ادا کرلے پھر وقوف کرے۔

(ملخصاً من ھدایۃ ج ۱ کتاب الحج، باب الاحرام، ص: ۲۲۳-۲۲۶)

۹ ذی الحجہ کو زوال کے بعد سے کر اگلے دن طلوع فجر سے پہلے تک کسی نے ذرا دیر کے لیے بھی وقوف کر لیا تو اس کا حج ہو گیا لیکن اگر زوال سے پہلے عرفات سے گزر ا یا اگلے دن طلوع فجر کے بعد عرفات میں پہنچا تو اس کا حج نہیں ہوا۔

عرفات میں دعائیں خوب قبول ہوتی ہیں اور مغفرت عام ہوتی ہے۔ اس لیے اس دن خوب دل لگا کر دعائیں اور بخشش مانگے۔ تمام اہل اسلام اور اپنے لیے بخشش مانگے اور دنیا و آخرت کی ہر حاجت مانگے۔

۱ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عرفہ کا دن آتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا تک نزول فرماتا ہے (جیسے کہ اس کی شان کے مطابق

پس وہ (عرفات میں وقوف کرنے والے مسلمانوں) کے باعث فرشتوں پر فخر جتاتا ہے۔ فرماتا ہے: میرے بندوں کو دیکھو۔ میرے پاس بال پریشان، غبار آلود، بلند آواز سے (تلبیہ و دعا کرتے) ہر دُور کی وادی سے آئے ہیں۔ میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا۔ فرشتے کہتے ہیں اے رب، فلاں بُرائی کرتا تھا۔ فلاں اور فلانی ایسے ایسے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے ان کو بخش دیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عرفہ کے دن سے زیادہ کسی دن بھی دوزخ سے آزاد نہیں ہوتے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الوقوف بعرفۃ، ص: ۲۲۹، عن شرح السنۃ)

۶ ایک روایت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: بہترین دعا، عرفہ کے دن کی دعا ہے اور بہترین دعا وہ ہے جو میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء (علیہم السلام) نے کہی (وہ یہ ہے):

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

(جامع ترمذی ج ۲: ابواب الدعوات، ابواب شتّٰی، ص: ۱۹۹)

اس لیے مناسب ہے کہ یہ مذکورہ بالا ذکر ایک سو بار کرے۔ الغرض اوراد کا طریقہ ایسا رکھے۔

۱۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔

۲۔ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔

۳۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

۴۔ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ۔

پھر دعاؤں کی فہرست پیش کر دے۔

۶ چاہے بار بار کرتا رہے یا مندرجہ بالا چار اوراد دس دس بار یا سو سو پڑھ کر پھر دعائیں کرے۔ دنیا و آخرت کی ہر حاجت مانگے۔ ایمان کی سلامتی، حلال روزی، ساری دنیا کے مسلمانوں کی ہر مقام پر فتح و عزت مانگے۔ کفار اور شریر لوگوں سے مسلمانوں کے بچاؤ کی دعائیں۔ ہر جگہ اسلام پھیلنے اور دنیا سے کفر و فسق کے مکمل خاتمہ کی دعائیں کرے۔ غروب آفتاب تک دعاؤں میں جس قدر ہمت لگ سکے محنت کرتا رہے۔

جب آفتاب غروب ہو جائے تو امام اور سب لوگ عرفات سے چل کر مزدلفہ آجائیں۔ جب مزدلفہ پہنچیں تو مستحب یہ ہے کہ جبل قزح کے قریب ٹھہریں۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہاں ٹھہرے تھے۔ راستہ پر نہ ٹھہریں تاکہ لوگوں کو آنے جانے میں تکلیف نہ ہو (تلبیہ اور اذکار کرتا رہے) مزدلفہ میں آکر امام کے ساتھ نمازِ مغرب اور عشاء ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھے اور ان کے درمیان سنت نہ پڑھے۔ نمازِ مغرب راستہ میں پڑھنا درست نہیں۔ مزدلفہ میں رات کو جس قدر ہو سکے عبادت اور دعاؤں میں مصروف رہے۔

۱۰۔ ذی الحجہ دس ذی الحجہ کو ذرا اندھیرے میں امام کے ساتھ نمازِ فجر پڑھے۔ پھر طلوعِ آفتاب تک وہیں ٹھہرے۔ یہ وقوف واجب ہے اگر بغیر عذر کے نہ ٹھہرا تو ایک بکری ذبح کرنا لازم ہے۔

مزدلفہ سارا موقف ہے مگر وادی محسّر میں نہ ٹھہرے (یہاں ہاتھی والوں پر عذاب نازل ہوا تھا) جب خوب روشنی ہو جائے۔ تو امام کے ساتھ منیٰ کی طرف نکلیں (وادی محسّر کے کنارے پہنچ کر اس وادی سے تیزی سے نکل جائیں۔ مزدلفہ سے چلتے وقت رمی کرنے کے لیے کنکر اٹھالیں اور منیٰ میں آکر یہ کام کریں۔

۱۔ جمرۂ عقبہ کو سب سے پہلے سات کنکر ماریں۔ کنکر مارتے ہی تلبیہ ختم کریں اور ہر کنکر مارتے وقت اللہ اکبر کہیں۔ کنکر اس طرح ماریں کہ ستون کے قریب گریں اسے رمی کہتے ہیں۔ رمی کرنے کے بعد منیٰ کی طرف جائیں۔ جمرات کے پاس پڑے ہوئے کنکر نہ اٹھائیں۔

۲۔ رمی کرنے کے بعد اگر قربانی ہو تو اسے ذبح کریں۔

۳۔ ذبح سے فارغ ہو کر مرد سارا سر منڈوائے یہ افضل ہے یا انگلی کے برابر بال کاٹے اور عورتیں قصر کریں۔ یعنی کچھ بال کاٹ لیں۔ اب بیوی کے سوا سب کام حلال ہو گئے۔ حلق یا قصر کرانے کے بعد مکہ مکرمہ چلا جائے یا اگلے دن جیسے آسانی دیکھے کرے۔

۴۔ مکہ مکرمہ جا کر بیت اللہ کا طواف کرے یہ طوافِ زیارت ہے اور فرض ہے۔ اس طواف میں نیت بھی فرض ہے اور یہ طواف کیے بغیر معاف نہ ہو گا۔ اس طواف کے بعد بیوی بھی حلال ہو گئی (اگر کسی نے یہ طواف نہ کیا تو چاہے برسوں گذر جائیں جب تک طواف نہ کیا بیوی حلال نہ ہو گی) اگر سعی پہلے کر چکا ہے تو اس طواف میں اضطباع اور رمل نہ کرے۔ یعنی بغل کے نیچے سے چادر گذار کر اور کاندھے ہلا کر طواف نہ کرے بلکہ عام چال رکھے اور اگر پہلے سعی کر لی تھی تو

اب عام چال رکھ کر طواف کرے۔

(ملخصا من ھدایۃ۔ ج ۱ ، کتاب الحج ، باب الاحرام ص: ۲۲۷-۲۳۱)

اس کے بعد ۱۱- اور ۱۲- اور ۱۳ ذی الحجہ کو بھی رمی کرنی ہوگی۔ طریقہ یہ ہے کہ پہلے جمرۂ اولیٰ کو رمی کرے جو مسجد خیف کے قریب واقع ہے۔ پھر وسطیٰ کو پھر عقبہ کو، ہر کنکر مارتے وقت اللہ اکبر کہے۔ جمرۂ اولیٰ کو رمی کر کے ذرا آگے بڑھے اور قبلہ رُخ ہو کر دعا اور اذکار کرے پھر وسطیٰ کو رمی کر کے یہی کام کرے مگر جمرۂ عقبہ پر رمی کر کے نہ ٹھہرے۔ تینوں دن زوال کے بعد رمی کر کے نہ ٹھہرے۔ ان دن زوال کے بعد رمی کرے۔ اگر دن کو ازدحام ہو تو شام کو رمی کرے۔

اس کے بعد مکہ مکرمہ آجائے جب گھر واپس آنے کا ارادہ کرے تو طواف صدر کرے۔ طواف کر کے زمزم کا پانی پیے اور دعائیں کرے پھر ملتزم میں آکر دعائیں کرے۔ پھر حجرِ اسود کا استلام کر کے اُلٹے پاؤں بیت اللہ شریف کی طرف دیکھتا ہُوا واپس جائے اور دوبارہ حاضری کی دعائیں کرتا ہُوا اور روتا ہُوا رخصت ہو جائے۔

جنایات کا بیان

احرام باندھنے کے بعد بعض غلطیوں پر صدقہ یا قربانی لازم ہوتی ہے اگر محرم نے خوشبو لگائی تو اس پر کفارہ لازم ہے یعنی صدقہ یا قربانی جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

اگر مکمل عضو (مثلاً پورے سر کو یا پوری پنڈلی) یا زیادہ حصہ کو خوشبو لگائی تو (ایک بکری یا بھیڑ) قربانی کرے ــــــ اگر عضو سے کم حصہ پر خوشبو لگائی تو صدقہ لازم ہے ــــــ قربانی سے مراد بکری ذبح کرنا ہے سوائے دو مقامات کے کہ وہاں اونٹ ذبح کرنا لازم ہے اور ان کا ذکر آگے آئے گا۔ صدقہ سے مراد نصف صاع (دو سیر) گندم خیرات کرنا ہے ــــــ اگر سر پر مہندی لگائی تو قربانی (بکری کی) لازم ہے کیونکہ یہ خوشبو ہے اگر سر پہ گاڑھا لیپ کر دیا تو دو (بکریوں) کی قربانی لازم ہے۔ ایک خوشبو لگانے کی اور دوسری سر ڈھانپنے کی ــــــ البتہ اگر وسمہ لگائے تو قربانی لازم نہیں ــــــ اگر زخم یا پاؤں کی پھٹن پر دوائی لگائی تو ہرج نہیں۔

اگر سارا دن سر ڈھانپ رکھا یا سلا ہُوا کپڑا پہنے رکھا تو (ایک بکری) کی قربانی لازم ہے۔ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نصف دن سے زیادہ دیر تک سر ڈھانپا یا سلا ہُوا کپڑا پہنا تو (ایک بکری) کی قربانی لازم ہے ــــــ اگر سر یا ڈاڑھی کا چوتھائی حصہ یا زیادہ منڈوایا تو (ایک بکری)

کی قربانی لازم ہے اور اگر چوتھائی سے کم منڈوایا تو صدقہ لازم ہے ـــــ اگر بغل مونڈ دی تو (ا
بکری) کی قربانی لازم ہے ـــــ اگر دونوں ہاتھوں یا دونوں یا دونوں پاؤں کے ناخن کاٹ
تو (ایک بکری) کی قربانی لازم ہے ـــــ اگر پانچ سے کم ناخن کاٹے تو صدقہ لازم ہے ـــــ
اگر ناخن خود ٹوٹ گیا اور محرم نے اسے نکال دیا تو کچھ ہرج نہیں ـــــ اگر عذر کی وجہ سے خ
لگائی یا سلا ہوا لباس پہنا یا سر منڈوایا تو اُسے اختیار ہے چاہے تو بکری ذبح کرے اور چا
تو چھ مساکین پر تین صاع (بارہ سیر) گندم خیرات کرے اور چاہے تین روزے رکھے۔

۶ اگر شہوت کے ساتھ بوسہ لیا یا عورت کو چھوا تو (ایک بکری) کی قربانی لازم ہے اگر (وقوف عرفا
سے پہلے) دونوں راستوں میں سے کسی راستہ سے جماع کیا تو دونوں کا حج فاسد ہو گیا۔ اب بکر
کی قربانی لازم ہے۔ اب وہ حج کے افعال کرتے رہیں اور آئندہ سال (دونوں) پر دوبارہ
کرنا ضروری ہے ـــــ جس نے وقوفِ عرفات کے بعد جماع کیا تو اس کا حج فاسد نہیں ہوا
مگر اس پر اونٹ کی قربانی لازم ہے ـــــ اگر کسی نے (منیٰ میں قربانی وحلق کے بعد) جماع کی
تو ایک بکری کی قربانی لازم ہے ـــــ جس نے طوافِ قدوم بے وضو حالت میں کیا اس پر صد
لازم ہے (طواف قدوم سے مراد ان لوگوں کا طواف ہے جو باہر سے حج کرنے کے لیے آتے ہیں)
جس نے طواف زیارت بے وضو حالت میں کیا اس پر ایک بکری کی قربانی لازم ہے (طواف ز
سے مراد وہ طواف ہے کہ جب حجاج کرام منیٰ میں قربانی وحلق کرنے کے بعد مکہ مکرمہ آکر طوا
کرتے ہیں اور واپسی پر الوداعی طواف صدر ہے) ـــــ جس نے جنابت کی حالت میں طواف کیا
اس پر اونٹ کی قربانی لازم ہے ـــــ جس نے صفا او مروہ کے درمیان سعی نہ کی تو ا
پر ایک بکری کی قربانی لازم ہے اور اس کا حج مکمل ہے ـــــ جو امام سے پہلے عرفات سے
نکل کھڑا ہوا اس پر ایک بکری کی قربانی لازم ہے ـــــ جو مزدلفہ میں وقوف نہ کرے اس
پر ایک بکری کی قربانی لازم ہے ـــــ جو تمام ایام میں رمی جمار نہ کرے (یعنی کنکر نہ مارے)
تو اس پر سب دنوں کی طرف سے ایک بکری کی قربانی لازم ہے ـــــ اگر ایک دن کی رمی ترک
کی تو بھی ایک بکری کی قربانی لازم ہے ـــــ البتہ اگر تین جماروں سے ایک پر رمی نہ کی تو صدقہ
لازم ہے ـــــ مگر یوم النحر (دس ذی الحجہ) کو جمرۃ عقبہ پر رمی نہ کرنے پر بھی ایک بکری کی قربانی
لازم ہو گی ـــــ اگر ایک یا دو یا تین کنکر نہ مارے تو صدقہ لازم ہے ـــــ اگر ایام نحر میں حرم
سے باہر جا کر حلق کرے تو ایک بکری کی قربانی لازم ہے ـــــ جو عمرہ کرے پھر حرم سے باہر

جاکر قصر یا حلق کرے تو ایک بکری کی قربانی لازم ہے — قربانی سے پہلے حلق کرائے تو بھی ایک بکری کی قربانی لازم ہے۔

۶ یاد رہے کہ محرم پر حالتِ احرام میں خشکی کا شکار کرنا حرام ہے البتہ سمندری شکار حلال ہے۔ اگر محرم نے خود قتل کیا یا شکار کرنے والے کی رہنمائی (یا تعاون) کیا تو اس پر جزاء لازم ہے چاہے قصداً ایسا کرے یا بھول کر کرے — چنانچہ شکار کردہ جانور کے برابر جزاء دینا ضروری ہوگا۔ مثلاً ہرن، بجو اور خرگوش میں ایک بکری اور شتر مرغ میں ایک اونٹ اور جنگلی گدھے اور ایسے جانوریں گائے کی قربانی لازم ہے چاہے تو ان کی قیمت خیرات کرے یا جانور ذبح کرے —— کبوتر چڑیا وغیرہ کے شکار میں اس کی قیمت خیرات کرے۔

۶ قربانی کا جانور مکہ مکرمہ یعنی حرم میں ہی ذبح کرنا ضروری ہے۔ اگر پرندے کے پَر کاٹ دے کہ وہ اُڑ نہ سکے تو اس کی مکمل قیمت صدقہ کرے — البتہ کوّے، چیل، زنبور، سانپ، بچھو، چوہا اور باؤ کتا مارنے میں کوئی ہرج نہیں — ایسے ہی پسو، چیونٹی، مچھر اور چچڑی مارنے پر کچھ لازم نہیں —— اگر درندے نے کسی محرم پر حملہ کر دیا اور وہ اسے قتل کر دے تو کچھ ہرج نہیں اگر محرم پالتو مرغی یا گائے یا اونٹ یا بکری ذبح کرے تو ہرج نہیں —— اگر محرم نے شکار کا جانور ذبح کیا تو اس کا ذبیحہ مُردار ہو گیا اس کا کھانا جائز نہیں —— اگر کسی محرم نے خود شکار نہیں کیا اور نہ ہی اس میں مدد کی مگر دوسرے حلال آدمی نے شکار کیا اور ذبح کیا تو محرم اس سے کھا سکتا ہے —— (حدودِ حرم میں شکار کرنا حرام ہے) چنانچہ اگر حرم سے باہر شکار کے پیچھے لگا اور وہ شکار حدود حرم میں داخل ہو گیا تو اسے چھوڑ دے —— اگر حدود حرم میں غیر مملوکہ درخت یا گھانس کاٹا تو اس کی قیمت خیرات کرے (البتہ مملوکہ درخت کاٹنے پر مالک کو قیمت ادا کرے —— اگر احرام کے بغیر حدود حرم سے آگے بڑھ گیا تو ایک بکری کی قربانی لازم ہے۔

(ھدایہ ج: ۱، باب الجنایات، ملخصا، ص: ۲۶۵ - ۲۸۷)

باب - ۴

تبلیغِ اسلام

تبلیغ کا معنی "پہنچانا" ہے۔ یعنی اسلام کی صداقت اور صحیح تعلیمات ہر شخص تک پہنچا دی جائیں شاید وہ سیدھی راہ پر چل کر اللہ کے غضب سے بچ جائے اور جنت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔

یاد رہے کہ اسلامی تعلیمات کے دو حصے ہیں: پہلا حصہ وہ ہے کہ جس کا جاننا ہر مسلمان پر شدید ترین ضروری ہے۔ مثلاً وہ اعتقادات کہ جن پر نجات کا دارو مدار ہے۔ اسی طرح زندگی کے ہر حصہ میں وہ کام جو فرض یا واجب کے درجہ میں ہیں اور فرائض کی ادائیگی کا طریقہ تاکہ فرض ادا ہو جائے۔ مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور حلال و حرام کے مسائل۔ ایسے ہی عقائد میں توحید رسالت، آخرت، ملائکہ، کتب سماویہ، قضا و قدر وغیرہ پر ایمان لانا ہر مسلمان پر فرض ہے کہ ہر قیمت پر ان کی معلومات حاصل کرے۔ اور تبلیغ کرتے وقت بھی اس بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ دین کا شدید ضروری حصہ پہلے اور ہر حالت میں پہنچا دیا جائے۔ یہ نہ ہو کہ آداب و مستحبات کی خوب تبلیغ ہو اور ضروری حصہ کی طرف توجہ ہی نہ دی جائے۔

دوسرا حصہ اسلام کی وسیع تعلیم کا ہے۔ اگر آبادی میں چند آدمی بھی وسیع علم حاصل کر لیں تو باقی لوگوں سے وہ فریضہ ادا ہو جائے گا لیکن اگر ساری آبادی میں کوئی بھی عالم نہ ہو تو بہت بڑی محرومی ہے۔

نیکی کا حکم کرو اور برائی سے منع کرو

۶ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی قوت کے مطابق نیکی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ	اور چاہیئے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی
اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ	جو نیک کام کی طرف بلاتی رہے اور اچھے

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (آل عمران - ۱۰۴)

کاموں کا حکم کرتی رہے اور بُرے کاموں سے روکتی رہے اور وہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

چنانچہ ہر بستی میں علماء کا ہونا ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ دوسروں کو اسلام کی دعوت دیتے رہیں۔

"حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم، جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم کو ضرور نیکی کا حکم کرنا ہوگا اور برائی سے ضرور روکنا ہوگا۔ ورنہ یہ ضرور ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنے ہاں سے عذاب بھیجے گا۔ پھر تم اس سے دعائیں کروگے اور تمہاری دعا قبول نہیں کی جائیں گی"

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الفتن۔ باب ما جاء فی الامر بالمعروف ونہی عن المنکر ص۴۰)

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اسلام کا جو مسئلہ صحیح طور پر جانتا ہو وہ دوسرے کو بتادے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا: "مجھ سے (دین لوگوں تک) پہنچاؤ، چاہے ایک آیت ہی ہو۔ الحدیث۔ (جامع ترمذی ج: ۲ باب ما جاء فی الحدیث عن بنی اسرائیل، ص: ۹۵)

مگر عام وعظ کہنے اور اسلام کے موضوعات پر کتابیں لکھنے کے لیے ضروری ہے کہ مکمل علوم دین حاصل کرے جن پر وعظ کہنے اور کتاب تصنیف کرنے کی صلاحیت موقوف ہے۔

کچھ لوگوں پر لازم ہے کہ وہ وطن سے نکل کر وسیع علم حاصل کریں اور جب وطن میں آئیں یا جہاں بھی اقامت اختیار کریں۔ وہاں لوگوں کو اسلام کی تعلیم دیں۔ اور اسلام کی طرف دعوت دیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ○ ع (التوبہ - ۱۲۲)

سو کیوں نہ نکلا ہر فرقے میں سے ایک حصہ تاکہ دین میں سمجھ پیدا کریں، اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آئیں تو ان کو ڈرائیں تاکہ وہ بچتے رہیں۔

اگر اللہ تعالیٰ کسی کو حاکم بنائے یا قوت عطا کرے اور وہ طاقت کے ساتھ برائی کو ختم کرسکتا ہو (شراب خانے، سود، جوئے کے اڈے ہر برائی کا مرکز تباہ کرے تو اعلیٰ درجہ کا ایمان ہے اگر اس (میں) طاقت نہ ہو تو زبان سے منع کرے اگر یہ بھی نہ کرسکے تو دل سے ہر برائی کو برائی سمجھے اور برائی

سے دُور رہے۔

- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص برائی کو دیکھے تو اُسے ہاتھ سے مٹا دے، اگر اس کی طاقت نہ رکھے تو زبان سے (منع کرے) اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھے تو دل سے (نفرت کرے) اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الفتن، باب تغییر المنکر بالید، ص: ۴۰)

- حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات پر بیعت کی کہ ہر مسلمان کو نصیحت کروں۔

(صحیح المسلم ج: ۱ کتاب الایمان، باب بیان ان الدین النصیحۃ، ص: ۵)

- ظالم حکمران کے سامنے حق بات رکھنا جہاد بھی ہے۔

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، کونسا جہاد افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا۔

(سنن نسائی ج: ۲ کتاب البیعۃ، باب فضل من تکلم بالحق عند سلطان جائر)

- جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

اللہ تعالیٰ عوام کو خواص کے (برے) عمل کی وجہ سے عذاب نہیں دیتا جب تک کہ وہ اپنے اندر (عام) برائی نہ دیکھ لیں اور وہ اس پر انکار کرنے اور لوگوں کو برائی سے منع کرنے پر قدرت رکھتے ہیں مگر انکار نہیں کرتے (یعنی گونگے خاموش بن جاتے ہیں) جب یہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ

- عوام اور خواص سب کو سزا دیتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح، باب امر بالمعروف، ص: ۴۳۸ عن شرح السنۃ)

عذاب کی ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ لوگوں کے دل بے حس ہو جاتے ہیں اور حق کو قبول کرنے کی توفیق نہیں رہتی۔ آخر کار بے ایمان مرتے ہیں۔

- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل میں پہلی خرابی یہ آئی کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کو ملتا تو کہتا اے فلاں، اللہ سے ڈر اور جو (گناہ) کرتا ہے اسے چھوڑ دے یہ تیرے لیے جائز نہیں پھر

اگلے دن ملتا تو اس کو منع نہ کرتا (یعنی نہ وہ گناہ چھوڑتا اور نہ یہ کچھ کہتا بلکہ) اس کے ساتھ کھاتا پیتا اور بیٹھتا۔ جب انہوں نے یہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے بعض کے دلوں کو بعض سے ملا دیا (سب کے دل سیاہ کر دیئے اور حق کو قبول کرنے کی توفیق نہ رہی)

... (الحدیث سنن ابی داؤد ج: ۲ کتاب الملاحم، باب الامر والنھی، ص: ۵۹۶)

طریقہ تبلیغ

اسلام کے مبلغ کو چاہیئے کہ وہ تبلیغ کرتے وقت اچھے انداز سے تبلیغ کرے اور جس قدر احسن طریقہ اختیار کر سکے ضرور اختیار کرے۔ البتہ اس کی اجازت نہیں کہ وہ تبلیغ کرنے سے پہلے جن کو تبلیغ کرنا چاہتا ہے انہیں خوش کرنے کے لیے ان کے کسی بُرے کام میں شریک ہو۔ یا اسلام کے کسی نشان کی توہین پر خاموش رہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ	اپنے رب کے راستہ کی طرف دانشمندی
وَالۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَجَادِلۡہُمۡ	اور عمدہ نصیحت سے بُلا اور ان سے احسن
بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ ؕ	طریقہ سے بحث کر۔

(النحل - ۱۲۵)

اگر وہ اسلام کی بات کو تسلیم کر لیں تو بہت بہتر ہے اور اگر وہ ضد پر اڑ جائیں تو ایسے غلط کار لوگوں کو تبلیغ تو کرتے رہیں لیکن ان کے ساتھ ان کی تقریبات میں شرکت نہ کریں جیسے کہ اس سے پہلے مندرجہ حدیث میں گزر چکا ہے۔

اپنے رشتہ داروں کو بھی تبلیغ کرنی چاہیئے۔ فرمایا:

وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ ۙ	اور اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈرا۔

(الشعراء - ۲۱۴)

رشتہ داروں کا اجنبیوں سے زیادہ حق ہے۔ اگر سامنے جا کر تبلیغ کرنے میں بد کلامی کا خطرہ ہو تو نہیں خطوط لکھ کر یا انہیں کتابیں بھیج کر تبلیغ کریں۔

اگر لوگ بد اخلاقی سے پیش آئیں تو پرواہ نہ کرے اور صبر و تحمل کے ساتھ اسلام کی دعوت دعوت دیتے رہیں۔ ایک مبلغ کے ذمہ صرف دعوت کا پہنچانا ہے اسے مسلمان بنا دینا نہ ہی اس کی ذمہ داری ہے اور نہ ہی اس کے بس میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ — اُن کی اِن باتوں پر صبر کر۔

(ص — ۱۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ط — پھر صبر کر، جیساکہ عالی ہمت رسولوں نے صبر کیا اور ان کے لیے جلدی نہ کر۔

(الاحقاف — ۳۵)

اگر کوئی کافر غلط کام کرنے کی شرط لگا دے تو اس کی اطاعت مت کر۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ۚ — پھر آپ اپنے رب کے حکم کا انتظار کریں اور ان میں سے کسی بدکار یا ناشکر کا کہا نہ مانیں۔

(الدھر — ۲۴)

مزید برآں مبلغ کو چاہیئے کہ اسلام کے دشمنوں کی قوت توڑنے کے لیے ہر جائز طریقہ اختیار کریں تاکہ تبلیغ اسلام کی راہ کی رکاوٹیں دور ہو جائیں۔ اس سلسلہ میں مسلمان حکمرانوں کو لازم ہے کہ مسلمان مبلغین کے ساتھ مکمل تعاون کریں۔ اگر مسلمان حکمران اسلام کی تبلیغ میں تعاون نہیں کرتے تو وہ مجرم ہیں۔

۶ اگر کوئی کافر اسلام قبول نہ کرے یا بدکار آدمی برائی نہیں چھوڑتا تو مبلغ کا کام صرف یہ ہے کہ وہ تبلیغ کرے اور معاملہ اللہ پر چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ○ — اور رسول کے ذمہ صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہے۔

(النور — ۵۴)

۶ البتہ اگر کوئی شخص حکمران ہو تو اس کا فرض ہے کہ قوت کے ساتھ لوگوں کو نماز کا پابند بنائے، نیکی کو رواج دے اور برائی کو فنا کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ط — وہ لوگ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دے دیں، تو نماز قائم کریں۔ اور زکوٰۃ دیں اور نیک کام کا حکم کریں اور برے کاموں سے روکیں۔

(الحج — ۴۱)

۶۔ نماز قائم کرنے کا معنی یہ ہے کہ خود پڑھیں دوسروں کو پڑھنے کا حکم کریں اور آدابِ نماز بھی پورے کریں۔ جس بات کا لوگوں کو حکم کرے خود بھی اس پر عمل کرے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○	اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو جو تم نہیں کرتے۔ اللہ کے نزدیک بڑی ناپسند بات ہے کہ جو کہو اس کو کرو نہیں۔

(الصف - ۲، ۳)

جو لوگ دوسروں کو نیک کام کی دعوت دیتے ہیں مگر خود بلا عذر بھی عمل نہیں کرتے ان کا انجام بتایا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بتاتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
معراج کی رات کو میں نے کچھ مردوں کو دیکھا کہ آگ کی قینچیوں سے ان کے ہونٹ کاٹے جا رہے ہیں میں نے پوچھا! اے جبرائیل یہ کون ہیں؟

انہوں نے کہا: آپ کی امت کے وہ واعظین ہیں کہ جو لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے اور اپنے آپ کو فراموش کر دیتے۔

(مشکوٰۃ المصابیح، باب الامر بالمعروف، ص: ۴۳۸)

مبلغ کو چاہیئے کہ وہ اسلام کی تبلیغ پر اجرت نہ مانگے۔ چنانچہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ اجرت پر وعظ کہتے ہیں۔ ان کی بات میں کوئی خاص اثر نہیں ہوتا۔ ہاں وقتی تڑپ ہو تو الگ بات ہے یہ چیز تو حسن صوت پر بھی ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا؛ کہ لوگوں کو جتلا دو کہ میں دعوت کی اجرت نہیں مانگتا۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم سیدھی راہ پر آجاؤ۔ فرمایا:

قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ○ (الفرقان - ۵۷)	کہ دو، میں اس پر تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا مگر جو شخص اپنے رب کی طرف راستہ معلوم کرنا چاہے۔

دوسروں تک اسلام کی دعوت پہنچانے کی ذمہ داری ہر مسلمان پر ہے ایک مسئلہ بھی معلوم ہو تو وہی بتا دے۔ اگر وہ گھر میں باپ یا سرپرست ہے تو اس کی ذمہ داری ہے کہ گھر سے برائی مٹائے اور اسلام کی دعوت گھر سے شروع کرے۔ اگر محلے کا بڑا آدمی ہے تو محلے میں اسلام

کی دعوت دینا اس کا کام ہے اور اگر وہ صوبے کا حاکم ہے تو پورے صوبے میں برائیوں کو مٹانا اور دوسروں تک اسلام کی دعوت پہنچانا اس کی ذمہ داری ہے اور بادشاہ ہے تو پورے ملک میں اسلام کی دعوت پہنچانے کی کوشش کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔

مسائلِ اسلام چھپانے والے کا انجام

ایک مبلغ کا فرض ہے کہ جہاں شرک و بدعت کا کام ہو رہا ہو وہاں منصوبہ بنا کر اسلام کی تبلیغ کرنے کی کوشش کرے۔ حق کو ظاہر کرے اور شرک و بدعت کا انجام بتائے جہاں صحابہ کے خلاف کچھ بدمعاش عناصر بھونک رہے ہوں وہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل اور ان کی بلند شان بیان کرے اور اسلام میں ان کی عظمت و اہمیت واضح کرے۔ جہاں حدیث کا انکار ہو رہا ہو۔ وہاں حدیث کی اہمیت بتائے۔ الغرض اسلام کے مسائل کو حکمرانوں یا سرمایہ داروں یا بدمعاش لیڈروں یا غیر مسلموں کی آلہ کار سیاسی جماعتوں یا دنیاوی اغراض کسی وجہ سے نہ چھپائے جو لوگ حق کو چھپا کر دنیا کا مال حاصل کرتے ہیں۔ وہ اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ بھر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا لا اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ج وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

(البقرہ ـــ ۱۷۴)

بے شک جو لوگ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کو چھپاتے اور اس کے بدلہ میں تھوڑی سی قیمت لیتے ہیں یہ لوگ اپنے پیٹوں میں نہیں کھاتے مگر آگ، اور ان سے اللہ قیامت کے دن کلام نہیں کرے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

حدیث میں اسلام کی صحیح تعلیم چھپانے کی شدید مذمت کی گئی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سے کچھ علم (اسلام کا مسئلہ) پوچھا جائے اور وہ اسے جانتا ہو۔ پھر وہ اسے چھپا دے تو قیامت کے دن اسے آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب العلم، باب ماجاء فی کتمان العلم، ص: ۹۳)

یعنی جو لوگ دنیا حاصل کرنے یا بادشاہوں کو خوش کرنے یا اپنی جماعت یا کسی ضد کی وجہ سے بھی اسلام کا مسئلہ چھپاتے ہیں ان کا یہ حشر ہوگا۔

تحریفات و بدعات کا انجام

۶ مبلغ کا فرض ہے کہ وہ صرف قرآن و حدیث، آثارِ صحابہ کرام اور ائمہ اربعہ اور جمہور علمائے اسلام کی موافقت کرتے ہوئے لوگوں کو اسلام کی دعوت دے۔ قرآن و حدیث اور صحابہ کرام کے مقابلہ میں شرک، بدعات اور سرکاری نظریات کے مطابق نیا دین نہ بنائے جو لوگ دنیا کے مال حاصل کرنے یا حکمرانوں کو خوش کرنے کے لیے ایسی حرکت کرتے ہیں۔ وہ انتہائی بدمعاش اور خبیث لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتٰبَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هٰذَا مِنْ عِندِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ ۝	سو افسوس ہے ان لوگوں پر جو اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس سے کچھ روپیہ کمالیں، پھر افسوس ہے ان کے ہاتھوں کے لکھنے پر اور افسوس ہے ان کی کمائی پر۔

(البقرہ — ۷۹)

یعنی جو لوگ صحیح اسلام کے مقابلہ میں شرک و بدعت اور ذاتی خواہشات پر مشتمل نیا دین بناتے ہیں اور تحریر و تقریر کی مشقت اٹھاتے ہیں۔ ان کو قیامت کے دن سوائے افسوس اور عذاب کے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ یہی حالت اس کی ہے کہ جو نبی نہ ہو مگر یہ کہے کہ مجھے اللہ نے یہ وحی بھیجی ہے جیسے کہ قادیانی دجال اور ایران کا بھائی دجال دونوں اور ان کے ماننے والے سب کفار ہیں یا جو شخص اپنی رائے سے قرآن مجید کی تفسیر کرے اور حدیث و آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چھوڑ دے۔ وہ بھی مجرم ہے۔

۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے قرآن میں علم کے بغیر کہا وہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنائے۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب تفسیر القرآن، باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برایہ ص: ۱۲۳)

۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مجھ سے حدیث بیان کرنے سے بچو مگر جو تم جانتے ہیں (جس حدیث کا علم ہو وہی روایت کر)
اس لیے کہ جس نے مجھ پر قصداً جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنالے اور جس نے قرآن
میں اپنی رائے سے کہا وہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنالے۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب تفسیر القرآن، باجاء فی الذی تفسیر القرآن برائیہ، ص: ۲)

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی شرح وہی معتبر ہوگی جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت ہے اور جس نے قرآن مجید، حدیث اور صحابہ کرام کے خلاف تفسیر بیان کی وہ مردود

۵ مبلغ کا کام یہ ہے کہ دین کے مسائل کو بدلنے کی کوشش نہ کرے اور اسلام کی تعلیمات جس قرآن مجید اور حدیث مبارک اور طریقہ صحابہ کرام سے ثابت ہیں اسی طرح پہنچائے۔ دین کو، میں سب سے زیادہ بدنام یہودی شریر قوم ہے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص یہ کام کرے گا وہ یہود کے مشابہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی عادات بیان کیں اور فرمایا:

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا لَکُمْ وَقَدْ کَانَ فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یَسْمَعُوْنَ کَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ یُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ○ (البقرہ — ۷۵)	کیا تمہیں یہ امید ہے کہ یہود تمہارے کہنے پر ایمان لے آئیں گے حالانکہ ان میں ایک ایسا گروہ بھی گزرا ہے جو اللہ کا کلام سنتا تھا پھر اسے سمجھنے کے بعد جان بوجھ کر بدل ڈالتا تھا۔

۶ ایک حدیث کے آخری الفاظ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور جس نے اسلام میں کوئی غلط بات جاری کی تو اس کے بعد جب تک اس پر عمل ہوتا رہے گا اس کا گناہ اس (جاری کرنے والے) کے سر پر پڑے گا اور دوسروں کے گناہوں میں کچھ کمی نہ کی جائے گی۔

(صحیح مسلم ج: ۲، کتاب العلم، باب من سن سنۃ حسنۃ او سیئۃ، ص: ۳۴۱)

الغرض اگر کسی نے نیا فرقہ پیدا کر دیا اور نئی بدعات جاری کر دیں۔ یعنی قرآن و حدیث و آثار صحابہ سے ثابت شدہ اسلام کے مقابلہ میں نیا دین و مذہب جاری کر دیا مثلاً تیجا، چالیسواں اور طرح طرح کے من گھڑت ختم ایجاد کر دیئے۔ شرک و بدعت کے کام جاری کیے۔ معجزات کے انکار کا فتنہ پھیلایا، حدیث کے انکار کو رواج دیا۔ صحابہ کرام کے خلاف بکواس کرنے اور ماتم کے خبیث اعمال جاری کیے تو ان سب غلط افکار و اعمال کے موجد کو تب تک اس کی سزا ملتی رہے گی جب تک یہ

جاری رہیں گے۔

یاد رہے کہ اسلام کے عقائد و اعمال صرف وہی قبول ہوں گے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بتائے جو مزید وضاحت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں بتائے اور جو صحابہ رضی اللہ عنہم نے براہِ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کئے اور ان پر عمل کیا۔

اللہ تعالیٰ نے صرف اسی اسلام کے غلبہ اور آخرت میں جنت کا وعدہ کیا کہ جو قرآن و حدیث اور صحابہ کرام سے ثابت ہے۔ اس کو چھوڑ کر کسی بھی دوسری راہ پر چلنا جہنم کی راہ پر چلنا ہے۔

مبلغ کے لیے ایک مختصر لائحہ عمل

اسلام کی تبلیغ کرنے والے کو چاہیئے کہ اگر وہ عالم نہیں تو جس قدر مسائل جانتا ہے وہ دوسروں کو بتائے مگر وعظ نہ کہے۔ وعظ کہنے سے پہلے علم دین حاصل کرے۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ جاہل واعظ جوش میں آکر اسلام کی تعلیمات میں کمی بیشی کر جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے اسلام کی دعوت دینے کی بجائے اسلام میں تحریف کے مجرم بن جاتے ہیں۔

- اگر عالم دین ہے تو کتابیں تحریر کر کے، وعظ کہہ کر یا مذاکرات کے ذریعہ اسلام کی دعوت پھیلائے۔
- ہر آدمی کو چاہیئے کہ اپنی معلومات اور قوت کے مطابق اسلام کی دعوت پھیلانے میں حصہ لے اور اسلام کی دعوت پھیلانے میں منصوبہ بنائے۔
- صبر و استقلال سے تبلیغ کرتا رہے۔
- غصہ یا جوش میں آکر اسلام کی تعلیمات کے منافی کوئی کام نہ کرے۔
- موت تک مایوس نہ ہو۔ کیا خبر آج کا کافر، کل کا نیک مسلمان ہو۔
- حکمرانوں، سرمایہ داروں اور دنیاوی طور پر بڑے لوگوں کو اسلام کی دعوت دے تو ایسا طریقہ اختیار کرے۔

کہ ان کے ہاں سے کھانا نہ کھائے اور وعظ کہنے پر اجرت نہ لے۔ اگر کوئی ہدیہ دے تو ایسا سمجھے کہ ہدیہ لینے کے بعد نہ ہی وہ احسان دھرے گا اور نہ ہی میں ہدیہ لے کر اسلام کی تعلیم چھپاؤں گا تو ہدیہ قبول کرے مگر ہدیہ لینے کی عام عادت نہ رکھے اور یہ بھی دیکھے کہ ہدیہ دینے والا حرام کاروبار مثلاً سود لینے، سینما، تصاویر گانے بجانے، شراب جوا وغیرہ کھیلنے کا کاروبار تو نہیں کرتا۔ اس طرح وہ ایسے محکمہ میں ملازم تو نہیں جس میں حرام ذریعہ آمدنی ہو۔ مثلاً غیر اسلامی

ٹیکس لیے جاتے ہوں۔

● گناہوں سے بچتا رہے۔ موقع کے مناسب قرآن و حدیث میں مذکور اذکار کرتا رہے۔ لباس، خورد و نوش اور عام عادات میں سادگی اختیار کرے۔ عوام الناس کی عادات کا مطالعہ کرنے تاکہ یہ معلوم کرے کہ انہیں کس بات سے منع کرے۔

● اسلام کی دعوت دینے والے عالم دین کو چاہیئے کہ وہ استطاعت کے مطابق اسلام کی دعوت پھیلانے کا منصوبہ بنائے۔ مثلاً چھوٹے بچوں کی تعلیم کے لیے مکتب قائم کرنا، بچوں کے لیے کتابیں تحریر کرنا۔ مصروف عوام کے لیے جز وقتی تعلیم بالغاں کے مدارس قائم کرنا جن میں انہیں آسان انداز سے عربی زبان اور قرآن و حدیث میں سے منتخب عقائد و اعمال کی تعلیم دی جائے۔ ہو سکے تو مکمل اسلامی علوم کے پڑھانے کے مدارس قائم کرنا، شفا خانے قائم کرنا اور ان کے ذریعے اسلام کی دعوت پھیلانا۔

● انفرادی ملاقات کر کے اسلام کی دعوت دینا، خطوط لکھ کر اسلام کی دعوت دینا، جدید ذرائع ابلاغ ریڈیو، ٹیلیویژن اخبارات و رسائل وغیرہ کے ذریعہ اسلام کی دعوت دینا۔ الغرض جو وسائل بھی مہیا ہو سکیں۔ ان کو اسلام کی دعوت پھیلانے کے سلسلہ میں کام میں لائے۔

● اس کے ساتھ ساتھ غیر مسلم مذہبی رہنماؤں کے طریقوں اور ان کی بنیادی تعلیم کا مطالعہ کرے تاکہ ان کے مکر و فریب اور ان کے کفر و فسق کا پردہ چاک کر سکے اور انسانیت کو کفار کا شکار ہو کر جہنم میں جانے سے بچا سکے۔ الغرض اسلام کی دعوت دینے والے کو ایک سمجھدار شکاری کی طرح کام کرنا چاہیئے۔ لوگوں کو جہنم سے بچانے اور اللہ کے سچے دین اسلام میں لانے کے لیے جائز طریقے اختیار کرے۔ واللہ الهادی۔

● کثرت کے ساتھ پڑھتا رہے: رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ ؕ
اگر نماز فجر کے بعد یا کسی مقررہ وقت میں یہ اوراد جاری رکھے تو ہر معاملے میں کامیابی ہو اور مالی فراخی حاصل رہے۔

ایک سو بار: لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ
ایک سو بار: درود شریف
ایک سو بار: يَا رَحْمٰنُ اَغِثْنِيْ۔ پڑھتے وقت ہر حاجت کا خیال رکھے۔

ایک ہزار ایک سو گیارہ بار، مالی فراخی کے لیئے پڑھے۔ يَا مُغْنِيْ

سو بار : اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَ اَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ ۔

۵ اگر دشمن کا خطرہ ہو تو صبح اور مغرب کے بعد ایک ایک سو بار اور باقی نمازوں کے فرضوں کے بعد تین تین بار یہ دعا پڑھ کر دشمنوں کی طرف منہ کر کے پھونک لگا دے ۔ ان شاء اللہ ہر دشمن سے حفاظت رہے گی مگر ناجائز میں یہ عمل نہ کرے ۔ ورنہ نقصان ہوگا :

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَ نَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ ۔

ہر عمل کے اول آخر چند بار درود شریف پڑھے ۔

مزید اوراد کے لیے کتاب کے آخری باب احسان کا مطالعہ کیجئے ۔

باب — ۵

خاندانی نظام

دنیا کے بعض ممالک میں خصوصاً مغربی ممالک میں خاندان ختم ہو رہے ہیں۔ ہر شخص دوسرے سے اجنبی انداز اختیار کئے ہوئے ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان ملکوں میں معاشرتی آوارگی پیدا ہو رہی ہے۔ بوڑھے والدین اور معذور افراد ذلیل ہو رہے ہیں یا سرکاری یتیم خانوں میں ایک موت کی انتظار کرنے والے معطل آدمی کی طرح زندگی گزار رہے ہیں۔

اسلام نے حکم دیا کہ

۱۔ اگر مردانہ قوت ہو تو نکاح کرو۔

۲۔ اگر ایک مرد زیادہ بیویوں کی ہمت رکھے تو اسے یہ بھی اجازت ہے کہ حکومت یا پہلی بیوی کی اجازت کے بغیر دوسرا نکاح کرے مگر بدکاری کے قریب نہ جائے۔

۳۔ خاوند، بیوی، بچوں، والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے حقوق مقرر ہیں انہیں ادا کرتا رہے۔ تاکہ معاشرہ سچی خوشی محسوس کرے۔

۴۔ محض روٹی کی کمی کے باعث بچوں کی پیدائش روکنا یعنی خاندانی منصوبہ بندی کرنا شدید جرم ہے بلکہ یہ حرکت کسی انتہائی سست یا بدمعاش آدمی کی ایجاد ہے۔ اسلام کے خاندانی نظام کے فوائد و اہمیت آئندہ سطور میں بیان کئے جا رہے ہیں۔

نکاح کرو

ہر صحت مند مرد عورت جس کو کوئی مجبوری نہ ہو، اُسے چاہیئے کہ وہ نکاح کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآئِكُمْ ط (النور — ۳۲)	اور تم میں جو مجرد ہوں اور جو تمہارے غلام اور لونڈیاں ہوں سب کے نکاح کرا دو۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

اے جوانوں کی جماعت! تم میں سے جو مردانہ قوت رکھتا ہو اس کو نکاح کرنا چاہیئے کیونکہ یہ نظر کو خوب قابو رکھتا ہے اور شرمگاہ کو خوب پاک رکھتا ہے۔ جو نکاح نہ کر سکے اس پر لازم ہے کہ روزے رکھے اس لیے کہ اس میں شہوت کی کاٹ ہے۔

(صحیح البخاری ج : ۲ کتاب النکاح. باب من لم یستطع الباءۃ فلیصم، ص : ۷۵۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
تین کا اللہ پر حق ہے کہ وہ ان کی مدد کرے۔ (۱) وہ مکاتب (غلام) جو آقا سے کچھ مال مقرر کرکے آزادی کا وعدہ لے جبکہ وہ ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ (۲) نکاح کرنے والا جو کہ پاکدامنی چاہتا ہو۔ (۳) اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔

(سنن نسائی ج : ۲، کتاب النکاح، باب معونۃ اللہ الناکح الذی یرید العفاف ص : ۶۱)

الغرض انسان کو لازم ہے کہ اگر مناسب رشتہ مل جائے، کوئی رکاوٹ نہ ہو تو شادی کرے۔ البتہ اگر رشتہ نہ ملے تو صبر سے کام لے اور دعائیں کرے اور روزے رکھ کر شہوت کو ابھرنے نہ دے۔

نکاح کے چند ضروری مسائل

اچھی بیوی وہی ہے جو پاکدامن، اسلام کی پابند، مرد کی خیرخواہ، اولاد پر رحم کرنے والی، عقلمند ہو، مرد گھر میں آئے تو تبسم کناں اس کا استقبال کرے۔ جب مرد باہر جائے تو اس کے مال اور عزت کی حفاظت کرے۔ حلال روزی پر قناعت کرے۔ جھگڑالو اور بدکلام نہ ہو۔ اور پردے کی پابند ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
چار باتوں کے باعث عورت سے نکاح کیا جاتا ہے۔

۱۔ اس کے مال کی خاطر۔ ۲۔ اس کے حسب (خاندان) کی خاطر۔
۳۔ اس کے جمال (حسن) کی خاطر ۴۔ اس کے دین کی خاطر۔

پس دین والی عورت سے نکاح کرو، تیرے ہاتھ غبار آلود ہوں۔

(صحیح البخاری ج : ۲، کتاب النکاح، باب تزویج المعسر، ص : ۷۶۲)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: کونسی عورت بہتر ہے۔ آپؐ نے فرمایا: وہ جس کو دیکھے۔ تجھے خوش کرے، جب حکم کرے اطاعت

کرنے، اور اپنی جان و مال میں (خاوند) کی مخالفت نہ کرے جس کو مرد ناپسند کرے۔

(سنن نسائی ج: ۲ کتاب النکاح، باب ای النساء خیر، ص: ۷۶)

- حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے آخر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: محبت کرنے والی زیادہ اولاد پیدا کرنے والی عورتوں سے نکاح کرو کیونکہ میں تمہاری (کثرت) کے ساتھ (قیامت کو) فخر کروں گا۔

(سنن ابی داؤد ج: ا کتاب النکاح، باب فی تزویج الابکار، ص: ۲۸۰)

- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی آدمی کسی عورت کو پیغام نکاح دے تو اگر جس کو وہ پیغام نکاح دے رہا ہے دیکھ سکے تو دیکھ لے (تاکہ کسی قسم کا دھوکہ نہ ہو اور بعد میں جھگڑا پیدا نہ ہو)

(سنن ابی داؤد ج: ا کتاب النکاح، باب الرجل ینظر الی المرأۃ وھو یرید تزویجھا ص: ۲۸۴)

- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیوہ کا نکاح تب ہی کیا جائے کہ اس سے (صریح طور پر) اجازت لی جائے اور کنواری کا نکاح تب کیا جائے کہ اس سے اذن لیا جائے۔

صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کا اذن کس طرح ہوگا؟

آپ نے فرمایا: یہ کہ وہ خاموش رہے (یعنی بیوہ صاف جواب دے اور کنواری روئے نہیں بلکہ خاموش رہ کر اجازت دے)

(صحیح مسلم: ج: ا کتاب النکاح، باب استیذان الثیب فی النکاح بالنطق والبکر بالسکوت ص ۴۵۵)

- اگر کنواری عورت رو پڑے تو اجازت نہیں۔
- عورت کا ولی نکاح کرے اور ولی کو زبردستی کرنے کی اجازت نہیں۔
- نابالغ لڑکی کا باپ یا دادا نکاح کر سکتا ہے اور وہ صحیح ہوگا۔
- اگر باپ دادا کے علاوہ کسی دوسرے نے نابالغ لڑکی کا نکاح کیا تو جس مجلس میں بالغ ہوگی اس مجلس میں اگر وہ نکاح توڑ دے تو اسے اختیار ہے اور نکاح ٹوٹ جائے گا۔ لیکن اگر مجلس بدل دے تو اختیار ختم ہو گیا۔ اور اگر خاموش رہے تو یہ رضامندی شمار ہوگی چاہے مجلس نہ بدلے اور اب اختیار ختم ہو گیا۔
- نکاح کرتے وقت مہر مقرر کرنا چاہیے اور اس کی قلیل ترین مقدار دس درہم ہے لیکن اگر مہر مقرر نہ کیا تو بھی نکاح ہو گیا۔ اس صورت میں مہر مثل لازم ہوگا۔ یعنی جو اس جیسی عورت

کا اس کی برادری میں جو عام طور پر مروج ہے وہی مہر ہو گا۔

مہر قرض ہے اور یہ ادا کرنا ضروری ہے البتہ یہ ضروری نہیں کہ مباشرت کرنے سے پہلے ہی ادا کرے۔ اگر عورت خوشی سے معاف کر دے تو معاف ہو گیا مگر ایسی ترکیبیں استعمال کرنا اچھی بات نہیں کہ جس سے معافی مل جائے۔ مہر مقدار میں کم ہونا چاہیئے۔

ہمیشہ مسلمان عورت سے نکاح کرے۔ مشرک اور کافر عورت سے نکاح نہ کرے۔ اگر غیر مسلم جوڑا مسلمان ہو جائے اور ان کا اپنے سابقہ دین پر باقاعدہ نکاح ہؤا تھا تو وہی برقرار رہے گا۔ لیکن اگر ایک مسلمان ہؤا، اور دوسرا کافر رہا اور اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تو نکاح ٹوٹ گیا۔ نکاح مساجد میں برملا کرنا چاہیئے۔ نکاح کے دُولہا کو چاہیئے کہ ولیمہ کرے۔ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

نکاح کا طریقہ

نکاح اس طرح ہوتا ہے کہ ایجاب وقبول کے الفاظ ماضی کے صیغہ میں ہوں (مثلاً یہ کہے کہ میں نے فلانی بنت فلاں کا نکاح اس قدر حق مہر کے عوض تجھ فلاں بن فلاں کے ساتھ کیا۔ دولہا کہے : میں نے قبول کیا)

یہ بھی ضروری ہے کہ دو آزاد، عاقل، بالغ، مسلمان گواہ ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہوں جو آزاد، عاقل، بالغ اور مسلمان ہوں۔

نکاح کے وقت گواہ سامنے اور سنتے ہوں۔ اور اس زبان کو سمجھتے ہوں جس میں نکاح خواں نکاح کرنے کے لیے جملے کہہ رہا ہے۔

اگر عورت اپنا نکاح خود کرے یعنی یہ کہے میں نے اپنا آپ تجھے اس قدر مہر کے عوض ہبہ کیا۔ یا میں نے اپنا نکاح تیرے ساتھ اس قدر مہر کے عوض کیا اور دولہا کہے : میں نے قبول کیا تو بھی نکاح ہو جائے گا۔ اور دو گواہ بھی موجود ہوں۔

اگر عورت کسی کو اپنا وکیل بنائے اور اجازت دے کہ میرا نکاح فلاں سے کر دو تو وکیل نکاح کر سکتا ہے۔ کنواری عورت کی اجازت خاموش رہنا اور ہنس دینا۔ اور کنواری نہ ہو تو زبان سے یا تحریر کے ساتھ اجازت دینا ضروری ہے۔ خطبہ پڑھنا سنت ہے۔

شادی کے موقع پر گانا بجانا، رقص وسرود، دوسرے خلاف شرع کام کرنا، عورتوں کا سنگار کر کے غیر مردوں میں پھرنا شدید جرم ہے۔ ایسی شادی شیاطین کی شادی ہے۔

خلاصہ کے طور پر نکاح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ :

مجلسِ نکاح میں دو مسلمان عاقل بالغ مرد یا ایک مرد اور دو مسلمان عاقلہ بالغہ عورتیں حاضر ہوں لڑکی کی طرف سے وکیل اجازت لے کر آئے کہ میں تمہارا نکاح فلاں سے کر دوں ؟ وہ اجازت دے دے اب وکیل ہی نکاح پڑھ دے اور یہ کہے : میں نے فلاں عورت بنت فلاں کا نکاح تجھ فلاں بن فلاں سے اس قدر مہر کے عوض کیا اور مہر کی رقم کا نام لے ۔ مثلاً سو روپیہ یا ہزار روپیہ میں ۔ جس قدر مہر مقرر کرے اور ماضی کا صیغہ بولے ۔ یہ نہ کہے کہ نکاح کروں گا وغیرہ بلکہ یہ کہے کہ میں نے نکاح کیا اور دولھا یہ کہے : میں نے قبول کیا ۔ یہ مکالمہ گواہ بھی سن رہے ہوں ۔ اور جس زبان میں ایجاب و قبول ہو رہا ہے وہ گواہ بھی سمجھتے ہوں ۔ اب نکاح ہو گیا ۔ عورت اگر خود کہے : میں نے اپنے آپ کا اس قدر مہر میں تیرے ساتھ نکاح کیا یا اپنا آپ تجھے ہبہ کیا ۔ مرد کہے کہ میں نے قبول کیا اور گواہ موجود ہوں تو نکاح ہو گیا ۔ نکاح ہر مسلمان پڑھ سکتا ہے ۔ اس کے بعد نکاح کا خطبہ پڑھنا سنت ہے

نکاح کے موقع پر جو خطبہ پڑھا جاتا ہے اس کے الفاظ درج ذیل ہیں :

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَسَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ پھر یہ تین آیات پڑھے :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۚ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝

(سنن ابی داود، ج ۱، کتاب النکاح، باب فی خطبۃ النکاح ص ۲۸۸، ۲۸۹)

اس کے بعد زوجین اور سب مسلمانوں کے باہمی اتفاق، اسلام کی پابندی، ایمان کی سلامتی وغیرہ کے لیے دعا کریں ۔

تعدد ازواج

اکثر غیر مسلم اور خصوصاً مغربی ممالک میں کافر حکمرانوں نے مردوں پر پابندی لگا رکھی ہے کہ وہ ایک وقت میں صرف ایک بیوی ہی رکھ سکتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ طاقت ور اور بہترین غذائیں کھانے والے مرد دوسری عورتوں کے ساتھ بدکاری میں مبتلا ہو گئے اور دیکھا دیکھی ان کی عورتیں بھی دوسرے مردوں کے ساتھ بدکاری میں مبتلا ہو گئیں۔ بلکہ کفار کے معاشرے میں بدکاری کی کئی اقسام پھیل گئیں اور حرامی اولاد کی اس قدر کثرت ہو گئی کہ بعض یورپی ممالک میں حرامی بچوں کو بھی قانونی قرار دیا گیا اور بعض کافر ملکوں میں مردوں کی مردوں کے ساتھ بدکاری کی اجازت دی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ آج کفار کا معاشرہ جو اخلاقی انحطاط پیش کر رہا ہے اس کی تصویر پیش کرنے سے بھی شرم محسوس ہوتی ہے۔ جیسے کہ بدکار سُوروں اور بدکار سؤرنیوں کے علاقے ہوں۔ ایسی بدمعاش قوم اگر کسی خطرناک سزا میں مبتلا ہو جائے اور بدکاری کے یہ علاقے انسانی آبادی سے خالی اور ویران کر دیئے جائیں تو اس میں کوئی تعجب نہیں۔

اسلام نے انسانی قوتوں اور ضروریات کا صاف طور پر اقرار کیا اور انہیں فطری تعلیم دی کہ طاقتور اور ضرورت مند مرد چار تک بیویاں کر سکتا ہے مگر بدکاری کی اجازت نہیں۔ حلال طریقہ سے پیدا ہونے والی اولاد اعلیٰ اخلاق کی پابند، بڑوں کی عزت کرنے والی اور امن و سکون کی حامی ہو گی۔ مگر حرامی اولاد نہایت درجہ کی بدمعاش، شریر، امن کی دشمن اور ہر ایک کی عزت سے کھیلنے والی ایک غنڈی نسل ہو گی۔

آج کل کفار کی عادت ہے کہ اسلام پر اعتراض کرنے اور مسلمانوں کو اسلام سے بدظن کرنے کے لیے طرح طرح کے حربوں سے کام لیتے ہیں۔ ان میں ایک یہ بکواس ہے کہ مسلمان کئی کئی بیویاں کرتے ہیں حالانکہ جو قوم چار بیویاں کرے مگر بدکاری سے اور حرامی اولاد پیدا کرنے سے پرہیز کرے وہ اس خبیث قوم سے بہتر ہے کہ جو ایک بیوی کرے مگر درجنوں آوارہ عورتوں سے بدکاری کرتے ہوئے لاکھوں کی تعداد میں معاشرے میں حرامزادے لڑکے اور حرامزادی لڑکیاں پھینک دے جو پورے معاشرے کو ہر اچھے اخلاق سے محروم کر دیں۔ اسلام کا دشمن اور بدکار معاشرہ کبھی بھی ایک محترم اور انسانیت کی خیر خواہ نسل پیدا نہیں کر سکتا۔

اسلام نے صاف اعلان کر دیا کہ جو شخص بھی بدکاری کر کے انسانی معاشرے کو تباہ کرنے کی

کوشش کرے گا اسے سنگسار کر دیا جائے گا تاکہ اسے اس جرم کی عبرتناک سزا ملے گی البتہ جائز طریقہ سے خواہش پوری کرنے کے لیے ایک سے چار تک بیویاں کرنے کی اجازت ہو گی بشرطیکہ ہر بیوی کی جائز ضروریات پوری کرو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً (النساء — ۳)	اگر تم یتیم لڑکیوں سے بے انصافی کرنے سے ڈرتے ہو، تو جو عورتیں تمہیں پسند آئیں۔ ان میں سے دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کر لو۔ اگر تمہیں خطرہ ہو کہ انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی سے نکاح کرو۔

۶ یاد رہے کہ کسی مرد پر یہ پابندی نہیں کہ وہ پہلی بیوی یا حکمران سے اجازت لے کر دوسرا نکاح کرے جو حکمران خاندانی منصوبہ بندی کی آڑ میں ایسی پابندیاں لگاتا ہے وہ بدمعاش اور ناقابلِ اطاعت آدمی ہے۔

۶ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ غیلان بن سلمۃ ثقفی مسلمان ہوئے۔ جاہلیت کے زمانہ میں ان کی دس بیویاں تھیں وہ بھی ساتھ ہی مسلمان ہو گئیں۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "چار کو روک لو، اور باقی کو چھوڑ دو"

(سنن ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب الرجل یسلم وعندہ اکثر من اربع نسوۃ، ص: ۱۴۱)

چنانچہ صحابہ کرام میں ایک سے چار تک بیویوں کا عام رواج تھا۔ آج کے کفار ایک سے زیادہ بیوی تو نہیں چاہتے مگر یہ گوارا کر لیتے ہیں کہ وہ خود درجنوں عورتوں سے بدکاری کریں اور ان کی بیویاں بھی درجنوں مردوں سے بدکاری کرائیں جو کہ ایک خنزیر کی خبیث عادت ہے۔

البتہ زیادہ بیویوں کے ساتھ عدل کرنا ہو گا اور عدل کا مفہوم یہ ہے کہ ہر ایک کی جائز ضروریات لباس، خوراک، صحت اور رہائش پوری کرے اور ہر ایک کے پاس ایک ایک رات رہے۔ عدل کا یہ مفہوم نہیں کہ ہر بیوی کی قمیص ایک گز ہی لمبی ہو بلکہ ہر ایک کی مناسب ضرورت پوری کرے اور کسی کو ضروریاتِ زندگی سے محروم نہ کرے۔

متعہ حرام ہے

۶ اسلام کا حکم یہ ہے کہ جب ایک مسلمان کسی عورت سے جنسی تعلقات قائم کرے تو اس میں

یہ شرائط پائی جائیں۔

۱۔ عورت ایسی ہو جس سے نکاح کرنا جائز ہو۔

۲۔ نکاح کرنے کے بعد یہ تعلقات قائم کرے۔

۳۔ یا اس کی لونڈی اور ملکیت میں ہو۔ یہ قسم آج کل تقریباً معدوم ہو چکی ہے۔ نکاح یا ملکیت کے بغیر کسی عورت سے جنسی تعلقات قائم کرنا انتہا درجہ کی غنڈہ گردی اور بے حیائی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے محرمات (جن سے نکاح حرام ہے) کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

وَ اُحِلَّ لَکُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا بِاَمۡوَالِکُمۡ مُّحۡصِنِیۡنَ غَیۡرَ مُسٰفِحِیۡنَ ؕ (النساء — ۲۴)

اور ان کے سوا تم پر عورتیں حلال ہیں بشرطیکہ انہیں مال کے بدلے میں طلب کرو، ایسے حال میں کہ نکاح کرنے والے ہوں، نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو۔

اور دوسری جگہ مزید وضاحت کی۔ فرمایا:

وَلَا مُتَّخِذِیۡۤ اَخۡدَانٍ ؕ (المائدہ — ۵)

اور نہ خفیہ آشنائی کرنے والے ہوں۔

مندرجہ بالا آیات میں یہ فرما دیا کہ محرمات کو چھوڑ کر صرف وہ عورتیں حلال ہیں کہ جن میں یہ شرائط پائی جائیں۔

۱۔ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا (کہ تم طلب کرو) یعنی ایجاب وقبول کرو، جیسے کہ نکاح میں ہوتا ہے۔

۲۔ بِاَمۡوَالِکُمۡ (اپنے مالوں کے ساتھ) یعنی مہر کے ساتھ نکاح کرو اور اگر مہر کا ذکر نہ ہو تو مہر مثل شمار کیا جائے گا بغیر مہر یہ کام نہیں ہو گا۔

۳۔ مُّحۡصِنِیۡنَ غَیۡرَ مُسٰفِحِیۡنَ (نکاح کرنے والے ہوں اور صرف آزادانہ شہوت پوری کرنے والے نہ ہوں۔

یعنی مقصد نکاح کرنا اور پاکدامنی حاصل کرنا ہو۔ اور صرف شہوت کی مستی نکالنا مقصود نہ ہو جیسے کہ بدکار مرد عورتیں کرتی ہیں۔ اور یہ کام تب ہی ہو سکتا ہے کہ

۱۔ نکاح کرے۔ ۲۔ مہر رکھے۔ ۳۔ اور مقصود یہ ہو کہ اولاد ہو۔ ہم پاکدامنی حاصل کریں اور بدکاری سے بچ جائیں۔

اب جو بدمعاش عناصر متعہ کرتے ہیں جس میں صرف یہ معاملہ ہوتا ہے کہ مرد اور عورت کی ملاقات

ہوتی۔ گواہ بھی موجود نہیں ہیں۔ خود ہی ایک دوسرے کو "میں تیرا تو میری" کرکے بدکاری کرنے لگے
ہیں نہ اولاد مقصود ہوتی ہے اور نہ پاکدامنی مطلوب ہوتی ہے بلکہ مرد عورت دونوں کا مقصد جنسی لذ
حاصل کرنا ہوتا ہے۔ متعہ جیسی گندگی کے ساتھ پاکدامنی مقصود ہی نہیں ہوتی۔ بعض لوگ کہتے ہیں
اسلام کے عہد میں ایک موقع پر متعہ کیا گیا۔ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ اسلام کے اوائل میں سود لینے
کا رواج تھا۔ شروع شروع میں شراب نوشی بھی ہوتی تھی مگر جب ان کو حرام قرار دیا گیا تو اب ا
کے جائز ہونے کی باتیں صرف بدمعاش لوگ ہی کر سکتے ہیں۔ اسی طرح جب متعہ کو حرام قرار دیا گیا
پھسلانے کے لیے متعہ کی باتیں کرنا صرف بدمعاش لوگوں کا کام ہے۔

۶ (حجۃ الوداع کے موقع پر) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے متعہ کرنے
حرام قرار دیا۔

(سنن ابی داؤد ج: ۱، کتاب النکاح، باب فی نکاح المتعہ، ص: ۲۸۳

اللہ تعالیٰ نے نکاح میں ایک شرط یہ بھی لگائی:

وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ط اور خفیہ آشنائی کرنے والے
(المائدہ ـ ۵) نہ ہوں۔

یعنی نکاح کا اعلان کیا جائے۔ بہتر یہ ہے کہ مسجد میں عام مجلس میں نکاح کیا جائے مگر متعہ
کر کیا جاتا ہے جہاں مرد عورت ملے۔ دونوں نے کچھ اُجرت پر "میں تیری تو میرا" ہو کر بدکا
ڈالی اور اس خبیث حرکت پر پردہ ڈالنے کے لیے شروع اسلام سے دلیلیں دینا شروع کر دیں
ہے کہ آج کل جو مرد عورت متعہ کرے اسے سنگسار کیا جائے۔

آپ نے بارہا دیکھا ہوگا کہ ایک مسلمان کی بیٹی کا نکاح ہو تو عام مجلس میں ہوتا ہے۔ لوگوں
دی جاتی ہے۔ اقربا اور احباب جمع ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ یہ ذمہ
ادا ہوئی۔

مگر کسی نے کبھی نہیں دیکھا کہ ایک آدمی نے اپنی بیٹی کے متعہ کو تقریب کا انداز دیا ہو۔ لوگ
کو جمع کر کے یہ اعلان کرے کہ آج میری بیٹی متعہ کرائے گی۔

الغرض یہ کام فطرت سلیمہ کے بھی خلاف ہے۔ جس مذہب میں متعہ جیسی بے حیائی بد
وہ مذہب دنیا میں کبھی بھی شرافت و امن نہیں پھیلا سکتا۔ وہ تو ایک بدکار اور غنڈہ گرد
پیدا کرنے کا باعث ہے۔

ولیمہ کرنا سنت ہے

- نکاح کے بعد ولیمہ کرنا سنت ہے۔ اپنی قوت کے مطابق ولیمہ ضرور کرے۔ اور ولیمہ کرنا دُولہا کے ذمہ ہے۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے نکاح پر ولیمہ کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

- میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ کسی بیوی پر انہوں نے ایسا ولیمہ کیا ہو جیسا کہ (حضرت زینب) رضی اللہ عنہا کے نکاح پر کیا۔ آپ نے ایک بکری (پکا کر) ولیمہ کیا۔

(صحیح بخاری ج: ۲ کتاب النکاح باب اولم علیٰ بعض نسائہٖ اکثر من بعض، ص: ۷۷۷)

- حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا:

"ولیمہ کرو چاہے ایک بکری ہی سے کرو۔"

(صحیح البخاری، ج: ۲ کتاب النکاح، باب الولیمہ ولو بشاۃ، ص: ۷۷۷)

- حضرت عبد ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو ولیمہ پہ بلایا جائے تو اسے چاہیئے کہ وہ اس میں آئے۔

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب النکاح، باب حق اجابۃ الدعوۃ الولیمہ، ص: ۷۷۷)

- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو کھانے پہ بلایا جائے تو اسے قبول کرے۔ اب چاہے تو کھائے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔

(صحیح مسلم ج: ۱ کتاب النکاح، باب الامر باجابۃ الداعی الی دعوۃ، ص: ۴۶۲)

یعنی ولیمہ کی دعوت کو رد نہ کرے البتہ اگر طبیعت حاضر نہ ہو تو نہ کھائے مگر تقریب میں شریک ہو البتہ اگر دیکھے کہ نکاح میں خلاف شریعت کام ہو رہے ہیں۔ گانا بجانا یا ناچ ہو رہا ہے یا جس آدمی نے دعوت دی۔ اس کا مال حرام ہے سود خور ہے ناچ گانے یا سینما کا کام کرتا ہے یا مزاروں کے چڑھاوے کھاتا ہے یا ایسے محکمہ میں ملازم ہے جہاں کی آمدنی حرام ہے۔ ناجائز ٹیکس یا غیر اللہ کے نام کی نذریں جمع ہیں۔ ان کی دعوت قبول نہ کرے۔

نیز یہ بھی دیکھے کہ گھر والے اس کی آمد پر خوش ہیں۔ اس کو دعوت دے رہے ہیں یا نہیں۔ زبردستی مہمان نہ بنے۔

- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بتلاتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس کو دعوت دی جائے اور وہ قبول نہ کرے، تو اس نے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اور جو دعوت کے بغیر ہی آن گھسے، وہ اندر آیا تو چور تھا اور باہر نکلا تو غاصب

(سنن ابی داؤد ج: ۲ کتاب الاطعمة، باب ماجاء فی اجابة الدعوة، ص: ۵۲۵)

- البتہ ریاکار، متکبر، بدعتی، مشرک، رافضی، حرام خور، علماء کرام کے دشمن، بدعقیدہ اور ڈنگروں کی طرح کھڑے ہو کر کھانے پینے، بگنے موتنے والوں کو دعوت میں شریک نہیں کرنا چاہیئے اور نہ ہی ان کی دعوت میں شریک ہونا چاہیئے۔ ولیمہ کی دعوت میں غریب مسلمانوں کو ضرور بلانا چاہیئے۔
- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: سب سے بدترین کھانا وہ ولیمہ کا کھانا ہے جس میں مالداروں کو بلایا جائے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے اور جس نے دعوت ترک کر دی (یعنی قبول نہ کی) اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب النکاح، باب من ترک الدعوة فقد عصی اللہ ورسولہ ص: ۷

گھریلو معاشرت

- میاں بیوی کو چاہیئے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں۔ معمولی معمولی باتوں پر تیوری نہ چڑھائے رکھیں اور گھر کو میدان جنگ بنانے کی کوشش نہ کریں۔ حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کامل ترین ایمان والوں میں سے وہ آدمی ہے جس کا اخلاق سب سے بہتر ہو اور اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے زیادہ نرم دل ہو۔"

(جامع الترمذی ج: ا، ابواب الرضاء، باب ماجاء فی حق المرأة علی زوجھا، ص: ۱۹)

چنانچہ مرد کو چاہیئے کہ وہ بیوی، بچوں اور تمام اہل خانہ والدین وغیرھم کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔ ایسا آدمی ہی انسان ہے اور اگر وہ ہر وقت لڑائی، طعنہ زنی اور غنڈہ گردی کرتا ہے تو وہ انسانی معاشرے میں ایک وحشی جانور ہے۔

- حضرت حکیم بن معاویہ قشیری رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا :

ہم لوگوں میں سے اس کی بیوی کا کیا حق ہے ؟

آپؐ نے فرمایا : جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ اور جب تم پہنو تو اسے بھی پہناؤ (اور کسی معقول وجہ سے ناراض ہو) تو چہرے پر نہ مارو اور نہ بری بات کہو (یعنی گالی نہ دو) اور نہ اسے قطع تعلق کرکے) چھوڑو مگر گھر میں (یعنی اگر بول چال بند کرے تو گھر سے نہ نکالے)

(سنن ابی داؤد ج: ا کتاب النکاح، باب حق المرأۃ علی زوجھا، ص : ۲۹۱)

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتا ہوں، اس لیے کہ وہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہیں اور اوپر والی پسلی سب سے زیادہ ٹیڑھی ہے۔ اگر تم اسے سیدھا کرنے لگے تو توڑ دو گے اور اگر اسے چھوڑ دیا تو ٹیڑھی ہی رہے گی۔ پس عورتوں کے معاملے میں وصیت قبول کرو۔"

(صحیح البخاری ج : ۲ کتاب النکاح، باب الوصاۃ بالنساء، ص : ۷۷۹)

یعنی عورتوں کے ساتھ اچھے انداز سے رہو اور انہیں درست رکھنے کے لیے مختلف حیلوں سے کام لو

۶ عورتوں پر بھی لازم ہے کہ وہ خاوند کی جائز باتوں میں اطاعت کریں۔ ان کے جان و مال اور اولاد کی حفاظت کریں۔ انہیں خوش رکھنے کی کوشش کریں جب خاوند باہر سے تھک ہار کر گھر آئے تو خوش اخلاقی سے ملیں۔ آتے ہی شکوے شکایتیں اور طعنے دینے سے دور رہیں۔ حضرت ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"جو عورت اس حال میں فوت ہوئی کہ اس کا خاوند اس سے خوش تھا وہ جنت میں داخل ہوئی۔"

(جامع الترمذی ج : ا، ابواب النکاح، باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأۃ، ص : ۲۱۹)

۶ خاوند بیوی کو چاہیئے کہ ایسے تعلقات استوار کریں کہ باہم محبت کریں، امانت داری بھی ہو۔ ایک دوسرے کا راز فاش نہ کریں، باہمی ہمدردی ہو، خوش اخلاقی سے رہیں۔ ایک دوسرے کی رائے سننے اور اس پر سوچ بچار کا جذبہ رکھتے ہوں تب ہی ایک گھر خوشی و مسرت کا گھر بن سکتا ہے۔

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا، کونسی عورت بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا : وہ جس کو (خاوند) دیکھے تو اسے خوش کردے اور جب حکم کرے تو اس کی اطاعت کرے اور اپنی جان و مال میں (خاوند) کی مخالفت نہ کرے جو اسے ناپسند ہو۔" (سنن نسائی ج: ۲ کتاب النکاح، باب ای النساء خیر، ص : ۶۴)

۶ البتہ اسلام کے خلاف کرنے میں خاوند کی اطاعت جرم ہے۔ اگر خدانخواستہ خاوند کسی گناہ کا حکم کرے تو اچھے انداز سے انکار کر دے۔

اسی طرح خاوند کی اجازت کے بغیر عورتوں کو نفلی روزہ نہیں رکھنا چاہیئے۔ ہوسکتا ہے کہ خاوند کو عورت کی حاجت ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پہ بلاتے اور وہ آنے سے انکار کر دے، پس (خاوند) غصہ میں رات گزارے تو صبح تک فرشتے اس عورت پر لعنت بھیجتے ہیں۔"

(صحیح مسلم ج ۱ کتاب النکاح، باب تحریم امتناعہا عن فراش زوجہا، ص: ۴۶۴)

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس عورت نے خاوند کو جائز مقام پر اپنی شہوت پوری کرنے سے روک دیا اب خطرہ ہے کہ وہ گناہ میں گرے۔

۶ اگر کسی کا خاوند کنجوس ہو اور گھر کے اخراجات کے لیے بقدر ضرورت رقم نہ دے تو خاوند کے مال میں سے بیوی کو حق حاصل ہے کہ خاوند کو اطلاع دیئے بغیر، ضرورت کے مطابق رقم لے لے مگر زیادتی نہ کرے۔ حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ ہند بنت عتبہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول، ابو سفیان ایک کنجوس آدمی ہے وہ مجھے اس قدر نہیں دیتا جو میرے لیے اور میرے بچے کے لیے کافی ہو۔ ہاں اگر اس (کے مال) سے لوں اور وہ نہ جانتا ہو؟ آپ نے فرمایا:

"لے لے جس قدر تجھے اور تیرے بچے کو کافی ہو مناسب طریقہ پر"

(صحیح البخاری ج ۲، کتاب النفقات، باب اذا لم ینفق الرجل فللمرأۃ ان تاخذ بغیر علمہ)

خاوند کو بھی چاہیئے کہ اگر اللہ تعالیٰ وسعت دے تو گھر والوں پر بھی فراخدلی کے ساتھ خرچ کرے البتہ اسراف نہ کرے۔

الغرض بیوی کا حق ہے کہ اپنے لیے اور اپنی نابالغ اولاد کے لیے رہائش، لباس، غذاءات اور دوسرے ضروری جائز اخراجات کے لیے خاوند سے بقدر حاجت مطالبہ کرے، مگر سینما وغیرہ، ٹیلیویژن اور دوسرے خلاف شریعت اشیاء اور کاموں کا کوئی حق نہیں۔ یہ ایک خبیث لوگوں کے کرتوت ہیں۔

خاوند کا فرض ہے کہ بیوی بچوں کو اسلامی تعلیم دے اور ان کی اسلامی تربیت کرے۔

مزید تفصیل کے لیے حقوق و فرائض اور نظام تعلیم کے ابواب کا مطالعہ کیجئے۔

عورتیں پردہ کریں

● اسلام نے عورت کو دوسرے تمام نظریات سے زیادہ حقوق دیتے۔ عورت کا حق ہے کہ وہ اپنی عزت کی حفاظت کرے۔ پاکدامن ہونا عورت کی ایک بہت بڑی خوبی ہے۔ اسلام نے اس خوبی کی حفاظت کے لیے حکم دیا کہ عورت پردہ کرے تاکہ ہر بدکار اور پلید نظروں والا آدمی اس کی عزت کے درپے نہ ہو۔

● جس معاشرے میں عورتیں بے پردہ پھرتی ہیں ان ممالک میں بدکاری عام ہے اور جب بدکاری عام ہوگی تو حرامی نسل بڑھ جائے گی اور حرامی نسل پر مشتمل معاشرہ یقیناً تمام انسانی صفات سے محروم اور ڈنگروں کی صفات کا حامل ہوگا۔ چنانچہ اُس معاشرے میں بے حیائی، چوری ڈاکہ، ظلم و بربریت، عام ہوگی اور بڑوں کی عزت اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کا نام و نشان نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ؕ	اے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو، کہ وہ اپنے مونہوں پر نقاب ڈالا کریں۔
(الاحزاب — ۵۹)	

جب عورتیں باہر گشت کرنا شروع کر دیں گی اور سنگھار کر کے بازاروں اور سڑکوں پر پھریں گی تو اس ملک میں جنسی انارکی اور بدکاری عام ہو جائے گی۔ اسلام نے اس کام سے منع کیا اور عورتوں کو فرمایا:

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی	اور اپنے گھروں میں بیٹھی رہو۔ اور گزشتہ زمانۂ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھرو۔
(الاحزاب — ۳۳)	

اسی طرح مردوں اور عورتوں دونوں کو حکم دیا کہ وہ نظریں نیچی رکھا کریں۔ تانک جھانک سے بچیں اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور زیبائش ظاہر کر کے لوگوں کو اپنی طرف دعوت نہ دیں اور خوب پردہ کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ط ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ص وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِى الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ص وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ط

(النور - ۳۰، ۳۱)

ایمان والوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہ نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کو بھی محفوظ رکھیں۔ یہ ان کے لیے بہت پاکیزہ ہے بے شک اللہ جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں۔ اور ایمان والیوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو جگہ اس میں سے کھلی رہتی ہے اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رکھیں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں پر یا اپنے باپ یا خاوند کے باپ یا اپنے بیٹوں یا خاوند کے بیٹوں یا اپنے بھائیوں یا بھتیجوں یا بھانجوں یا اپنی عورتوں پر یا اپنے غلاموں پر یا ان خدمت گاروں پر جنہیں عورت کی حاجت نہیں یا ان لڑکوں پر جو عورتوں کی پردہ کی چیزوں سے واقف نہیں اور اپنے پاؤں زمین پر سے نہ ماریں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے۔

مندرجہ بالا آیات میں مسلمان عورتوں کو شدید پردہ کرنے اور عام لوگوں کے سامنے زیبائش ظاہر نہ کرنے کا حکم دیا۔ اب جو عورت بن سنور کر بے پردہ بازاروں میں پھرتی ہے وہ حد درجے کی خبیث عورت ہے۔

۶ حضرت عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"عورت پردہ ہے، جب وہ گھر سے نکلی تو شیطان نے اس کو جھانکا۔"

(جامع ترمذی ج: ۱، ابواب الطلاق واللعان، باب فی کراھیۃ الدخول علی المغیبات ص: ۲۲۱)

یعنی اگر عورت بن سنور کر بے پردہ بازاروں میں گھومے گی تو شیطان کا شکار ہو کر آسانی کے ساتھ برائی کی راہ پر چل پڑے گی ۔ اس لیے عورت کو چاہیئے کہ شدید ضرورت کے بغیر اور پردے کے بغیر باہر نہ نکلے۔ ہاں البتہ اگر ایسی ضرورت ہو کہ باہر جانا پڑے تو پردہ کرے اور حسن کی نمائش نہ کرے ۔

بلکہ عورتوں کو نابینا لوگوں سے بھی پردہ کرنے کا حکم دیا گیا ۔ حضرت ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ وہ اور حضرت میمونہ (رضی اللہ عنہما دونوں) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں، بتاتی ہیں کہ ہم آپ کے پاس تھیں کہ حضرت ابن مکتوم (رضی اللہ عنہ) آپ کے پاس حاضر ہوئے ۔ یہ تب کی بات ہے کہ ہمیں پردے کا حکم ہو چکا تھا ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تم ان سے پردہ کرو ۔

میں نے عرض کیا : اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ نابینا نہیں ہیں ؟ وہ ہمیں دیکھ نہیں رہے اور نہ ہی ہمیں پہچان رہے ہیں ۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کیا تم دونوں نابینا ہو ؟ کیا تم دونوں اس کو نہیں دیکھ رہیں ؟

(جامع ترمذی ج : ۲، ابواب الاداب ، باب ما جاء فی احتجاب النساء من الرجال ص۱۰۶)

الغرض عورتوں پر پردہ لازم ہے چاہے مرد بینا ہو یا نابینا ہو ۔

پیدائش بند کرنا اور خاندانی منصوبہ بندی

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے کئی آیات میں بار بار وضاحت کی کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر جاندار کا روزی رساں ہے ۔ والدین اور اولاد دونوں کو روزی دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے ۔ اولاد اپنے والدین کی روزی رساں نہیں اور والدین اپنی اولاد کے روزی رساں نہیں ۔ جو بدمعاش والدین یا بدمعاش حکمران یہ گمان کرتے ہیں کہ اگر اولاد زیادہ ہوئی تو روزی کم ہو جائے گی وہ حد درجے بے ایمان اور گدھے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ۝	اور اپنی اولاد کو تنگ دستی کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ ہم انہیں بھی روزی دیتے اور تمہیں بھی، بے شک ان کا قتل کرنا بڑا گناہ ہے ۔
بنی اسرائیل ــ ۳۱	

اب جو شخص افلاس کے ڈر سے خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کرے اور پیدائش بند کرنے کی کوشش کرے. اس نے متوقع اولاد کو قتل کرنے کی کوشش کی اور اللہ تعالیٰ کے رزاق ہونے پر یقین نہ رکھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہُوا کہ وہ جب عورتوں سے بیعت لیں تو ان سے یہ وعدہ بھی لیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَھُنَّ — اور وہ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی۔

(الممتحنۃ — ۱۲)

۶ افلاس کے ڈر سے بچوں کو قتل کو شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ قرار دیا گیا۔ حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اللہ کے نزدیک کونسا گناہ زیادہ بڑا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: یہ کہ تو اللہ کے ساتھ کوئی شریک بنائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا۔

(راوی) بتاتے ہیں میں نے کہا: یہ تو بہت بڑا (گناہ) ہے۔ بتاتے ہیں کہ میں نے عرض کیا پھر کونسا (گناہ بڑا ہے)؟

آپؐ نے فرمایا: یہ کہ تو اپنے بچے کو اس ڈر سے قتل کرے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گا۔

بتاتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: پھر کونسا؟

آپؐ نے فرمایا: یہ کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے بدکاری کرے۔

(صحیح المسلم ج ۱ کتاب ایمان، باب بیان کون الشرک اقبح الذنوب، ص: ۶۳)

ضبطِ تولید کے کئی نقصانات ہیں۔

۱۔ سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ انسان جب اس وہم میں مبتلا ہُوا کہ بچے کم روزی زیادہ اور زیادہ روزی کم۔ تو اس بکواس کو تسلیم کرکے اللہ تعالیٰ پر یقین سے محروم ہوگیا۔

۲۔ یہ کام قرآن و حدیث کی تعلیمات کی خلاف ورزی ہے اور ایک مسلمان اگر واقعی مسلمان ہے اسے اس جرم سے دور رہنا چاہیئے۔

۳۔ اولاد کو ختم کرکے ملکی طاقت کو تباہ کرنے کی سازش کا نام ضبط تولید ہے حالانکہ جس قدر افراد زیادہ ہوں گے ملک کا دفاع اور صنعت و زراعت میں زیادہ قوت حاصل ہوگی۔

جو عورتیں صرف اس لیے بدکاری نہیں کرتیں کہ حمل ہونے کے بعد بدنامی ہو گی۔ ضبط تولید کے باعث ان میں بدکاری پھیل جائے گی۔ چنانچہ جن ممالک میں ضبطِ تولید کا رواج ہو رہا ہے وہاں بدکاری زیادہ پھیل رہی ہے جس سے معاشرہ تباہ ہو رہا ہے۔ اور حق بات یہ ہے کہ ضبطِ تولید کا منصوبہ چلانے والے حکمران، اور ملازمین سب شیطان کے دلاّل ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے اور اگر ہدایت ان کے مقدر میں نہیں تو انہیں ہلاک کرے۔

ضبطِ تولید کرانے والی عورتیں اکثر مختلف گہری امراض کا شکار ہو جاتی ہیں۔ آخر کار ذلیل ہو کر قبرستان پہنچتی ہیں۔ عورتوں کو بھی چاہیئے کہ وہ شہوت میں ڈوب کر سوچنے کی بجائے عقل سے کام لیں۔

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو اس وقت ان کی مالی حالت سخت ورتھی۔ اکثر فاقوں پر نوبت آ جاتی۔ مگر اس وقت بھی کئی صحابہ کی ایک سے زیادہ بیویاں اور کئی کئی تھے اور کسی کو آج کل کے بدمعاش دانشوروں کی ضبطِ تولید کا خیال نہیں آیا۔

حق بات یہ ہے کہ فقر و فاقہ یا قحط یا پریشانی کا باعث انسانوں کے اپنے اعمال ہیں۔ گناہ کرنا رکم دیں۔ کثرت سے استغفار کریں۔ اور صبح و شام اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں تو اللہ تعالیٰ افلاس اور یشانی دور کر دے گا مگر مخلوق کا گلا دبانے سے روزی میں اضافہ شیطان کی بکواس کے سوا یہ بات نہیں۔

جن عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے

اسلام نے بعض عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا حرام قرار دیا کیونکہ وہ عورتیں اس مرد کے لیے قابلِ ترام ہونے کا درجہ رکھتی ہیں۔ مثلاً ماں، بہن، خالہ، پھوپھی وغیرہ۔

اسلام نے محترم عورتوں کو حرام کر کے اور غیر عورتوں کو مرد کے لیے حلال بنا کر معاشرے کو یزگی اور اخلاقِ حسنہ کی راہ دکھائی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ	اور ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے
مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّهٗ	تمہارے باپ نکاح کر چکے ہیں مگر جو
كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا وَسَآءَ سَبِيْلًا	پہلے ہو چکا یہ بے حیائی ہے اور غضب کا
حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ	کام ہے اور برا چلن ہے تم پر تمہاری مائیں اور

وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ
وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ
الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَكُمْ
وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ
نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ
حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ
دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ز فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا
دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ ز
وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِیْنَ
مِنْ اَصْلَابِكُمْ لا وَاَنْ تَجْمَعُوْا
بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ط
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۙ
وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ
اَیْمَانُكُمْ ج كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ ج
وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ
اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِیْنَ
غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ ط فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ
بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ
فَرِیْضَةً ط وَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا
تَرٰضَیْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِیْضَةِ ط
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۝ وَمَنْ لَّمْ
یَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ یَّنْكِحَ
الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ
اَیْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَیٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ط
(النساء ۔ ۲۲-۲۵)

بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور
خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور
جن ماؤں نے تمہیں دودھ پلایا اور تمہاری
دودھ شریک بہنیں اور تمہاری عورتوں کی
مائیں اور ان کی بیٹیاں جنہوں نے تمہاری
گود میں پرورش پائی ہے اور بیویوں کی
لڑکیاں جن سے تمہارا تعلق زن وشو ہو چکا ہے اور
اگر تعلق زن وشو نہ ہوا ہو تو تم پر اس نکاح میں
کچھ گناہ نہیں اور تمہارے بیٹوں کی عورتیں جو تمہاری
پشت سے ہیں (یہ سب عورتیں جو تم پر
حرام ہیں) اور دو بہنوں کو (ایک نکاح میں)
اکٹھا کرنا حرام ہے مگر جو پہلے ہو چکا بیشک
اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور خاوند والی
عورتیں مگر تمہارے ہاتھ جن کے مالک
ہوئے یہ اللہ کا قانون تم پر لازم ہے
اور ان کے سوا تم پر سب عورتیں حلال
ہیں بشرطیکہ انہیں اپنے مال کے بدلے
میں طلب کرو ایسے حال میں کہ نکاح
کرنے والے ہو نہ یہ کہ آزاد شہوت رسانی کرنے لگو
پھر ان عورتوں میں سے جسے تم کام میں لائے ہو
تو ان کے حق جو مقرر ہوتے ہیں وہ انہیں دے دو۔
البتہ مہر مقرر ہو جانے کے بعد آپس کی رضامندی سے
باہمی کوئی سمجھوتہ ہو جائے تو اس میں کوئی گناہ نہیں بیشک اللہ
خبردار حکمت والا ہے اور جو کوئی تم میں اس بات کی طاقت نہ
رکھے کہ خاندانی مسلمان عورتیں نکاح میں لائے تو تمہاری ان لونڈیوں
میں سے نکاح کرے جو تمہارے قبضہ میں ہیں اور ایماندار بھی ہیں۔

مزید فرمایا :

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ (الممتحنۃ - ۱۰)

اے ایمان والو جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو اُن کی جانچ کر لو، اللہ ہی ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے، پس اگر تم انہیں مومن معلوم کرو تو انہیں کفار کی طرف نہ لوٹاؤ، نہ وہ (عورتیں) ان کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ (کافر) ان کے لیے حلال ہیں۔

جن سے نکاح درست نہیں ان کی ایک مختصر فہرست درج کی جاتی ہے۔

۱۔ اولاد اور ان کی اولاد در اولاد سے نکاح حرام ہے۔
۲۔ والدین اور ان کے والدین یا ان کے آگے بڑے بزرگ سے نکاح حرام ہے۔
۳۔ بہن بھائی جو ماں باپ دونوں یا ایک سے بھی ہوں، اسی طرح ماموں، چچا، بھتیجے، بھانجے (مذکر و مؤنث) سے نکاح حرام ہے۔
۴۔ داماد سے نکاح حرام ہے۔
۵۔ سوتیلا باپ جس کے پاس اس کی ماں رہ چکی ہے اس سے نکاح حرام ہے۔
۶۔ سوتیلی اولاد سے نکاح حرام ہے۔
۷۔ خسر اور اس کے والدین اور بڑوں سے نکاح حرام ہے۔
۸۔ دو بہنوں کا ایک وقت میں نکاح حرام ہے اگر ایک کو طلاق دی تو بھی عدت گزرنے سے پہلے نکاح حرام ہے۔
۹۔ بیوی کی پھوپھی، خالہ، بھانجی اور بھتیجی سے نکاح حرام ہے۔
۱۰۔ ایسی دو عورتیں کہ اگر ان میں سے ایک کو مرد قرار دیا جائے تو ان کا باہم نکاح حرام ہو۔ یہ دونوں ایک مرد کے نکاح میں جمع نہیں ہوں گی۔
۱۱۔ نسب کے باعث جن سے نکاح حرام ہے۔ اسی طرح کسی عورت کا بچپن کے زمانہ میں دودھ پینے سے بھی وہ رشتے حرام ہوں گے۔ چنانچہ رضاعی (دودھ پلانے والی) ماں باپ، ان کی اولاد، ان سے نکاح حرام ہے۔ اسی طرح رضاعی حساب سے ماموں، بھانجے، چچا، بھتیجے

سے نکاح حرام ہے۔

۱۲۔ دودھ شریک دو بہنیں ایک مرد کے نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں۔

۱۳۔ اگر کسی عورت سے زنا کیا تو اسی زانیہ عورت کی ماں اور اولاد سے زانی مرد کا نکاح حرام ہے۔

۱۴۔ اگر کسی عورت نے بدمعاشی کی نیت سے کسی مرد کو ہاتھ لگایا تو اس عورت کی ماں اور عورت کی اولاد سے اس مرد کا نکاح حرام ہے۔ اسی طرح کے مرد نے کسی عورت کو بدمعاشی کی نیت سے ہاتھ لگایا تو وہ مرد، اس عورت کی اولاد اور اس کی ماں پر حرام ہوگیا۔

۱۵۔ رات کو اٹھا غلطی کے ساتھ جوانی کے جوش کی حالت میں اپنی لڑکی یا ساس پر ہاتھ رکھا تو اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی۔ اب اسے طلاق دے دے۔

۱۶۔ کسی نے سوتیلی ماں پر شہوت کے ساتھ ہاتھ ڈالا یا سوتیلی ماں نے سوتیلے لڑکے پر شہوت کے ساتھ ہاتھ ڈالا تو اب میاں بیوی ایک دوسرے پر حرام ہوگئے۔ اس لیے اسے طلاق دے دے۔

۱۷۔ مسلمان عورت اور کافر مرد کا آپس میں نکاح کرنا حرام ہے۔ ہم نے اختصار کے ساتھ ان کا ذکر کر دیا ہے جن سے نکاح کرنا حرام ہے باقیوں سے نکاح درست ہے۔ مزید تفصیل کے لیے علمائے کرام سے رجوع کیا جائے۔

چونکہ قادیانی کافر مرتد ہیں اور واجب القتل ہیں۔ اس لیے ان سے مسلمان کا نکاح حرام ہے۔

۱۸۔ ایک گھنٹہ یا وقت مقررہ تک کے لیے نکاح کرنا حرام ہے اور بدکاری ہے جیسے کہ شیعہ لوگ متعہ کرتے ہیں۔ متعہ کرنا حرام اور بدکاری اور اس کے نتیجہ میں ہونے والی اولاد حرام کی اولاد ہوگی۔ اسی طرح دشمنانِ صحابہ کرام، حدیث کا انکار کرنے والوں، اسلام کی تہذیب کا مذاق اڑانے والے اور جن کے عقائد قرآن و حدیث سے مختلف ہوں اور شرک اور بدعت کا شکار ہوں۔ ان کا اور مسلمانوں کا آپس میں نکاح نہیں ہو سکتا۔

میاں بیوی اور اولاد کے مسائل

مرد طاقت ور ہیں اور گھر کے اخراجات کے ذمہ دار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت عطا کی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ افضل اور کم درجہ والے کے نہ حقوق برابر ہیں اور نہ ہی ذمہ داریاں ایک جیسی ہیں۔ ہر ایک کا دائرہ عمل الگ الگ ہے۔ مرد عورت دونوں کے حقوق مقرر ہیں جن کو حاصل کا وہ حق رکھتے ہیں۔ اسی طرح مرد عورت کے فرائض ہیں جن کا ادا کرنا ان پر ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَہُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِہِمْ ط	مرد، عورتوں پر حاکم ہیں، اس واسطے کہ اللہ نے ایک کو ایک پر فضیلت دی ہے اور اس واسطے کہ انہوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں۔

(النساء — ۳۴)

مردوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے بیوی بچوں کے اخراجات ادا کریں۔ ان کی حفاظت کریں اور عورتوں لازم ہے کہ وہ مرد کی اطاعت کریں بشرطیکہ وہ اسلام کے مطابق حکم دیں اور اگر مرد اپنی بی کو اسلام کے خلاف حکم دے تو اطاعت کرنا حرام ہے۔

اگر مرد اپنے بیوی بچوں کو حلال کمائی کھلائے تو اس میں بھی اجر و ثواب ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"ایک دینار تو نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا، اور ایک دینار تو نے غلام آزاد کرنے پر خرچ کیا، اور ایک دینار تو نے کسی مسکین پر خرچ کیا، اور ایک دینار تو نے اپنے گھر والوں پر خرچ کیا۔ ان میں سب سے زیادہ ثواب اُس میں ہے جو تُو نے اپنے گھر والوں پر خرچ کیا"

(صحیح مسلم ج: ۱، کتاب الزکوٰۃ، باب فضل النفقہ علی العیال والمملوک ص: ۳۲۲)

بعض لوگ باہر خوب خیرات کرتے ہیں اور گھر والوں کو تنگی میں مبتلا کرتے ہیں۔ یہ غلط طریقہ ہے۔ گھر والوں میں سے سب سے پہلے والدین پھر بیوی بچے پھر بہن بھائی پھر دوسرے رشتہ دار، پڑوسی، پھر اہلِ محلہ، پھر اہلِ شہر، پھر اہلِ وطن، پھر سب دنیا والوں پر خرچ کرے۔

٭ ہاں اگر باہر کا آدمی ہنگامی ضرورت میں ہے اور خطرہ ہے کہ اسے کھانا نہ کھلایا یا کچھ مدد نہ کی گئی تو اس کی جان خطرہ میں ہے تو ایسے حالات میں سب سے پہلے توجہ کا مستحق وہی ہے البتہ گھر والوں کا حق بھی ادا کرے۔

٭ اگر کسی کی دو یا زیادہ بیویاں ہوں تو سب کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مرد کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں انصاف نہ کرے تو قیامت کو اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو گرا ہوا ہوگا (یعنی مفلوج ہوگا)

(جامع ترمذی ج: ۱، ابواب النکاح، باب ماجاء فی التسویۃ بین الضرائر، ص: ۲۱۶)

انصاف کا مفہوم یہ ہے کہ ہر عورت کی جائز ضروریات غذا، لباس، صحت، رہائش وغیرہ پوری کرے۔ اور ہر بیوی کے ہاں جایا کرے۔ مگر انصاف کا مفہوم یہ نہیں کہ ہر بیوی کی قمیص ایک میٹر لمبی ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ کسی کے ساتھ بُرا سلوک نہ کرے۔ ایک کے اخراجات بند نہ کرے جبکہ دوسری عورت کو عیش کراتا پھرے۔ البتہ ہر عورت کے ساتھ ہر باری پر مباشرت ضروری نہیں۔

۵ اگر اللہ تعالیٰ مال عطا کرے تو اس کو خرچ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنے گھر والوں پر خرچ کرے۔ حضرت جابر بن سمرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب تم میں سے کسی ایک کو اللہ تعالیٰ کچھ عطا کرے تو سب سے پہلے اپنے آپ پر اور اپنے گھر والوں پر خرچ کرے۔

(مشکوٰۃ المصابیح، باب النفقات وحق المملوک، الفصل الاول عن مسلم، ص: ۲۹۰)

اصل اولاد وہی شمار ہو گی جو کہ اپنے نطفے سے ہو۔ کسی دوسرے کو منہ بولا بیٹا کہنے سے وہ اصل بیٹا نہیں سمجھا جائے گا اور نہ ہی جائیداد کا وارث ہو گا اور اس سے پردہ بھی ضروری ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ (الاحزاب — ۴)

اور تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا بیٹا نہیں بنایا۔ یہ تمہارے منہ کی بات ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اولاد کو دو سال تک ماں کا دودھ پلانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد بچے کا دودھ چھڑا دینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ (البقرہ — ۲۳۳)

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس دودھ پلائیں۔ یہ اس کے لیے ہے جو دودھ کی مدت پوری کرنا چاہے اور باپ پر دودھ پلانے والیوں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق ہے۔

یعنی اولاد کی پرورش اور دودھ پلوانے کے اخراجات باپ کی ذمہ داری ہے:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ بیوی کے اخراجات، خاوند پر واجب ہیں چاہے بیوی مسلمان ہو یا (اہلِ کتاب) کافرہ عورت ہو بشرطیکہ وہ مرد کے گھر میں آن بسے اور اپنے آپ کو مرد کے سپرد کر دے (یعنی مباشرت و معاشرت کا موقع دے)

خاوند پر بیوی کا لباس اور رہائش لازم ہے اگر دونوں خوشحال ہوں تو اس کے مطابق اور اگر تنگ حال ہوں تو اس کے مطابق۔ اگر خوشحال ہے تو اعتدال کے ساتھ اخراجات لازم ہیں۔

اگر خاوند چھوٹا یعنی نابالغ ہو تو بھی اخراجات خاوند کے مال میں سے لازم ہیں اور اگر بیوی نابالغ ہو کہ خاوند اس سے مباشرت نہیں کرسکتا تو اس کے اخراجات لازم نہیں۔ البتہ اپنی مرضی سے دے تو درست ہیں۔

عورت، خاوند کے گھر میں بیمار ہوگئی تو بھی خاوند پر اخراجات لازم ہیں۔ اگر خاوند اپنی بیوی کو تنگ کرے اور اخراجات کے لیے رقم نہ دے تو بیوی کو حق حاصل ہے کہ خاوند کے نام پر قرض لے لے اور حکومت خاوند سے قرض ادا کرائے گی۔

خاوند پر لازم ہے کہ بیوی کو الگ رہائش مہیا کرے جس میں خاوند کے رشتہ دار نہ ہوں۔ ہاں اگر بیوی خود رضامند ہو تو کچھ حرج نہیں۔

اگر خاوند کا پہلی بیوی سے بیٹا موجود ہو تو اُسے دوسری بیوی کے ساتھ رکھنا درست نہیں البتہ گھر چھوٹا ہو اور بیوی رضامند ہو تو مضائقہ نہیں۔

خاوند کو حق حاصل ہے کہ اپنی بیوی کے پہلے بیٹے کو اور اس کے والدین و رشتہ داروں کو بیوی کے کمرے میں داخل نہ ہونے دے۔ البتہ ان کے ساتھ کلام کرنے سے روکنے کا اختیار نہیں۔

طلاق دینے کے بعد بھی عدت کے دوران خاوند پر بیوی کے اخراجات کھانا، لباس رہائش لازم ہے۔

اگر خدانخواستہ بیوی مرتد ہو جائے یا خاوند کے پہلے بیٹے کا بوسہ لے لے تو اس کے اخراجات خاوند پر لازم نہیں ہیں۔

چھوٹے بچوں کے اخراجات خاوند کے ذمہ لازم ہیں۔ اگر بچہ شیر خوار ہو تو ماں پر دودھ پلانا لازم نہیں بلکہ خاوند کو چاہیئے کہ وہ دوسری عورت سے اجرت پر دودھ پلوائے البتہ اگر بیوی دودھ پلانے پر اصرار کرے تو وہ زیادہ حقدار ہے اور اگر دوسری عورت نہ ملے یا بچہ دوسری

عورت کا دودھ نہ پیئے) تو ماں کو دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا۔

مرد پر لازم ہے کہ وہ اپنے والدین، دادا دادی نانا نانی کو اگر وہ محتاج ہوں تو ان کے اخراجات بھی ادا کرے - اگر خود محتاج ہو تو اس پر لازم نہیں۔ اخراجات سے مراد وہ لباس غذا، اور رہائش ہے جو اسلام کی رو سے جائز اور مرد کے لیے ممکن ہے دیگر ریڈیو، ٹیلی سینما اور حرام اشیاء مہیا کرنا ہرگز جائز نہیں)

(ملخصا من هدایہ ج : ۲، کتاب الطلاق، باب النفقہ، ص : ۴۳۷-۴۴۶)

تربیت اولاد

جب عورت کو حمل ہو جائے تو جہاں تک ممکن ہو مرد اس کے قریب نہ ہو جائے۔ زمانہ میں زود ہضم اور صحت مند غذائیں عورت کو دی جائیں۔ عورت کو چاہیئے کہ حمل کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر خوب کرے اور برے خیالات سے سختی کے ساتھ پرہیز کرے تاکہ کے اخلاق پر برا اثر نہ پڑے۔ پیدائش کے بعد سے لے کر نفاس کا خون ختم ہونے تک عو نماز پڑھنا معاف ہے البتہ روزے بعد میں قضا کرنے پڑیں گے۔

ساتویں دن بچے کے سر کے بال آبادیں اور عقیقہ کریں۔ لڑکی ہو یا لڑکا دونوں کو صحت کے مطابق اچھی غذائیں دیں تاکہ بڑے ہو کر ایک صحت مند مرد یا عورت بن سکے۔ دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے۔

جب باتیں کرنے کے قابل ہو۔ تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا نام سکھائیں اور کلمہ طیبہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھائیں۔ سات برس کی عمر تک پہنچتے پہنچتے اسے نماز پڑھنے کا عادی بنائے۔

جب پڑھنے کے قابل ہو جائے تو اسے قرآن و حدیث کی تعلیم دے۔ عربی زبان اور اس کے ساتھ دنیا کمانے کا کوئی ہنر سکھائے تاکہ بڑا ہو کر اپنی روزی کما سکے۔

البتہ تربیت اولاد میں سب سے زیادہ توجہ اس طرف رکھے کہ یہ بچہ بڑا ہو کر صحیح مسلمان بن سکے۔ اس کے عقائد درست ہوں۔ گناہوں سے بچا رہے تاکہ وہ نیک اولاد کے والدین کہلائیں جب بالغ ہو تو مناسب اور اسلام کا پابند رشتہ تلاش کرے اور اس کا نکاح کر دے اب وہ اولاد کے تمام فرائض سے فارغ ہو گیا۔

اس کے بعد اولاد اگر اس کے ساتھ ہی رہائش رکھے تو بھی درست ہے اور اگر علیحدہ رہائش رکھے تو بھی درست ہے۔ البتہ بڑھاپے میں جب والدین کو ضرورت ہے کہ اولاد اور دوسرے قرباء ان کی خدمت کریں۔ اس زمانہ میں اگر اولاد خدمت کرے تو یہ ایک نعمت ہے اولاد کے لیے دعا کرے۔

لیکن خدانخواستہ کسی کی اولاد نافرمان ہو تو اپنے رب تعالیٰ سے دعا کرتا رہے اور اولاد کو روزی رساں اور حاجت روا نہ سمجھے۔ البتہ بہتر یہی ہے کہ اولاد کے خلاف بد دعا نہ کرے کیونکہ والدین کی بد دعا بڑی تیزی کے ساتھ نافرمان اولاد کو پکڑ لیتی ہے۔

کوشش کرے کہ کچھ وراثت جمع کرے تاکہ موت کے وقت اپنی اولاد کو فقیرانہ حالت میں چھوڑ کر نہ جائے۔ البتہ کوشش کے باوجود اگر کچھ مال نہیں چھوڑ سکا تو یہ بات گناہ کی نہیں ہے بلکہ جو اللہ تعالیٰ چاہے وہی ہوتا ہے۔ اگر اولاد نیک ہے تو اللہ تعالیٰ کارساز ہے اور اگر بد ہے تو بروں کی مدد کرنا بھی کوئی نیکی نہیں ہے۔

حیض و نفاس کے مسائل

مردوں کو چاہیئے کہ حیض کے دنوں میں عورتوں سے مباشرت نہ کرے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ لا وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ج فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ط

(البقرۃ — ۲۲۲)

پس حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہو، اور ان کے پاس نہ جاؤ، یہاں تک کہ وہ پاک ہولیں پھر جب پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

یعنی حیض کے دنوں میں مباشرت نہ کرو اور پاک ہونے کے بعد سامنے سے جائے اور پیچھے سے مباشرت نہ کرے۔

۱ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اپنی بیوی کی دُبر میں جماع کرے وہ ملعون ہے"۔

(سنن ابی داود ج: ۱، کتاب النکاح، باب فی جامع النکاح، ص: ۲۹۴)

ہر عورت پر لازم ہے کہ وہ حیض و نفاس کے ضروری درجہ کے مسائل ہر صورت میں معلوم کرے
تاکہ عبادات میں کوئی خرابی واقع نہ ہو۔

حیض کی کم از کم مدت تین دن رات ہے جو اس سے کم ہو وہ حیض نہیں، بلکہ بیماری ہے
زیادہ سے زیادہ مدت دس دن رات ہے اگر دس دن رات سے بڑھ جائے تو باقی مدت حیض نہیں
بلکہ بیماری ہے۔

حیض کے ایام میں جو سرخ یا زرد یا گندلا خون آئے وہ حیض کا خون ہے۔ جب سفید رطوبت آنے
لگے تو حیض ختم ہو گیا۔

حیض کے دنوں میں عورتوں پر نماز معاف ہے اور روزہ رکھنا بھی درست نہیں البتہ نماز
معاف ہے اور روزے بعد میں قضا کرنے ضروری ہیں۔

عالت حیض میں (جس طرح نماز نہ پڑھے اور روزہ نہ رکھے اسی طرح) مسجد میں بھی داخل نہ ہو
خانہ کعبہ کا طواف بھی نہ کرے اور خاوند بھی اس سے مباشرت نہ کرے (البتہ بوس و کنار کرنا عورت
کا کھانا پکانا وغیرہ سب جائز ہے) حیض، نفاس اور جنابت (غسل واجب ہونے) کی حالت
بھی (یہ کام) اور قرآن مجید کی تلاوت جائز نہیں۔

اگر حیض کا خون دس دن کے اندر اندر ختم ہو جائے تو عورت کے غسل کرنے سے پہلے اس
مباشرت کرنا جائز نہیں۔ ہاں البتہ اگر حیض کا خون ختم ہونے کے بعد ایک نماز کے بقدر وقت گزر جائے
تو پھر بغیر غسل کے مباشرت درست ہے۔

اگر مقررہ (مثلاً پانچ) دن عادت تھی۔ اب خون خلاف عادت مثلاً چار دن میں ختم ہو گیا
کی عادت کے ایام گزرے بغیر مباشرت جائز نہیں چاہے غسل بھی کرے۔

طہر (جس میں حیض نہیں آتا یعنی ایک حیض ختم ہونے کے بعد دوسرے حیض کے آنے تک کا
زمانہ کم از کم پندرہ دن ہے زیادہ کی مقدار متعین نہیں۔

اگر کسی کی عادت دس دن سے کم حیض آنے کی تھی مثلاً آٹھ دن عادت تھی اور دس دن سے زائد
خون آنے گا تو اب عادت کے ایام یعنی آٹھ دن حیض ہو گا اور باقی مدت استحاضہ یعنی بیماری کی
اور استحاضہ کے دنوں میں نماز پڑھنا ضروری ہے۔ روزہ بھی لازمی ہے اور مباشرت
درست ہے۔

جس کو استحاضہ آتے وہ ہر نماز کے لیے وضو کرے۔ یہی حال اس کا ہے جس کو مسلسل

بلے یا سلسل بول کا مرض ہو کہ وہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرے۔ نماز کا وقت ختم ہو گا تو وضو بھی تم ہو جائے گا۔

نفاس سے مراد وہ خون ہے جو بچے کی پیدائش کے بعد نکلتا ہے اگر ولادت سے پہلے نکلے تو وہ رض ہے نفاس نہیں۔ نفاس کی کم از کم مدت کچھ نہیں (چاہے ایک منٹ ہو) اور زیادہ سے زیادہ لیس دن ہے اس سے جو زائد ہو گا وہ بیماری ہے۔

اگر چالیس دن سے بڑھ جائے اور اس عورت کی ایک عادت ہو کہ (مثلاً بیس دن تک نفاس خون آتا تھا) تو اب عادت کے ایام ہی نفاس شمار ہوں گے اور باقی دنوں کو بیماری قرار دیا جائے گا عادتِ مقررہ نہ ہو تو چالیس دن نفاس ہی ہو گا۔ اگر دو بچے پیدا ہوں تو ابو حنیفہ اور ابو یوسف ہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک پہلے بچے کے بعد سے نکلنے والا خون نفاس کا خون ہو گا۔

(ملخصا من ھدایہ، ج ۱، کتاب الطہارت، باب الحیض والاستحاضہ، ص ۶۹-۷۰)

طلاق کے مسائل

اگر کسی وجہ سے خاوند بیوی کے درمیان گزارا نہ ہو سکے اور وہ کسی قیمت پر ازدواجی زندگی اکھٹی گزار سکیں تو ان کے لیے جدا ہونے اور دوسری جگہ نکاح کرنے کی گنجائش موجود ہے۔ یعنی طلاق لے کر گھر بسا لے۔ البتہ جائز کاموں میں سے طلاق ایک شدید قابلِ نفرت کام ہے۔

۱ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ کے نزدیک حلال کاموں میں سے سب سے زیادہ مبغوض (قابلِ نفرت) کا کام طلاق ہے"۔

(سنن ابی داؤد ج ۱، کتاب الطلاق، باب کراھیۃ الطلاق، ص ۲۹۶)

۲ بلکہ وہ عورت جس کو خاوند کی طرف سے کوئی تکلیف نہ ہو اور محض نئے خاوند کے چسکے میں طلاق کا مطالبہ کرے وہ بہت بری عورت ہے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا:

"جو عورت بغیر کسی مجبوری کے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کرے۔ اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے"۔

(جامع ترمذی ج ۱، ابواب الطلاق واللعان، باب ما جاء فی المختلعات، ص ۲۲۶)

یہ یاد رہے کہ اسلام میں طلاق دینے کا اختیار صرف خاوند کو حاصل ہے۔ بیوی کو طلاق دینے کا اختیار نہیں۔

جن ممالک میں عورت کو بھی طلاق دینے کا اختیار حاصل ہے۔ ان ممالک میں طلاق کے واقعات
کثرت سے ہوتے ہیں اور طلاق کی کثرت سے خاندان تباہ اور اولاد کئی آفات میں مبتلا ہوجاتی ہے
لیکن جہاں طلاق دینے کا اختیار صرف مرد کے قبضہ میں ہے وہاں طلاق کم تعداد میں ہوتی ہے اور
خاندان اور اولاد بیشتر آفات سے محفوظ رہتے ہیں۔

ویسے بھی اگر غور سے دیکھا جائے تو عورت ایک کمزور جاندار ہے۔ متلون مزاج رکھتی ہے۔ جہاں
ذرا ناراض ہوئی تو طلاق دے ماری اور خاندان کو بربادی کے حوالے کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے مرد کو بلند حوصلہ اور ضبط کی قوت عطا کر رکھی ہے۔ وہ عورتوں کی کئی حماقتیں دیکھتا
ہے سرگرم باتیں سنتا ہے مگر طلاق کی طرف کم ہی توجہ کرتا ہے۔ اس لیے اسلام نے صرف مرد کو
طلاق دینے کا اختیار عطا کیا ہے۔ چاہے بدمعاش اور شرافت کے دشمن افراد کو بُرا لگے۔

اس کا یہ مطلب نہیں لیا جا سکتا کہ مرد چاہے ظلم کرتا رہے۔ عورت پھر بھی طلاق حاصل نہیں کر
بلکہ اس کے لیے ایک راستہ یہ ہے کہ وہ مال کی ایک مقررہ مقدار جس پر جانبین رضامند ہوں، دے
طلاق حاصل کرے۔ اسی کو خلع کہا جاتا ہے۔ اگر مرد کسی صورت میں طلاق نہ دے اور ظلم کرے تو اسلا
حکومت کا قاضی مقررہ طریقہ سے طلاق دلا سکتا ہے۔ طلاق اور خلع کے مسائل مختصر طور پر درج کئے جا
ہیں۔ طلاق کی تین اقسام ہیں:

۱۔ حسن ——— ۲۔ احسن ——— ۳۔ بدعی

طلاق کی احسن (سب سے بہترین) صورت یہ ہے کہ عورت کو طہر کی حالت میں صرف ایک طلا
دے (طہر سے مراد وہ زمانہ ہے کہ جب حیض نہ آ رہا ہو) اور اس طہر میں مباشرت بھی نہ کرے
اس کے بعد مزید طلاق نہ دے بلکہ عدت گزارنے دے) اس صورت میں نقصان کم سے کم ہے۔ عد
گزارنے کے بعد دوبارہ نکاح ممکن ہے۔

طلاق دینے کی حسن (درمیانی بہتر) صورت یہ ہے کہ بیوی کو تین طہروں میں ایک ایک کر کے تین طلا
(اس میں یہ فائدہ ہے کہ شاید تیسری طلاق سے پہلے عقل آجائے اور دوبارہ مصالحت ہوجائے) طلاق دینے کی بدعی (برائی) صو
یہ ہے کہ ایک ہی کلام کے ساتھ یا ایک ہی طہر میں تین طلاقیں دے مارے ایسی صورت میں طلاق ہوگئی مگر بُرا کیا۔

اور اگر حالتِ حیض میں طلاق دے تو بھی واقع ہوجائے گی مگر یہ اچھا کام نہیں۔

جب کہا: کہ میں نے تجھے طلاق دی تو طلاق ہو گئی۔ اب اگر کہے کہ میری نیت یہ نہیں تھی تو یہ
تسلیم نہیں کی جائے گی۔ یا کہا کہ میں نے غصہ میں طلاق دی تھی تو بھی طلاق واقع ہو گئی
ہر وہ خاوند جو عاقل اور بالغ ہو۔ اس کے طلاق دینے سے طلاق ہو جائے گی۔ البتہ نابالغ یا

دیوانہ آدمی طلاق دے تو واقع نہیں ہوگی۔ جبر کے ساتھ طلاق پڑ جائے گی۔ البتہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جبر کے ساتھ طلاق نہیں پڑتی۔ شراب پی کر مست ہو جائے اور اس حالت میں طلاق دے دے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

اگر مرد اپنی بیوی کو ایک یا دو رجعی طلاق دے (رجعی سے مراد وہ ہے کہ جس کے بعد رجوع کر سکتا ہے) تو اسے عدت کے اندر اندر حق حاصل ہے کہ رجوع کرے۔ چاہے عورت رضامند ہو، یا نہ ہو۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ مرد کہے: میں نے رجوع کیا۔ یا اس سے مباشرت کرے یا شہوت کے ساتھ اس کو چھوے یا بوسہ لے یہ رجوع کرنے کی علامات ہیں۔

مناسب یہ ہے کہ رجوع کرنے پر دو گواہ کرے اور اگر نہ کرے تو بھی رجوع درست ہوگا۔

اگر مرد نے کہا: اللہ کی قسم میں چار ماہ تک تیرے قریب نہیں جاؤں گا اور چار ماہ تک اس نے مباشرت نہ کی تو ایک طلاق بائنہ پڑ جائے گی یعنی رجوع نہیں کر سکتا۔ البتہ دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔

اگر مریض آدمی نے حالت مرض میں طلاق بائن دی پھر وہ مر گیا اور عورت عدت میں تھی تو وارث ہوگی اور عدت پوری ہونے کے بعد فوت ہوا تو عورت وارث نہیں ہوگی۔

اگر عورت نے کچھ مال دے کر طلاق دینے کے لیے مرد کو راضی کر لیا تو طلاق کے بعد وہ مال عورت پر واجب ہوگا اور اسے ادا کرنا ضروری ہوگا۔ یہ طلاق بائن ہوگی (یعنی دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے بشرطیکہ ایک یا دو طلاق دے۔ اس کو خلع کہا جاتا ہے۔

جو چیز مہر میں دی جا سکتی ہے وہ خلع میں بھی دی جا سکتی ہے البتہ مناسب یہ ہے کہ جس قدر مہر میں مال دیا تھا اس سے زیادہ نہ لے۔

اگر نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ خاوند نامرد تھا تو حاکم اسے ایک سال کی مہلت دے۔ اگر اس دوران کامیاب ہو جائے تو ٹھیک ورنہ عورت کے مطالبہ پر دونوں کو الگ الگ کر دیا جائے اور یہ جدائی طلاق بائن ہوگی۔ (ملخصاً من ھدایۃ، ج: ۲ کتاب الطلاق، ص: ۳۵۴ - ۴۲۱)

طلاق کے مسائل کی کئی صورتیں ہیں۔ مختصر درج کر دی ہیں۔ مزید غیر مذکور معلومات کے لیے علماء کرام سے رجوع کیا جائے۔

عدت کا بیان

جس عورت کو حیض آتا ہو۔ طلاق ملنے کے بعد اس کی عدت یہ ہے کہ تین بار حیض آئے۔ اگر حیض نہ آتا

ہو۔ یعنی نابالغ ہو یا بڑی عمر کی ہو تو اس کی عدت چاند کے حساب سے تین ماہ ہے۔

اگر عورت حاملہ ہو تو اس کی عدت، بچہ جننے تک ہے۔ چاہے دو گھنٹے کے بعد پیدائش ہو جائے۔ جب ولادت ہوئی تو عدت ختم ہو گئی۔

اگر کسی عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو اس کی عدت، چاند کے حساب سے چار ماہ اور دس دن ہے۔

اگر مرد حیض کے دوران طلاق دے تو اس حیض کے بعد نئے سرے سے تین حیض آنا عدت پوری کرنے کے لیے ضروری ہے۔

اگر کسی کا نکاح ہوا مگر نہ مباشرت کی اور نہ ہی عورت کو مرد کے ساتھ خلوت حاصل ہوئی۔ یعنی ایک کمرے میں دونوں علیحدہ نہیں ہوئے کہ مباشرت کا موقع مل سکتا۔ اور طلاق ہو گئی (مثلاً رخصتی سے پہلے ہی طلاق ہوئی اور دونوں کو علیحدگی کا موقع قطعاً نہیں ملا اور نہ ہی مباشرت ہوئی تو اس صورت میں عدت نہیں ہو گی۔

یہ یاد رہے کہ عورت، عدت گزارنے کے بعد ہی نکاح کر سکتی ہے۔ عدت کے دوران نکاح نہیں ہوتا۔

طلاق کی وجہ سے عدت بیٹھنے والی عورت کو دن اور رات میں دوران عدت باہر جانے کی اجازت نہیں۔ اور جس کا خاوند فوت ہو جائے۔ وہ دن کو باہر جا سکتی ہے مگر دوسرے کے گھر میں رات نہیں گزار سکتی۔ عورت اس مکان میں عدت گزارے کہ جس مکان میں اسے طلاق ملی یا خاوند کی وفات کے وقت وہاں تھی البتہ اگر اسے زبردستی نکال دیں تو پھر جہاں بھی عدت گزارے درست ہے۔ طلاق ملنے کے بعد عدت کے زمانہ کے اخراجات خاوند کے ذمہ ہوں گے۔

(ملخصاً من ھدایۃ، ج: ۲، کتاب الطلاق، ص: ۴۲۲-۴۲۹)

مہر کا بیان

مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے لیکن اگر مہر مقرر نہ کرے تو بھی نکاح ہو جائے گا۔ البتہ برادری میں اس جیسی عورت کا مہر (مہر مثل) لازم ہو گا۔

اگر نکاح کے موقع پہ مہر کی رقم مقرر نہیں کی مگر بعد میں میاں بیوی دونوں ہی ایک مقدار پہ رضامند ہو گئے اب یہی لازم ہو گا۔

مہر کی زیادہ مقدار مقرر نہیں جس قدر چاہے مقرر کرے، مگر بہت زیادہ مہر مقرر کرنا مناسب نہیں اس لیے کہ مہر دراصل مرد پہ قرض ہے وہ اسے ادا کرنا ضروری ہے۔

اگر عورت اپنی مرضی سے سارا مہر یا کچھ حصہ معاف کر دے تو معاف ہو جائے گا۔
اگر عورت کے ساتھ مباشرت کرنے اور خلوت صحیحہ کرنے سے پہلے طلاق دے دے تو نصف مہر لازم آئے گا۔
خلوت صحیحہ سے مراد یہ ہے کہ عورت مرد کو ایک کمرہ میں چھوڑ دیا جائے اور انھی مباشرت کا موقع دے دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ۔
(البقرۃ - ۲۳۷)

اور اگر تم انہیں طلاق دو، اس سے پہلے کہ انہیں ہاتھ لگاؤ، حالانکہ تم ان کے لیے مہر مقرر کر چکے ہو، تو نصف اس کا جو تم نے مقرر کیا تھا۔

باب — ۶

حقوق و فرائض

انسان اور جنات اور ہر مخلوق پر اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں۔ اس طرح ہر مخلوق کے ایک دوسرے کے بارے میں حقوق و فرائض ہیں جن کو ادا کرنا بھی ضروری ہے۔

جب تک ہر شخص حقوق ادا نہ کرے اور اپنے فرائض پورے نہ کرے۔ تب تک انسانی معاشرہ میں نہ ہی امن و سکون قائم ہو سکتا ہے اور نہ ہی انسان کی عبادات میں وہ اثر پیدا ہوتا ہے جو دنیا و آخرت میں اسے کامیاب کر دے۔ اس باب میں مختصر طور پر حقوق درج کیے جاتے ہیں۔ حقوق و فرائض دراصل ہر شعبۂ زندگی کی ابحاث میں تفصیل سے بتائے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حقوق

اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا۔ چلنے پھرنے کے لیے نرم زمین بچھا دی۔ خوراک کے لیے اناج، پھل اور پانی الغرض بے شمار چیزیں پیدا کر دیں۔ سانس لینے کے لیے صحت مند ہوا پیدا فرمائی۔ دن رات، چاند ستارے اور بے شمار انعامات کیے جن کا شمار یقیناً ناممکن ہے۔

مزید برآں ہمیں عام جانور بنانے کی بجائے سب سے بہتر اور خوبصورت مخلوق یعنی انسان بنایا صحت عطا فرمائی اور سب سے بڑا انعام یہ کیا کہ اسلام لانے کی توفیق عطا فرمائی تاکہ دنیا میں پاکیزہ ترین زندگی گزارنے والے اللہ تعالیٰ کے وفادار بندے شمار ہوں اور موت کے بعد عذاب اور دوزخ سے بچ جائیں۔ الغرض اللہ تعالیٰ کے احسانات و انعامات کو ساری مخلوق مل کر بھی شمار نہیں کر سکتی۔ ہمارے ذمہ اس سب سے بڑی احسان و انعام کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ حقوق ہیں کہ :

۱۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں کہ وہ ایک ہے اس کی ذات و صفات کسی بات میں بھی کوئی اس کا شریک نہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ کہہ دو وہ اللہ ایک ہے

(اخلاص — ۱)

۲۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو روزی دینے والا، حاجت روا، مشکل کشا، غیب دان، حاضر و ناظر نہ سمجھیں الغ

کسی صفت میں اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ط (الرعد — ۲۶)

اللہ ہی جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کرتا ہے اور تنگ کرتا ہے

نیز فرمایا:

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ط (النمل — ۶۵)

تو کہہ دے، اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب کی بات نہیں جانتا۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ٥ (الحج — ۱۷)

بے شک ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔

فرمایا:

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ج (یونس — ۱۰۷)

اور اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو اس کے سوا کوئی ہٹانے والا نہیں۔

الغرض ہر قدرت کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ٥ (البقرہ — ۱۴۸)

بے شک اللہ ہر چیز پہ قادر ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ (البقرہ — ۲۱)

اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو۔

اس طرح اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر عمل کریں۔ اور اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم السلام پر ایمان لائیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کریں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں جن عقائد کا ذکر کیا ان پر ایمان رکھیں۔ جن کے کرنے کا حکم دیا ان پر عمل کریں اور جن کاموں سے بچنے کا حکم دیا ان سے بچیں۔ اس کی زیادہ تفصیل حصہ عقائد میں آچکی ہے۔ وہیں سے دیکھ لیا جائے۔

بندوں کے حقوق ـــــ انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حقوق

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے بڑا درجہ انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔ ہر نبی و رسول پر ایمان لائیں کہ واقعی وہ اللہ کے سچے نبی اور رسول ہیں۔ جس نبی و رسول کا زمانہ پائیں، عملی طور پر اس کی شریعت پر چلیں۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی اطاعت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ (الانفال ـــ ۱)

اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اگر تم ایماندار ہو۔

تمام انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہر گناہ سے پاک سمجھیں۔ ان کا احترام کریں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی و رسول یقین کریں۔ جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا:

"میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

(سنن ابی داود، کتاب الفتن، ص: ۵۸۴)

زندگی کے ہر شعبہ عبادات، سیاست، تجارت، حکومت، عام معاشرت اور اخلاق عامہ وغیرہ ہر بات میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقۂ زندگی کو سب سے بہتر اور قابلِ اتباع سمجھیں اور آپ ہی کی پیروی کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (الاحزاب ـــ ۲۱)

البتہ تمہارے لیے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے۔

بعض جاہل لوگ کفار کے طریقۂ زندگی کی نقالی کرتے ہیں۔ یہ لوگ سب سے بہتر یعنی اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو چھوڑ کر بدترین ڈنگروں کے طریقہ پر چلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو عقل دے۔ انبیاء علیہم السلام نے زندگی بھر سخت جد و جہد کر کے دنیا میں اسلام پھیلایا اور ہم تک اسلام پہنچایا۔ اس لیے ضروری ہے کہ ان کے حق میں دعائے خیر کا طریقہ اپنائیں جو اللہ تعالیٰ نے خود ہی مقرر کر دیا وہ یہ ہے کہ ان پر کثرت سے درود شریف پڑھا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِكَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر صلوٰۃ (درود) بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی اس پر صلوٰۃ و سلام بھیجو۔

(الاحزاب ـــ ۵۶)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔
(مزید تفصیل کے لئے انبیاء علیہم السلام پر ایمان کے باب کا مطالعہ کیجئے۔

صحابہ کرام واہلِ بیت کے حقوق

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے بڑا درجہ صحابہ کرام واہل بیت رضی اللہ عنہم کا ہے۔ ان سب کا ادب کرنا اور ان سے محبت رکھنا۔ ان سے بغض رکھنے سے دور رہنا اور بغض رکھنے والوں سے تعلق توڑنا ضروری ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسلام کی دعوت ساری دنیا میں پھیلانے کے لیے اپنی جانیں اور مال خرچ کئے اور اس قدر قربانیاں دیں کہ کائنات میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

قرآن وحدیث سمجھنے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے اسلام کو معیارِ حق قرار دیا اور فرمایا:

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ	پس اگر وہ بھی ایمان لے آئیں جس طرح تم (اے صحابہ)
بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا	ایمان لائے ہو تو وہ بھی ہدایت پاگئے اور
فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ	اگر وہ نہ مانیں تو وہی ضد میں پڑے
(البقرۃ — ۱۳۷)	ہوئے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اتباع کو ہدایت کی ضمانت تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم اُن میں سے جس کی اتباع کروگے ہدایت پاؤگے"۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب الصحابہ عن رزین، ص ۵۵۴)

صحابہ کرام کے خلاف بکواس نہ کرے:

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"جب تم اُن کو دیکھو جو میرے صحابہ کو گالی دیتے ہیں تو کہو: تمہارے اس بُرے کام پر اللہ کی لعنت ہو"۔ (جامع ترمذی ج: ۲، ابواب المناقب، باب من سب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص: ۲۲۵)

اگر قرآن مجید اور حدیث مبارک کا مفہوم سمجھ میں نہ آئے تو صحابہ کرام کے اقوال وافعال سے اسے سمجھے تو ہدایت پائے گا۔

۶ اس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کا ادب کرے۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ سے محبت رکھو کہ وہ نعمتیں عطا کرتا ہے، اور اللہ کی محبت کے باعث مجھ سے محبت رکھو اور میری محبت کے باعث میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔"

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب المناقب، باب مناقب اہل بیت، ص: ۲۱۹)

یہ بھی یاد رہے کہ اہل بیت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات اور اولاد داخل ہے۔ ان سب کا ادب کرنا ہر مسلمان پر ان کا حق ہے۔

مزید تفصیل کے لیے عقائد کے حصہ میں صحابہ کرام و اہل بیت کے باب کا مطالعہ کیجئے۔

علمائے کرام کے حقوق

اللہ تعالیٰ، اس کے انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد سب سے زیادہ محترم و مکرم علمائے کرام ہیں جو کہ انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ علماء اسلام کی دل و جان سے عزت کرے۔ ان کی خدمت میں جا کر دین کی تعلیم حاصل کرے اور اپنی اولاد کو علمائے اسلام کے پاس بھیج کر اسلام کی تعلیم دلائے تاکہ ہر گھر میں انبیاء علیہم کے وارث پیدا ہوں۔

علمائے کرام کی عزت صرف وہی شخص کرتا ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ہے جو شخص علمائے اسلام کا دشمن ہے وہ یقیناً خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی دشمن ہے کیونکہ اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات کو پھیلانے والے نمائندے علمائے اسلام ہیں۔ ایک مسلمان آدمی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے کی دل و جان سے عزت کرتا ہے۔

آج کے دور میں انگریزی تعلیم کی نحوست کے باعث کئی لوگ علمائے اسلام کے دشمن بن چکے ہیں۔ اس کی وجہ زیادہ تر یہی ہے کہ انگریز کے یہ گماشتے چاہتے ہیں کہ حیوانی شہوت و غضب پر کوئی پابندی نہ ہو۔ بدکاری، گانے بجانے، حرام خوری اور حرام کاری کو معاشرے میں رواج دیا جائے تاکہ دنیا میں خوب عیش کریں مگر علمائے اسلام ان کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ اس لیے غنڈہ گردی

ءِ اسلام پر دانت پیستے اور ان کے خلاف مہم چلاتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے گواہی دی کہ

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا ط (الفاطر — ۲۸) بے شک اللہ سے، اس کے بندوں میں سے، عالم ہی ڈرتے ہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علمائے کرام کو انبیاء علیہم السلام کا وارث قرار دیا۔
علمائے کرام کے بارے میں پہلے باب حصہ اعتقادات میں کافی بحث ہو چکی ہے۔ وہیں سے پڑھ لیجائے۔ اس لیے انسان پر لازم ہے کہ

علمائے اسلام کا دل و جان سے احترام کرے۔

خود ان کی خدمت میں حاضر ہو، اور اولاد کو ان کے ہاں بھیجے اور ان سے اسلام کا علم حاصل کرے۔

ان کا ادب کرے بلکہ اگر کسی عالم دین سے ملاقات کرنا چاہے تو ان سے وقت لے یا ان کے خود باہر آنے کا انتظار کرے۔

مسئلہ معلوم کرنا چاہے تو بحث کرنے کے انداز پر مسئلہ معلوم نہ کرے بلکہ ادب کے ساتھ بات کرے۔
بے ادبی اور غنڈہ گردی کے ساتھ اسلام کا علم حاصل نہیں ہوتا۔

اگر مسئلہ سمجھ میں نہ آئے تو کسی دوسرے عالم سے معلوم کرے مگر پہلے عالم کے ساتھ جھگڑنے کی کوشش نہ کرے۔

مناسب یہ ہے کہ جب کسی عالم سے ملاقات کے لیے جائے تو پہلے کوئی نیکی کرے۔ صدقہ کرے یا نفل پڑھ کر دعا کرے۔ اس کے بعد ملاقات سے جو نفع حاصل ہوگا۔ وہ خود ہی دیکھ لے گا۔
اگر کسی عالم کو تبلیغ کے انداز یا کسی بات کے بارے میں مشورہ دے تو بھی ادب اور شرافت کے ساتھ کلام کرے۔

علمائے اسلام کی خدمت میں خلوص کے ساتھ گاہے گاہے ہدیہ پیش کرے۔ اگر وہ قبول کر لیں تو اسے اپنی سعادت اور ان کا اپنے اوپر احسان سمجھے اور ہدیہ دینے کے بعد بے باک ہونے یا احسان جتانے کی کوشش نہ کرے اور اگر وہ ہدیہ قبول نہ کریں تو ادب کے ساتھ عرض کرے لیکن اگر کسی طرح بھی ہدیہ قبول نہ کریں تو پھر ضد نہ کرے اور واپس چلا جائے اور غور کرے کہ میرا مال کیسا ہے؟ یا میرا ہدیہ دینے کا انداز کیسا ہے؟ الغرض خلوص، ادب اور عقیدت پیدا کرنے کی کوشش کرے۔

۹۔ غیر حاضری میں ان کی غیبت نہ کرے اور نہ ہی غیبت سُنے۔
۱۰۔ اگر غنڈہ گرد عناصر علمائے اسلام کے جان و مال یا عزت کے درپے ہوں تو قوم کا فرض ہے کہ غنڈہ گرد عناصر کو سزا دیں اور علمائے اسلام کا دفاع کریں جو قوم علمائے اسلام کی توہین کرتی ہے یا توہین کرنے والوں کو سزا نہیں دیتی۔ وہ دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثوں کی توہین کرکے عذاب کی مستحق بن جاتی ہے۔ پھر اگر عذاب آئے تو اپنے آپ کو ملامت کرے۔
۱۱۔ اگر کفار حکمران یا منافق و بدمعاش حکمران پولیس یا فوج کو علمائے کرام کی گرفتاری یا ان پر ظلم کا حکم دیں تو ایسے بدمعاش حکمرانوں کا تختہ الٹ دیں مگر علمائے کرام کو گرفتار کرنا دراصل اسلام کو روکنے کی سازش ہے جو سب سے بڑا جرم ہے کیونکہ علمائے کرام ہی اسلام کی دعوت پھیلانے والے ہیں۔
۱۲۔ حکمرانوں کا فرض ہے کہ وہ علمائے کرام کے معقول وظیفے مقرر کردیں تاکہ وہ مطمئن ہو کر اپنی صلاحیت کے مطابق اسلام کی تبلیغ کریں۔ اسلام کی تعلیم دیں اور علمی کاموں میں مصروف رہیں مگر وظیفے کے بعد انہیں سرکاری چمچہ بنانے، ان کے ضمیر خریدنے اور حکمرانوں کے نظریات کی تائید کرنے کے لیے مجبور نہ کریں، ورنہ یہ وظیفہ نہیں ہوگا بلکہ ایمان و غیرت خریدنے کی رشوت ہوگی۔

علمائے کرام کے فرائض

عالم دین کہلانے کا وہی حقدار ہے جو قرآن مجید، حدیث مبارک اور آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آگاہ ہو۔ اس کے عقائد و اعمال بھی قرآن و حدیث اور طریقہ صحابہ کرام کے مطابق ہو۔ علمائے کرام کی عظمت و شان اس حدیث سے معلوم ہوتی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار حدیث میں فرمایا: ..... اور علماء، انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ .....

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب العلم باب ماجاء فی فضل الفقہ علماء، ص:)

علمائے کرام پر ان کے بلند ترین منصب کے باعث کئی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔
۱۔ علمائے اسلام کا پہلا کام یہ ہے کہ وہ محنت کے ساتھ علم دین حاصل کریں اور پھر عوام کو علم دین سکھائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ   سو کیوں نہ نکلا ہر فرقے میں سے ایک حصہ

مِنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْآ اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ۝ (التوبہ - ۱۲۲)

تاکہ دین میں سمجھ پیدا کریں، اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آئیں، تو اُن کو ڈرائیں تاکہ وہ بچتے رہیں۔

جس سے علم حاصل کریں۔ اس کو دیکھیں۔ اگر وہ جاہل ہے یا بدعتی ہے یا فاسق ہے تو اس کے قریب بھی نہ جائیں۔ اس سے علم کی بجائے جہالت و بدعت وفسق ملے گا۔ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یہ علم دین ہے، پس دیکھو جس سے تم اپنا دین حاصل کر رہے ہو"۔

(صحیح مسلم ج:۱، باب بیان ان الاسناد من الدین، ص : ۱۱)

علم دین صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اور اس کی رضا حاصل کرنے کی غرض سے تلاش کریں۔

حضرت کعب بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس لیے علم حاصل کیا کہ وہ علماء سے مقابلہ کرے یا بے وقوفوں سے جدال (یعنی بحث) کرے یا لوگوں کا رُخ اپنی طرف پھیرے (تاکہ ان سے مال بٹورے) تو اللہ تعالیٰ اسے آگ میں ڈالے گا۔

(جامع ترمذی، ج:۲، کتاب العلم، باب ما جاء فی من یطلب بعلمہ الدنیا، ص : ۹۴)

یعنی جو شخص علمِ دین محض دنیاوی مقاصد مثلاً علمائے کرام سے جھگڑنے اور فتنے برپا کرنے کے لیے یا لوگوں پر رُعب ڈال کر مال بٹورنے کے لیے حاصل کرتا ہے اس کا انجام جہنم ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو دوزخ سے محفوظ رکھے۔

علم سیکھتے یا دوسرے کو سکھاتے وقت بنیادی اور شدید ضروری علم پہلے حاصل کرے۔ اور دوسروں کو بھی بنیادی تعلیم پہلے سکھائے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم تین ہیں۔

آیتِ مُحکمہ (یعنی وہ آیت اور حکم جس میں کسی دوسری تاویل کی گنجائش نہ ہو، اس کا حکم منسوخ نہ ہو اور مطلب واضح اور صاف ہو)

۲۔ سنتِ قائمہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ، جس پر آپ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ گامزن رہے)

۳۔ اور اس کے علاوہ زائد از (شدید) ضرورت ہے۔

(سنن ابی داود ج: ۲، کتاب الفرائض، باب ما جاء فی تعلیم الفرائض، ص: ۹۹)

الغرض ہر عالم دین کو چاہیئے کہ جہاں بھی اللہ تعالیٰ اُسے کام کرنے کا موقع عطا کرے تو وہ مقت
حضرات اور معتقدین کو تعلیم دینے کے روزانہ بالغان اور چھوٹے بچوں کے لیے تدریس کا مرکز قائم
سب سے پہلے انہیں وہ عقائد بتائے کہ جن پر ایمان لانے پر آخرت میں نجات کا دار و مدار
اس طرح عبادات اور زندگی کے ہر حصہ میں فرائض و واجبات کی تعلیم سب سے پہلے دے۔
مگر ایسا نہ کریں کہ آداب و فضائل پر طویل تقاریر کرتے رہیں مگر اسلام کی ضروری تعل
توجہ نہ دیں۔

۵۔ علم سکھاتے وقت بنیادی تعلیمات پر مشتمل نصاب مرتب کرتے ہوئے ان باتوں پر خ
توجہ رکھیں۔

ا۔ قرآن مجید کے الفاظ اور ترجمہ پڑھائیں۔ جب تک عام لوگ قرآن مجید کا ترجمہ نہیں پڑھتے
تب تک ان کے عقائد و اعمال درست نہیں ہو سکتے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایک شخص قرآن مجید
کا حافظ اور قاری بھی ہے مگر قرآن مجید کا ترجمہ نہیں جانتا اور قرآن مجید پڑھنے کے باوجود
شرک و بدعت کا مرتکب ہو رہا ہے۔

۶۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
"تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔"

(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب فضائل القرآن، باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ، ص: ۲۵۲)

۶۔ حضرت معاذ الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا: "جو قرآن مجید پڑھے اور اس پر عمل کرے جو اس میں ہے اس کے والدین کو قیامت
کے دن ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی دنیا میں تمہارے گھروں میں (پڑنے والی)
سورج کی روشنی سے زیادہ بہتر ہو گی جبکہ وہ سورج تمہارے (گھروں) میں ہو۔ اب اس کے
بارے میں تمہارا کیا گمان ہو گا کہ جس نے عمل کیا (یعنی عمل کرنے والے کو اس سے زیادہ اجر ملے)"

(سنن ابی داؤد ج: ا، کتاب الصلوٰۃ، باب فی ثواب قراۃ القرآن، ص: ۵)

لیکن یہ بھی یاد رکھئے کہ عمل وہی کرے گا جس کو یہ معلوم ہو گا کہ قرآن مجید نے یہ عقائد بیان کئے یہ حکم دیا اور ان سے روکا۔ قرآن مجید کا ترجمہ پڑھے بغیر یہ کام مکمل طریقہ سے نہیں ہو سکتا۔

ب ، اس طرح حدیث مبارک بھی پڑھائیں۔

ایک حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

"اللہ تعالیٰ اس شخص کو سرسبز کرے جو ہم سے کچھ سنے پھر جیسے سُنے ویسے ہی (دوسروں تک) پہنچا دے کئی وہ (لوگ) جن کو پہنچایا جاتا ہے۔ وہ سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں" (جامع ترمذی ج : ۲ ، ابواب العلم ، باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع ص : ۹۴)

یہاں سے حدیث کی اہمیت معلوم ہوتی اور جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سرسبز ہونے کی دعا دیں وہ سب سے زیادہ خوش نصیب ہے۔

ج ، عوام کو عربی زبان سکھانے کی کوشش کریں تاکہ وہ بنیادی اسلامی کتابوں کا عربی زبان میں مطالعہ کر سکیں اور اپنے عرب بھائیوں کے ساتھ تعلقات بہتر بنا سکیں۔

د ، فقہ کی ابتدائی کتاب مثلاً قدوری بھی نصاب میں رکھیں تاکہ فقہ کے ساتھ مناسبت پیدا ہو جائے۔

ہ ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سیرت کی مختصر اور جامع کتاب پڑھائیں۔ الغرض ان پر مشتمل ایک نصاب مرتب کر کے چھوٹے بچوں اور بالغ افراد کو اسلام کی تعلیم دیں۔ کاش ہر مسجد میں یہ سلسلہ جاری ہو جائے تاکہ امت مسلمہ ضروری درجہ کی اسلامی تعلیم سے آگاہ ہو سکے۔

افسوس آج ایک شخص برسوں تک مسجد میں جمعہ پڑھتا ہے، سینکڑوں وعظ سنتا ہے مگر اسلام کے عقائد و اعمال کا بنیادی طور پر ضروری حصہ بھی معلوم نہیں کر پاتا۔ علمائے اسلام کو چاہیئے کہ وہ اپنے جمعہ کے خطابات میں اسلام کی بنیادی ضروری تعلیم کا خاص دھیان رکھیں۔ البتہ قومی مسائل پر بعض اوقات ہنگامی بنیاد پر خطاب کرنا ضروری ہوتا ہے اور وہ بھی دین کا لازمی حصہ ہے۔

۶۔ علمائے کرام کو چاہیئے کہ وہ قوم کو سمجھائیں کہ اسلام میں دو کام سب سے خطرناک ہیں۔ (۱) شرک اور کفر کہ جس کی وجہ سے ہر نیکی باطل ہو جاتی ہے۔ (۲) حرام خوراک کہ جس کی وجہ سے ہر عبادت اس کے منہ پر ماری جاتی ہے۔

جو لوگ کافرانہ عقائد رکھتے ہوں۔ قرآن و حدیث سے ثابت شدہ عقائد سے اختلاف رکھیں

مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی تسلیم نہ کریں۔ زکوٰۃ کا انکار کریں۔ نماز کا مذاق اڑائیں سود، سینما، ناچ گانا اور ایسے سخت جرائم کو جائز قرار دیں۔ اللہ کے سوا دوسروں کے نام پر نذر نیاز دیں جیسے کہ گیارہویں اور کونڈے ایسے مشرکانہ افعال کرنے والے، صحابہ کرام کے خلاف بکواس کرنے والے ان سب کے عقائد ہی اسلام کے خلاف ہیں۔ اس لیے ان کی نماز، روزہ، حج سب برباد ہیں۔ جب تک کافرانہ اور مشرکانہ عقائد سے توبہ نہیں کرتا اس کی کوئی عبادت مقبول نہیں ہو سکتی اس طرح جو شخص حرام کاروبار کرتا ہے پھر پوری قوت لگا کر عبادت کرتا ہے اور دعائیں کرتا ہے وہ سب مردود ہے۔ اس طرح جو شخص سنت کے مقابلہ میں بدعت جاری کرتا ہے وہ بھی گمراہ ہے اور اس کا انجام جہنم ہے۔ بدعت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا تصور شدید حماقت ہے۔ ہر کام کا ایک انجام ہے۔ انجام کو کام سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ توحید کا اقرار اتباع سنت اور حلال کھانے کا انجام جنت اور رضائے الٰہی ہے۔ کفر، شرک، بدعت اور حرام کھانے کا انجام جہنم اور ذلت ہے۔ اس لیے ہر کام کے وقت اس کے انجام پر نظر کرنا عقل مند کا طریقہ ہے۔

۷۔ مسلمانوں کو اجتماعی زندگی گزارنے کی نصیحت کریں اور انہیں یہ بتائیں کہ حکومت کرنے کا حق صرف شریف لوگوں اور اسلام کا علم رکھنے والوں اور اسلام کے پابند افراد کا ہے۔ اسلام کے دشمنوں اسلام سے جاہلوں اور جرائم پیشہ لوگوں کو کبھی بھی حکومت پر قبضہ کرنے کا موقع نہیں دینا چاہیے اگر مسلمانوں نے بدکار لوگوں کی حکومت کو تسلیم کر لیا اور ان کی غلامی پر قناعت کر لی۔ تو سب مجرم ہوں گے۔

۸۔ اسلام کی دعوت پھیلانے کے لیے اپنی علمی اور تجرباتی قوت اور امکانات کا صحیح جائزہ لیں اور محض خوش فہمیوں پر بنیادیں تعمیر نہ کریں۔ صحیح طور پر سوچیں کہ اسلام کی دعوت پھیلانے کے لیے میرے اندر کیا صلاحیتیں ہیں۔ چھوٹے بچوں کے لیے کتابیں تحریر کر کے، اخبارات کے ذریعے بڑی کتابیں تحریر کر کے، تقاریر، مناظرہ، نجی ملاقاتوں، رفاہ عامہ کے کاموں الغرض اسلام کی دعوت پھیلانے کے لیے ممکن ذرائع اختیار کریں اور پھر استقامت کے ساتھ اس پر گامزن رہیں۔

۹۔ جس بات کی نصیحت کریں خود بھی اس پر عمل کریں۔

۱۰۔ جو مسئلہ معلوم ہو محض دنیاوی اغراض کی خاطر یا بادشاہوں اور سرمایہ داروں کو خوش کرنے کے لیے نہ چھپائیں اور نہ تبدیل کریں۔

- مسجد کی انتظامیہ میں اسلام کے پابند اور مسجد کے عملہ کا احترام کرنے والے افراد کو رکھیں۔ محض مالدار ہونا کوئی خوبی نہیں ہے۔
- مسجد کے عملہ کو اسلام کی پابندی کرنے ، مسجد کی صفائی کرنے اور لوگوں کے ساتھ خوش اخلاق رہنے کی تاکید کریں۔
- مسجد میں چٹائی، پانی وغیرہ کا بہترین انتظام رکھیں تاکہ سہولت دیکھ کر زیادہ لوگ نماز پڑھنے کے لیے آئیں۔
- اگر مسجد میں اقامتی طلبہ پر مشتمل مدرسہ قائم کرنا ممکن ہو تو ضرور کریں۔ مگر طلبہ کے انتخاب کے وقت یہ دیکھیں کہ وہ علمِ دین حاصل کرنے کے خواہش مند ہوں۔ اسلام کی پابندی کریں۔ بہادر اور صحت مند ہو تو زیادہ بہتر ہے۔
- طلبہ کی صحت و تعلیم پر خاص توجہ رکھیں۔ طلبہ کو معزز مہمان سمجھیں۔

حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ تمہارے (صحابہ کرام) کے تابع ہیں۔ کچھ لوگ تمہارے پاس اطرافِ زمین سے آئیں گے تاکہ دین میں سمجھ حاصل کریں۔ جب وہ تمہارے پاس آئیں تو میں ان کے بارے میں تمہیں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب العلم، باب ما جاء فی الاستیصاء بمن یطلب العلم، ص: ۹۳)

بعض غنڈہ گرد عناصر کا کام یہ ہوتا ہے کہ مسجد میں نماز پڑھنے کی آڑ میں داخل ہو کر مسجد کے عملہ یا علماء و طلبہ کے خلاف بکواس کرتے ہیں۔ ان غنڈوں کی سرکوبی کرنے کے لیے نمازیوں اور طلبہ پر مشتمل ایک جماعت بنائی جائے تاکہ کسی خبیث آدمی کو مسجد میں غنڈہ گردی کرنے کی جرأت نہ ہو۔

۱۔ مناسب یہ ہے کہ غسل خانے اور استنجا خانے مسجد سے قدرے فاصلہ پر ہوں۔

۱۔ علمائے کرام کو چاہیئے کہ وہ عوام سے رابطہ رکھیں۔ اگر کوئی نمازی بیمار ہو جائے یا کسی پریشانی میں مبتلا ہو۔ تو اس کے ساتھ ممکن تعاون کریں۔ دوسرے نمازیوں کو بھی ایسا کرنے پر آمادہ کریں۔

۱۔ اسلام کی تبلیغ کے لیے ممکن اور مناسب تر طریقہ اختیار کریں۔

۱۔ ہر شخص کی دعوت اور ہدیہ قبول نہ کریں بلکہ یہ دیکھیں کہ اس کا مال حلال ہے یا نہیں؟ اور دعوت کی آڑ میں وہ احسان رکھنا یا کوئی خاص ناجائز غرض پوری کرنا چاہتا ہے یا خلوص کے ساتھ دعوت دے رہا ہے یا ہدیہ پیش کر رہا ہے۔ البتہ سب کی دعوت مسترد نہیں کرنی چاہیئے۔

۲۰۔ عقیدت کے ساتھ ملاقات کرنے والے ہر آدمی پر اعتماد نہ کریں اس لیے کہ بعض لوگ عقیدت کے بھیس میں کالے کیڑے ہوتے ہیں جن کا کام فتنہ و فساد برپا کرنا یا جاسوسی کرنا ہوتا ہے یا کو اپنے نظریات کی طرف ڈھال کر گمراہ کرنا ہوتا ہے۔

۲۱۔ سرکاری امداد قبول نہ کریں بلکہ اپنے اللہ سے ہی امیدیں وابستہ رکھیں۔ اکثر سرکاری علماء اسلام دعوت دینے اور سچ بولنے میں بانجھ ہو چکے ہیں۔ البتہ اگر حکمران نیک اور اسلام کے پابند ہو اور درخواست کے بغیر ہدیہ دیں تو یہ نعمت ہے۔ مگر احتیاط زیادہ بہتر ہے۔

۲۲۔ جس ملک کے محکمۂ اوقاف کے خزانہ میں مزاروں کا چڑھاوا جمع ہوتا ہو۔ یا جہاں سے تنخواہ ملے حرام مال رکھتا ہو۔ ظلم کے ساتھ جمع کیا ہوا یا غیر اسلامی ٹیکسوں سے جمع شدہ مال ہو تو اس سے نہ لے۔ اور اگر تنخواہ لیے بغیر قطعی طور پر گزارا نہ ہو سکے تو کوشش کرے اور لباس و خوراک پر صورت میں حلال مال ہی خرچ کرے۔ اگر لباس و خوراک حرام مال سے ہوا تو آخرت کی برباد ایک لازمی نتیجہ ہے۔ دنیا میں چند روزہ تنگی سے گزارا کر لینا آخرت کے طویل جہنم سے بہتر ہے

۲۳۔ حکمرانوں اور سرمایہ داروں سے دور رہیں۔ البتہ دل میں ان سے نفرت نہ رکھے۔ اس لیے کہ حکمران اور سرمایہ داروں میں بھی بعض لوگ بہت ہی نیک ہوتے ہیں۔ البتہ دُور رہنے میں ضمیر و ایمان کی حفاظت میں آسانی رہتی ہے۔ البتہ اگر وہ خود ملنے آئیں تو اُن سے ضرور ملاقات کرے اختلاط عامہ سے بچتے وقت یہ نیت کرے کہ میں لوگوں کو اپنے شر سے بچاتا ہوں تو خوب نیت۔ اس سے اپنے تکبّر کا علاج ہو جائے گا۔

۲۴۔ ملک میں پھیلی ہوئی برائیوں کی فہرست بنائیں اور پوری منصوبہ بندی کے ساتھ اور ممکن وسائل کے ذریعہ ہر برائی کے خلاف مہم کی کوشش کریں۔

۲۵۔ جس کو برائی سے منع کریں۔ اگر وہ برائی سے نہ رُکے تو اس کے ہاں منعقد ہونے والی کسی تقریب میں شرکت نہ کریں۔

۶۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: بنی اسرائیل میں پہلی خرابی یہ آئی کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کو ملتا تو کہتا: اے فلان اللہ سے ڈر اور جو (گناہ) تو کر رہا ہے اسے چھوڑ دے۔ یہ تیرے لیے جائز نہیں پھر اگلے دن اسے تو اس کا (گناہ کا عادی رہنا) اسے اس کے ساتھ کھانے پینے اور بیٹھنے سے نہ روکتا (یعنی باوجود غلط کاری پر قائم رہنے کے وہ غلط کاروں کا شریک مجلس رہتا) جب انہوں نے یہ کیا تو اللہ نے

نے بعض کے دل بعض سے ملا دیئے (یعنی سب کے دل سیاہ کردیئے کہ حق قبول نہیں کر سکتے) پھر آپ نے یہ آیت پڑھی :

لعن الذین کفروا من بنی إسرائیل علی لسان داود وعیسی بن مریم،

آیت فاسقون تک پھر فرمایا: ہرگز نہیں، اللہ کی قسم تمہیں ضرور نیکی کا حکم کرنا ہوگا اور تمہیں ضرور برائی سے روکنا ہوگا اور تمہیں ضرور ظالم کا ہاتھ روکنا ہوگا۔ اور تمہیں ضرور اسے حق پر موڑ کر لانا ہوگا اور تمہیں ضرور اسے حق پر بند کرنا ہوگا۔

(سنن ابی داود، کتاب الملاحم، باب الامر والنهی، ص : ۵۹۶)

۲۔ اگر کسی ملک میں بدقسمتی سے اسلامی قانون نافذ نہیں ہے یا وہاں مسلمانوں پر کفار کی حکومت ہے۔ ہر حالت میں مسلمانوں کی اجتماعیت قائم کرنے، مسلمانوں کو طاقت ور اور غالب بنانے اور کفار کو مغلوب کرنے کی کوشش کریں۔ ملک میں اسلامی قوانین نافذ کرنے، نیک اور اسلام کے پابند لوگوں کی زیرنگرانی قرآن وحدیث اور خلفائے راشدین کی سنت کے مطابق حکومت قائم کرنے کے لیے سیاسی، انفرادی اور اجتماعی جدوجہد کریں۔ اور اس کام کے لیے ہر ممکن طریقہ کام میں لائیں۔

بعض غنڈہ گرد عناصر یہ کہتے ہیں کہ علماء کا سیاست سے تعلق نہیں ہونا چاہیئے۔ بس وہ مسجدوں میں گھس کر لوگوں کو گول مول قسم کی اخلاقی باتیں بتا دیا کریں۔

یعنی غنڈہ گرد عناصر چاہتے ہیں کہ ملک کے ذرائع آمدنی، سرکاری خزانہ، فوج، پولیس اور اور ہر قسم کے ذریعہ ابلاغ پر اسلام سے جاہل اور آوارہ لوگ قبضہ کئے رکھیں اور ملک میں بدکاری کفر، بدعت اور غنڈہ گردی پھیلاتے رہیں۔ باطل فرقوں کی مدد کر کے مسلمانوں کو ذلیل کرتے رہیں اور علمائے کرام ان خبیث عناصر کے سامنے ہاتھ باندھ کر اخلاق کا بت بنے رہیں۔

حق بات یہ ہے کہ عبادات کے ساتھ ساتھ سیاست، تجارت، حکومت الغرض زندگی کا ہر شعبہ اسلامی تعلیم کے تابع ہونا ضروری ہے۔ اور جو شخص اسلام کا وسیع علم رکھتا ہو۔ اس کو زندگی کے ہر حصہ پر برتری اور شوکت دلانا ضروری ہے تاکہ وہ اسلام کے قوانین کے مطابق حکومت کرے۔

اگر اسلامی حکومت بنانے کا ارادہ ہے تو علماء ہی اس کو جانتے ہیں اور وہی یہ کام کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر ارادہ یہ ہے کہ حکومت کفر کے مطابق بنائی جائے تو علماء نہ ہی اسے جانتے ہیں اور نہ ہی ایسی بدمعاش حکومت کو مانتے ہیں۔

آج ہم بیشتر مسلمان ممالک میں دیکھ رہے ہیں کہ اسلام سے جاہل، اور اسلام سے قلبی طور پر نفرت کرنے والے حکمران ہیں، عوام کے ڈر سے اسلام اسلام کے دعوے باندھتے ہیں مگر درپردہ کفار اور حدیث و صحابہ کرام کے دشمنوں، بدکار مردوں اور عورتوں کو زندگی کے ہر شعبہ میں طاقت ور کر رہے ہیں اور قرآن وحدیث اور صحابہ کرام کے طریقۂ زندگی کے پابند مسلمانوں کو کمزور سے کمزور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کی زندگی منافقت سے عبارت بن چکی ہے اور دھوکہ اور فریب کے سوا اُن کے پاس کچھ چیز نہیں چنانچہ آج مسلمانوں کی عظیم اکثریت بھی کفار سے ڈر رہی ہے۔

۲۷۔ قرآن مجید کی قدیم تفاسیر اور حدیث کی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں۔ بندے کا کام حکم بجالانا ہے کامیابی حاصل کر ڈالنا بندے کے فرائض میں داخل نہیں۔ ۔د

والله الموفق والمعين

والدین کے حقوق

اللہ تعالیٰ، اُس کے انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام، صحابہ کرام اور علمائے کرام کے بعد سب سے بڑا حق والدین و اقربا کا ہے۔ سب سے پہلے والدین کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عام مخلوق میں سب سے بڑا حق والدین کا ہے، اولاد کا فرض ہے کہ والدین کے ساتھ بہت ہی اچھا برتاؤ کرے۔ اُن کی ضروریاتِ زندگی یعنی لباس، خوراک، صحت، رہائش اور دشمنوں سے بچاؤ کا خاص خیال رکھے، اُن سے کچھ دُنیاوی نقصان ہو جائے تو بھی اُن پر ناراض نہ ہو بلکہ خوشگوار انداز سے ٹال دے۔ جب اُن پر بڑھاپا آئے تو ان کے آرام کا زیادہ خیال رکھے۔ اگر خدانخواستہ والدین کافر ہوں، تو بھی ان کی ضروریات پوری کرنا فرض ہے اور اُن کے ساتھ گستاخی سے پیش آنا سخت جرم ہے البتہ نرمی کے ساتھ یا کسی دوسرے آدمی کے ذریعہ انہیں سمجھایا جائے اور اسلام کی تعلیم دینے کی کوشش کرے اور اُن کے حق میں دعائیں کرتا رہے۔

اگر والدین کا حالتِ اسلام میں انتقال ہو جائے تو اُن کی موت کے بعد ان کے لئے مغفرت کی دعائیں کرے۔ مختلف طریقوں سے اُن کو ثواب پہنچاتا رہے اور والدین کے دوستوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ الغرض والدین کی عزت کرے، اُن کی نہ خود توہین کرے اور نہ ہی کسی کو توہین کرنے دے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ○ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ؕ○

(اور تیرا رب فیصلہ کر چکا ہے کہ اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور اگر تیرے سامنے اُن میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اُف بھی نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو اور اُن سے ادب سے بات کرو اور ان کے سامنے شفقت سے عاجزی کے ساتھ جھکے رہو، اور کہو لے میرے رب جس طرح انہوں نے مجھے بچپن سے پالا ہے اس طرح تو بھی اُن پر رحم فرما)

(بنی اسرائیل - ۲۳، ۲۴)

اور اگر کسی کے والدین گناہ کرنے یا شرک و کفر کرنے کا حکم دیں تو انسان پر لازم ہے کہ والدین کا حکم نہ مانے اور اللہ و رسول کی اطاعت کرتا رہے، البتہ والدین کو نرمی سے سمجھائے اور ان کی ضروریاتِ زندگی بھی ادا کرتا رہے، اُن کے ساتھ بدتمیزی نہ کرے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

وَاِنْ جٰهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ز ؗ

(اور اگر تجھ پر اس بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس کو شریک بنالے جس کو تو جانتا بھی نہ ہو، تو اُن کا کہنا نہ مان اور دُنیا میں ان کے ساتھ نیکی سے پیش آ۔

(لقمٰن - ۱۵)

والدین کے بارے میں احادیث میں بہت تاکید کی گئی ہے۔

۱- حضرت ابو امامہ (رضی اللہ عنہ) بتاتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! والدین کا اُن کے بچے پر کیا حق ہے؟

آپ نے فرمایا: وہ دونوں تیرے جنت ہیں اور تیرے دوزخ ہیں۔ (یعنی اُن کی خدمت کا انجام جنت ہے اور اُن کی نافرمانی کا انجام دوزخ ہے،

(سنن ابن ماجہ، ابواب البر والصلۃ باب البر بالوالدین ص ۲۶۹

۲- حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: والدین

کی اطاعت کرنے والا لڑکا جب والدین پر ایک نظر رحمت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر نظر کے عوض ایک حج مقبول لکھ دیتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا اگرچہ ہر روز سو بار نظر کرے۔ آپ نے فرمایا: ہاں اللہ سب سے بڑا اور بہت پاک ہے۔ (یعنی اللہ کی عطا محدود نہیں۔)

(مشکوٰۃ المصابیح، باب البر والصلۃ ص۴۲۱) عن بیھقی فی شعب الایمان)

ماں باپ میں سے ماں کے ساتھ زیادہ حسن سلوک کا حکم دیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ماں ایک عورت ہے جو کمزور اور کمانے سے معذور اور بے بس ہے، حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی نے عرض کیا! اے اللہ کے رسول! سب لوگوں میں زیادہ حسن صحبت (بہتر سلوک) کا حقدار کون ہے؟ آپ نے فرمایا۔ تیری ماں، پھر تیری ماں، پھر تیری ماں، پھر تیرا باپ، پھر جو تجھ سے قریب ہو، جو تجھ سے قریب ہو۔

(صحیح المسلم ج ۲، کتاب البر والصلۃ والادب، باب برالوالدین ص۳۱۲)

والدین کا درجہ اس قدر بلند ہے کہ ان کا حق ادا کرنا بہت مشکل ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کوئی بچہ اپنے والد کا حق ادا نہیں کر سکتا، سوائے اس کے کہ وہ اُسے غلام پائے۔ پھر اُس کو خرید کر آزاد کرے۔

(جامع الترمذی ج ۲، ابواب البر والصلۃ، باب فی حق الوالدین ص۱۲)

بلکہ جہاد کے موقع پر اگر والدین کی خدمت کے لئے کوئی آدمی نہ ہو، تو اُن کی خدمت ہی جہاد ہے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کیا میں جہاد کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا! تیرے ماں باپ ہیں؟ اُس نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: اُن دونوں (کی خدمت کرنے) میں جہاد کرو۔

(صحیح البخاری ج ۲، کتاب الادب، باب لایجاہد الا باذن الابوین، ص۸۸۳)

والدین کے دوستوں کے ساتھ احسان کرنا چاہیئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے دوست کے ساتھ تعلق قائم رکھے۔"

(صحیح المسلم ج ۲، کتاب البر والصلۃ، باب فضل صلۃ اصدقاء الاب والام ص۳۱۴)

والدین کے فرائض

جس طرح اولاد پر والدین کے حقوق ہیں اور ان کو ادا کرنا ضروری ہے اُسی طرح والدین کے بھی فرائض ہیں۔ والدین کے لئے دُنیا و آخرت میں اس میں خیریت ہے کہ وہ اپنے فرائض ادا کریں ؛

والدین کے چند فرائض تحریر کئے جاتے ہیں ؛

- والدین کی ذمہ داری ہے کہ اولاد کو اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھیں، اُن کی صحت کا خیال رکھیں، موسم کے مطابق اُن کی غذا و لباس کا انتظام کریں۔
- اولاد کو حلال مال کھلائیں، حرام خور اولاد نہ ہی اسلام کی وفادار ہو سکتی ہے اور نہ والدین کی خیرخواہ بن سکتی ہے۔
- اُن کی اسلامی تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام کریں۔ اگر بچپن ہی سے اولاد کو شرافت سکھائی گئی، اسلام کی تعلیم دی گئی تو وہ اولاد جوان ہو کر ایک شریف مسلمان بن سکتی ہے۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛

آدمی اپنے بچے کو ادب سکھائے، یہ بات ایک صاع خیرات کرنے سے بہتر ہے۔

(جامع ترمذی ج ۲۔ ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی ادب الولد ص ۱۶)

ایک روایت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

''حسنِ ادب سے بڑھ کر کسی باپ نے اپنے بچے کو بہتر عطیہ نہیں دیا۔''

(جامع ترمذی ج ۲۔ ابواب ابر والصلۃ۔ باب ماجاء فی ادب الولد۔ ص ۱۶)

- جب بچہ باتیں کرنے کے قابل ہو تو سب سے پہلے اس کو اللہ کا نام سکھائیں اور جب جملہ یاد کرنے کے قابل ہو تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ سکھائیں۔
- جب بچہ ذرا بڑا ہو، تو اس کو نماز پڑھنے کی عادت ڈالیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

بچے کو نماز پڑھنے کا حکم دو، جبکہ وہ سات برس (کی عمر) کو پہنچے۔ اور جب دس برس کا ہو جائے (اور نماز نہ پڑھے) تو اس پر اُسے مارو

(سنن ابی داؤد ج ۱۔ کتاب الصلوٰۃ باب متی یؤمر الغلام بالصلوٰۃ ص ۷۱)

بعض لوگ لڑکیوں کو بُرا سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اگر لڑکیوں کو پالے تو بھی بہت اجر ہے مگر اُن کی اسلامی تربیت کرے۔

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے دو بچیوں کی کفالت کی، وہ اور میں جنت میں اس طرح داخل ہوں گے اور دو انگلیوں کو ملا کر اشارہ کیا۔ جامع الترمذی ج ۲ ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی النفقۃ علی البنات صد ۱۳

جب بچہ مادری زبان کے علاوہ کوئی زبان سیکھنے کے لئے قابل ہو تو اس کو عربی زبان سب سے پہلے سکھ
جب بچہ بڑا ہو تو کسی نیک کے ساتھ اس کا نکاح کرے اور اگر بچے کو اسلام کی وسیع تعلیم دے سکے تو ضر
کرے، اس لئے کہ جس گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث موجود ہے وہ گھر خوش نصیب ہے
نیز بچے کو کوئی جائز ہنر سکھائے تاکہ وہ بڑا ہو کر حلال روزی کما سکے۔

خاوند کے حقوق

خاوند ایک مرد ہے۔ گھر کے تمام اخراجات اور اہم کاموں کا ذمہ دار ہے۔ اس لئے خاوند کے حقو
بھی تسلیم شدہ ہیں :

۱۔ خاوند کا حق ہے کہ بیوی اور اس کی اولاد اس کا احترام کرے۔ کھلم کھلا یا اشارہ سے اس احترام کو مجروح نہ کرے۔
۲۔ خاوند کے مال، گھر اور اولاد کی حفاظت میں تمام اہل خانہ حصہ لیں۔
۳۔ بیوی اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر خاوند کے مال میں سے کسی کو کچھ چیز نہ دے۔ خاوند کی اجا ت کے بغیر کسی کو اس کے گھر میں داخل نہ ہونے دے۔ کسی کے سامنے خاوند کے عیوب بیان نہ کر تاکہ خاوند کی عزت مجروح نہ ہو۔
۴۔ خاوند کی اولاد کے ساتھ ہمدردی کا سلوک کرے اور انہیں اسلامی تربیت دے۔ عام طور پر عو بچوں کو ایسی عادات سکھاتی ہیں جو آوارہ بچوں کا انداز ہوتا ہے۔ آخر کار بچے بڑے ہو کر آوارہ جاتے ہیں۔
۵۔ خاوند کو شرعاً یہ حق ہے کہ پہلی بیوی یا کسی بادشاہ سے اجازت حاصل کئے بغیر چار تک نکاح کر سکتا ہے اور اُسے یہ حق اللہ تعالے نے عطا کیا ہے۔ جس نے خاوند اور بیوی اور بادشاہ ہوں سب کو پیدا کیا ہے البتہ ہر بیوی اور اس کی اولاد کے ساتھ عدل و انصاف کرنا ضروری ہے۔ ورنہ خاوند اللہ تعالے کے نزدیک مجرم اور قابل سزا ہوگا۔
۶۔ طلاق دینے کا اختیار صرف خاوند کو ہے بیوی کو نہیں۔ البتہ اگر خاوند ظلم کرے تو بیوی کچھ مال دے کر

خلع کرسکتی ہے اور اگر خاوند نہ ہی خلع کرے اور نہ ظلم سے باز آئے تو اسلامی حکومت کی عدالت اُن کے درمیان علیحدگی کراسکتی ہے۔

۷۔ اگر بیوی سرکشی کرے یعنی اسلامی تعلیمات پردہ وغیرہ کے خلاف کام کرے، توسب سے پہلے اُسے سمجھائے، اگر نہ سمجھے تو عورت کا بستر الگ کردے اور اُس سے بات چیت بند کردے، اگر اب بھی ٹھیک نہ ہو تو اُسے ہلکی مار دے۔ مگر چہرے پر ضرب نہ لگائے اور نہ ہی زخمی کرے، اور اگر پھر بھی باز نہ آئے تو رشتہ داروں کو بلا کر سمجھائے، ورنہ طلاق دے کر ایک خبیث عورت سے الگ ہو جائے۔

۸۔ اگر خاوند رات کو اپنے پاس بلائے اور اُسے کوئی شدید عذر نہ ہو تو فوراً اس کے پاس جائے۔ اگر اس نے یہ نہ کیا تو خطرہ ہے کہ خاوند برائی میں مبتلا ہو جائے۔ اب عورت بھی اس کے گناہ کی ذمہ دار قرار پائے گی۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) سے روایت ہے کہ:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے مگر وہ انکار کردے اور (خاوند) غصہ میں رات گزارے، تو صبح تک فرشتے اس عورت پر لعنت بھیجتے ہیں

(صحیح المسلم ج ا، کتاب النکاح، باب تحریم امتناعہا من فراش زوجہا) صد ۴۶۴

(مزید تفصیل کے لئے اس کتاب کا خاندانی نظام کا باب دیکھیئے)

بیوی کے حقوق

بیوی کے حقوق یہ ہیں کہ:

۱۔ اپنے خاوند سے اپنے لئے علیحدہ اور باپردہ رہائش حاصل کرے۔

۲۔ سردی گرمی کے موسم کے مطابق اور مناسب حد تک لباس خاوند سے حاصل کرے۔

۳۔ رہائش اور لباس کے علاوہ مناسب خوراک اور شدید ضروریاتِ زندگی حاصل کرے۔ اس طرح مرض کی حالت میں علاج کے لئے خاوند سے مال حاصل کرے۔

۴۔ اپنی نابالغ اولاد کے لئے رہائش، لباس، خوراک اور دوا حاصل کرے۔

۵۔ خاوند پر لازم ہے کہ ناراضگی کی حالت میں عورت کو شدید ضرب نہ لگائے اور منہ پر قطعاً نہ مارے اور عورت کے والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے خلاف طعنہ زنی نہ کرے۔

۶۔ بیوی کو اسلام کی ضروری تعلیم دے، جس پر نجات کا دارومدار ہے اگر خاوند بیوی کو اسلامی تعلیم نہ دے

توجس طرح بیوی کے والدین مجرم ہیں۔ اب خاوند بھی اس جرم میں شریک ہو گیا اور اسلام کے ضروری مسائل اگر خاوند نہ بتائے اور نہ ہی کسی عالم سے معلوم کر کے اُسے بتائے تو بیوی کو حق حاصل ہے کہ وہ خود جا کر کسی عالم سے مسائل معلوم کرے۔ خاوند اس سلسلہ میں کچھ رکاوٹ ڈالنے کا مجاز نہیں۔

۷۔ بیوی کو حق حاصل ہے کہ اپنے خاوند کے لئے سنگار کرے، خوب صورت لباس پہنے، مگر یہ کام صرف خاوند کے لئے ہو۔

۸۔ بیوی کا حق ہے کہ خاوند اس کی جان و مال و عزت کی حفاظت کا مکمل انتظام کرے اور اس کی اولاد اُس سے جُدا نہ کرے۔ جو سنگ دل خاوند، اپنی بیوی کو اس کی اولاد سے جُدا کرتا ہے، قیامت کے دن اُسے اس کے محبوبین سے جدا کر کے عذاب دیا جائے گا۔

(مزید تفصیل کے لئے اس کتاب کے خاندانی نظام کے باب میں دیکھئے)

رشتہ داروں کے حقوق

اللہ تعالےٰ نے قریبی رشتہ داروں کے حقوق لازم کر دئے۔ قریبی رشتہ داروں سے مراد باپ اور ماں، ان کی اولاد در اولاد اور ماں باپ کے بہن بھائی اور ان کی اولاد در اولاد، نیز ماں باپ کے ماں باپ دادا، نانی نانا اور اوپر تک اور ان کے بہن بھائی اور اولاد وغیرہ ہیں۔ ان کو نسبی رشتہ دار کہا جاتا ہے اس طرح جس عورت کا دودھ پیا یا جہاں نکاح کیا اُن کے عزیز و اقارب بھی رشتہ دار ہیں اور سب کا درجہ بدرجہ حق ہے۔

جن ممالک میں رشتہ داروں کے ساتھ تعلق قائم رکھنے اور اُن کے حقوق ادا کرنے کا رواج ہے، وہاں لوگ خاندانوں کی صورت میں رہتے ہیں۔ خاندان کے بے آسرا، معذور، غریب اور بوڑھے افراد کو اس خاندان سے تعاون کرنے والے ہمدرد مل جاتے ہیں۔ اس طرح خاندان کے غریب یا معذور یا بوڑھے افراد کو اپنے ہی عزیز و اقارب کے اندر ہی زندگی کے آخری ایام یا افلاس کا زمانہ اطمینان اور عزت کے ساتھ گزارنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اولاد اپنے والدین کی خدمت کے لئے حاضر ہوتی اور والدین کی خدمت کرنے کو اپنے لئے سعادت سمجھتی ہے اور وفات کے بعد انہیں عزت کے ساتھ دفن کیا جاتا اُن کے لئے دعائیں کرتی ہے۔

مگر غیر مسلم ممالک میں بوڑھے اور معذور افراد کو سرکاری یتیم خانوں میں رکھا جاتا ہے۔ گویا بوڑھے والدین کو ایک خوب صورت اصطبل میں بند کر دیا گیا۔ جہاں ان کی اولاد اور عزیز و اقارب کی بجائے دوسرے ان جیسے

اصطبل میں محبوس افراد ہی ملتے ہیں۔ جہاں انہیں معلوم ہوجاتا ہے کہ ہمیں اس اصطبل میں مرجانا ہے اور بس۔ مگر اسلام نے ہر مسلمان کو موت تک آزاد فضا اور رشتہ داروں میں رہائش مہیا کی۔ ایک مسلمان موت تک عبادات، معاملات، اخلاق عامہ اور دوسری قابلِ ستائش سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ موت دراصل دنیا سے منتقل ہوکر عالمِ برزخ میں جانے کا نام ہے۔ محض عدم نہیں کہ انسان آخری ایام مایوسی میں گذارنے لگ جائے۔

اسلام نے عام معاشرہ کو خوش رکھنے اور ہر ایک کو روحانی سکون دینے کے لئے ایک بے مثال نظام عطا کیا۔ جہاں والدین، اولاد اور میاں بیوی کے باہمی حقوق مقرر کئے وہاں بہن بھائیوں، رشتہ داروں اور پڑوسیوں اور عام مسلمانوں بلکہ ہر مخلوق کے حقوق بتا دئے۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا، جس کو خوش لگے کہ اس کی روزی میں فراخی کردی جائے اور اس کی عمر طویل ہو۔ تو وہ صلہ رحمی کرے۔

(صحیح البخاری ج ۲، کتاب الادب، باب من بُسِطَ لہ، فی الرزق لصلۃ الرحم صد ۸۸۵)

یعنی رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات قائم رکھنے کی وجہ سے انسان کی روزی میں فراخی ہوتی رہتی ہے اور عمر میں برکت ہوتی ہے۔ یعنی یا تو تھوڑی مدت میں خوب نیکی کی توفیق ملتی ہے یا تقدیر معلق کے باعث عمر بڑھ جاتی ہے۔

تقدیر معلق سے مراد یہ ہے کہ مقدر میں یہ ہوتا ہے کہ اگر اس نے یہ نیکی کی۔ تو یہ پھل ملے گا اور اگر یہ نیکی نہ کی تو محروم رہے گا۔ خالہ کے ساتھ والدہ کی طرح احسان کرنے کا حکم دیا۔

حضرت براء بن عازب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خالہ بمنزلہ والدہ کے ہے۔

(جامع الترمذی ج ۲۔ ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی بر الخالۃ صد ۱۲)

بڑے بھائی کا ادب بتایا، حضرت سعید بن عاص (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑے بھائی کا چھوٹوں پر حق ایسا ہے جیسے کہ والد کا اپنے بیٹے پر ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح، باب البر والصلۃ صد ۴۲۱۔ عن البیہقی فی شعب الایمان)

مسلمان احباب کی ملاقات کرنے کی ترغیب دی۔ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے کسی بیمار کی تیمارداری کی یا کسی بھائی کی ملاقات کی جس کو اللہ کے لئے (بھائی بنایا ہوا تھا) تو ایک آواز دینے والا آواز دیتا ہے، تم خوش رہو، تمہارا چلنا اچھا ہوا

اور تم نے جنت میں گھر بنایا۔

(جامع الترمذی ج ۲ الواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی زیارۃ الاخوان ص۲۱)

گھر میں بیوہ ہو تو اس پر احسان کرنے کا حکم دیا، اس طرح ہر مسکین کی مدد کرنے کا حکم دیا حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بیوہ اور مسکین پر خرچ کرنے والا ایسے ہے جیسے کہ اللہ تعالےٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہو، راوی کہتے ہیں کہ قعنبی کو شبہ ہے کہ فرمایا: جیسے کہ وہ (نماز میں) کھڑا ہے سُست نہیں ہوتا اور وہ روزے دار ہے جو افطار نہیں کرتا۔

(صحیح البخاری ج ۲، کتاب الادب، باب الساعی علی المسکین ص۸۸۸)

گھر میں یتیم بچہ ہو تو اُس کے ساتھ بھلائی کرے۔ حضرت سہل بن سعد (رضی اللہ عنہ) نے حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: مَیں اور یتیم کو پالنے والا جنت میں ایسے ہیں اور اپنی انگلیوں شہادت اور درمیانی کو (ملا کر) اشارہ کیا۔

(صحیح البخاری ج ۲، کتاب الادب، باب فضل من یعول یتیما۔ ص۸۸۸)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں کا بہترین گھر وہ ہے کہ جس میں یتیم ہو، اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جاتا ہو، اور مسلمانوں کا بدترین گھر وہ ہے کہ جس میں یتیم ہو اس کے ساتھ بُرا سلوک کیا جاتا ہو۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الادب، باب حق الیتیم، ص۲۷۰)

رشتہ داروں سے محض دنیاوی مقاصد کی خاطر تعلق کاٹنا جرم بتایا۔ حضرت جبیر بن مطعم (رضی اللہ عنہ) نے ایک روایت میں بتایا کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا:

"قطع (رحمی) کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہو گا۔"

(صحیح البخاری ج ۲، کتاب الادب، باب اثم القاطع ص۸۸۵)

البتہ کسی کے رشتہ دار گمراہ ہو جائیں۔ اللہ تعالےٰ سب کو گمراہی سے محفوظ رکھے، مثلاً قادیانی دجال کے پیروکار بن جائیں یا صحابہ کرام کے دشمن ہو جائیں یا حدیث کا انکار کر دیں، یا علماء اسلام کے دشمن ہوں تو ان سے اسلامی برادری کا تعلق توڑ دے یا اگر وہ بڑے گناہوں میں مبتلا ہو جائیں تو ان کو سمجھائے اگر وہ حرام کا کاروبار کرتے ہوں تو ملاقات کرنے پہ ان کے ہاں ہرگز نہ کھائے پیئے۔ کیونکہ حرام کھانا یہ خطرناک جرم ہے۔

عام مسلمانوں کے حقوق

رشتہ داروں کے علاوہ عام مسلمانوں کے حقوق ادا کرنے کا بھی حکم دیا گیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مسلمان، (دوسرے) مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے، اور نہ اسے بے یار ومددگار چھوڑ دیتا ہے اور جو اپنے بھائی کی ضرورت (پوری کرنے) میں لگا ہو، اللہ تعالے اس کی ضرورت میں ہوتا ہے۔ اور جو مسلمان سے تنگی دور کرے، اللہ تعالے اس سے قیامت کی تنگیوں میں سے ایک تنگی دور کر دے گا۔ اور جو مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا۔ اللہ تعالے قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔"

(صحیح المسلم ج ۲ کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم ص ۳۲)

حضرت عائشہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جبرائیل مجھے پڑوسی کے بارے میں ہمیشہ وصیت کرتے رہے، حتیٰ کہ مجھے گمان ہوا کہ اسے وارث بنا دیا جائے گا۔"

(صحیح البخاری ج ۲، کتاب الادب، باب الوصاۃ بالجار ص ۸۸۹)

مندرجہ بالا اور آنے والی حدیث میں پڑوسی کے حقوق بھی واضح کر دیئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

"وہ ایماندار نہیں جو خود سیر ہو کر کھائے اور اس کے قریب میں اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔"

(مشکوٰۃ المصابیح، باب الشفقۃ والرحمۃ ص ۴۲۴ عن البیہقی فی شعب الایمان)

پڑوسی کے بارے میں حکم ہے کہ اس کے مکان سے اپنا مکان زیادہ بلند نہ کرے تاکہ اس کی بے پردگی نہ ہو۔ اس کی خبرگیری کرتا رہے۔ اس سے ہر دکھ سکھ میں تعاون کرے۔ گاہے گاہے کچھ کھانے کی چیز اس کے ہاں بھیجتا رہے۔ بشرطیکہ وہ اس کو برا نہ جانے۔

حکمرانوں کا فرض ہے کہ لوگوں کو اسلام کے اعلیٰ اخلاق کا پابند بنائیں اور رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے حقوق کی حفاظت کریں۔

عام انسانوں کے حقوق

اسلام نے ساری مخلوق انسان و حیوانات سب کے حقوق بھی واضح کر دیے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آج کل غیر مسلم اقوام صرف اپنے ملک کی بھلائی سوچتے ہیں اور دوسروں کو تباہ کرنے کی سکیمیں بناتے رہتے ہیں، مگر اسلام نے حکم دیا کہ ساری کائنات کے تمام انسانوں کے ساتھ ہمدردی رکھو۔ انہیں ناجائز تکلیف نہ دو۔ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ حدیث میں ہے:

حضرت انس اور حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) نے بتایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"مخلوق، اللہ کی عیال ہے، پس اللہ کو مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اُس کے عیال (مخلوق) کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کرے۔"

(مشکوٰۃ المصابیح، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق) ص ۴۲۵ عن البیہقی فی شعب الایمان)

چنانچہ حالت جنگ میں جو کفار مسلمانوں سے لڑ رہے ہیں۔ وُہ دراصل اللہ کے دشمن ہیں، اور وُہ انسانی حالت سے نکل کر باؤلے اور موذی درندوں کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ ان کی سزا موت ہی ہونی چاہیئے، مگر جو لوگ جنگ سے علیحدہ ہیں اور اسی طرح عورتیں اور بچے ہیں، ان لوگوں کو مارنے کی اجازت نہیں۔
اور یہ بھی یاد رہے کہ غیر مسلم انسان کی سب سے بڑی ہمدردی یہ ہے کہ اسے اسلام لانے کی دعوت دی جائے، تاکہ وہ مرنے کے بعد دوزخ میں جانے سے بچ جائے۔
البتہ غیر مسلم کی اس طرح عزت افزائی کرنا کہ جس کی وجہ سے مسلمانوں کو ذلت ہو یا غیر مسلم کو وزیر یا حاکم بنانا کہ مسلمان اپنی درخواستیں لے کر اُس کے پاس جائیں۔ یہ سخت جرم اور حرام ہے۔

حیوانات کے حقوق

اسلام نے حیوانات کے حقوق بتائے اور حکم دیا کہ:

۱۔ حیوانات سے صرف اسی قدر کام لیا جائے کہ جس کی ان میں طاقت ہو۔ ان کی صحت و آرام اور خوراک کا خیال رکھا جائے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"جب تم شاداب (علاقے) میں سفر کرو، تو اونٹوں کو زمین سے ان کا حق دو (یعنی کچھ دیر گھاس وغیرہ چرنے کے لئے چھوڑ دو) اور جب تم قحط (کے علاقے) میں سفر کرو (یعنی

خشک علاقے سے گزرو) تو جلدی چلو اور اگر تم (رات یا دن کو) آرام کرنا چاہو تو راستہ سے ہٹ کر رہو۔

(سنن ابی داؤد ج ۱، کتاب الجہاد، باب فی سرعۃ السیر صہ ۳۴۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اپنے چوپاؤں کی پشتوں کو منبر نہ بنالو۔ اللہ تعالےٰ نے انہیں تمہارے قابو میں کر دیا ہے تاکہ تمہیں ان علاقوں تک پہنچا دیں، جہاں تم جانیں کھپا کر ہی پہنچ سکتے تھے اور تمہارے لئے زمین پیدا کی، پس اس پر اپنی حاجات پوری کرو (یعنی جانوروں پر سفر کرو، مگر انہیں کھڑا کر کے ان پر بیٹھے رہنا اور گپیں لگانا درست نہیں)"

(سنن ابی داؤد ج ۱، کتاب الجہاد۔ باب فی الوقوف علی الدابۃ صہ ۳۴۳)

"اسلام نے جانوروں کو آپس میں لڑانے اور ان کے چہروں پہ داغ دینے کو شدید جرم قرار دیا۔ کیونکہ یسا کرنا درندگی کا مظاہرہ ہے اور جانوروں کو ایسی تکلیف ہوتی ہے کہ جس کے لئے وہ پیدا نہیں کئے گئے

ضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو یک دوسرے پر بھڑکانے (یعنی ایک دوسرے کے خلاف لڑنے کے لئے آمادہ کرنے) سے منع کیا۔"

(سنن ابی داؤد ج ۱، کتاب الجہاد، باب فی التحریش بین البہائم صہ ۳۴۶)

افسوس آج کل مغرب کے جاہل لوگ انسانوں کو آپس میں لڑا کر تماشا دیکھتے ہیں۔ دراصل ایسے لوگ باطنی طور پر جانور ہی ہیں، مگر ظاہری بدن ان کا انسانی نظر آتا ہے۔

- حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ:

"حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرے پر داغ لگانے اور (چہرے پر) مارنے سے منع فرمایا۔" (جامع الترمذی ج ۱۔ ابواب الجہاد، باب ماجاء فی التحریش بین البہائم والوسم فی الوجہ صہ ۳۰۰)

- اسلام نے فضول طور پر شکار کرنے سے منع کیا کہ کھانا مقصود نہ ہو بلکہ صرف تفریح طبع کے لئے یا نشانہ درست کرنے کے لئے جانوروں کو نشانہ بناتا رہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، نے فرمایا: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو کسی روح والی چیز کو نشانہ بنائے اس پر لعنت ہو (یعنی کھانا مقصود نہ ہوا اور محض تفریح کے لئے نشانہ بنائے)"

(صحیح المسلم۔ ج ۲، کتاب الامارۃ، باب النہی عن صبر البہائم صہ ۱۵۳)

بلکہ اگر کافر یا سزائے موت کے مجرم کو قتل کرنا ہو تو ایذا دے دے کر مارنا سخت جرم ہے، اسی طرح جانور ذبح کرنا ہو تو تیز چھری کے ساتھ تیزی سے ذبح کیا جائے اور جانور کو زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔

حضرت شداد بن اوس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ دو ہیں جن کو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کرنا لازم قرار دیا۔ جب تم کسی (سزائے موت کے مجرم یا کافر) کو قتل کرو تو بہتر انداز میں قتل کرو۔ اور تم (جانور) ذبح کرو تو بہتر انداز میں ذبح کرو اور اپنی چھری تیز کرو۔ پس ذبح ہونے والے (جانور) کو راحت دو۔ (یعنی تیز چھری کے ساتھ تیزی سے ذبح کرو۔ نیز چھری کو جانور کے سامنے تیز نہ کرو)"

(صحیح مسلم ج ۱، کتاب الامارۃ، باب الامر باحسان الذبح والقتل وتحدید الشفرۃ صہ ۱۵۲)

نیز جانور کو صرف اللہ کے نام پر ذبح کرو۔ جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے پیر، پیغمبر، بت یا قبر وغیرہ کے نام پر ذبح کرے۔ اس نے شرک کیا اور وہ جانور مردار ہو گیا۔ اس کا کھانا مردار کا کھانا ہے۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت میں آپؐ نے فرمایا

"اللہ اس پر لعنت کرے جو اپنے باپ پر لعنت کرے اور اللہ اس پر لعنت کرے جو اللہ کے سوا دوسرے کے (تقرب) کے لئے ذبح کرے، اور اللہ اس پر لعنت کرے جو کسی بدعتی کو پناہ دے، اور اللہ اس پر لعنت کرے جو زمین میں (لوگوں کی رہنمائی کے لئے لگے ہوئے) نشانات کو مٹائے۔"

(صحیح المسلم ج ۲، کتاب الاضاحی، باب تحریم الذبح لغیر اللہ تعالیٰ ولعن فاعلہ صہ ۱۶۰)

اب جو لوگ قبروں کے چڑھاوے یعنی مردار کھاتے ہیں، کس قدر گندے اور جاہل لوگ ہیں، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو عقل دے اور حلال روزی نصیب فرمائے۔"

نباتات کے حقوق

اسلام نے مسلمانوں کو درخت اور پودے لگانے نیز کھیتی باڑی کرنے کی ترغیب دی، حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان بھی کوئی پودا لگائے یا کھیتی باڑی کرے، پھر اس سے کوئی پرندہ یا انسان یا

جانور کھالے تو یہ اس کے لئے صدقہ ہے۔

(صحیح المسلم ج ۲ کتاب المساقات والمزارعۃ باب فضل الغرس والزرع صـ ۱۶)

یعنی یہ نہ سمجھے کہ درخت لگانا اور کاشت کرنا ثواب سے خالی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمان کو ہر کام پر اجر عطا کرتا ہے اور کافر دنیا میں گدھے کی طرح تھکتا ہے اور ڈنگر کی طرح مرتا ہے۔

پودوں اور درختوں کو اکھاڑنے کو ناپسند کیا، البتہ جنگ کے حالات میں بعض اوقات دشمن کی شرارت سے بچنے کے لئے یا چھاؤنی بنانے کے لئے درخت اکھاڑنے پڑیں تو ہرج نہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پھل دار درخت اکھاڑنے سے منع کیا (اس طرح) آباد جگہ کو برباد کرنے سے (منع کیا)۔ مسلمانوں نے اُن کے بعد اس پر عمل کیا۔۔۔۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، گاہے (درخت) اکھاڑنے کے بغیر چارہ کار نہیں ہوتا۔ (اس وقت درخت اکھاڑنے میں ہرج نہیں۔) مگر محض فضول طور پر (نہ درخت اکھاڑے) اور نہ جلائے۔

(جامع الترمذی ج ۱۔ ابواب السیر، باب فی التحریق والتخریب) صـ ۲۸۲)

الغرض درخت اور پودے لگانا بھی اچھا کام ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے مکانوں کے سامنے اور عام راستوں پر درخت لگائیں مگر لوگوں کی گذرگاہ میں رکاوٹ پیدا نہ ہو۔

جمادات کے حقوق

اسلام نے جمادات کے حقوق بھی بتا دئے۔ اس سلسلے میں اصول یہ ہے کہ:

۱۔ لباس، طعام، رہائش اور دوسری ضروریات میں فضول خرچی کی حد تک مال برباد نہ کیا جائے، چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ؕ (بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔)

(بنی اسرائیل - ۲۷)

۲۔ ریاکاری اور دوسرے مسلمانوں پر اکڑ دکھانا مقصود نہ ہو۔

۳۔ اگر کھانا کھائے تو بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ پڑھ کر اور دائیں ہاتھ سے کھائے جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(کھانا کھاتے وقت) بسم اللہ پڑھو۔ اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ

(صحیح مسلم ج ۲، کتاب الاشربۃ، باب آداب الطعام والشراب صـ ۱۷۲)

۴۔ صحت کو اللہ تعالےٰ کی نعمت سمجھے اور اُسے نیک کاموں میں لگائے۔

۵۔ مال، صحت، قوت، جاہ و مرتبہ ہر چیز کو اللہ کی نعمت سمجھے اور اُن کے ذریعہ نیک کام کرنے، اسلام سربلند کرنے اور مسلمان بھائیوں کی مدد کرنے کا کام لے، مگر دوسروں پر ظلم کرنے اور اللہ کی نافرمانی میں خرچ نہ کرے، حتیٰ کہ فراغت کو عبادت کرنے اور اللہ کی رضا حاصل کرنے میں خرچ کرنے اور بُرائی کمانے میں نہ لگائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مال، جان، صحت، فراغت، جاہ و مرتبہ اور زندگی کا ہر لمحہ اور دنیا کی ہر چیز سے اللہ کی رضا حاصل کرنے اور نیکی کمانے میں مدد لے، تو یہ انصاف ہے اور اس کا حق ادا کر دیا، اور برائی کمانے دوسروں پر ظلم کرنے اور اللہ تعالےٰ کی نافرمانی میں لگایا تو یہ شدید نافرمانی، ناشکری اور جرم ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: "اخراجات میں میانہ روی، نصف گذران ہے۔ اور لوگوں سے محبت، نصف عقل ہے اور حسن سوال، نصف علم ہے۔"

(مشکوٰۃ المصابیح، باب الحذر والتانی فی الامور ص۴۳، عن بیہقی فی شعب الایمان)

یعنی جو شخص میانہ روی کے ساتھ مال خرچ کرے تو اس کی زندگی کے گذران کے آدھے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ انسان کو چاہیئے کہ آمدنی بڑھانے کی فکر کے ساتھ ساتھ موجودہ آمدنی میں اخراجات کو رکھنے کی کوشش بھی کرے۔

باب ـــ ۷

اسلامی معاشرت، کھانے پینے کے آداب

اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو حلال کھانے، حلال پینے کا حکم دیا اور حرام کھانے پینے سے پرہیز کرنے کا حکم دیا۔

اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں حلال کر دیں۔ وہ انسان کی بدنی اور روحانی صحت کے لیے مفید ہیں اور جن چیزوں کو حرام قرار دے دیا۔ انسان کی بدنی اور روحانی صحت کے لیے نقصان دہ ہیں۔

اگر کوئی آدمی حلال کھاتا پیتا ہے تو وہ دنیا و آخرت میں بدنی صحت اور روحانی سکون حاصل کرتا ہے۔ نہ تمام عبادات کا مفید نتیجہ اور قلبی اطمینان اس وقت ہی حاصل ہوتا ہے کہ حلال کھا کر عبادت کرے۔

جو آدمی حرام کھا کر یا حرام پی کر اپنی جسمانی اور روحانی صحت کو تباہ کرتا ہے اور روحانی سکون سے محروم رہتا ہے وہ خود ہی اپنے آپ کو برباد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا ۖ	اے لوگو! ان چیزوں سے کھاؤ جو زمین میں حلال پاکیزہ ہیں۔

(البقرۃ ـــ ۱۶۸)

اسلام نے کھانے پینے کے آداب، اوقات اور انداز بتائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے اسی پر عمل کیا۔ سب سے خوش نصیب وہ ہے کہ جو ساری مخلوق میں سب سے بہتر اور سب سے اچھی سیرت کے مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اطاعت کرے اور سب سے بدبخت وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ زندگی کو چھوڑ کر کفار اور بدمعاش عناصر کی پیروی کرے حالانکہ کفار تو ڈنگروں کی طرح جیتے اور خبیث جانوروں کی طرح مرتے ہیں۔

۶ انسان کو چاہیئے کہ کھانا کھاتے وقت جوتے اتار دے تاکہ طبیعت پر بوجھ نہ رہے۔

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب کھانا رکھا جائے تو اپنے جوتے اتار دو، یہ تمہارے قدموں کے لیے زیادہ راحت کی بات ہے۔

(سنن دارمی ج ۲ کتاب الاطعمہ، باب فی خلع النعال عند الاکل، ص ۴۳)

٭ اس طرح عجمی لوگوں کی طرح میز کرسی بچھا کر کانٹے سے کھانا بھی ناپسندیدہ کام ہے اگرچہ
مگر مناسب یہ ہے کہ زمین پر بیٹھے اور کپڑا بچھا کر اس پر کھانا رکھے اور دائیں ہاتھ کے سا
حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نہیں جانتا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و
بھی چھوٹی چھوٹی طشتریوں میں کھایا ہو۔ اور نہ ہی آپ کے لیے کبھی پتلی روٹی پکائی گئی اور نہ آ
کبھی خوان پر کھایا (خوان سے مراد زمین سے بلند چیز پر کھانا رکھ کر کھانا) حضرت قتادہ سے
گیا! وہ کس پر کھاتے تھے؟ فرمایا! دستر خوان پر۔

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الاطعمہ، باب الخبز المرقق والاکل علی الخوان والسفرۃ، ص: ۸۱

٭ انسان کو چاہیے کہ کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئے دائیں ہاتھ کے ساتھ کھانا کھائے۔
بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ یا بِسۡمِ اللّٰہِ وَعَلٰی بَرَکَۃِ اللّٰہِ پڑھے اور سامنے
کھائے۔ حضرت عمر بن ابی سلمہ (رضی اللہ عنہ) بتاتے ہیں میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ک
تھا میرا ہاتھ پیالے میں پھر رہا تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بچے! اللہ
اور اپنے دائیں ہاتھ کے ساتھ کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ اس کے بعد میرا کھانے (کا
ایسا ہی رہا۔

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الاطعمہ، باب التسمیہ علی الطعام والاکل الیمین، ص: ۸۱۰)

٭ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
جب تم میں سے کوئی کھائے تو اپنے دائیں ہاتھ کے ساتھ کھائے اور جب پیئے تو اپنے دا
کے ساتھ پیئے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ کے ساتھ کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ کے ساتھ پیتا ہے

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب الاشربۃ باب آداب الطعام والشراب، ص: ۱۷۲)

٭ جو لوگ کھانا کھاتے وقت بِسۡمِ اللّٰہِ نہیں پڑھتے وہ شیطان کے ہم نشین ہوتے ہیں حضرت
(رضی اللہ عنہ) کی روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!
شیطان اس کھانے کو (اپنے لیے) حلال سمجھ لیتا ہے (یعنی اس میں شریک ہو جاتا ہے) ج پر ا
کا نام نہ لیا جائے۔۔۔۔۔۔ الحدیث

(صحیح مسلم ج: ۲ کتاب الاشربۃ باب آداب الطعام والشراب، ص: ۱۷۲)

٭ اگر کھانا شروع کرتے وقت بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھنا یاد نہ رہے تو جب یاد آئے تب ہی پڑھ لے
حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے، تو بِسْمِ اللّٰہِ کہے۔ پس اگر شروع میں بھول جائے۔ تو جب یاد آئے تو یہ کہے بِسْمِ اللّٰہِ فِیْ اَوَّلِہٖ وَاٰخِرِہٖ (اس کے آغاز و انجام پر اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں)

(جامع الترمذی ج:۲، ابواب الاطعمہ، باب ماجاء فی التسمیہ علی الطعام، ص: ۷)

جب کھانا کھائے تو درمیان میں سے نہ کھائے بلکہ اطراف میں سے کھائے۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کھانے کے درمیان میں برکت نازل ہوتی ہے۔ پس اس کے اطراف میں سے کھاؤ اور اس کے درمیان میں سے نہ کھاؤ۔

(جامع ترمذی ج:۲ ابواب الاطعمہ باب ماجاء فی کراھیۃ الاکل من وسط الطعام ص: ۳)

مسلمانوں کو مل جل کر کھانے کا حکم دیا گیا۔ ایک روایت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہما نے عرض کیا ہم کھاتے ہیں۔ پر سیر نہیں ہوتے آپ نے فرمایا:

شاید تم جدا جدا کھاتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا:

کھانے پر جمع ہو کر (کھاؤ) اور اس پر اللہ کا نام لو تمہارے لیے اس میں برکت ہوگی۔

(سنن ابی داؤد ج:۲ کتاب الاطعمۃ باب فی الاجتماع علی الطعام ص: ۵۲۸

حضرت عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) بتاتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سب مل کر کھاؤ اور جدا جدا نہ ہو کیونکہ برکت جماعت کے ساتھ ہے (البتہ حریص لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا کھانے سے بچئے تاکہ بعد میں غیبت میں مبتلا نہ ہو)

(سنن ابن ماجہ، ابواب الاطعمہ باب الاجتماع علی الطعام ص: ۲۴۴)

سیدھا بیٹھ کر کھائے اور تکیہ لگا کر کھانا متکبرین کا کام ہے۔ حضرت ابو جحیفہ (رضی اللہ عنہ) بتاتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میں تکیہ لگا کر نہیں کھاتا۔

(صحیح البخاری ج:۲ کتاب الاطعمہ، باب الاکل متکئا۔ ص: ۸۱۲)

بعض لوگ ذرا ذرا سی بات پر کھانے پر اعتراض کرتے ہیں یہ عادت اچھی نہیں۔ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کھانے میں عیب نہیں نکالا، اگر چاہا تو کھالیا اور اگر ناپسند کیا تو چھوڑ دیا۔

(صحیح البخاری ج:۲ کتاب الاطعمہ، باب ما عاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم طعاما قط ص: ۸۱۴)

٭ کھانے وغیرہ کس بات میں فضول خرچی بھی ناپسندہ عادت ہے۔ حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ)
سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ نے فرمایا:
یہ فضول خرچی میں سے ہے کہ تم جو چاہو کھالو۔"
(سنن ابن ماجہ، ابواب الاطعمہ، باب من الاسراف ان تاکل کل ما شئت ص: ۲۴۸)

٭ یعنی پیٹ کی ہر خواہش پوری کرنے لگے تو یہ ڈرم سیر نہیں ہوگا۔ حضرت مقدام بن معدیکرب (رضی
سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا:
آدمی نے پیٹ سے زیادہ برا کوئی برتن نہیں بھرا۔ ابن آدم کو چند لقمے کافی ہیں جس سے
پیٹھ سیدھی رکھے۔ اگر ضروری (زیادہ کھانا) ہو تو تیسرا حصہ کھانے کے لیے، تیسرا حصہ پینے کے
لیے اور تیسرا حصہ سانس لینے کے لیے ہو۔
(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الزھد، باب ما جاء فی کراھیۃ کثرۃ الاکل ص: ۶۳)

٭ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضور نبی اکرم صلی اللہ
کے سامنے ڈکار لیا۔ آپ نے فرمایا:
اپنا ڈکار ہم سے روکو۔ کیونکہ تم میں سے قیامت کے دن زیادہ طویل بھوکے وہ ہوں گے جو
دنیا کے گھر میں زیادہ سیر رہیں گے۔
(سنن ابن ماجہ، ابواب الاطعمہ، باب الاقتصاد فی الاکل وکراھۃ الشبع، ص: ۲۴۸)

٭ عام طور پر کفار زیادہ کھاتے ہیں اس لیے کہ ان کے اندر ایمانی قوت نہیں ہوتی اور ان
یعنی گندگی کی قوت بھرنی پڑتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
مسلمان ایک انتڑی میں کھاتا ہے اور کافر سات انتڑیوں میں کھاتا ہے"
(البخاری ج: ۲، کتاب الاطعمہ، باب المؤمن یاکل فی معیٰ واحد، ص: ۸۱۲)

٭ کھانا پکائے تو پڑوسیوں کا لحاظ رکھے اور ہو سکے تو انہیں بھی کھانے میں شریک کرے چاہے گا
گاہے ایسا کرے۔
حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جب تم شوربا بناؤ تو پانی زیادہ کردو اور اس میں سے پڑوسیوں کے لیے بھی ایک حصہ بھیجو

اٹھاؤ (یعنی انہیں بھی سالن دو)

(سنن ابن ماجہ ، ابواب الاطعمہ باب من طبیخ فلیکثر ماءہ ، ص : ۲۴۹)

اکثر متکبرین کا طریقہ ہے کہ ایک لقمہ گر گیا۔ اور اسے صاف کر کے کھایا جاسکتا ہے مگر وہ متکبرین اُسے چھوڑ دیتے ہیں یہ کام درست نہیں اُسے دھو کر کھا لینا چاہیئے بشرطیکہ وہ دھو یا جاسکتا ہو۔ ہاں اگر اس کے اندر گندگی سرایت کر جائے تو پھینک دے۔ حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب تم میں سے کسی کے ہاتھ سے لقمہ گر جائے۔ تو اُسے پکڑ لے اور اس کے ساتھ لگنے والی خرابی کو دور کر دے اور اُسے کھائے اُسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔ اور جب تک اُنگلیاں چاٹ نہ لے تب تک رومال کے ساتھ صاف نہ کرے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کس (حصہ) میں برکت ہے۔

(صحیح المسلم ج : ۲ کتاب الاشربۃ ، باب لعق الاصابع والقصعۃ ، ص : ۱۷۵)

رات کو کھانے کا ناغہ نہ کرے چاہے تھوڑی سی غذا ہی کھائے۔ حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رات کا کھانا کھاؤ اگرچہ چلّو بھر کھردری (چیز) ہی ہو۔ اس لیے کہ عشاء کا کھانا چھوڑ دینا بڑھاپا لاتا ہے

(جامع ترمذی ج : ۲ ، ابواب الاطعمہ ، باب فضل العشاء ، ص : ۷)

۶ سونے چاندی کے برتنوں میں نہ کھائے پیئے۔ یہ دُنیا دار متکبرین کا طریقہ ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا:

ریشم اور دیباج نہ پہنو اور نہ ہی سونے اور چاندی کے برتنوں میں پیؤ اور نہ ہی ان کے پیالوں میں کھاؤ۔ یہ دُنیا میں اُن (کفار) کے لیے ہیں اور تمہارے لیے یہ آخرت میں ہیں۔

(صحیح البخاری ج : ۲ کتاب الاطعمہ ، باب الاکل فی اناء مفضض ، ص : ۸۱۶)

(یاد رہے کہ دیباج بھی ریشم کے کپڑے کی قسم ہے)

۶ اگر اتفاقاً کھانا سامنے آجائے اور اس وقت نماز بھی کھڑی ہو جائے۔ تو کھانا کھالے پھر نماز پڑھے بشرطیکہ نماز کا وقت باقی رہے تاکہ کھانا نماز کی تیاری کے لیے ہو اور نماز کی حالت میں کھانے کی باتیں نہ سوچتا رہے۔ حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب عشاء کا کھانا رکھا جائے اور نماز کھڑی کر دی جائے۔ تو عشاء کا کھانا شروع

کردو۔

(صحیح البخاری ج ۲،کتاب الاطعمہ، باب الرجل یدعی الی طعام وھو یقول ھذا معی، ص: ۸۲۱)

٭ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) نے ایک بار عشاء کا کھانا کھایا اور وہ امام کی قرأت سُن رہے تھے

(صحیح البخاری ج ۲،کتاب الاطعمہ، باب الرجل یدعی الی طعام وھو یقول ھذا معی، ص: ۸۲۱)

٭ کھانا تیار کرنے والے غلام یا ملازم کو کھانے میں شریک کرنا چاہیئے۔ لیکن اگر کسی وجہ سے شریک نہ کرسکے تو تھوڑا سا کھانا ہی اُسے دے دے حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب تم میں سے کسی کا خادم کھانا لائے تو اسے ساتھ بٹھائے یا اس سے کچھ اُسے دے دے کیونکہ اس نے اس کی گرمی اور دھواں سہا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الاطعمہ، باب اذا اتاہ خادمہ بطعامہ فلینا ولہ منہ، ص: ۲۴۴)

٭ اگر ضرورت پڑے تو مسجد میں بھی کھانا کھاسکتے ہیں البتہ مسجد کی صفائی کا دھیان رکھے۔حضرت عبداللہ بن حرث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مسجد میں روٹی اور گوشت کھالیتے تھے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الاطعمہ، باب الاکل فی المسجد، ص: ۲۴۵)

٭ اگر کھانا برتن میں باقی رہ جائے اور وہ اس قدر قلیل ہو کہ اسے کھانے میں حرج نہ ہو تو اسے کھا کر برتن صاف کردے اُنگلیوں پر لگا ہوا کھانا چاٹ لے۔ کیا خبر کس حصہ میں برکت ہو۔ حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں اور پیالے کو چاٹنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا:

تم نہیں جانتے کہ کس حصہ میں برکت ہے۔

(صحیح المسلم ج ۲،کتاب الاشربۃ، باب استحباب لعق الاصابع والقصعۃ، ص: ۱۷۵)

٭ تین اُنگلیوں کے ساتھ کھانا کھانا زیادہ مناسب ہے سارا ہاتھ استعمال کرنا بے ہودہ عادت ہے۔ حضرت ابن کعب بن مالک (رضی اللہ عنہ) اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین اُنگلیوں کے ساتھ کھاتے تھے۔ اور (کسی کپڑے وغیرہ سے) لگنے سے پہلے ہاتھ کو (یعنی اُنگلیوں کو) چاٹ لیتے تھے۔

(صحیح المسلم ج ۲،کتاب الاشربہ، باب استحباب لعق الاصابع والقصعۃ، ص: ۱۷۵)

کھانے کے بعد ہاتھ صاف کر دے اور روغن یا کھانے کی خوشبو دور کر دے تاکہ کوئی کیڑا وغیرہ اسے کاٹ نہ کھائے۔ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو رات اس حال میں گذارے کہ اس کے ہاتھ پر چکناہٹ کی بُو ہو۔ پھر اسے کوئی نقصان پہنچے (یعنی کیڑا وغیرہ کاٹ کھائے) تو وہ صرف اپنے آپ کو ملامت کرے۔

(جامع ترمذی ج: ۲ ابواب الاطعمہ، باب ماجہ فی کراھیہ البیتوتہ وفی یدہ ریح غمر، ص: ۷)

اگر پانی یا دوسرا مشروب پینے کی ضرورت ہو تو وہ بھی حلال ہو حرام چیز نہ پیئے۔ حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جو زیادہ (مقدار) میں نشہ پیدا کرے اس کا تھوڑا سا (پینا) بھی حرام ہے۔

(جامع الترمذی ج: ۲ کتاب الاشربہ، باب ماجاء ما اسکرہ کثیرہ فقلیلہ حرام، ص: ۸)

پانی پیتے وقت تین دفعہ کرے اور ایک دم سارا گلاس نہ چڑھائے حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیتے وقت تین دفعہ کرتے تھے اور فرماتے:

یہ خوب سیراب کرتا، خوب (امراض و تکلیف) سے بچاتا اور خوب خوش گوار (طریقہ) ہے۔

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب الاشربہ، باب کراھتہ التنفس فی نفس الاناء، ص: ۹)

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اونٹ کے پینے کی طرح ایک دم نہ پیئو بلکہ دو اور تین (دفعوں کے ساتھ) پیؤا اور جب تم پیؤ تو اللہ کا نام لو (یعنی بِسْمِ اللہ پڑھو) اور جب تم ہٹاؤ تو حمد بیان کرو (یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہو)

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب الاشربہ، باب ما جاء فی التنفس فی الاناء، ص: ۱۰)

برتن میں سانس نہ لے اور نہ ہی پھونکیں مارے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے یا اس میں پھونکیں لگانے سے منع فرمایا:

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب الاشربہ، باب ما جاء فی کراھیہ النفخ فی الشراب، ص: ۱۱)

٭ کھلے برتن پیالے وغیرہ سے پانی پینا چاہیئے ایسا برتن کہ جو بند ہو یا مشکیزہ ہو یا نل کے ساتھ منہ لگا کر پانی پینا خطرناک ہے، کیا خبر کوئی کیڑا وغیرہ اندر چلا جائے۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزے کے منہ سے (پانی) پینے کو منع فرمایا:

(سنن ابن ماجہ، ابواب الاشربہ، باب الشرب من فی السقاء، ص: ۲۵۲)

٭ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشکیزے کے منہ سے پینے سے منع فرمایا:

(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب الاشربہ، باب الشرب من فی السقاء، ص: ۸۴۱)

یاد رہے کہ یہ ممانعت تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے یعنی خطرناک یا اچھا کام نہیں۔ مگر یہ حرام نہیں۔ حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت فرمایا: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شیریں ٹھنڈا (پانی) پسند تھا۔

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب الاشربہ، باب ماجاء ای الشراب کان احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص: ۱۱)

٭ شیشے کے برتن میں پینا بھی جائز ہے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شیشے کا پیالہ تھا جس میں آپ (پانی) پیتے تھے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الاشربہ، باب شرب فی الزجاج، ص: ۲۵۳)

سونے چاندی کے برتن میں کھانا پینا سخت برا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جو چاندی کے برتن میں پیتا ہے اس کے پیٹ میں دوزخ کی آگ گڑگڑاتی ہے۔

(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب الاشربہ، باب الشرب فی انیہ الذھب، ص: ۸۴۲)

٭ اگر برتن نہ ہو تو ہاتھوں کا چلو بنا کر پانی پیئے۔ یہ بہترین برتن ہے۔ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ ہم ایک تالاب کے پاس سے گذرنے ہم اس میں منہ لگا کر پینے لگے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

منہ لگا کر نہ پیو بلکہ اپنے ہاتھوں کو دھولو پھر (ان کے ساتھ) پیو۔ ہاتھ سے زیادہ پاک برتن کوئی نہیں ہے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الاشربہ، باب الشرب بالاکف والکرع، ص: ۲۵۳)

٭ کھڑے ہوکر کھانا پینا سخت معیوب ہے۔ یہ عام طور پر ڈنگروں کا طریقہ ہے۔ بلکہ بیٹھ کر اطمینان کے ساتھ کھائے پیئے۔ حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر پانی پینے سے منع فرمایا!

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب الاشربہ، باب فی الشرب قائما، ص: ۱۷۳)

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس بات سے منع کیا کہ آدمی کھڑا ہوکر پیئے۔ پوچھا گیا: پھر (کھڑے ہوکر) کھانا (کیسا) ہے؟ فرمایا! یہ اس سے بھی زیادہ سخت (یعنی غلط کام) ہے۔

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب الاشربہ، باب ماجاء فی النھی عن الشرب قائما، ص: ۱۰)

٭ البتہ زمزم کا پانی کھڑے ہوکر پینا بہتر ہے کیونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی کیا اور بہتر وہی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کریں۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمزم کھڑے ہوکر پیا۔

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الاشربہ، باب الشرب قائما، ص: ۸۴۰)

٭ اگر اتفاقاً پانی یا دودھ وغیرہ میں مکھی گر جائے تو اگر پینا چاہے تو مکھی کو ڈبو کر پیئے کیونکہ مکھی کے ایک پَر میں بیماری ہوتی ہے اور دوسرے میں شفاء ہوتی ہے۔ جب ڈبوئے گا، تو بیماری کے اثرات ختم ہوجائیں گے۔ اگر نہ پینا چاہے تو پینے کی پابندی نہیں۔ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب تمہارے کسی مشروب میں مکھی گر جائے۔ تو (ساری) کو ڈبوئے پھر اسے پھینک دے کیونکہ اس کے ایک پَر میں شفاء ہے اور دوسرے میں بیماری ہے۔

(صحیح البخاری ج: ۱ کتاب بدء الخلق باب اذا وقع الذباب فی شراب احدکم ص: ۴۶۷)

کھانے پینے کے بعد کی دعائیں

٭ جب کھانے سے فارغ ہوجائے تو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے۔ حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ کہتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ

(سب حمد اللہ کیلئے ہے جس نے ہمیں کھلایا اور ہمیں پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا)

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الاطعمہ، باب مایقول الرجل اذا طعم، ص: ۵۳۸)

حضرت سہل بن معاذ بن انس الجہنی اپنے والد محترم (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس نے کھانا کھایا پھر یہ کہا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ هٰذَا وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّ

(سب حمد اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے یہ کھلایا اور یہ روزی دی بغیر میری قدرت اور طاقت کے)

تو اس کے سابقہ گناہ معاف کر دئیے گئے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الاطعمہ، باب مایقال اذا فرغ من الطعام، ص: ۲۴۴)

جب دستر خوان اُٹھایا جائے تو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے تاکہ اس کا کھانا پینا ہر کام اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور عبادت میں گذرے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دستر خوا اٹھایا جاتا تو آپ یہ کہتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْهِ غَیْرُ مَکْفِیٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًی عَنْهُ رَبَّنَا

(سب حمد اللہ کیلیے ہے بہت بہت عمدہ اس میں برکت ہو۔ ایسی حمد کہ نہ اس پر کفایت ہو اور نہ اس کو چھوڑا جائے اور نہ اس سے بے پرواہی ہو اے رب ہماری حمد قبول فرما)

صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الاطعمۃ، باب مایقول اذا فرغ من طعامہ، ص: ۸۲۰)

البتہ اگر دودھ پیئے۔ تو ایک مزید مبارک دُعا پڑھے۔ یاد رہے دودھ مکمل غذا ہے اگر درست ہضم ہو جائے۔ تو ہر طرح کی غذاء کی جامع غذا ہے۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس کو اللہ تعالیٰ کوئی کھانا کھلائے تو وہ یہ کہے:

اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْهِ وَارْزُقْنَا خَیْرًا مِّنْهُ

(اے اللہ اس میں ہمارے لیے برکت فرما اور ہمیں اس سے بہتر روزی عطا کر)

اور جس کو اللہ تعالیٰ دودھ پلائے۔ تو وہ یہ کہے:

اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ

(اے اللہ اس میں ہمارے لیے برکت فرما اور ہمیں یہ زیادہ عطا کر)

کیونکہ میں وہ نہیں جانتا جو کھانے اور پینے سے کافی ہو سوائے دودھ کے۔

(یعنی دودھ غذاء بھی ہے اور مشروب بھی ہے)

(سنن ابن ماجہ، ابواب الاطعمہ، باب اللبن، ص: ۲۴۶)

پھلوں گوشت اور سبزیوں وغیرہ کے آداب

ہمیں چاہیئے کہ ہم ان تمام کھانوں کو پسند کریں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پسند کرتے تھے ہماری پسند وناپسند کا معیار حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی ہیں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو ہمارے لیے بہترین نمونہ قرار دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجوریں بہت پسند تھیں اور کھجور انسان کی صحت اور قوت کے لیے بہترین پھل ہے انسان کو چاہیئے کہ اس کا گھر کبھی بھی اس مبارک پھل سے خالی نہ ہو۔

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس گھر میں کھجوریں نہیں اس گھر والے بھوکے ہیں"

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الاطعمہ، باب ما جاء فی استحباب التمر، ص: ۳)

اس لیے انسان کو چاہیے کہ کچھ مقدار میں کھجوریں اور دوسرا آسانی کے ساتھ مہیا ہونے والا غلہ گھر میں رکھا کرے بلکہ ایک سال کا غلہ رکھنا زیادہ مناسب ہے۔

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بن نضیر کی کھجوریں فروخت کرتے اور اپنے گھر والوں کے لیے ایک سال کی خوراک روک لیتے۔

(صحیح بخاری ج: ۲ کتاب النفقات، باب حبس الرجل قوت سنۃ علی اھلہ، ص: ۸۰۶)

۶ کھجور کی ایک قسم عجوہ ہے جو بہت ہی خوبیاں رکھتی ہیں۔

حضرت عامر بن سعد اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں (اور یہ ابن ابی وقاص ہیں) کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس نے ہر روز صبح کے وقت سات عجوہ کھجوریں کھائیں اسے اس دن کو زہر نقصان نہ دے گا اور نہ جادو نقصان دے گا)

(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب الاطعمہ، باب العجوۃ، ص: ۸۱۹)

۶ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کو سالن قرار دیا۔

حضرت یوسف بن عبد اللہ بن سلام (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے جو کی روٹی کا ٹکڑا لیا۔ اس پر کھجور رکھی اور فرمایا:

یہ اس کا سالن ہے۔

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الاطعمہ، باب فی التمر، ص: ۵۲۶)

٭ گاہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھلوں کے ساتھ کھجور تناول فرماتے:

حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کھجور کو ککڑی کے ساتھ کھا رہے تھے۔

(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب الاطعمہ، باب الرطب بالقثاء ص: ۸۱۸)

حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خربوزے کو کھجور کے ساتھ کھا رہے تھے اور فرماتے تھے کہ اس کی گرمی اس کی سردی کے ساتھ ٹوٹ جائے گی اور اس کی سردی اس کی گرمی کے ساتھ ٹوٹ جائے گی۔

(سنن ابی داود ج: ۲، کتاب الاطعمہ، باب فی الجمع بین اللونین عند الاکل ص: ۵۲۶)

٭ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت کو کھانوں کا سردار قرار دیا۔

حضور ابو الدرداء (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل دنیا اور اہل جنت کے کھانے کا سردار گوشت ہے۔"

(سنن ابن ماجہ، ابواب الاطعمہ، باب اللحم، ص: ۲۴۵)

٭ گوشت کھانے کی دعوت قبول کرنی چاہئے بشرطیکہ کسی بیماری کا عذر نہ ہو اور کھلانے والے کا مال حلال مقصد درست ہو۔ حضرت ابو الدرداء (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو جب بھی گوشت کی دعوت دی گئی آپ نے قبول فرمائی اور جب بھی انہیں گوشت ہدیہ پیش کیا گیا آپ نے قبول فرمالیا۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الاطعمہ، باب اللحم، ص: ۲۴۵)

٭ گوشت میں شوربا بنانا بھی اچھا کام ہے۔

حضرت علقمہ بن عبداللہ المزنی اپنے والد محترم (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب تم میں سے کوئی گوشت خریدے تو اس کا شوربا زیادہ کردے۔ اگر گوشت (بوٹی) نہ ملے تو اسے شوربا مل جائے گا۔ وہ بھی دو گوشتوں میں سے ایک ہے۔

(جامع الترمذی ج: ۲ ابواب الاطعمہ، باب ماجاء فی اکثار المرقہ) ص: ۵)

٭ گوشت کو چھری سے کاٹ کر کھانا اور ہاتھوں کی بجائے چھری کانٹے استعمال کرنا ناپسندیدہ حرکت ہے۔
حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
گوشت کو چھری کے ساتھ نہ کاٹو یہ عجمیوں کا کام ہے۔ اور اسے دانتوں کے ساتھ نوچ کر کھاؤ یہ زیادہ خوشگوار اور اچھا ہے۔"
(سنن ابی داود ج: ۲، کتاب الاطعمہ، باب فی اکل اللحم، ص: ۵۲۰)

٭ البتہ گوشت کا بڑا یا سخت ٹکڑا ہو اور چھری کے بغیر نہ کٹے تو چھری سے کاٹ لے۔ اس سے معلوم ہوا کہ چھری کے ساتھ کاٹ کر کھانا حرام نہیں مگر ناپسندیدہ ضرور ہے۔
حضرت جعفر بن عمرو بن امیہ الضمری اپنے والد محترم (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے بکری کے (پکے ہوئے) کاندھے کو چھری کے ساتھ کاٹا۔ پس اس سے کھایا پھر نماز کے لیے تشریف لے گئے اور وضو نہیں کیا۔ (یعنی گوشت وغیرہ کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا)
(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب الاطعمہ، باب ماجاء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الرخصۃ فی قطع اللحم بالسکین ص: ۵)

٭ آپ ہر حلال گوشت مثلاً مرغی، گائے، بکری وغیرہ کھاتے تھے۔
حضرت ابوموسیٰ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغیوں کا گوشت کھاتے دیکھا۔
(جامع الترمذی، ابواب الاطعمہ، باب ماجاء فی اکل الدجاج ص: ۴)
حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
ہمارے لیے دو مُردے اور دو خون حلال کئے گئے۔ دو مردے تو مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون، جگر اور تلی ہیں۔
(سنن ابن ماجہ، ابواب الاطعمہ باب الکبد والطحال، ص: ۲۴۶)
حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جس کو سمندر نے پھینکا یا (سمندر) اس سے پیچھے ہٹ گیا (اور وہ ظاہر ہو گیا یعنی مچھلی) تو اسے کھاؤ اور جو اس میں مرگئی اور پانی پر تیرنے لگے اسے نہ کھاؤ۔
(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الاطعمہ، باب فی اکل الطافی من السمک۔ ص: ۵۲۴)

٭ البتہ گوشت خوری کی عام عادت درست نہیں یہ بھی ایک نشہ سا ہو جاتا ہے۔

حضرت یحیٰ بن سعید سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا (زیادہ) گوشت خوری سے بچو اس لیے اس کی ایک حرص ہوتی ہے جیسے کہ شراب کی حرص ہوتی ہے۔

(موطا امام مالک ج: ۲، کتاب الجامع، باب فی اکل اللحم، ص: ۲۹۶)

٭ البتہ حرام جانوروں کا گوشت نہ کھائے اس کی تفصیل اقتصادیات کے باب میں دیکھیے۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنھا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھوں والے درندے اور ہر پنجے والے پرندے (یعنی درندے اور شکاری پرندے) کے کھانے منع فرمایا:

(سنن ابی داود ج: ۲، کتاب الاطعمہ، باب ماجاء فی اکل السبع، ص: ۵۲۳)

٭ جب دودھ پیئے تو بعد میں کلی کر کے منہ کو صاف کرے۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا اور کلی کی اور فرمایا:

اس کی چکناہٹ ہوتی ہے۔

(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب الاشربہ، باب شرب اللبن، ص: ۸۳۹)

٭ زیتون کے کھانے اور بدن پر ملنے کی ترغیب دی گئی یہ ایک مبارک درخت کا تیل اور پھل ہے کھائے اور تیل کھانے میں استعمال کرے اور بدن و سر پر لگائے، یہ خوب قوت دیتا ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

زیتون کھاؤ اور اس کا تیل لگاؤ یہ ایک مبارک درخت سے ہے۔

(جامع الترمذی ج: ۲ ابواب الاطعمہ، باب ماجاء فی اکل الزیت، ص: ۶)

شیرینی چیز اور شہد آپ کو پسند تھا۔ اور شہد کو تو قرآن مجید میں شفاء قرار دیا گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شیرینی اور شہد بھا

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الاطعمۃ، باب الحلواء والعسل، ص: ۸۱۷)

٭ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ثرید بہت پسند تھا۔ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(حضرت) عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنھا) کی فضیلت، دوسری عورتوں پر ایسے ہے جیسے ثرید

کی فضیلت تمام دوسرے کھانوں پر ہے۔

(صحیح البخاری ج : ۲، کتاب الاطعمہ، باب الثرید، ص : ۸۱۵)

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنھما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روٹی ثرید اور حیس (کھجور، گھی، اور ستو کا مرکب) کا ثرید زیادہ پسندیدہ کھانا ہے۔

(سنن ابی داود ج : ۲، کتاب الاطعمہ باب فی اکل الثرید، ص : ۵۳۱)

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو پسند تھا، حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کدو کو پسند کرتے تھے۔

(سنن ابی ماجہ، کتاب الاطعمہ باب الدباء، ص : ۲۴۵)

۶۔ کھُمبی بھی بہت عمدہ سبزی ہے۔

حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا:

کھُمبی مَن سے ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لیے شفاء ہے۔

(صحیح المسلم ج : ۲، کتاب الاشربہ، باب فضل الکماۃ و مداواۃ العین بھا، ص : ۱۸۱)

سرکہ اور نمک کو سالن قرار دیا

حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنھا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بہترین سالن سرکہ ہے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الاطعمہ، باب الایتدام بالخل، ص : ۲۴۶)

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

تمہارے سالن کا سردار نمک ہے

(سنن ابن ماجہ، ابواب الاطعمہ، باب الملح، ص : ۲۴۶)

چنانچہ اگر گھر میں صرف سرکہ یا نمک ہو، تو اسے سالن ہی سمجھے۔ انسان کو چاہیئے کہ بُو والی اشیاء نہ کھایا کرے۔ انسان کو چاہیئے کہ ہر وقت اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتا رہے اور جب زبان پر ذکر اللہ ہوگا۔ تو بدبو کو دور رکھے۔

حضرت معاویہ بن قرۃ اپنے والد محترم (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو درختوں سے منع کیا اور فرمایا:

جو ان دو کو کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب ہرگز نہ آئے۔ اور فرمایا: اگر تم کو ضرور ہی ان کو کھانا ہے

توان کو پکاکر مار لو یعنی پیاز اور لہسن

(سنن ابی داود ج : ۲، کتاب الاطعمہ، باب فی اکل الثوم، ص : ۵۳۶)

حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جو اس سے کھائے، ایک بار فرمایا: لہسن۔ پھر فرمایا: لہسن اور پیاز اور گندنا، تو وہ ہمارے مسجدوں کے قریب نہ آئے۔

(جامع ترمذی ج : ۲، ابواب الاطعمہ باب ماجاء فی کراھیۃ اکل الثوم والبصل ص: ۳)

یاد رہے کہ ان اشیاء کا کھانا حرام نہیں بلکہ مکروہ ہے اور اگر پکاکر بدبو کاٹ دے تو کوئی حرج نہیں بلکہ ہر وہ چیز جو بدبو پیدا کرے اس کو نہ کھائے۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جو ان بدبو دار سبزیوں میں سے کھائے وہ ہماری مسجدوں کے قریب ہرگز نہ آئے کیونکہ فرشتے تکلیف محسوس کرتے ہیں جس سے بنی آدم تکلیف محسوس کرتے ہیں)

(شرح معانی الآثار، ج: ۲، کتاب الکراھۃ، باب اکل الثوم والبصل والکرات، ص: ۳۷۱)

یعنی فرشتوں کو بدبو اچھی نہیں لگتی، حقہ، سگریٹ، تمباکو اور نسوار ایسی چیزیں تو زیادہ ناپسندیدہ کام ہیں ان سے دور رہنا چاہیئے۔

یہی وجہ ہے کہ گندگی خور جانوروں کا گوشت کھانے اور ان کا دودھ پینے کی ممانعت بھی فرمائی۔

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گندگی خور (جانور)، کے گوشت کھانے اور دودھ (پینے) سے منع کیا۔

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب الاطعمہ، باب ماجاء فی اکل لحوم الجلالۃ والبانھا ص ۴)

مہمان نوازی اور اس کے آداب

حضرت عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
رحمن کی عبادت کرو، اور کھانا کھلاؤ، سلام عام کرو جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔
(جامع الترمذی ج:۲، ابواب الاشربہ، باب ماجاء فی فضل اطعام الطعام، ص: ۷)

۲ مہمان کو اللہ تعالٰے کا انعام سمجھے اور اس کی خدمت کرے البتہ مہمان صاحب کو بھی چاہیئے کہ میزبان پر زیادہ بوجھ نہ بنیں۔
حضرت ابو شریح الکعبی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جو، اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ وہ اپنے مہمان کی عزت کرے، اس کا اکرام ایک دن رات ہے، اور اس کی ضیافت تین دن ہے اور اس کے بعد (اسے کھلانا) صدقہ ہے اور کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ (میزبان) کے پاس (زیادہ مدت) ٹھہرے کہ اسے تکلیف میں ڈال دے۔
(سنن ابی داود ج:۲ کتاب الاطعمہ، باب فی الضیافۃ، ص: ۵۲۶)

۳ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تنگی کے باوجود مہمان نوازی میں خوشی محسوس کرتے۔
حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ انصار (صحابہ) میں سے ایک آدمی کے پاس مہمان نے رات گذاری۔ ان کے پاس صرف اپنے لیے اور بچوں کے لیے کھانا تھا۔ انہوں نے اپنی بیوی سے کہا: بچوں کو سُلادو، اور چراغ بجھا دو اور جو تیرے پاس (کھانا) ہے اسے مہمان کے سامنے کردو۔ (چنانچہ خود فاقہ کیا اور مہمان کو کھلا دیا) راوی فرماتے ہیں۔ کہ (ان کے بارے میں) یہ آیت نازل ہوئی:

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ (اور وہ اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں
وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ اگرچہ اُن پر فاقہ ہو) (الحشر:۹)
(صحیح المسلم ج:۲، کتاب الاشربہ، باب اکرام الضیف وفضل ایثارہ۔ ص ۱۸۴)

٦ ترغیب دیتے ہوئے بتایا کہ دو آدمی کا کھانا اگر تین کھالیں تو گذارا ہو سکتا ہے۔
حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
دو کا کھانا تین کو کافی ہے اور تین کا کھانا چار کو کافی ہے۔
(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الاطعمہ، باب طعام واحد یکفی الاثنین، ص: ۸۱۲)

٦ اگر کوئی مسلمان دعوت دے اور دعوت قبول کرنے میں کوئی خرابی نہ ہو تو اسے قبول کرے۔ حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جس کو (کھانے پر) بلایا جائے تو وہ قبول کرے۔ پس اگر چاہے تو کھالے اور چاہے تو چھوڑ دے۔
(سنن ابی داؤد ج: ۲، کتاب الاطعمہ، باب ما جاء فی اجابۃ الدعوہ) ص: ۵۲۵)
حضرت انس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: جب تم ایسے مسلمان کے پاس آؤ جن پر (حرام خوری یا غلط بات) کی تہمت نہ رکھی جاتی ہو۔ تو اس کے کھانے سے کھاؤ اور اس کے پینے سے پیو (یعنی انکار نہ کرو)
(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب الاطعمہ، باب الرجل یدعی الی طعام فیقول وھذا معی، ص: ۸۲۱)
حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنھما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جب تم میں سے کسی کو ولیمہ کی دعوت دی جائے تو اس میں حاضر ہو۔
(سنن ابی داود ج: ۲، کتاب الاطعمہ، باب ما جاء فی اجابۃ الدعوۃ، ص: ۵۲۵

٦ دعوت کے بغیر چوروں کی طرح دعوت میں خود گھس جانا درست نہیں۔
حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہم) نے بتایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جس کو دعوت دی جائے مگر وہ قبول نہ کرے تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور جو دعوت ملے بغیر ہی داخل ہوا۔ وہ چور بن کر داخل ہوا اور لوٹنے والا بن کر باہر نکلا
(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الاطعمہ، باب ما جاء فی اجابۃ الدعوۃ، ص: ۵۲۵)
البتہ جہاں بے تکلفی ہو اور ایک دوسرے کے ہاں بغیر اذن کھانے پینے کی عادت ہو، وہاں ایسے کرسکتا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالےٰ نے بے تکلف دوستوں کے گھروں سے کھانے کی اجازت دی۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:
وَّ لَا عَلٰٓى اَنۡفُسِكُمۡ اَنۡ تَاۡكُلُوۡا مِنۡۢ اور خود تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے گھروں

بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآءِكُمْ اَوْ	سے کھانا کھاؤ یا اپنے باپ کے گھروں سے
بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ	یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں
اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ	کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے
اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ	یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی
اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ	پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں
اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ	کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں
مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ	سے یا ان گھروں سے جن کی کنجیاں تمہارے اختیار
(النور۔۶۱)	میں ہیں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے)

مندرجہ بالا فہرست سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو اپنے اقرباء کا کس قدر لحاظ رکھنا چاہیئے۔

۶۔ جس قدر افراد کو دعوت دی جائے اس قدر افراد کو جانا چاہیئے۔ البتہ بے تکلف اور خوشی سے برداشت کرنے والے میزبان کی بات الگ ہے۔

(حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوشعیب رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کھانے پر دعوت کی، تو ایک آدمی بھی ان کے ساتھ چل پڑا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوشعیب ایک آدمی بھی ہمارے پیچھے پیچھے چل پڑا، اب اگر چاہو تو اسے اجازت دو اور اگر چاہو تو اسے چھوڑ دو۔ انہوں نے کہا: نہیں، میں نے اسے بھی اجازت دی۔

(صحیح البخاری ج:۲، کتاب الاطعمہ۔ باب الرجل یدعی الی طعام فیقول وھذا معی، ص: ۸۲۱)

۶۔ اگر دعوت دینے والے دو آدمی ہوں۔ تو قریبی پڑوسی کی دعوت پہلے قبول کرے لیکن اگر دونوں میں سے ایک پہلے دعوت دے تو اس کا حق ہے۔ حضرت حمید بن عبدالرحمن الحمیری رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب دو دعوت دینے والے اکٹھے ہو جائیں تو جس کا دروازہ قریب ہو اس کی (دعوت) قبول کرو کیونکہ دونوں میں سے جس کا دروازہ قریب ہے وہ دونوں میں سے قریب کا پڑوسی ہے اور اگر دونوں میں سے ایک پہلے (دعوت) دے تو جو سبقت کرے (یعنی پہلے دعوت دے) اس کی دعوت) قبول کرے۔

(سنن ابی داود ج:۲ کتاب الاطعمہ، باب اذا جتمع الداعیان ایھما احق، ص: ۵۲۷)

۶ دعوت میں شریک لوگوں کو چاہیئے کہ وہ دوسروں کی ضرورت کا خیال رکھیں نہ ہی ان کے سامنے سے کھانا اُٹھائیں نہ ہی تیز تیز کھا کر پہلے الگ ہو جائیں کہ دوسرے مہمان شرمندہ ہو کر کھانا چھوڑ دیں۔

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہم) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دسترخوان بچھایا جائے۔ تو کوئی آدمی تب تک نہ اُٹھے جب تک کہ دسترخوان نہ اُٹھا دیا جائے اور نہ ہی اپنا ہاتھ روک لے۔ چاہے سیر ہو جائے جب تک کہ قوم فارغ نہ ہو جائے اور معذرت چاہے کیونکہ (ممکن ہے) آدمی اپنے دوست کو شرمندہ کر دے پھر وہ بھی ہاتھ روک لے اور ممکن ہے کہ اس کو ابھی کھانے کی حاجت ہو۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الاطعمہ باب النھی ان یقام عن الطعام حتی یرفع وان یکف یدہ حتی یفرغ القوم ص: ۲۴۵)

۶ اگر دعوت میں پھل کھائے تو دو دو پھل اُٹھا کر نہ کھائے جب تک کہ ساتھیوں سے اجازت نہ لے کیونکہ ایسا کرنا حریص ہونے کی علامت ہے۔

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو کھجور کو ملا کر کھانے سے منع کیا۔ جب تک کہ ساتھی سے اجازت نہ لے لے۔

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب الاطعمہ باب ماجاء فی کراھیۃ القِران بین التمرتین ص: ۳)

۶ حضرت ابن مبارک (رحمۃ اللہ علیہ) کا فرمان ہے:
(دعوت میں شریک لوگ) ایک دوسرے کو کچھ چیزیں دیں تو کوئی ہرج نہیں مگر اس دسترخوان سے دوسرے دسترخوان کو نہ دے۔

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الاطعمہ باب من تادل او قدم من ھذہ المائدۃ الی مائدہ اخری ص: ۸۱۸)

۶ کھانے میں کچھ لوگ شریک ہوں تو پہلے دائیں طرف والوں کو دے۔
حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دودھ لایا گیا جس میں پانی ملایا گیا تھا۔ اور ان کی دائیں جانب اعرابی تھا اور بائیں جانب میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) تھے۔ آپؐ نے نوش فرمایا پھر اعرابی کو دیا اور فرمایا:
پہلے دائیں والا پھر دائیں والا (حصہ دار ہے)

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الاشربۃ باب الایمن فالایمن فی الشرب، ص: ۸۴۰)

اگر اچانک کسی مریض کے ساتھ مل کر کھانا پڑے تو مناسب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھ

راس سے نفرت نہ کرے اور اگر طبیعت نہ چاہے تو مناسب انداز سے الگ ہو جائے کہ مریض کو شرمندگی پریشانی نہ ہو۔

حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جذامی ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے ساتھ پیالے میں شریک کیا پھر فرمایا: کھاؤ۔

بِسْمِ اللّٰهِ ثِقَةً بِاللّٰهِ وَ تَوَكُّلاً عَلَيْهِ

(اللہ کے نام کے ساتھ، اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اور اس پر توکل کرتے ہوئے)

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب الاطعمہ، باب ماجاء فی اکل مع المجزوم، ص: ۴)

(حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھایا جب آپؐ اٹھے تو اس نے آپؐ کی سواری کی لگام پکڑ کر درخواست کی) کہ آپؐ اللہ تعالےٰ سے میرے لیے دُعا یں، آپؐ نے دُعا کی:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْمَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ

(اے اللہ جو تونے انہیں رزق دی اس میں برکت فرما اور ان کو بخش دے اور ان پر رحم فرما)

(سنن ابی داؤد، ج: ۲، کتاب الاشربۃ، باب فی النفخ فی الشراب، ص: ۵۲۴)

دعوت کھانے کے بعد یہ دُعا بہت عمدہ ہے۔ جس میں بھائی کا شکریہ ادا کرنا اور اتباع سنت دونوں ہیں۔

اگر کھلانے والا آخر میں کھائے تو مناسب ہے اور اگر ہمراہ کھائے۔ تو گناہ نہیں۔

حضرت ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قوم کو پلانے والا ان کے آخر میں پینے والا ہوتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الاشربۃ، باب ساقی القوم آخرھم شربا، ص: ۲۵۳)

۶ مناسب یہ ہے کہ مہمان کو وداع کرنے کے لیے دروازے تک آئے۔ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سنت سے یہ ہے کہ آدمی اپنے مہمان کے ہمراہ گھر کے دروازہ تک آئے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الاطعمۃ، باب الضیافۃ، ص: ۲۴۹)

۶ مناسب یہ ہے کہ انسان کے دوست داحباب صرف نیک لوگ ہوں۔ نیک لوگوں سے ہی کھائے اور انہیں ہی کھلائے۔ یہی محترم برادری ہے۔

حضرت ابو سعید (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
کو یہ فرماتے سنا:

صرف ایماندار سے دوستی رکھو اور صرف پرہیزگار تمہارا کھانا کھائے۔

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب الزھد، باب ماجاء فی صحبۃ المؤمن ص: ۶۵)

۶ احسان جتانے والوں کا کھانا نہ کھائے۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) فرمایا کرتے تھے، کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
(ریاکاری کے لیے) مقابلہ کرنے والوں کا کھانا کھانے سے منع فرمایا:

(سنن ابی داود ج: ۲، کتاب الاطعمہ باب فی طعام المتباریین، ص: ۵۲۷)

۶ اگر کسی کے گھر میں دعوت ہو وہاں جانداروں کی تصاویر یا کتے ہوں یا بے حیاء عورتوں کا
ہو یا گانا بجانا اور خلاف اسلام کام ہو رہے ہوں۔ یا شرک و بدعت کی مجلس ہو لیعنی گیا
کی مجلس ہو کونڈے یا دوسرے ختموں کے نام کی بدعات ہو رہی ہوں ایسی مجالس میں ہرگز
اور اگر غلطی سے چلا جائے تو فوراً استغفار کرتا ہوا واپس ہو۔

حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے کھانا تیار کیا پھر میں نے جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دی۔ وہ تشریف لائے اور تصویریں دیکھیں تو واپس ہو گئے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الاطعمہ باب اذا رأی الضیف منکراً رجع، ص: ۲۴۹)

حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو اور نہ تصویر
اور نہ مجسمہ (بت) والے گھر میں داخل ہوتے ہیں۔

(شرح معانی الآثار ج: ۲، کتاب الکراھۃ، باب التصاویر فی الثوب ص: ۰۰۴)

بعض بدمعاش عناصر یہ بکواس کرتے ہیں۔ کہ تصاویر بت حرام ہیں جب بت پرستی کا خطرہ
ہو حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک بار تصویر
والا گدا خریدا تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تشریف رکھیں مگر آپ ناراض ہوئے۔ حالانکہ حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا سے بت پرستی کا ہرگز خطرہ نہیں تھا۔

حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سے روایت ہے
کہ انہوں نے ایک گدا خریدا جس میں تصویریں تھیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے

دروازے پر ٹھہر گئے اور اندر داخل نہیں ہوئے۔ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) نے آپ کے
رے پر ناراضگی سمجھ لی۔ اور عرض کیا:
اے اللہ کے رسول۔ میں اللہ اور اس کی طرف توبہ کرتی ہوں۔ مجھ سے کیا غلطی ہوئی؟ جناب
ول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اس گدے کا کیا معاملہ ہے۔؟ انہوں نے عرض کیا: میں نے یہ آپ کے لیے خریدا ہے کہ آپ اس
یٹھیں اور تکیہ لگائیں۔
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
ان تصویریں (بنانے) والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا۔ ان کو کہا جائے گا کہ زندہ
و جو تم نے بنائی ہے۔ پھر فرمایا:
جس گھر میں تصویریں ہوں وہاں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔
(موطا امام مالک ج:۲ کتاب الجامع، باب ماجبہ فی الصور والتماثیل، ص: ۲۱۰، ۲۱۱)
بعض غنڈے یہ بکواس کرتے ہیں کہ اچھا جب فرشتہ جان لینے آئے گا تو ہم مریض کے کمرے
ں کتا داخل کر دیں گے یا تصویر رکھ دیں گے۔
جواب یہ ہے کہ یہاں رحمت کے فرشتوں کا داخلہ مراد ہے۔ البتہ عذاب کے فرشتے آسکتے ہیں
ر جو فرشتہ کتے کی جان نکالنے والا ہے۔ وہی کتوں کے یار کی جان بھی نکال لے گا۔
اصل بات یہ ہے کہ غنڈہ گردی آدمی کو بدعقل بنا دیتی ہے۔ اللہ تعالے رحم کرے۔

لباس کے آداب

انسان کو چاہیئے کہ غذا، لباس رہائش الغرض ہر معاملہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ط
پر چلے آپ کا اور آپ کے صحابہ کرام کا طریقہ ہی ہدایت کی ضمانت ہے۔ اور آپ کے اور آپ کے ص
کرام رضی اللہ عنہم سے بہتر طریقہ ساری کائنات میں نہیں ملتا۔ اللہ تعالے نے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (البتہ تمہارے لیے رسول اللہ اچھا نمونہ ہے)

(الاحزاب۔ ۲۱)

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما
تم میں سے کوئی ایک بھی تب تک ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اُسے اس کے والد
اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(صحیح البخاری ج ۱، کتاب الایمان، باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من الایمان (ص: ۷)

جس کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہوگی وہ یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ت
یافتہ امت یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ پر چلے گا۔ اور بدبخت آدمی ہی آپ کو چھوڑ کر کفار
فساق کی راہ پر چلے گا۔

۶ لباس اور عام عادات میں سادگی آپ کو پسند تھی۔

حضور ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
صحابہ کرام نے آپ کے سامنے دُنیا کا ذکر کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
کیا تم سنتے نہیں ؟ کیا تم سنتے نہیں ؟ (تاکید کی خاطر دو بار فرمایا) بے شک سادگی، ایمان سے
بے شک سادگی، ایمان سے ہے (یعنی سادہ لباس اور سادہ رہن سہن ایک ایماندار کی خوبی)
امام ابوداود (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں، کہ یہ ابوامامۃ بن ثعلبہ انصاری ہیں۔

(سنن ابی داود ج ۲، کتاب الترجل، شروع میں، ص: ۵۸۳)

انسان کو چاہیئے کہ زیادہ مال جمع کرنے سے بچے اور مالداروں کی زیادہ ہم نشینی نہ کرے تاکہ دل میں دنیا کا لالچ زیادہ نہ ہو جائے اور کپڑا پرانا ہو تو دھجی لگا کر استعمال کرے۔
مسلمان کی عزت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں ہے تکبر کرنے یا متکبرین کا ساتھ دینے میں نہیں ہے۔
حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اگر تم مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو تمہارے لیے دُنیا اس قدر کافی ہے جس قدر کہ (مسافر) سوار کے لیے زادِ راہ ہو۔ اور مالداروں کے پاس بیٹھنے سے بچو اور کپڑا پُرانا کر کے (تب تک نہ پھینکو جب تک کہ اس میں پیوند نہ لگا لو"
(جامع الترمذی ج: ۱، ابواب اللباس، باب ماجاء فی ترقیع الثوب، ص: ۳۰۷)
حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کو اُس دن دیکھا کہ وہ مدینہ کے حاکم تھے اور ان کے کاندھوں کے درمیان نیچے اُوپر تین پیوند لگے ہوئے تھے۔
(موطا امام مالک ج: ۲، کتاب الجامع، باب فی لبس الثیاب، ص: ۲۸۷)
جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس پہننے والے حکمران تھے۔
تو مسلمانوں کی دنیا میں سب سے بڑی رعب دار حکومت تھی۔
اور جب سے کفار کا لباس پہننے والے اور کھڑے کھڑے کھانے اور کھڑے کھڑے موتنے والوں کی حکومت ہوئی تو مسلمان ہر جگہ پریشان اور رسوا ہوا۔ اب فرق آپ خود ہی دیکھ لیں۔
اسلام نے یہ بتایا کہ لباس بے شک سادہ ہو مگر ایسا نہ ہو کہ آدمی محتاج و فقیر نظر آئے۔ بلکہ اگر اللہ تعالےٰ مال دے تو اچھا لباس پہنے مگر تکبر اور دکھاوے سے بچے دوسرے مسلمانوں کو ذلیل نہ سمجھے۔
حضرت ابو الاحوص اپنے والد محترم (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں۔
کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حقیر سے کپڑے میں حاضر ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
کیا تمہارے پاس مال ہے۔؟

عرض کیا: ہاں ہر قسم کا مال ہے! فرمایا: کونسا مال؟ عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اونٹ، گائے، بکریاں، گھوڑے اور غلام عطا کئے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: پس جب اللہ تعالیٰ نے تجھے مال عطا کرے تو تیرے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کی عطا کا اثر بھی نظر آنا چاہیئے۔

(سنن نسائی ج: ۲ کتاب الزینۃ، باب الجلاجل، ص: ۲۸۵)

یعنی اچھا لباس پہنو تاکہ بھکاری معلوم نہ ہو۔ البتہ تکبر یا فضول خرچی نہ کرنے پائے۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں: جو چاہو کھاؤ اور جو چاہو پہنو جب تک دو چیزوں سے بچو، فضول خرچی یا تکبر دکھانا۔"

(صحیح البخاری: ج: ۲ کتاب اللباس، شروع میں، ص: ۸۶۰)

اسی طرح ایسا لباس نہ پہنے کہ جس کی زیب و زینت عبادت میں خلل ڈال دے البتہ اسے حرام نہیں کہا جا سکتا۔ نمازوں کے اوقات اور نماز جمعہ کے لیے خوبصورت اور اچھا لباس پہننا اس میں ادب ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپؐ جمعہ کے دن منبر پر (خطاب) فرما رہے تھے:

"تم پر کیا حرج ہے کہ اگر جمعہ کے دن کے لیے مزدوری کے لباس کے علاوہ خرید لو۔"

(سنن ابن ماجہ، ابواب اقامۃ الصلوات، باب ماجاء فی الزینۃ یوم الجمعۃ، ص: ۷۸)

۶ مردوں کو چاہیئے کہ وہ سفید لباس پہنیں اور عورتیں رنگدار لباس استعمال کریں۔

حضرت سمرہ بن جندب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سفید کپڑے پہنو اس لیے کہ یہ زیادہ پاکیزہ اور عمدہ تر ہوتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب اللباس، باب البیاض فی الثیاب، ص: ۲۶۳)

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تمہارے بہترین کپڑے سفید ہیں انہیں پہنو اور اپنے مردوں کو ان کا کفن دو۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب اللباس، باب البیاض من الثیاب، ص: ۲۶۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز لباس بھی استعمال کیا:
البتہ زعفرانی رنگ چونکہ عورتوں کے لیے مخصوص ہوتا ہے اس لیے مردوں کے لیے ناپسند فرمایا:
حضرت ابورمثہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے (سامنے) باہر تشریف لائے۔
دو سبز کپڑے تھے۔" (سنن نسائی ج: ۲ کتاب الزینۃ، باب لبس الخضر من الثیاب، ص: ۲۹۳)
زرد اور گیروے رنگ سے منع فرمایا: یہ رنگ عام طور پر ہندو جوگی کفار پہنتے ہیں اسلام نے
مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ لباس اور شکل وصورت کسی کام میں بھی کفار سے مشابہت نہ کریں۔
(حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے)
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر دو زرد کپڑے دیکھے تو فرمایا:
یہ کفار کا لباس ہے اسے نہ پہنو۔
(صحیح المسلم ج: ۲، کتاب اللباس والزینۃ، باب النھی عن الرجل الثوب المعصفر، ص: ۱۹۳)
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سرخ دھاری دار لباس پہننا بھی ثابت ہے۔ الغرض کوئی خاص تکلف نہ تھا۔

انسان کو ریاکاری کے لباس سے بچنا چاہیئے جس میں مقصود لوگوں کو دکھانا اور تکبر جتانا ہو۔
حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جس نے دنیا میں شہرت (ریاکاری وتکبر) کا لباس پہنا، اللہ تعالےٰ اُسے قیامت کے دن ذلت
کا لباس پہنائے گا پھر اُس میں آگ بھڑکائے گا۔
(سنن ابن ماجہ، کتاب اللباس، باب من لبس شھرۃ من الثیاب، ص: ۲۶۶)

لباس کی وضع قطع اور پردہ

لباس اس قدر چھوٹا نہ ہو کہ پردہ کی جگہ ظاہر ہو جائے۔
مرد کا پردہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے یہ سب چھپائے۔ اور عورت کا چہرہ، ہاتھ اور
پاؤں کے سوا سب پردہ ہے بال بھی ننگے نہ ہوں۔ اور مردوں کا لباس ٹخنوں سے نیچے بھی نہ جائے۔
حضرت ابوسعید (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا:
(حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

یہ فرماتے سنا:

ایماندار کی چادر پنڈلیوں کے درمیان تک ہے۔ البتہ اس کے اور ٹخنوں کے درمیان کوئی ہرج
اور جو ٹخنوں سے نیچے ہوگا وہ آگ میں جائے گا۔ آپؐ نے تین بار فرمایا:
اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظرِ رحمت نہیں کرے گا۔ جو تکبر کرتے ہوئے تہبند گھسیٹے۔
(سنن ابن ماجہ، کتاب اللباس، باب موضع الازار این ھو؟، ص: ۲۶۴)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے جائے گا۔ وہ (جگہ) آگ میں جائے گی۔
(سنن نسائی، کتاب الزینۃ باب ماتحت الکعبین من الازار، ص: ۲۹۴)

اس لیے انسان کو چاہیئے کہ شلوار یا پتلون یا چادر اس قدر طویل نہ رکھے کہ ٹخنے چھپ ر
یا زمین پر جھاڑو دیتا ہوا غنڈوں کی طرح چلے۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس پر نظر نہیں کرے گا جو تکبر کرتے ہوئے چادر گھسیٹے۔
(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب اللباس، باب من جر ثوبہ من الخیلاء، ص: ۸۶۱)

یعنی اللہ تعالیٰ ایسے متکبر پر رحمت و کرم کی نظر نہیں کرے گا بلکہ اسے سزا ملے گی۔
عورتوں کو بھی اس سے منع کیا گیا۔ البتہ پردہ قائم رکھنے کے لیے انہیں ایک ذراع تک نیچ
کرنے کی اجازت دی تاکہ پاؤں ننگے نہ ہوں۔

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جس نے تکبر کے باعث اپنا کپڑا گھسیٹا اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں کرے گا۔
حضرت ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول، پھر عورتیں اپنے دامنوں کے
کے ساتھ کیا کریں؟

آپؐ نے فرمایا: انہیں ایک بالشت ڈھیلا کر دیں (لٹکالیں)
(حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا) نے عرض کیا: پھر تو ان کے پاؤں کھل جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا
ایک ہاتھ (کہنی سے لے کر انگلی کے کنارے تک) لٹکالیں اور اس سے زیادہ نہ کریں۔
(سنن نسائی ج: ۲، کتاب الزینۃ باب ذیول النساء، ص: ۲۹۵)

۷ لباس یا حجامت وغیرہ میں مردوں کو عورتوں کی شکل اختیار کرنے اور عورتوں کو مردوں کی شکل
اختیار کرنے سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہم) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں میں سے عورتوں کی شکل اختیار کرنے والے والوں پر لعنت کی اور فرمایا: کہ ان کو اپنے گھروں سے نکال دو۔ (راوی) بتاتے ہیں کہ پس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فلانی کو نکالا اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے فلاں کو نکالا۔

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب اللباس، باب المتشبھین بالنساء والمتشبھات بالرجال، ص: ۸۷۴)

دراصل یہ ناچنے کودنے والے ہجڑے اور وضع بدلنے والے بدمعاش ملک میں بے حیائی اور [illegible]ی پھیلانے کا ذریعہ بنتے ہیں اس لیے ان بدمعاش عناصر کو جوتے مار کر محلے سے نکال دینا چاہیے یا یہ توبہ کریں۔ اور اپنی وضع قطع درست کریں۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعنت کی جو عورت جیسا لباس پہنے اور اس عورت پر (لعنت کی) جو مرد جیسا لباس پہنے۔

(سنن ابی داود ج: ۲، کتاب اللباس باب فی لباس النساء، ص: ۵۶۶)

ایسا لباس کہ جس کی وجہ سے مرد، عورتوں کو اور عورتیں، مردوں کو اپنی طرف متوجہ کریں۔ تاکہ بدکاری عام ہو یہ بھی حرام ہے۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے فرمایا:

ایسی عورتیں جو (لباس) پہننے والی (مگر لباس ناکافی یا بہت باریک ہونے کی وجہ سے) ننگی ہیں [م]ردوں کی طرف، مائل ہونے والیاں، (مردوں کو اپنی طرف) مائل کرنے والیاں جنت میں نہیں جائیں اور نہ ہی اس کی خوشبو پائیں گی۔ حالانکہ اس (جنت) کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے بھی [آ]ئے گی۔

(موطا امام مالک ج: ۲، کتاب الجامع، باب مایکرہ للنساء لبسہ من الثیاب، ص: ۲۸۴)

آج کل جو بدمعاش عورتیں چھاتیاں تان کر سر اور بازو ننگے کر کے بازاروں میں پھرتی ہیں یہ انتہائی خبیث جانور ہیں اور ان کے بے غیرت سرپرست بھی انہی کی طرح ڈنگر ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے۔

۶ ایسا لباس پہننا یا شکل اختیار کرنا حرام اور سخت جرم ہے کہ جس کو دیکھ کر شک ہوتا ہو کہ شاید یہ آدمی غیر مسلم ہے۔ جس طرح کہ ہندو سر پر چوٹی رکھتے ہیں یا ہندوؤں کے پنڈت گیروے کپڑے پہنتے ہیں یا عیسائی صلیب لگاتے ہیں۔ یا مجوسی ڈاڑھی منڈاتے اور مونچھیں رکھتے ہیں۔ پتلون

ٹوپ اور ٹائی لگائے کہ دور سے دیکھنے پر شبہ ہو کہ یہودی یا عیسائی جا رہا ہے ایسا لباس پہننا حرام
(حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جس نے جس قوم کی مشابہت کی وہ ان میں سے ہے۔
(سنن ابی داود، ج: ۲، کتاب اللباس، باب فی لبس الشہرۃ، ص: ۵۵۹)
اس طرح بدمعاش مردوں اور بدمعاش عورتوں کے انداز اختیار کرنے والے بھی بدمعاش ہیں
انسان کو چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اخلاق و سیرت کو ہی اپنائے
وہی جماعت قابلِ تقلید ہے۔

ریشم، چاندی اور سونا

مردوں کو ریشم کا لباس پہننے اور سونے چاندی کے زیورات سے منع فرمایا: اور مردوں، عورتوں
دونوں کو سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے سے منع فرمایا: اس لیے کہ یہ عیاش اور فضول خرچ
لوگوں کا کام ہے۔
حضرت ابو موسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا:
ریشم اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام کر دیا گیا اور عورتوں پر حلال کر دیا گیا۔
(جامع ترمذی ج: ۱، کتاب اللباس، باب، ما جاء فی الحریر والذھب للرجال، ص: ۲۰۲)
حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ آخرت میں اُسے نہیں پہنے گا۔
(سنن ابن ماجہ، کتاب اللباس، باب کراھیۃ لبس الحریر، ص: ۲۶۴
آخرت میں مسلمانوں کو ریشمی لباس اور ہر طرح کا آرام ملے گا۔ مگر نافرمان آدمی اس سے محروم رہے گا
البتہ بیماری کی حالت میں علاج کرنے کے لیے ریشم پہننے کی وقتی طور پر اجازت دی۔ جب صحت ہو
جائے یا دوسری دوا موجود ہو تو پھر ریشم نہ پہنے۔ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن (رضی اللہ عنہما) کو ریشم پہننے کی اجازت دی کیونکہ
ان کو خارش تھی۔"
(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب اللباس، باب ما یرخص للرجال من الحریر للحکۃ، ص: ۸۶۸)

یاد رہے کہ ریشم سے مراد ریشم کے کیڑوں کی رال سے بنا ہوا ریشمی کپڑا ہے اور کیڑوں کی رال والے
ے میں خارش کا علاج بھی ہے۔
آج کل ملنے والے عام کپڑے جن کو لوگ ریشمی سمجھتے ہیں یہ ریشم میں داخل نہیں ہیں۔ اور اصل ریشم تو
نگا بھی بہت ہے کہ صرف عیاشی، فضول خرچ اور مالدار لوگ ہی اسے خرید سکتے ہیں۔ مردوں کو سونے
انگوٹھی سونے کی بنی ہوئی گھڑی کی زنجیر سونے کے بٹن وغیرہ سب حرام ہیں اور سونے کا ہار پہننا
آگ کا ہار پہننا ہے۔

لباس کی اقسام

لباس میں قمیص، سلوار، تہ بند جو چاہے استعمال کرے البتہ پردے کا خیال رکھے۔ کفار کی مشابہت
نہ ہو۔ حرام سے خریدا ہوا نہ ہو۔ اور اسلام کی ہدایت کے مطابق ہو۔ قمیص میں پردہ زیادہ ہے اس لیے
یہ زیادہ مناسب ہے۔ حضرت ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو زیادہ پسندیدہ کپڑا، قمیص تھی۔

(جامع ترمذی ج: ۱، ابواب اللباس، باب ماجاء فی القمص، ص: ۳۰۶)

عربوں کی قمیص تو سارے بدن کو ڈھانپتی ہے۔ اس لیے یہ عمدہ لباس ہے مگر جو قمیص انتہائی
چھوٹی اور بنیان کی طرح ہے وہ یہ کام نہیں کر سکتی۔

حضرت اسماء بنت یزید بن السکن الانصاریۃ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے بازو کا آستین پہنچے تک تھا۔

(جامع ترمذی ج: ۱، ابواب اللباس، باب ماجاء فی القمص، ص: ۳۰۶)

اس لئے بغیر آستین اور چھوٹے آستین درست نہیں۔

۶ جب لباس یا جوتا پہنے تو دائیں جانب سے پہلے پہنے۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قمیص
پہنتے تو دائیں جانب شروع کرتے۔

(جامع ترمذی ج: ۱، ابواب اللباس، باب ماجاء فی القمیص، ص: ۳۰۶)

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جو تہ بند نہ پائے تو وہ سلوار پہنے اور جو جوتے نہ پائے تو وہ موزے پہنے۔

(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب اللباس، باب السراویل، ص: ۸۶۳)

۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر اور کمبل بھی استعمال فرمایا:
حضور انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ اور آپ پر نجرانی گاڑھے حاشیے کی چادر تھی۔
(سنن ابن ماجہ، کتاب، باب لباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص: ۲۶۲)
حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پسندیدہ حبرہ (یمنی چادر) تھی۔
(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب اللباس، باب البرود والحبرۃ ، ص: ۸۶۵)
یاد رہے کہ یمنی چادر سادہ ہوتی ہے اور سادگی آپ کو پسند تھی۔
۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عمامہ استعمال کرتے اور ٹوپی پر عمامہ باندھنا زیادہ مناسب بات۔ مگر رومال باندھ کر اُسے عمامہ سمجھنا غلط ہے جیسے کہ آج کل عام رواج ہو چلا ہے۔ مولانا اشرف تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رومال تو سر کی لنگوٹی ہے یہ خوب تبصرہ ہے۔ جزاہ اللہ خیر
حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح (مکہ) کے دن مکہ میں داخل ہوئے اور آپ پر سیاہ عمامہ تھا۔
(جامع ترمذی، ابواب اللباس، باب ماجاء فی عمامۃ السوداء، ص: ۳۰۴)
حضرت عبادہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر پگڑیاں باندھنا لازم ہے اس لیے کہ یہ فرشتوں کی علامت ہے اور اس کا (شملہ) پیچھے کی طرف لٹکاؤ۔
(مشکوۃ المصابیح، باب اللباس، عن البیہقی فی شعیب الایمان، الفصل الثالث، ص: ۳۷۷)
حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب پگڑی باندھتے تو اس کا شملہ کاندھوں کے درمیان (پیچھے) لٹکا لیتے" حضرت نافع (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) بھی (پگڑی) کا شملہ اپنے کاندھوں کے درمیان لٹکا لیتے۔
(جامع ترمذی ج: ۱، ابواب اللباس، باب ماجاء فی عمامۃ السوداء، ص: ۳۰۴)
یہ یاد رہے کہ علاقائی طور پر مروج یا موسم کے مطابق لباس پہننا جائز ہے مگر ایسا لباس جو کفار کا نشان بن چکا ہو۔ یا بدمعاش مردوں یا بدمعاش عورتوں سے مشابہ ہو یا ستر نہ چھپا سکے اس کا پہننا حرام ہے۔

لباس پہننے کی دُعائیں

لباس بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے جب بھی کوئی نعمت حاصل ہو تو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب لباس پہنتے۔ تو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے۔ یہاں چند دعائیں لکھی جاتی ہیں کوئی ایک پڑھے اگر سب پڑھے تو زیادہ اجر ہے۔

حضرت ابوسعید (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نیا لباس پہنتے تو اس کا نام لیتے (یعنی) پگڑی یا قمیص یا چادر پھر یہ کہتے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ كَسَوْتَنِيْهِ اَسْأَلُكَ خَيْرَهٗ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهٗ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَمِنْ شَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ	(اے اللہ تیری حمد ہے، تو نے ہی اسے پہنایا میں تجھ سے اس کی بھلائی اور جس کے لیے بنایا گیا اس کی بھلائی مانگتا ہوں اور میں تیری پناہ لیتا ہوں اسکی برائی سے اور جس کے لیے یہ بنایا گیا اس کی برائی سے)

(جامع الترمذی ج: ۱، ابواب اللباس، باب ما جاء اذا لبس ثوباً جدیداً، ص: ۳۰۶)

(حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ) میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا:

جو نیا لباس پہنے پھر کہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ مَا اُوَارِيْ بِهٖ عَوْرَتِيْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِيْ حَيَاتِيْ	سب حمد اللہ کیلئے ہے جس نے مجھے وہ پہنایا کہ اس سے میں اپنا ستر چھپاتا ہوں اور زندگی میں اسکے ساتھ زینت کرتا ہوں۔

پھر پرانے (اتارے ہوئے) لباس کو خیرات کر دے تو وہ زندہ اور فوت شدہ (ہر حالت) میں اللہ تعالیٰ کی امان میں ہے، اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پردے (یعنی بچاؤ و حفاظت) میں ہے یہ تین بار فرمایا:

(سنن ابن ماجہ، ابواب اللباس، باب مایقول الرجل اذا لبس ثوباً جدیداً، ص: ۲۶۳)

حضرت سھل بن معاذ بن انس اپنے والد محترم (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس نے کھانا کھایا پھر یہ کہا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ هٰذَا الطَّعَامَ وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ
(سب حمد اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور مجھے اسکی روزی دی میری توفیق اور قوت کے بغیر)

تو اس کے تمام پہلے اور بعد کے گناہ معاف کر دے گئے۔

اور جس نے لباس پہنا اور کہا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ هٰذَا الثَّوْبَ وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ
(سب حمد اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے یہ کپڑا پہنا اس کی مجھے روزی دی میری توفیق اور قوت کے بغیر)

تو اس کے سب پہلے اور بعد والے گناہ معاف کر دیئے گئے۔

(سنن ابی داود، ج: ۲، کتاب اللباس، شروع میں۔ ص: ۵۵۸)

جوتا اور اس کے آداب

۶ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے ایسے تھے کہ ان پر بال نہ تھے۔

یعنی صاف چمڑہ ہمیں بھی ہر کام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنا چاہیئے۔

(حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے فرمایا) کہ سبتی جوتے، پس میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ ایسے جوتے پہنتے تھے کہ جن پر بال نہ تھے۔ اور آپؐ ان میں وضو کرتے پس میں بھی ایسے ہی پہننا پسند کرتا ہوں ....." الحدیث۔

(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب اللباس، باب النعال السبتیۃ، ص: ۸۷۰)

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے کے دو تسمے تھے۔

صحیح البخاری ج: ۲، کتاب اللباس، باب قبالان فی النعل، ص: ۸۷۱)

امام جزری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپؐ کے جوتے کے دو تسمے تھے ایک تسمہ انگوٹھے اور ساتھ

والی انگلی کے درمیان اور دوسرا تسمہ درمیانی انگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی کے درمیان ہوتا۔

(مرقات ج: ۸ ،ص ۲۸۴)

۶ حکم یہ ہے کہ جب جوتا پہنے تو پہلے دایاں جوتا پہنے اور جب آتارے تو پہلے بایاں جوتا اتارے

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جب تم میں سے کوئی جوتا پہنے تو دائیں سے ابتداء کرے (یعنی پہلے دایاں پہنے) اور جب اتارے تو بائیں سے ابتداء کرے (یعنی پہلے بایاں اتارے) تاکہ دایاں (جوتا) پہلے پہنا جائے اور آخر میں اُتارا جائے۔

(صحیح البخاری ج :۲، کتاب اللباس ، باب یبدأ بانتعال الیمنی، ص: ۸۷۰)

کھڑے کھڑے جوتا پہننا درست نہیں۔

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا کہ آدمی کھڑے ہو کر جوتا پہنے۔

(سنن ابن ماجہ ، کتاب اللباس ، باب الانتعال، ص : ۲۶۶)

۶ ادب یہ ہے کہ یا دونوں جوتے پہنے یا دونوں اتار دے ایک پہن کر اور ایک ننگے پاؤں چلنے کی ممانعت ہے۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایک جوتے میں نہ چلو۔ یا دونوں ہی اُتار دو یا دونوں ہی پہنو۔

(صحیح البخاری ج : ۲، کتاب اللباس باب لایمشی فی نعل واحد ،ص: ۸۷۰)

۶ جب بیٹھے یا کھانا کھائے تو جوتا اتار دے۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ فرمایا:

سُنت یہ ہے کہ جب آدمی بیٹھے تو جوتے اتار دے اور انہیں اپنی ایک طرف رکھ دے۔

(سنن ابی داود ج:۲، کتاب اللباس باب فی الانتعال ، ص : ۵۷۱)

۶ ننگے پاؤں پھرنا اگرچہ جائز ہے مگر سفر میں جوتا پہن کر جانا زیادہ مناسب ہے تاکہ زیادہ مشقت سے بچا رہے اور سفر میں آسانی رہے۔

حضرت جابر(رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے: آپ نے فرمایا:
کثرت سے جوتے پہنو کیونکہ آدمی سوار رہتا ہے جب تک جوتے پہنے رہے" (اور چلنے میں آسانی رہتی ہے)
(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب اللباس، باب فی الانتعال، ص: ۵۷۰)
موزے پہننا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔
حضرت ابو بریدہ اپنے والد محترم (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ نجاشی نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو سیاہ سادہ موزے بھیجے آپ نے انہیں پہنا
(سنن ابن ماجہ، کتاب اللباس، باب الخفاف السود، ص: ۲۶۶)

بستر اور اس کے آداب

۶ آپ کا بستر بہت سادہ تھا۔
حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چٹائی مخصوص کی ہوئی تھی۔ رات کو اس پر نماز پڑھتے اور دن کو بچھا لیتے پس اس پر بیٹھتے ... ! الحدیث۔
(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب اللباس، باب الجلوس علی الحصیر و نحوہ، ص: ۸۷۱)
۶ آپ کا بستر چمڑے کا تھا۔ انسان کو چاہیے کہ مغربی عیاشی کے بستروں کی بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات کو بہتر سمجھے پھر دُنیا و آخرت دونوں جگہ خوشگوار زندگی پائے۔
حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے فرمایا:
کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر جس پر سوتے تھے چمڑے کا تھا اس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔
(صحیح مسلم ج: ۲، کتاب اللباس والزینۃ، باب التواضع فی اللباس، ص: ۱۹۴)
حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تکیہ جس کے ساتھ آپ سہارا لگاتے وہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔
(صحیح المسلم ج: ۲، کتاب اللباس والزینۃ، باب التواضع فی اللباس، ص: ۱۹۴)

یاد رہے کہ جب چمڑے کو نمک وغیرہ لگا کر دھو دیا جائے۔ تو وہ پاک اور قابل استعمال ہے۔
حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جب چمڑے کو رنگا جائے (رنگا جائے یا دوا لگا کر دھو دیا جائے) تو وہ پاک ہو گیا۔
(موطا امام مالک ج ۱، کتاب الصید، باب ماجاء فی جلود المیتۃ، ص: ۲۸۰)
مگر درندوں کے چمڑے استعمال کرنے کی اجازت نہیں۔ تاکہ انسان میں درندگی نہ آ جائے اور عام طور پر یہ متکبرین کا کام ہے۔
حضرت ابوالملیح اپنے والد محترم (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں کے چمڑوں کو لبستر بنانے سے منع فرمایا:
(جامع الترمذی ج: ۱، ابواب اللباس، باب ماجاء فی النھی عن جلود السباع، ص: ۲۰۷)
حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ "جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چیتوں کی سواری سے منع فرمایا:
(یعنی چیتے کے چمڑے پر نہ بیٹھے نہ لیٹے اور ان پر سوار بھی نہ ہو)
(سنن ابن ماجہ، کتاب اللباس، باب رکوب النمور، ص: ۲۶۸)
انسان کو چاہیئے کہ گھر میں بے شمار بسترے نہ رکھے۔
اور نہ اسے بستروں کی دکان بنائے، سامان کم آرام زیادہ۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا:
ایک بستر مرد کے لیے اور ایک بستر اس کی بیوی کے لیے اور ایک بستر مہمان کے لیے اور (پھر اگر مزید ہوا تو) ایک بستر شیطان کے لیے ہے۔
(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب اللباس والزینۃ، باب کراھیۃ ما زاد علی الحاجۃ، ص: ۱۹۴)
امام نووی فرماتے ہیں کہ علماء کرام نے فرمایا: اس کا معنی یہ ہے کہ ضرورت سے جو زائد ہوگا اسے حاصل کرنا دراصل دنیا کی زینت کے ذریعے فخر جتانا اور تکبر کرنا ہوگا جس میں یہ بات ہوگی۔ وہ قابل مذمت ہوگی۔ اور ہر بری بات شیطان کی طرف منسوب ہے اکہ وہی برائی پھیلاتا ہے، کیونکہ شیطان بری باتوں پر خوش ہوتا ہے اور انہی کے ذریعے وسوسے ڈالتا ہے اس لیے زیادہ سامان سے بچنا چاہیئے۔
(حاشیہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ بر صحیح مسلم علی ھذا الحدیث)

انگوٹھی

اسلام نے سونے کے زیورات مردوں پر حرام کر دیئے۔
کیونکہ مرد کا کام جہاد کرنا اور محنت کرنا ہے۔ سنگار کر کے عورتوں کی طرح کھلونا بننا نہیں ہے
البتہ چاندی کی انگوٹھی مرد کے لیے جائز ہے بشرطیکہ ایک مثقال (ساڑھے چار ماشہ) سے زیادہ کی نہ ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے سونے کی انگوٹھی سے منع فرمایا:

(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب اللباس، باب خواتیم الذھب، ص: ۸۷۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی استعمال فرمائی۔

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی پہنی جس میں حبشی نگینہ تھا (یعنی سیاہی مائل سرخ نگینہ تھا، آپ نگینے کو ہتھیلی کی جانب رکھتے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب اللباس، باب من جعل فص خاتمہ مما یلی کفہ، ص: ۲۶۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ حبشی (سیاہی مائل سرخ) تھا۔

(صحیح المسلم ج: ۲، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم خاتم الذھب علی الرجال، ص: ۱۹۷)

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی یہ آپ کے ہاتھ میں تھی پھر آپ کے بعد ابوبکر (صدیق رضی اللہ عنہ) کے ہاتھ میں تھی ان کے بعد عثمان (بن عفان رضی اللہ عنہ) کے ہاتھ میں تھی۔ حتیٰ کہ (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اللہ تعالے کی قضا وقدر سے یہ انگوٹھی، اریس کے کنوئیں میں گر گئی اس پر نقش تھا محمد رسول اللہ۔

(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب اللباس، باب نقش الخاتم، ص: ۸۷۲)

مناسب یہ ہے کہ مرد چاندی کی انگوٹھی استعمال کریں سونے کی انگوٹھی حرام ہے اور لوہے اور تانبے کی انگوٹھی بھی درست نہیں۔

حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد محترم (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضور

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اس پر لوہے کی انگوٹھی تھی آپ نے فرمایا کیا بات ہے میں تم پر دوزخیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں ؟ اس نے اسے پھینک دیا۔ پھر حاضر ہوا اس پر پیتل کی انگوٹھی تھی۔ آپ نے فرمایا : کیا بات ہے میں تجھ سے بتوں کی بُو پاتا ہوں اس نے اسے بھی پھینک دیا۔ (پھر) اس نے عرض کیا : اے اللہ کے رسول کس چیز سے (یہ انگوٹھی) بنواؤں ؟

آپ نے فرمایا : چاندی سے اور ایک مثقال۔ مکمل نہ کرنا (یعنی ایک مثقال سے کم رہے)

(سنن نسائی، کتاب الزینۃ، باب مقدار ما یجعل فی الخاتم من الفضۃ، ص: ۲۸۲)

البتہ اگر بیماری کے باعث کوئی عضو سونے کا لگایا جائے یا دانتوں میں سونے کی تار لگوائی جائے تو جائز ہے۔

حضرت عرفجہ بن اسعد (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں یوم الکلاب کے موقع پر میرے ناک کو نقصان پہنچا تو میں نے چاندی کا ناک لگوالیا۔ اس سے بدبُو آنے لگی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ سونے کا ناک لگوالو۔

(جامع ترمذی ج : ۱، ابواب اللباس، باب ماجاء فی شد الاسنان بالذھب، ص : ۳۰۶)

البتہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا مرد و عورت دونوں کے لیے حرام ہے۔

حجامت، صفائی اور زینت کے آداب

انسان کو لازم ہے کہ لباس، حجامت اور ہر کام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلے۔ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقۂ زندگی کو چھوڑ کر کفار و فساق کے طریقہ پر چلتا ہے وہ ایک بدمعاش گدھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی تہذیب ہی انسانی تہذیب ہے اور کفار کا طریقۂ زندگی شیاطین کا طریقہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا : فطرت کی باتیں پانچ ہیں۔

۱۔ ختنہ کرنا۔ ۲۔ شرمگاہ کے بال صاف کرنا۔ ۳۔ مونچھیں کاٹنا۔ ۴۔ ناخن کاٹنا۔
۵۔ بغلوں کے بال اکھاڑنا۔

(صحیح البخاری : ج : ۲، کتاب اللباس، باب قص الشارب، ص : ۸۷۵)

حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فر
دس باتیں فطرت سے ہیں۔
(یعنی ہر شریف آدمی فطری طور پر ان کا پابند ہوگا)
۱۔ مونچھیں کاٹنا
۲۔ ناخن کاٹنا
۳۔ دراڑوں کو دھونا (یعنی جہاں بدن پر میل جمع ہو جائے اسے صاف کرنا)
۴۔ ڈاڑھی کو چھوڑنا (ڈاڑھی رکھنا)
۵۔ مسواک کرنا
۶۔ ناک میں پانی ڈالنا (صفائی کے لیے)
۷۔ بغلوں (کے بال) اکھاڑنا۔
۸۔ شرمگاہ کے بال مونڈنا۔
۹۔ شرمگاہ پر پانی بہانا (یعنی استنجا کرنا)
حضرت مصعب بن شیبہ (رضی اللہ عنہ) بتاتے ہیں کہ میں دسواں بھول گیا
۱۰۔ البتہ وہ کلی کرنا ہوگا۔
(سنن نسائی ج: ۲ کتاب الزینۃ کی پہلی روایت، ص: ۲۶۹)
مندرجہ بالا دو حدیثوں میں بتایا گیا کہ یہ باتیں شریف انسان کی فطرت میں داخل ہیں ا
شخص شرمگاہ کے بال صاف نہ کرے وہ جنگلی جانور ہے جو مونچھیں نہ منڈائے بلکہ لمبی لمبی مونچھیں ر
جو کہ بت پرست مجوسیوں کا طریقہ ہے وہ بھی بدمعاش جانور ہے۔ اور جو ڈاڑھی صاف ہی کرا دے وہ
فطری شرافت سے محروم ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بغلوں کے بال اکھاڑنا فطرت میں داخل ہے اگر
بار اکھاڑے گا پھر بغیر تکلیف اس کا عادی ہو جائے گا اور مونڈنے سے زیادہ صفائی رہے گی
۶ انسان کو چاہیئے کہ ہر جمعہ کے دن صفائی کرے مگر چالیس دن سے زیادہ دیر ہرگز نہ کرے۔
حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے
شرمگاہ کی صفائی، ناخن کاٹنے، مونچھیں کاٹنے اور بغلوں کے بال اکھاڑنے کے چالیس دن میں
بار (ضروری طور پر یہ کام کرنے کا) وقت مقرر کر دیا۔
(سنن ابی داود ج: ۲، کتاب الترجل، باب فی اخذ الشارب، ص: ۲۲۵)

سر کے بالوں کے بارے میں حکم دیا کہ یا سارے بال رکھے اور یا سارے منڈا دے کچھ بال رکھنا اور کچھ منڈا دینا درست نہیں جیسے کہ آج کل انگریزی بال رکھے جاتے ہیں۔ اور اگر کسی نے پیر کے نام پر لیٹ رکھی اور یہ عقیدہ رکھا کہ اس سے بچہ مرے گا نہیں۔ اور پیر اس بچے کو ہر آفت سے بچائے گا۔ تو یہ کام کرنے والا قطعی طور پر بے ایمان ہے اسلام سے اس کا تعلق نہیں۔ اس لیٹ کو کاٹ دینا چاہیئے۔

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قزع سے منع فرمایا: راوی کہتے ہیں کہ میں نے نافع رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ قزع کیا ہے؟ فرمایا: کہ بچے کا کچھ سر منڈا دیا جائے اور کچھ چھوڑ دیا جائے۔

(صحیح المسلم ج: ۲، کتاب اللباس والزینۃ، باب کراھیۃ القزع، ص: ۲۰۳)

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے جس کے سر کا کچھ حصہ مونڈا ہوا تھا اور کچھ حصہ چھوڑ دیا گیا تھا۔ آپ نے اس سے منع کیا اور فرمایا سارا مونڈ دو یا سارا چھوڑ دو۔

(سنن نسائی ج: ۲ کتاب الزینۃ باب الرخصۃ فی حلق الرأس، ص: ۲۷۰)

اگر بال رکھے۔ تو مردوں کو چاہیئے کہ وہ کان کے نصف تک بال رکھیں عورتوں کی طرح جوڑے کرنے والے یا لمبے بال رکھنے والے لوگ بدمعاش ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کانوں کے نصف تک تھے۔

(سنن ابی داود ج: ۲، کتاب الترجل، باب ماجاء فی الشَّعر، ص: ۵۷۷)

اسلام نے حکم دیا کہ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو کفار کی عادات سے بچائے اور ان سے مشابہت نہ کرے بعض کفار ڈاڑھی اور مونچھ دونوں ہی صاف کر دیتے ہیں جیسے یہودی عیسائی اور اشتراکی لوگ بعض کفار بڑی بڑی مونچھیں رکھتے ہیں مگر ڈاڑھی صاف کرتے ہیں جیسے کہ بت پرست مجوسی، بعض کفار ڈاڑھی اور مونچھیں دونوں رکھتے ہیں۔ جیسے کہ سکھ اور ان جیسی اقوام اسلام نے سب کفار سے علیحدہ انسانی تہذیب سکھائی اور حکم دیا کہ مونچھیں خوب صاف کرو اور ڈاڑھی بڑھاؤ البتہ اسے سڈول کرنے کے لیے دونوں طرف سے بال لے سکتے ہو۔

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مونچھیں خوب کترواؤ اور ڈاڑھی کو چھوڑو (یعنی ڈاڑھی رکھو)

(سنن نسائی ج: ۲ کتاب الزینۃ، باب احفاء الشارب، ص: ۲۷۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (فرمایا) کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مونچھیں خوب کتروادو اور داڑھی کو چھوڑ دو یا فرمایا لٹکاؤ (یعنی داڑھی رکھو)

(شرح معانی الآثار ج: ۲، کتاب الکراھۃ، باب حلق الشارب، ص: ۳۶۷)

حضرت زید بن ارقم (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: جو مونچھیں نہ کٹائے وہ ہم میں سے نہیں۔

(سنن نسائی، کتاب الزینۃ، باب احفاء الشارب، ص: ۲۷۰)

البتہ ایک مشت سے زائد داڑھی کو کاٹنے کی اجازت ہے اور اگر کوئی نہ کاٹے تو بھی درست ہے۔ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنھما) جب حج یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی پکڑتے اور (ایک مشت سے) زائد کو کٹا دیتے۔

(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب اللباس، باب تقلیم الاظفار، ص: ۸۷۵)

بعض کفار داڑھی کو گرہ لگا دیتے ہیں۔ جیسے کہ بلاد ہند میں سکھ قوم کرتی ہے۔ اس سے منع ہے۔ حضرت رُدیفع بن ثابت (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: اے رُدیفع میرے بعد شاید تیری زندگی ہو تو لوگوں کو بتا دینا کہ جس نے اپنی داڑھی کو گرہ لگائی یا تانت لگائی۔ یا جانور کے گوبر یا ہڈی کے ساتھ استنجا کیا۔ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سے بے زار ہے۔

(سنن نسائی ج: ۲، کتاب الزینۃ، باب عقد اللحیۃ، ص: ۲۷۱، ۲۷۲)

جاہلیت میں عرب لوگ کسی درخت کے ساتھ کچھ چیز لٹکا دیتے اور سمجھتے کہ یہ ہمیں آفات سے بچائے گی جیسے کہ مشرک دھجیاں لٹکاتے یا سر پر لٹ رکھتے ہیں۔ گوبر سے استنجا کرنے سے گناہ میں اضافہ ہوتا ہے اور ہڈی غذا سے بچی ہوئی چیز ہے اس کو گندا کرنا سخت برا کام ہے۔

عورتوں کو سر منڈانے سے منع کیا گیا۔ عورت کی زینت یہ ہے کہ بال رکھے۔ اور چٹیا بنائے۔ جو عورتیں بال کٹوا کر پتلون پہن کر بازاروں میں بے پردہ پھرتی ہیں۔

وہ مسلمان معاشرے کی عورتیں نہیں بلکہ اصطبل میں پلنے والے گدھوں اور گدھیوں سے بھی بدتر ہیں۔

حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو اپنا سر منڈانے سے منع کیا:

(سنن نسائی ج: ۲، کتاب الزینۃ، باب النھی عن حلق المرأۃ رأسھا، ص: ۲۷۰)

مردوں کو عورتوں کی شکل اختیار کرنے اور عورتوں کو مردوں کی شکل اختیار کرنے سے منع کیا گیا۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنھما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر جو عورتوں کی شکل اختیار کریں۔ اور ان عورتوں پر جو مردوں کی شکل اختیار کریں لعنت کی اور فرمایا: ان کو گھروں سے نکال دو۔

راوی بتاتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فلانی کو نکالا اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے فلاں کو نکالا۔

(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب اللباس، باب اخراجھم، ص ۸۷۴)

چنانچہ وہ عورتیں جو بال کٹا کر اور پتلون پہن کر مردوں جیسی بن کر بازاروں میں پھرتی ہیں وہ ملعون ہیں مسلمانوں کا فرض ہے کہ ایسی خبیث عورتوں کو گھریں داخل نہ ہونے دیں۔

اسی طرح جو مرد عورتوں کی شکل اختیار کرتے ہیں لمبے بال رکھ کر یا چٹیا بنا کر پھرتے ہیں جیسے کہ آج کل کے ہیجڑے یہ کام کرتے ہیں یہ بھی لعنتی ہیں۔ ان کو مار مار کر محلے سے بھگا دینا چاہیئے جو لوگ ان کو شادیوں میں بلاتے ہیں وہ بھی خبیث لوگ ہیں۔ ایسی شادی میں مسلمانوں کو شریک نہیں ہونا چاہیئے۔

حسن پیدا کرنے کے لیے بدن پر یا چہرے پر پھول بنوانے یا دوسری عورتوں کے بال لگوانے کی اجازت نہیں البتہ پراندہ لگانے کی اجازت ہے جس سے عورتیں بال باندھتی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ اللہ تعالےٰ اس عورت پر لعنت کرے جو (دوسری عورت کے بالوں میں بال) جوڑے اور جو دوسری کے بال اپنے بالوں میں ملائے اور جو گودے اور گودوائے۔

(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب اللباس، باب الوصل فی الشعر، ص: ۸۷۸)

انسان کے لیے مناسب ہے کہ اگر وقت ہو تو مہندی وغیرہ لگا کر ڈاڑھی کو رنگ کرے سب سے مناسب مہندی ہے۔

البتہ زرد رنگ بھی درست ہے۔ مہندی اور وسمہ ملا کر سرخی مائل بال کرنا بھی درست ہے۔ مگر بالکل سیاہ نہ کرے البتہ جہاد میں اس کی اجازت ہے۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہودی اور عیسائی (بال) نہیں رنگتے۔ تم ان کی مخالفت کرو۔

(صحیح البخاری، ج: ۲: کتاب اللباس، باب الخضاب، ص: ۸۷۰)

حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
سب سے بہترین جس سے بڑھاپا بدلا جائے وہ مہندی اور وسمہ ہے۔
(جامع ترمذی ج: ابواب اللباس، باب ماجاء فی الخضاب، ص: ۳۰۵)
حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک کے پاس سے گذرے جس نے مہندی کے ساتھ رنگ کیا ہوا تھا۔
آپ نے فرمایا: یہ کس قدر اچھا ہے۔
پھر ایک دوسرے کے پاس سے گذرے جس نے مہندی اور وسمہ کے ساتھ رنگ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا: یہ اُس سے بھی اچھا ہے۔ پھر ایک اور کے پاس سے گذرے جس نے زرد رنگ کیا ہوا تھا۔
آپ نے فرمایا: یہ ان سب سے بہتر ہے۔"
(حضرت ابوقحافہ (رضی اللہ عنہ) کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کی ڈاڑھی خوب تھی۔
اس کو کسی چیز سے بدل دو (رنگ کر دو) اور سیاہ کرنے سے بچو۔
(صحیح مسلم ج: ۲، کتاب اللباس والزینۃ، باب استحباب الخضاب بصفرۃ وحمرۃ وتحریم بالسواد، ص: ۱۹
۶ ڈاڑھی کے سفید بال اکھاڑنا درست نہیں۔
حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد محترم سے وہ ان کے دادا (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید بال اکھاڑنے سے منع کیا۔
(سنن نسائی ج: ۲، کتاب الزینۃ باب النہی عن نتف الشیب، ص: ۲۷۲)
۶ انسان کو چاہیے کہ بال ہوں تو صاف رکھے، کنگھا کرے اور بال پریشان کر کے خوفناک شکل نہ بنائے البتہ ہر روز بناؤ سنگھار میں نہ لگا رہے۔
حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ۔
حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ نے ایک آدمی کو بال پریشان دیکھا تو فرمایا:
کیا یہ کوئی چیز نہیں پاتا کہ جس سے بالوں کو درست کر دے۔
(سنن نسائی ج: ۲، کتاب الزینۃ باب تسکین الشَّعر، ص: ۲۸۲)
حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈالکر

روزانہ ہر وقت) کنگھی کرنے سے منع کیا مگر گاہے گاہے۔

(سنن نسائی ج : ۲، کتاب الزینۃ باب الترجل غباً، ص : ۲۷۱)

مسلمانوں کو خوشبو لگانے کی ترغیب دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو لگاتے تھے۔

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خوشبو تھی۔ جس سے آپ خوشبو لگاتے۔

(سنن ابی داود ج : ۲، کتاب الترجل، باب فی استحباب الطیب، ص : ۵۷۳)

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب خوشبو پیش کی جاتی تو آپ رد نہ فرماتے۔

(سنن نسائی ج : ۲، کتاب الزینۃ، باب الطیب، ص : ۲۸۸)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
جس پر خوشبو پیش کی جائے وہ اُسے رد نہ کرے کیونکہ یہ عمدہ خوشبو ہے بوجھ کم ہے۔

(سنن ابی داود ج : ۲، کتاب الترجل باب فی رد الطیب، ص : ۵۷۵)

البتہ یہ دھیان کرے کہ خوشبو یا ہدیہ پیش کرنے والا حرام مال نہ رکھتا ہو۔

آج کل خوشبو میں سپرٹ ملا کر فروخت کیا جاتا ہے۔ اگر سپرٹ آمیز خوشبو ہو تو اسے قبول نہ کرے اور نہ لباس پر لگائے ورنہ لباس ناپاک ہو جائے گا۔ خوشبو خریدتے وقت اس کی تحقیق کرے۔

حضرت ابوسعید (رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت کا ذکر ہوا جس نے اپنی انگوٹھی میں مشک (کستوری) بھر ڈالی۔ آپ نے فرمایا : یہ سب سے عمدہ خوشبو ہے۔

(سنن نسائی، ج : ۲، کتاب الزینۃ باب ذکر اطیب الطیب، ص : ۲۸۸)

۷ البتہ عورتوں کو خوشبو لگا کر باہر جانے حتیٰ کہ مسجد میں آنے کی اجازت نہیں تاکہ فتنہ نہ پھیلے۔

حضرت زینب ثقفیہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،
جب عورت عشاء کی نماز کے لیے باہر آئے تو وہ خوشبو نہ لگائے۔

(سنن نسائی ج : ۲، کتاب الزینۃ، باب النھی للمرأۃ ان تشھد الصلوۃ اذا اصابت من البخور، ص : ۲۷۷)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا :
جو عورت خوشبو لگائے وہ ہمارے ساتھ عشاء کی نماز میں حاضر نہ ہو۔

(سنن نسائی ج : ۲، کتاب الزینۃ، باب النھی للمرأۃ ان تشھد الصلوۃ اذا اصابت من البخور، ص : ۲۷۶

حضرت اشعری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت عطر لگائے پھر وہ کسی قوم کے پاس سے گذرے تاکہ انہیں اس کی خوشبو آئے تو وہ عورت ...

(سنن نسائی ج: ۲، کتاب الزینۃ باب مایکرہ للنساء من الطیب، ص: ۲۷۶)

۶۔ عورتوں کو چاہیے کہ ہاتھوں اور ناخنوں کو مہندی لگا کر رنگ کریں۔

آج کل جو ناخن رنگنے کا پالش بازاروں میں ملتا ہے اس میں سپرٹ ہو تو اس کا لگانا حرام ہے دوسری بات یہ ہے کہ ایسا رنگ ہو جس کی ناخن پر تہہ نہ چڑھ سکے۔ اگر تہہ جم گئی کہ جس کی وجہ سے ناخن وضو کرتے وقت تر نہ ہوئے، تو وضو نہیں ہوگا۔

حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ ایک عورت نے حضور (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک خط (دینے کے لیے) ہاتھ بڑھایا۔ آپ نے ہاتھ کھینچ لیا۔ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول میں نے ایک خط (دینے کے لیے) آپ کی طرف ہاتھ بڑھایا آپ نے اسے نہیں (لیا) آپ نے فرمایا: میں نہیں سمجھا کہ عورت کا ہاتھ ہے یا مرد کا ہے۔

اس نے عرض کیا: عورت کا ہاتھ ہے۔ آپ نے فرمایا: اگر تم عورت ہوتی تو اپنے ناخن (مہندی کر رنگ کر کے) بدلتی۔

(سنن نسائی ج: ۲، کتاب الزینۃ، باب الخضاب للنساء ص: ۲۷۳)

حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ ہندا بنت عتبہ نے عرض کیا: اے (اللہ) کے نبی مجھے بیعت کریں۔ آپ نے فرمایا: میں تب تک بیعت نہیں کروں گا۔ جب تک کہ تم اپنی ہتھیلیوں کا رنگ بدل نہ لو۔ (یعنی مہندی لگا کر رنگ کر لوگی تو بیعت کروں گا۔ اور موجودہ حالت میں) یہ دونوں ایسے ہے کہ جیسے کہ درندے کے ہاتھ ہوں۔

(سنن ابی داؤد ج: ۲، کتاب الترجل، باب فی الخضاب للنساء، ص: ۵۷۴)

۶۔ مردوں کو ایسا رنگ لگانے سے منع کیا گیا جیسے کہ عورتیں لگاتی ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ (رضی اللہ عنہ) بتاتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مرد اپنے بدن پر خلوق (زعفرانی رنگ) میں سے کچھ لگائے اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں کرے گا۔ (سنن ابی داؤد ج: ۲، کتاب الترجل، باب فی الخلوق للرجال، ص: ۵۷۵)

الغرض مرد ایسی خوشبو لگائیں جس میں رنگ نہ اور عورتوں کے لیے رنگ ہی خوشبو ہے۔

۶۔ انسان کو چاہیئے کہ رات کو سوتے وقت سرمہ لگائے۔ اس سے آنکھوں کی صحت قائم رہتی ہے ہر آنکھ میں تین تین سلائی لگا...

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اثمد کا سرمہ لگاؤ، یہ نظر کو تیز کرتا ہے اور بال اُگاتا ہے اور یہ گمان کیا (یعنی یہ بتایا) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس سے آپ ہر رات کو تین سلائی اس (آنکھ) میں اور تین اس میں لگاتے تھے۔ (جامع الترمذی ج: ۱، ابواب اللباس، باب ما جاء فی الاکتحال ص: ۳۰۵)

رہائش اور اس کے آداب —— گھر میں داخل ہونے کا طریقہ

۱ حضرت جابر بن عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو تو داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو شیطان (اپنے یار دوں کو) کہتا ہے (اس گھر میں) تمہارے لیے نہ رات گذارنے کی جگہ ہے اور نہ رات کا کھانا ہے۔ اور جب داخل ہو تو داخل ہوتے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے تو شیطان کہتا ہے: تم نے رات گذارنے کی جگہ پالی اور جب کھانے کے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے تو (شیطان) کہتا ہے: تم نے رات گزارنے کی جگہ اور رات کا کھانا پالیا۔ (صحیح المسلم ج: ۲ کتاب الاشربۃ، باب آداب الطعام والشراب و احکامھا، ص: ۱۷۲)

چنانچہ گھر میں داخل ہونے کے آداب بتلائے کہ جب گھر میں داخل ہو تو اللہ کا نام لو۔ حضرت ابو مالک اشعری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو تو یہ دُعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَيْرَ الْمَوْلِجِ وَخَيْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا وَعَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا۔

(اے اللہ میں تجھ سے بہتر داخل ہونے کی جگہ اور بہتر نکلنے کی جگہ مانگتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ ہم داخل ہوئے اور اللہ کے نام کے ساتھ نکلے اور ہم نے اپنے رب اللہ پر توکل کیا۔

پھر اپنے گھر والوں پر سلام کرے۔

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الادب، باب مایقول الرجل اذا دخل بیتہ، ص: ۶۹۵

۱ سلام کرنا ایک دُعا ہے جس کی خاص برکت ہے۔

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) بتاتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: اے بیٹا، جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو سلام کہو، تم پر اور تمہارے گھر والوں پر برکت ہوگی۔

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب الاستیذان والادب، باب ما جاء فی التسلیم اذا دخل بیتہ ص: ۹۹)

عام آدابِ خانہ انسان کو چاہیئے کہ سونے سے قبل چراغ یا آگ بجھا دے تاکہ سوتے وقت کہیں لباس یا مکان کو آگ نہ لگ جائے۔

حضرت سالم اپنے والد محترم (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم سونے لگو تو اپنے گھروں میں آگ (جلتی) نہ چھوڑو۔ صحیح المسلم ج: ۲ کتاب الاشربۃ، باب استحباب تخمیر الاناء، ص: ۱۷۱

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی وضاحت میں فرماتے ہیں یہ حکم عام ہے آگ میں چراغ وغیرہ بھی داخل ہیں اس طرح مساجد میں لٹکے ہوئے قندیل سے اگر آگ لگنے اور جلنے کا خطرہ ہو تو بجھا دو۔ اور اگر یہ خطرہ نہ ہو جیسے کہ عام طور پر (محفوظ قندیل لٹکائے جاتے ہیں) تو کوئی حرج نہیں۔

(حاشیہ از نووی صحیح مسلم ج: ۲، علی الحدیث المذکور)

۷ انسان کو چاہیئے کہ سونے سے پہلے دروازہ بند کرے۔ سب گھر والوں کے بارے میں معلومات حاصل کرے شام ہوتے ہی چھوٹے بچوں کو باہر جانے سے روک دے سونے سے پہلے برتن ڈھانک دے۔ گھڑے یا صراحی وغیرہ کے منہ کو بند کر دے۔

حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات آجائے۔ یا تم شام کرو۔ تو اپنے بچوں کو روکو (یعنی باہر جانے سے روک دو) کیونکہ اس وقت شیطان پھیل جاتے ہیں (یعنی بچوں کے گم ہونے یا نقصان کا خطرہ ہوتا ہے) جب رات کا کچھ حصہ گذر جائے تو انہیں چھوڑ دو۔ اور دروازے بند کر دو اور اللہ کا نام لو۔ کیونکہ شیطان بند دروازہ نہیں کھولتا۔ اور مشکیزے کو باندھ دو اور اللہ کا نام لو۔ اور اپنے برتنوں کو ڈھانپ دو اور اللہ کا نام لو چاہے ان پر کچھ چیز ہی رکھ دو اور چراغ بجھا دو۔ (صحیح المسلم ج: ۲ کتاب الاشربۃ، باب استحباب تخمیر الاناء وھو تغطیۃ و اغلاق الابواب)

حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا برتن ڈھانپ دو اور مشکیزوں کو باندھ دو، کیونکہ سال میں ایک رات کو وبا نازل ہوتی ہے جس برتن کے پاس گزرتی ہے اس پر ڈھکنا نہ ہو یا مشکیزے پر جس کا منہ باندھا نہ گیا ہو تو یہ وبا اس میں اترتی ہے۔

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب الاشربۃ، باب استحباب تخمیر الاناء وھو تغطیۃ و اغلاق الابواب، ص: ۱۷۱)

عام طور پر لوگ چاہتے ہیں کہ عالی شان کوٹھی ہو۔ کاریں ہو۔ مکان میں قالین بچھے ہوں۔ مسہریاں رکھی ہوں عیش وعشرت کا سامان ہو ایسے آدمی کو خوش نصیب سمجھتے ہیں۔ حالانکہ سچ یہ ہے کہ وہ مکان جس میں انسان آخرت اور اللہ تعالیٰ کو بھلا دے۔ اور دنیا کی محبت میں گم ہو جائے وہ مکان ایک بدبخت کا مکان ہے۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایماندار کے لیے دنیا قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت ہے۔

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب الزھد، باب ما جاء ان الدنیا سجن المومن وجنۃ الکافر، ص: ۵۸)

یہ اس لیے کہ مسلمان کا دل۔ آخرت اور رضا الٰہی کے لیے تڑپ رہا ہے اور کافر سمجھتا ہے کہ یہیں ملے اور
اس کی آخرت برباد ہے۔

دنیا کی پوجا کرنے والے کاش ان دو احادیث پر غور کریں۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا:
بے شک دنیا ملعون ہے جو اس میں ہے وہ ملعون ہے۔ سوائے اللہ کے ذکر کے اور جو اس کے متعلقات
میں سے ہو۔ (یا اللہ تعالیٰ اسے پسند کرے) اور عالم اور طالب علم کے"
(جامع ترمذی، ج ۲، ابواب الزھد، باب ما جاء فی ھوان الدنیا، ص: ۵۸)

دنیا تو فانی چیز ہے اس سے دل لگانا ہی حماقت ہے یہ محلات، جاگیریں، مال و دولت اور حکومتیں ایک دن ختم
ہو جائیں گی اور انسان کے اعمال اس کے ساتھ رہیں گے۔ اس لیے آخرت کے لیے نیکیاں جمع کرنے کی زیادہ فکر کرے
اور دنیا بقدرِ ضرورت ہی کافی ہے۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
بندہ کہتا ہے میرا مال میرا مال، حالانکہ اس کا مال تین مال ہیں۔
۱۔ جو اس نے کھایا اور ختم کر دیا۔
۲۔ یا جو اس نے پہنا پس اسے بوسیدہ کر دیا۔
۳۔ یا (اللہ کی راہ میں) دیا پس اس (کا ثواب) حاصل کیا۔
اس کے علاوہ کا حال یہ ہے کہ وہ (آدمی) دنیا سے) جانے والا ہے اور اس (مال کو) لوگوں کے
لیے چھوڑنے والا ہے۔ (صحیح المسلم ج ۲، کتاب الزھد، باب الزھد، ص: ۴۰۷)

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) بتاتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مُردے کے
پیچھے پیچھے تین جاتے ہیں، دو واپس آجاتے ہیں اور ایک باقی رہ جاتا ہے۔ اس کے گھر والے، اس کا مال اور اس کا عمل۔
پس اس کے گھر والے اور اس کا مال واپس آجاتے ہیں اور اس کا عمل باقی رہ جاتا ہے۔

(جامع الترمذی ج ۲، ابواب الزھد/ باب ما جاء فی اخذ المال، ص: ۶۳)

فقراء مسلمانوں کے لیے ایک خوشخبری ہے بشرطیکہ شرک بدعت نہ کریں اور اسلام کے پابند ہوں۔
حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
فقیر مسلمان، مالداروں سے آدھا دن پہلے جنت میں جائیں گے اور یہ پانچسو سال (کی مدت) ہے۔
(جامع الترمذی ج ۲، ابواب الزھد/ باب ما جاء ان فقراء المھاجرین یدخلون قبل اغنیاءھم، ص: ۶۱)

رہائش سادہ رکھو

اگر انسان کو سادہ مکان مل جائے، لباس مل جائے اور روٹی کھالی تو سب ضرورت پوری ہو گئی
حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
۱۔ ایک مکان ہو جس میں رہائش رکھو۔ ۲۔ کپڑے ہوں کہ ستر چھپا سکے۔ ۳۔ روٹی کا ٹکڑا
اور پانی ہو۔

(جامع الترمذی، ج ۲، ابواب الزھد، باب ماجاء فی الزھادۃ فی الدین، ص: ۵۹)

صحابہ کرام کے مکان بہت ہی سادہ تھے۔ اور ضرورت کے مطابق ہی تھے۔
حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
البتہ ہر عمارت، اس کے مالک پر وبال ہے سوائے اس کے جس کے بغیر (چارہ نہ ہو) سوائے اس
جس کے بغیر (چارہ نہ ہو) یعنی جو ضروری ہو (اس کے بغیر گذارا نہ ہو سکے)

(سنن ابی داود ج: ۲، کتاب الادب، باب فی البناء، ص: ۷۰۱)

حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جب بندے کے مال میں برکت نہیں ہوتی۔ تو وہ اس کو پانی اور مٹی میں ڈالتا ہے (یعنی مکانات ضرورت
سے زائد بناتا ہے)

(مشکوۃ المصابیح، کتاب الرقاق، الفصل الثالث عن البیھقی فی شعب الایمان، ص: ۴۴۴)

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنھما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
عمارت میں حرام سے بچو کیونکہ یہ بربادی کی جڑ ہے۔

(مشکوۃ المصابیح، کتاب الرقاق، الفصل الثالث عن البیھقی فی شعب الایمان، ص: ۴۴۴)

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنھما) کا فرمان ہے:
اللہ کی قسم، جب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔ تب سے میں نے نہ ہی اینٹ پر اینٹ
اور نہ ہی کوئی کھجور کا (درخت) لگایا۔

(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب الاستیذان باب ماجاء فی البناء، ص: ۹۳۲)

الغرض انسان کو چاہیے کہ مکانات اور سامانِ دنیا میں ضرورت سے زائد انہماک نہ رکھے۔ اور

سامان کی کثرت انسان کو غنی بھی نہیں بناتی۔ جب تک دل میں استغنار نہ ہو۔
حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سامان کی کثرت سے غنا نہیں ہوتا بلکہ دل کے غنا کے باعث ہی غنا حاصل ہوتا ہے۔
(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب الزھد، باب ماجاء ان الغنی غنی النفس، ص: ۶۲)
سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا مرد اور عورت دونوں کے لیے حرام ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے اور چاندی کے برتنوں میں پینے یا ان میں کھانے سے منع کیا اور ریشم و دیباج پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع کیا۔ (یعنی ریشم یا مدینہ کے چمڑے کے بستر نہ بنائے)
(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب اللباس، باب افتراش الحریر، ص: ۸۶۸)
والغرض، مردوں اور عورتوں (دونوں کے لیے سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا، تیل لگانا اور خوشبو لگانا جائز نہیں۔ اسی طرح سونے اور چاندی کے چمچہ کے ساتھ کھانا جائز نہیں۔ سونے اور چاندی کے سرمچو (سلائی) کے ساتھ سرمہ لگانا جائز نہیں۔ اسی طرح جو چیزیں اس کے مشابہ ہیں مثلاً سرمہ دانی اور آئینہ وغیرہ (سونے چاندی کا جائز نہیں)
البتہ سیسے، شیشہ، بلور اور عقیق کے برتن استعمال کرنے میں کوئی ہرج نہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ برتن بھی فخر جتانے میں سونے چاندی کے مفہوم میں داخل ہیں۔
(ھدایۃ ج: ۴، کتاب الکراھیۃ، فصل فی الاکل والشراب، ص: ۴۵۳، ۴۵۴)
مکانات میں کتے پالنا اور روح والی اشیاء مثلاً انسان جانور کی تصاویر یا مورتیاں رکھنا سخت گناہ ہے اور ایسا گھر شیطانوں کا اصطبل ہے انسانوں کا گھر نہیں۔ اس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ البتہ اگر شدید خطرہ ہو اور حفاظت کے لیے کتا رکھنے کے سوا کوئی متبادل ذریعہ حاصل نہ ہو سکے۔ تو مکان کے باہر کتا رکھے۔ اندر نہ آنے دے۔
حضرت ابوطلحہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو اور نہ (اس گھر میں) جس میں تصویر ہو۔
(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب اللباس، باب التصاویر، ص: ۸۸۰)
گھروں میں گانے سننے کے لیے ریڈیو یا ٹیلی ویژن رکھنا پھر ان پر گانے سننا یا فلمیں دیکھنا تو درحقیقت اہل خانہ کو بدمعاش اور غنڈے بنانا ہے۔ ایسا گھر غنڈہ خانہ ہے۔ شریف مسلمانوں

کا امکان نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ تمام بدمعاش مردوں اور بدمعاش عورتوں اور گانے بجانے والے اور ناچ کود کرنے والے اور مسلمانوں کو بدکار بنانے والے افراد اور حکمرانوں کو ہدایت دے اور اگر ہدایت ان کے مقدر میں نہیں تو ان کو چن چن کر ہلاک کرے اور زمین کو ان خبیث ڈنگروں سے پاک کرے۔ اور ہم سب کو ان کے شر سے بچائے۔

باب — ۸

اخلاق عامہ کے بارے اسلامی تعلیمات

حُسنِ اخلاق انسان کو چاہیئے کہ اس کا اخلاق سب سے بہتر ہو۔ اور اچھا اخلاق صرف اس کا ہے جو اسلام کے عقائد اپناتا ہے۔ اسلام کے احکام پر عمل کرتا ہے کافر ہونا سب سے بڑا بد اخلاق اور غنڈہ ہونا ہے۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسولؐ کا مقابلہ کرتا ہے اور اس کے بد اخلاق ہونے میں شبہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی سب سے زیادہ عزت والا ہے جو پرہیزگار ہے اور اسلام کا پابند ہے مگر اسلام کا دشمن سب سے زیادہ ذلیل اور کمینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ○ (الحجرات — ۱۳)	اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے خاندان اور قومیں جو بنائی ہیں تاکہ تمہیں آپس میں پہچان ہو بے شک زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے۔

اس آیت کی رُو سے شریف اور عزت والا وہی ہے جو نیک ہے۔ قومیت، وطنیت، رنگ اور صرف زبان کی مٹھاس، کچھ کام نہیں دیتی۔ ایک بدمعاش عورت جو ہر مرد کے ساتھ شیریں زبان ہوتی ہے کیا اسے شریف اور اچھے اخلاق و کردار کی عورت کہا جا سکتا ہے۔ ہاں اسلام کی پابندی کے ساتھ ساتھ شیریں زبانی اور اچھا اخلاق ایک قابلِ تعریف عمل ہے۔

۶ اچھی پاکیزہ اور پرسکون زندگی گزارنے کے لیے نیک عمل ضروری ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ایمان بھی ضروری ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ   جس نے نیک کام کیا، مرد ہو یا عورت

اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (النحل - ۹۷)	اور وہ ایمان بھی رکھتا ہے تو ہم اسے ضرور اچھی زندگی بسر کرائیں گے اور ان کا حق انہیں بدلے میں دیں گے ان کے اچھے کاموں کے عوض میں جو کرتے تھے۔

ایمان و اسلام کے ساتھ ساتھ حُسنِ اخلاق بھی قابلِ تعریف بن جائے گا۔ بعض جاہل لوگ کہتے ہیں کہ ان بدعمل مسلمانوں سے تو کافر اچھے ہیں۔ یہ کلام سراسر جہالت اور گدھاپن کی دلیل ہے۔ ایک گناہ گار مسلمان کی مثال ایسی ہے کہ ایک سوکھی لکڑی کے گرد پاخانہ لپا ہوا ہو۔ جب اس کو دھویا جائے گا تو آخر سوکھی لکڑی نکل آئے گی مگر ایک کافر چاہے وہ بڑا اخلاق والا اور شیریں کلام بنتا پھرے مگر وہ سراسر پاخانے کا ایک ڈھیر ہے کہ جب اس کو دھویا جائے تو سوکھی لکڑی بھی برآمد نہ ہو۔ گناہ گار مسلمان اگر دوزخ میں گیا تو آخر دھل کر باہر آئے گا مگر کافر جو سراسر ہی گندگی ہے وہ دائمی جہنمی اور ملعون ہے۔ اس تمہید کے بعد آپ حسن اخلاق کی احادیث کا مطالعہ فرمائیں۔

۶ حضرت امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ انہیں پہنچا دو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے اس لیے بھیجا گیا کہ حسنِ اخلاق کی تکمیل کروں"۔

(موطا امام مالک ج ۲ کتاب الجامع، باب ما جاء فی حسن اخلاق، ص: ۲۸۱)

۶ حضرت ابوالدرداء (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ترازو میں حسنِ اخلاق سے زیادہ کوئی چیز وزنی نہیں"۔

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الادب، باب فی حسن الخلق، ص: ۶۶۱)

۶ حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: بے شک ایماندار حسن اخلاق کے باعث روزہ دار اور قیام کرنے والے کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الادب، باب فی حسن الخلق، ص: ۶۶۱)

۶ الغرض حسنِ اخلاق بہت ضروری اور قابلِ اجر عمل ہے مگر ایمان و اسلام بھی شرط ہے غیر مسلم کا ہر عمل آخرت میں بے کار ہے۔ البتہ دنیا میں عزت، آرام اور دولت کی صورت میں اسے بدلہ مل جاتا ہے۔

پاکیزگی اور صفائی

اسلام ہی وہ واحد دین ہے جس نے انسانوں کو ہر گندگی سے مکمل پاکیزگی اور صفائی کا حکم دیا کفر کی دنیا کے اکثر لوگ گندی غذائیں کھاتے ہیں۔ پیشاب سے پرہیز نہیں کرتے بلکہ انہیں پاکیزگی اور گندگی کے درمیان تمیز حاصل نہیں گویا اصطبل کے ڈنگر بظاہر صاف مگر ناپاک لباس پہن کر گندی اشیاء کھا کر اکڑتے پھر رہے ہیں۔

اسلام نے مسلمانوں اور سب لوگوں کو حکم دیا کہ ہر آدمی کا فرض ہے کہ اپنے آپ کو شرک اور کفر کی گندگی سے پاک کرے۔ اللہ تعالیٰ نے مشرک کو گندا اور پلید قرار دیا اور حکم دیا کہ انہیں مکہ و مدینہ جیسے پاک شہروں میں داخل نہ ہونے دو۔ چنانچہ آج تک اس حکم پر عمل جاری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ	اے ایمان والو! مشرک تو پلید ہیں سو
نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ	اس برس کے بعد مسجد حرام کے نزدیک
بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا ج	نہ آنے پائیں۔

(التوبہ — ۲۸)

اس طرح بدعت ایک گندگی ہے جس کا انجام جہنم ہے۔ اس سے پاک رہے۔ ہر گناہ بھی گندگی ہے اس لیے ہر گناہ سے پاک رہے۔ یہ اصل پاکیزگی ہے اور کفار و مشرکین اور بدعتی لوگ تو سراسر گندگی ہیں۔ جب تک وہ کفر و شرک و بدعت سے توبہ نہیں کرتے وہ نجس اور پلید ہیں۔

نیز اسلام نے حکم دیا کہ حرام غذا سے بچے، حرام غذائیں بھی گندی ہیں۔

یہ بھی حکم دیا کہ بدن و لباس پر پیشاب، پاخانہ، شراب، خون ایسی کوئی گندگی نہ رہے۔

الغرض اسلام نے بدن اور لباس کی داخلی و خارجی پاکیزگی اور صفائی پر سب سے زیادہ زور دیا۔

باطنی پاکیزگی کا طریقہ یہ ہے کہ ہر کفر و شرک سے بچے، بدعت سے دور رہے، حرام خوری سے پرہیز کرے اور ہر قسم کے گناہ سے اپنا دامن بچائے رکھے۔ اور ظاہری پاکیزگی یہ ہے کہ پاک و صاف پانی کے ساتھ بدن اور لباس کو صاف و پاک کرے۔

اگر پیشاب پاخانہ کرے تو ایسی جگہ پر پیشاب کرے کہ چھینٹے اڑ کر اس کے بدن یا لباس پر نہ گریں اور بیٹھ کر پیشاب پاخانہ کرے۔ ڈنگروں کی طرح کھڑے کھڑے پیشاب پاخانہ کرنا

انتہا درجہ کی بدتمیزی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ — اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔

(المدثر — ۴)

٭ جو لوگ پیشاب کر کے پہلے مٹی سے صاف کرتے ہیں اور پھر پانی بھی استعمال کرتے ہیں ان کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ۝ — بے شک اللہ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور بہت پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

(البقرہ — ۲۲۲)

٭ احادیث میں بھی پاکیزگی کی تاکید کی گئی۔ یاد رہے کہ ایک آدمی خوب سفید پتلون پہنے کپڑوں پر پیشاب یا شراب کے چند قطرے لگے ہوں تو یہ بظاہری صفائی ضرور ہے مگر درحقیقت یہ آدمی پلید اور گندا ہے۔ پاکیزگی کا معنیٰ ہر ناپاکی سے پاک ہونا ہے۔

٭ اسلام نے پاک رہنے کا اس درجہ تک حکم دیا کہ ناپاکی کی کئی اقسام بتادیں:

۱۔ شرک و کفر و بدعت ناپاکی ہے اس سے پاکیزگی حاصل کرے اور اسلام پر قائم رہے۔ توحید کا اقرار کرے اور سُنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پابند ہو۔

۲۔ حرام غذار سے پرہیز کرے اور صرف حلال غذائیں استعمال کریں۔

۳۔ بدن، لباس، مکان سب کو ظاہری گندگیوں پیشاب پاخانہ وغیرہ سے پاک کرے۔

۴۔ اگر بیوی سے جماع کرے تو سارے بدن کا غسل کرے۔ ناک میں پانی ڈالے اور خوب کُلی کرے اور بدن پر بال کے برابر جگہ خشک نہ رہے۔

۵۔ اگر وضو نہیں تو یہ بھی چھوٹی ناپاکی ہے۔ اس کو بھی دور کرے اور وضو کرے۔ اگر وضو ممکن نہ ہو تو تیمم کرے۔

چنانچہ جب تک ایک آدمی ہر گندگی سے پاک اور باوضو نہ ہو۔ اس کو نماز پڑھنے اور قرآن مجید کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں۔

اسلام کے سوا دنیا کے تمام مذاہب چونکہ کفر اور گندگی ہیں اس لیے وہ کسی کو بھی پاکیزگی اور صفائی کا سبق نہیں دے سکتے۔

٭ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی اور خیانت (غنیمت یا دوسرے کے مال سے چوری کردہ) سے صدقہ قبول نہیں ہوتا۔"

(جامع ترمذی، ج: ۱، ابواب الطہارۃ، باب ما جاء لاتقبل صلوٰۃ بغیر طہور، ص: ۳)

حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (پیشاب کرنے کی) حاجت میں باہر تشریف لے گئے پس فرمایا: میرے لیے تین پتھر (یا ڈھیلے) تلاش کرو (راوی) فرماتے ہیں کہ میں آپ کے پاس دو پتھر اور ایک لید (کا ٹکڑا) لایا۔ آپ نے پتھر پکڑ لیے اور لید کو پھینک دیا اور فرمایا کہ یہ پلید ہے۔

(جامع الترمذی ج: ۱، ابواب الطہارۃ، باب فی الاستنجاء بالحجرین، ص: ۱۰)

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو حلال کھانے کا حکم دیا اور فرمایا:

يَاۤ اَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ز (البقرہ — ۱۶۸)

اے لوگو! ان چیزوں سے کھاؤ جو زمین میں حلال اور پاکیزہ ہیں۔

حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جنت میں وہ گوشت داخل نہیں ہوگا جو حرام سے پیدا ہوا۔"

(سنن دارمی، کتاب الرقاق، باب فی اکل السحت، ص: ۲۲۵، ۲۲۶)

پاکیزگی کا اس درجہ حکم دیا کہ جب نیند سے بیدار ہو تو ہاتھ دھوئے بغیر پانی میں ہاتھ نہ ڈالو۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی رات کو جاگے تو وہ (پانی کے) برتن میں ہاتھ نہ ڈالے حتیٰ کہ وہ ان پر دو یا تین بار (پانی) بہائے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے کہاں رات گذاری۔

(جامع الترمذی ج: ۱، ابواب الطہارۃ، باب ما جاء اذا استیقظ احدکم من منامہ فلا یغمس یدہ فی الماء حتی یغسلہا ص: ۱۳)

اسی طرح مسلمانوں کو جمعہ کے دن اور عیدین کے موقع پر غسل کرنے کا حکم دیا اور اگر کوئی روزانہ غسل کرے تو ہرج نہیں۔ مگر جمعہ کو غسل کرنے، صاف لباس پہننے، خوشبو لگانے اور حجامت کرانے الغرض خوب پاکیزگی اور صفائی کا حکم دیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی جمعہ کے لیے آئے تو غسل کرے۔"

(صحیح البخاری ج: ۱، کتاب الجمعہ، باب فضل الغسل یوم الجمعہ، ص: ۱۲۰)

عورتوں کو حکم دیا کہ جب وہ حیض یا نفاس کے خون سے فارغ ہوں تو غسل کریں۔
بلکہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ موت کے بعد دفن کرنے سے پہلے مردے کو غسل دے کر خوب پاک کر کے صاف کفن میں لپیٹ کر خوشبو لگا کر دفن کریں۔
اسی طرح پیشاب کرتے وقت پیشاب کے قطروں سے بچنے کا حکم دیا۔

۶ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے پس فرمایا:
ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑی بات پر عذاب نہیں ہو رہا۔ ان میں سے ایک تو پیشاب سے بچتا نہیں تھا اور دوسرا چغلی کرتا تھا۔ پھر آپؐ نے کھجور کی ایک تازہ شاخ لی، اس کو توڑ کر دو ٹکڑے کیے۔ پھر ہر قبر پر ایک ایک گاڑ دی (یعنی سرہانے پر) (صحابہ) نے پوچھا: اے اللہ کے رسول آپؐ نے یہ کیوں کیا؟
آپؐ نے فرمایا: امید ہے ان سے عذاب ہلکا ہو جائے گا جب تک کہ یہ خشک نہ ہو جائیں۔
(صحیح البخاری ج: ۱، کتاب الوضوء، باب ما جاء فی غسل البول، ص: ۳۵)

۶ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ
۱۔ عذاب قبر ایک حقیقت ہے۔
۲۔ پیشاب اور گندگی سے صاف نہ رہنے والوں کو سزا ملے گی۔
۳۔ اگر قبر پر سبزہ پیدا ہو تو قبر والے کو آرام ہوتا ہے کیونکہ ہر چیز اللہ کی تسبیح پڑھتی ہے قبر پر ہزار سبز تنکا پیدا ہوا تو وہ مسلسل تسبیح پڑھ رہا ہے اور قبر والے کی روزی کا سامان ہو رہا ہے اب اگر کوئی آدمی قبروں پر گنبد بنانے لگے۔ قبریں پختہ کرنے لگے تا کہ کبھی سبزہ نہ اُگے اس نے قبر والے پر ظلم کیا۔ اب مردہ اس ظالم کے خلاف بد دعا کرے گا۔ کاش قبروں کا کاروبار کرنے والے حرام خور اس حدیث سے نصیحت حاصل کریں۔ الغرض انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو کفر و شرک و بدعت کی گندگی سے پاک کرے۔

• حرام غذا کی گندگی سے پاک رکھے۔
بدن، لباس، مکان اور ہر چیز کو ہر ظاہری و باطنی گندگی مثلاً پیشاب، پاخانہ، شراب، بٹ جو کہ دراصل شراب ہی ہے۔ ان سب سے پاک رکھے۔ تب جا کر ہی اس پر عبادت، ذکر اللہ کا صحیح اثر مرتب ہو گا۔

اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین

آدابِ ملاقات

اسلام نے مسلمانوں کے میل ملاقات کے سب سے بہترین انداز مقرر کیے۔ ملاقات کے وقت ایک دوسرے کی عزت کرنے، خوش اخلاقی سے پیش آنے، دعا کرنے، مصافحہ کرنے اور معانقہ تک کرنے کے آداب بتائے۔ سلام کرنا ایک بہترین دعا ہے گویا دو مسلمانوں کی ملاقات بھی ذکر اللہ سے عبارت ہے۔

مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ ملاقات کے وقت خوش اخلاقی اور دوسرے کی عزت کرنے کا مظاہرہ کرو۔
حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: کہ کسی نیکی کو حقیر نہ جانو چاہے تم اپنے بھائی کو کشادہ رُخ (مسکراتے ہوئے) ملو۔

(صحیح مسلم ج ۲ کتاب البر والصلۃ والادب باب استحباب طلاقۃ الوجہ عند اللقاء، ص: ۳۲۹)

اگر کوئی عالم یا نیک آدمی آئے تو اس سے زیادہ احترام کے ساتھ ملاقات کرو بشرطیکہ احترام کی وہ صورت اسلام میں جائز ہو۔

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے پاس قوم کا ایک کریم (شریف اور صاحب عزت آدمی) آئے تو اس کی عزت کرو۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الادب، باب اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ، ص: ۲۷۱)

اسی طرح اسلام نے حکم دیا کہ دو بھائی ملاقات کریں تو ایک دوسرے کو سلام کریں۔ اور پہلے سلام کرنے والا بہترین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ۝ (النساء — ۸۶)	اور جب تمہیں دعا دے (یعنی سلام کرے) تو تم اُس سے بہتر دعا دو، یا الٹ کر ویسی ہی کہو۔ بے شک اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔

انسان کو چاہیئے کہ صرف واقف لوگوں کو سلام نہ کرے بلکہ واقف یا ناواقف ہر مسلمان کو سلام کرے اور سلام کرنے کی عادت بہتر مسلمان ہونے کی ایک علامت ہے۔
حضرت عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے پوچھا، کونسا اسلام بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: تم کھانا کھلاؤ اور (ہر مسلمان) پر سلام کہو خواہ کو تم جانتے ہو، اور نہیں جانتے۔

(صحیح البخاری ج: ۱، کتاب الایمان، باب ای الاسلام افضل، ص: ۶)

٭ سلام کرنے سے محبت بڑھتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم جنت میں نہیں جاؤ گے جب تک کہ ایمان نہ لاؤ اور تم ایمان دار نہ ہو گے جب تک کہ باہم محبت نہ کرو۔ کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتاؤں کہ جب تم کرو تو آپس میں محبت کرنے لگو؟ آپس میں سلام عام کرو۔

(جامع الترمذی ج: ۱، ابواب الاستیذان والادب، باب ما جاء فی افشاء السلام، ص: ۹۸)

٭ سلام باعث برکت عمل ہے۔ گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا چاہیئے۔

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بیٹا جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو سلام کرو۔ تجھ پر اور تیرے گھر والوں پر برکت ہو گی۔

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب الاستیذان والادب، باب ما جاء فی التسلیم اذا دخل بیتہ، ص: ۹۹)

٭ اسلام سے پہلے دورِ جاہلیت میں لوگ ایک دوسرے کو صبح بخیر اور شام بخیر کہتے تھے جیسے آج کل کفار گڈ مارننگ گڈ ایوننگ کرتے ہیں۔ اسلام نے کفار کے سلام سے منع کیا۔

حضرت عمران بن حصین (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: ہم دورِ جاہلیت میں (ایک دوسرے کو سلام کرنے کے لیے) کہتے تھے: اللہ تیری آنکھ ٹھنڈی کرے تیری صبح بہتر ہو (یعنی گڈ مارننگ) جب اسلام آیا تو ہمیں اس سے روک دیا گیا۔

(سنن ابی داود ج: ۲، کتاب الادب، باب فی الرجل یقول انعم اللہ بک عینا، ص: ۷۰۹)

٭ اسلام نے کفار کے سلام کی بجائے دعا سکھائی اور اس پر ثواب کا وعدہ بھی کیا۔

حضرت عمران بن حصین (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور کہا: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ (تم پر سلامتی ہو) آپ نے جواب دیا، وہ بیٹھ گیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دس (نیکیاں) پھر ایک اور آیا اس نے کہا: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ (تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت ہو) آپ نے

جواب دیا پس وہ بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا: بیس (نیکیاں) پھر ایک اور آیا۔ اس نے کہا:
اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ (تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں) آپ نے اس کا جواب دیا۔ پھر وہ بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا: تیس (نیکیاں)
(سنن ابی داود، ج: ۲، کتاب الادب، باب کیف السلام) ص: ۷۰۶)

سلام کے آداب یہ بتائے کہ سوار، پیدل کو سلام کرے، چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے، اور چھوٹا بڑی عمر والے کو سلام کرنے میں پہل کرے،

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوار پیدل کو، اور پیدل بیٹھے ہوئے کو، اور تھوڑے لوگ زیادہ کو سلام کریں۔
(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الاستیذان، باب تسلیم القلیل علی الکثیر، ص: ۹۲۱)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوٹا بڑے کو، اور گزرنے والا بیٹھے ہوئے کو، اور تھوڑی (تعداد) زیادہ (تعداد) کو سلام کرے۔
(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب الاستیذان، باب تسلیم القلیل علی الکثیر، ص: ۹۲۱)

اگر بڑا آدمی بچے کو پہلے سلام کرے تو جائز ہے بلکہ گاہے زیادہ مناسب ہے۔

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ بچوں کے پاس سے گزرے۔ آپ نے ان کو سلام کیا۔
(صحیح المسلم ج: ۲، کتاب السلام، باب استحباب السلام علی الصبیان، ص: ۲۱۴)

سلام میں پہل کرنا زیادہ مناسب ہے۔

حضرت ابوامامہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب لوگوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے قریب وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔
(سنن ابی داود ج: ۲، کتاب الادب، باب فی فضل من بدأ بالسلام) ص: ۷۰۶)

حضرت عبداللہ (ابن مسعود رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلام کرنے میں پہل کرنے والا تکبر سے بری ہے۔
(مشکوٰۃ المصابیح باب السلام الفصل الثالث، ص: ۴۰۰ عن البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت ابوایوب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرے کہ وہ دونوں

ملیں تو یہ (ملاقات سے) رک جائے اور وہ بھی رک جائے اور ان دونوں میں سے بہتر وہ ہے جو
میں پہل کرے۔ (صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الاستیذان، باب السلام للمعرفۃ وغیر المعرفۃ،

مجلس میں آتے جاتے وقت سلام کرنا چاہیئے۔

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
تم میں سے جب کوئی کسی مجلس میں آئے تو سلام کرے اگر بیٹھنے کا ارادہ ہو تو بیٹھ جائے پھر جب
کھڑا ہو تو سلام کرے پس پہلا دوسرے سے زیادہ حقدار نہیں۔

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب الاستیذان والادب، باب التسلیم عند القیام والعقود، ص: ...

۶ اگر ایک آدمی جواب دے یا سلام کرے تو سب کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔

حضرت زید بن اسلم (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
سوار پیدل کو سلام کرے اور جب قوم میں سے ایک (آدمی) سلام کرے تو (باقی) سب کی طرف
سے ادا ہو گیا۔

(موطا امام مالک ج: ۲، کتاب الجامع، باب العمل فی السلام، ص: ۳۰۶)

۶ کسی کے گھر میں داخل ہوتے وقت اجازت لینا اور سلام کرنا ضروری ہے۔

(حدیث میں ہے کہ ایک آدمی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں اجازت لیے بغیر اور سلام کے بغیر
داخل ہوا... "حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واپس جاؤ اور کہو: السلام علیکم
کیا میں اندر آجاؤں"۔

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب الاستیذان والادب، باب التسلیم قبل الاستیذان، ص: ...)

۶ حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"جو سلام کے ساتھ ابتدا نہ کرے (یعنی آتے ہی سلام نہ کرے) اسے (اندر آنے کی) اجازت
نہ دو" (مشکوٰۃ المصابیح باب الاستیذان الفصل الثالث، ص: ۴۰۱، عن البیہقی فی شعب الایمان)

۶ جوان عورت پر سلام کرنے میں فتنہ کا خطرہ ہے اس لیے اس کو سلام کرنے میں پہل نہ کرے البتہ
وہ سلام کرے تو جواب دے۔

امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) سے پوچھا گیا: کیا عورت پر سلام کیا جائے؟ فرمایا:
رہی بڑھیا تو اس میں قباحت نہیں مگر جوان عورت پر (سلام) تو میں اس کو پسند نہیں کرتا
(موطا امام مالک ج: ۲ کتاب الجامع، باب العمل فی السلام، ص: ۳...)

٭ دوسرا آدمی سلام بھیجے تو اس کے جواب کا طریقہ بتایا۔
ایک آدمی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا، میرا والد آپ پر سلام کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا:
عَلَيْكَ وَعَلٰى اَبِيْكَ السَّلَامُ — تجھ پہ اور تیرے باپ پر سلام ہو۔
(سنن ابی داؤد ج: ۲، کتاب الادب، باب فی الرجل یقول فلاں یقرءک السلام، ص: ۷۰۱)

٭ اگر غیر آباد گھر میں داخل ہو تو سلام کرے۔
امام مالک (رحمۃ اللہ عنہ) سے روایت ہے انہیں یہ پہنچا کہ جب غیر آباد گھر میں داخل ہو تو یہ کہا جائے گا:
اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ — ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلامتی ہو۔
(موطا امام مالک ج: ۲ کتاب الجامع، باب جامع السلام، ص: ۳۰۸)

٭ عام ملاقات میں مصافحہ ملانا بہترین عادت ہے اور اگر کوئی آدمی دیر کے بعد ملے یا سفر سے واپس آئے تو گلے ملنا چاہیئے۔ اگر پیشانی پر بوسہ دے تو بھی درست ہے اور آنے والے کو مرحبًا (خوش آمدید) کہے۔ مختلف احادیث میں ان کی ترغیب آتی ہے۔

٭ حضرت براء بن عازب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بھی دو مسلمان آپس میں ملیں پھر وہ مصافحہ کریں تو جدا ہونے سے پہلے ان کے (گناہ) معاف کر دیئے جاتے ہیں۔
(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب الادب، باب ماجاء فی المصافحہ، ص: ۱۰۲)

٭ حضرت قتادہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا: کیا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) میں مصافحہ (کا رواج) تھا؟ فرمایا: ہاں۔
(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الاستیذان، باب المصافحہ، ص: ۹۲۶)

٭ حضرت شعبی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے فرمایا: کہ حضرت جعفر (رضی اللہ عنہ) کی آمد اور خیبر کی فتح ساتھ ساتھ ہوئیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ دو چیزوں میں سے کس کی وجہ سے میں زیادہ خوش ہوں۔ خیبر کی فتح پر یا جعفر کی آمد پر۔ پھر

آپؐ انہیں ملے اور معانقہ کیا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان (پیشانی پر) بوسہ دیا۔
(شرح معانی الآثار للطحاوی ج: ۲ کتاب الکراھیۃ باب المعانقہ، ص: ۳۹۹)

۶ حضرت شعبی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) جب ملاقات کرتے تو مصافحہ کرتے اور جب سفر سے آتے تو معانقہ کرتے۔
(شرح معانی الآثار للطحاوی ج: ۲ کتاب الکراھیۃ، باب المعانقۃ، ص: ۳۹۹)

۶ (ایک روایت میں ہے کہ حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں فرماتی ہیں۔ پس میں نے سلام کیا۔ آپؐ نے فرمایا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: میں ام ھانی ہوں آپؐ نے فرمایا: مَرحَبًا بِاُمِّ ھَانِیٍٔ (ام ھانی کو خوش آمدید)
(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب الادب، باب ما جاء فی مرحبا، ص: ۱۰۲)

۶ اگر کسی نیک آدمی کے ہاتھ کا بوسہ لے تو درست ہے۔
حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ہم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کا بوسہ لیا

(سنن ابن ماجہ ابواب الادب، باب الرجل یقبل ید الرجل، ص: ۲۷۱)

۶ سلام کرتے وقت کفار کے طریقوں سے دور رہنا چاہیئے۔
حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد محترم سے وہ ان کے دادا محترم (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے غیر (یعنی کفار) سے مشابہت کرے، یہودیوں سے مشابہت نہ کرو اور نہ عیسائیوں سے۔
یہودیوں کا سلام انگلیوں کے ساتھ اشارہ کرنا ہوتا ہے اور عیسائیوں کا سلام ہتھیلیوں کے ساتھ اشارہ ہوتا ہے (یعنی ہاتھ کی بجائے زبان کے ساتھ السلام علیکم کہو۔)
(جامع الترمذی ج: ۱، ابواب الاستیذان والادب، باب ما جاء فی کراھیۃ اشارۃ الید فی السلام ص: ۹۹)

۶ جو آدمی گناہ کے کام میں مبتلا ہو۔ مثلاً گانا سن رہا ہے۔ ڈاڑھی منڈا یا مونڈ رہا ہے۔ ناچ رہا ہے جوا کھیل رہا ہے، شراب نوشی کر رہا ہے۔ اس کو اس حالت میں سلام نہیں کرنا چاہیئے۔
حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) کا فرمان ہے: شراب نوشی (کرنے والوں) پر سلام نہ دو۔
(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الاستیذان، باب من لم یسلم من اقترف ذنبا ولم یرد سلامہ حتی تتبین توبتہ، ص: ۹۲۴)

۶ کفار کو پہلے سلام نہیں کرنا چاہیئے اس لیے کہ کافر جب تک کافر ہے اس کے ساتھ وعدہ سلام نہیں۔ البتہ اگر کافر سلام کرے تو جواب میں صرف یہ کہہ دے وَعَلَیکُم۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
یہودیوں اور عیسائیوں کو سلام میں پہل نہ کرو۔ جب ان کو راہ میں پاؤ تو انہیں تنگ (راہ) کی طرف مجبور کرو۔
(جامع الترمذی ج : ۲، ابواب الاستیذان والادب ، باب ماجاء فی کراھیۃ التسلیم علی الذمی ص: ۹۹)

۶ حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اہل کتاب (غیر مسلموں) میں سے کوئی تم پر سلام کہے تو تم کہو: وَعَلَیْکُمْ (اور تم پر بھی)
(صحیح المسلم ج : ۲ کتاب الادب ، باب النھی عن ابتداء اھل الکتاب بالسلام ، ص : ۲۱۳)

۶ اگر کسی کافر کو خط لکھے تو اس پر سلام کے مخصوص الفاظ ہیں۔ وہی لکھے وہ یہ ہیں : اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی (جو ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلامتی ہو۔
ایک روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کو خط لکھا جو کہ غیر مسلم تھا تو اس خط میں سلام کے الفاظ میں یہ تحریر کئے) اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی ۔
(صحیح البخاری ج : ۲ کتاب الاستیذان ، باب کیف یکتب الی اھل الکتاب ، ص : ۹۲۶)

۶ کسی منافق جس کا نفاق معلوم ہو جائے اس کو محترم جناب آقا سردار وغیرہ نہ کہے :
حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد محترم (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : منافق کو سید (سردار محترم) نہ کہو۔ پس اگر وہ سردار ہے (یعنی تم نے اسے سردار کہا) ، تو تم نے اپنے رب عزوجل کو ناراض کیا۔
(سنن ابی داود ج : ۲ کتاب الادب ، باب لا یقول للملوک ربی و ربتی ، ص : ۶۸۰)

حسنِ کلام

۶ انسان کو چاہیئے کہ جو کلام کرے یا کام کرے وہ اسلام کے مطابق ہو۔ گناہ یا ظلم کا کلام یا نہ کام نہ ہو۔ اور انسان کو چاہیئے کہ اپنا وقت زیادہ تر تین کاموں میں تقسیم رکھے۔

۱۔ جس قدر ہو سکے ذکر اللہ کرتا رہے۔

۲۔ دنیاوی ضروریات کے لیے ضرورت کے مطابق دنیا حاصل کرنے کا اہتمام کرے تاکہ اپنی ضروریات خود پوری کر سکے اور دوسروں کے سامنے دست سوال نہ کرے۔

۳۔ اس نیت سے آرام یا تفریح کرے کہ راحت حاصل کر کے دوبارہ ذکر اللہ کروں گا۔ البتہ آرام یا تفریح کی صورت جائز ہو۔ اسی طرح بات کرے تو جائز بات کرے۔ ورنہ خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔

۶ ایک روایت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
... اور جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے۔

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الادب، باب من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یؤذ جارہ، ص: ۹۰۰)

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے کہا: اچھی بات صدقہ ہے۔

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الادب، باب طیب الکلام، ص: ۸۹۰)

۶ انسان کو چاہیئے کہ اطمینان کے ساتھ صاف الفاظ میں بات کرے اور متکبرین کی طرح کلے پھلا کر یا باچھیں چلا کر مبالغہ آرائی کے ساتھ باتیں نہ کرے۔
حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام واضح ہوتا تھا جو بھی سنتا اسے سمجھ لیتا۔

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الادب، باب الھدی فی الکلام، ص: ۶۶۵)

۶ حضرت عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ بلیغ ہونے کا تکلف کرنے والے آدمیوں سے نفرت کرتے ہیں جو زبان کو (سخن سازی کے لیے) اس طرح پھرائے جیسے کہ گائے (زبان) پھیرتی ہے۔

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب الادب، باب ماجاء فی الفصاحۃ والبیان، ص: ۱۱۲)

۶ اسی طرح گانے گانا، اشعار بازی میں مصروف رہنا بھی بے ہودہ کام ہے۔ سب سے زیادہ بہتر کام قرآن مجید کی تلاوت حدیث مبارک کا مطالعہ اور ذکر اللہ ہے۔
حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھرا ہو۔ یہ اس بات سے بہتر ہے کہ شعر سے بھرا ہو۔
(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب الادب، باب مایکرہ ان یکون الغالب علی الانسان الشعر حتی یصدہ عن ذکر اللہ والعلم والقرآن، ص: [illegible])

۶ اور یہ حقیقت بھی ہے کہ جب کسی قوم میں افسانہ نگار شعراء زیادہ ہو جاتے ہیں تو قوم بزدل ہو کر تباہ ہو جاتی ہے اور شرافت کی بجائے بدکاریوں میں گر جاتی ہے۔
البتہ اگر جنگ کے وقت قوم کو گرمانے کے اشعار ہوں تو درست ہے مگر آلات موسیقی پر نہ ہوں

اور پڑھنے والے مرد ہوں عورتیں نہ ہوں۔ جو فوج بدکار عورتوں اور فلموں کی کنجریوں کے گانے پر جوش میں آئے گی وہ بدمعاش گدھوں پر مشتمل فوج ہے وہ مسلم فوج نہیں اور اس قسم کی آوارہ فوج کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد بھی نہیں ہوتی۔

اس طرح ایسے اشعار جن کو سن کر انسان پر آخرت کا فکر اور دنیا کی بے ثباتی کا حال طاری ہو وہ بھی درست ہیں۔

حضرت ابی کعب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک بعض شعر حکمت ہیں۔

(سنن ابن ماجہ ابواب الادب، باب الشعر، ص: ۲۷۴)

چنانچہ صحابہ کرام میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ معروف شاعر گزرے ہیں جو کہ کفار کی مذمت کرتے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرتے۔

ایک روایت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ حسان کی روح القدس کے ساتھ مدد کرتا ہے جب کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فخر یا فرمایا دفاع کرتا ہے۔

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب الادب، باب ماجاء فی انشاء الشعر، ص: ۱۱۱)

مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت طبلے سارنگی یعنی آلات موسیقی پر گانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے جیسے کہ بدمعاش میراثی قوالی گاتے ہیں۔ طبلہ سارنگی شیطانی آلات اور ناپاک ہیں۔ ان پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام گانے کے انداز پر لینا آپ کی توہین ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والا کافر ہے۔ اس لیے قوالی ایک شدید ترین جرم اور شیطانی کام ہے۔ مسلمانوں کو میراثیوں کے دین سے بچنا چاہئیں۔

بعض لوگوں کی عادت ہے کہ وہ لوگوں کو اچھی اچھی باتیں بتلاتے ہیں جس سے محسوس ہو کہ یہ لوگ بڑے بزرگ ہیں اور خود کسی شرعی عذر کے بغیر اس پر عمل نہیں کرتے۔ گویا دوہری زندگی گزارتے ہیں اندر سے کچھ ہیں اور باہر سے کچھ ہیں۔ اسلام اس طریقہ کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (الصف-۳،۲)	اے ایمان والو، کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں، اللہ کے نزدیک بڑی ناپسند بات ہے جو کہو اس کو کرو نہیں۔

ہم نشین

٭ مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ نیک آدمی کو ساتھی اور دوست بناؤ جو شخص کسی کافر یا بُرے آدمی کو دوست اور ساتھی بنائے گا خطرہ ہے کہ اس کی عزت یا مال یا دین کو نقصان پہنچے اور ویسے بھی بُرا آدمی بدمعاش کا ہی دوست ہوتا ہے اور نیک آدمی نیک کا ہی دوست اور ساتھی ہونا پسند کرتا ہے

حضرت ابوموسیٰ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
نیک آدمی کے ہم نشین اور بُرے آدمی کے ہم نشین کی مثال مشک والے اور دھونکنی دھونکنے والے کی ہے۔ پس مشک والا یا تو تجھے (خوشبو) عطا کرے گا اور یا تم اس سے (خوشبو) خریدو گے اور یا تم اس سے عمدہ خوشبو ہی پاؤ گے اور دھونکنی دھونکنے والا (ایسا ہے) کہ یا تمہارے کپڑے جلا دے گا اور یا بدبو پاؤ گے۔

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب البر والصلۃ والادب، باب استحباب مجالسۃ الصالحین ومجانبۃ قرناء السوء، ص: ۳۳۰)

٭ بعض اوقات بُرا آدمی نیک کا دوست بن کر نیک ہو جاتا ہے اور بعض اوقات نیک آدمی بری صحبت میں جانے کے بعد دین و اخلاق ہی برباد کر بیٹھتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ پس تم میں سے (ہر) ایک دیکھے کہ وہ کس کو دوست بنا رہا ہے۔

(سنن ابی داؤد ج: ۲ کتاب الادب، باب من یؤمران یجالس، ص: ۶۶۴)

٭ الغرض انسان پر لازم ہے کہ قرآن و حدیث کے پابند عالم کو دوست اور ہم نشین بنائے یا کسی عام نیک مسلمان کی مصاحبت اختیار کرے اور یا تنہا رہے۔ اگر ساتھی نہ ملے تو قرآن مجید کی تلاوت کرے۔ حدیث کا مطالعہ کرے۔ مسائل کی کتابیں دیکھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام و علماء کرام کی سیرت کی کتابیں پڑھے۔

بلکہ کسی برے آدمی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نہ کھائے اور نہ ہی اسے کھلائے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف ایماندار کی مصاحبت کرو اور تمہارا کھانا صرف پرہیزگار ہی کھائے۔

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الادب، باب من یؤمران یجالس، ص: ۶۶۴)

مجلس اور آداب مجلس

اسلام نے لوگوں کو حکم دیا کہ مجلس کے آداب کا خیال رکھو تاکہ کسی وجہ سے بھائیوں کے درمیان نفرت پیدا نہ ہو۔ مجلس میں ذرا کھل کر بیٹھیں، اگر صاحب خانہ جانے کا حکم دے تو فوراً چلے جائیں تاکہ صاحب خانہ کو پریشانی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ ۖ وَإِذَا قِيلَ انْشُزُوا فَانْشُزُوا يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۚ (المجادلة ـ ۱۱)	اے ایمان والو! جب تمہیں مجلسوں میں کھل کر بیٹھنے کو کہا جائے تو کھل کر بیٹھو۔ اللہ تمہیں فراخی دے گا اور جب کہا جائے کہ اٹھ جاؤ تو اٹھ جاؤ تم میں سے اللہ ایمانداروں کے اور ان کے اور ان کے جنہیں علم دیا گیا ہے درجے بلند کرے گا۔

مجلس میں آتے جاتے وقت سلام کرنا چاہیے۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مجلس میں آئے تو سلام کرے۔ پھر جب اٹھنے کا ارادہ کرے تو سلام کرے پہلا دوسرے سے زیادہ حقدار نہیں۔

(سنن ابی داود ج:۲ کتاب الادب، باب فی السلام اذا قام من المجلس، ص ۷۰۷)

مجلس میں بیٹھنے کے لیے دو آدمیوں کو ہٹا کر نہ بیٹھے، جہاں آسانی سے جگہ ملے بیٹھ جائے۔ ہٹا کر بیٹھنا متکبرین کا طریقہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نے فرمایا: کسی آدمی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ دو آدمیوں کے درمیان (اپنے بیٹھنے کے لیے) تفریق کرے مگر ان کی اجازت سے۔

(جامع الترمذی ج:۲، ابواب الادب، باب ماجاء فی کراھیۃ الجلوس بین الرجلین بغیر اذنھما، ص:۱۰۴)

دوسرے آدمی کو اٹھا کر خود بیٹھنا بھی سخت معیوب ہے بلکہ جو پہلے بیٹھا اب وہی حقدار ہے۔

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم میں سے کوئی بھی اپنے بھائی کو نہ اٹھائے کہ پھر اس کی جگہ خود بیٹھے۔
اور حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) کے لیے جو آدمی اپنی نشست سے اٹھتا تو وہ وہاں نہ بیٹھتے۔
(صحیح المسلم ج: کتاب السلام، باب تحریم اقامۃ الانسان من موضعہ المباح الذی سبق الیہ، ص: ۲۱۷)

۶ حضرت وھب بن حذیفہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی اپنی نشست کا زیادہ حقدار ہے اور اگر اپنی کسی ضرورت کے لیے نکلا پھر واپس آیا تو وہی اپنی نشست کا زیادہ حقدار ہے۔
(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب الادب، باب ما جاء اذا قام الرجل من مجلسہ ثم رجع فھو احق بہ، ص: ۱۰۴)

۶ اگر سڑک یا راستہ کے کنارے یا مکان کے باہر گلی میں کسی وجہ سے بیٹھنا پڑے تو آنے جانے والوں کا مذاق نہ اڑائے۔ سلام کا جواب دے اور ایک شریف آدمی کا کردار پیش کرے جو لوگ گلیوں یا راہوں کے کناروں پر بیٹھ کر آنے جانے والوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ عورتوں پر نظر بازی کرتے ہیں یہ بہت بڑے غنڈے اور بدمعاش ہیں۔ ان کی کھوپڑیاں توڑنا ضروری ہے تاکہ دماغ سے غنڈہ گردی کی گیس نکل جائے۔ اس طرح اگر راہ پر برائی یا ظلم ہوتا دیکھیں تو اسے روکیں۔
حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: راستوں پر بیٹھنے سے بچو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے لیے مجالس کے بغیر چارہ کار نہیں ہم اس میں باتیں کرتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر بیٹھنے کے بغیر چارہ کار نہ ہو تو راستہ کو اس کا حق دو۔
صحابہ کرامؓ نے پوچھا: اس کا حق کیا ہے!
آپؐ نے فرمایا: نگاہ نیچی رکھنا، ایذا دہی سے رکنا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا،
(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب السلام، باب من حق الجلوس علی الطریق رد السلام، ص: ۲۱۳)

۶ جب کسی کے پاس جائے تو اس کی اجازت کے بغیر نہ اس کی جگہ پر بیٹھے نہ اس کی اشیاء الٹ پلٹ کرے۔
حضرت ابومسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی (دوسرے) کے زیر تسلط میں بغیر اجازت کے امامت نہ کرے اور نہ ہی اس کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر اس کے مقام عزت میں بیٹھے۔
(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب الادب، باب ما جاء فی الاتکاء، ص: ۱۰۴)

آدابِ مجلس میں یہ بات بھی ضروری ہے کہ دو آدمی تیسرے بھائی سے الگ ہو کر سرگوشی نہ کریں۔ ہو سکتا ہے کہ تیسرا بھائی اسے اپنے خلاف ہونے کا شبہ کرے۔ اور خطرہ محسوس کرے۔

حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم تین ہو تو دو (آدمی) دوسرے (ساتھی) سے الگ ہو کر سرگوشی نہ کریں یہاں تک کہ تم لوگوں سے مل جاؤ اس لیے کہ یہ (تیسرے سے الگ ہو کر دو آدمیوں کی سرگوشی) اسے غمزدہ کرے گی۔

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب السلام باب تحریم مناجاۃ الاثنین دون الثالث بغیر رضاہ ص: ۲۱۹)

بعض متکبرین چاہتے ہیں کہ لوگ ان کی خدمت میں باادب کھڑے ہوں۔ یہ خواہش ایک متکبر اور کمینہ آدمی ہی کر سکتا ہے۔

حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) باہر تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن زبیر اور ابن صفوان (رضی اللہ عنہم) نے انہیں دیکھا تو کھڑے ہو گئے تو فرمایا: تم دونوں بیٹھ جاؤ۔ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جس کو یہ پسند ہو کہ لوگ اس کے لیے مورتی بن کر کھڑے ہوا کریں تو وہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنا لے۔

(جامع الترمذی ج ۲ ابواب الادب، باب ما جاء فی کراھیۃ قیام الرجل للرجل: ص ۱۰۲)

انسان کو چاہیئے کہ وہ یا سایہ میں یا صرف دھوپ میں بیٹھے مگر کچھ سایہ یا کچھ دھوپ میں بیٹھنے سے بیمار ہونے کا خطرہ ہے۔

حضرت ابن بریدہ اپنے والد محترم (حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ سایہ اور دھوپ میں بیٹھے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الادب، باب الجلوس بین الظل والشمس، ص: ۲۷۳)

مجلس کے درمیان بیٹھنا شدید بدتمیزی ہے۔

حضرت حذیفہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعنت کی جو مجلس کے درمیان بیٹھے۔

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الادب، باب الجلوس فی وسط الحلقہ، ص: ۶۶۴)

پیٹ کے بل لیٹنا بری عادت اور نقصان دہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو پیٹ کے بل لیٹے دیکھا تو فرمایا:

یہ وہ لیٹنا ہے جس کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب الادب ماجاء فی کراھیۃ الاضطجاع علی البطن، ص: ۱۰۵)

۶ مجلس میں صرف دنیا کی باتیں کرنا اور صرف دنیا کے کام کرنا اور ذکر اللہ سے محروم رہنا شدید محرومی ہے۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی جگہ بیٹھے اس میں اللہ کا ذکر نہ کرے اس پر اللہ کی طرف سے حسرت ہے (یعنی قیامت کو وہ افسوس کرے گا)۔

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الادب، باب کراھیۃ ان یقوم الرجل من مجلسہ ولا یذکر اللہ تعالیٰ ص: ۶۶)

۶ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو قوم بھی کسی مجلس سے اٹھے اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا ہو تو وہ ایک قسم کے گدھے کے مُردے سے اُٹھی اور (قیامت کو) ان پر حسرت ہو گی۔

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الادب، باب کراھیۃ ان یقوم الرجل من مجلسہ ولا یذکر اللہ تعالیٰ ص: ۶۶)

۶ مجلس کے کفارہ کی دعا، اٹھتے وقت پڑھنا، گناہ معاف ہونے کی ضمانت ہے۔

حضرت ابوبرزہ (اسلمی رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر میں جب مجلس سے اٹھنے کا ارادہ کرتے تو یہ دعا کرتے:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔

۶ ایک آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول آپؐ وہ کہتے ہیں جو ماضی میں نہیں کہتے تھے۔ آپ نے فرمایا: "مجلس میں جو ہوتا ہے اس کے کفارہ کے لیے"۔

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الادب، باب فی کفارۃ المجلس، ص: ۶۶۷)

کسی کے گھر میں جانے کے آداب

۶ دوسرے آدمی کے گھر میں جانے سے پہلے اجازت لینا ضروری ہے۔ مناسب یہ ہے کہ دروازے کے ایک طرف کھڑا ہو۔ سلام کرے اور اجازت چاہے اگر اجازت ملے تو داخل ہو ورنہ واپس چلا جائے اور اس بات پر بُرا نہ مانے کیونکہ انسان پر مختلف احوال آتے رہتے ہیں۔

وہ ملاقات پسند کرتا ہے اور گاہے ملاقات کرنے میں رکاوٹ ہوتی ہے اور یہ ضروری نہیں کہ ہر انسان کے سامنے اپنی مشکلات اور عذر بیان کیے جائیں۔

آرام کے وقت دوسروں کو ملاقات کے لیے مجبور کرنا بھی نامناسب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ۚ (النور — ۲۷)

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور کسی کے گھروں میں نہ جایا کرو جب تک اجازت نہ لے لو۔ اور گھر والوں پر سلام نہ کر لو۔

حضرت عبداللہ بن بسر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم کے دروازے پر تشریف لاتے تو آپ چہرے کے رُخ پر دروازے کے سامنے نہ آتے بلکہ دائیں یا بائیں کونے سے آتے اور فرماتے: السلام علیکم، السلام علیکم اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت مکانوں میں پردہ (آڑ) نہ تھی۔

(سنن ابی داؤد ج: ۲ کتاب الادب، باب کم مرة یسلم الرجل فی الاستیذان، ص: ۷۰۵)

اگر تین بار اجازت مانگنے کے بعد اجازت نہ ملے تو واپس چلا جائے اور بُرا نہ مانے (ایک روایت میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب تم میں سے کوئی تین بار اجازت مانگے پھر اسے اجازت نہ ملے تو واپس چلا جائے۔

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب الادب، باب الاستیذان، ص: ۲۱۰)

حضرت ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اجازت مانگنا تین بار ہے۔ اگر اجازت مل جائے تو داخل ہو جاؤ ورنہ واپس چلے جاؤ۔

(موطا امام ج: ۲ کتاب الجامع، باب الاستیذان، ص: ۳۰۹)

اگر کسی کی کسی کے گھر میں مقررہ وقت میں آمدورفت ہو، جس کی اجازت بھی ہو۔ یا اگر گھر والوں میں سے کوئی مکان میں آئے تو کھانس دے یا کھٹکا کر دے تاکہ گھر والوں کو اطلاع ہو جائے۔

حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے فرمایا: میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو بار حاضر ہوتا۔ ایک بار رات کو اور ایک بار دن کو، پس جب میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپؐ نماز پڑھ رہے ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری (اطلاع کے لیے)

کھانس دیتے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الادب، باب الاستیذان، ص: ۲۷۲)

٭ جب کسی سے ملنے جائے تو وہ نام پوچھے تو جواب میں نام بتائے اور میں میں نہ کرے۔

حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) کی روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ ایک قرض کے بارے میں جو میرے والد کے ذمہ تھا۔ میں نے دروازہ ہٹایا تو آپؐ نے فرمایا: یہ کون میں نے کہا: میں۔ آپؐ نے فرمایا: میں میں۔ گویا اس کو ناپسند کیا۔

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الاستیذان، باب اذا قال من ذا، فقال أنا، ص: ۹۲۳)

٭ رات کو اچانک گھر میں نہیں جانا چاہیئے بلکہ پہلے اطلاع کر دے۔

حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں (صحابہ) کو رات کے وقت عورتوں کا (دروازہ اچانک) کھٹکھٹانے سے منع کیا۔

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب الاستیذان والادب، باب ما جاء فی کراھیۃ طروق الرجل اھلہ لیلا، ص:

٭ جب کسی کے گھر میں جائے تو اندر جھانکنے کی کوشش نہ کرے اس سے بے پردگی ہوتی ہے اور اگر اچانک نظر جا پڑے تو نظر ہٹا لے۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فر: اگر ایک آدمی بغیر اجازت تجھ پر جھانکے۔ پھر ایک کنکر جا لگے جس سے اس کی آنکھ پھوٹ جا تو تجھ پر کچھ گناہ نہیں۔

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب الادب، باب تحریم النظر فی بیت غیرہ، ص: ۲۱۲)

٭ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما جس نے کسی قوم کے گھر میں ان کی اجازت کے بغیر جھانکا ان کے لیے جائز ہے کہ وہ اس آنکھ پھوڑ دیں۔

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب الادب، باب تحریم النظر فی بیت غیرہ، ص: ۲۱۲)

البتہ اگر دروازہ کھلا ہو اور پردہ بھی نہ ہو تو اچانک دیکھے تو ہرج نہیں۔ اس میں گھر و کا قصور ہے۔

٭ حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) کی ایک روایت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ یہ ہیں: ...... اور اگر ایک آدمی ایسے دروازے کے پاس سے گزرے

پر پردہ نہ ہو، اور وہ بند نہ ہو۔ پس وہ دیکھ لے تو اس پر گناہ نہیں، (اس میں) تو گھر والوں کی غلطی ہے"۔

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب الاستیذان والادب، باب استیذان قبالۃ البیت ص: ۱۰۰)

حضرت جریر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑنے کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنی نظر پھیر لوں۔ (صحیح المسلم ج: ۲ کتاب الاداب، باب نظر الفجاۃ، ص: ۲۱۲)

اسلامی اخوت

اسلام نے اعلان کیا کہ اسلام قبول کرنے والے تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور سب کے حقوق برابر ہیں، وطن، قوم، زبان اور رنگ کسی بھی وجہ سے کسی مسلمان کو کم درجہ کا قرار نہیں دیا جائے گا۔ سب کی جان، مال اور عزت محترم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ بے شک مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

(الحجرات — ۱۰)

حضرت سالم اپنے والد محترم (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مسلمان، دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔۔۔۔۔"

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب البر والصلہ والادب، باب تحریم الظلم، ص: ۳۲۰)

۶ اسلام کی محبت کا انجام قیامت کے دن ظاہر ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: کہاں ہیں میری خاطر باہم محبت کرنے والے! آج میں انہیں اپنے سایہ (عرش کے سایہ) میں جگہ دوں گا۔ جس دن میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب البر والصلہ والادب، باب فضل الحب فی اللہ، ص: ۳۱۷)

۶ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسلم کے علاوہ نے ظل عرشی بھی روایت کیا ہے

(یعنی میرے عرش کا سایہ ہوگا) یعنی گرمی، دھوپ اور قیامت کی تکلیف سے ان لوگوں کو
ملے گی جو مسلمانوں سے اللہ کی خاطر محبت کریں اور دنیا یا لالچ مقصود نہ ہو۔

۶ جب کسی کو بھائی بنائے تو اس کا نام ولدیت خاندان وغیرہ کی تفصیلات معلوم کرے اس
محبت بڑھتی ہے بلکہ اس کے عقائد معلوم کرے تاکہ اس کی دینی اصلاح کر سکے جو بھائی اپنے
کو جہنم میں جاتا دیکھے اور وہ اس کی اصلاح کی فکر نہ کرے وہ بھائی نہیں

۶ حضرت یزید بن نعامہ الضبیّ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
نے فرمایا:

جب کوئی آدمی دوسرے آدمی کو بھائی بنائے تو اس کا نام اور اس کے والد کا نام اور
(خاندان) سے ہے اس کا (نام) معلوم کرے۔ یہ بات محبت کو زیادہ پختہ کرتی ہے۔

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب الزھد، باب ما جاء فی اعلام الحب، ص: ۶۵)

۶ کسی بدعتی، مشرک حرام خور یا کافر یا بدمعاش کو دوست نہ بنائے ورنہ دین کی خرابی کا خطرہ
جو سب سے بڑا نقصان ہے۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فرمایا: آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے پس تم میں سے (ہر) ایک کو چاہیئے کہ دیکھے وہ کس
کو دوست بنا رہا ہے۔"

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب الزھد، باب ما جاء فی اخذ المال، ص: ۶۲)

۶ خلاصہ یہ ہے کہ صرف ایماندار کو دوست بنائے ایماندار سے کھائے اور ایماندار کو کھلائے بددین
یا کافر کو کھلا کر اس کے کفر و فسق میں حصہ دار نہ بنے۔ جب نیک آدمی کو کھلائے گا اور نیک آدمی
کھا کر نیکی کرے گا تو اس کو بھی حصہ ملے گا۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
صرف ایماندار کے ساتھی بنو اور تیرا کھانا صرف پرہیزگار ہی کھائے۔

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الادب، باب من یؤمران یجالس، ص: ۶۶۴)

۶ مسلمانوں کی باہمی محبت ایسی ہو کہ اگر کسی کو تکلیف پہنچے تو سب مسلمان اس کے دکھ میں بے قرار
اس کی مدد کریں

حضرت نعمان بن بشیر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایمان داروں کو تم ان کے ایک دوسرے پر رحم کرنے، باہم محبت کرنے اور مہربان ہونے میں دیکھوگے کہ جیسے ایک جسم ہو۔ جب ایک عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم بیداری اور بخار کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہو جائے۔

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبھائم، ص: ۸۸۹)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایماندار دوسرے ایماندار کا آئینہ ہے اور ایماندار دوسرے ایماندار کا بھائی ہے۔ اس کی زمین (جاگیر و مال) کا دفاع کرتا ہے اور اس کے پیچھے نگرانی کرتا ہے۔

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الادب، باب فی النصیحہ، ص: ۶۷۳)

ان دو احادیث کو بار بار پڑھیے۔ اگر ساری دنیا کے مسلمان ایک دوسرے کی تکلیف پر بے چین ہو کر ایک دوسرے کی مدد کریں۔ ایک دوسرے کا دفاع کریں تو آج ہی کفار کی غنڈہ گردی اور شان و شوکت کو تباہ کر کے رکھ دیں۔ نیز آئینہ تب ہی صحیح ہو گا کہ ایک مسلمان دوسرے کی غلطی دیکھ کر اسے آگاہ کرے اور اسے غلط راہ پر جانے سے روکے۔

مسلمانوں کو حکم دیا کہ آپس میں بھی مسکراتے ہوئے ملاقات کرو تاکہ محبت بڑھے۔

حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: کسی نیکی کو معمولی نہ سمجھو۔ چاہے اپنے بھائی کو خوش رُو ہو کر ملو۔

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب البر والصلۃ والادب، باب طلاقۃ الوجہ عند اللقاء ص: ۳۲۹)

بوڑھے مسلمان، قرآن مجید کے عالم اور اس پر عمل کرنے والے اور عادل حکمران کا زیادہ احترام کرنا ضروری ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا ادب (واطاعت) یہ ہے کہ سفید بال (بوڑھے) مسلمان کی عزت کرے حامل قرآن جو اس میں غلو نہ کرے اور نہ اس سے دور رہے (اس کی عزت کرے) اور عادل بادشاہ کی عزت کرے۔ (سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلھم، ص: ۶۶۵)

یعنی جو مسلمان بوڑھا ہو جو قرآن کا عالم ہو، اس میں الفاظ یا معانی میں کمی بیشی نہ کرے اور جو حکمران انصاف کرنے والا اور اسلام کے قوانین نافذ کرنے والا ہو اُن کی خصوصی عزت کرنا ضروری ہے۔ جو حکمران بدمعاش اور اسلام کا دشمن ہو۔ اس کی عزت کرنا اور اسے حاکم بنانا دونوں ہی جرم ہیں۔

- اگر کوئی نیک مسلمان ظاہری طور پر پریشان حال اور معمولی لباس والا ہو، اس کی بھی عزت کیا خبر اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کس قدر قرب کا تعلق ہے۔

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کئی پریشان بال جن کو دروازوں سے ہٹا دیا جاتا ہے (ان کا قرب الٰہی کا یہ مقام ہو) اگر وہ اللہ پر قسم کھالیں تو وہ ان کی قسم پوری کر دے۔

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب البر والصلۃ والادب، باب فضل ضعفاء الخاملین، ص: ۳۲۹)

یعنی ان کی دعا فوراً قبول ہوتی ہے اس لیے کسی کو غریب اور پریشان حال دیکھ کر نہ ان سے نفرت کرے نہ اس کی توہین کرے بلکہ مناسب یہ ہے کہ جب کوئی مالدار اور حکمران ملاقات کے لیے آئے تو یہ کہے:

- ذَنۡبٌ عُجِّلَتۡ عُقُوۡبَتُهٗ گناہ ہوا جس کی سزا اس کو ملنے کی صورت میں ملی

اور اگر کوئی معمولی لباس میں نیک آدمی ملاقات کرے تو یہ کہے:

مَرۡحَبًا بِشِعَارِ الصَّالِحِيۡنَ خوش آمدید نیک لوگوں کے لباس میں ہو۔

اس طرح ملازم کو بھی بھائی سمجھے اور انہیں ایسے انداز میں نہ رکھے کہ سب لوگ جان جائیں یہ نوکر ہے اور یہ صاحب شوکت آقا ہے۔ ایسا کرنا تکبر کا کام ہے۔

- حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (یہ غلام) تمہارے بھائی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ماتحت رکھا ہے ان کو وہ کھلاؤ جو تم کھاتے ہو ان کو پہناؤ جو تم پہنتے ہو۔ اور وہ ان کو وہ تکلیف نہ دو جو اُن پر غالب آ جائے (یعنی طاقت سے زیادہ کام نہ لو) اگر ان کو ایسی تکلیف دو تو (ان کے ساتھ مل کر کام کر کے) ان کی مدد

(سنن ابن ماجہ ابواب الادب، باب الاحسان الی اممالیک، ص: ۲۷۰، ۲)

- اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہونی چاہیئے۔

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی تب ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اُسے اس کے باپ، اس کے بیٹے اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(صحیح البخاری ج: ۱ کتاب الایمان، باب حب الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الایمان ص ۷)

- انبیاء علیہم السلام کے بعد صحابہ کرام سے محبت رکھے پھر تابعین کرام سے پھر تبع تابعین سے ت

رکھے جنھوں نے تابعین کی زیارت کی ۔

۵۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : میری بہترین امت میری صدی کی ہے (یعنی صحابہ کرام) پھر جو اُن کے بعد آنے والے ہیں (یعنی تابعین) پھر جو اُن کے بعد آنے والے ہیں (یعنی تبع تابعین) .... الحدیث

(صحیح البخاری ج : ا کتاب المناقب ، باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص : ۵۱۵)

اس طرح علمائے کرام کی عزت کرنا اور ان سے محبت رکھنا ضروری ہے ۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ... "بے شک علماء نبیوں کے وارث ہیں "۔

(سنن ابی داود ج : ۲ کتاب العلم ، باب فی فضل العلم ، ص : ۵۱۴)

۶۔ پھر درجہ بدرجہ والدین ، اساتذہ عام مسلمانوں سے محبت اور ان کی عزت کرنا ضروری ہے ۔ قیامت کے دن جو جس سے محبت رکھے گا وہ اس کے ساتھ ہوگا خوش نصیب ہیں وہ جو انبیاء علیہم السلام ، صحابہ کرام اور علماء و صالحین سے محبت رکھتے ہیں ۔

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک آدمی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا : اے اللہ کے رسول ، قیامت کب آئے گی ؟

آپؐ نے فرمایا : اور تم نے اس کے لیے کیا تیار کیا ہے ؟

اس نے عرض کیا : اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت ۔

آپ نے فرمایا : "پس تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے تم نے محبت کی "۔

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ اسلام لانے کے بعد ہم اس سے زیادہ کبھی خوش نہ ہوئے جس قدر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ کے اس فرمان پر خوش ہوئے :

" پس بے شک تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے تم نے محبت کی "۔

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں : پس میں اللہ اور اس کے رسولؐ اور ابوبکرؓ اور عمرؓ سے محبت کرتا ہوں ۔ اور امید رکھتا ہوں کہ میں ان کے ساتھ ہوں گا چاہے میں نے ان جیسے اعمال نہیں کئے ۔

(صحیح المسلم ج : ۲ کتاب البر والصلۃ والادب ، باب المرء مع من احب ، ص : ۳۳۲)

۶۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّكَ وَاُحِبُّ رَسُوْلَكَ الْكَرِیْمَ وَ اُحِبُّ جَمِیْعَ اَصْحَابِ رَسُوْلِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ اُحِبُّ الْعُلَمَاءَ الرَّبَّانِیِّیْنَ

وَ اُحِبُّ جَمِیْعَ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَ اُحِبُّ بَیْتَكَ زادہ اللہ شرفاء وکرامۃ واُحبّ حرمك وحرم نبیك صلی اللہ علیہ وسلم اللّٰھُمَّ اجعل اقامتی فی حرمك وحرم نبیك صلی اللہ علیہ وسلم حتّٰی توفانی واجعلنی اھلاً لھا واحبُّ رضاءك فی الدنیا والآخرہ واعذنی من عذابك یارب العٰلمین۔

اللّٰھُمَّ انی اسألك ایمانا دائما لایزول ونعیما لاینفد ومرافقۃ نبیك فی جنۃ الخلد صلی اللہ علیہ وسلم۔

اللّٰھُمَّ صلّ علیٰ سیدنا محمد النبی الامی وازواجہ امھات المومنین وذُرِّیَّتِہٖ واھل بیتہ کما صلیت علیٰ اٰل ابراھیم انك حمیدٌ مجیدٌ۔

اسلامی اتحاد

۶ مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ آپس میں اتحاد قائم رکھیں اور پھوٹ نہ ڈالیں۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ مسلمانوں کے اتحاد کی بنیاد قرآن مجید، احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور طریق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہو۔ اور جو وحدت و اتحاد صرف قوم یا زبان یا وطن یا کسی دوسری دنیاوی غرض کی وجہ سے ہو وہ چند جانوروں کا اتحاد ہے۔ اسلام ایسے اتحاد کو کچھ اہمیت نہیں دیتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا	اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑو
وَّلَا تَفَرَّقُوْا (اٰل عمران۔ ۱۰۳)	اور پھوٹ نہ ڈالو۔

۶ یعنی مسلمانوں کے اتحاد کی بنیاد اللہ کی رسی یعنی اسلام ہے۔ یہ بھی واضح کر دیا کہ اگر تم نے باہم اختلاف جاری رکھا تو تمہارا رعب ختم ہو جائے گا اور سیاسی شوکت بھی تباہ ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا	اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت
فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْحُكُمْ	کرو اور آپس میں نہ جھگڑو ورنہ بزدل

ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ (الانفال — ۴۶)

عام طور پر جاہل لوگ وطن یا زبان یا قبیلے کی بنیاد پر اتحاد کرتے ہیں۔ اسلام نے اس جاہلیت کی جڑ کاٹ دی اور یہ واضح کر دیا کہ کسی قبیلہ کو دوسرے قبیلہ پر محض قبیلے کی وجہ سے فوقیت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَآيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ط (الحجرات — ۱۳)

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے خاندان اور قومیں بنائی ہیں تاکہ تمہیں آپس میں پہچان ہو۔ بے شک زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

مسلمانوں کو باہم تین دن رات سے زیادہ قطع تعلق نہیں کرنا چاہیئے۔

حضرت ابو ایوب انصاری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کسی آدمی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین رات سے زیادہ (دیر تک) چھوڑ دے کہ وہ دونوں ملیں تو یہ ادھر رُخ کرے وہ اُدھر رُخ کرے اور ان دونوں میں سے بہتر وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الادب، باب الکبر، ص: ۸۹۷)

اگر دوسرا ناراض رہے تو دونوں میں سے ایک آدمی سلام کرے۔ اگر تین بار سلام کیا اور اس نے جواب نہ دیا تو جواب نہ دینے والا ہی گناہ گار ہوگا۔

حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان کو تین (دن) سے زیادہ چھوڑے رکھے پس جب وہ اسے ملے تو اسے سلام کرے تین بار اگر وہ ہر موقع پر جواب نہ دے تو وہ ہی گناہ کے ساتھ لوٹا۔

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الادب، باب فی ھجرۃ الرجل اخاہ، ص: ۶۷۳)

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا:

ہر جمعہ میں دو بار لوگوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں. سوموار کے دن اور جمعرات کے دن. پس ہر ایمان دار بندے کی بخشش کی جاتی ہے سوائے اس بندے کے کہ اس کے اور اس کے بھائی کے درمیان بغض ہو. پس کہا جاتا ہے ان دونوں کو چھوڑ دو یا تاخیر کر دو حتیٰ کہ (صلح کی طرف) لوٹ آئیں۔

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب البر والصلہ والادب، باب النھی عن الشحناء، ص: ۳۱۷)

۶ حضرت جودان (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اپنے بھائی کے سامنے معذرت پیش کرے وہ اسے قبول نہ کرے تو اس پر صاحب مکس کی طرح گناہ ہے۔

(سنن ابن ماجہ ابواب الادب، باب المعاذیر، ص: ۲۷۲)

۶ صاحب مکس سے مراد وہ آدمی ہے جو دھوکہ دے کہ زیادہ قیمت وصول کرے اور گاہک کو نقصان دے یا کم قیمت دے کر فروخت کرنے والے کو نقصان دے یا ظلم کر کے مقررہ مقدار سے زیادہ ٹیکس لے یا غیر اسلامی ٹیکس مثلاً محصول چنگی انکم ٹیکس وغیرہ لے جو سراسر حرام اور ظلم ہے۔

کفار سے دوستی نہ رکھو

۶ مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے اندر اسلامی غیرت پیدا کریں. کفار سے دوستی نہ رکھیں اور نہ ان کے ساتھ ایسا تعاون کریں جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کو نقصان ہو۔

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ محلہ مسلمانوں کا ہو. اور وہاں مسلمانوں کے دشمن کی دکان مسلمان ہونے کے دعویدار گاہکوں کی مدد سے چل رہی ہو. حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کسی دجال جیسے کہ قادیانی دجال کو نبی بنانے والے کفار مرتدین، صحابہ کرام کے خلاف بکواس کرنے والے جانوروں، حدیث کا انکار کرنے والے کفار اور حرام کاروبار کرنے والے بدمعاش افراد کے ساتھ ہر قسم کا لین دین بند کرنا چاہیئے. ان کو ملازم بھی نہ رکھے۔ ان سے کاروبار نہ کرے اور ان سے کاروباری تعاون کر کے مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچائے. جو شخص مسلمانوں کو چھوڑ کر کفار مرتدین، غنڈوں اور بے دین لوگوں سے کاروبار کرتا ہے. وہ مسلمان معاشرے

کاایک مسلمان فرد نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید نے کفار و فساق سے دوستی نہ رکھنے، اور ان سے دور رہنے کی سخت تاکید کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

٭ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِیَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○

(المائدہ — ۵۷)

اے ایمان والو! ان لوگوں کو اپنا دوست نہ بناؤ جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے ان لوگوں میں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور کافروں کو اور اللہ سے ڈرو اگر تم ایماندار ہو۔

مسلمانوں کی بجائے کفار سے دوستی رکھنا منافقین کا طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

٭ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ الَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ

(النساء — ۱۳۸، ۱۳۹)

منافقوں کو خوشخبری سنا دے کہ اُن کے واسطے دردناک عذاب ہے وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں۔

٭ یہودی اور عیسائی ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ ان سے بچ کر رہنے کا حکم دیا جیسے کہ آجکل عیسائی لوگ اسرائیل کی حرامی حکومت سے تعاون کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤی اَوْلِیَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ○

(المائدہ — ۵۱)

اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو کوئی تم میں سے ان کے ساتھ دوستی کرے تو وہ انہیں میں سے ہے اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔

ہر کافر سے قطعی طور پر دوستی رکھنے سے منع فرمایا البتہ کوئی مسلمان، کفار کے اندر گھرا ہوا ہو۔ اور اپنا بچاؤ کرنے کے لیے ظاہری طور پر دوستی دکھائے تو ہرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

٭ لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ

مسلمان، مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو کوئی یہ کام

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ (آل عمران — ۲۸)

کرے اسے اللہ سے کوئی تعلق نہیں مگر اس صورت میں کہ تم ان سے بچاؤ کرنا چاہو۔

۶ یہودی اور مشرکین مسلمانوں کے سب سے زیادہ دشمن ہیں۔ چنانچہ ہر زمانہ میں یہودی خبیث نے سب سے زیادہ اسلام کی مخالفت کی۔ انبیاء علیہم السلام کی قاتل یہ بدمعاش قوم ان کے لیے باعثِ ننگ قوم ہے اور اس طرح بت پرست، مظاہر پرست بھی سب سے زیا کے دشمن ہیں۔ اشتراکی کفار تو سب دشمنوں سے بڑے دشمن ہیں اور تاریخ کے مطالعہ ظاہر ہے کہ اشتراکیت پھیلانے والے سب کفار مثلاً لینن اور کارل مارکس سب یہودی اس لیے اشتراکیوں یہودیوں، بت پرستوں اور مشرکین کے ساتھ ہرگز دوستی نہ رکھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ (المائدہ — ۸۲)

تو سب لوگوں سے زیادہ مسلمانوں کا دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پائے گا۔

۶ کفار کی عادت ہے کہ جب مسلمانوں کو آرام ملا یا فتح حاصل ہوئی تو غصہ مناتے ہیں اور جب دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کو تکلیف پہنچی تو خوش ہو کر طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں۔

آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جب مسلمانوں کو فلسطین یا لبنان میں تکلیف پہنچی تو کفار خوش ہوئے حتیٰ کہ وہ فرقے جو مسلمان ہونے کے دعویدار ہیں مگر دل سے کفار کے یار ہیں کہ وہ بھی خوش ہوئے۔ اس لیے سب کفار اور ان کے قادیانی اور رافضی یاروں سے دور رہے۔ اللہ تعالیٰ نے چند آیات میں کفار کی حالت بیان کی جو ہر مسلمان کے لیے قابلِ غور ہے فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚۖ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ

اے ایمان والو! اپنوں کے سوا کسی کو بھیدی نہ بناؤ، وہ تمہاری خرابی میں قصور نہیں کرتے۔ جو چیز تمہیں تکلیف دے وہ انہیں پسند آتی ہے۔ ان کے مونہوں سے دشمنی نکل پڑتی ہے اور جو ان کے سینوں میں چھپی ہوئی ہے وہ بہت زیادہ ہے

تَعْقِلُوْنَ ۝ هٰۤاَنْتُمْ اُوْلَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۭ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْھُمْ ۡ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِھَا ۭ	ہم نے تمہارے لیے نشانیاں بیان کر دیں اگر تم عقل رکھتے ہو۔ سن لو! تم اُن کے دوست ہو اور وہ تمہارے دوست نہیں اور تم تو سب کتابوں کو مانتے ہو اور جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب الگ ہوتے ہیں تو تم پر غصہ سے انگلیاں کاٹ کاٹ کر کھاتے ہیں۔ کہہ دو! تم اپنے غصہ میں مر رہو۔ اللہ کو دلوں کی باتیں خوب معلوم ہیں اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں بری لگتی ہے اور اگر تمہیں تکلیف پہنچے تو اس سے خوش ہوتے ہیں۔
وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُھُمْ شَيْـــًٔـا ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝ ع	اور اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو تو اُن کے فریب سے تمہارا کچھ نہیں بگڑے گا۔ بے شک اللہ ان کے اعمال پر احاطہ کرنے والا ہے۔
(آل عمران — ۱۱۸–۱۲۰)	

باہمی تعاون

مسلمانوں کو ایک دوسرے کے کام آنے، ایک دوسرے سے تعاون کرنے کا حکم دیا گیا اور سچ بات یہ ہے کہ اگر بھائی بھائی آپس میں تعاون نہ کریں تو پھر یہ اخوت بے کار ہے۔

حضرت سالم اپنے والد محترم (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مسلمان، دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑ دیتا ہے جو اپنے بھائی کی حاجت میں ہو، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت میں ہوتا ہے اور جس نے ایک مسلمان سے ایک تکلیف ہٹا دی۔ اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کی تکالیف میں سے ایک تکلیف ہٹا دے گا اور جس نے ایک مسلمان کی پردہ پوشی کی۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی

پردہ پوشی کرے گا۔

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب والصلۃ والادب، باب تحریم الظلم، ص: ۳۲۰)

اس حدیث میں باہمی اخوت کے آداب بتائے گئے۔

۱۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کو اپنا بھائی سمجھے۔

۲۔ اس پر ظلم نہ کرے اور ہو سکے تو اس پر ظلم نہ ہونے دے۔

۳۔ بھائی کی ضرورت میں کام آئے۔

۴۔ اگر بھائی کسی پریشانی میں مبتلا ہو تو اس سلسلہ میں تعاون کرے۔

۵۔ کوئی غلطی ہو جائے تو اس کو شہرت دے کر ذلیل نہ کرے بلکہ پردہ پوشی کرے۔

٭ اگر ساری دنیا کے مسلمان اس حدیث پر عمل کرنے لگ جائیں تو ساری دنیا کے مسلمان ایک عظیم طاقت بن کر ظاہر ہوں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم دنیا بھر میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کے دینی، مالی، سیاسی اور اخلاقی حالات سے آگاہ ہوں۔ اور ہر معاملہ میں جس قدر تعاون کر سکیں ضرور تعاون کریں لیکن اگر ہم ذاتی عبادات میں مصروف ہو کر رہ جائیں اور دنیا کے مسلمانوں سے بے تعلق ہو جائیں۔ کفار ان کا قتل عام کریں۔ جبراً ان کے مذہب کو بدلنے کی کوشش کریں۔ ان کے جان مال پر لوٹ مچادیں اور ہم صرف اپنے ملک کے رہنے والوں اور اپنے ہی اہل زبان کو بھائی سمجھیں تو یاد رکھئے ہمارا اسلامی اخوت پر یقین کا دعویٰ سراسر فریب اور مکاری ہے۔

٭ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں باہر سے آنے والا آدمی سمجھتا تھا کہ اہل مدینہ سب بھائی بھائی ہیں۔

مسلمان کو چاہیئے کہ دوسرے مسلمان کے بارے میں وہی حالت پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

٭ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی تب تک ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

(صحیح البخاری ج: ا کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لاخیہ مایحب لنفسہ ص:

٭ ہم چاہتے ہیں کہ دنیا میں عزت کے ساتھ زندہ رہیں۔ ہم ذلیل نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم پر راضی ہوں۔ دنیاوی ضروریات ہمیں عزت کے ساتھ حاصل ہوں تو یہی بات ہم دوسرے مسلمانوں

کے بارے میں سوچنے کے پابند ہیں۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ ایک دوسرے کی ضروریات پوری کریں۔ اگر سفارش کی ضرورت ہو تو سفارش کرنے میں بخل سے کام نہ لیں۔
حضرت ابو موسیٰ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی سائل یا ضرورت مند آتا تو فرماتے: سفارش کرو پس تمہیں اجر ملے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان سے جو چاہے گا فیصلہ فرمائے گا۔
(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الادب، باب تعاون المومنین بعضھم بعضا، ص: ۸۹۱)
مسلمانوں کی باہمی محبت ایک دوسرے کی ملاقات نشست اور ایک دوسرے پر خرچ کرنا محض اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی خاطر ہو۔
حضرت معاذ بن جبل کی روایت میں یہ فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: میری محبت ان کے لیے لازم ہوئی جو میری (رضا کی) خاطر باہم محبت رکھتے ہیں اور میری خاطر مل بیٹھتے ہیں اور میری خاطر ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔
(موطا امام مالک ج: ۲ کتاب الجامع، باب ما جاء فی المتحابین فی اللہ، ص: ۳۰۴)
انسان کو چاہیئے کہ سب مسلمانوں کو بھائی سمجھے اور جب بھی دعا کرے تمام گزرے ہوئے موجود اور آئندہ آنے والے تمام مسلمانوں کے لیے دعا کرے جو اپنے لیے چاہتا ہے وہ سب کے لیے مانگے۔
حضرت عبد اللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے جلد وہ دعا قبول ہوتی ہے جو ایک غائب دوسرے غائب (بھائی) کے لیے دعا کرے۔
(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب البر والصلۃ، باب ما جاء فی دعوۃ الاخ لاخیہ بظھر الغائب، ص: ۱۹)
۶ حضرت ابو الدردا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان بندہ اپنے بھائی کے لیے اس کی غیر حاضری میں دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے: اور تجھے بھی ایسا ہی ملے۔
(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الدعاء للمسلمین بظھر الغائب، ص: ۳۵۱)
۶ اگر ساری دنیا کے کروڑوں مسلمان ہر نماز کے بعد ایک دوسرے کے لیے دعائیں کریں اور ہر نماز کے بعد کروڑوں اربوں دعائیں آسمان پر جائیں تو بھی انقلاب برپا ہو جائے۔
مگر افسوس تو یہ ہے کہ آج کے بہت سے مسلمان فقر و فاقہ میں مبتلا، کفار کے ظلم میں گھرے ہوئے

بیمار اور مصائب زدہ بھائیوں کے لیے دعا کرنے کے لیے بھی تیار نہیں تو اب اجتم
کس طرح حاصل ہو؟ اللہ تعالیٰ ہم پر فضل و رحم کرنے اور سب مسلمانوں کو اسلامی
عطا فرمائے۔

۶ اگر بھائی بیمار ہو تو اس کی تیمار داری کرے۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے کسی بیمار کی تیمار داری کی یا
کی خاطر کسی بھائی کی ملاقات کی تو ایک ندا دینے والا ندا دیتا ہے کہ تم خوش رہو
چلنا خوب رہا اور تو نے جنت میں گھر بنا لیا۔

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب البر والصلہ، باب ماجاء فی زیارۃ الاخوان، ص: ۲

۶ اگر کسی کو بھائی بنائے تو اسے بتادے کہ مجھے محض اللہ تعالیٰ کی خاطر آپ سے محبت ہے
میں خلوص کی محبت ہو۔
حضرت مقدام بن معدیکرب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
فرمایا: جب آدمی اپنے بھائی سے محبت رکھے تو اسے بتادے کہ وہ اس سے محبت رکھتا
(سنن ابی داؤد ج: ۲ کتاب الادب، باب اخبار الرجل الرجل بمحبتہ ایاہ ص: ۶۹۸

۶ حضرت یزید بن نعامۃ الضبی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
نے فرمایا: جب ایک آدمی دوسرے آدمی سے مواخات (بھائی چارہ قائم کرے تو وہ اس
اور اس کے باپ کا نام اور جس قبیلہ سے وہ ہے اس کا نام پوچھ لے یہ محبت بڑھاتی
(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الزھد، باب فی اعلام الحب، ص: ۶۵

نرم مزاجی

۶ انسان کو چاہیئے کہ وہ نرم مزاج ہو۔ بدخو اور درشت مزاج آدمی اللہ سے دور اور لوگوں
سے دور ہوتا ہے۔ نرم مزاج آدمی پر اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔ لوگ بھی اسے پسند کرتے ہیں
اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جس میں نرمی نہ ہو اس میں کچھ بھلائی نہیں۔
حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا: اللہ تعالیٰ مہربان ہے اور ہر معاملہ میں (مہربانی اور) نرمی کو پسند کرتا ہے۔
(سنن ابن ماجہ، ابواب الادب، باب الرفق، ص: ۲۷۰)

- حضرت جریر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جو نرمی سے محروم ہوا وہ ہر بھلائی سے محروم ہوگا۔
(سنن ابی داؤد ج: ۲ کتاب الادب، باب فی الرفق، ص: ۶۶۲)

- نرم مزاج اور درشت مزاج کا انجام جُدا جُدا ہے۔
حضرت حارثہ بن وھب الخزاعی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں اہلِ جنت نہ بتاؤں؟ ہر کمزور جس کو لوگ (انکساری یا افلاس وکمزوری کی وجہ سے) کمزور سمجھیں (مگر اس کا اس قدر درجہ ہے) کہ اگر اللہ پر قسم کھائے تو اس کی قسم پوری کر دے، کیا میں تمہیں دوزخی نہ بتاؤں، ہر سرکش، اجڈ اور اکڑنے والا (دوزخی ہے)
(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب الادب، باب الکبر، ص: ۸۹۷)

- حضرت حارثہ بن وھب) رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جنت میں نہیں جائے گا اُجڈ اور موٹا"
(سنن ابی داود ج: ۲، کتاب الادب، باب فی حسن الخلق، ص: ۶۶۱)
موٹا سے مراد وہ آدمی ہے جو نکمہ آخرت سے بے پرواہ اور صرف کھانے پینے اور ہگنے موتنے کی مشین ہے، نہ اسلام کی پابندی کرے اور نہ ہی اس میں عام انسانی اخلاق ہو، گویا پلا ہوا ایک وحشی جانور ہے۔ اور اجڈ اور بد اخلاق ڈنگر ہے۔

حیاء کی اہمیت

- یہ ضروری ہے کہ انسان میں شرم وحیاء ہو، اور باتوں یا اشاروں میں کسی قسم کی بے حیائی کا مظاہرہ نہ کرے۔
حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
ایمان کے ساٹھ اور چند حصے ہیں اور حیاء کرنا ایمان کا ایک حصہ ہے۔
(صحیح البخاری ج: ا کتاب الایمان، باب امور الایمان، ص: ۶)

- حیاء دار آدمی کے کلام میں جو خوبی پائی جاتی ہے وہ بے حیاء آدمی کے کلام میں نہیں پائی جاتی۔
حضرت عمران بن حصین (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
حیاء صرف بھلائی ہی لاتی ہے۔ (صحیح البخاری ج ۲ کتاب الادب، باب الحیاء ص: ۹۰۳)

۶ جب آدمی بے حیاء ہُوا تو لوگوں کے دلوں میں اس کی عزت جاتی رہی جیسے کہ غنڈوں کا معاملہ ہے کہ لوگ ان کی غنڈہ گردی سے بچنے کے لیے ان کی عزت کرتے ہیں ورنہ دل میں ان سے نفرت کرتے ہیں۔

۶ حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں نے پہلی نبوت کے کلام سے جو پایا وہ یہ ہے کہ جب تمہیں حیاء نہ ہو تو جو چاہو کرو۔

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الادب، باب اذا لم تستحی فاصنع ماشئت، ص: ۹۰۴)

۶ البتہ دین کے مسائل معلوم کرنے میں حیا کرنا جس کی وجہ سے اسلام کی تعلیم حاصل نہ کر سکے یہ حیا نہیں بلکہ حماقت ہے۔ اسلام کی ضروری تعلیم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد عورت پر لازم ہے چاہے بڑھاپا ہو یا جوانی یا بچپن۔ سب کو چاہیئے کہ زندگی کے ہر حصہ میں کم ازکم فرض یا واجب درجہ کی اسلامی تعلیم اور ضروری عقائد کا علم حاصل کرے۔ اگر بعض ضروری مسائل کا تعلق عورت کی پوشیدہ باتوں سے ہو تو کسی عالم عورت سے معلوم کریں یا خاوند کے ذریعہ کسی عالم دین سے معلوم کریں یا آسان انداز پر لکھی ہوئی کسی معتبر کتاب سے پڑھ کر معلوم کریں یا کسی عالم کی طرف رقعہ بھیج کر معلوم کریں لیکن ضروری درجہ کی تعلیم سے بھی ساری عمر جہالت میں گزارنا سخت جرم ہے نیز حیاء دار آدمی ہی بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر رحم کرے گا۔ مسلمانوں کے ساتھ بھلائی کرنا مگر بے حیاء آدمی سے کسی بھی بھلائی کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

نیک مشورہ

۶ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ جب اس سے کوئی مسلمان کسی معاملہ میں مشورہ چاہے تو اپنے علم کی حد تک بہتر اور درست مشورہ دے اور اسے گمراہ کرنے کی کوشش نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (البقرۃ ۔ ۸۳) اور لوگوں سے اچھی بات کہو۔

جس سے مشورہ لیا جائے اس کو چاہیئے کہ اسے امانت سمجھے اور جس طرح ایک امانت دار آدمی بات کرتا ہے اس کا کردار ادا کرے۔

۶ حضرت ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس سے مشورہ لیا گیا اسے امین بنایا گیا۔

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب الادب، باب ماجاء ان المستشار مؤتمن، ص: ۱۰۹)

حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جب تم میں سے کسی سے اس کا بھائی مشورہ لے تو اس کو (بھلائی کا) مشورہ دے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الادب، باب المستشار مؤتمن، ص: ۲۷۴)

اس طرح ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ دوسرے بھائی کو نصیحت کرے بلکہ دین تو نصیحت کرنے کا نام ہے کہ ہر آدمی اسلام کی دعوت دے لوگوں کو بھلائی بتلائے اور یہ کام تب ہی صحیح طریقہ پر ہوتا ہے کہ خود بھی اسلام کا علم حاصل کرے۔ قرآن مجید، حدیث مبارکہ اور آثارِ صحابہ کرام کی تعلیم حاصل کرے تاکہ صحیح نصیحت کر سکے اور یہ نہ ہو کہ من گھڑت خیالات کو دین قرار دے جیسے کہ بیشتر ممالک میں آج کل کفار کے نصاب تعلیم کو پڑھنے کے بعد عام لوگ مال حاصل کر لیتے ہیں اور پتلون پہن کر سمجھ بیٹھتے ہیں کہ ہم سب علم سیکھ چکے۔ حالانکہ کفار سے تعلیم پانے والے آدمی کے پاس جہالت، تکبر اور دنیا کمانے کے فن کے سوا کچھ بھی نہیں۔ بسا اوقات یہ جاہل لوگ اسلام سے ہی محروم ہو جاتے ہیں۔

حضرت تمیم داری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک دین نصیحت ہے، بے شک دین نصیحت ہے، بے شک دین نصیحت ہے۔
(صحابہ) نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کس کے لیے؟
فرمایا: اللہ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول اور اہلِ ایمان کے سرداروں اور ان کے عوام اور مسلمانوں کے سرداروں اور ان کے عوام کے لیے۔

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الادب، باب فی النصیحۃ، ص: ۶۷۶)

یعنی مسلمانوں پر لازم ہے کہ دوسروں کو یہ نصیحت کریں کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور شرک و کفر ترک کرو۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر ایمان لاؤ اور اس پر عمل کرو اور اللہ کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی تابعداری کرو اور تمام اہل ایمان اور مسلمان اپنے مسلمان سرداروں کی اطاعت کریں جبکہ سردار مسلمان ہوں اور اسلام کا قانون جاری کئے ہوئے ہوں البتہ غیر مسلم یا قادیانی مرتد یا صحابہ کرام کا دشمن یا حدیث کا منکر یا اسلام اور علمائے اسلام کا مذاق اڑانے والا نہ ہی مسلمان ہے اور مسلمانوں پر اس کی اطاعت کرنا حرام ہے اس طرح عوام اہل اسلام ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں اور اخوت و اتحاد کا مظاہرہ کریں۔ جس کو دوسرا بھائی اچھا مشورہ دے یا نیک بات بتائے یا اس کے ساتھ کسی معاملہ میں تعاون کرے تو وہ اس کا شکریہ ادا کرے اس کے لیے دعا کرے۔

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جو لوگوں کا شکر ادا نہ کرے وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا۔
(سنن ابی داود ج:۲، کتاب الادب، باب فی شکر المعروف، ص: ۶۶۲)

منہ پر تعریف کرنا

۶ مسلمانوں کو چاہیئے کہ جب وہ کسی بھائی کی تعریف کرنا چاہیں تو منہ پر تعریف نہ کریں۔ البتہ اس کے لیے دعا کریں۔ منہ پر تعریف کرنے سے بعض اوقات سننے والا تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔
حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: (منہ پر) ایک دوسرے کی تعریف کرنے سے بچو کیونکہ یہ تو ذبح کرنا ہے۔
(سنن ابن ماجہ، ابواب الادب، باب المدح، ص: ۲۷۴)

۶ حضرت ہمام (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت ہے کہ ایک آدمی آیا۔ اس نے حضرت عثمانؓ کی ان کے ان کے منہ پر تعریف کی۔
حضرت مقداد بن اسود (رضی اللہ عنہ) نے مٹی لی۔ پس اس (مدح کرنے والے کے) چہرے پر ڈال دی اور فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم (منہ پر) تعریف کرنے والوں کو ملو تو ان کے چہروں پر مٹی ڈال دو۔
(سنن ابی داود ج:۲، کتاب الادب، باب فی کراھیۃ التمادح، ۶۶۲)

چھینک اور جمائی کے آداب

۶ عام اخلاقی آداب سے یہ ہے کہ جب انسان کو جمائی یا چھینک آئے تو لوگوں کے سامنے منہ کھولے بلکہ منہ پر ہاتھ رکھے اور آواز پست رکھے۔
حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تو آپؐ اپنے ہاتھ یا کپڑے کے ساتھ چہرہ ڈھانپ لیتے اور آواز پست کرتے۔
(جامع الترمذی ج:۲، ابواب الادب، باب ماجاء فی خفض الصوت وتخمیر الوجہ عند العطاس، ص:)

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا ہے اور جمائی کو ناپسند کرتا ہے۔ پس تم میں سے کوئی جب چھینکے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ (اللہ کی حمد ہے) پس ہر سننے والے پر حق ہے کہ وہ یہ کہے: یَرْحَمُكَ اللّٰہُ (اللہ) تجھ پر رحم کرے) مگر جمائی، تو جب تم میں سے کوئی جمائی لے تو جس طرح ہو سکے اسے رد کرے اور ھاہ ھاہ نہ کہے کیونکہ شیطان اس سے ہے وہ اس سے ہنستا ہے۔

(جامع الترمذی ج:۲، ابواب الادب، باب ماجاء ان اللہ یحب العطس ویکرہ التثاؤب ص:۱۰۴)

ایک مسلمان ہر کام کے وقت اللہ تعالےٰ کو یاد کرتا ہے چنانچہ چھینک آتے وقت بھی مقررہ دُعا پڑھنی چاہیئے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو یہ کہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ (سب حمد، اللہ کے لیے ہے) اور اس کے ارد گرد والے (اس کے لیے) یہ دُعا کریں: یَرْحَمُكَ اللہ (تجھ پر اللہ رحم فرمائے) اور وہ چھینکنے والا ان سب کے لیے یہ دُعا کرے۔ یَهْدِیْكُمُ اللہ وَ یُصْلِحُ بَالَكُمْ (اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارا حال اچھا کردے۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب الادب، باب تشمیت العاطس، ص: ۲۷۲)

اگر کسی کو بار بار چھینک آئے تو تین بار تک چھینک کا جواب دے اور پھر جواب نہ دینے میں ہرج نہیں ممکن ہے اسے زکام ہو رہا ہو۔

حضرت ایاس بن سلمہ بن اکوع اپنے والد محترم (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

چھینکنے والے کو تین بار جواب دیا جائے۔ پس اگر زیادہ ہو تو وہ زکام میں مبتلا ہے۔

(سنن ابن ماجہ ابواب الادب، باب تشمیت العاطس، ص: ۲۷۲)

آسانی کرو اور مشقت میں نہ ڈالو

حُسن اخلاق میں یہ بات بہت ہی اہم ہے کہ عبادت ہو یا دنیا کا کوئی کام ہو انسان پُرسکون رہے آسانی کی راہ تلاش کرے اپنے آپ کو بلاوجہ مشقت میں نہ ڈالے سفر کرے تو آسان راہ پر چلے، عبادت کرے تو جس قدر آسانی سے نفلی عبادت کر سکے اور صحت خراب نہ ہو اس قدر کرے ایسا نہ کرے کہ چند روز خوب عبادت کرے پھر بیمار پڑ جائے اور فرض عبادت سے بھی محروم ہو جائے، اپنی صحت، بیوی بچوں اور احباب کے حقوق ادا کرتا رہے چنانچہ اسلام نے لوگوں کو پُرسکون اور معتدل زندگی گذارنے کا حکم دیا۔

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

آسانی کرو اور تنگی نہ کرو اور سکون دو اور نفرت نہ دلاؤ۔
(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الادب، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا، ص: ۹
حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
دین آسان ہے اور جس نے بھی دین میں سختی کی وہ اس پر غالب آئے گا۔ پس درست ر
میانہ روی اختیار کرو اور خوشخبری دو اور شروع دن اور دن کے آخری حصہ میں اور رات کے
حصہ میں (عبادت کرکے اللہ تعالٰی کی) مدد حاصل کرو۔
(صحیح البخاری ج: ۱، کتاب الایمان / باب الدین یسر، ص:
اگر تنگی اور آسانی میں سے ایک راہ اختیار کرنے کی اجازت ہو تو آسانی اختیار کرو اور
آپ کو خواہ مخواہ تنگی میں نہ ڈالو۔ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا: جناب رسول اللہ صلی
علیہ وسلم کو دو باتوں میں ایک کا جب بھی اختیار حاصل ہوا، تو آپ نے آسان تر کو اختیار کیا بشرطیکہ
گناہ نہ ہو پس اگر وہ گناہ ہوتا تو آپ سب لوگوں سے زیادہ اس سے دور رہتے اور جناب
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے کسی چیز میں کبھی انتقام نہیں لیا سوائے اس کے کہ
حرمت توڑی جائے پس آپ اللہ تعالٰی کی خاطر اس سے بدلہ لیتے۔"
(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الادب / باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا، ص: ۹)
(حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فرمایا کرتے تھے: اپنی جانوں پر سختی نہ کرو ورنہ تم پر سختی ہوگی کیونکہ ایک قوم نے اپنی جانوں پر
سختی کی تو اللہ تعالٰی نے ان پر سختی کی۔ یہ ان کے باقی (لوگ) ہیں (راہبوں کی) کی عبادت گاہوں میں
یہ رہبانیت جس کو انہوں نے ایجاد کیا ہم نے ان پر لازم نہیں کی۔"
(سنن ابی داود ج: ۲، کتاب الادب / باب فی الحسد، ص: ۲۷)
حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان
کے پاس تشریف لائے ان کے پاس ایک عورت تھی آپ نے فرمایا: یہ کون ہے؟
انہوں نے عرض کیا: فلانی ہے (اس کی خوب خوب عبادت اور) نماز کا ذکر کیا جاتا ہے۔
آپ نے فرمایا: ٹھہرو، تم پر وہی لازم ہے جو تمہاری طاقت ہے۔
اللہ کی قسم! اللہ تعالٰی تنگ دل نہیں ہوتا، تم تنگ دل ہو جاتے ہو۔ اور اس کو وہ دین زیادہ پسند
ہے جس پر (عمل) کرنے والا مداومت کرے۔
(صحیح البخاری ج: ۱۔ کتاب الایمان / باب حب الدین الی اللہ عزوجل ادومہ، ص: ۱۱)

یعنی اگر نفل عبادت کم کرے مگر اس پر دوام رکھے یہ اس سے بہتر ہے کہ ایک دن خوب نوافل پڑھے برسوں قریب نہ جائے۔

یہ یاد رکھے کہ نماز پڑھنا عبادت ہے اس طرح اللہ تعالےٰ کی رضا کی خاطر بیوی بچوں کا خیال رکھنا اپنی صحت قائم رکھنا مہمان کی خدمت کرنا بھی نیکی کے کام ہیں زندگی کے ہر حصہ میں اسلام کے مطابق حصہ لینا مسلمان کی خوبی ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان (فارسی) اور حضرت ابوالدرداء (رضی اللہ عنہما) کے درمیان اخوت قائم کی چنانچہ حضرت سلمان (فارسی رضی اللہ عنہ) حضرت ابوالدرداء کے پاس ملاقات کے لیے آئے انہوں نے ام الدرداء (حضرت ابوالدرداء کی بیوی) کو خستہ حالت میں دیکھا۔ تو کہا: تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: تمہارے بھائی ابوالدرداء کو دنیا کی کوئی ضرورت نہیں ہے (وہ سمجھ گئے) پس جب حضرت ابوالدرداء (رضی اللہ عنہ) آئے تو انہوں نے ان کے لیے کھانا تیار کرایا اور کہا: آپ کھائیں میں تو روزے سے ہوں۔ انہوں نے کہا: میں نہیں کھاؤں گا جب تک تم نہ کھاؤ پس انہوں نے کھایا جب رات ہوئی تو ابوالدرداء (نماز) کے لیے کھڑے ہونے لگے۔ انہوں نے کہا: سوجاؤ، وہ سو گئے پھر کھڑے ہونے لگے انہوں نے کہا: سوجاؤ، پس جب رات کا آخری حصہ رہ گیا تو حضرت سلمان (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: اب اٹھو۔ پس دونوں نے نماز پڑھی پھر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: بے شک تیرے رب کا تجھ پر حق ہے اور تیری جان کا تیرے اوپر حق ہے اور تیرے گھر والوں کا تیرے اوپر حق ہے چنانچہ ہر حق والے کو اس کا حق ادا کرو۔ پھر وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کے سامنے اس کا ذکر کیا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلمان نے سچ کہا۔

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الادب / باب صُنع الطعام و تکلف الضیف، ص: ۹۰۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ وعظ بھی نہ فرماتے تاکہ لوگوں پر گرانی نہ ہو اور شوق خوب قائم رہے۔ حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنوں میں نصیحت کے سلسلہ میں ہم پر دھیان رکھتے اس ڈر سے کہ (ہم) تنگی (محسوس نہ کریں)

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب الاداب / باب ماجاء فی الفصاحۃ والبیان ص: ۱۱۲)

خواب کے احکام

۱۔ بعض لوگ خواب دیکھ کر ڈر جاتے ہیں یا یقینی امیدیں باندھ لیتے ہیں یا خوابوں کو ایک یقینی دلیل قرار دیتے

ہیں حقیقت یہ ہے کہ ہر خواب سچا نہیں اور ہر خواب جھوٹا نہیں اگر خواب میں گناہ کا حکم دیا جائے تو وہ شیطانی خواب ہے اس پر عمل کرنا جائز نہیں اور صرف خواب کی بنیاد پر کچھ اقدام کرنا بھی ٹھیک نہیں بلکہ ذرائع اور عقل سے کام لینا بھی ضروری ہے ہر نبی و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب یقیناً سچا اور حق نیک آدمی کے خواب عموماً سچے ہیں۔ اگر معدہ خراب ہو یا کوئی دماغی تکلیف ہو تو عام طور پر خواب بیمار نتیجہ ہیں ان کو خواب کی بجائے تبخیر معدہ کہنا چاہیئے۔

اگر خواب دیکھے تو کسی خیر خواہ کو خواب بتائے ہر ایک سے تعبیر نہ لیتا پھرے۔ امام ابن سیرین رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ: ضروری ہے کہ تعبیر دینے والا کتاب اللہ کا عالم ہو۔ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو، عربی زبان کا ماہر ہو لوگوں کے حال چال سے آگاہ ہو۔ اصول تعبیر کو خوب جانتا ہو۔ پاکدامن ہو پاکیزہ اخلاق رکھتا ہو، سچا ہو تاکہ اللہ تعالےٰ اسے صحیح بات کی توفیق دے

(تعبیر الرؤیا لامام محمد بن سیرین الباب الاول، ص : ۵)

۶ یاد رہے کہ سچا خواب بھی اجزائے نبوت میں سے ہے۔ حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک آدمی کا اچھا (اور سچا) خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے

(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب التعبیر، باب رؤیا الصالحین، ص : ۱۰۳۴)

اگر خواب اچھا ہو تو یہ اللہ کی نعمت ہے۔ اور اگر خراب خواب دیکھے تو اس کے شر سے اللہ کی پناہ اور کسی کے سامنے ذکر نہ کرے اللہ تعالےٰ اس کے شر سے بچائے گا۔ یعنی خراب خواب دیکھے اور غنودگی میں آنکھ کھل جاتی ہے تو تین بار یہ پڑھے اور ہر بار بائیں جانب تھوک دے۔ اور کسی سے خواب کا ذکر نہ کرے ان شاء اللہ نقصان سے بچ جائے گا۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ الشَّیْطٰنِ وَمِنْ شَرِّ هٰذِهِ الرُّؤْیَا۔ (اے اللہ میں شیطان کی برائی سے اور اس خواب کی برائی سے تیری پناہ لیتا ہوں)

حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا:

جب تم میں سے کوئی خواب دیکھے جس کو وہ پسند کرتا ہے تو یہ اللہ کی جانب سے ہے پس اس پر اللہ کی حمد کرے اور یہ بتا دے اور جب اس کے سوا دیکھے جس کو وہ ناپسند کرتا ہے تو یہ شیطان سے ہے۔ پس اس کے شر سے اللہ کی پناہ لے اور اس کا کہیں ذکر نہ کرے یہ اس کو نقصان نہیں دے گا۔

(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب التعبیر، باب الرؤیا من اللہ، ص : ۱۰۳۴)

حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جس کو وہ ناپسند کرتا ہے تو بائیں جانب تھوک دے اور شیطان سے اللہ کی پناہ لے (یہ کام) تین بار کرے اور جس رُخ پر وہ (سو رہا تھا) اس کو بدل دے۔

(سنن ابی داود ج: ۲، کتاب الادب / باب فی الرؤیا، ص: ۶۸۵

حضرت ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوقتادہ بن ربعی (رضی اللہ عنہ) کو فرماتے سُنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا:
"اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہے اور بُرا خواب شیطان کی طرف سے ہے پس جب تم میں سے کوئی ایسی چیز دیکھے جس کو وہ ناپسند کرتا ہو۔ تو جب وہ بیدار ہو تو اپنے بائیں جانب تین بار تھوک دے اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ لے اب انشاء اللہ اسے کچھ ضرر نہیں ہوگا" حضرت ابوسلمہ فرماتے ہیں کہ میں ایسا خواب دیکھتا تھا کہ مجھ پر وہ پہاڑ سے زیادہ بوجھل (معلوم) ہوتا جب میں نے یہ حدیث سُنی تو مجھے اس کی کچھ پرواہ نہ رہی۔

(موطا امام مالک ج: ۲، کتاب الجامع / باب ما جاء فی الرؤیا، ص: ۲۰۵، ۲۰۶)

٭ جو شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھے تو یہ سچا اور مبارک خواب ہے شیطان آپ کی شکل اختیار نہیں کر سکتا اس سے معلوم ہوا کہ عام لوگ چاہے وہ بزرگ ہوں اگر ان کو خواب میں دیکھے کہ وہ کس بات کا حکم کر رہے ہیں تو اگر گناہ کا کام ہے وہ شیطانی خواب ہے اس سے دور رہیں اگر نیک کام ہے تو اچھا خواب ہے۔

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جس نے خواب میں مجھے دیکھا پس اس نے مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میرا ہم شکل نہیں بن سکتا اور ایماندار کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔

(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب التعبیر / باب من رائی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام، ص: ۱۰۳۵)

وعدہ پورا کرو

٭ مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی کہ وہ جس کے ساتھ وعدہ کریں اُسے پورا کریں۔ البتہ کسی کے ساتھ غلطی سے گناہ کا وعدہ ہو جائے۔ تو وہ وعدہ توڑ دیں اور استغفار کریں اور آئندہ کسی غلط بات کا وعدہ نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ۝ (اور عہد کو پورا کرو بے شک عہد کی باز پرس ہوگی)

(بنی اسرائیل۔۳۴)

نیز فرمایا:۔
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۭ (اے ایمان والو! عہدوں کو پورا کرو)

(المائدہ۔۱)

وعدہ توڑنا منافق کی ایک خصلت ہے اس سے ہر صورت میں بچنا چاہیئے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
چار (خصلتیں) جس میں ہوں گی وہ خالص منافق ہے اور جس میں اُن میں سے ایک خصلت ہوگی اس میں منافق ہونے کی ایک خصلت ہے حتیٰ کہ اُسے چھوڑ دے (وہ چار یہ ہیں)
۱۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔
۲۔ اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔
۳۔ اور جب وعدہ کرے تو وعدہ توڑ دے۔
۴۔ اور جب جھگڑا کرے تو بدکلامی کرے۔

(صحیح البخاری ج: ۱، کتاب الایمان، باب علامۃ المنافق، ص: ۱۰)
صحیح مسلم ج: ۱، کتاب الایمان باب خصائل المنافق، ص: ۵۶)
میں پہلی تین خصلتیں ذکر کیں اور فرمایا کہ اگرچہ روزے رکھے اور نماز پڑھے اور گمان کرے کہ وہ مسلمان ہے۔

انسان کو چاہیئے کہ جب وعدہ کرے تو انشاء اللہ کہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کے اذن اور مرضی کے بغیر کوئی شخص کوئی وعدہ پورا نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔
وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّىْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ ۡ (اور کسی چیز کے متعلق ہرگز نہ کہو کہ میں کل اسے کرہی دوں گا مگر یہ کہ اللہ چاہے)

(الکہف۔۲۳،۲۴)

قسم کھا کر پھر اُسے توڑ دینا زیادہ بڑا ہے۔ قسم کھا کر اُسے بلا عذر توڑنا زیادہ جرم ہے اللہ تعالےٰ

نے فرمایا:

وَلَا تَنْقُضُوا الْاَیْمَانَ بَعْدَ تَوْکِیْدِھَا — (اور قسموں کو پکا کرنے کے بعد نہ توڑو) (النحل - ۹۱)

۶۔ اگر کسی مجبوری کی وجہ سے قسم توڑنی پڑے مثلاً گناہ کا وعدہ قسم کھا کر کیا اسے توڑنا لازم ہے یا حلال سے قسم کھا کر پرہیز کرنے کا وعدہ کیا۔ تو ایسی صورت میں قسم کا کفارہ ادا کرے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

فَکَفَّارَتُہٗ اِطْعَامُ عَشَرَۃِ مَسٰکِیْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَھْلِیْکُمْ اَوْ کِسْوَتُھُمْ اَوْ تَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ — (سو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو اوسط درجہ کا کھانا دینا ہے جو تم اپنے گھر والوں کو دیتے ہو یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنانا یا گردن آزاد کرنی) (المائدہ - ۸۹)

قسم توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ غلام آزاد کرے اور چاہے تو دس مسکینوں کو لباس دے یعنی ایک کپڑا یا زیادہ، کم از کم اس میں نماز جائز ہو۔ اور چاہے تو دس مسکینوں کو کھانا کھلائے اور اگر ان تینوں میں سے کسی کی قدرت نہ ہو تو تین دن مسلسل روزے رکھے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چاروں میں سے جو چاہے کرے اسے اختیار حاصل ہے۔ کیونکہ نص مطلق ہے (ملخصاً من ھدایہ ج: ۲، کتاب الایمان باب مایکون یمینا و ما لا یکون یمینا، ص: ۴۸۱)

۷۔ البتہ جو وعدہ اللہ تعالےٰ سے کیا جائے اسے پورا کرنا سب کاموں سے اہم کام ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

وَاَوْفُوْا بِعَھْدِ اللّٰہِ اِذَا عَاھَدْتُّمْ — (اور اللہ کا عہد پورا کرو جب تم آپس عہد کرو) (النحل - ۹۱)

اب جس شخص نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ پڑھا اور مسلمان ہونے کا اقرار کیا۔ اس نے سب سے بڑے دو وعدے کئے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھ کر اس نے اللہ تعالےٰ کی عبادت کرنے اور اللہ تعالےٰ کے احکامات کی پابندی کا وعدہ کیا۔

قرآن مجید اللہ تعالےٰ کی کتاب ہے۔ کلمہ پڑھنے والے پر لازم ہے کہ اللہ تعالےٰ کی کتاب کو پڑھے۔ اس کا ترجمہ و تشریح سیکھے یا کم از کم درجہ میں یہ معلوم کرے کہ قرآن مجید میں کیا عقائد بیان ہوئے۔ کن باتوں کے کرنے کا حکم دیا گیا اور کن باتوں سے منع کیا۔ پھر اپنے عقائد قرآن مجید کے مطابق درست کرے اور حکم اور ممانعت

میں قرآن مجید کی پابندی کرے جو آدمی قصداً ساری عمر یہ کام نہیں کرتا اور دنیا کے بڑے بڑے سائنس وطبی وغیرہ فنون حاصل کرتا ہے وہ ایک بدمعاش گدھا ہے اور بدمعاش کا جو انجام ہونا چاہیئے وہ سب کو معلوم ہی ہے آج کل کئی ممالک کے مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار کرتے ہیں مگر قبروں کی پوجا کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں صالحین کو شریک بنا کر انہیں حاجات ومشکلات میں پکارتے ہیں اور کھلم کھلا شرک کا ارتکاب کرنے کے باوجود اس گمان میں مبتلا ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ہدایت دے۔

اس طرح جو شخص محمد رسول اللہ کا اقرار کرتا ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کو آخری نبی تسلیم کیا جائے۔ جو آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئے نبی کے آنے کا قائل ہے جیسے کہ قادیانی دجال اور اس کے ماننے والے یا ایران کا بہائی دجال اور اس کے ماننے والے یہ سب کفار ومرتدین ہیں۔ ان کے لیے سزائے موت کے سوا کچھ سزا نہیں اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر گناہ سے پاک تسلیم کرنا اور تمام صفات رسالت سے موصوف ماننا ضروری ہے۔ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث جو کہ آپ کے کلام وافعال سے عبارت ہے۔ اسے مطلق طور پر حجت اور دلیل نہیں مانتا وہ بھی کافر ہے اس کا اسلام سے کچھ تعلق نہیں، چاہے بعض ممالک کے گمراہ حکمران ان کو مسلمان سمجھتے رہیں جیسے کہ پاکستان میں پرویزی فرقہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں صحابہ کرام کے ایمان کی توثیق کی اب جو صحابہ کرام کو گالی بکتا ہے وہ بڑا ہی ملعون ہے۔ اس کا مسلمانوں کے ساتھ کچھ تعلق نہیں۔ اس کی زیادہ تفصیل اس کتاب کے پہلے حصہ اعتقادات میں گذر چکی ہے۔

الغرض وعدہ اس قدر کرے جو کر سکے۔ جائز کام کا وعدہ کرے۔ وعدہ کر کے پورا کرے۔ اگر وعدہ پورا کرنا اختیار سے باہر ہو جائے۔ تو مجبوری ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کئے گئے وعدوں کا سب سے زیادہ دھیان رکھے۔

امانت ادا کرو

۶ اسلام نے حکم دیا کہ ہر شخص امانت و دیانت کا پیکر ہو۔ اور کسی کے مال یا راز میں خیانت نہ کرے اللہ نے حکم دیا:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا (بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو پہنچا دو) (النساء۔۵۸)

جو لوگ امانت ادا نہیں کرتے وہ خیانت کرنے والے اور مجرم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْخَآئِنِیْنَ ؁ (بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)

(الانفال - ۵۸)

نیز فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ خَوَّانًا اَثِیْمًا ؁ (بے شک اللہ اسے پسند نہیں کرتا جو خیانت کرنے والا گناہ گار ہو)

(النساء - ۱۰۷)

۲ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیانت کرنے کو منافق کی ایک عادت بنایا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار (خصلتیں) جس میں ہوں گی وہ خالص منافق ہے اور جس میں ایک خصلت ہو گی اس میں منافق ہونے کی ایک خصلت ہے حتیٰ کہ اسے چھوڑ دے (وہ یہ ہیں)

۱۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

۲۔ اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔

۳۔ اور جب وعدہ کرے تو وعدہ توڑ دے۔

۴۔ اور جب جھگڑا کرے تو بد کلامی کرے۔

(صحیح البخاری ج: ۱، کتاب الایمان، باب علامۃ المنافق) ص: ۱۰

امانت کی حفاظت کرنا ضروری ہے اور اگر اس کی حفاظت نہ کی اور ضائع ہو گئی تو ضمان لازم ہو گی

ھدایہ ج: ۳ میں ہے کہ "ودیعت (امانت)، امانت دار کے ہاتھ میں ایک امانت ہے۔ اگر باوجود حفاظت کے، ضائع ہو گئی تو تاوان نہیں پڑے گا۔ جس کے پاس امانت رکھی جائے اسے حق حاصل ہے کہ چاہے خود اس کی حفاظت کرے یا اس کی بیوی بچے اس کی حفاظت کریں۔ اگر اس کے گھر والوں کے سوا دوسروں کو حفاظت پر مامور کیا تو ضائع ہونے پر تاوان لازم ہو گا۔ البتہ اگر اس کے مکان کو خدانہ کرے آگ لگ جائے (یا سیلاب آجائے)، تو مجبوراً وہ اپنے سامان کے ساتھ ساتھ) امانت کو دوسرے کے گھر میں رکھے تو ہرج نہیں البتہ اس صورت حال واقع ہونے کی دلیل ضروری ہے۔

اگر امانت کے مالک نے امانت واپس مانگ لی اور وہ دے سکتا تھا۔ مگر امانت واپس نہ کی۔ تو اب اگر ضائع ہو گئی تو تاوان لازم ہو گا کیونکہ وہ اب غاصب ہے۔ اگر اس نے اپنے مال کے ساتھ امانت کو اس طرح ملا دیا کہ

امتیاز مشکل ہوگیا اس صورت میں نقصان ہونے پر تاوان لازم ہوگا۔ اگر خود بخود ہی اس کے مال مل گئی۔ مثلاً دو تھیلیاں پھٹ گیئں اور کچھ حصہ خود ہی باہر گر کر دوسری تھیلی کے مال سے مل گیا۔ تواب ہے۔ اگر نقصان ہوا تو دونوں برابر حصہ دار ہوں گے۔

اگر دو آدمی امانت رکھیں۔ پھر ایک آکر مانگ لے۔ تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک دوسرے آنے تک نہ دے اور امام ابویوسف اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا حصہ دے دے بشرطیکہ امانت تقسیم کی جاسکے۔ اور اگر امانت قابل تقسیم نہ ہو تو (مثلاً ایک زندہ گھوڑا ہے کہ اسے کاٹ کر تقسیم نہیں کیا جاسکتا) ایسی صورت میں دونوں کے آنے پر ان کے حوالے کرے)

(ملخصاً من ھدایہ ج:۳، کتاب الودلیعۃ ص:۱۷۲، ۱۷۳)

سچ اور جھوٹ کا انجام

۶ مسلمانوں کو ہر حال میں سچ بولنے کا حکم دیا گیا۔ البتہ اگر جان بچانے کے لیے غلط بات کرے یا دو کے درمیان صلح کرانے کے لیے جھوٹ بول لے تو اس کی اجازت ہے لیکن کوشش یہ کرے کہ کلام سے کام لے اور جھوٹ سے بچے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ

(اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ رہو)

التوبۃ: ۱۱۹

نیز فرمایا:

فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ

(تو اگر وہ اللہ سے سچے رہے تو ان کے لیے بہتر ہے)

(محمد۔ ۲۱)

سچائی کے فائدے اور جھوٹ کے نقصان پر یہ حدیث کافی روشنی ڈالتی ہے۔

حضرت عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک سچائی، نیکی کی طرف راہ دکھاتی ہے اور نیکی، جنت کی طرف راہ نمائی کرتی ہے اور آدمی سچ بولتا رہتا ہے آخر کار وہ صدیق (سچا) ہو جاتا ہے۔ اور جھوٹ، فجور (برائی) کی طرف راہ دکھاتی ہے اور برائی دوزخ کی طرف راہ دکھاتی ہے اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے آخر کار اسے اللہ کے ہاں کذاب (جھوٹا) لکھ دیا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری ج:۲، کتاب الادب، باب قول اللہ اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین ص: ۹۰۰)

اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولنے سے منع کیا اور فرمایا:

وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۙ (اور جھوٹی بات سے بھی پرہیز کرو)

(الحج - ۳۰)

جھوٹ کی نحوست کی وجہ سے جھوٹا آدمی عموماً ہدایت سے محروم رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ۝ (بے شک اللہ اس کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے بڑھنے والا بڑا جھوٹا ہے)

(المؤمن - ۲۸)

جو لوگ دشمنی یا بدظنی کی وجہ سے لوگوں کے بارے میں جھوٹ موٹ پھیلاتے رہتے ہیں جیسے کہ آج کل کے اکثر گمراہ اور بداخلاق سیاست دان اور گمراہ اور بداخلاق حکمران اور ان کے نوکر چاکر اور ان کے وظیفہ خور گماشتے اپنے مخالفین کے خلاف جھوٹی افواہیں اڑاتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ بہت ہی خبیث ہیں یہ لوگ اپنا اعمال نامہ خود ہی غیبت بہتان جھوٹ سے سیاہ کر کے اپنے آپ کو برباد کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۝ (اٹکل پچو باتیں کرنے والے غارت ہوں)

(الذریت - ۱۰)

۷۔ جھوٹ بولنے کو منافق ہونے کی ایک علامت بتایا گیا جیسے کہ پہلے گذر چکا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

چار (خصلتیں) جس میں ہوں گی وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان سے ایک خصلت ہوگی۔ اس میں منافق ہونے کی ایک خصلت ہے۔ یہاں تک کہ اُسے چھوڑ دے۔

۱۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

۲۔ اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔

۳۔ اور جب وعدہ کرے تو وعدہ توڑ دے۔

۴۔ اور جب جھگڑا کرے تو بدکلامی کرے۔

(صحیح البخاری ج: ۱ کتاب الایمان، باب علامۃ المنافق) ص: ۱۰)

جو آدمی روزہ رکھے مگر جھوٹ بولنا بند نہ کرے اس کا روزہ در اصل فاقہ ہے۔ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو جھوٹ بات اور اس پر عمل کرنا اور جہالت نہ چھوڑے تو اللہ کو ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا اور

اور پینا چھوڑ دے۔

(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب الادب، باب قول اللہ اجتنبوا قول الزور، ص: ۸۹۵)

۶ جھوٹی شہادت دینا سخت ترین گناہ ہے جس کی وجہ سے کئی لوگوں کو نقصان ہوتا ہے۔ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرہ اپنے والد محترم (رضی اللہ) سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں؟

ہم نے عرض کیا: ہاں (بتائیے) اے اللہ کے رسول۔ فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اور والدین کی نافرمانی کرنا آپ تکیہ لگائے تھے پس بیٹھ گئے اور فرمایا، یاد رکھو اور جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی دو بار فرمایا پس (بار بار) فرماتے رہے یہاں تک کہ میں نے کہا اب خاموش نہیں ہوں گے۔

(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب الادب، باب عقوق الوالدین من الکبائر، ص: ۸۸۴)

بلکہ تحقیق کیے بغیر اور ثابت ہوئے بغیر محض سنی سنائی باتوں کو پھیلانا بھی جھوٹ ہے افسوس آج اکثر لوگ اس بد عادت کا شکار ہیں اس سے بچنا چاہیئے۔

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے لیے گناہ کے طور پر یہ (بدعادت) بھی کافی ہے کہ وہ جو سنے اسے بیان کرتا پھرے۔

(سنن ابی داؤد ج: ۲، کتاب الادب، باب تشدید فی الکذب، ص: ۶۸۱)

البتہ دو مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے، میاں بیوی کے جھگڑا چکانے یا جنگ کے وقت مصلحت کی خاطر جھوٹ بولنے کی رخصت مل سکتی ہے۔

(حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہا سے روایت ہے) کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: وہ جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان مصالحت کرائے اور بھلی بات کہے یا فرمایا اچھی بات پہنچائے۔

ابن شہاب (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: اور میں نے نہیں سنا کہ تین باتوں کے سوا لوگوں کو جھوٹی بات (بنا کر) کہنے کی اجازت ہو۔

۱۔ جنگ میں ۲۔ لوگوں کے درمیان مصالحت کرانے میں ۳۔ اور مرد کی بات عورت کو اور عورت کی بات مرد کو (بتانا تاکہ دونوں کی صلح رہے)

(صحیح المسلم ج: ۲، کتاب البر والصلۃ والادب، باب تحریم الکذب بیان مایباح، ص: ۳۲۵)

۶ جو لوگ اسلام کے صحیح عقائد و اعمال کو چھپاتے ہیں۔ تاکہ عوام راضی رہیں یا حکمران خوش ہوں اور

دُنیا کا مال اور مرتبہ حاصل ہو اور لوگوں کو بدعات اور فاسقانہ خرافات پر مشتمل ایک نیا دین دیتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ صحیح اسلام یہی ہے یہ لوگ سب سے بڑے کذاب اور دجال ہیں۔ توحید کی بجائے شرک پھیلاتے ہیں اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے بدعات کو رواج دیتے ہیں اور اس کو محبت رسول یا محبت اولیاء کا نام دے کر دھوکہ دیتے ہیں یہ سب سے مجرم ہیں۔
ان کا جھوٹ شدید ترین جرم ہے دراصل یہ لوگ شرک کر کے اللہ تعالےٰ سے جنگ مول لیتے ہیں اور بدعات کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی کرتے ہیں اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ	(بے شک جو لوگ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب
الْكِتَٰبِ وَيَشْتَرُونَ بِهِۦ ثَمَنًا قَلِيلًا ۙ	کو چھپاتے اور اس کے بدلہ میں تھوڑی سی قیمت لیتے ہیں
أُولَٰٓئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ	یہ لوگ اپنے پیٹوں میں نہیں کھاتے مگر آگ اور ان
إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ	سے اللہ، قیامت کے دن کلام نہیں کرے
الْقِيَٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ	گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے
عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝	دردناک عذاب ہے)

(البقرہ - ۱۷۴)

چنانچہ جو لوگ گیاردیں، کونڈے، قبروں پر چڑھاوے دینا، قبروں پر جانور ذبح کرنا، یا اللہ کے سوا دوسروں کو پکارنا یا حاجت روا سمجھنا ایسے شرک کے کام پھیلاتے ہیں نیز طرح طرح کے ختم تیجا، چالیسواں، ماتم، عرس وغیرہ بدعات پھیلاتے ہیں گانے بجانے کی چاٹ پوری کرنے کے لیے قوالی کو رواج دیتے ہیں ناچ کا چسکا پورا کرنے کے لیے مجرا شریف کا حوالہ دیتے ہیں یہ سب اللہ اور اس کے رسول کے دشمن اور سب سے بڑے کذاب دجال ہیں ان حرام خوروں سے دور رہنا چاہیئے۔
جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور لوگوں کو شرک و بدعات کی راہ پر چلانے کے لیے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں یہ باتیں آئی ہیں وہ روسیاہ ہوں گے اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

وَيَوْمَ الْقِيَٰمَةِ تَرَى الَّذِينَ	(اور قیامت کے دن آپ ان لوگوں کو
كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ	دیکھیں گے جو اللہ پر جھوٹ الزام لگاتے
وُجُوهُهُم مُّسْوَدَّةٌ ۚ	ہیں کہ ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

(الزمر - ۶۰)

۶ جو لوگ جھوٹی قسمیں کھا کر لوگوں کا مال کھاتے ہیں وہ بھی حرام خور اور سخت مجرم ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَ أَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ ص وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

(بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے حقیر معاوضہ لیتے ہیں آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں اور ان سے اللہ کلام نہیں کرے گا اور قیامت کے دن ان کی طرف نہیں دیکھے گا اور انہیں پاک بھی نہیں کرے گا۔ اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے)

(آل عمران - ۷۷)

۶ مناسب یہ ہے کہ قسم نہ کھائے لیکن اگر قسم کھائے تو جھوٹی قسم سے بچے اور صرف اللہ کی قسم کھائے۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے باپوں کے نام کی قسم نہ کھاؤ اور نہ اپنی ماؤں کے نام کی اور نہ ہی شریک (بت، قبر، الٰہ یا درخت یانی وغیرہ کفار کے بنائے جعلی خداؤں) کی قسم کھاؤ، صرف اللہ کے نام کی قسم کھاؤ اور صرف اس صورت میں قسم کھاؤ کہ تم سچے ہو۔

(سنن نسائی ج ۲: کتاب الایمان والنذور، باب الحلف بالامھات، ص: ۳۳

اگر کوئی آدمی بھول کر اللہ کے سوا دوسرے کے نام کی قسم کھائے تو کلمہ پڑھے اور اعوذ باللہ

حضرت معصب بن سعد اپنے والد محترم (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ ہم بعض باتیں کر رہے تھے۔ اور ابھی ہمیں جاہلیت کا زمانہ قریب تھا۔ میں نے لات اور عزیٰ (بتوں) کی قسم کھا مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہا) نے کہا: تم نے بُرا کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آؤ اور آپ کو یہ بتاؤ۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ تم نے کفر کیا۔ پس میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بات بتائی۔ آپ نے مجھے فرمایا: تین بار یہ کہو۔

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ

اور تین بار شیطان سے اللہ کی پناہ لو (یعنی یہ کہو)

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ

ر تین بار اپنے بائیں جانب تھوک دو اور دوبارہ ایسا نہ کرنا۔
سنن نسائی ج: ۲، کتاب الایمان والنذور، باب الحلف باللات والعزی، ص: ۱۲۳)

اچھے نام رکھو

اسلام نے لوگوں کو حکم دیا کہ اچھے نام رکھیں۔ جن میں کوئی اسلامی خوبی کی بات ہو۔
حضرت ابو الدرداء (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
قیامت کے دن تمہیں تمہارے ناموں اور تمہارے باپوں کے ناموں کے ساتھ پکارا جائے گا پس
اپنے اچھے نام رکھو۔

(سنن ابی داود ج: ۲، کتاب الادب، باب فی تغییر الاسماء) ص: ۶۷۶)
حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔
(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب الاداب، باب ماجاء مایستحب من الاسماء، ص: ۱۱۰)
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک محمد تھا اور آپ کی کنیت ابو القاسم (قاسم کے والد)
م دیا کہ محمد نام رکھ سکتے ہو مگر ابو القاسم کنیت نہ رکھو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے
حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
میرے نام کے ساتھ نام رکھو مگر میری کنیت کے ساتھ کنیت نہ رکھو۔
(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الادب، باب فی الرجل یتکنٰی بابی القاسم، ص: ۶۷۸)
اگر کسی کا نام غلط ہو تو چاہیئے کہ نام بدل دے اور کسی عالم سے اچھا سا نام پوچھے خود ہی جاہلوں
سے معلوم نہ کرے۔ جیسے کہ آج کل اکثر بدمعاش عناصر فلموں کے کنجروں کے نام دیکھ کر نام رکھ لیتے
ہیں یہ بہت بڑی جہالت ہے۔
حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بُرے
نام کو بدل دیتے تھے۔
(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب الادب، باب ماجاء فی تغییر الاسماء، ص: ۱۱۱)
حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ
وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت میرا نام عبداللہ بن سلام نہیں تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے میرا نام عبداللہ بن سلام رکھا

(سنن ابن ماجہ ابواب الادب، باب تغییر الاسماء، ص : ۲

۷۔ جس نام میں تکبر ہو وہ بہت ہی بُرا نام ہے، حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالےٰ کے نزدیک سب سے زیادہ فحش (اور مبغوض و خبیث) نام اس آدمی کا ہے جس کو ملك الاملاك (شہنشاہ) کا نام ہو (الغرض جس نام میں تکبر اور غنڈہ گردی اور گناہ پایا جائے وہ سب غلط نام ہیں ان کو بدل دینا چاہئے

(صحیح بخاری ج : ۲، کتاب الادب، باب البغض الاسماء الی اللہ تبارک وتعالیٰ ص

سرگوشی کے احکام

۷۔ بعض لوگوں کی عادت ہے کہ تین آدمی جا رہے ہیں اور ایک نے دوسرے کو الگ کیا اور اس سے باتیں کرنے لگے ایسا کرنے سے ممکن ہے کہ تیسرے بھائی کو خطرہ ہو کہ کہیں میرے خلاف نقصان دہ اقدام کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہوں۔

اسلام نے حکم دیا کہ جب بھی آپس میں مشورہ کرو نیک کام کا مشورہ کرو مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کسی گناہ کرنے یا دشمنوں کی حمایت کرنے کا مشورہ نہ کرو۔ بلکہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے اور مسلمانوں کی بھلائی کی باتوں کا مشورہ کیا کرو۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ	(اے ایمان والو! جب تم آپس میں سرگوشی کرو
فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ	تو گناہ اور سرکشی
وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ	اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی نہ کرو
وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ط	اور نیکی اور پرہیزگاری کی سرگوشی کرو۔

(المجادلۃ - ۹)

حضرت عبداللہ (ابن مسعود رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم تین ہو تو دو آدمی تیسرے سے الگ ہو کر سرگوشی نہ کرو حتیٰ کہ تمہارا (عام) لوگوں سے اختلاط ہو جائے۔ اس لیے کہ یہ اسے غمگین کرے گا۔

(صحیح البخاری ج ۲ کتاب الاستیذان، باب اذا کانوا اکثر من ثلاثۃ فلا باس بالمسارۃ والمناجاۃ، ص ۹۲۱)

حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب تین ہوں تو تیسرے کو چھوڑ کر دو آپس میں سرگوشی نہ کریں۔

(صحیح البخاری ج:۲ کتاب الاستیذان، باب لا یتناجی اثنان دون الثالث، ص: ۹۳۰، ۹۳۱)

البتہ کوئی راز ہو تو اسے فاش نہیں کرنا چاہیئے۔ در اصل ایک مسلمان کا راز بھی امانت ہے۔

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ ایک راز کی بات کی پس میں نے اس کے بعد کسی کو اس کی خبر نہیں دی مجھے ام سلیم نے پوچھا مگر میں نے انہیں نہیں بتایا)

(صحیح البخاری ج:۲ کتاب الاستیذان، باب حفظ السّر، ص: ۹۳۱)

بدظنی نہ کرو

مسلمان کو ایک دوسرے کے بارے میں حُسنِ ظن رکھنے کا حکم دیا گیا اور بدظنی سے بچنے کی تاکید کی گئی۔ جو شخص دوسرے کے بارے میں بدظنی میں مبتلا رہتا ہے وہ مسلمانوں کی غیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اپنی اصلاح سے غافل ہو جاتا ہے اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۖ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ

(اے ایمان والو، بہت سی گمانوں سے بچو کیونکہ بعض گمان تو گناہ ہیں)

(الحجرات۔ ۱۲)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے۔ اور ایک دوسرے کے عیوب تلاش نہ کرو اور جاسوسی نہ کرو اور ایک دوسرے کا حسد نہ کرو اور نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو اور ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔"

(صحیح البخاری ج:۲ کتاب الادب، باب ما ینھٰی عن التحاسد والتدابر، ص:۸۹۶)

جاسوسی اور اس کے احکام

مسلمانوں کو ایک دوسرے کی جاسوسی کرنے سے منع کیا گیا۔ جاسوسی کرنا ایک مسلمان کی پردہ دری بھی ہے جو کہ ایک جرم ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

وَلَا تَجَسَّسُوْا (اور جاسوسی نہ کرو)

(الحجرات۔ ۱۲)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
بدگمانی سے بچو کیونکہ، بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔ اور (ایک دوسرے کے) عیوب کی تلاش نہ کرو اور جاسوسی نہ کرو اور ایک دوسرے کا حسد نہ کرو (اور ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو۔ اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔

(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب الادب، باب مَا یُنھیٰ عن التحاسد والتدابر، ص: ۸۹۶)

جاسوسی کرنے سے مسلمانوں کا باہمی اعتماد ختم ہوجاتا ہے۔ جو بادشاہ کثرت سے مسلمانوں کی جاسوسی کرے اس کی اطاعت کا جذبہ لوگوں کے دلوں سے نکل جاتا ہے۔

حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: اگر تم لوگوں کے پردے کے پیچھے پڑے (یعنی جاسوسی کی) تو ان کو خراب کردو گے یا فرمایا: قریب ہے کہ تم ان کو خراب کردو گے۔

(سنن ابی داود ج: ۲، کتاب الادب، باب فی التجسس، ص: ۶۷۰)

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں جاسوسی کرنے سے منع کیا گیا ہے لیکن کچھ چیز ہمارے لیے ظاہر ہوگئی تو ہم اس پر مواخذہ کریں گے۔

(سنن ابی داود ج: ۲، کتاب الادب، باب فی التجسس، ص: ۶۷۰)

۶ جو لوگ کافر بادشاہوں کو خوش رکھنے اور طاقت ور بنانے کے لیے مسلمانوں اور علماء کرام کی جاسوسی کرتے ہیں تاکہ کفار کے خلاف مسلمان کوئی بغاوت نہ کرسکیں ایسے لوگ کفار کے بد معاش ساتھی ہیں اور ظاہری قانون کے مطابق کفار کے ساتھ جنگ میں ان کو بھی ختم کیا جائے گا۔

جو لوگ ظالم اور گمراہ بادشاہوں یا حکمرانوں کے لیے جاسوسی کرتے ہیں وہ اِن کے ظلم اور گمراہی میں شریک ہیں۔

البتہ اسلامی حکومت کے اسلامی مفادات کی حفاظت کرنے کے لیے، مسلمانوں کو کفار کے شر سے بچانے کے لیے جاسوسی کرنا درست ہے الغرض کفار کے حق میں مسلمانوں کی جاسوسی کرنا اور ایسے محکمہ میں ملازمت کرنا حرام ہے اور مسلمانوں کے حق میں کفار اور دوسرے لوگوں کی جاسوسی کرنا جس سے مقصود مسلمانوں اور اسلامی حکومت کو شریر لوگوں سے بچانا ہو وہ درست ہے۔

ایسے ہی جو لوگ علماء اسلام کی جاسوسی کرتے یا ان کو گرفتار کرتے ہیں تاکہ بادشاہوں کو خوش کرکے کچھ مال حاصل کرسکیں۔ وہ دراصل اپنے پیٹوں میں جہنم کی آگ بھر رہے ہیں علماء اسلام حقیقت میں

انبیاء علیہم اسلام کے وارث ہیں وارثین انبیاء پر ظلم کرنا، ان کو گرفتار کرنا ان کی جاسوسی کرنا ایک مسلمان سپاہی کا کام نہیں یہ ایک اسلام دشمن آدمی کی خباثت ہے اس لیے اگر کوئی حاکم کسی عالم دین کو گرفتار کرنے کا حکم دے، تو مسلمان سپاہی کا فرض ہے کہ وہ اطاعت سے انکار کر دے۔

ایک دوسرے پر رحم کرو

۶ مسلمانوں کو ایک دوسرے پر رحم کرنے کا حکم دیا گیا اور یہ بتا دیا گیا کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی ہیں ان کو باہم بھائیوں کی طرح رہنا چاہیئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ (بے شک ایماندار آپس میں بھائی بھائی ہیں)

(الحجرات - ۱۰)

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما سے جو اسے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں یعنی مرفوع روایت ہے) رحم کرنے والوں پر رحمان رحم کرتا ہے، زمین والوں پر رحم کرو جو آسمان میں ہے وہ تم پر رحم کرے گا۔

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الادب، باب فی الرحمۃ، ص: ۶۷۵)

حضرت جریر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبھائم، ص: ۸۸۹)

حضرت جریر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اس پر اللہ تعالیٰ رحم نہیں کرتا۔

(جامع الترمذی ج: ۲۔ ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی رحمۃ الناس، ص: ۱۴)

۶ بڑوں کا احترام کرنا اور چھوٹوں پر رحم کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ایک بوڑھا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جانے کے لیے آیا۔ لوگوں نے اس کے لیے فراخی کرنے کے معاملہ میں دیر کی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کرتا۔

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی رحمۃ الصبیان، ص: ۱۴)

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ غنڈہ گرد عناصر بازاروں گلیوں اور سڑکوں پر کھڑے بوڑھے لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں یا بچوں کو گالیاں دیتے ہیں یہ انتہائی بداخلاقی ہے اور اب تو معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ ان غنڈہ گرد عناصر کی مشکوک اولاد بڑوں کے ساتھ بداخلاقی سے کلام کرتی ہے گالیاں بکتی ہے بلکہ ہر گز والا کا مذاق اڑاتی ہے جو قوم اخلاقی اعتبار سے اس مقام پر آتی ہے اس کو اجتماعی سزا ہی نصیحت سکتی ہے۔ اللہ کی رضا کی خاطر مسلمان کی حاجت پوری کرنے والا جنت میں جائے گا۔

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میرے کسی امتی کی ضرورت پوری کی اور اس کی نیت اسے خوش کرتا ہے تو اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا۔ اور جس نے اللہ کو خوش کیا اللہ تعالیٰ اُسے جنت میں داخل کرے گا۔

(بیہقی فی شعب الایمان بحوالہ مشکواۃ المصابیح، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق، ص: ۴۲۵)

۶۔ یتیموں، بیواؤں اور مساکین پر رحم کرنے والوں کو جنت کی خوشخبری دی۔

حضرت سھل بن سعد (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور فرمایا: اپنی دو انگلیوں شہادت اور درمیانی انگلی کو قریب کر کے بتایا)۔

(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب الادب، باب فضل من یعول یتیماً، ص: ۸۸۸)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیوہ اور مسکین پر خرچ کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔ اور مجھے گمان ہے کہ فرمایا: تعنبی (رحمۃ اللہ علیہ) کو شک ہے کہ فرمایا کہ عبادت میں) کھڑے کی طرح ہے جو سست نہیں ہوتا اور روزہ دار کی طرح ہے جو افطار نہیں کرتا۔

(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب الادب، باب الساعی علی المساکین) ص: ۸۸۸)

ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے انسان کو چاہیئے کہ ساری مخلوق کا خیر خواہ ہو مسلمان کا بھائی ہو۔ کافر کو نصیحت کرنے والا ہو۔ اور ہر جاندار پر رحم کرنے والا ہو۔

حضرت انس اور حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہما) سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مخلوق، اللہ کی عیال ہے پس اللہ کو سب سے پسندیدہ مخلوق وہ ہے جو اس کے عیال (مخلوق) کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

(سنن بیہقی فی شعب الایمان، بحوالہ مشکواۃ المصابیح باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق، ص: ۴۲۵)

کسی آدمی کو غریب، سادہ لباس اور فقر و فاقہ میں مبتلا دیکھ کر ذلیل نہ سمجھے۔ کیا خبر اس کا اپنے رب تعالےٰ کے ساتھ کیسا اچھا تعلق ہو۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
بہت سے پریشان بال، دروازوں سے دور کیے جانے والے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ پر قسم کھالیں تو وہ ان کی قسم پوری کر دے۔

(صحیح المسلم ج:۲، ابواب البر والصلۃ والادب، باب فضل الضعفاء الخاملین، ص: ۳۲۹)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
مسلمانوں کے فقراء جنت میں مالداروں سے نصف دن پہلے جائیں گے اور (وہ نصف دن) پانچ سو برس کا ہوگا۔

(جامع الترمذی ج: ۲ ابواب الزھد، باب ماجاء ان فقراء المھاجرین یدخلون الجنۃ قبل اغنیاءھم، ص: ۶۱)

کسی سے لڑائی ہو جائے تو مسلمان کے چہرے پر تھپڑ وغیرہ مارنا سخت گناہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے لڑ پڑے تو اس کے چہرے پر تھپڑ نہ مارے۔

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب البر والصلۃ والادب، باب النھی عن ضرب الوجہ، ص: ۳۲۷)

جانوروں پر رحم کرنا بھی باعث اجر و ثواب ہے۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اس دوران کہ ایک آدمی راہ میں جا رہا تھا کہ اس کو سخت پیاس لگی اس نے ایک کنواں دیکھا اس میں اُتر کر پانی پیا پھر باہر آیا۔ اچانک دیکھا کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے اور پیاس کی شدت کے باعث مرطوب مٹی کھا رہا ہے۔

اس آدمی نے کہا: اس کتے کو پیاس کی وہی (شدید تکلیف) ہوئی ہے جو مجھے پہنچی ہے پس وہ کنوئیں میں اُترا اس نے اپنا موزہ بھرا پھر اس کو اس کے منہ کے پاس رو کا کتے نے پانی پیا پس اللہ تعالےٰ نے اس کو اجر دیا اور اسے بخش دیا۔ (صحابہ کرام نے عرض: اے اللہ کے رسول، کیا ہمارے لیے جانوروں میں بھی اجر ہے؟

آپؐ نے فرمایا: ہر تر جگر والے میں اجر ہے۔

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبھائم، ص: ۸۸۸، ۸۸۹)

قناعت کرو
اور مانگنے کی ذلت میں نہ پڑو

۶ جو قوم محنت کر کے مال کمانے کی بجائے ہمیشہ گداگری کے طریقے سوچتی ہے وہ ہمیشہ ہی ایک ذلیل اور کمینہ خصلت قوم شمار ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کے نزدیک اور انسانوں کے نزدیک بھی سخاوت اور قناعت قابلِ اکرام عادت ہے اور بخل اور گداگری مذموم اور قابلِ نفرت ہے اسلام نے حکم دیا کہ سوال کرنے کی بجائے خود مال کماؤ۔ مسلمانوں کے لیے سب سے بہترین مال غنیمت کا مال ہے جو انتہائی پاکیزہ مال ہے کیونکہ مسلمان قوم مجاہدین کی قوم ہے اور مجاہد کے لیے کفار کو سزا دینا اور جہاد کے ذریعہ مال حاصل کرنا سب سے بڑی سعادت ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ (پس جو تمہیں غنیمت میں حلال اور طیب ملا ہے کھاؤ)

(الانفال۔ ۶۹)

۶ ایک مسلمان یہ یقین رکھتا ہے کہ اس کی روزی نہ ہی بادشاہوں کے پاس ہے نہ ہی مالداروں کے پاس ہے بلکہ اس کی روزی صرف اللہ تعالےٰ کے پاس ہے اس لیے ایک مسلمان کے لیئے ضروری ہے کہ وہ روزی حاصل کرنے کے لیے جائز اسلامی ذرائع اختیار کرے روزی کی خاطر اپنا ایمان اور ضمیر فروخت نہ کرے اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا ۔ (اور زمین پر کوئی چلنے والا نہیں مگر اس کی روزی اللہ پر ہے)

(ہود ۔ ۶)

۶ چنانچہ ایک مسلمان کو تعلیم دی گئی کہ مختصر سامانِ زندگی مہیا ہونے کے بعد اسے ایسا حریص نہ ہونا چاہیئے کہ وہ مال حاصل کرنے کے لیے غلط اور حرام طریقے اختیار کرنے لگے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کامیاب رہا جو اسلام لایا، اسے گذارے کے مطابق روزی مل جائے اور اسے اللہ تعالےٰ نے قناعت عطا کی۔ (یعنی موجودہ حال پر شاکر و صابر رہا)

(جامع ترمذی ج: ۲ ابواب الزھد، باب ما جاء فی الکفاف والصبر علیہ) ۔ ص: ۶۰)۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

سامان کی کثرت سے غنا (مالداری اور مستغنی ہوتا) نہیں ہے بلکہ غنا، تو دل کا غنی ہونا ہے۔

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الرقاق، باب الغنی غنی النفس، ص: ۹۵۴)

یعنی اگر دل کینہ نہیں اور غنی ہے تو مال کم ہونے کے باوجود غنی ہے اور اگر دل کا کینہ اور کنجوس ہے تو مالدار ہوکر بھوک بھوک کی رٹ لگاتا رہے گا۔

حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ابن آدم کے لیے ان باتوں کے سوا کوئی حق نہیں۔

۱۔ ایک مکان ہو جس میں رہائش کرے۔

۲۔ اور کپڑا ہو جس سے پردہ پوشی کرے۔

۳۔ روٹی کا ٹکڑا۔

(جامع الترمذی ج: ۲ ابواب الزھد، باب ماجاء فی الزھادۃ فی الدنیا، ص: ۵۹)

اور حقیقت بھی یہ ہے کہ انسان کی بنیادی ضرورت تو مختصر رہائش، لباس اور کھانا ہے اس کے بعد باقی باتیں بنیادی ضرورت نہیں بلکہ عیاشی ہے اور اگر کبھی مال کی کمی سے غم ہو تو اپنے سے کم درجہ والے پر نظر کرے۔ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اس کو دیکھے جس کو مال اور اولاد میں اس پر افضیلت دی گئی۔ تو وہ اس کی طرف دیکھے جو اس سے کم درجہ کا ہے۔

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الرقاق، باب لینظر الی من ھو اسفل منہ، ص: ۹۶۰)

فقراء اگر صبر کریں تو ان کے لیے قابل رشک خوشخبری ہے۔ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فقراء جنت میں اغنیاء سے پانچ سو سال (یعنی) نصف دن پہلے جائیں گے۔

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب الزھد، باب ماجاء ان فقراء المھاجرین یدخلون الجنۃ قبل اغنیاءھم، ص: ۶۱)

فقراء کے پاس مال نہیں اس لیے حساب نہیں مگر مالدار طویل زمانہ تک حساب میں پھنستے رہیں گے۔ اس وقت فقر کی نعمت کی قیمت معلوم ہوگی۔

اب جو غریب آدمی قناعت پسند ہے وہ دوسروں کے سامنے سوال کا ہاتھ بڑھا کر ذلت نہیں خریدتا بلکہ کام کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے روزی کی دعا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے مانگنا عبادت ہے اور مخلوق سے مانگنا ذلت ہے۔ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

فرماتے سُنا: تم میں سے کوئی صبح کو جائے پس اپنی پیٹھ پر لکڑیاں (کاٹ کر) لائے (پھر فروخت کرکے) اس سے خیرات کرے اور لوگوں سے اس کے ذریعہ مستغنی ہو یہ اس کے لیے بہتر ہے کہ وہ ایک آدمی سے مانگے وہ دے یا نہ دے پس اُوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور جس کی عیالداری کرتے ہو اس سے شروع کرو۔

(جامع الترمذی ج: ۲ ابواب الزکوٰۃ ، باب ماجاء فی النھی عن المسئلۃ ، ص: ۱۴۷)

یعنی مانگنے سے کام کرکے کھانا بہتر ہے اور جب خرچ کرو تو پہلے اپنے گھر والوں اور اہل و عیال پر کرو یہ نہ ہو کہ گھر والے بھوکے مریں اور باہر خیرات بانٹتے پھرو۔

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ منبر پر تھے اور صدقہ کرنے اور سوال سے پرہیز کرنے کی بات کر رہے تھے: اُوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے اور نیچے والا مانگنے والا ہے۔

(موطا امام مالک ج: ۲ کتاب الجامع، باب ماجاء فی التعفف عن المسئلۃ ، ص ۳۲۶)

انبیاء علیہم السلام اور ان کے صحابہ کرام خود کام کرتے۔ حضرت مقدام (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی نے کبھی بھی اس کھانے سے بہتر نہیں کھایا جو وہ اپنے ہاتھ کے ذریعہ کما کر کھاتا ہے اور اللہ کے نبی حضرت داؤد (علیہ السلام) اپنے ہاتھوں کی کمائی سے کھاتے تھے۔

(صحیح البخاری ج: ۱، کتاب الزکوٰۃ ، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ) ص: ۲۷۸)

۶ سوال کرنے والے کی مذمت کی اور بتایا کہ جو شخص سخت ضرورت مند نہیں بلکہ گداگری کو پیشہ بناتا ہے وہ دنیا میں ذلیل تو ہے ہی اس کا چہرہ آخرت میں گوشت سے خالی اور منحوس ہوگا۔

حضرت حمزہ بن عبداللہ اپنے والد محترم (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو بھی گداگری کرتا رہے گا آخرکار وہ اللہ کو اسی حال میں ملے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ٹکڑا نہیں ہوگا۔

(صحیح المسلم ج: ۱، کتاب الزکوٰۃ ، باب النھی عن المسئلۃ، ص: ۳۳۳)

حضرت سمرہ بن جندب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوال کرنا ایک مشقت ہے انسان اس کے ذریعہ اپنے چہرے کو مشقت میں ڈالتا ہے سوائے اس کے کہ آدمی بادشاہ سے مانگے یا کسی شدید لاچاری میں مانگے۔

(جامع الترمذی ج: ۱، ابواب الزکوٰۃ ، باب ماجاء فی النھی عن المسئلۃ) ص: ۱۴۷

حضرت قبیصہ بن مخارق الھلالی (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ضمانت اٹھائی پھر میں آپ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس سلسلہ میں مانگنے کے لیے آیا۔
آپ نے فرمایا: ٹھہرو یہاں تک کہ ہمارے پاس صدقہ آئے پھر ہم تمہارے لیے حکم کریں گے۔
بتایا کہ پھر آپ نے فرمایا: اے قبیصہ بے شک سوال کرنا صرف تین آدمیوں میں سے ایک کے لیے جائز ہے
۱۔ وہ جو ضمانت اُٹھائے پس اس کے لیے سوال کرنا جائز ہے کہ اسے درست کرے۔ پھر رک جائے۔
۲۔ اور وہ آدمی جس پر خشک سالی (یا مصیبت) آئے جس کی وجہ سے اس کو مال کی ضرورت ہو پس اس کے
سوال کرنا جائز ہے حتیٰ کہ وہ امورِ معاش درست کرے یا اس کی معاش درست ہو جائے۔
۳۔ اور وہ آدمی جس کو فاقہ آئے حتیٰ کہ اس کی قوم کے تین قابلِ حجت کھڑے ہوں کہ فلاں کو فاقہ آیا ہے
پس اس کے لیے سوال کرنا جائز ہے حتیٰ کہ وہ امورِ معاش درست کرے۔
یا فرمایا وہ اپنا معاش درست کرے۔ پس ان کے سوا۔ اے قبیصہ سوال کرنا حرام ہے وہ (مانگنے والا
حرام کھاتا ہے۔

(صحیح المسلم ج:۱، کتاب الزکوٰۃ، باب من تحل لہ المسئلہ) ص:۳۳۴)

البتہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ غریب مسلمانوں کے حالات پر نظر رکھیں اور ان کے مانگے بغیر انہیں دیا
کریں یہی اصل اخوت ہے اگر بھائی ذلیل ہو کر مانگے، پھر دیا، تو شرمندہ ہو کہ پہلے کیوں خبر نہ لی۔ ضرورت
مند کو بھی چاہیئے کہ اگر مانگے بغیر ملے تو لے ورنہ اپنے رب تعالیٰ کے سامنے ہی ہاتھ پھیلائے وہ سب
سے بڑا کریم ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر (رضی
اللہ عنہ) کو فرماتے سنا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عطیہ دیتے تو میں عرض کرتا: جو مجھ سے
زیادہ محتاج ہے اسے آپ عطا فرما دیں۔ آپ نے فرمایا: لے لو، جب اس مال سے کچھ تمہارے پاس
آئے اور تم اس پر نظریں جمائے نہ ہو (اشراف نفس نہ پایا جائے) اور نہ سوال کرنے والے ہو تو لے لو اور
جو ایسا نہ ہو اس کے پیچھے اپنے آپ کو نہ ڈالو۔

(صحیح البخاری ج: کتاب الزکوٰۃ، باب من اعطاہ اللہ شیأً من غیر مسئلۃ ولا اشراف نفس) ص: ۱۹۹)

حضرت عطاء بن یسار (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کی طرف کچھ عطیہ بھیجا حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے واپس کر دیا۔ جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: تم نے اسے کیوں واپس کیا؟
انہوں نے عرض کیا! اے اللہ کے رسول کیا آپ نے ہمیں نہیں بتایا کہ ہمارے ایک کے لیے یہ بہتر ہے کہ
وہ کسی سے کچھ چیز نہ لے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ سوال کرنے کے بارے میں ہے۔

پس جو سوال کیئے بغیر ہو تو وہ روزی ہے جو اللہ نے تمہیں روزی عطا کی (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) فرمایا: اب اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری ذات ہے میں کسی سے کچھ چیز نہیں مانگوں گا اور جو چیز بغیر مانگے آئے گی اسے لے لوں گا۔

(موطا امام مالک ج: ۲ کتاب الجامع، باب ماجاء فی التعفف عن المسئلہ، ص: ۳۲۶، ۳۲۷

البتہ کوئی مانگے تو چاہیئے کہ اسے دے دے۔ حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ کے نام پر پناہ مانگے اسے پناہ دے دو اور جو اللہ کے نام پر مانگے اسے دے دو، اور جو تمہاری دعوت کرے اس کی دعوت قبول کرو، اور جو تمہارے ساتھ نیکی کرے اسے اس کا بدلہ دو پس اگر وہ نہ پاؤ کہ جو بدلہ بن سکے تو اس کے لیے اس قدر دعا دو کہ تم سمجھو کہ اس کا بدلہ چکا دیا۔

(سنن ابی داود، ج: ا کتاب الزکوٰۃ، باب عطیۃ من سأل باللہ عزوجل) ص: ۲۳۵

سخاوت وایثار

۷ اسلام نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ ایثار سے کام لیں اور سخاوت کرنے کی عادت رکھیں۔ بخل سے دور رہیں سخی آدمی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور لوگ بھی اس سے محبت رکھتے ہیں اور کنجوس آدمی ہر جگہ قابل نفرت ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سخی، اللہ کے قریب ہے، جنت کے قریب ہے، لوگوں کے قریب ہے، آگ سے دور ہے اور کنجوس اللہ سے دور ہے، جنت سے دور ہے، لوگوں سے دور ہے آگ کے قریب ہے۔

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی السخاء، ص: ۱۷)

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک صدقہ کرنا رب کے غصہ کو بجھاتا ہے اور بری موت کو دور کرتا ہے۔

(جامع الترمذی ج ا، ابواب الزکوٰۃ، باب ماجاء فی فضل الصدقۃ، ص ۱۴۴)

جس کام سے رب راضی ہو اور موت اچھی ہو جائے۔ اس سے محروم رہنا بڑی بدنصیبی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیوہ اور مسکین پر خرچ کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔"

(سنن نسائی ج: ا، کتاب الزکوٰۃ، باب فضل الساعی علی الارملۃ، ص: ۲۹۴)

صدقہ کی ترغیب اس قدر دی کہ صدقہ کرو چاہے ذرا سا ہی ہو۔ حضرت عدی (رضی اللہ عنہ) سے
[روا]یت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگ سے بچو چاہے ایک کھجور کے ٹکڑے کے
[صد]قہ ہو۔ (یعنی چاہے ذرا سی چیز اللہ کی راہ میں دو ضرور دیا کرو)
(سنن نسائی ج: اکتاب الزکوٰۃ، باب القیل فی الصلاۃ، ص: ۲۹۱)

اگر مال نہ ہو تو ضرورت مند کی کسی حاجت میں امداد کرے ورنہ برائی سے رک ہی جائے یہ بھی
[صدقہ ہ]ے۔ حضرت سعید بن ابی بُردہ اپنے والد سے وہ دادا (یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ)
[س]ے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
ہر مسلمان پر صدقہ کرنا لازم ہے
(صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی جو نہ پائے؟
آپ نے فرمایا: وہ اپنے ہاتھ سے کام کرے پھر اپنے آپ کو نفع دے اور صدقہ کرے۔
(صحابہ کرام) نے عرض کیا: پس اگر (کام) نہ پائے؟
آپ نے فرمایا: پریشان حال ضرورت مند کی مدد کرے
(صحابہ کرام) نے عرض کیا: پس اگر نہ پائے؟
آپ نے فرمایا: پھر نیکی کرے اور برائی سے رک جائے یہ اس کے لیے صدقہ ہے
(صحیح البخاری ج: اکتاب الزکوٰۃ، باب علی کل مسلم صدقۃ فمن لم یجد فلیعمل بالمعروف، ص: ۱۹۴)

حلال مال سے خیرات کرے حرام مال کی خیرات مردود ہے۔
حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جس نے پاکیزہ (حلال) کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کیا اور اللہ تعالیٰ صرف پاکیزہ (حلال) ہی
قبول کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ میں قبول کرتا ہے۔ پھر اسے اس (صدقہ) کرنے
والے کے لیے پالتا ہے جیسے کہ تم میں سے کوئی اپنا بچھڑا پالتا ہے حتیٰ کہ وہ پہاڑ کی طرح ہو جاتا ہے۔
(صحیح البخاری ج: اکتاب الزکوٰۃ، باب لا یقبل اللہ صدقۃ من غلول، ص: ۱۸۹)

گھر والوں کی جائز ضروریات پر خرچ کرنے سے ثواب ملتا ہے۔ بلکہ باہر والوں سے زیادہ ثواب ملتا ہے۔
حضرت ابومسعود البدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
بے شک مسلمان جب اپنے اہل (گھر والوں) پر کچھ خرچ کرتا ہے اور وہ اس پر ثواب کی امید رکھتا ہے۔
[تو] یہ اس کے لیے یہ صدقہ ہے۔
(صحیح مسلم ج: اکتاب الزکوٰۃ، باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین والزوج والاولاد والوالدین ولو کانوا مشرکین، ص: ۳۲۴)

حضرت ثوبان (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بہترین دینار وہ دینار ہے جو آدمی اپنے گھر والوں پر خرچ کرے اور وہ دینار ہے جو آدمی اللہ کی راہ میں اپنی سواری پر خرچ کرے اور وہ دینار ہے جو آدمی اللہ کی راہ میں اپنے دوستوں پر خرچ کرے۔

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی النفقۃ علی الاھل، ص: ۱۸)

۶ مقروض کو مہلت دینا یا اسے معاف کر دینا بہت ہی بڑا نیک عمل ہے۔ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس نے کسی تنگ دست (مقروض) کو مہلت دی یا اس سے (قرض) معاف کر دیا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دے گا جس دن کہ اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

(جامع الترمذی ج: ۱، ابواب البیوع، باب ماجاء فی انظار المعسر والرفق بہ، ص: ۱۴۴)

مسجد میں کسی کو دینا بھی جائز ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں کوئی ہے جس نے آج مسکین کو کھلایا؟

(حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) بتلاتے ہیں کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو اچانک ایک سائل کو دیکھا جو مانگ رہا تھا میں نے عبدالرحمٰن (اپنے بیٹے) کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا پایا تو اسے لے کر (سائل کو) دے دیا۔

(سنن ابی داود ج: ۱، کتاب الزکوٰۃ، باب المسألۃ فی المساجد، ص: ۲۴۰)

اگر بیوی خاوند کے گھر سے خیرات کرے بشرطیکہ قصداً مال برباد نہ کرے اور خاوند کی اجازت بھی موجود ہو تو بیوی اور خاوند دونوں کو ثواب ملتا ہے۔ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب عورت، اپنے خاوند کے گھر سے خرچ کرے اور اسراف کرنے والی نہ ہو تو اس کے لیے ثواب ہے اور (مرد) کے لیے بھی اتنا ہی ثواب ہے جس قدر اس نے کمایا اور عورت کے لیے (ثواب) ہے جو اس نے خرچ کیا۔ اور خازن کے لیے بھی اسی قدر ثواب ہے بغیر اس کے کہ ان میں سے کسی کا کچھ (ثواب) کم ہو۔

(صحیح المسلم ج: ۱، کتاب الزکوٰۃ، باب اجر الخازن الامین والمرأۃ اذا تصدقت من بیت زوجھا، ص: ۳۳۲)

انسان کو چاہیئے کہ سائل جب مانگے تو دے دے چاہے کم ہو اور زیادہ بدظنی میں نہ پڑے۔ ام [illegible]

کی جس قدر ہو سکے ضرور مدد کرے۔

کنجوسی اور بخل سے اللہ تعالےٰ نے منع کیا۔ بخل ایسا مرض ہے کہ جو اللہ تعالےٰ سے دور کرتا ہے۔ لوگوں سے دور کرتا ہے اور جنت سے دور رکھتا ہے جیسے کہ اس باب کے آغاز میں حدیث گذر چکی۔ نیز فرشتوں کی دعا سے بھی کنجوس آدمی محروم رہتا ہے اور صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر روز کہ جس میں بندے صبح کرتے ہیں تو دو فرشتے اترتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے: اے اللہ خرچ کرنے والے کو معاوضہ (مزید مال) دے اور دوسرا کہتا ہے: اے اللہ روکنے والے (کنجوس) کو بربادی دے۔

(صحیح البخاری ج: ا کتاب الزکوٰۃ، باب قول اللہ تعالےٰ فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی الا، ص: ۱۹۴)

حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ عزوجل تین (آدمیوں) سے بات نہیں کرے گا اور نہ اس پر نظر (رحمت) کرے گا اور نہ ہی انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

۱۔ احسان دھرنے والا اس پر جو دے۔

۲۔ (تکبر کے باعث، تہ بند (ٹخنوں سے نیچے) لٹکانے والا۔

۳۔ اور جھوٹی قسم کے ذریعہ اپنا سامان فروخت کرنے والا۔

(سنن نسائی ج: ا کتاب الزکوٰۃ، باب المنان بما اعطی)، ص: ۲۹۲

حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں داخل نہیں ہوگا دھوکہ باز اور نہ کنجوس اور نہ احسان دھرنے والا۔

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب البر والصلۃ، باب ما جاء فی البخل) ص: ۱۷)

حضرت ابوسعید الخدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو خصلتیں ایک ایماندار میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ ۱۔ بخل اور ۲۔ بداخلاقی۔

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب البر والصلۃ، باب ما جاء فی البخل، ص: ۱۷)

بغض اور حسد سے بچو

۶ مسلمانوں کو ایک دوسرے کا حسد کرنے سے منع کیا گیا۔ حسد کا مفہوم یہ ہے کہ فلاں کے پاس نعمت کیوں

آئی فلاں کی نعمت چھن جاتے اور مجھے مل جائے۔ یہ سخت گناہ ہے حسد کرنے والا اپنے حسد کے عذ
یں دنیا میں بھی دکھ اٹھاتا ہے اور موت کے بعد بھی حسد کے گناہ کا مزہ چکھتا ہے

حسد کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ج

کیا لوگ حسد کرتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دیا ہے۔

(النساء۔ ۵۴)

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ف
ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور نہ ہی ایک دوسرے سے حسد کرو اور نہ ہی ایک دوسرے سے قط
کرو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ اور کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن
زیادہ تعلق توڑے رکھے۔"

(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب الادب، باب ما ینھیٰ عن التحاسد و التدابر) ص: ۸۹۶

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے کہ لکڑی کو یا فرمایا گھاس کو آگ کھا جا

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الادب، باب فی الحسد، ص: ۲۷۲

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما
سوموار کے دن اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں پس ہر مسلمان بندے
بخش دیا جاتا ہے جو کہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو سوائے اس آدمی کے کہ جس کے اور اس کے بھا
کے درمیان بغض ہو پس کہا جاتا ہے۔ ان دونوں کو مہلت دو یہاں تک کہ وہ دونوں مصالحت کریں۔

(موطا امام مالک ج: ۲ کتاب الجامع، باب ما جاء فی المہاجرۃ (ص: ۲

چغلی سے بچو

۶ جو شخص ایک دوسرے کی چغلی کرتا ہے۔ ادھر کی باتیں ادھر لے جاتا ہے اور ادھر کی باتیں
جاتا ہے۔ یہ شریر آدمی اپنے برے عمل کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان فساد اور لڑائی پھیلاتا
اسلام نے اس عادت کی سخت مذمت کی اور مسلمانوں کو اس عادت سے دور رہنے کا حکم دیا
اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۙ (اور کہا نہ مان ہر قسمیں کھانے والے ذلیل کا،
هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ۙ جو طعنے دینے والا ہے چغلی کھانے والا ہے)
(القلم۔ ۱۰۔ ۱۱)

انسان کو چاہیئے کہ زبان کو قابو میں رکھے اور یہ یقین رکھے کہ دو فرشتے میرا اعمال نامہ اور زبان سے ہونے والا کلام سب لکھ رہے ہیں زبان کو چغلیوں میں مصروف کرنے کی بجائے اللہ تعالےٰ کے ذکر میں مصروف رکھنا ہی بہترین کام ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ (وہ مُنہ سے کوئی بات نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ایک
رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۝ ہوشیار محافظ ہوتا ہے) (ق۔ ۱۸)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب لوگوں سے زیادہ بُرا دو منہ والا ہے جو ان کے پاس ایک چہرے کیساتھ آتا ہے اور ان کے پاس اس چہرے کیساتھ (یعنی ادھر کچھ کہتا ہے اور ادھر کچھ کہتا ہے اس طرح فساد پھیلاتا ہے۔

(صحیح مسلم ج:۲ کتاب البر والصلۃ والادب، باب تحریم النمیمۃ) (۳۲۵)

حضرت عمار (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے دنیا میں دو چہرے ہوں گے (یعنی جو دورخا ہوگا) قیامت کے دن اس کی آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔

(سنن ابی داود ج کتاب الادب / باب فی ذی الوجہین) ص: ۲۶۸)

حضرت حذیفہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا

(صحیح البخاری ج:۲ کتاب الادب / باب مایکرہ من النمیمۃ ، ص: ۸۹۵)

یاد رہے کہ گناہ کرنے سے کوئی کافر قرار نہیں پاتا۔ مگر بعض گناہوں کی سزا طویل جہنم ہے ایسی روایات جن میں یہ بتایا کہ جنت میں داخل نہیں ہوگا شدید تہدید ہے البتہ ایماندار آخر کار جنت میں جائے گا چاہے سزا پاکر جائے۔ اس لیے دُعا کرتا رہے اور کوشش کرے کہ اللہ تعالیٰ دوزخ سے بالکل بچائے رکھے۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گذرے آپ نے فرمایا: ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑی بات پر عذاب نہیں ہو رہا یہ تو اپنے پیشاب سے بچتا نہیں تھا۔ اور یہ چغلی کرتا تھا پھر آپ نے ایک تازہ شاخ منگائی اس کو دو ٹکڑے کیا پھر اس پر ایک اور اس پر ایک کو گاڑ دیا پھر فرمایا۔ امید ہے کہ جب تک خشک نہ ہوں گی ان پر (عذاب) ہلکا ہو جائے گا۔

(صحیح البخاری ج:۲، کتاب الادب / باب الغیبۃ) ص: ۸۹۴)

اس حدیث سے تین باتیں معلوم ہوئیں۔

ایک یہ کہ پیشاب کے قطروں سے نہ بچنے والے اور ناپاک رہنے والوں کو سزا ملے گی اب جو پتلون پہنے کھڑے ہو کر حیوانات کی طرح پیشاب کرتے ہیں یا پیشاب کر کے استنجاء نہیں کر اور ناپاک رہتے ہیں۔ ان کی قبریں گرم ہیں چاہے دُنیا میں اکڑتے پھریں۔

دوسرے یہ کہ چغلی کرنا اس قدر جرم ہے کہ قبر میں عذاب ہوگا اور قبر آخرت کی پہلی ہے اللہ تعالیٰ عذاب قبر سے سب مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ سبز پودا چونکہ تسبیح پڑھتا ہے۔ چاہے وہ قبر پر اُگا ہوا تو اُس کے سبز رہنے تک قبر والے کو آرام ملتا ہے۔

جو بدمعاش لوگ قبریں پختہ کر دیتے ہیں تاکہ وہاں سبزہ نہ اُگے وہ قبر والا پر سخت ظلم کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جب مردے کو تکلیف دیں گے تو مردہ اُن کے میں بددُعا کرے گا۔

"اب جو لوگ قبریں پختہ کرتے ہیں اُن پر گنبد تعمیر کراتے ہیں اور ان بدعتوں کے گمراہ جو ان کو ان بدعات کا سبق دیتے ہیں تمام مُردے ان کو بددُعا دیتے ہیں۔ اب یہ م ہوئی یا دشمنی؟"

کاش ان لوگوں کو کتاب وسنت پر عمل کرنے کی توفیق ہو تو عقل بھی روشن ہو جائے شرک و بدعت تو انسان کو جاہل بداخلاق اور بدعقل ہی بناتا ہے

جن لوگوں میں باہم چغلی کرنے اور غیبت کی عادت ہو گی وہاں ہر شخص دوسرے کے بارے میں دل میں کدورت رکھے گا پھر اتحاد کس طرح ہوگا۔ نبی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو نصیحت کی حالانکہ صحابہ کرام سب آپس میں بھائی بھائی تھے۔ مگر ان کو فرما کر آئندہ امت کو نصیحت کی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

میرے صحابہ کے بارے میں کوئی (نامناسب) بات مجھ تک نہ پہنچایا کرو میں چاہتا ہوں کہ تمہاری طرف نکلوں تو صاف سینہ ہوں۔ (یعنی کوئی کدورت نہ ہو)

(سنن ابی داود ج: ۲، کتاب الادب / باب فی رفع الحدیث من المجلس ص ۲۰)

غیبت سے بچو

مسلمانوں کو ایک دوسرے کی غیبت کرنے سے منع کیا گیا غیبت کرنے سے مسلمانوں کے اتحاد کو نقصان ہوتا ہے آپس میں عداوت پھیلتی ہے اس طرح غیبت اسلامی معاشرے میں افتراق و دشمنی پیدا کرنے کا شیطانی کام ہے۔

جو شخص کسی کی غیر حاضری میں دوسرے آدمی کے سامنے کسی کی برائی بیان کرے وہ غیبت ہے جبکہ اس میں وہ برائی موجود ہو۔ ایسا کرنے سے اس کا بھائی بدنام ہوگا اور باہم فساد برپا ہوگا غیبت کرنا گویا اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھانا ہے، جو سب سے ناپسندیدہ کام ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ	(اور نہ کوئی کسی کی غیبت کیا کرے۔ کیا تم میں سے
أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا	کوئی پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے
فَكَرِهْتُمُوهُ ط (الحجرات - ۱۲)	سو اسکو تو ناپسند کرتے ہو)

حضرت ابی برزہ اسلمی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے وہ گروہ جو زبان سے ایمان لایا اور اس کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوا مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کے پردوں کے پیچھے نہ پڑو (یعنی جاسوسی نہ کرو) کیونکہ جو ان کے پردوں کے پیچھے پڑے گا اللہ اس کے پردے کے پیچھے پڑے گا اور جس کے پردے کے پیچھے اللہ پڑے گا وہ اس کو اس کے گھر میں رسوا کرے گا۔ (سنن ابی داؤد ج ۲، کتاب الادب، باب فی الغیبۃ ص: ۶۶۹)

یعنی جو آدمی مسلمانوں کے پوشیدہ حالات کی ٹوہ میں لگے گا، اللہ تعالیٰ اس کو وہاں ذلیل کرے گا جہاں وہ اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا ہے۔

حضرت ابو سعید اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، غیبت کرنا، زنا سے بھی سخت (جرم) ہے۔

صحابہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول، غیبت کرنا زنا سے سخت کس طرح ہے؟ آپ نے فرمایا! آدمی زنا کرتا ہے اور پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے، ایک روایت میں ہے کہ پس توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دیتا ہے اور غیبت کرنے والے کو تب تک معافی نہیں ملتی جب تک کہ جس کی غیبت (کی گئی) وہ معاف نہ کرے۔

(بیہقی فی شعب الایمان عن مشکوٰۃ المصابیح باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم صـ۴۱۵)

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے معراج کرایا گیا تو میں ایسی قوم کے پاس سے گذرا جن کے ناخن تانبے کے تھے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو کھجلا کر (چھیل) رہے تھے۔

میں نے پوچھا! اے جبرائیل یہ کون ہیں۔

انہوں نے بتایا! یہ وہ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزتوں پر پڑتے تھے (یعنی ان کی غیبت کرتے اور ان کی عزتوں کو خراب کرتے)

(سنن ابی داود ج ۲ کتاب الادب، باب فی الغیبۃ ص: ۶۶۹)

۶ جو آدمی کسی پر جھوٹی تہمت رکھے اور اس کی غیر حاضری میں اس سے بری باتیں غلط طور پر منسوب کرے وہ بہتان ہے جو غیبت سے زیادہ برا کام ہے۔

حضرت ابوہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا! غیبت کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا۔ تیرا اپنے بھائی کو (ایسے الفاظ میں) یاد کرنا کہ جس کو وہ ناپسند کرتا ہے۔

عرض کیا گیا! آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر وہ (برائی) میرے بھائی میں موجود ہو جو میں کہتا ہوں؟

آپؐ نے فرمایا۔ اگر کسی میں وہ (برائی) ہو جو تم کہتے ہو تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ (برائی) موجود نہ ہو جو تم کہتے ہو تو تم نے اس پر بہتان رکھا۔

(سنن ابی داود ج ۲ کتاب الادب، باب فی الغیبۃ ص ۶۶۸)

کسی آدمی کی موت کے بعد اس کو برائی کے ساتھ یاد کرنا بھی غلط ہے۔

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مردوں کی خوبیوں کا ذکر کرو اور ان کی برائیوں سے رک جاؤ۔

(سنن ابی داود ج ۲ کتاب الادب، باب فی النہی عن سب الموتی) ص ۶۷۲

۶ اگر کسی کی غیبت کر بیٹھے تو توبہ کرے اور جس کی غیبت کی اس کے لیے استغفار کرے۔

یعنی یہ کہے: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَہٗ (اے اللہ ہمیں اور اس کو معاف کر دے)

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جس کی تو نے غیبت کی اس کے لیے (دعائے) بخشش کرے کہ

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَہٗ (اے اللہ ہمیں اور اسے معاف کر دے)

مشکوۃ المصابیح باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم من بیہقی فی الدعوات الکبیر، ص: ۴۱۵

جھوٹا بہتان شدید جرم ہے

اگر دوسرے آدمی کی برائی اس کی غیر حاضری میں کرے تو یہ غیبت ہے اور اگر اس کے خلاف ایسی ہی باتیں پھیلائے جو اس میں نہ ہوں تو یہ بہتان ہے جو زیادہ شدید جرم ہے۔

چنانچہ جو آدمی کسی پاک دامن عورت پر بدکاری کی جھوٹی تہمت رکھے اور ثابت نہ کرسکے تو اس کو اسی کوڑے مارنے کا حکم ہے اور اس کی آمدہ گواہی قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ بہتان رکھنے والا ایک بدمعاش غنڈہ ہے۔ اسلامی عدالت میں غنڈوں کی گواہی قبول نہیں ہوتی۔ گواہ شریف اور عادل ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۙ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (النور — ۴)

(اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں اور پھر چار گواہ نہیں لاتے تو انہیں اسّی درے مارو اور کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو اور وہی لوگ نافرمان ہیں، مگر جنہوں نے اس کے بعد توبہ کر لی اور درست ہوگئے تو بے شک اللہ بھی بخشنے والا نہایت رحم والا ہے)

البتہ توبہ کرنے والوں کی آئندہ گواہی قبول نہ کی جائے تو بہتر ہے یہ احتیاطی بات ہے۔

دوسروں کا مذاق اڑانا اور طعنہ زنی بدترین عادت ہے

مسلمانوں کو باہمی اخوت و اتحاد قائم کرتے، ایک دوسرے کا احترام کرنے کا حکم دیا گیا اور ایک دوسرے کا مذاق اڑانے سے سختی سے منع کیا گیا، مسلمانوں کا مذاق اڑانے والے بدمعاش اور غنڈے ہیں۔ ممکن ہے کہ جس کا مذاق اڑایا جا رہا ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین آدمی ہو اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ آدمی کا مذاق اڑاتا ہے وہ خود ہی اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓی اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ ۚ (الحجرات — ۱۱)

(اے ایمان والو! ایک قوم دوسری قوم سے ٹھٹھا نہ کرے عجب نہیں کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے ٹھٹھا کریں کچھ بعید نہیں کہ وہ ان سے بہتر ہوں)

اسی طرح دوسروں کو طعنہ دینے اور ان کی توہین کرنے والوں کی مذمت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۙ (ہر غیبت کرنے والے طعنہ دینے والے کیلئے ہلاکت ہے)
الھمزۃ ـــ ۱

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ طعنے دینے والے، ایک دوسرے کا مذاق اڑاتے والے، چغل خور اور بداخلاق لوگ اپنے مال و اولاد مکانات مرتبہ اور بدمعاش افراد پر مشتمل غنڈہ ٹولے پر اکڑتے ہیں، غنڈہ گردی کے ذریعے دوسروں پر رعب ڈالتے ہیں۔ان لوگوں کا مسلمانوں سے کچھ تعلق نہیں، ان سے دور رہنا چاہیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۙ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيمٍ ۙ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۙ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ۙ أَن كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ۙ (القلم ـ ۱۰ ـ ۱۴)

(اور ہر قسمیں کھانے والے، ذلیل کا کہا نہ مان جو طعنے دینے والا، چغلی کھانے والا ہے، نیکی سے روکنے والا حد سے بڑھا ہوا گناہ گار ہے بڑا جڈا اسکے بعد بھی ہے۔اس لیے کہ وہ مال اور اولاد والا ہے۔)

آج کل کئی طرح کے سیاسی لیڈر، جماعتیں اور گمراہ حکمران اپنے ذاتی مال اور مرتبہ کو بچانے کے لیے ہر مخالف کو گالی دیتے ہیں، مذاق اڑاتے ہیں، ان پر طعنے برساتے ہیں اور بداخلاقی کے مظاہرے کرتے ہیں، کرایہ پر غنڈے پال رکھے ہیں جن میں اسلام واخلاق کی کوئی بات نہیں، انہیں ساتھ لے ہنگامے کرتے ہیں، شور مچاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ غنڈہ گردی طاقت سرمائے اور کثرتِ اولاد کے ذریعے وہ دشمن پر غالب آجائیں گے لیکن یہ نہیں جانتے کہ ہر بدمعاش کی سزا کا وقت مقرر ہے، اگر سزا آگئی تو تو مرتبہ اور غنڈوں کی کثرت کچھ کام نہیں دے گی۔

جو لوگ اسلام کی باتوں کا مذاق اڑاتے ہیں، مساجد کی توہین کرتے ہیں، علماء اسلام کی توہین کرتے ہیں ایسے لوگ انتہا درجہ کے غنڈے ہیں، مسلمان حکمران کا فرض ہے کہ اسلام کا مذاق اڑانے والے غنڈہ گرد کو فوراً جہنم رسید کرے۔

لیکن اگر حکمران، طبقہ اور انتظامی ادارے اسلام کا مذاق اڑاتے والے، مساجد کی توہین کرنیوالے غنڈہ گرد عناصر کا ساتھ دیتے ہیں، تو یہ حکمران اور انتظامیہ بھی اسلام کی نظروں میں غنڈہ گرد اور خبیث ہے ان کا تختہ الٹنا مسلمانوں پر لازم ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَلَا تَتَّخِذُوٓا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا (البقرۃ ـ ۲۳۱) (اور اللہ کی آیتوں کا تمسخر نہ اڑاؤ)

● اگر کچھ کفار اور منافقین اسلام، علماء اسلام، نماز اور اسلام کی باتوں کا مذاق اڑا رہے ہوں تو ان کے پاس بیٹھنا بھی جرم ہے ورنہ وہ بیٹھنے والا اور ان کو نہ روکنے والا بھی مجرم اور غنڈہ قرار پائے گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِي حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ﳲ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ۙ (النساء — ۱۴۰)

(اور اللہ نے تم پر قرآن میں حکم اتارا ہے کہ جب تم اللہ کی آیتوں پر انکار اور مذاق ہوتا سنو، تو ان کے ساتھ نہ بیٹھو یہاں تک کہ کسی دوسری بات میں مشغول ہوں ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو جاؤ گے اللہ منافقوں اور کافروں کو دوزخ میں ایک ہی جگہ اکٹھا کرنے والا ہے۔

بدکلامی سے دور رہو

● ہر مسلمان آدمی کلام کرنے، چال ڈھال اور میل ملاقات میں ایک شریف، نرم مزاج اور بے ہودہ باتوں سے بچنے والا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ (الفرقان — ۶۳)

(اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر دبے پاؤں چلتے ہیں اور جب ان سے بے سمجھ لوگ باتیں کریں تو کہتے ہیں سلام ہے)

یعنی نیک بندوں کی چال میں نرمی ہوتی ہے اگر کوئی بد اخلاق آدمی ملے تو دور سے سلام کر کے ایک طرف ہو جاتے ہیں۔

نیز بتایا کہ نیک بندے بے ہودہ کاموں سے دور رہتے ہیں، فرمایا

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ (المؤمنون — ۳)

(اور جو بے ہودہ باتوں سے منہ موڑنے والے ہیں)

اگر خلافِ اسلام بکواس یا بری بات دیکھیں تو الگ ہو جاتے ہیں۔

وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ (القصص — ۵۵)

(اور جب بے ہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں)

● مسلمانوں کی جان و مال اور عزت سے کھیلنا شدید جرم ہے۔

حضرت ابو ہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
تمام مسلمان، دوسرے مسلمان پر حرام ہے اس کا مال، اس کی عزت اور اس کا خون (یعنی اس کی جان)
کسی آدمی کی یہ برائی کافی (جرم) ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔
(سنن ابی داود ج ۲ کتاب الادب / باب فی الغیبۃ صـ ۶۶۹)

جس شخص کے ہاتھ یا زبان سے دوسرے مسلمانوں کی جان و مال و عزت محفوظ نہ رہیں وہ اسلامی
برادری کے فرد ہونے کا حقدار نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ اور مہاجر وہ ہے کہ جو
اس کو چھوڑ دے جس سے اللہ نے منع کیا۔ (صحیح البخاری ج ۱ کتاب الایمان / باب امور الایمان صـ ۶)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
اے عائشہ بے شک اللہ تعالیٰ بد اخلاق اور فحش کلامی کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔
(سنن ابی داود ج ۲ کتاب الادب / باب فی حسن العشرۃ ص: ۶۶۱)

بعض لوگ غنڈہ گرد اور بد اخلاق لوگوں کے شر سے بچنے کے لیے انہیں عزت کے نام سے پکارتے ہیں
ان سے الگ ہو کر گذر جاتے ہیں جیسے کہ ایک باؤلے کتے کے پاس سے انسان تیزی کے ساتھ گذر
ہے وہ آدمی سب سے برا آدمی ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
اے عائشہ! بے شک اللہ کے نزدیک سب سے برے درجہ کا وہ (آدمی) ہے کہ جس کو لوگ
ان کی بد اخلاقی سے بچنے کے لیے چھوڑ دیں۔
(صحیح البخاری ج ۲ کتاب الادب / باب المداراۃ مع الناس صـ ۹۰۵)

۶ مسلمانوں کو گالی دینا شدید ترین جرم ہے مسلمانوں کو گالی دینے والا ایک غنڈہ ہے اور مسلمان کو
قتل کرنا ایک کافر کا خبیث کام ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا فسق (غنڈہ گردی) ہے۔ اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔
(صحیح البخاری ج ۲ کتاب ادب، باب ما ینھی عن السباب واللعن ص: ۹۳

اس کفر سے مراد کبیرہ گناہ ہے جس کی سزا طویل ترین جہنم ہے۔

اگر دو آدمی ایک دوسرے کو گالی دیں تو آغاز کرنے والا زیادہ گناہ گار ہے لیکن اگر دوسرا آدمی زیادہ گالیاں دے تو وہ زیادہ ظالم ہوگا۔

حضرت ابوہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دونوں گالی دینے والوں نے جو کہا پس ابتداء کرنے والے پر ہے جب تک کہ مظلوم زیادتی نہ کرلے۔ (صحیح المسلم ج: ۲ کتاب البر والصلۃ والادب، باب النھی فی السباب صہ ۳۲۱)

اس کا مفہوم یہ ہے کہ دونوں جانب سے دی جانے والی گالیوں کا گناہ اس کے سر پر ہے جس نے ابتداء کی، البتہ اگر مظلوم زیادتی کرے اور ابتداء کرنے والے سے زیادہ بدکلامی کرے تو اس پر بھی گناہ ہے۔ (نووی رحمتہ اللہ علیہ)

۶ بعض لوگ بات بات پر انسانوں اور جانوروں پر لعنت کرتے ہیں۔ یہ بہت ہی بُری عادت ہے اس سے بچنا چاہیئے۔

حضرت ابوہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کسی دوست کے لیے مناسب نہیں کہ وہ لعنت کرنے والا ہو۔

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب البروا الصلۃ والادب، باب النھی عن اللعن الدواب وغیرھا صہ ۳۲۳)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعنت کرنے والے قیامت کے دن نہ سفارشی ہوں گے نہ گواہ ہوں گے۔

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب البر والصلۃ والادب، باب النھی عن اللعن الدواب وغیرھا صہ ۳۲۳)

۶ دوسرے کے باپ یا ماں کو گالی دینا زیادہ شدید جرم ہے اس سے گالی کھانے والا جوابی کارروائی کرے گا جس کے نتیجہ میں فساد ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین پر لعنت کرے۔

عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول اور وہ کس طرح اپنے والدین پر لعنت کرے گا۔؟

آپؐ نے فرمایا:۔ وہ کسی آدمی کے باپ کو گالی دے گا۔

پس وہ اس کے باپ کو گالی دے گا وہ اس کی ماں کو گالی دے گا۔

پس وہ اس کی ماں کو گالی دے گا۔

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الادب، باب لا یسب الرجل والدہ صہ ۸۸۳

آج کل چھوٹے بڑے عام لوگوں کی زبان پر گالی جاری ہے ایسا نظر آتا ہے کہ جیسے تیزی کیساتھ ملک میں ایک غنڈہ گرد معاشرہ پیدا ہو رہا ہے کاش حکومت و لذتوں میں بدمست حکمران ملک کے باشندوں کو گالی کی عادت سے نجات دے کر شرافت کی زبان ہی عطا کر سکیں۔

جو حکمران ملک میں اسلامی معاشرہ قائم نہیں کرتے لوگوں کو اسلامی اخلاق و شرافت کا پابند نہیں بناتے وہ مسلمان حکمران نہیں بلکہ شیاطین ہیں اور یا کسی غیر اسلامی حکومت کے دلال ہیں جو مسلمان معاشرے کو دن بدن بگاڑتے ہیں۔

6 کسی مسلمان کو کافر کہنا سب سے زیادہ بُری بات ہے اور غنڈہ گردی ہے، حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔

کوئی آدمی کسی آدمی کو فاسق نہ کہے اور نہ ہی کافر کہے۔ اگر وہ ایسا نہ ہوا تو یہ (غلط کلام) اس پر پڑے گا۔ (صحیح البخاری ج ۲ کتاب الادب / باب ما ینھی عن السباب واللعن ص ۸۹۳)

ایک روایت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ..... اور جس نے کسی ایماندار پر لعنت کی وہ اس کے قتل کی طرح ہے اور جس نے کسی مسلمان پر کفر کی تہمت رکھی وہ اس کے قتل کیطرح ہے (صحیح البخاری ج ۲ کتاب الادب / باب ما ینھی عن السباب واللعن ص ۸۹۳)

اگر کسی نے دوسرے کو کہا کہ وہ کافر ہے اور وہ کافر نہیں تو کہنے والے پر وبال پڑا۔

حضرت ابو ہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی آدمی نے اپنے بھائی کو کہا۔ اے کافر، تو دونوں میں سے کوئی یہ (وبال) لے کر لوٹا۔

(صحیح البخاری ج ۲ کتاب الادب، باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل ص ۹۰۱)

دوسرے کو لعنتی کہنا سخت جرم ہے اگر وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ملعون نہیں تو لعنت بھیجنے والے پر لعنت پڑے گی جو شدید خسارہ اور بدنصیبی ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو لعنت آسمان پر چڑھتی ہے پس اس پر آسمان کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں پھر وہ زمین کی طرف اترتی ہے تو اس پر اس کے دروازے بھی بند کر دیے جاتے ہیں۔ پھر دائیں بائیں جاتی ہے جب کوئی رستہ نہیں پاتی تو جس پر لعنت کی گئی ہے اس کی طرف آتی ہے اب اگر وہ اس کے قابل ہوا تو اس پر پڑ جاتی ہے ورنہ کہنے والے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔

(سنن ابی داؤد ج ۲ کتاب الادب / باب فی اللعن ص ۶۷۲)

دنیا میں زمین، خوراک جانور تو لعنت کے قابل نہیں ہیں۔ ان پر مناسبہ نہیں ہے جو ان پر
ت کرے وہ خود ملعون ٹھہرا اور جو کسی مسلمان پر لعنت کرے گا تو بھی خود بربادی کا خطرہ ہے
لمان تو اللہ کا وفادار بندہ ہے۔ محض دنیاوی اغراض کی خاطر ان پر لعنت کرنا سخت خطرناک
الغرض لعنتیں کرنے، گالی دینے، مذاق اڑانے اور بدکلامی کی عادت سے بچنا ایک شریف مسلمان
رض ہے۔

معاف کرو اور غصّہ دباؤ

ایک مسلمان ہمیشہ نرم مزاج ہوتا ہے بداخلاقی گالی گلوچ سے دور رہتا ہے غصہ کی حالت میں اپنے
آپ پر قابو رکھتا ہے اور شرافت و اسلام کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا، عموماً غصہ دبا لیتا ہے اور
لوگوں کو معاف کرنے کا پاکیزہ جذبہ رکھتا ہے مگر کفار کی عام عادت دیکھی جاتی ہے کہ جب غصہ میں
آئیں گے تو ایک درندہ اور بدمعاش، جنگلی جانور کا نظارہ پیش کریں گے اور ظلم تک نوبت پہنچا دینگے۔
اور جب نرم دلی پر آئیں گے تو مردوں عورتوں کے اختلاطِ عام کی دعوت دے کر ایک بے غیرت ڈنگر کا
مظاہرہ کریں گے، مسلمان غیرت مند ہوتا ہے غصہ کی حالت میں ظلم اور بداخلاقی سے دور رہتا ہے اور
خوشی میں اخلاق و شرافت کا پابند رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ :-

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ۝ (الاعراف - ۱۹۹)
(در گذر کر اور نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے الگ رہ)

نیک لوگوں کی صفات بیان کرتے ہوتے فرمایا:۔

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط (آل عمران - ۱۳۴)
(اور غصہ ضبط کرنے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں)

یعنی ذاتی معاملات میں غصہ پی جاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کے وقت اور کفار
سے معاملہ کے وقت بہادر اور مضبوط ہوتے ہیں۔

● احادیث میں غصہ پر قابو رکھنے کی بہت تاکید آئی ہے۔

حضرت ابو ہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کہ
مجھے وصیت فرمایئے! آپؐ نے فرمایا غصہ نہ کیا کرو اس نے بار بار دہرایا۔ آپؐ نے (ہر بار) فرمایا، غصہ
نہ کیا کرو۔ (صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الادب/ باب الحذر من الغضب ص: ۹۰۳)

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل کے نزدیک غصہ کا گھونٹ پینے سے زیادہ بہتر گھونٹ نہیں پیا گیا۔ اس کو وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر پیتا ہے۔ (رواہ احمد بحوالہ مشکوۃ المصابیح باب الغضب والکبر ص ۴۳۴)

حضرت ابوہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے پوچھا اے رب۔ تیرے بندوں میں سے تجھے کون زیادہ عزیز ہے فرمایا، جو جب قدرت حاصل کرے معاف کر دے۔

(سنن بیہقی فی شعیب الایمان / بحوالہ مشکوۃ المصابیح باب الغضب والکبر ص ۴۳۴)

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان، اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا غصہ کے وقت صبر کرنا اور برائی کے وقت معاف کرنا (یہ وہ کام ہیں) کہ جب لوگ یہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت کرے گا اور ان کے دشمن ان کے سامنے جھک جائیں گے۔ گویا وہ قریب کے گہرے دوست ہیں۔ (رواہ البخاری تعلیقاً / بحوالہ مشکوۃ المصابیح / باب الغضب والکبر ص ۴۳۴)

۶ بعض بداخلاق لوگ سمجھتے ہیں کہ ہر وقت غضبناک رہنا بہادر ہونے کی دلیل ہے حالانکہ ہر وقت رہنا بداخلاق گدھا ہونے کی دلیل ہے بہادر وہ ہے جو اپنے آپ پر قابو رکھے۔

حضرت ابوہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بہادر وہ نہیں جو پچھاڑ کر (بہادری جتائے) بلکہ (بہادر) اور مضبوط وہ ہے جو کہ غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔ (صحیح البخاری کتاب الادب / باب الحذر من الغضب ص ۹۰۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں ایسا بلند ترین اخلاق پیش کیا جس کی مثال نہیں ملتی اور جس کی پیروی کرنا ہی سیدھی راہ پر ہونے کی ضمانت ہے۔

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیس سال تک خدمت کی اور میں بچہ تھا، میرا ہر کام اس طرح نہ تھا جیسے کہ میرے صاحب (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم) چاہتے تھے۔ (مگر) آپ نے مجھے کبھی اف تک نہیں فرمایا اور مجھے کبھی نہیں فرمایا، یہ کیوں کیا؟ یا یہ کیوں نہ کیا؟ (سنن ابی داود ج ۲ کتاب الادب / باب فی الحلم واخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۶۵۸)

مندرجہ بالا آیات و احادیث میں غصہ پر قابو پانے کی ترغیب دی گئی اور صحیح بات یہ ہے کہ جو آدمی نرم مزاج ہوتا ہے اس کے سب دوست بن جاتے ہیں اور بداخلاق اور غضبناک رہنے والے آدمی سے ہر چیز نفرت کرتی ہے۔

جب غصہ آئے تو انسان کو چاہیے کہ ممکن طریقوں سے اس پر قابو پانے کی کوشش کرے وضو کرے یا پانی پی لے کھڑا ہے تو بیٹھ جائے یعنی اپنی حالت یا نشست بدل دے۔

حضرت عطیہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک غصہ شیطان کی جانب سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ پانی سے ہی بجھتی ہے پس جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو وضو کر لو۔

(سنن ابی داود ج ۲ کتاب الادب / باب مایقال عند الغضب صـ ۶۶۰)

حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اگر غصہ دور ہو جائے تو ٹھیک ورنہ لیٹ جائے۔ (سنن ابی داود ج ۲ کتاب الادب / باب مایقال عند الغضب ص ۶۵۹)

غصہ کے وقت اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھے۔

حضرت سلیمان بن صرد (الخزاعی الکوفی) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو آدمیوں نے ایک دوسرے کو گالی دی اور ہم آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے پس ایک نے غصہ کے ساتھ اپنے ساتھی کو گالی دی اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ کہے تو اس سے وہ بات دور ہو جائے جو پا رہا ہے (یعنی غصہ دور ہو جائے) اگر یہ کہے۔ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم لوگوں نے آدمی کو کہا۔ کیا تم سنتے نہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں اس نے کہا کہ میں دیوانہ نہیں۔ (صحیح البخاری ج ۲ کتاب الادب / باب الحذر من الغضب صـ ۹۰۳)

چونکہ شیطان ہی انسان کے سامنے غصہ کو مزین کر کے لاتا ہے اس لیے اس کے جال کو ختم کرنے شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ لینا بہترین ہتھیار ہے۔

ظلم کرنا شدید جرم ہے

۶ اسلام نے مخلوق پر ظلم کرنے سے بچنے کی سخت تاکید کی ظلم کا معنی ہے اندھیرا یعنی ظلم کرنا اندھیر مچانا ہے اور ظلم کرنے والے کا انجام سخت خطرناک اور عبرتناک ہوتا ہے۔ ظلم کرنے والا آدمی اگر چند روز عیش و عشرت کی زندگی گزارے مگر ہر جاندار ظالم کے خلاف بد دعائیں کرتا ہے، ظالم کو اگر ڈھیل مل جائے تو وہ اس کے حق میں زیادہ بری ہے ظالم آدمی تکبر و درندگی

کی وجہ سے عموماً ہدایت سے بھی محروم رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کو ظالم آدمی سے شدید نفرت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف آیات میں ظالم لوگوں کے بارے میں فرمایا:

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ○ (آلِ عمران - ۵۷) (اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا)

اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (الانعام - ۲۱) (بے شک ظالم نجات نہیں پائیں گے)

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ (آلِ عمران - ۸۶) (اور اللہ ظالموں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا)

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۙ (ھود - ۱۸) (خبردار ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے)

مندرجہ بالا آیات میں واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا، ظالموں کو نجات و ہدایت نہیں ملے گی۔ اور ظالم اگر ظلم سے توبہ نہیں کرتا ہے تو وہ ملعون یعنی اللہ کی رحمت سے محروم ہو جاتا ہے

۶ قیامت کو بھی ظالموں کو سزا ملے گی اور کوئی سفارش یا مددگار نہیں ہو گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ○ (الشوریٰ - ۸) (اور ظالموں کا نہ کوئی دوست ہے اور کوئی مددگار)

نیز فرمایا

مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ۗ (المؤمن - ۱۸) (ظالموں کا کوئی حمایتی نہیں ہو گا اور نہ کوئی سفارشی جس کی بات مانی جائے)

اگر دنیا میں ظالموں کو چند روز مہلت ملی ہے کہ وہ ظلم کریں تو یہ بھی سزا کی صورت ہے تاکہ گناہ اور ظلم میں زیادتی کر کے بڑا عذاب حاصل کر لیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۗ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۙ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ ۗ (ابراھیم - ۴۲-۴۳)

(اور تو ہرگز خیال نہ کر کہ اللہ ان کاموں سے بے خبر ہے جو ظالم کرتے ہیں، انہیں صرف اس دن تک مہلت دے رکھی ہے جس میں نگاہیں پھٹی رہ جائیں گی، وہ سر اٹھائے ہوئے دوڑتے چلے جا رہے ہوں گے۔ کہ انکی نظر ان کی طرف ہٹ کر نہیں آئے گی اور ان کے دل اڑ رہے ہوں گے)

آیات تو کثیر تعداد میں ہیں، مگر یہاں پر اختصار کی غرض سے چند آیات کا ذکر کیا گیا ہے۔

احادیث میں ظلم کی شدید ممانعت ہوئی۔

حضرت ابو ذر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ تبارک وتعالیٰ سے روایت کیا (وہ یہ ہے) کہ فرمایا: اے میرے بندو! میں نے آپ پر ظلم کو حرام کر دیا اور تمہارے درمیان بھی اسے حرام قرار دیا پس ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو..... الحدیث

(صحیح المسلم ج ۲ کتاب البر والصلۃ والادب، باب تحریم الظلم ص: ۳۱۹)

حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن کے اندھیرے ہیں اور بخل سے بچو کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو بخل نے ہلاک کیا (بخل نے) ان کو اپنے خون بہانے اور حرام کو حلال کرنے پر آمادہ کیا۔

(صحیح المسلم ج ۲ کتاب البر والصلۃ والادب، باب تحریم الظلم ص۳۲۰)

حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کو سب لوگوں سے مبغوض (اور قابلِ نفرت) جھگڑالو (آدمی) ہے۔

(صحیح البخاری ج ۱ ابواب المظالم والقصاص / باب قول اللہ وھو الد الخصام ص۳۳۲)

ظالم کے ساتھ چلنے والا اور اس کی مدد کرنے والا بھی ظالم ہے، کاش ظالم حکمرانوں اور ظالموں کے کارندے اور ساتھی اس حدیث سے عبرت حاصل کریں۔ حضرت اوس بن شرحبیل (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے۔ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ جو ظالم کے ساتھ چلا تاکہ اسے قوت دے اور وہ جانتا ہے کہ یہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے نکل گیا۔

(سنن بیہقی فی شعیب الایمان، بحوالہ مشکوۃ المصابیح باب الظلم ص۴۳۶)

انسان کو چاہیئے کہ وہ ظلم کر کے یہ نہ سمجھے کہ مظلوم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا ہے۔ کیا خبر اللہ تعالیٰ کسقدر سزا دے۔ حضرت معاذ رضی اللہ کی ایک روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... اور مظلوم کی بد دعا سے بچو کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے۔

(صحیح المسلم ج ۱ کتاب الایمان / باب الدعاء الی الشہادتین وشرائع الاسلام ص۳۶)

حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مظلوم کی دُعا سے بچو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنا حق مانگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی حق دار کا حق نہیں رکھتا۔

(مشکوۃ المصابیح / باب الظلم ص: ۴۳۵ - ۴۳۶ عن بیہقی فی شعیب الایمان)

۶ لوگوں پر ظلم کرنے والا چاہے کس قدر نیکیاں کرلے لیکن اگر قیامت کے دن اس کا ظلم نیک
سے بڑھ گیا تو سب نیکیاں برباد ہو جائیں گی اور ظلم کی سزا پانے کے لیے جہنم میں جانا پڑے
سب سے بڑی بدنصیبی کی جگہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو جہنم سے اپنی پناہ عطا فرمائے۔
حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ف
کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟
عرض کیا، ہمارے اندر مفلس وہ ہے کہ جس کے پاس نہ درہم ہوں نہ سامان ہو۔
آپ نے فرمایا۔ بے شک میری امت سے مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز۔ روزے
زکوٰۃ لائے اور اس طرح آئے کہ اس کو گالی دی اس پر تہمت رکھی اس کا مال کھایا اس کا خون بہا
اس کو مارا۔ پس اس کو اس کی نیکیوں میں سے اور اس کو اس کی نیکیوں سے دیا جائے گا پھر
اس پر جو حق لازم آتا ہے۔ اس کے پورا ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو ان کے گناہ لے
گے اور اس پر ڈال دیے جائیں گے پھر اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب البر والصلۃ والادب، باب تحریم الظلم ص

۶ یاد رہے کہ ظلم کی تین اقسام ہیں۔
۱۔ شرک اور کفر کرنا یہ سب سے بڑا ظلم ہے اس کی معافی نہیں اگر موت سے پہلے شرک یا کفر
توبہ نہ کی اور شرک یا کفر کی حالت میں مرگیا تو دائمی جہنمی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ (المائدہ ۷۲)

(بے شک جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا اللہ نے اس پر جنت حرام کی اور اسکا ٹھکانہ دوزخ ہے)

نیز فرمایا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ۝

(النساء — ۱۱۶)

(بے شک اللہ اس کو نہیں بخشتا جو کسی کو اس کا شریک بنائے اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دے اور جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا، وہ بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا)

کفر کی حالت میں مرنے والے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَمَاتُوۡا وَھُمۡ کُفَّارٌ اُولٰٓئِکَ عَلَیۡھِمۡ لَعۡنَۃُ اللّٰہِ وَالۡمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِیۡنَ لَا خٰلِدِیۡنَ فِیۡھَا ۚ لَا یُخَفَّفُ عَنۡھُمُ الۡعَذَابُ وَلَا ھُمۡ یُنۡظَرُوۡنَ ۝

(البقرۃ - ۱۶۱، ۱۶۲)

(بے شک جنہوں نے کفر کیا اور کفر کی حالت میں مر بھی گئے تو ان پر اللہ کی لعنت ہے اور فرشتوں اور سب لوگوں کی بھی۔ وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے ان سے عذاب ہلکا نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی وہ مہلت دیے جائیں گے)

بندوں پر ظلم کرنا یعنی کسی کی عزت لوٹنا، کسی کو مارنا، کسی کا مال لوٹنا، کسی پر جھوٹی تہمت رکھنا وغیرہ ان کے بارے میں بندوں سے معافی مانگنا ضروری ہے۔ اگر ان کا حق واپس کر کے یا معافی مانگ کر ادا نہ کیا تو قیامت کو گذشتہ کی حدیث کی رو سے نیکیاں دینی ہوں گی، اور اگر نیکیاں نہ ہوئیں تو پھر دوسروں کے گناہ اپنے سر لینے پڑیں گے۔ لیکن اگر حق ادا نہیں کر سکتا اور مظلوم معاف بھی نہیں کرتا تو پھر مظلوم کے لیے زندگی بھر دعائے مغفرت کرتا رہے۔ پھر اللہ کریم ہے۔

- عام گناہ کرنا۔ بشرطیکہ کفر یا شرک نہ ہو تو یہ اللہ کا حق ہے وہ چاہے تو معاف کر دے چاہے سزا دے ان سے سچے دل کے ساتھ استغفار کرے گا تو انشاء اللہ معافی مل جائے گی۔

حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیوان (اعمال نامے) تین ہیں "وہ دیوان (اعمال نامہ) جس کو اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا (یعنی) اللہ کے ساتھ شرک کرنا اللہ عز وجل فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ (بے شک اللہ اس کو نہیں بخشتا جو کسی کو اسکا شریک بنائے)

۱۔ وہ دیوان (اعمال نامہ) کہ اللہ تعالیٰ اس کو (محاسبہ کئے بغیر) نہیں چھوڑے گا، وہ بندوں کا ایک دوسرے پر آپس میں ظلم کرنا ہے یہاں تک کہ ایک دوسرے سے اس کا بدلہ لے۔

۲۔ وہ دیوان (اعمال نامہ) کہ اللہ کو اس کی پرواہ نہیں (یعنی) بندوں کا اپنے اور اللہ کے درمیان ظلم (گناہ کرنا) یہ اللہ (کی مرضی) کے حوالہ ہے اگر چاہے تو عذاب دے اور اگر چاہے تو معاف کر دے۔ (بیھقی فی شعیب الایمان بحوالہ مشکوۃ باب الظلم ص ؛ ۴۳۵)

۶ انسانوں میں عام طور پر پانچ طبقات ہیں۔

۱۔ انبیاء علیہم السلام ۲۔ صحابہ کرام ۳۔ علماء اسلام، ۴۔ عام مسلمان ۵۔ غیر مسلم عناصر

جو شخص انبیاء علیہم السلام کی توہین کرے یا انہیں جان و مال و عزت کا نقصان دے وہ سب سے

بڑا ظالم، سب سے بڑا ملعون اور سب سے بڑا خبیث ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ ۙ وَّ یَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ۫ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ۝ (آل عمران ۔ ۲۱-۲۲)

(بے شک جو لوگ اللہ کے حکموں سے انکار کرتے ہیں اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے ہیں اور لوگوں میں سے انصاف کا حکم کرنے والوں کو قتل کرتے ہیں انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیا اور آخرت میں محنت ضائع ہوئی اور ان کا کوئی مددگار نہیں)

اس آیت میں انبیاء علیہم السلام کا قاتل اور ان کے وارثین لوگوں کو نیکی کا حکم کرنے والے علماء دین کے قاتل کو دردناک عذاب کی خبر دی گئی ان کی دنیا و آخرت سب برباد، انبیاء علیہم السلام کا پیغام تو ان کے بعد علماء کرام ہی پہنچاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ کفار اور انتہائی غنڈے عناصر انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام اور اسلام کے دشمن ہیں۔

۶ اللہ تعالیٰ نے علمائے کرام کے بارے میں فرمایا۔

اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ (الفاطر ۔ ۲۸)

(بے شک اللہ سے، اس کے بندوں میں سے علماء ہی ڈرتے ہیں)

(حضرت ابوالدرداء رضی اللہ کی روایت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے) بے شک علماء نبیوں کے وارث ہیں۔۔۔۔۔ الحدیث

(الجامع الترمذی ج ۲ ابواب العلم باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ ص ۹۳)

اب جو شخص انبیاء علیہم السلام یا ان کے وارثین علماء اسلام کو ایذا دے یا ان پر ظلم کرے یا ان کی توہین کرے وہ سب سے بڑا بدمعاش اور غنڈہ ہے۔

یاد رہے کہ ولی وہ ہوتا ہے جو اسلام کے کسی حکم کی مخالفت نہ کرے اور جو شخص اسلام کا علم نہیں رکھتا وہ جہالت کی وجہ سے کئی گناہ کرتا ہے۔ اور نہیں جانتا کہ کیا کیا؟ شیخ امام سید احمد کبیر الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے البرھان المؤید میں فرمایا۔ "جاہل ولی نہیں ہو سکتا"

یعنی ولی ہونے کے لیے عالم ہونا شرط ہے علم کے بغیر صحیح عمل ممکن نہیں۔ جو شخص علماء کا دشمن ہے وہ اولیاء کا بھی دشمن ہے اس لیے کہ اس امت میں علماء ہی اولیاء ہیں۔

افسوس آج کل جہالت یہاں تک جا پہنچی کہ لوگ چرس بھنگ پینے والے بدمعاش و بدکار پیشے

ے بے نمازی اور اسلام کے دشمن افراد کو جو مزاروں کے ارد گرد بیٹھے نشے میں اونگھتے رہتے ہیں ان کو بھی
ن کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ قوم کو ہدایت دے۔

صحابہ کرام نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے شاگرد سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے اور اسلام کی تعلیم براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کرنے والے ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کو نمونہ ایمان قرار دیا اور حکم دیا کہ جو شخص اس طرح ایمان لائے جیسے صحابہ کرام ایمان لائے وہی مسلمان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ج
(البقرۃ — ۱۳۷)

(پس اگر وہ بھی ایمان لے آئیں جس طرح تم (اے صحابہ) ایمان لائے ہو تو وہ بھی ہدایت پا گئے اور اگر وہ نہ مانیں تو وہی ضد میں پڑے ہوئے ہیں)

صحابہ کرام کو دنیا میں اپنی رضامندی کا یقین دلا دیا اور فرمایا:۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ
(التوبة — ۱۰۰)

(اور جو لوگ قدیم ہیں پہلے ہجرت کرنے والے اور انصار (مدد کرنے والوں) میں سے اور وہ لوگ جو نیکی میں ان کی پیروی کرنے والے ہیں، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے)

یعنی اللہ تعالیٰ تمام مہاجرین و انصار صحابہ کرام سے راضی ہے اور جو صحابہ کرام کی صحیح پیروی کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ راضی ہے اب جو خبیث آدمی صحابہ کرام کے خلاف بکواس کرتا ہے وہ انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے بہترین مخلوق کے خلاف بکواس کرنے والا ایک بدمعاش آدمی ہے اور اس کا انجام یقیناً جہنم ہے جہاں اس کی غنڈہ گردی کا خوب علاج ہو گا۔

۶ جو شخص عام مسلمانوں پر ظلم کرتا ہے ان کو گالی دیتا ہے ان کا مال لوٹتا ہے ان کی جان کے درپے ہوتا ہے وہ بھی سخت ظالم ہے اس لیے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے وفادار مسلمان کو ستایا۔
حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
مسلمانوں کو گالی دینا فسق (غنڈہ گردی) ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔

(صحیح البخاری ج ۲ کتاب الفتن. باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا ترجعوا بعدی کفاراً یضرب بعضکم رقاب بعض ص: ۱۰۴۸)

مسلمان کے قصداً قتل کرنے والے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ○ (النساء — ۹۳)

(اور جو کوئی کسی مسلمان کو جان کر قتل کرے سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور نے اس کے لیے بڑا عذاب تیار کیا ہے)

بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو قتل کرنا یعنی خودکشی کو حرام قرار دیا۔ اس طرح ایک دوسرے کو قتل کرنے سے منع کیا فرمایا۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ○ (النساء — ۲۹)

(اور آپس میں کسی کو قتل نہ کرو۔ بے شک تم پر مہربان ہے)

خاندانی منصوبہ بندی کرنا، اسقاط حمل کرنا اور بچوں کو مارنا بھی ظلم ہے اس سے بھی منع فرمایا

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ○ (بنی اسرائیل - ۳۱)

(اور اپنی اولاد کو تنگ دستی کے ڈر سے قتل ہم انہیں بھی رزق دیتے ہیں اور تمھیں بھی ان کا قتل کرنا بڑا گناہ ہے)

حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے بندوں کے درمیان خون (قتل کرنے کے امور) میں فیصلہ ہوگا۔

(جامع الترمذی ج ۱ ابواب الدیات، باب الحکم فی الدماء ص ۲۵۹

بلکہ مسلمان کو ڈرانا اس کے خلاف ہتھیار اٹھانا اس کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرنا سب (حضرت عبداللہ بن ابی لیلی کی روایت میں) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو ڈرائے۔

(سنن ابی داود ج ۲ کتاب الادب / باب من یاخذ الشئ من المزاح ص

حضرت ابو موسیٰ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ہم پر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں۔

(جامع الترمذی ج ۱ ابواب الحدود / باب ماجاء فی من شہر السلاح

یعنی مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اٹھانے والا مسلمانوں میں سے ہونے کا حق دار نہیں اب معاشرہ لیڈر اپنی ذاتی اغراض کی خاطر مسلمانوں پر اپنے کرائے کے غنڈوں سے حملے کراتے ہیں اور حملے

نے والے غنڈے اس طرح جو حکمران مسلمانوں کو قتل کراتے ہیں۔ یا وہ خبیث ملازمین جو حکمرانوں کو خوش
نے کے لیے دنیا کے تھوڑے سے مال کے لالچ میں مسلمانوں کا خون کرتے ہیں ان کا اسلام سے کیا
لق رہ سکتا ہے؟ ان کو چاہیئے کہ اس حدیث کی روشنی میں اپنا منحوس چہرہ دیکھ لیں اور ظلم سے توبہ کریں
حضرت ابن سیرین (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابو ہریرۃ (رضی اللہ عنہ) کو فرماتے
نا ہے کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے اپنے بھائی کی طرف لوہے کے ساتھ اشارہ کیا تو فرشتے
س پر لعنت کرتے ہیں یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے چاہے وہ اس کے ماں باپ سے (سگا) بھائی ہو۔

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب البر والصلۃ والادب / باب النھی عن الاشارۃ بالسلاح الی المسلم ص: ۳۲۸

ٹیکس وصول کرتے وقت یا کسی وجہ سے بھی اللہ کی مخلوق کو چاہے غیر مسلم ہو ایذاء دینا جائز نہیں۔
حضرت ھشام بن حکیم بن حزام (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ وہ شام میں بعض لوگوں کے پاس سے
گذرے، انہیں دھوپ میں کھڑا کیا گیا تھا اور ان کے سروں پر تیل ڈالا گیا تھا، پوچھا۔ یہ کیا ہے؟ جواب
ملا ان کو خراج (کی وصولی کے لیے) سزا دی جا رہی ہے۔ فرمایا۔ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو فرماتے سنا! بے شک اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب البر والصلۃ والادب / باب الوعید الشدید لمن عذب الناس بغیر حق ص ۳۲۷)

الغرض جو دنیا میں کسی جاندار کو تکلیف دے گا اس پر ظلم کرے گا اسے موت کے بعد اسکی سزا ملے گی۔
حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے
سنا۔ میرے بعد لوٹ کر کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الفتن / باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض ص ۱۰۴۸)

حضرت ابی بکرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب
دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ ایک دوسرے کے سامنے آئے ان میں سے ہر ایک دوسرے کو قتل کرنا چاہتا
ہے تو وہ دونوں ہی آگ میں جائیں گے۔
عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول یہ قاتل (تو ٹھیک ہے کہ دوزخ میں جائے گا۔ مگر مقتول کا کیا
معاملہ ہے۔؟
آپؐ نے فرمایا۔ وہ اپنے ساتھی کے قتل پر حریص تھا (اگرچہ داؤ نہیں لگا)

(سنن نسائی ج: ۲ کتاب المحاربۃ / باب تحریم القتل ص: ۱۶۹)

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرۃ (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: اگر آسمان والے اور زمین والے ایک ایماندار کے خون میں شریک (جرم) ہوں تو اللہ ان سب کو آگ میں اوندھے منہ ڈال دے گا۔ (جامع الترمذی ج: ۱ الواب الدیات / باب الحکم فی الدماء صد ۵۹

6 بلکہ جانور پر ظلم کرنے کا انجام بھی دوزخ ہے۔

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک عورت کو ایک بلی (پر ظلم کرنے) کے باعث عذاب دیا گیا۔ اس نے اسے باندھ دیا پس نہ اس کو کھلایا اور نہ چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھالے۔

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب البر والصلتہ والادب / باب تحریم تعذیب الہرۃ ونحوھا من الحیوان الذی لایوذی صد

البتہ موذی جانوروں سانپ، بچھو کو ایذاء دینے سے پہلے مار دے کیونکہ یہ ضرر رساں جانور ہیں۔

جھوٹے مقدمہ یا دھوکہ سے کسی کا مال لوٹنا بھی شدید جرم ہے۔

حضرت عبداللہ (ابن مسعود رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے جبر کرنے کے لیے قسم کھائی تاکہ اس کے ذریعہ ایک مسلمان آدمی کا مال ہڑپ کرلے وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر غضبناک ہوگا، پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی تصدیق کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔

ان الذین یشترون بعھد اللہ وایمانھم ثمنا قلیلا .....

(صحیح البخاری ج ۲ کتاب الایمان والنذور / باب قول اللہ ان الذین یشترون بعھد اللہ وایمانھم ثمنا قلیلا صد ۸

حضرت سعید بن زید (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جس نے زمین سے کچھ بھی ظلم کیا (یعنی تھوڑی سی زمین پر ناجائز قبضہ کرلیا۔) تو اس کو سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا (جو کہ عذاب کی ایک صورت ہے)

(صحیح البخاری ج: ۱ الواب المظالم والقصاص باب اثم من ظلم شیئا من الارض صد ۳۳۲

اب چور اور ڈاکو اس میں اپنا انجام دیکھ لیں یہی وجہ ہے کہ جو ہاتھ چوری کرتا ہے اسلام نے اس خائن اور ظالم ہاتھ کو کاٹ دینے کا حکم دیا اور جو آدمی ڈاکہ ڈالتا ہے اسلام نے اس کی ایک ٹانگ جس سے چل کر ظلم کرنے گیا اور ایک ہاتھ جس سے مسلمان کو لوٹا دونوں کو کاٹ دینے کا حکم دیا۔ جس کی تفصیل حدود و قصاص کے باب میں دیکھیے۔

مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ ظالم کو اس کے ظلم سے روکیں تاکہ معاشرہ اطمینان محسوس کرے۔

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

نے بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم ہو۔
عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول جب یہ مظلوم ہے تو ہم اس کی مدد کریں گے۔ مگر ہم ظالم کی کسطرح
کریں؟ آپ نے فرمایا!
اس کے ہاتھ کو (ظلم کرنے سے منع کرنے کے لیے) پکڑ لو۔
(صحیح البخاری ج ۱ ابواب المظالم والقصاص/باب اعن اخاک ظالما او مظلوما ص ۳۳۱)
انسان کو چاہیئے کہ اس حدیث میں ذکر ہونے والی دعا کیا کرے تاکہ اگر کبھی کسی بھائی کے حق
زیادتی ہو جائے تو معافی مل سکے۔
حضرت ابوہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی
اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَتَّخِذُ عِنْدَكَ عَھْدًا لَنْ تُخْلِفْنِیْہِ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ فَاَیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ اٰذَیْتُہٗ
شَتَمْتُہٗ لَعَنْتُہٗ جَلَدْتُہٗ فَاجْعَلْھَا لَہٗ صَلٰوۃً وَّزَکٰوۃً وَّقُرْبَۃً تُقَرِّبُہٗ بِھَا اِلَیْكَ یَوْمَ
الْقِیَامَۃِ ۰ (صحیح المسلم ج ۲ کتاب البر والصلۃ والادب/باب من لعنہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم او دعا
علیہ ولیس ہو اھلا لذلک کان لہ زکوٰۃ ص: ۳۲۴)

آرام اور تفریح کے آداب

ایک مسلمان کا آرام بھی عبادت سے ہے اور اس کی دل کی خوشی و مسرت اور تفریح بھی عبادت کے ذریعے ہوتی ہے اگر ایک مسلمان صحرا میں گھوم کر دریا پر جا کر جنگلات میں پھر کر تفریح کرتا ہے۔ تو اس کا مقصد ان مقامات پر جا کر عبرت حاصل کرنا اور اپنے آپ کو جہاد کے لیے تیار کرنا ہے، مگر صرف بدن کو موٹا کرنا اور صرف حیوانی قوت پیدا کرنے کے لیے تفریح کرنا صرف ڈنگروں کا کام ہے اور گناہ کے کاموں مثلاً ناچ گانوں، فلموں اور قحبہ خانہ وغیرہ کے ذریعہ تفریح کرنا شیطان اور اس کے بدمعاش و غنڈہ گرد ایجنٹوں کا کام ہے، اسی طرح ایسے کھیل کہ جو جنگی مہارت حاصل کرتے یا دنیا کا فائدہ حاصل کرنے یا ثواب حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں بن سکتے، جیسے کہ کرکٹ فٹ بال وغیرہ یہ کھیل صرف وقت اور مال برباد کرنے کے کھیل ہیں اور قوم کے بڑے حصے کو فضول کام میں مصروف رکھنے کی سازش ہے جس کے پیچھے کسی انتہائی شریر قوم کا ہاتھ ہے اور جانوروں کو لڑانے یا انسانوں کو لڑا کر تفریح کرنے کا کاروبار کرنا انسانیت سے محرومی اور صرف درندگی ہے اسلام نے تفریح کے وہ ذرائع بتائے کہ جن سے مسلمان

قوم کی صحت درست ہو، وقت اور مال برباد نہ ہو، اللہ تعالیٰ راضی ہو۔ جہاد کے لیے تیاری ہو اور کسی کا مظاہرہ بھی نہ ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ دل کو سکون اور آرام تو صرف اللہ تعالیٰ کی یاد سے ملتا ہے، بشرطیکہ حلال کھا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ذکر اللہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝ (خبردار اللہ کی یاد سے دل تسکین پاتے ہیں)

(الرعد — ۲۸)

۶ نماز پڑھنا تمام اذکار و عبادات کی جامع ہے یہی وجہ ہے کہ مسلمان کی راحت نماز میں ہے اور مسلمان کی سب سے بہتر ورزش بھی نماز ہے مسلمان کی صحت بھی نماز سے ہے اور مسلمان کے دنیا و آخرت کے سب کام نماز کے ذریعہ پورے ہوتے ہیں اور نماز سے ہی اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے، نماز دنیا و آخرت کی ہر نعمت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، بشرطیکہ حلال کھا کر نماز پڑھے، عقائد درست رکھے، بدعت سے توبہ کرے اور نماز پڑھتے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف مکمل توجہ رکھے۔

حضرت سالم بن ابی الجعد (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا اور مسعر فرماتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ آدمی) خزاعہ (قبیلے) کا تھا (یہ کہا)؛ کاش میں نماز پڑھوں، پس آرام پاؤں، لوگوں نے گویا اس پر عیب رکھا۔ (یعنی اسکے کلام میں شبہ کیا) اس نے کہا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا! اے بلال، نماز کھڑی کرو اس کے ذریعے آرام دو۔ (سنن ابی داؤد ج ۲ کتاب الادب/باب فی صلوٰۃ العتمۃ صـ ۶۸۱)

یعنی ایک مسلمان کی راحت نماز میں ہے جبکہ ایک بدمعاش غنڈہ آدمی گانے گا کر ناچ کر خوش ہوتا ہے۔

۶ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو گھوڑے دوڑانے کی ترغیب دیتے گویا مسلمانوں کا کھیل جہاد کے لیے ہے۔ صرف موٹے موٹے پہلوان نما ڈنگر پالنے کے لیے نہیں۔

آپ خود ہی دیکھیں کہ اگر کفار اور مسلمانوں کی جنگ ہو تو موٹے موٹے ڈنگل کرنے والے پہلوان نما ڈنگر جنگ میں کام نہیں آسکتے ان کا کام صرف بے تحاشا کھانا اور بے تحاشا ہگنا موتنا ہی ہے اور اس طرح اگر کفار بم پھینکیں ان کے جواب میں آپ فٹ بال یا کرکٹ کا گیند پھینک دیں تو اس سے کفار کو شکست نہیں ہوسکتی ایسے ہی اگر کفار ہوائی جہاز اڑائیں اور آپ جواب میں پتنگ اڑائیں تو جنگ نہیں جیت سکتے الغرض حکمرانوں کو چاہیئے کہ وہ سوچیں کہ کون سا کھیل جاری کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔

وَاَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّۃٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْھِبُوْنَ بِہٖ عَدُوَّ اللّٰہِ وَعَدُوَّکُمْ وَاٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِھِمْ ۵ (الانفال ــ ۶۰)

(اور ان سے لڑنے کے لیے جو کچھ (سپاہیانہ) قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے جمع کر سکو سو تیار رکھو کہ ان سے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر اور ان کے سوا دوسروں پر ہیبت پڑے)

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان گھوڑوں درمیان (دوڑ کا) مقابلہ کرایا جن کو چھریرا بدن بنایا گیا تھا چنانچہ ان کو حفیا، (ایک جگہ کا نام) چھوڑا اور ان کی آخری حد ثنیۃ الوداع تھا۔

میں نے (حضرت) موسیٰ سے پوچھا، ان کے درمیان کس قدر فاصلہ ہے۔؟

فرمایا: چھ یا سات میل۔

اور جن گھوڑوں کو چھریرا نہیں کیا گیا پس (ان کے درمیان مقابلہ کرانے کے لیے) ان کو ثنیۃ الوداع سے چھوڑا۔ اور ان کی آخری حد، مسجد بنی زُریق تھی۔ میں نے کہا، ان کے رمیان کس قدر فاصلہ ہے؟

فرمایا: ایک میل یا اس کے قریب تھا۔

اور حضرت ابن عمر ان میں داخل تھے جنہوں نے مقابلہ میں حصہ لیا۔

(صحیح البخاری ج: ا کتاب الجہاد / باب غایۃ السبق للخیل المضمرۃ ص ۴۰۲)

حضرت جریر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جب سے میں اسلام لایا، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کبھی منع نہیں کیا اور جب بھی مجھے دیکھا تو آپؐ مسکرا دیے میں نے آپؐ سے شکایت کی کہ میں گھوڑے پر جم نہیں سکتا آپؐ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا، اے اللہ اسے (گھوڑے، پر) ثابت رکھو۔

اور اس کو ہدایت دینے والا ہدایت یافتہ بنا دو۔

(صحیح البخاری ج: ا کتاب الجہاد / باب من لا یثبت علی الخیل: ص ۴۲۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر اندازی کی ترغیب دی جیسے کہ آج کل بندوق و توپ چلانا ہے چنانچہ اسلحہ کا استعمال سیکھنا جہاد بھی ہے، ریاضت بھی ہے اور مسلمان کی تفریح بھی ہے۔

حضرت سلمۃ بن اکوع (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

اے بنی اسماعیل تیر اندازی کرو۔ کیونکہ تمہارا باپ (حضرت اسماعیل علیہ السلام) تیر انداز تھا اور بنی فلاں کے ساتھ ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ دونوں میں ایک فریق نے اپنے ہاتھ روک لئے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تمھیں کیا ہے کہ تم تیر اندازی نہیں کرتے؟ (صحابہ) نے عرض کیا:۔ ہم کس طرح تیر چلائیں جبکہ آپؐ ان کے ساتھ ہیں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تیر اندازی کرو اور میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

(صحیح البخاری ج ۱ کتاب الجہاد/ باب التحریض علی الرمی صـ ۴۰۶)

۶ الغرض اسلحہ استعمال کرنا، اسلحہ بنانا، اسلحہ فروخت کرنا، اسلحہ دوسروں کو دینا اگر ان میں جہاد کی نیت ہو مسلمانوں کو قوت دینا اور کفار کو شکست دینا مقصود ہو تو یہ ورزش و تفریح بھی ہے اللہ تعالیٰ کی رضا بھی ہے لیکن اگر اسلحہ بنا کر محض مال کی خاطر کفار یا مشرکین یا بدعتیوں کے ہاتھ اسلحہ فروخت کرے تو یہ اسلام کے ساتھ دشمنی اور سخت جرم ہے۔

حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کے ساتھ تین (آدمیوں) کو جنت میں داخل کرے گا۔

۱۔ اس کا بنانے والا جو بنانے میں ثواب کی نیت رکھے۔ ۲۔ تیر مارنے والا ۳۔ اور تیر پکڑانے والا۔ آپ نے فرمایا:۔ تیر اندازی کرو اور سواری کرو۔ اور تم تیر اندازی کرو۔ یہ مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ تم سواری کرو۔

مسلمان آدمی جو کھیل کھیلے وہ سب باطل (غلط) ہے سوائے کمان کے ساتھ تیر اندازی کرنے اور اپنے (جہاد کے) گھوڑے کو سدھانے کے اور اپنی بیوی سے ملاعبت کرنے کے۔ پس یہ (کھیل) حق ہیں (جامع الترمذی ج ۱ ابواب فضائل الجہاد/ باب ماجاء فی الرمی فی سبیل اللہ صـ ۲۰۲)

تیر اندازی اور گولی یا گولے چلانا ہی اصل طاقت ہے جس سے دشمن خوفزدہ ہو سکتا ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا اور آپ منبر پر تشریف فرما تھے۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ خبردار قوت رمی ہے، خبردار قوت رمی ہے

(صحیح المسلم ج ۲ کتاب الامارۃ/ باب فضل الرمی والحث علیہ صـ ۱۴۳)

رمی سے مراد تیر اندازی ہے جیسے کہ آج کل بندوق چلانا اور توپ چلانا۔ چنانچہ آج کل

میزائل گولے اور بم گرانے کے تمام ہتھیار رمی میں داخل ہیں۔

حضرت ابی نجیح السلمی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا! جس نے اللہ کی راہ میں ایک تیر چلایا یہ اس کے لیے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہوا۔ (جامع الترمذی ج ۱ ابواب فضائل الجہاد / باب ماجاء فی فضل الرمی فی سبیل اللہ ص ۲۹۳)

جہاد کے ارادے سے اسلحہ کا استعمال سیکھنا چونکہ عبادت ہے اس لیے اس کو بھلا دینا گناہ ہے۔

(صحیح مسلم کی ایک روایت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے) جس نے تیراندازی سیکھی پھر اسے چھوڑ دیا وہ ہم سے نہیں یا (فرمایا) اس نے نافرمانی کی۔

(صحیح مسلم ج ۲ کتاب الامارۃ / باب فضل الرمی والحث علیہ ص ۱۴۳)

الغرض جہاد کی نیت سے جو ورزش ہو گی وہ تفریح بھی ہے اور ثواب کا باعث بھی ہے حتی کہ سمندر میں تیرنا یا سمندری جہاد کی مشق کرنا دریاؤں میں تیرنا ہواؤں میں جنگی جہاز چلانا سب اقسام جہاد ہیں۔ جو ایک مسلمان کے لیے بہترین تفریح ہے۔

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری روزی میرے نیزے کے سایہ میں کر دی گئی اور جس نے میرے حکم کی مخالفت کی اس کے لیے ذلت و رسوائی مقرر کر دی گئی۔ (صحیح البخاری ج ۱ کتاب الجہاد / باب ما قیل فی الرماح ص ۴۰۸)

(حضرت انس رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنت ملحان (یعنی ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا) کے پاس تشریف لائے اس کے پاس تکیہ لگایا پھر ہنسے۔

اس نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول آپ کیوں ہنسے ؟

آپ نے فرمایا: میری امت میں سے کچھ لوگ اللہ کی راہ میں بحر اخضر پر سوار ہیں (یعنی سمندر کا سفر کر رہے ہیں) ان کی مثال ایسی ہے جیسے پلنگوں پر بادشاہ ہوں ...... الحدیث.

(صحیح البخاری ج ۱ کتاب الجہاد / باب غزوۃ المرأۃ فی البحر ص ۴۰۳)

مگر جوا، شطرنج، پتنگ بازی کبوتر بازی، گانے بجانے دیگر بے فائدہ کھیل اسلام کے نزدیک صرف وقت ضائع کرنا ہے یا شیطان کی دوستی ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو چوسر یا شطرنج کے ساتھ کھیلا، اس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی۔

(موطا امام مالک ج ۲ کتاب الجامع / باب ماجاء فی النرد ص ۲۰۶)

حضرت سلیمان بن بریدۃ اپنے والد محترم (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

۳ جو نردشیر (چوسر یا شطرنج) کے ساتھ کھیلا گویا اس نے اپنا ہاتھ خنزیر کے گوشت اور خون میں ڈبو دیا۔ (سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الادب / باب فی النھی عن اللعب بالنرد ص۶۷۵)

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) کے بارے میں روایت ہے کہ جب وہ اپنے گھر والوں میں کسی کو نرد (چوسر یا شطرنج) کھیلتے ہوئے دیکھتے (اسے مارتے اور اس کو توڑ دیتے۔

(موطا امام مالک ج: ۲ کتاب الجامع / باب ما جاء فی النرد ص۳۰۹)

کبوتر باز اور پتنگ باز تو بہت ہی بے ہودہ لوگ ہوتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو کبوتری کا پیچھا کرتے کرتے دیکھا تو فرمایا: ایک شیطان، ایک شیطان (مونث) کا پیچھا کر رہا ہے۔ (سنن ابی ابن ماجہ ابواب الادب / باب اللعب بالحمام ص۲۷۵)

کتے پالنا اور کتوں کا کاروبار کرنا شدید گناہ ہے اور تصویریں بنانا اور روح والی چیزوں کی تصویریں گھر میں رکھنا بھی گناہ ہے جس گھر میں کتا یا تصویریں اور مورتیاں ہوں اس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے، وہ گھر شیطان خانہ ہے اس بارے میں آئندہ صفحات میں مستقل مضمون آرہا ہے۔

۶ جانوروں کو آپس لڑانے سے منع کیا یہ انتہائی ظالمانہ کھیل ہے اور درندگی کا مظاہرہ ہے افسوس انسان نما جانوروں میں اس درجہ کی درندگی آگئی کہ انسانوں کو آپس میں لڑا کر تماشا دیکھتے ہیں۔ اور اس خبیث کھیل کے فضائل بتاتے ہیں۔

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ۙ (العنکبوت ــ ۳۸)

(شیطان نے ان کے اعمال انہیں آراستہ کر کر دکھائے اور انہیں راہ سے روک دیا حالانکہ وہ سمجھدار تھے۔)

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو آپس میں (لڑانے کے لیے) بھڑکانے سے منع کیا۔

(سنن ابی داود ج: ۱ کتاب الجہاد / باب فی التحریش بین البھائم ص۳۴۶)

جو لوگ کتوں یا مرغوں یا دوسرے جانوروں کو آپس میں لڑاتے ہیں وہ حد درجہ کے غنڈے اور ظالم ہیں۔ حیرت ہے کہ آج کل عقلمند ہونے کے دعویدار یہ کام کرتے ہیں اس طرح جاندار کو باندھ

کر نشانہ بنانا بھی درندگی اور ظلم ہے نیز جو ڈاکٹر وغیرہ زندہ خرگوشس وغیرہ کو چیر کر طلبہ کو تشریح الاعضاء سکھاتے ہیں یہ بھی شدید ترین درندگی اور ظلم ہے۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس چیز میں روح ہو اسے نشانہ مت بناؤ۔

(صحیح المسلم ج ۱، کتاب الصید والذبائح / باب النھی عن صبر البھائم ص ۱۵۲)

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعنت کی جو روح والی چیز کو نشانہ بنائے۔

(سنن نسائی ج ۲، کتاب الضحایا / باب النھی عن المجثمۃ ص ۲۰۲)

جانوروں کو محض تفریح کی خاطر شکار کرنا کہ گوشت کھانا مقصود نہیں تو یہ بھی درندگی ہے اس سے دور رہنا چاہیئے، حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے جس کو وہ رفع کرتے ہیں فرمایا، کہ جس نے ایک چڑیا یا اس سے بڑا (جاندار) ناحق قتل کیا، اللہ عزوجل قیامت کے دن اس کے بارے میں پوچھے گا۔

عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حق کیا ہے؟

فرمایا۔ اس کا حق یہ ہے کہ اسے ذبح کرے اور کھائے۔ اور (ایسا نہ کرے) کہ اس کا سر کاٹ دے پھر اسے پھینک دے۔

(سنن نسائی ج ۲ کتاب الضحایا / باب من قتل عصفورا بغیر حقھا ص ۲۰۲)

تکبر کرنا سخت گناہ ہے

۶ تکبر کرنا سخت گناہ اور مخفی قسم کا شرک ہے، کیونکہ متکبر آدمی اپنے آپ کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے، حالانکہ ہگنے موتنے اور آخر کار مر کھپ کر گڑھے میں دفن ہونے والے جاندار کو تکبر زیب نہیں دیتا۔ سب سے بڑا اور ہر عیب سے پاک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تکبر سے منع کیا اور فرمایا۔

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝ وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ

(اور لوگوں سے اپنا رُخ نہ پھیر اور زمین پر اکڑ کر نہ چل۔ بے شک اللہ کسی تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا اور اپنے چلنے

وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ؀
میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز کو پست کر، بے شک آوازوں میں سے بری آواز گدھوں کی ہے

(لقمان - ۱۸ — ۱۹)

فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ؀
(سو دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ اس میں ہمیشہ رہو پس متکبرین کا کیا ہی برا ٹھکانہ ہے)

(النحل - ۲۹)

۶ شرک کرنے کے بعد تکبر اور ریاکاری سب سے بڑا جرم ہے تکبر کرنے والا اپنے آپ کو سب سے بہتر سمجھتا ہے اور دوسروں کو حقیر و ذلیل قرار دیتا ہے ریاکاری کرنے والا اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر نہیں بلکہ لوگوں کو دکھانے کے لیے کام کرتا ہے چنانچہ تکبر اور ریاکاری بھی شرک خفی ہے۔

حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں داخل نہیں ہو گا جس کے دل میں ذرہ بھر بھی تکبر ہو۔"

(صحیح المسلم ج: الکتاب الایمان / باب تحریم الکبر و بیانہ صـ ۶۵)

جو آدمی مفلس ہو پھر بھی متکبر ہو وہ زیادہ خبیث آدمی ہے۔ حضرت ابو ہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین سے اللہ تعالیٰ قیامت کو کلام نہیں کرے گا۔ اور نہ انہیں پاک کرے گا۔ ابو معاویہ فرماتے ہیں۔ کہ نہ ان کی طرف نظر (رحمت) کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہو گا۔

۱- بدکار بوڑھا ۲- جھوٹا بادشاہ ۳- متکبر فقیر۔

(صحیح المسلم ج، الکتاب الایمان، باب غلظ تحریم اسبال الازار والمن صـ ۷۱)

۶ جو لوگ تکبر کرتے ہیں یا اپنی قومیت پر فخر و غرور جتاتے ہیں، ایسے لوگ بہت برے ہیں۔

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں۔ وہ منبر پر تشریف فرما تھے۔

اے لوگو! انکساری اختیار کرو۔ کیونکہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ جس نے اللہ کی خاطر (انکساری) اختیار کی اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرے گا۔ وہ (تواضع کرنے والا) اپنے نزدیک چھوٹا ہے اور لوگوں کی نظروں میں بڑا ہے۔

اور جس نے تکبر کیا اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کرے گا۔ پس وہ لوگوں کی نظروں میں چھوٹا ہے اور

اپنے نزدیک وہ بڑا ہے حتیٰ کہ وہ (لوگوں) کے نزدیک کتے یا خنزیر سے بھی بدتر ہے۔
(الفصل الثالث بحوالہ شعیب الایمان بیہقی مشکوۃ المصابیح باب الغضب والکبر ص۴۳۴)
حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے، وہ ان کے دادا (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا)۔
قیامت کے دن تکبر کرنے والوں کو چیونٹی کی شکل میں مردوں کی صورت پر جمع کیا جائے گا ان پر ہر جگہ ذلت چھائی گئی ہو گی ان کو ہنکا کر دوزخ کے ایک قید خانے میں لے جایا جائے گا۔ جس کا نام بولس ہے ان پر آگوں کی آگ (شدید ترین آگ) چڑھے گی ان کو دوزخیوں کے نچوڑ طینۃ الخبال (دوزخیوں کے زخموں کا پیپ) سے پلایا جائے گا۔
(جامع الترمذی ج: ۲ ابواب صفۃ القیامۃ / باب ماجاء فی صفۃ اوانی الحوض کے بعد تیسرا باب ص۷۶)

۶ عام طور پر تکبر کرنے والے لمبے لمبے تہ بند باندھ کر کپڑا گھسیٹتے ہوئے اکڑتے ہوئے چلتے ہیں۔
چنانچہ حضرت ابوہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس پر نظر نہیں کرے گا جو تکبر کے باعث چادر گھسیٹتے
(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب اللباس / باب من ثوبہ من الخیلاء ص ۸۶۱)
حضرت ابوہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چادر ٹخنوں سے نیچے جائے گی۔ وہ (حصہ) آگ میں ہے۔
(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب اللباس / باب ما اسفل من الکعبین ص۸۶۱)
البتہ اگر تکبر نہ ہو حق کو رد نہ کرے، دوسروں کو حقیر نہ جانے اور اچھا لباس پہنے پھر کچھ حرج نہیں۔
حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، جنت میں وہ داخل نہیں ہو گا۔ جس کے دل میں ذرہ بھر بھی تکبر ہو گا۔
ایک آدمی نے عرض کیا! بے شک آدمی چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کا جوتا اچھا ہو آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ جمیل ہے وہ جمال کو پسند کرتا ہے۔ تکبر تو حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔ (صحیح المسلم ج: ۱ کتاب الایمان / باب تحریم الکبر و بیانہٗ ص۶۵)

صبر کرو اور ماتم وبین سے بچو

عام طور پر کفار دنیا کی زندگی کو ہی آخری مقصود سمجھتے ہیں اس لیے اگر انہیں مالی یا جانی نقصان ہو جائے تو خودکشی پر تیار ہو جاتے ہیں، چنانچہ کفار کے ممالک میں دنیاوی فراخی کے باوجود خودکشی کی وارداتیں زیادہ ہوتی ہیں۔

اسلام نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ صرف دنیاوی لذات و اموال کو مقصود نہ جانیں بلکہ یہ یقین رکھیں کہ ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر مال جائے یا اولاد ختم ہو جائے تو صبر سے کام لے اور یہ سمجھے کہ مال و اولاد اور اپنی زندگی ہر چیز آخر کار ختم ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ ہی وارث مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ — بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

(الانفال — ۴۶)

مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ اگر کوئی پریشانی آ جائے تو صبر و استقلال سے کام لے اور نماز پڑھ کر اور دعا کر کے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ — اے ایمان والو صبر اور نماز کے ساتھ مدد مانگو بے شک اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے

(البقرۃ — ۱۵۳)

صبر کرنے والوں کے لیے بے حساب اجر ہے۔ فرمایا

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝ (الزمر — ۱۰) — بے شک صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا

بلکہ صبر کرنے والوں کے لیئے تین بہت بڑے اجر بتائے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۝ — (اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو)

الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ قف وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ (البقرۃ ۱۵۵ — ۱۵۷) — (وہ لوگ کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں ہم تو اللہ کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ جانے والے ہیں یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے زبانیاں ہیں اور رحمت اور یہی ہدایت پانے والے ہیں۔

آفات پر صبر کرنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

حضرت ابوہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
ایماندار مرد اور ایماندار عورت کے جان و اولاد اور مال میں مصیبت آتی رہتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ اللہ سے اس حال میں ملتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

(جامع الترمذی ج: ۲ ابواب الزھد/باب فی الصبر علی البلاء صد ۶۵)

● اگر دنیا میں تکلیف آئے تو صبر کرے اور مایوس نہ ہو اور اگر ہمیشہ آرام رہے تو مرنے کے بعد سزا سے ڈرے۔

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے بارے میں بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے جلدی کر کے دنیا میں ہی سزا دیتا ہے اور جب کسی بندے کے بارے میں شر (سزا) کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اس کا گناہ روک لیتا ہے حتیٰ کہ وہ قیامت کے دن اسے پورا کرتا ہے (یعنی سزا دیتا ہے)

(جامع الترمذی ج: ۲ ابواب الزھد/باب فی الصبر علی البلاء صد ۶۵)

● عام طور پر جو آدمی زیادہ نیک ہوتا ہے اس پر زیادہ ابتلا آتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اسے صبر کی توفیق بھی خوب دیتا ہے۔

حضرت مصعب بن سعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ کن لوگوں پر زیادہ ابتلا آتا ہے۔؟

آپؐ نے فرمایا:۔ انبیاء (علیہم السلام) پھر جو ان سے مشابہ ہوں، پھر جو ان سے زیادہ مشابہ ہو (یعنی جو زیادہ تابعدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو) انسان پر اس کے دین کے مطابق ابتلاء آتا ہے اگر وہ اپنے دین میں نرم ہو تو اس پر دین کے مطابق ابتلاء ہوتا ہے۔ بندے پر ابتلاء جاری رہتا ہے حتیٰ کہ وہ اسے زمین پر اس طرح چھوڑتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

(جامع الترمذی ج: ۲ ابواب الزھد/باب فی الصبر علی البلاء صد ۶۵)

● اسلام نے بے صبری دکھانے، بین کرنے اور ماتم کرنے سے منع کیا اور بین کرنے کو جاہلیت کی آواز قرار دیا۔

حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ہم میں سے نہیں جو گالوں پر تھپڑ مارے (یعنی ماتم کرے) اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی پکار کرے)

(یعنی بین کرے) صحیح البخاری ج، الکتاب الجنائز/باب لیس منا من شق الجیوب ص ۱۷۲

اب رافضی گمراہ لوگ جنہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ماتم اور بین کو باقاعدہ مذہب قرار دے لیا ان کا اسلام کے ساتھ کچھ تعلق نہیں بلکہ یہ مسلمانوں سے الگ گروہ ہے، خدا تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔

۶ البتہ اگر دل میں غم ہو اور صرف آنکھوں سے آنسو جاری ہوں مگر اسلام کے خلاف آواز نہ ہو تو اس اظہارِ غم کی اجازت ہے۔

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ابی سیف القین کے پاس آئے وہ حضرت ابراہیم (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے) کی دودھ پلانے والی کا خاوند تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم کو پکڑا اسے بوسہ دیا اور اس کے بعد ہم اس کے پاس گئے تو ابراہیم کی جان نکل رہی تھی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا (اے اللہ کے رسول آپ بھی رونے لگے)؟

فرمایا:۔ اے ابن عوف یہ رحمت ہے پھر مزید آنسو نکل پڑے۔

آپؐ نے فرمایا:۔ بے شک آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمگین ہے اور ہم صرف وہ کہیں جس سے ہمارا رب راضی ہو۔ اور اے ابراہیم میں تیرے فراق پر غمگین ضرور ہوں۔

(صحیح البخاری ج، الکتاب الجنائز/باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا بک لمحزون ص ۱۷۴)

بہر حال ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ ہر معاملہ میں اپنے رب تعالیٰ کی حمد کرے۔ اگر عطا ہو تو شکر کرے اگر تکلیف ہو تو صبر کرے، کوئی وقت شکر اور صبر سے خالی نہ ہو، مگر جان بوجھ کر آفات نہ مانگے بلکہ دنیا و آخرت دونوں جگہ بھلائی و عافیت کی دعا کرے یعنی یہ کہا کرے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھلائی اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا)

(البقرۃ — ۲۰۱)

بدن گوندوانا اور بال لگوانا

۶ بعض لوگ حسن پیدا کرنے کے لیے کفار جیسی شکل بناتے اور کفار جیسا لباس پہنتے اور کفار

۔ارہ عادات اختیار کرتے ہیں یہ حسن پیدا کرنا نہیں بلکہ غنڈہ گردی ہے اور ایسا کرنے والا اسلام
ے نزدیک ایک بدمعاش آدمی ہے چنانچہ کثرت سے احادیث میں کفار کے مشابہ لباس پہننے
رکفار جیسی شکل اختیار کرنے سے سختی سے منع کیا گیا ہے جس کی تفصیل حصہ لباس میں اور
جامت کرانے کے باب میں آچکی ہے۔

مردوں کو عورتوں جیسی وضع قطع بنانے اور عورتوں کو مردوں جیسی وضع قطع بنانے
ے منع کیا گیا۔ عورتوں کو ایسا لباس پہننے سے منع کیا گیا کہ جس سے ان کا بدن جھلکے۔ عورتوں
و خوشبو لگا کر باہر آنے سے منع کیا گیا اور مردوں کو عورتوں کی طرح رنگ استعمال کرنے
ے منع کیا گیا۔

ایسے ہی بعض لوگ حسن پیدا کرنے کے لیے بدن پر پھول بنواتے یا گوندواتے ہیں۔ بعض
ورتیں حسن پیدا کرنے کے لیے دوسری عورتوں کے بال اپنے بالوں میں لگواتی ہیں ان تکلفات
رجعلی حسن کو روکا گیا کیونکہ ان کاموں کا آخری انجام ملک میں بدکاری اور بے حیائی ہے اور جس
م کا انجام بے حیائی اور بدکاری ہو اس سے روکنا ضروری ہے۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ن مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت کریں ان
لعنت کی۔ (جامع الترمذی ج۲ ابواب الادب/باب ماجاء فی المتشبہات بالرجال من النساء ص۱۰۶)

چنانچہ جو عورتیں مردوں کی طرح پتلون پہن کر یا مردوں کی طرح صرف بنیان پہن کر
بازاروں میں ننگے سر گھومتی ہیں وہ بدمعاش غنڈی عورتیں ہیں، اسلامی حکومت کا فرض ہے
کہ یہ غنڈی عورتیں جہاں پائی جائیں وہیں ان کے سروں پر جوتے مارے جائیں اور ان کو
پردہ کرنے پر مجبور کیا جائے۔ اس طرح جو بدمعاش مرد عورتوں جیسا لباس پہنتے ہیں، جیسے کہ
آج کل ہیجڑے بن کر گانے بجاتے ہیں۔ یہ بھی معاش ہیں ان کو سزا دینا ضروری ہے
اور ان کو گھروں سے مار مار کر نکال دینا چاہیئے۔ جن ممالک میں آوارہ گرد عورتوں کو آزادانہ
گھومنے اور مردوں کو ہیجڑے بن کر ناچ گانے اور ملک میں بدکاری پھیلانے کی اجازت
ہے وہاں کے حکمران بے غیرت اور بدمعاش ہیں۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ خود ہی ان دونوں
بدمعاشوں سے نپٹ کر ان کو ٹھکانے لگا دیں۔ بدن پر گوندوا کر تصویریں بنوانا بھی
سخت جرم ہے۔

حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گوندنے والی گوندوانے والیوں، حسن پیدا کرنے کی خاطر اور اللہ کی پیدائش کو بدلنے کے لیے بال اکھیڑنے والیوں پر لعنت کی۔ (جامع الترمذی ج ۲ ابواب الادب / باب ماجاء فی الواصلۃ والمستوصلۃ والواشمۃ والمستوشمۃ ص

البتہ اگر عورتوں کی داڑھی یا مونچھیں اُگ آئیں تو اسے چاہیئے کہ مونچنے وغیرہ سے اکھاڑ دے کی اجازت ہے بعض جاہل عورتیں داڑھی اکھاڑنے کو بُرا سمجھتی ہیں یہ جہالت ہے، حضرت ابن عمر (رضی سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا اور فرمایا: اللہ تعا (دوسری عورت کے بال) ملانے والی اور ملوانے والی اور گوندنے والی اور گندوانے والی پر لعنت ک

(جامع الترمذی ج ۲ ابواب الادب / باب ماجاء فی الواصلۃ والمستوصلۃ والواشمۃ والمستوشمۃ ص

نیک شگون اور بُرا شگون

۶ بعض لوگوں کی عادت ہے کہ گھر سے نکلنے پر، بلی دیکھی یا کوئی ایسا آدمی نظر آیا جس کو پسند نہ ک وہم میں مبتلا ہو گئے کہ آج کا دن خراب رہے گا۔ بلی کی نحوست پڑے گی، یہ عقیدہ قطعاً ہے کوئی جانور یا چیز کسی کی تقدیر نہیں بدل سکتی۔

ہر مخلوق کا دکھ سکھ صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اسلام نے ایسی توہم پرستی سے منع حضرت ابوہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے۔ کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی تعدیہ نہیں۔ اور نہ بدشگونی ہے۔ اور نہ ھامۃ اور نہ صفر ہے۔

(صحیح البخاری ج ۲ کتاب الطب / باب لاھامۃ ص ۸۵۷

یعنی اللہ کے اذن کے بغیر ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگ سکتی، بدشگونی یعنی بلی وغیرہ کو دیکھ کر انسان کا کام نہیں بگڑتا۔ اور نہ کوّا دیکھ کر خرابی پیدا ہوتی ہے جیسے کہ آج کل بعض جاہل سی پرندے وغیرہ کو دیکھ کر بدشگونی لیتے ہیں۔

۶ اسلام سے پہلے عرب گمان کرتے تھے کہ مرنے کے بعد مُردے کی روح ایک پرندے میں آ جاتی ہے اسے ھامۃ کہتے ہیں۔

صفر ایک مہینے کا نام ہے بعض لوگ اس کو منحوس جانتے کہ اس میں مصیبتیں نازل ہوتی ہیں جیسے کہ رافضی گمراہ عناصر محرم کے مہینے میں نکاح نہیں کرتے۔ اسلام کے نزدیک سب مہینے برابر ہیں، کوئی دن یا مہینہ منحوس نہیں، نحوست تو دراصل شرک اور بدعت سے آتی ہے، نحوست گناہ

آتی ہے۔ اس لیے نحوست دور کرنے کا یقینی طریقہ یہ ہے کہ انسان شرک، بدعت اور گناہ سے پرہیز کرے۔

حضرت قبیصہ بن المخارق (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:۔

شگون لینا، بدشگونی لینا اور طرف (کنکر وغیرہ مار کر شگون لینا) جادو سے ہے۔

(شرح معانی الآثار ج: ۲ کتاب الکراھۃ/باب احادیث نفی العدوی وغیرہ ص۴۱۸)

حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بدشگونی لینا، شرک سے ہے اور ہم میں سے ہر ایک پر (بدشگونی آتی ہے) مگر اللہ تعالیٰ اس کو توکل کے باعث دور کر دیتا ہے۔

(شرح معانی الآثار ج: ۲ کتاب الکراھۃ/باب احادیث نفی العدوی وغیرہ ص۴۱۸)

اس لیے انسان کو چاہیئے کہ بدشگونی کے وہم میں پڑنے کی بجائے اللہ تعالیٰ پر توکل کرے۔

حضرت ابوہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: کوئی بدشگونی نہیں اور اس کا بہتر (نیک) فال ہے۔

صحابہ نے عرض کیا:۔ اور فال کیا ہے۔؟

آپ نے فرمایا:۔ اچھا کلام جس کو تم میں سے کوئی سنے۔

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الطب/باب الطیرۃ ص: ۸۵۶)

اچھا کلام یہ ہے کہ آپ کی کسی سے ملاقات ہو تو وہ دعا دے یا آپ کو ہمت دلائے یا اچھا سا نام سنیں۔

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی حاجت سے باہر تشریف لاتے تو آپ کو یہ اچھا لگتا کہ یاراشد (اے نیک بخت) اور یا نجیح (اے کامیاب کے الفاظ) سنیں۔

(جامع الترمذی ج: ۱ ابواب السیر/باب ما جاء فی الطیرۃ ص۲۹۱)

۶ حق بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کسی کو تکلیف میں مبتلا کر دے تو کوئی تکلیف ہٹانے والا نہیں اور اگر وہ ہی آرام اور نعمت دے تو کوئی بدشگونی، نحوست اور دشمن بلکہ ساری کائنات مل کر بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی اس لیے اللہ تعالیٰ پر توکل رکھنے کا حکم دیا گیا۔

احمد القرشی (حضرت عروۃ بن عامر القرشی رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بدشگونی کا ذکر کیا گیا، آپؐ نے فرمایا اس کی بہتر فال (نیک شگون) ہے اور مسلمان کو (موجودہ حال سے) ہٹا نہیں سکتی، پس جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ بات دیکھے تو یہ کہے۔

اَللّٰھُمَّ لَا یَاْتِیْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا یَدْفَعُ السَّیِّئَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِکَ (اے اللہ تیرے سوا کوئی بھلائی نہیں دیتا اور تیرے سوا کوئی برائی نہیں ہٹا سکتا۔ اور تیرے بغیر نہ توفیق ہے اور نہ قوت ہے)

(سنن ابی داود ج ۲ کتاب الطب کتاب الکھانۃ والتطیر / باب فی الطیرۃ والخط ص ۲۴۷)

اگر کسی کو ایک گھر یا بیوی منحوس نظر آئے یعنی اس سے تکلیف ہو تو بدشگونی کی بجائے اس سے الگ ہو جائے۔

حضرت ابو سعید (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ تعدیہ ہے نہ بدشگونی ہے اور اگر کسی چیز میں ہوتی تو عورت گھوڑے اور گھر میں ہوتی۔

پس اس حدیث میں سابقہ فصل میں مذکورہ بات سے الگ بات بتائی گئی یعنی جب حضرت سعید نے بدشگونی کا ذکر کیا تو حضرت سعد (رضی اللہ عنہ) کو متنبہ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بتائی کہ آپؐ نے فرمایا کہ کوئی بدشگونی نہیں پھر فرمایا:۔ اگر یہ کسی چیز میں ہوتی تو عورت، گھوڑے اور گھر میں ہوتی، یہ نہیں بتایا کہ ان میں موجود ہے بلکہ یہ فرمایا اگر کسی چیز میں ہوتی ان میں ہوتی یعنی اگر کسی چیز میں ہوتی تو ان میں ہوتی اب جب ان تین میں نہیں تو کسی چیز میں نہیں)

(شرح معانی الآثار ج ۲ کتاب الکراھۃ بحث الطیرۃ ص: ۱۹)

• البتہ اگر کسی کو کسی مکان میں رہنے کے دوران تکالیف کا سامنا کرنا پڑے کہ قضاء و قدر سے بیمار ہو جائے یا غریب ہو جائے تو منحوس سمجھنے اور بدشگونی لینے کی بجائے مکان چھوڑ دے عورت بداخلاق ہے تو اسے طلاق دے دے مگر وہم میں نہ پڑے۔

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول، ہم ایک مکان میں تھے، ہماری تعداد زیادہ تھی، ہمارے اموال بھی زیادہ تھے پھر دوسرے مکان میں آ گئے تو ہماری تعداد اس میں کم ہو گئی اور ہمارے اموال بھی کم ہو گئے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس مکان کو چھوڑ دو۔

(سنن ابی داود ج ۲ کتاب الطب کتاب الکھانۃ والتطیر / باب فی الطیرۃ والخط ص ۵۴۷)

اس مکان کو بدلنے کا حکم اس لیے دیا تاکہ ان کے دلوں میں اس کے بارے میں جو بدشگونی آ گئی دور کر دیا جائے، ورنہ درحقیقت نفع ونقصان صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور ہر دکھ سکھ ت مقرر ہے، انسان کو چاہیئے کہ ہر گناہ سے توبہ کرے، اللہ تعالیٰ پر توکل کرے اور قرآن و حدیث مذکور دعائیں پڑھتا رہے انشاء اللہ وہ امن میں رہے اور جو اللہ تعالیٰ سے غافل ہو گا، وہ یقیناً آفات بتلا ہو گا۔

تعدیہ و چھوت چھات

جس طرح بدشگونی توہمات کی قسم سے ہے۔ اس طرح توہمات کی اور بھی بہت سی قسمیں ہیں۔ جو قوم ئق کی بجائے توہمات کا شکار ہو جاتی ہے اس کی تمام سرگرمیاں اور محنت موہوم اور بے نتیجہ راہوں ضائع ہوتی ہے۔

یہ ایک ضروری بات ہے کہ ہر مسلمان صرف حقائق پر ایمان رکھے اور حقائق صرف وہی امور ہیں کہ ان قرآن اور حدیث توثیق کرے۔ کسی ملک کے جہلاء کے توہمات یا ملکی رواجات ایک عقل مند قوم کے کچھ وقعت نہیں رکھتے۔

آج کل عام اقوام دنیاوی و سائنسی ترقی کے باوجود ایسے رواجات کی پابند ہیں جن کا حقائق کوئی تعلق نہیں اور ایسے توہمات کا شکار ہیں کہ جو محض جھوٹے خیالات ہیں۔ جیسا کہ سیاہ کوّے یا الّو کو یکھ کر لے طسیدھے گاتات باندھنا، باہر نکلتے ہی کسی چیز کو دیکھنا، ایسے ہی شادیوں میں موم بتیاں جلا کر چلنا میلوں میں بڑی موم بتی جلا کر چلنا یہ سب توہمات ہیں۔

اطباء اور مریضوں کو یہ وہم ہوتا ہے کہ بعض امراض متعدی ہیں، ایک آدمی دوسرے کے پاس بیٹھے تو دوسرے کا مرض صحت مند کے ضرور لگ جاتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی مریض نہیں ہو سکتا اگر اللہ چاہے تو مریضوں سے دور رہنے والے آدمی کو بیمار کر دے اور چاہے تو مریضوں کے ہجوم یں رہنے والے کو مرض سے بچائے رکھے۔

اس لیے ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ پر نظر رکھے۔

حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کوئی بیمار تندرست کو (بیماری) نہیں لگا سکتا۔

(شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۲ کتاب الکراھیہ، باب الاجتناب عن الطاعون ص ۱۱۶)

حضرت ابوہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کوئی تعدیہ نہیں۔ ایک آدمی نے کہا، اے اللہ کے رسول، خارش سے بچا ہوا اونٹ جب (تندرست) کے قریب ہوتا ہے تو سب اونٹوں کو خارش ہو جاتی ہے؟

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلے کو کس نے (مرض) لگایا؟ اللہ عزوجل ہر چلنے پھرنے والے (جاندار) کو پیدا کیا پس اس کی موت، روزی اور عمر لکھ دی۔

(شرح معانی الآثار ج: ۲ کتاب الکراھۃ/باب الاجتناب عن الطاعون ص۱۶

۶ البتہ کبھی کبھی شیطان اور شیطان کے انسان نما چیلے لوگوں کو وہم ڈالتے ہیں کہ اس مریض کا مرض اسے لگ گیا، اس لیے اس وہم سے بچنے کے لیے حکم دیا گیا کہ اگرچہ تعدیہ نہیں مگر مریض کو تندرست لوگوں کو علیحدہ علیحدہ رکھا کرو اور ایک دوسرے کی تیمارداری کے علاوہ احتیاط کرو۔

حضرت ابوہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا بیماروں کو تندرست لوگوں پر نہ لایا کرو۔ (یعنی اختلاط عام نہ ہونا چاہیے)

(صحیح البخاری ج ۲ کتاب الطب/باب لاعدوی ص: ۸۵۹

اس کی وجہ یہ بتائی کہ ایسا نہ ہو کہ جس طرح پہلا آدمی اللہ تعالیٰ کے قضا و قدر سے بیمار ہوا اسی طرح دوسرا آدمی بھی اللہ تعالیٰ کے قضا و قدر سے بیمار ہو جائے تو لوگ گمان کر لیں۔ پہلے کا مرض متعدی ہو گیا۔ ایسا گمان واقع ہونے کے خوف سے ایسا حکم دیا کہ بیماروں کو تندرست لوگوں پر نہ لایا کرو (یعنی اختلاط عام نہ ہونے دو) (شرح معانی الآثار ج: ۲ کتاب الکراھۃ/باب الاجتناب عن الطاعون ص)

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے حکم دیا اگر کسی جگہ وباء پھوٹ نکلے تو حکم دیا کہ اس سے بھاگو نہیں اور تندرست لوگ وباء کی جگہ پر نہ جائیں۔

حضرت سعد ابن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جب کسی علاقہ میں طاعون پھوٹ پڑے اور تم وہاں ہو تو اس سے نہ بھاگو اور اگر کسی جگہ میں (وباء) ہو تو تم وہاں نہ جاؤ۔

(شرح معانی الآثار ج: ۲ کتاب الکراھۃ/باب الاجتناب من الطاعون ص۱۲ / ۴۱۵)

نجوم و کہانت کے احکام

۶ اسلام نے جہاں مسلمانوں کو توہم پرستی سے روکا ہے، وہاں ایسے امور سے بھی سختی سے

منع کیا کہ جن میں شرک یا مخلوق پرستی سے یا مخلوق کو ایذاء دینے کا غلط جذبہ نظر آئے جو شخص لوگوں کو توہم پرستی کی طرف دعوت دیتا ہے اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں ہونے والے واقعات کو جانتا ہوں تو وہ شخص لوگوں کو اللہ تعالیٰ پر اعتماد و توکل سے ہٹا کر شرک کی راہ ہموار کرتا ہے ایسا شخص سخت ترین مجرم ہے۔ چنانچہ نجوم، رمل، کہانت وغیرہ ایسے تمام فنون دراصل جادو کی اقسام یا اس کا پیش خیمہ یا اس کے قریب تر کے گناہ ہیں۔

حضرت صفیہ (رضی اللہ عنہا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیوی ہے، انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپؐ نے فرمایا جو کوئی عراف کے پاس جائے پھر اس سے پوچھے تو چالیس رات تک اس کی نماز قبول نہیں ہو گی۔

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب السلام / باب تحریم الکھانۃ وایتان الکھان ص ۲۳۳)

عراف سے مراد وہ نجومی ہیں جو چوریوں اور گم شدہ اشیاء بتانے کے دعوے کرتے ہوں۔

حضرت ابومسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت، بدکاری کے معاوضہ اور کاہن (نجومی) کی شیرینی (معاوضہ) سے منع کیا۔

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الطب / باب الکھانۃ ص: ۸۵۷)

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے نجوم کا کوئی علم سیکھا اس نے جادو کا ایک حصہ حاصل کیا جس قدر زیادہ کیا (جادو سے) زیادہ کیا۔ (سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الکھانۃ والتطیر / باب فی النجوم ص ۵۴۵)

جادو حرام اور سخت گناہ ہے

جادو سیکھنا سکھانا اور جادو کرنا سخت ترین گناہ اور حرام ہے۔ اگر جادو کے منتروں میں شرک یا کفر کا کلام ہو، مثلاً اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر پکارے تو ایسا جادو سیکھنے سکھانے والا اور کرنے والا سب کافر ہیں۔

اسی طرح اگر جادو میں کوئی شرک یا کفر کا کام کرنا پڑے مثلاً اللہ کے سوا کسی دوسرے بت یا بزرگ یا قبر یا درخت یا جن وغیرہ کو سجدہ کرے تو ایسا جادو کرنے والا یا سیکھنے اور سکھانے والا بھی کافر ہے۔

اگر جادو کرتے وقت اسلام کے کسی نشان مثلاً مسجد، خانہ کعبہ، عبادات، قرآن مجید اور

انبیاء علیہم السلام وغیرہ کی توہین کرنی پڑے تو ایسا جادوگر بھی کافر اور واجب القتل ہے۔

البتہ اگر جادو کرتے وقت کفر کا کلام یا کفر کا کام نہ کرے۔ مگر اس کی وجہ سے کسی دوسرے آدمی کو تکلیف پہنچے تو جادو کرنے والے کو اس کے قصاص میں سزا دی جائے گی۔

ایک خبیث قوم حضرت سلیمان علیہ السلام کے خلاف بکواس کرتی ہے کہ وہ جادوگر تھے اللہ نے ان کی صفائی پیش کی۔ اور فرمایا کہ وہ اللہ کے رسول تھے اور جادوگر نہیں تھے، جادو تو کفر کا کام ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں جنات اور انسان مل کر کام کرتے تھے، شرارتی جنات نے انسانوں میں جادو کی باتیں پھیلائیں، اس کے بعد یہ کام ہر زمانہ میں بڑھتا رہا، جادوگری حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور سے پہلے بھی تھی۔ اور عام طور پر جادو میں شیاطین کو پکارا جاتا ہے شیاطین اپنے یاروں کی مدد کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۚ (البقرۃ - ۱۰۲)	(اور انہوں نے اس چیز کی پیروی کی جو حضرت سلیمان کی بادشاہت کے وقت پڑھتے تھے اور سلیمان نے کفر نہیں کیا تھا بلکہ شیطانوں نے کفر کیا (کہ) لوگوں کو جادو سکھاتے تھے

یعنی وضاحت کر دی کہ جادو کرنا کفر کا کام ہے جو شیاطین نے رواج دیا، حضرت سلیمان علیہ السلام تو اللہ کے نبی و رسول تھے اور شرک و کفر، جادو اور ہر گناہ سے پاک وصاف تھے۔

۶ جادو گناہ کبیرہ ہے اس کو جائز سمجھنا کفر ہے، حضرت ابوہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ سات ہلاک کرنے والے (کاموں) سے بچو

صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول، وہ کیا ہیں؟

آپؐ نے فرمایا:۔ اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، جس جان کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جہاد کے دن (میدان جہاد) سے بھاگنا اور بے خبر مؤمن مسلمان عورتوں پر (بدکاری کی) تہمت رکھنا)

(صحیح البخاری ج ۲، کتاب الوصایا، باب قول اللہ تعالیٰ ان الذین یاکلون اموال الیتمٰی ظلما ...)

مندرجہ بالا حدیث میں بڑے گناہوں میں جادو سیکھنے سکھانے یا کرنے کو بڑا گناہ قرار دیا۔

جادوگر کے بارے میں تفسیر المدارک میں وابتعوا ماتتلوا الشیطین علی ملک سلیمٰن کی آیت کی تفسیر میں فرمایا؛

اگر جادو ایسا ہو کہ جس میں ایمان کی شرط میں جو بات لازم ہو اسے رد کرنا ہو (یعنی ایماندار ہونے کی کوئی شرط مثلاً اللہ یا کتاب اللہ یا رسول اللہ وغیرہ کو رد کرے) تو کافر ہے ورنہ نہیں جس جادو سے انسان کافر ہو جاتا ہو اس میں مرد جادوگر کو قتل کیا جائے۔ (جیسے کہ مرتد کی سزا ہے) مگر عورت جادوگر کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ (اسے قید وغیرہ کوئی سزا دوسری دی جائے گی) جو کفر نہ ہو (یعنی جادو میں کفریہ کلمات یا اعمال نہ ہوں) مگر اس میں کسی جان کی ہلاکت ہو تو اس کا حکم ڈاکو ہوگا۔ (یعنی ڈاکو کی سزا ملے گی اگر مر گیا تو قتل ورنہ جو نقصان کرے اس قدر جرمانہ ادا کرے اور سزا لے) اس میں مرد عورت دونوں برابر (سزا کے مستحق ہیں) اگر توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول ہوگی)

(تفسیر مدارک التنزیل وحقائق التاویل ج:۱ ص۵۱)

امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں، اگر جادوگر ایسا کام کرے جو اسے کفر تک پہنچا دے تو اسے قتل کیا جائے گا۔ لیکن اگر کفر سے کم درجہ کا عمل کرے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا (البتہ جرم کے مطابق سزا ملے گی)

(جامع الترمذی ج:۱ ابواب الحدود/باب ما جاء فی حد الساحر ص۲۷)

حضرت جندب بن الازدی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جادوگر کی حد (سزا) اس کو تلوار کے ساتھ مارنا (قتل کرنا) ہے

(تفسیر ابن کثیر ج:۱ ص: ۱۴۸)

حضرت حسن بن جندب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- جادوگر کی سزا تلوار کے ساتھ اسے مارنا ہے۔

(جامع ترمذی ج:۱ ابواب الحدود/باب ما جاء فی حد الساحر ص۲۷)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت حفصہ (رضی اللہ عنہا) نے ایک لونڈیا کو قتل کرایا جس نے ان پر جادو کیا تھا اس کو انہوں نے مدبرہ کر دیا تھا۔ مگر پھر (جادو کی وجہ سے) اسے (قتل کرنے) کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ قتل کی گئی۔

(موطا مالک ج:۲ کتاب العقول/باب ما جاء فی الغیلۃ والسحر ص۱۶۱)

آج کل عام جاہل مرد اور جاہل عورتیں جادو سے حفاظت یا دوسرے کو جادو کرانے کے لیے بدمعاش قسم کے فقیروں اور ملنگوں کے پاس جاتی ہیں جہاں جا کر اکثر ایمان سے ہاتھ دھو

بیٹھتی ہیں اور بعض اوقات عزت بھی گنوا دیتی ہیں، کاش یہ احمق مرد اور عورتیں خود ہی جادو، جن اور بیماریوں کے لیے بدمعاش، بے نمازی، بدکار اور نشہ پینے والے ملنگوں کی بجائے قرآن مجید کی مبارک آیات کے ذریعہ اپنا علاج کریں جن میں شفا یقینی ہے۔ اور عبادت کا ثواب بھی یقینی ہے جو آدمی ہر نماز کے بعد حسب ذیل وظیفہ پڑھے ہر ہماری سے حتیٰ کہ جنات سے بھی آرام پائے، ہر نماز سے فارغ ہو کر۔

٣ بار نماز والا درود شریف

٣ بار سورۃ فاتحہ (یعنی الحمد للہ رب اللعالمین آخر تک)

٣ بار آیۃ الکرسی

٣ بار سورۃ الاخلاص

٣ بار سورۃ الفلق

٣ بار سورۃ الناس (یعنی آخری چھوٹی چھوٹی تین سورتیں)

٣ بار درود شریف نماز والا پڑھ کر دونوں ہاتھوں پر دم کرے۔ اور سارے بدن پر ہاتھ پھیر لے۔

اسی طرح ایک صحابی کی دعا جادو کے دفع کرنے اور جادو سے بچنے کے لیے نہایت تیر ہے یہ صحابی پہلے یہودی تھے پھر مسلمان ہو گئے یہودی ان کے سخت دشمن تھے اگر ان کا بس چلتا تو انہیں فوراً ختم کر دیتے۔ مگر جس کی اللہ تعالیٰ حفاظت کرے اسے کون نقصان دے سکتا ہے حضرت کعب احبار (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا اگر وہ کلمات نہ پڑھتا جو میں پڑھتا ہوں تو یہودی مجھے گدھا بنا دیتے پوچھا گیا وہ کیا کلمات ہیں؟ فرمایا

اَعُوْذُ بِوَجْهِ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ الَّذِىْ لَيْسَ شَيْءٌ اَعْظَمُ مِنْهُ وَبِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِىْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ وَبِاَسْمَآءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰى كُلِّهَا مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَاَ وَبَرَاَ

(مندرجہ بالا کلمات صبح شام پڑھا کریں)

(موطا مالک ج ۲ کتاب الجامع / باب مایؤمر بہ من التعوذ ص ۲)

جو شخص روزانہ ۳۱۳ بار آیۃ الکرسی پڑھے شدید سے شدید اور بڑے سے بڑے جادو کا اس پر کوئی اثر نہ ہوگا زیادہ دنیا و آخرت کی بے شمار نعمتیں حاصل ہوں، دشمن کے شر سے محفوظ رہے چاہے چاروں طرف دشمن ہوں

تعویذات اور جھاڑ پھونک کا بیان

• تعویذات اور جھاڑ پھونک ایک طرح کا علاج ہے اور اس کا واقعی وجود ہے اس کو توہم پرستی اور بے اثر سمجھنا جہالت ہے اس کو مطلق طور پر شرک قرار دینا بھی غلط ہے۔

اگر یہ عقیدہ رکھے کہ تعویذ موثر بالذات ہے اور تعویذ ہی شفا دے گا یا روزی بڑھا دے گا تو شرک اور سخت جرم ہے۔

اگر یہ عقیدہ رکھے کہ شفا دینے والا اور مصیبت دور کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے البتہ یہ تعویذ یا جھاڑ پھونک صرف سبب کے درجہ میں ہے تو درست ہے۔

البتہ یہ ضروری ہے کہ تعویذ یا جھاڑ پھونک قرآن مجید کی آیت یا حدیث میں ذکر ہونے والی دعا یا عمل سے ہو۔

لیکن اگر وہ دعا یا عمل قرآن و حدیث اور صحابہ کرام کی تعلیمات کے خلاف ہو تو قطعی طور پر ناجائز ہے۔

حضرت عوف بن مالک الاشجعی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے۔

فرمایا، ہم جاہلیت میں (اسلام سے قبل) جھاڑ پھونک کرتے تھے۔

ہم نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول آپؐ کی اس میں کیا رائے ہے؟

آپؐ نے فرمایا۔ اپنے جھاڑ پھونک میرے سامنے پیش کرو۔ جھاڑ پھونک میں کوئی ہرج نہیں ہے بشرطیکہ اس میں شرک (کی بات یا عمل) نہ ہو۔

(صحیح المسلم ج ۲ کتاب السلام / باب استحباب الرقیۃ من العین والنملۃ والحمۃ والنظرۃ ص۲۲۴)

• مگر تعویذات کی دکانیں کھولنا اور اس کو باقاعدہ کاروبار بنانا درست نہیں، صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) میں سے کسی نے تعویذات کا کاروبار نہیں کیا۔ افسوس آج کل پاک و ہند میں بہت سے بدمعاش عناصر تعویذات کے کاروبار کی آڑ میں جرائم کرتے ہیں اور ان کی طرف سے توہم پرست عورتوں کی عزت لوٹنے کے واقعات بھی ہوتے رہتے ہیں۔ تعویذ بازی کے دوکانداروں کو ختم کرنا ایک اسلامی حکومت کے لیے ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر مرض کی دوا پیدا فرمائی چاہے وہ مادی طبی دوا ہو یا دعا کو دوا قرار دے۔

حضرت ابوہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے جو مرض بھی اتاری اس کے لیے شفا بھی اتاری ہے۔

(سنن ابی ماجہ/ ابواب الطب/ باب ما انزل اللہ داءً الا انزل لہ شفاء) ص ۲۵۴

اسی طرح نظر لگ جانا، جادو اور جنات کا اثر ہونا بھی حق بات ہے اور ہر تکلیف کے لیے دوا اور دعا دونوں موجود اور جائز ہیں شرط یہ ہے کہ حرام دوا نہ کھائے۔

شرک، کفر، بدعت یا گناہ پر مشتمل تعویذ یا جھاڑ پھونک نہ ہو۔

حضرت ابو ہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فر نظر (لگ جانا) حق ہے اور گودنے سے منع فرمایا۔

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الطب/ باب العین حق صفحہ ۸۵۴

(ایک روایت میں) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈنک لگنے اور نظر لگنے اور نار ق میں دم کرنے کی اجازت دی۔

(جامع الترمذی ج: ۲ ابواب الطب/ باب ما جاء فی الرخصۃ فی ذلک

سب سے بہترین دوا قرآن مجید اور شہد ہے۔

قرآن مجید کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شفا قرار دیا کہ یہ ظاہری و باطنی ہر مرض کے لیے شفا کہ بعض آیات پڑھ کر دم کرنے سے مرض سے شفا ہوتی ہے اور سمجھ کر پڑھنے سے کفر کے مرض سے شفا ملتی ہے۔ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بہترین دوا قرآن ہے (سنن ابن ماجہ/ ابواب الطب/ باب الاستشفاء بالقرآن ص: ۲۸

حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ تم پر دو شفا لازم ہیں (دو کے ذ شفا حاصل کرو) شہد اور قرآن۔ (سنن ابن ماجہ/ ابواب الطب/ باب العسل ص: ۵

اگر کوئی یہ کہے کہ کیا دعا یا تعویذ یا دوا سے تقدیر بدل جاتی ہے تو اس کا جواب دیا گیا یہ بھی تقدیر کا حصہ ہے۔ حضرت ابن ابی خزامہ اپنے والد محترم (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ ہم جھاڑ پھونک کرتے ہیں اور جو دوا ہم کرتے ہیں اور جو پرہیز ہم کرتے ہیں کیا یہ اللہ کی تقدیر میں سے کچھ رد کر سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ بھی اللہ کی تقدیر میں سے ہے۔

(جامع الترمذی ج: ۲ ابواب القدر/ باب ما جاء لا ترد الرقی والدواء من قدر اللہ شیئاً ۲۷

یعنی اسباب و مسببات سب پر اللہ تعالیٰ کی تقدیر حاوی ہے اور اسکے احاطہ سے کچھ چیز باہر نہیں

اب امراض، نظر لگنے اور جادو وغیرہ کے لیے چند تعویذات و اعمال اور دعائیں تحریر کی جاتی ہیں۔
ضرورت پڑنے پر صحیح اور یقینی عمل اختیار کیا جائے اور دھوکہ باز افراد سے بچا جائے۔
یاد رہے کہ نماز تمام اذکار کی جامع عبادت ہے ہر حاجت میں نماز پڑھ کر دعا کرنا اور ہر مرض میں نماز پڑھ کر شفاء مانگنا ایک مجرب عمل ہے۔
حضرت ابوہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سویرے تشریف لائے، میں بھی سویرے آیا اور میں نے نماز پڑھی اور پھر میں بیٹھ گیا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تمھارے پیٹ میں درد ہے؟
میں نے عرض کیا، ہاں! اے اللہ کے رسولؐ
آپ نے فرمایا: اٹھو نماز پڑھو، کیونکہ نماز میں شفاء ہے۔
(سنن ابن ماجۃ، ابواب الطب/ باب الصلوٰۃ شفاء ص: ۲۵۵)
اگر ورم یا پھوڑا ہو تو تھوڑی سی مٹی لے کر اس پر یہ پڑھ کر تھوک دے اور وہاں لگا دے تو آرام پائے۔
حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار کے لیے پڑھا کرتے تھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا وَرِيْقَةُ بَعْضِنَا يُشْفٰى سَقِيْمُنَا
(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب الطب/ باب رقیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۸۵۵)
بیمار ہو تو اس حدیث میں ذکر ہونے والی دعا پڑھے۔
حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض اہل کے لیے یہ تعویذ کرتے، اپنا دایاں ہاتھ اس کے سر پر پھیرتے اور دعا فرماتے۔
اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْهِبِ الْبَاسَ وَاشْفِهٖ وَاَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَآءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا۔ (صحیح البخاری ج: ۲، کتاب الطب/ باب رقیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص: ۸۵۵)
کسی کو درد ہو تو دائیں ہاتھ سے سات بار ملتا ہوا جائے اور ہر بار یہ دعا پڑھتا جائے، اللہ کریم کے فضل سے صحت پائے۔
حضرت عثمان بن ابی العاص (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے انہوں نے بتایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ مجھے درد تھا کہ مجھے ہلاک کرنے والا تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنا دایاں ہاتھ سات بار ملو اور یہ کہو

اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰہِ وَقُدْرَتِہٖ وَسُلْطَانِہٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ۔

(جامع الترمذی ج:۲ ابواب الطب/ باب ماجاء فی دواء ذات الجنب کے بعد والا باب ص۲۸

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بخار اور تمام دردوں کی حالت میں تعلیم دیتے کہ یہ کہو۔

بِسْمِ اللّٰہِ الْکَبِیْرِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ مِنْ شَرِّ کُلِّ عِرْقٍ نَعَّارٍ وَّمِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ

(جامع الترمذی ج،۲ ابواب الطب/ باب ماجاء فی تبرید الحمی بالماء ص ۲۷

جنات کے شر سے بچنے کے لیے اور نظر لگنے کی صورت میں سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھنا مجرب ہے۔ حضرت ابوسعید (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنات (کے شر) سے اور انسانوں کی نظر (لگ جانے) سے (اللہ) کی پناہ مانگتے۔ آخر کار معوذتان (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) نازل ہوئیں جب یہ دونوں نازل ہوئیں تو آپ نے ان کو اختیار کر لیا اور ان کے سوا کو چھوڑ دیا۔ (جامع الترمذی ج:۲ ابواب الطب/ باب ماجاء فی الرقیۃ بالمعوذتین ص۲۶

چھوٹے بچوں کو جنات کے شر سے بچانے اور نظر لگنے سے محفوظ رکھنے کے لیے یہ ورد مجرب ہے اگر پڑھ نہ سکے تو تعویذ لکھ کر اس کے گلے میں ڈال دے۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) کے لیے تعوذ کرتے یا دعا کرتے۔

اُعِیْذُکُمَا بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَّھَامَّۃٍ وَّمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَامَّۃٍ

اور فرماتے کہ (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) اس طرح (حضرت) اسماعیل اور اسحاق (علیہم السلام) کے متعلق تعوذ کرتے تھے۔

(جامع الترمذی ج:۲ ابواب الطب/ باب ماجاء فی الرقیۃ من العین ص۲۶

اگر بچہ ایک ہو تو شروع کے الفاظ اس طرح ہوں گے۔

اُعِیْذُکَ اگر زیادہ بچے ہوں تو یہ الفاظ ہوں گے۔ اُعِیْذُکُمْ

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان بندہ کسی مریض کی بیمار پرسی کرے جس کی موت کا وقت نہیں آیا پھر وہ یہ دعا سات بار کہے

اَسْاَلُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَّشْفِیَکَ

تو اسے صحت ہو جائے (جامع الترمذی ج:۲ ابواب الطب/ باب ماجاء فی العسل کے بعد والا باب) ص:

جادو دور کرنے کے لیے یہ دو مجرب اعمال حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے اعمال قرآن میں فرمائے ہیں۔

جس پر کسی نے جادو کیا ان آیات کو لکھ کر گلے میں ڈالے یا تشتری پر لکھ کر پلا دے۔ انشاء اللہ تعالیٰ صحت ہو جائے گی۔

فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ (یونس - ۸۱ - ۸۲)

(اعمال قرآن (دار الاشاعت کراچی ص: ۴۹)

دوسرا مجرب عمل کورے تانبہ کے طشت میں ان آیتوں کو لکھ کر کندر کی دھونی دے کر پانی سے دھو کر پلا یا جاوے اور گھر میں چھڑک دیا جاوے جادو کا اثر جاتا رہے گا اور اس گھر میں کسی کو جادو کا اثر نہ ہو اور اگر اس سے ایسے شخص کو غسل دیا جائے جس کو جادو یا نظر بد کا اثر ہو تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کا اثر دور جائے۔ یہ عمل بھی اعمال قرآن سے ماخوذ ہے۔

واتبعوا ما تتلوا الشیٰطین علی ملك سلیمٰن وما کفر سلیمٰن ولکن الشیٰطین کفروا یعلمون الناس السحر و ما انزل علی الملکین ببابل ھاروت و ماروت ط وما یعلمن من احد حتی یقولا انما نحن فتنة فلا تکفر ط فیتعلمون منهما ما یفرقون به بین المرء وزوجه ط وما ھم بضآرین به من احد الا باذن اللّٰه ط و یتعلمون ما یضرھم ولا ینفعھم ط ولقد علموا لمن اشتراه ماله فی الاخرة من خلاق قف ولبئس ما شروا به انفسھم لو کانوا یعلمون ۝ ولو انھم امنوا واتقوا لمثوبة من عند اللّٰه خیر ط لو کانوا یعلمون ۝ (البقرة - ۱۰۲ - ۱۰۳)

ان آیات شفا کو جس مرض میں چاہے طشتری پر لکھ کر مریض کو پلا دے یا تعویذ لکھ کر گلے میں ڈال دے انشاء اللہ صحت ہو گی اگرچہ کیسا ہی سخت مرض ہو (آیات یہ ہیں)

وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ (توبة - ۱۴)

وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ (یونس - ۵۷)

يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ (نحل - ۶۹)

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (بنی اسرائیل - ۸۲) وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ (شعراء ۸۰)

قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ (حم السجدة - ۴۴) (اعمال قرآنی ص ۲۹)

تصاویر، بت اور کتوں کے احکام

● تصویریں اور بت بنانا دراصل شرک و بت پرستی کو فروغ دینا ہے، جدید تہذیب کے نام پر
بدمعاش عناصر اپنے گھروں میں تصاویر سجاتے ہیں اگر یہ تصاویر آوارہ بدکار عورتوں کی ہیں تو
گھر بدکاری سکھانے کا اڈا ہے، تصویریں بنانا اور بت سازی کی تائید صرف شیطان اور ا
کے بدمعاش اور غنڈہ گرد چیلے ہی کر سکتے ہیں۔ ہر مسلمان ان خبیث عادات سے دور ر
حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر
تصویر (رکھنے) سے منع کیا اور (تصویر) بنانے سے منع کیا۔

(جامع الترمذی ج ۱ ابواب اللباس / باب ماجاء فی الصورۃ ص ۲۰۵)

● جس گھر میں کتا یا تصویر ہو وہ گھر اس قدر منحوس ہے کہ اللہ کی رحمت کے فرشتے اس گھر میں داخل
نہیں ہوتے اب وہاں شیاطین ہی ڈیرہ ڈال لیتے ہیں۔
حضرت ابو طلحہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں کتا ہو اور نہ (اس گھر میں داخل ہوتے ہیں) ...
میں تصاویر ہوں۔ (صحیح البخاری ج ۲ کتاب اللباس / باب التصاویر ص ۸۸۰)
حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حضرت جبرائیل
علیہ السلام نے مجھے فرمایا: ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو اور نہ اس میں جس میں تصویر ہو
اور نہ اس میں جس میں (کسی جاندار کا) مجسمہ ہو۔

(شرح معانی الآثار ج ۲ کتاب الکراھیۃ / باب التصاویر فی الثوب ص: ۳۹۲)

حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سے روایت ہے
کہ انہوں نے ایک گدا خریدا جس میں تصویریں تھیں، جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا
تو دروازے پر کھڑے ہو گئے اور اندر تشریف نہیں لائے۔ (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) نے آپ
کے چہرے پر ناپسندگی کو سمجھ لیا اور عرض کیا۔
اے اللہ کے رسول میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف توبہ کرتی ہوں۔ میں نے کیا غلطی کی ہے
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس گدے کا کیا معاملہ ہے؟
عرض کیا، میں نے آپ کے لیے خریدا ہے تاکہ آپ اس پر بیٹھیں اور تکیہ لگائیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
ان تصاویر کو بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب ہوگا ان کو کہا جائے گا! جو تم نے بنایا تھا
اسے زندہ کرو۔
پھر فرمایا:۔ جس گھر میں تصویریں ہوں اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

(موطا امام مالک ج،۲ کتاب الجامع/باب ماجاء فی الصور والتماثیل ص:۳۱۰/۳۱۱)

حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے کھانا تیار کیا پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کو بلایا آپ تشریف لائے تو پردہ دیکھا جس میں تصاویر تھیں، آپ باہر نکل گئے اور فرمایا۔
جس گھر میں تصاویر ہوں اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

(سنن نسائی ج،۲ کتاب الزینۃ باب التصاویر ص: ۲۹۷)

حضرت عبداللہ (ابن مسعود رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو
فرماتے سنا: اللہ کے ہاں سب سے سخت عذاب تصویریں بنانے والوں کو ہوگا۔

(صحیح البخاری ج،۲ کتاب اللباس/باب عذاب المصورین یوم القیامۃ ص: ۸۸۰)

حضرت ابو جحیفۃ اپنے والد محترم (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے خون کی قیمت، کتے کی قیمت اور بدکاری کی کمائی کھانے سے منع فرمایا اور سود کھانے اور کھلانے
والے اور گوندنے والی اور گندوانے والی اور تصویریں بنانے والے پر لعنت کی۔

(صحیح البخاری ج،۲ کتاب اللباس/باب لعن المصور/ ص: ۸۸۱)

۶ یہ سب احکام ان تصاویر کے بارے میں جو روح والی مخلوق کی تصاویر ہوں، جیسے کہ انسان
جانور وغیرہ، لیکن جن اشیاء میں روح نہیں مثلاً درخت، پودے، بے جان اشیاء قدرتی
مناظر پہاڑ دریا وغیرہ ان کی تصویر بنانا جائز ہے۔

(ایک آدمی تصاویر بناتا تھا حضرت ابن عباس نے اسے فرمایا) تیرا ناس ہو اگر تجھے (تصاویر)
بنانا ہی ہے تو اس درخت (اور) اس چیز کی (تصویر) بناؤ جس میں روح نہیں۔

(صحیح البخاری ج،۱ کتاب البیوع/باب بیع التصاویر التی لیس فیھا روح ص: ۲۹۶)

الغرض تصاویر بنانا، تصاویر کا کاروبار کرنا، گھروں میں تصاویر رکھنا، تصاویر والے پردے لٹکانا
تصاویر والے لباس پہننا یہ سب حرام اور گناہ ہیں۔
مسلمان وہ ہے جو اسلام کے احکام پر عمل کرے اور غنڈہ وہ ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول کے

کے احکام کے مقابلہ میں بکواس کرے۔

کتے پالنا گندے اور خبیث لوگوں کا کام ہے۔ اس لیے اسلام نے کتے پالنے سے منع فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جانوروں (کی حفاظت) یا شکار کے علاوہ کتا حاصل کیا۔ اس کے عمل (نیکیوں) میں سے دو قیراط ہر روز کم ہو جائیں گے۔ (صحیح البخاری ج ۲ کتاب الذبائح والصید والتسمیۃ ص ۸۲۴)

حضرت ابو طلحہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو اور نہ اس میں جس میں تصویر ہو۔

(سنن نسائی ج ۲ کتاب الصید والذبائح / باب امتناع الملائکۃ من دخول بیت فیہ کلب ص...)

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا سوائے شکاری کتے کے یا جانوروں کی حفاظت کرنے والے کتے کے۔

(سنن نسائی ج ۲ کتاب الصید والذبائح / باب الامر بقتل الکلاب ص : ۸۶)

حضرت عبداللہ بن مغفل (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "اگر کتے پہلی امتوں میں سے ایک امت نہ ہوتے تو میں ان سب کو قتل کرنے کا حکم دیتا۔ پس ان میں سے ہر کالے سیاہ کو قتل کر دو"۔ (جامع للترمذی ج ۱ ابواب الصید / باب ماجاء فی قتل الکلاب ص...)

حضرت ابو مسعود انصاری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت اور بدکاری کی کمائی اور کاہن کی شیرینی (کمائی) سے منع کیا۔

(جامع الترمذی ج ۱ ابواب البیوع باب ماجاء فی ثمن الکلب ص...)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ کتے پالنا شدید گناہ ہے، کتوں کا کاروبار کرنا اور اس سے مال حاصل کرنا گناہ ہے البتہ اگر شدید ضرورت ہو اور جنگل میں رہائش ہو تو حفاظت کے لیے کتا پالنا جائز ہے جبکہ گھر میں وہ مکان سے باہر رہے۔ یا شکار کرنے کے لیے پالنا جائز ہے، مگر گھروں میں کتے پالنا سخت گندگی اور گناہ ہے۔

6 اگر کتا برتن وغیرہ چاٹ جائے تو وہ برتن ناپاک ہو جاتا ہے۔ اسے سات بار دھونا ضروری ہے۔ چونکہ کتے کے جراثیم سخت ہوتے ہیں اس لیے ایک بار مٹی کے ساتھ دھونا بھی ضروری قرار دیا تاکہ اس کے جراثیم ختم ہو جائیں، حضرت ابو ہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جب کتا برتنوں کو چاٹ جائے تو برتنوں کو سات بار دھویا جائے گا، پہلی بار یا آخری بار مٹی کے ساتھ بھی دھویا جائے) اور اگر بلی چاٹ جائے تو ایک بار دھویا جائے۔

(جامع ترمذی ج ۱ ابواب الطہارۃ / باب ماجاء فی السور الکلب ص: ۲۷)

ناچ گانا اور ہر فحاشی حرام ہے

گانا بجانا اور رقص وسرود قوم کو بدکار و بدمعاش بنانے کی ایک شیطانی سازش ہے جس قوم میں گانا بجانا اور ناچ کود عام ہو جائے گا وہ قوم بدکاری کی راہ پر چل پڑتی ہے اور بدکار و بدمعاش آدمی اللہ کے ذکر اور عبادت سے محروم ہو جاتا ہے اور گاہے گاہے بدکاری میں بہتے بہتے بڑے جرائم میں جا گرتا ہے۔

گانے بجانے کا عادی نیک لوگوں سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ بدکار مردوں اور عورتوں میں بیٹھ کر خوش ہوتا ہے آخر کار وہ بدکاری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

گانے بجانے کا عادی، قرآن مجید میں سکون و لذت محسوس نہیں کرتا اور گانوں میں سکون تلاش کرتا ہے۔ اور وہ سکون نہیں ہوتا بلکہ شیطان کی لوری ہوتی ہے جس کا انجام اخلاق وصحت اور دین کی بربادی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

ناچ گانے والے مرد عورتیں عام طور پر بدکار اور بے حیا ہوتے ہیں جن کا کام معاشرے کو بدکار آوارہ اور بدمعاش بنانا ہے اور بدکار معاشرہ کبھی بھی جہاد اور ذکر اللہ کی ہمت نہیں پاتا۔

قرآن وحدیث میں گانے بجانے کی شدید مذمت آئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (لقمٰن ۔ ۶)

(اور بعض آدمی ایسے ہیں جو کھیل کی باتوں کے خریدار ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے بہکائیں)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ اس سے مراد اللہ کی قسم گانا بجانا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۴۱)

اللہ تعالیٰ نے عباد الرحمٰن (رحمٰن کے بندوں) کی صفات بیان کرتے ہوئے ان کا یہ وصف بھی بیان کیا۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ (الفرقان ۔ ۷۲)

(اور جو بے ہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے)

محمد بن حنیفہ کو فرماتے سنا، اس سے مراد بے ہودہ (کام) اور گانا بجانا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج: ۳ ص: ۴۴۱)

حضرت ابو امامہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
گانے والی عورتوں کو مت فروخت کرو۔ اور نہ انہیں خریدو اور نہ انہیں (گانے کی) تعلیم دو اور
کی قیمت حرام ہے اور اس قسم میں یہ آیت نازل ہوئی۔

(ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ آخری آیت تک۔

(جامع ترمذی ج: ۱ ابواب البیوع / باب ماجاء فی کراھیۃ بیع المغنیات ص

جن لوگوں کے نزدیک دنیا میں کھانا پینا، عیش کرنا اور گانا بجانا اور اس قسم کے شیطانی کاموں
میں مصروف رہنا ہی مقصودِ حیات ہے وہ سراسر ڈنگر ہیں بلکہ یہ لوگ بدمعاش ڈنگر ہیں،
کفار کا یہی طریقہ ہے، کہ کھاؤ پیؤ اور مزے اڑاؤ اور مرکھپ جاؤ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یَتَمَتَّعُوۡنَ وَیَاۡکُلُوۡنَ (اور جو کافر ہیں وہ عیش کر رہے ہیں اور اس
کَمَا تَاۡکُلُ الۡاَنۡعَامُ وَالنَّارُ مَثۡوًی لَّہُمۡ ۝ کھاتے ہیں جس طرح چوپائے کھاتے ہیں اور
ان کا ٹھکانہ ہے۔) (محمد — ۱۲)

۶ جو لوگ شراب پیتے ہیں، گانا بجانا کرتے اور بدکاری میں مبتلا رہتے ہیں ان پر کسی وقت بھی عذاب
نازل ہو سکتا ہے ان خبیث لوگوں سے دور رہنا چاہیئے۔

حضرت ابو مالک اشعری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا۔ کچھ لوگ ضرور شراب پئیں گے اور اس کا نام بدل کر دوسرا نام رکھیں گے ان کے سروں پر
باجے بجائے جائیں گے۔ اور گانے والیاں ہوں گی، اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں دھنسا دے گا اور
ان میں سے (بعض کو) بندر اور خنزیر بنا دے گا۔

(سنن ابن ماجۃ ابواب الفتن / باب العقوبات ص: ۳۰۰)

مندرجہ بالا حدیث ان بدمعاش اور غنڈہ گرد عناصر کے لیے شدید انتباہ ہے کہ جو سینما گھروں، ناچ
گھروں اور بدکاری کے مراکز میں بیٹھے گانے سنتے ہیں، ناچ دیکھتے ہیں اور بدکاری میں مبتلا رہتے ہیں ہے
تمام بدکار مردوں اور بدکار عورتوں کو اگر اللہ تعالیٰ کسی وقت زمین میں دھنسا دے انہیں بندر اور خنزیر
بنا دے تو کیا تعجب ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں انسان بنا کر پیدا کیا اب اگر یہ عناصر بدکار بندروں
بے غیرت خنازیر کا اخلاق پیش کریں تو اس سزا ملنے پر انہیں اپنے آپ کو ملامت کرنی چاہیئے

اس طرح وہ بدکار اور بدمعاش سرمایہ دار جو ناچ گانے کی مجالس کا انتظام کرتے ہیں، وہ بدمعاش اور غنڈہ گرد حکمران جو ملک میں گانے بجانے اور ناچ کود کی اجازت دیتے ہیں یہ سب خبیث عناصر ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔ اور اگر ہدایت ان کے مقدر میں نہیں تو انہیں جلد قبرستان پہنچا دے۔

۷ سینما اور ناچ گانے کی مجالس چلانے والے اور ان کو ملک میں اس خبیث کام کی اجازت دینے والے سب ملک میں بدکاری، بے حیائی اور فحاشی پھیلانے کے ذمہ دار ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ط (نور۔ ۱۹)	(بے شک جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمانداروں میں بدکاری پھیل جائے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے)

حضرت فضیل بن عیاض (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں۔ گانا، بدکاری کا منتر ہے۔

حضرت ضحاک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ گانا دل کو خراب کرتا ہے اور رب تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے)

ایک بزرگ کا قول ہے کہ گانے سے بچو، کیونکہ یہ شہوت بڑھاتا ہے اور مروت (شرافت) کو مٹاتا ہے اور یہ (گانا) شراب کا نمائندہ ہے جو وہ نشہ کرتا ہے یہ وہی کرتا ہے (یعنی نشہ کرنے کے بعد انسان بدعقل اور بدکردار ہو جاتا ہے اس طرح گانا سننے والا بھی بدعقل اور بدکار ہو جاتا ہے۔)

(عوارف المعارف یشخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

والباب الثالث والعشرون فی القول فی السماع رداً وانکاراً) ص۱۱۴، ۱۱۵)

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مجھے دو گناہ کی آوازوں سے منع کیا گیا۔ (۱) نعمت کے وقت آواز (گانا) اور مصیبت کے وقت آواز (یعنی ماتم اور بین کرنا) عوارف المعارف یشخ شہاب الدین سہروردی / الباب الثالث والعشرون فی القول (فی السماع ردا وانکار ص: ۱۱۴)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا۔

ابلیس نے سب سے پہلے نوحہ (بین) کیا اور سب سے پہلے گانا گایا۔

(عوارف المعارف یشخ شہاب الدین سہروردی / الباب الثالث والعشرون فی القول فی السماع ردا وانکار) ص۱۱۴)

کتاب القضاء میں امام شافعی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ انہوں نے فرمایا گانا ناپسندیدہ اور بے ہودہ کام ہے جو باطل سے مشابہ ہے اور فرمایا جس نے اس (گانے) کی کثرت کی وہ بدعقل ہے اس کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔

(عوارف المعارف الباب الثالث والعشرون / باب فی القول فی السماع ردا وانکار ص: ۱۱۴)

چنانچہ ایک اسلامی حکومت میں تمام گانے بجانے والے گانا سننے والے اور اس کی اجازت دینے والے سب اس درجہ کے بدمعاش ہونگے کہ نہ ان کی گواہی قبول ہوگی نہ ہی یہ ووٹ دے سکیں گے کیونکہ ووٹ بہت بڑی گواہی ہے اور نہ ہی اس کو اسلامی حکومت میں مرکزی عہدہ دے دیا جاسکتا ہے اسلامی حکومت تو اسلام کے پابند اور شریف لوگوں پر مشتمل ہوتی ہے غنڈہ گرد اور بدکار افراد کی حکومت اسلامی حکومت نہیں بلکہ غنڈہ حکومت ہے۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، گانا بجانا سننے کا فتنہ دراصل بین کرنے کے فتنے سے بھی زیادہ شدید ہے ہم نے اور دوسرے لوگوں نے دیکھا اور تجربہ کیا ہے کہ جس قوم میں گانے بجانے کے آلات اور (گانا بجانا) عام ہوا ان پر دشمن مسلط ہوگیا ان پر قحط سالی چھاگئی۔ اور برے لوگ حاکم بن گئے۔ (مدارج السالکین ج: ۱ فصل منافاۃ النوح والغناء للشکر والصبر ص ۴۸۳)

بڑے گناہوں کی ایک مختصر فہرست

● انسان کو چاہیئے کہ وہ ہر گناہ سے بچے، گناہ چاہے چھوٹا ہو یا بڑا، لیکن وہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے اگر مواخذہ ہوا تو، سزا کا خطرہ ہے اس لیے ہر گناہ خطرناک ہے اس سے بچنا چاہیئے البتہ جن گناہوں کو بڑے گناہ کہا گیا اگر ان سے دور رہا تو امید ہے اللہ تعالیٰ کرم فرمائے گا اور چھوٹے گناہ معاف کردے گا بڑے گناہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے البتہ اگر اللہ تعالیٰ فضل فرمائے تو معاف کردے اور چھوٹے گناہ، نیکیوں کی برکت سے معاف ہوتے رہتے ہیں البتہ چھوٹے گناہ پر اصرار کرنا اسے بڑا بنا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ○ (النساء - ۳۱)

(اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچو گے جن سے تمہیں منع کیا گیا تو ہم تم سے تمہارے چھوٹے گناہ معاف کردینگے اور تمہیں عزت کے مقام میں داخل کریں گے)

اگر غلطی سے گناہ ہو جا تو خوب زاری کے ساتھ اور صحیح نیت کے ساتھ توبہ کرے اور آئندہ ہر گناہ سے بچنے کا وعدہ کرے۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الانعام — ۵۴)

(تمھارے رب نے اپنے ذمہ رحمت لازم کی ہے جو تم میں سے کوئی ناواقفیت سے برائی کرے پھر اسکے بعد توبہ کرے اور نیک ہو جائے تو بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے)

یاد رہے کہ ہر گناہ شدید قسم کی بداخلاقی اور غنڈہ گردی ہے اس سے بچنا ہی حسن اخلاق ہے کیونکہ جب گناہ کرے گا تو اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا، انسان بنایا صحت دی طرح طرح کی نعمتیں دیے جا رہا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایسا کریم محسن ہے کہ اگر گناہ ہو جائے تو توبہ کرنیوالے کو معاف کرنے کی خوشخبری دی حتیٰ کہ اگر بڑا گناہ ہو جائے تو بھی حکم دیا کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہو بس سچے دل کے ساتھ توبہ کرو اللہ تعالیٰ سب گناہ معاف کر دے گا۔

- مختصر طور پر بڑے گناہوں کی فہرست دی جا رہی ہے جن پر تفصیل سے اس کتاب میں اپنے اپنے مقام پر بحث ہو چکی ہے۔
- اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، رسولوں، کتابوں، تقدیر اور قیامت وغیرہ قرآن و احادیث متواترہ یا مشہورہ سے ثابت شدہ کسی عقیدے کا انکار سب سے شدید ترین جرم ہے اس پر اس کتاب کے پہلے باب اسلامی عقائد میں تفصیل سے بحث ہو چکی ہے
- اس طرح اللہ کے ساتھ کسی کو اس کا شریک بنانا بھی سب سے بڑا جرم ہے اگر زندگی میں ان سے توبہ نہ کی تو ایسا مجرم دائمی جہنمی ہے۔
- اسلام کے کسی نشان کعبہ اللہ، قرآن مجید، انبیاء علیہم السلام، نماز وغیرہ کی توہین کرنے والا بھی قطعی طور پر کافر ہے۔ حدیث کا منکر اور صحابہ کرام کا دشمن بھی مسلمانوں میں سے نہیں ہے جو شخص علماء اسلام کا دشمن ہے وہ بھی انتہائی درجہ کا غنڈہ اور مجرم ہے۔
- شرک و کفر کے اعمال کرنے والا مثلاً قبروں پر نذر و نیاز کرنے والا، اللہ کے سوا دوسرے کے نام کی نذر دینے والا جیسے کہ گیارہویں اور کونڈے اللہ کے سوا مصائب میں دوسرے کو پکارنے والا ایسا آدمی بھی مشرک اور حد درجہ کا بدمعاش مجرم ہے۔

ملک میں غیر اسلامی قوانین نافذ کرنے والا اگر اسلام کے مقابلہ میں اپنے چلائے ہوئے قانون کو بہتر قرار

دے تو وہ قطعی طور پر کافر ہے لیکن اگر اسلام کے قوانین کا انکار نہ کرے تو یہ عملی کفر ہے اور یہ اندیشہ ہے کہ قطعی کفر تک جا پہنچے، قبروں پر جانور ذبح کرنا۔ اللہ کے سوا دوسرے کے نام کا وظیفہ کرنا، اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا کسی گناہ کے کام کو جائز سمجھنا مثلاً سود، جوئے، بیمہ، لاٹری وغیرہ جو جوئے کے اقسام ہیں۔ ان کو جائز سمجھنا کفر ہے، جادو سکھانا اگر جادو میں کلمات کفر ہوں، تو یہ قطعی کفر ہے، ورنہ گناہ کبیرہ اور شدید جرم ہے۔

- فرض عبادات مثلاً نماز نہ پڑھنا، عذر نہ ہونے کے باوجود روزہ نہ رکھنا۔ استطاعت کے باوجود زکوٰۃ نہ دینا اور حج نہ کرنا بڑے گناہ ہیں اگر ان احکامات کا انکار کرے تو قطعی کافر ہے ورنہ بڑا گناہ ہے۔
- اسی طرح استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرنا بدکاری کرنا، گانا بجانا، ناچ کود، عورتوں کا بن سنور کر بے پردہ باہر پھرنا۔ اور لوگوں کو دعوت گناہ دینا، اسلام کے مسائل چھپانا، جہاد سے بھاگنا اور جاندار کی تصویریں یا مورتیاں بنانا، تکبر کرنا، ریاکاری، حرام لباس و خوراک، اگر حاکم ہو تو اسلامی قوانین نافذ نہ کرنا، اور غیر اسلامی قوانین نافذ کرنے والے بدمعاش حکمرانوں کا ساتھ دینا، نیکی کی بات نہ پھیلانا۔ اور برائی سے نہ روکنا، کفار سے دوستی رکھنا۔ جھوٹ بولنا، صحیح گواہی چھپانا، سود لینا دینا۔ جوا کھیلنا جیسے کہ بیمہ، لاٹری، معمہ اور اشیاء کی فروخت پر انعامات وغیرہ ہیں، مرد کا ریشم اور سونا پہننا، اولاد کو قتل کرنا جیسے کہ آج کل کفار اور ان کے ایجنٹ خاندانی منصوبہ بندی کی آڑ میں ضبط تولید کے خبیث منصوبے چلا کر مسلمانوں میں بدکاری پھیلاتے ہیں۔ بدن گوندنا یا گوندوانا، مصیبت پر ماتم اور بین کرنا وغیرہ یہ سب بڑے گناہ ہیں ان سے سخت پرہیز ضروری ہے۔
- اسی طرح بندوں کے حقوق برباد کرنا، مثلاً والدین کی نافرمانی کرنا، بیوی بچوں پر ظلم کرنا، اور ان کی اسلامی تربیت نہ کرنا، بہن بھائیوں اور رشتہ داروں پر ظلم کرنا یا صرف دنیاوی اغراض کے باعث ان سے قطع تعلق کرنا، کسی مسلمان پر ظلم کرنا، یا مارنا یا اس کا مال چرانا، یا اس کا مال لوٹنا اس کی توہین کرنا، گالی دینا اس پر جھوٹی تہمت رکھنا، اس کی غیبت کرنا اور بدمعاش یا کافر حکمرانوں کو خوش کرنے کے لیے مسلمانوں اور علمائے اسلام کی جاسوسی کرنا۔
- اس طرح وعدہ توڑنا، جھوٹ بولنا، امانت میں خیانت کرنا، اپنے جائز حق سے زیادہ لینے یا دوسرے پر ظلم کرانے کے لیے رشوت دینا اور لینا، تجارت میں دھوکہ دینا، ملاوٹ کرنا، ملک میں

ڈالنے یا بازار کا نرخ زیادہ کرنے کے ارادے سے ذخیرہ اندوزی کرنا، جھوٹی قسم کھا کر مال فروخت
، بدعات کا رواج دینا جیسے کہ طرح طرح کے جعلی ختم تیجا، ساتواں، چالیسواں ہیں، لوگوں پر ناجائز
س لگانا، جیسے چونگی کا محصول، مکان، دکان پر ٹیکس، جائیداد ٹیکس الغرض تمام غیر اسلامی ٹیکس لگانا اور
اس محکمے کے ساتھ تعاون کرنا۔ یہ سب کام شدید جرم ہیں۔

اگر جادو میں کلمات کفر استعمال ہوں تو اس کو سیکھنے سکھانے والا کافر ہے اور اس کی سزا موت
ہے لیکن کلمات کفر نہ ہوں مگر اس کے ذریعہ کسی مسلمان کو ایذا دی جائے۔ تو یہ گناہ ہے اس کا بدلہ
لیا جائے گا۔

اگر ایک آدمی گناہ سے بدن کو پاک وصاف رکھے، پھر عبادات وذکر اللہ کی خوشبو لگائے تو اس
کا جلد اثر ہوا اور دعائیں قبول ہوں۔ مگر جو آدمی بدن پر گناہوں کا پاخانہ لگاتا ہے اور پھر نیکی کی
خوشبو لگاتا ہے ظاہر ہے کہ یہ خوشبو بھاری مقدار کی گندگی کے ہوتے ہوئے کیا اثر دکھائے گی
انسان کو چاہیئے کہ ہر گناہ سے بچنے کی کوشش کرے اور کثرت سے استغفار کرے پھر ذکر اللہ کا
کھلا اثر دیکھے۔

قبروں پر عرس اور میلے حرام ہیں

آج کل عام مزارات شرک وبدعت کے مراکز بن چکے ہیں۔ شرک اور بدعت سب سے بڑی
بداخلاقی، غنڈہ گردی اور خیانت ہے اللہ تعالیٰ نے شرک کے بارے میں صاف بتا دیا کہ اس
کی بخشش نہیں ہوگی۔ اور بدعت کا انجام بھی جہنم ہی ہے اس پر حصہ اعتقادات میں
تفصیل گذر چکی ہے۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ مزارات پر عرس منایا جاتا ہے جو بدعات حتیٰ کہ فسق وفجور پر مشتمل ہوتا
ہے، عرس کے موقع پر میراثی اور مرد عورتیں جمع کی جاتی ہیں، گانے قوالی حتیٰ کہ ناچ تک ہوتا ہے اور
بے پردگی عام ہوتی ہے ان باتوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیس سال تک متفقہ طور پر خلفائے راشدین نے حکومت کی۔
حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی رضی اللہ عنہم بلکہ کسی بھی
صحابی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عرس نہیں کیا، نہ ہی قوالی کی اور نہ ہی یہ تمام خرافات کیں
جو کہ آج عرسوں میں پائی جاتی ہیں اور نہ ہی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی نذر و نیاز دی

اور نہ ہی آپ کی قبر پر جانور ذبح کیے۔

چنانچہ عرس اور قبروں پر نذر نیاز وغیرہ یہ تمام کام صحابہ کرام کے بہت عرصہ بعد صرف مش
اور بدعتیوں کے ایجاد کردہ شیطانی کام ہیں ان کا اسلام سے کچھ تعلق نہیں، احادیث میں قبر
رکھنے کا حکم دیا گیا، قبروں پر گنبد بنانے اور کتبے لکھنے سے بھی منع کیا گیا۔

حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر چ
کرنے، ان پر لکھنے اور ان پر عمارت (گنبد وغیرہ) بنانے اور ان کو روندنے سے منع کیا۔

(جامع الترمذی ج: ۱ ابواب الجنائز/باب ماجاء فی کراھیۃ تجصیص القبور والکتابۃ علیھا ص ۲۰۳)

۶ عام طور پر عورتیں بن سنور کر مزارات پر جاتی ہیں، چنانچہ مزارات پر مردوں اور عورتوں کا اختل
عام ہونے کی وجہ سے بے حیائی کے راستے کھلتے ہیں۔

حضرت ابوہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر
کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت کی۔

(جامع الترمذی ج ۱ ابواب الجنائز، باب ماجاء فی کراھیۃ زیارۃ القبور للنساء ص

اس لیے کہ عورتیں بے صبری کا مظاہرہ کرتی اور ماتم و بین شروع کر دیتی ہیں، مناسب یہی ہے
کہ عورتیں قبروں پر نہ جایا کریں، شروع اسلام میں ممانعت شدید تھی، مگر جب ایمان پختہ ہو گیا تو عورتوں
کو قبروں پر جانے کی اجازت مل گئی، مگر آج کل مزاروں پر عورتوں کا جانا فتنوں کا دروازہ کھلتا
ہے آج کل کے عام مزارات جرائم کے اڈے بن چکے ہیں۔ جہاں مردوں عورتوں کا اختلاط عام
شرک اور بے حیائی کے کام ہوتے ہیں۔

اسی طرح جو لوگ مزاروں پر چڑھاوا چڑھاتے ہیں، قبر والے کے نام پر نذر نیاز دیتے
ہیں وہ مردار کی طرح حرام اور گندگی ہے اور افسوس کا مقام ہے جہالت کی انتہا ہے
کہ شرک سے لتھڑی ہوئی حرام اور مردار چیز کو تبرک کا نام دے کر کھایا اور کھلایا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ (البقرۃ ـ ۱۷۳)

(سوائے اس کے نہیں کہ تم پر مردار اور خون اور سور کا گوشت اور اس چیز کو کہ اللہ کے سوا اوروں کے نام سے پکاری گئی حرام کیا ہے)

یعنی ہر وہ نذر نیاز جس کو اللہ کے سوا کسی دوسرے بزرگ، درخت، بت وغیرہ کے نام

مثلاً یہ بابا کی بکری ہے یا گیارہویں والے کی نذر ہے یہ امام جعفر کے کونڈے ہیں یا داتا دربار کی نیاز ہے یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ نے اس طرح حرام کیں جیسے کہ مردار اور خنزیر حرام ہے۔
حلال صرف وہ ہے جو کہ صرف اللہ تعالیٰ کے نام پر نیاز دی جائے البتہ اس کا ثواب جس کو چاہے بخش دے۔

(حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف ارشاد ہے)
اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے جو اپنے باپ پر لعنت کرے اور اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے جو غیر اللہ کے لیے ذبح کرے اور اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے جو بدعتی کو پناہ دے اور اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے جو زمین کے نشانات مٹا دے۔
(صحیح المسلم ج:۲ کتاب الاضاحی/باب تحریم الذبح لغیر اللہ تعالیٰ ولعن فاعلہ ص: ۱۶۰)

امام نووی شارح مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ غیر اللہ کے لیے ذبح کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کے نام پر ذبح کرے مثلاً بت کے لیے حضرت موسیٰ یا حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہما کے لیے یا کعبہ وغیرہ کے لیے ذبح کرے یہ سب حرام ہے اور یہ ذبح کرنے والا چاہے مسلمان ہو یا عیسائی ہو یا یہودی ہو یہ حلال نہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی اس پر نص ہے اور ہمارے اصحاب کا اس پر اتفاق ہے اب اگر اس (غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے میں) اس کا مقصود اس کی تعظیم (و تقرب) ہے جس غیر اللہ کے لیے ذبح کر رہا ہے اور اس کی عبادت مقصود ہے تو یہ کفر ہے۔ اور اگر ذبح کرنے والا پہلے مسلمان تھا تو اس (نیت کے ساتھ) ذبح کرتے ہوئے وہ مرتد ہو گیا۔
(حاشیہ نووی بر صحیح مسلم ج:۲ کتاب الاضاحی/باب تحریم الذبح لغیر اللہ تعالیٰ ولعن فاعلہ ص ۱۶۰، ۱۶۱)

اور بعض بدمعاش عناصر قبر کو سجدہ یا قبر کا طواف کرتے ہیں جو قطعی طور پر کفر کا کام ہے۔
اس طرح قبر والے سے مدد مانگنا صاف طور پر شرک ہے۔ اس کی تفصیلات حصہ اعتقادات میں گزر چکی ہیں۔

عام طور پر مزاروں پر بھنگ چرس پینے والے اور جرائم پیشہ لوگ جمع رہتے ہیں آج کل یہ مزارات خصوصاً پاکستان اور ہندوستان کے مزارات شرک و بدعت اور جرائم کے اڈے بن چکے ہیں۔

جو آدمی شرک و بدعت اور جرائم کی حمایت کرنا یا ان کی تبلیغ کرتا ہے وہ شریف آدمی نہیں

کہلا سکتا چہ جائے کہ اسے عالم دین کہا جائے۔ افسوس کہ آج کل مشرک و بدعتی واعظین بزرگان دین کے مزارات کو شرک و بدعت وجرائم کے اڈے بنا کر بزرگوں کی توہین کرتے ہیں اور سچ بات یہ ہے کہ ان خرافات کی حمایت بھی آوارہ قسم کے لوگ کرتے ہیں ولو کرہ الکفرون

اور سب سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ آج کل بعض مسلمان ہونے کی دعویدار حکومتیں شرک و بدعت کے اڈوں کی حفاظت کرتی ہیں۔ اور ان حکومتوں کے محکمہ اوقاف میں قبروں کی نذرونیاز کا حرام مال کثرت کے ساتھ جمع کیا جاتا ہے۔ اور پھر جب اوقاف کی مساجد کے عملہ اور ان کے علماء کو اس حرام سے مال سے تنخواہ ملے گی تو ان سے اس اسلام کی تبلیغ کی امید نہیں کی جاسکتی، جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور جو دنیا سے شرک وکفر مٹانے آیا تھا اللہ تعالیٰ مشرکین اور بدعتیوں کو ہدایت دے اور اگر ان کے مقدر میں ہدایت نہیں تو زمین کو ان کی گندگی سے پاک کرے

سفر اور اس کے آداب و مسائل

۶ گاہے گاہے انسان کو سفر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے سفر کے درجات ہیں، نیک کام کے لیے سفر کرنا ایک نیکی ہے، جائز کام کے لیے سفر بھی درست ہے اور بُرے کام کے لیے سفر برائی کا حصہ ہے امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

سفر کی اقسام ہیں ۱۔ مذموم ۲۔ محمود ۳۔ مباح

مذموم سفر وہ ہے کہ جو کسی حرام کام کے لیے کیا جائے۔ مثلاً غلام کا فرار ہونا یا نافرمانی (گناہ کرنے کے لیے) سفر کرنا یا ناپسندیدہ (کام کے لیے سفر کرنا) مثلاً طاعون زدہ علاقہ سے نکلنا

محمود سفر کی اقسام ہیں واجب کام مثلاً حج کرنا اور ہر مسلمان پر فرض درجہ کا علم حاصل کرنا اور مندوب جیسے کہ علماء کی زیارت کرنا۔ اور مقدس مقامات کی زیارت کرنا۔

(احیاء علوم الدین ج ۲ کتاب الآداب السفر/الباب اول صـ ۲۴۹)

اسی طرح (گاہے گاہے) دین (کو آفات سے بچانے) کے لیے سفر کیا جاتا ہے یہ بھی درست ہے اور بہت سے زیادہ (آفات سے) بچنے کے لیے سفر کرنا انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ ہے۔ (احیاء علوم الدین ج ۲ کتاب آداب السفر/ الباب الاول ص ۲۴۸)

الغرض نماز پڑھنے، اسلام کی تعلیم سیکھنے، حج وغیرہ کرنے، جہاد کرنے، دین کو بچانے کے لیے سفر کرنا۔ نیک عمل ہے، اسی طرح حلال روزی کمانے کے لیے سفر کرنا بھی ایک نیک کام ہے

مگر سیر و سیاحت کے لیے سفر کرنا اگر کسی کے لیے موذی نہ بنے تو مباح اور جائز ہے مگر
ناہی ہے جیسے کہ لیے ضرر حیوان جنگلوں میں پھرا کرے۔ سب سے بہتر سفر علم دین حاصل کرنے
لیے ہے۔

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
"جو علم طلب کرنے کے لیے نکلا وہ اللہ کی راہ میں ہے یہاں تک کہ واپس آ جائے۔
(جامع ترمذی ج:۲ ابواب العلم / باب فضل طلب العلم ص ۹۳)

حضرت ابو ہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ں راہ پر چلا جس میں علم (اسلام) حاصل کرتا ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ جنت کی راہ آسان کر
گا۔ (جامع الترمذی ج،۲ ابواب العلم / باب فضل طلب العلم ص ۹۳)

طلب علم کے مسافروں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھلائی کرنے کا حکم دیا۔ حضرت
ابو ہارون فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابو سعید (رضی اللہ عنہ) کے پاس آتے تو فرماتے۔
خوش آمدید، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے ساتھ۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لوگ تمہارے پاس اطراف زمین سے دین کا علم حاصل
کے لیے آئیں گے۔ جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتا ہوں۔
(جامع الترمذی ج:۲ ابواب العلم / باب ماجاء فی الاستیصاء بمن یطلب العلم ص ۹۳)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ الفاظ موجود ہیں "علماء انبیاء (علیہم السلام)
وارث ہیں"۔ (جامع الترمذی ج،۲ ابواب العلم / باب فی فضل الفقہ علی العبادۃ ص ۹۷، ۹۸)

اب جو وراثت انبیاء علیہم السلام حاصل کرنے کے لیے سفر کر رہا ہے اس جیسا خوش نصیب
دوسرا نہیں۔

اس طرح نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کا سفر نیکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○
(حٰمٓ السجدۃ یا فصلت / ۳۳)

(اور اس سے بہتر کس کی بات ہے کہ جس نے لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا اور خود بھی اچھے کام کیے اور کہا بے شک میں بھی فرمانبرداروں میں سے ہوں)

حج کرنا اور عمرہ کرنا ایک مبارک سفر ہے یہ سفر بخشش کی ضمانت ہے۔ حضرت ابو ہریرۃ
(رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اس گھر (بیت اللہ)

کا حج کرے پس اس نے نہ فحش گوئی کی اور نہ ہی بدکاری کی تو وہ ایسے واپس آیا جیسے کہ اس کی ماں (گناہوں سے پاک) جنا۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب المناسک، باب فضل الحج والعمرۃ ص ۲۱۳)

حج و عمرہ بار بار کرنا انتہائی خوش نصیبی ہے۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج اور عمرہ پے در پے (لگاتار) کرو۔ کیونکہ دونوں فقر اور گناہوں کو اس طرح دور کرتے ہیں جیسے کہ بھٹی لوہے کے میل کو دور کر دیتی ہے)

(سنن نسائی جلد دوم کتاب الحج / باب فضل متابعۃ بین الحج والعمرۃ ص)

۶۔ جہاد کا سفر بہت مبارک ہے، حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری راہ میں جہاد کرنے والا وہ میری ضمانت میں ہے، اگر میں اس کو قبض کروں (یعنی وفات دوں) تو جنت کا وارث بناؤں گا اور اگر اسے واپس کروں تو ثواب یا غنیمت دے کر واپس کروں گا۔

(جامع الترمذی ج: ۱ ابواب فضائل الجہاد، باب فضل الجہاد ص ۱۹۱)

بلکہ بہترین سیاحت بھی جہاد کو قرار دیا۔

حضرت ابو امامہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا:۔ اے اللہ کے رسول مجھے سیاحت کی اجازت دیجئے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی سیاحت اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔

(سنن ابی داود ج: ا کتاب الجہاد / باب النھی عن السیاحت ص: ۳۳۷)

حلال مال کمانے کے لیے سفر کرنا بھی ایک نیکی ہے۔

ایماندار تاجر بڑے درجے کا مالک ہے، حضرت ابو سعید (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سچا امانت دار تاجر، انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

(جامع الترمذی ج: ا ابواب البیوع / باب ماجاء فی التجارۃ وتسمیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایاھم ص ۱۴۹)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب مال حاصل کرنے کا مقصد مثلاً سوال کرنے سے بچنا اور اہل و عیال پر خرچ کر کے ان کی عزت بچانا اور ضرورت سے زائد کو (اللہ کی راہ) میں خرچ کرنا ہو تو یہ مباح کام اس نیت کے باعث آخرت کے (نیک) اعمال میں سے ہوگیا۔

(احیاء علوم الدین ج: ۲ کتاب آداب السفر / باب الاول ص: ۲)

بلکہ ایک شہر میں مہنگائی زیادہ ہو اور انسان دوسرے شہر میں اس نیت سے جائے تاکہ مہنگائی
عث کمانے میں زیادہ وقت لگانے کی بجائے معاش آسان کر کے زیادہ وقت عبادت میں
ئے تو یہ بھی نیکی کی بات ہے۔ حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
، جب تجھے خبر ملے کہ ایک بستی میں (اشیاء) سستی ہیں تو وہاں ٹھہر و یہ تمہارے دین
لیے زیادہ سلامتی اور تمہارے غم میں کمی کا باعث ہے چنانچہ یہ مہنگائی سے بھاگنے (کا سفر) ہے
(احیاء علوم الدین ج ۲ کتاب آداب السفر باب اول ص: ۲۴۸)
دین یا دنیا میں نقصانات سے بچنے کے لیے سفر کرنا یا دوسرے ملک کی طرف ہجرت درست
ہے البتہ طاعون سے فرار ہونا ٹھیک نہیں کیونکہ حدیث میں اس کی ممانعت ہے۔
البتہ محض سیر و سیاحت کے لیے جنگلات پہاڑوں اور سمندروں کا سفر کرنا اگرچہ جائز ہے
ر حیوانی انداز ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
، فرمایا جو جنگل میں رہا وہ سنگدل ہو گیا۔ اور جو شکار کے پیچھے لگا وہ غافل ہو گیا۔ اور جس نے
شاہ کی تابعداری کی وہ فتنہ پر گرا۔ (سنن نسائی ج ۲ کتاب الصید والذبائح / باب اتباع الصید ص[۱۸۹])
جنگلات میں رہتے رہتے انسان جنگلی جانوروں کے ساتھ مانوس ہو جاتا ہے اور اس میں انسانی
ا شرے کے ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کے خصائل کم ہو جاتے ہیں اسی طرح جو ہر وقت
کار کرنے اور گوشت خوری میں لگا رہے وہ بھی ذکر اللہ میں سست ہو جاتا ہے اور بادشاہوں کا
قرب تو از حد خطرناک ہے اس زمانہ میں عام حکمران ظالم، حرام خور اور گناہوں میں مبتلا ہیں اور ان
ادشاہوں کی تابعداری دراصل ظلم اور گناہ کے ساتھ تعاون ہے جن ممالک میں اسلام کا قانون نافذ
نہیں وہ بادشاہ تو حد درجہ کے ظالم اور بدمعاش ہیں۔ جو لوگ ایسے ظالم اور بدمعاش حکمرانوں کے
دم چھلے بن جائیں گے ان کا ایمان خطرے میں ہے اور ظالموں اور بدمعاشوں کا ساتھی ظالم اور بدمعاش
ہی ہوتا ہے۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے محض سیر و سیاحت کرنیوالوں پر ٹھیک تبصرہ کیا پس وہ سیاحت کرنے
والے جو دین یا دنیا کے کسی مقصد میں سفر نہیں کرتے بلکہ صرف مختلف علاقوں میں محض تفریح کی خاطر (سفر کرتے ہیں)
وہ صحراؤں میں چلنے پھرنے والے ڈنگروں کی طرح ہیں اگر وہ لوگوں کو اپنی برائی سے بچائے رکھیں تو بھی کوئی
حرج نہیں۔ (احیاء علوم الدین ج ۲ کتاب آداب السفر / باب الاوّل ص: ۲۵۰)
مگر اللہ تعالیٰ نے انسان کو ڈنگر بن کر رہنے کے لیے پیدا نہیں کیا، اسے انسان پیدا کیا ہے انسان کو
چاہیئے کہ وہ سفر کرے یا کوئی کام کرے تو یا نیکی کا کام کرے کہ آخرت کا ثواب اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو

زیادہ وقت اس میں لگائے اور یہ دنیاوی ضروریات کی خاطر کام کرے یا سفر کرے اور یہ اس قدر جس قدر کہ ضرورت ہو۔ اور یا اس نیت سے آرام یا مختصر سیاحت کرے کہ طبیعت میں سکون اور قوت آ کے بعد عبادت کرے۔

مگر صرف ڈنگروں کی طرح سڑکوں، شہروں اور جنگلات میں پھرنا، کھانا پینا، ہگنا موتنا اور مر کھپ جانا ہرگز انسانیت کا منشور نہیں ہو سکتا۔ واللہ یھدی الیہ من ینیب۔

• انسان کو چاہیئے کہ جس مقصد سے سفر کیا تھا جب وہ کام مکمل ہو جائے تو جلدی وطن واپس آ جائے اس لیے کہ سفر میں تکلیف اٹھانی پڑتی ہے اور عبادات واذکار میں بھی گاہے بگاہے خلل آ جاتا حضرت ابوہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے۔ جو تم میں سے ہر ایک کی نیند، کھانے پینے سے مانع ہوتا ہے۔ جب اپنا مقصود پورا کر لو۔ تو جلدی اپنے اہل (وطن) کی طرف واپس آؤ۔

(صحیح البخاری ج ۱، الکتاب الجہاد/باب السرعۃ فی السیر ص: ۲۱۴)

صبح کے وقت سفر کرنا زیادہ مناسب ہے۔

حضرت صخر الغامدی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے اللہ میری امت کے لیے ان کے سویرے میں برکت فرما۔ (راوی) کہتے ہیں کہ آپ جب کوئی چھوٹا بڑا لشکر بھی بھیجتے تو شروع دن میں بھیجتے اور صخر ایک تاجر آدمی تھا۔ وہ اپنے تاجروں (کا قافلہ) شروع دن میں بھیجتا پس وہ صاحب ثروت ہو گیا اور اس کا مال بڑھ گیا۔ (سنن ترمذی ج ۱ ابواب البیوع/باب ما جاء فی التبکیر بالتجارۃ ص: ۲۳۰)

البتہ گناہ یا ظلم کرنے کے لیے سفر کرنا سخت گناہ ہے۔ ایسے سفر سے توبہ کرے اور آئندہ نیک سفر ہی کیا کرے۔

• حضرت عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک اپنے والد محترم (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۃ تبوک میں جمعرات کے دن نکلے اور آپ جمعرات کے دن (سفر کے لیے) نکلنے کو پسند کرتے تھے۔

(صحیح البخاری ج ۱، الکتاب الجہاد/باب من اراد غزوۃ فوری بغیرھا ومن احب الخروج یوم الخمیس)

انسان کو چاہیئے کہ اگر ہو سکے تو تنہا سفر نہ کرے اس لیے کہ انسان پر بعض اوقات ایسے حالات طاری ہو جاتے ہیں جس وقت دوسرے ساتھی کی ضرورت ہوتی ہے۔

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر وگ تنہائی (کے سفر میں) جو (خطرات) ہیں ان کو جانتے جو میں جانتا ہوں، تو رات کو کوئی سوار اکیلے سفر نہ کرتا۔ (صحیح البخاری ج ۱ کتاب الجہاد / باب السیر وحدہٗ ص ۴۲۱)

سفر کا ساتھی بلکہ سفر و حضر میں دوست اور ساتھی نیک آدمی ہونا چاہیئے اگر کافر یا بدمعاش یا مکار آدمی سفر یا حضر میں ساتھی یا دوست بنائے گا، تو دنیا یا آخرت کے نقصان کا شدید خطرہ ہے۔

حضرت ابوہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نسان، اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ پس تم میں سے ہر ایک دیکھے کہ وہ کسی کو دوست بنا رہا ہے (سنن ترمذی ج ۲ ابواب الزھد / باب ماجاء فی اخذ المال کے بعد باب نمبر ۴ ص ۶۳)

باب — ۹

اسلام کا اقتصادی نظام

تعریف و اہمیت

اقتصادیات سے مراد مال اور ضروریاتِ زندگی حاصل کرنا اور خرچ کرنا ہے۔ اسلام نے مال حاصل کرنے کے جائز ذرائع وضاحت کے ساتھ بیان کر دیئے اور ناجائز ذرائع کا نام لے کر لوگوں کو ان سے پرہیز کرنے کا حکم دیا۔ قرآن و حدیث نے حلال مال کمانے کا حکم دیا۔ چنانچہ حلال روزی کمانا بھی فرض عبادت کے بعد ایک ضروری حکم ہے۔

حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حلال کمائی کی تلاش کرنا فرض (عبادت) کے بعد ایک فریضہ ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح، باب الکسب وطلب الحلال، الفصل الثالث، ص: ۲۴۲)

۶ روزی حاصل کرنے کے مختلف ذرائع ہیں۔ تجارت، کھیتی باڑی، ملازمت، ھدیہ حاصل کرنا اور وراثت وغیرہ البتہ تجارت کرنا سب سے بہتر ذریعہ ہے۔ اس کے بعد کھیتی باڑی کا درجہ ہوتا ہے مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے آنے والے صحابہ کرام زیادہ تر تجارت کرنے والے تھے اور مدینہ منورہ کے انصار صحابہ کرام عام طور پر کھیتی باڑی کرتے تھے۔ اگر اسلام کے قوانین کی پابندی کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے مال حاصل کرنے کی نیت سے روزی کمائے تو یہ نیکی ہے۔ سچے اور امانت دار تاجروں کے لیے خاص خوشخبری ہے۔

۶ حضرت ابو سعید (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سچا امانت دار تاجر، انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ہمراہ ہوگا۔

(جامع ترمذی ج: ۱، ابواب البیوع، باب ماجاء فی التجار وتسمیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایاھم ص ۱۴۵)

حلال و حرام

البتہ دو باتیں خاص طور پر یاد رکھنی ضروری ہیں ایک یہ کہ اسلام میں نجات کا دارومدار اس بات پر ہے کہ انسان کے عقائد قرآن و حدیث کے مطابق ہوں اور ضروریاتِ دین میں سے کسی کا انکار

ے اور دوسری یہ کہ ہر عبادت کے قبول ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ حلال کھائے اور حلال اور جائز ذریعہ سے مال حاصل کرے ۔ حرام غذا ایک گندگی ہے جس کے بدن پر گندگی لگی ہو، اس بادت کی خوشبو کا اثر نہیں ہوتا۔

حرام خور ایک ڈنگر کی طرح جیتا اور مرتا ہے ۔ جیسے کہ گدھے کتے اور خنزیر ہر صاف اور گندگی ب کھا جاتے ہیں اسی طرح حرام خور ہر حلال و حرام کھا جاتا ہے۔ غیر مسلم اقوام میں چونکہ حلال و حرام زیادہ تمیز نہیں کی جاتی ۔ یہی وجہ ہے کہ آج کی تہذیب و ترقی کی دعویدار غیر مسلم اقوام کتے، خنزیر پ اور ہر گندی چیز کھا جاتے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے میں حلال کھانے اور حرام سے پرہیز کرنے کا حکم دیا ۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز بیدا فرمایا۔ ہر مخلوق کے مناسب حال روزی مقرر کر دی ۔ انسان اور جن کو اسلام قبول کرنے کا ف بنا دیا اور ان کے لیے بعض غذائیں حلال کر دیں اور بعض حرام کر دیں اور اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم کہ کس مخلوق کے لیے کونسی غذا مناسب ہے اور اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس کا کوئی کام حکمت سے ں نہیں۔ ہمیں حکمت معلوم نہ بھی ہو تو بھی اپنے خالق و مالک کی اطاعت کرنے کا حکم ہے وفادار رہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اور نافرمان آدمی ایک بدمعاش ڈنگر ہے اور ہر ایک انجام جُدا جُدا ہے ۔

حلال کھاؤ

آئندہ سطور میں سب سے پہلے حلال کھانے پینے کی بحث ہوگی ۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ حلال ھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو۔ فرمایا:

يَآأَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ﺻﻠﮯ (البقرۃ - ۱۶۸)	اے لوگو! ان چیزوں سے کھاؤ جو زمین میں حلال و پاکیزہ ہیں ۔

مزید فرمایا:

وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝ (المائدہ - ۸۸)	اور اللہ کے رزق سے جو چیز حلال پاکیزہ کھاؤ، اور اللہ سے ڈرو، جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

ایک جگہ حلال کھانے اور شکر ادا کرنے کا حکم دیا اور واضح کر دیا کہ حلال غذائیں ہم پر اللہ تعالیٰ

کا احسان ہیں۔ آخر آپ سوچیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمارے یے گندگی کو غذا قرار دیتا جیسے کہ گندگی خور کیڑے مکوڑوں کا حال ہے تو ہم کیا کر سکتے تھے ؟ پاک اور حلال اشیار کی خوراک ، اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے۔ اب جو خبیث آدمی اللہ تعالیٰ کے انعام کی ناشکری کرے اور پاکیزہ حلال اشیا کی بجائے حرام اور گندی چیزیں مثلاً سود، قبروں کے چڑھاوے، خنزیر اور شراب وغیرہ کھائے پیئے اس جیسا بدبخت کون ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّ اشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ (النحل - ۱۱۴)

پھر تمہیں اللہ نے جو کچھ حلال پاکیزہ روزی دی ہے، کھاؤ اور اللہ کے احسان کا شکر کرو، اور اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

مال غنیمت کو حلال ترین مال قرار دیا۔ افسوس آج کا مسلمان جہاد سے غفلت اختیار کر کے اس سے پاکیزہ ترین مال سے محروم ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ (الانفال — ۶۹)

پس جو مال تمہیں غنیمت میں حلال اور پاکیزہ ملا ہے، اسے کھاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو حلال کھانے کا حکم دیا حالانکہ وہ پہلے سے ہی حلال کھاتے تھے دراصل یہ عام لوگوں کو آگاہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ (المومنون — ۵۱)

اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھے کام کرو۔

معلوم ہُوا کہ حلال کھانے کے بعد ہی اچھے کام کی توفیق ہوتی ہے۔ حرام خور تو گناہ میں ہی ملوث رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو جو حرام نہ جانے اُن سے لڑنے کا حکم دیا۔ اس لیے کہ خدا تعالیٰ کے حرام کو حرام نہ جاننے والے حد درجہ کے غنڈے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (التوبہ - ۲۹)

ان لوگوں سے لڑو، جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور نہ اسے حرام جانتے ہیں، جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے۔

حلال وحرام کرنے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے کسی آدمی یا بزرگ یا بادشاہ یا پارلیمنٹ کو یہ اختیار حاصل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ (النحل — ۱۱۶)

اور اپنی زبانوں سے جھوٹ بنا کر نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔

ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد پینا چھوڑ دیا حالانکہ آپؐ نے اسے حرام قرار نہیں دیا لیکن خطرہ تھا کہ لوگ اسے حرام سمجھ لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ (تحریم — ۱)

اے نبی آپ کیوں حرام کرتے ہیں جو اللہ نے آپؐ کے لیے حلال کیا ہے؟

چنانچہ آپؐ نے شہد پیا اور اس خطرے کو دور کر دیا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جن اشیاء کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا۔ انہیں حلال سمجھے البتہ کسی بیماری کی وجہ سے حلال کھانے سے وقتی پرہیز کرنی پڑے جائز ہے مگر علاج کی آڑ میں حرام کھانے کی اجازت نہیں اور حرام میں شفاء نہیں۔ حلال حرام کرنے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے جو اسلام کے حرام کو حلال یا حلال کو حرام قرار دے وہ بے ایمان ہے۔

حرام نہ کھاؤ

۶ احادیث میں حلال غذاء اور حلال لباس کی اہمیت بیان کی گئی۔

حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جنت میں وہ جسم داخل نہیں ہوگا جس کو حرام کی غذا دی گئی۔

(مشکوٰۃ المصابیح، باب الکسب وطلب الحلال، الفصل الثالث، بیہقی فی شعب الایمان ص: ۲۴۳)

۶ حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں وہ گوشت داخل نہیں ہوگا جو حرام سے پیدا ہو۔ اور ہر وہ گوشت جو حرام سے پیدا ہوا، آگ اس کی زیادہ حقدار ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الکسب وطلب الحلال، عن احمد۔ ص ۲۴۲)

۶ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے: "جس نے دس درہم میں ایک کپڑا خریدا اور

اس میں ایک درہم حرام کا ہے تو جب تک وہ (لباس) اس پر ہے اس کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرے گا پھر اپنے کانوں میں انگلیاں ڈالیں اور کہا: یہ دونوں بہرے ہو جائیں اگر میں نے اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سُنا ہو۔"

(مشکوٰۃ المصابیح، باب الکسب و طلب الحلال، الفصل الثالث، عن احمد و بیہقی فی شعب الایمان ص: ۲۴۳)

الغرض جائز کاروبار کرنا، حلال مال حاصل کرنا، حلال خورد و نوش اور حلال لباس سب سے پہلے ضروری کام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حلال قرار دیا وہ انسان کی روحانی اور جسمانی صحت و قوت کے لیے مفید ہیں اور جن چیزوں کو حرام قرار دیا وہ انسان کی روحانی اور جسمانی صحت کے لیے نقصان دہ ہیں۔

حرام اشیاء یا تو انسان کے لیے مہلک ہیں جیسے کہ سانپ بچھو اور زہریلی اشیاء کہ ان سے انسان کی ہلاکت کا خطرہ ہوتا ہے۔

اور یا ان اشیاء یا جانوروں کے کھانے کے باعث آدمی مریض یا بدمعاش یا پاگل یا ڈنگر بن جاتا ہے اور انسانیت کی اعلیٰ اقدار سے محروم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ شراب اور مسکرات کھانے والے اعصابی اور دماغی امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں خنزیر کھانے والے بے غیرت بن جاتے ہیں۔ اور انہیں سرطان کا موذی مرض لاحق ہو جاتا ہے۔ اس زمانہ میں جن ممالک کی اقوام شراب نوشی، خنزیر اور حرام کھانے میں زیادہ مبتلا ہیں۔ وہاں بدکاری، بے حیائی اور جرائم زیادہ ہیں۔ حرام خور کفار کو دیکھنے والا ہر شخص محسوس کرتا ہے کہ بے غیرت اور بدکار ڈنگر سڑکوں پر پھر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جن کو اسلام لانے کی توفیق بخشی اور انہیں حلال اور پاکیزہ غذائیں کھانے کی عقل عطا کی وہ بہت ہی خوش نصیب ہیں۔ حرام کھانا گویا گندگی کھانا ہے۔ حرام کھانے سے بچنا اسلام کے اعمال میں پہلا ضروری کام ہے۔

حلال اشیاء

آئندہ سطور میں حلال اور حرام اشیاء کی ایک مختصر فہرست دی جا رہی ہے اگرچہ یہ مکمل فہرست نہیں مگر یہ فہرست انشاء اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کے لیے ایک کافی رہنما ثابت ہو گی۔ حلال اشیاء یہ ہیں:

۱۔ گھروں میں پالتو جانور جو گندگی نہیں کھاتے وہ سب حلال ہیں۔ مثلاً مرغی، بطخ، بھیڑ، بکری، گائے، بھینس اور اونٹ وغیرہ۔

- وہ جنگلی جانور جو شکار نہیں کرتے اور نہ ہی گندگی کھاتے ہیں وہ بھی حلال ہیں مثلاً مرغیاں، نیل گائے ہرن اور خرگوش وغیرہ۔
- جو پرندے شکار نہیں کرتے اور نہ ہی گندگی کھاتے ہیں وہ حلال ہیں. مثلاً کبوتر، مینا، فاختہ، طوطا اور بٹیر وغیرہ۔
- جو جانور حلال ہیں ان کا دودھ بھی حلال ہے. مثلاً گائے، بھینس اور اونٹ وغیرہ کا دودھ۔
- عورت کا دودھ بھی حلال ہے البتہ اس میں کچھ مسائل ہیں جو خاندانی نظام میں ان شاء اللہ ذکر ہوں گے۔
- گھوڑا اگرچہ حلال ہے مگر اس کا گوشت کھانا بہتر نہیں۔ کیونکہ یہ جہاد اور بار برداری کے کام آتا ہے اور جہاد کے آلات کو جہاں تک ممکن ہو بچانا چاہیئے۔
- دریائی جانوروں میں سے صرف مچھلی حلال ہے باقی سب حرام ہیں بشرطیکہ مچھلی خود ہی مر کر اُلٹی تیرنے نہ لگ جائے اگر ایسا ہو تو وہ بھی حرام ہے۔
- ٹڈی بھی حلال ہے۔ مچھلی اور ٹڈی کو اور اسی طرح مرغی کے انڈے اور بطخ کے انڈے کو ذبح کئے بغیر کھانا جائز ہے۔
- ہر قسم کی سبزیاں مثلاً مٹر، ساگ، مولی، گاجر، گوبھی، بینگن. ٹنڈے، کدو وغیرہ اور ہر قسم کے پھل مثلاً انگور، کھجور، زیتون، انجیر، انار، سیب، مالٹا، کیلا وغیرہ حلال ہیں۔
- اسی طرح اناج مثلاً چاول، گندم، باجرہ، جوار اور جو وغیرہ حلال ہیں۔

البتہ اگر کوئی پودا نشہ آور ہے تو حرام ہے جیسے کہ افیون اور بھنگ وغیرہ اور اگر زہریلا ہے تو ہے تو بھی جان کو بچانے کی خاطر اس کا کھانا درست نہیں۔

جس جانور کو مسلمان اسلامی طریقہ پر بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھ کر ذبح کریں اس کا کھانا حلال ہے اگر اہلِ کتاب بھی یہ کرے تو بھی درست ہے۔ بشرطیکہ اہل کتاب واقعی اہل کتاب ہو اور اسلامی طریقہ پر ذبح کرے۔

ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جانور کو قبلہ رُخ لٹائے، تیز چھری لے اور بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھ کر اس کے گلے کو اس طرح کاٹے کہ چار رگیں کٹ جائیں (۱) نرخرہ، جس سے سانس لیتا ہے۔ (۲) وہ رگ جس سے دانہ پانی اندر جاتا ہے اور دو شہ رگیں جو نرخرہ کے دائیں بائیں ہیں۔ اگر ان چار میں سے تین ہی رگیں کٹ جائیں تو بھی ذبح درست ہے۔ اس کا کھانا حلال ہے اور

اگر دو یا ایک رگ کٹ جائے تو جانور مردار ہو گیا، اس کا کھانا درست نہیں۔
اگر ذبح کرتے وقت مرغی کا گلا کٹ گیا تو بھی کھانا درست ہے۔ مسلمان چاہے مرد ہو یا عورت ہو۔ پاک حالت میں ہو یا ناپاک حالت میں ہو۔ اس کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے۔
جس جانور کو بسم اللہ، اللہ اکبر پڑھ کر اسلامی طریقے پر ذبح کیا جائے، اللہ تعالیٰ نے اسے کھانے کا حکم دیا اور فرمایا:

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ○
(الانعام — ۱۱۸)

سو تم اس جانور میں سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے۔ اگر تم اس کے حکموں پر ایمان لانے والے ہو۔

جس جانور کو اسلامی طریقہ پر ذبح نہ کیا جائے اس میں سے نہ کھاؤ اور اسے حرام سمجھو اس کا کھانا گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ط
(الانعام — ۱۲۲)

اور جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا، اس میں سے نہ کھاؤ اور بے شک یہ کھانا گناہ ہے۔

کیڑے مکوڑے اور خشکی کے وہ جانور جن میں دمِ سائل (ذبح کے وقت بہنے والا خون) نہ ہو خارجی طور پر ان کا استعمال درست ہے مثلاً لیپ کرے جیسے کہ بچھو، بھڑ، چھوٹی چھپکلی چھوٹا سانپ وغیرہ، مگر کھانا ان سب کا حرام ہے۔

حرام اشیاء

اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو انسان پر حرام قرار دیا ان کی مختصر تفصیل یہ ہے:

- جو جانور شکار کر کے کھاتے ہیں یا گندگی کھاتے ہیں وہ حرام ہیں مثلاً خنزیر اور مُردار، کتا شیر، بھیڑیا، گیدڑ، کتا، بندر، بلی، ہاتھی اور گینڈا وغیرہ۔
- جو پرندے شکار کر کے کھاتے ہیں وہ بھی حرام ہیں مثلاً باز، شکرا اور گدھ وغیرہ
- اس کے علاوہ بچھو، کچھوا، خچر، گدھا ایسے جانوروں کا کھانا بھی درست نہیں۔
- حرام جانوروں کا دودھ بھی حرام ہے۔ اسی طرح کا دودھ پینا بھی درست نہیں۔
- تمام حشرات الارض، مثلاً سانپ، بچھو، چوہے، چھچھوندر، مینڈک، چھپکلی، کیڑے مکوڑے

چیونٹیاں وغیرہ سب حرام ہیں۔ اگر یہ کھانے یا آٹے میں گم جائیں تو ان کا نکالنا ضروری ہے اور ان کا کھانا مردار کھانے کی طرح ہے۔

۶ تمام زہریلے جانور مثلاً سانپ، بچھو، بھڑ مکھیاں وغیرہ ان کا کھانا درست نہیں۔

۶ اگر کھانے میں مکھی یا چیونٹی گم کر مر جائے تو اس کو نکالے بغیر نہ کھائے جس نے اسے کھالیا اس نے مُردار کھایا اور گناہ کیا۔ آئندہ توبہ کرے اور سخت پرہیز کرے۔

۶ ہر قسم کی شراب اور تاڑی قطعاً حرام اور نجس ہے۔ اس کا ایک قطرہ بھی پینا اور لگانا حرام اور شدید گناہ ہے۔

۶ جس چیز میں شراب یا سپرٹ کی ملاوٹ ہو جیسے کہ بعض ڈاکٹری، ایلوپیتھک یا ہومیوپیتھک ادویہ میں ملاوٹ ہوتی ہے ان کا پینا حرام ہے اور حرام چیزیں شفا نہیں۔

۶ شراب کے علاوہ باقی مسکرات اس مقدار میں کھانا حرام ہے کہ جس سے نشہ ہو جائے اور نشہ لانے کی مقدار عادی نشہ کرنے والے کی نہیں بلکہ عام تندرست آدمی کو جس مقدار میں نشہ ہو جائے وہ مقدار سب پر حرام ہے بعض خبیث عورتیں بچوں کو سلانے کے لیے افیون کھلاتی ہیں اور بچوں کو حرام کھانے کا عادی بناتی ہیں یہ سخت گناہ ہے۔

۶ جو مچھلی دریا اور سمندر میں مر کر اُلٹی تیرنے لگے وہ حرام ہے اور باقی مچھلیاں سب حلال ہیں۔ البتہ مچھلی کے بغیر دریا اور سمندر کے تمام جانور احناف کے نزدیک حرام ہیں۔ وہیل اور عنبر دونوں ہی مچھلی کی اقسام ہیں۔

۶ جس جانور کو غیر مسلم یعنی ہندو یا سکھ یا کمیونسٹ، دہریہ یا مجوسی یا بت پرست یا مظاہر پرست وغیرہ کوئی کافر ذبح کرے جو اہل کتاب میں سے نہیں یا اسے قادیانی مرتد یا بہائی مرتد یا ایسا شیعہ ذبح کرے جو نص قطعی سے اختلاف کرتا ہو جیسے کہ اسماعیلی، نصیری اور قرامطہ وغیرہ ہیں یا بالعموم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دشمن ہو خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دشمن ہو یا حدیث کا منکر ہو جیسے کہ پاکستان میں پرویزی فرقہ ہے یا ضروریاتِ دین کا منکر ہو یا اسلام کے نشانات مسجد یا خانہ کعبہ، یا کتاب اللہ یا نماز کا مذاق اڑانے یا مطلق طور پر علماء اسلام کا دشمن ہو یا اسلامی تہذیب و تمدن کا مذاق اڑائے یا گناہ کو جائز قرار دے ان سب کفار کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور مُردار اور حرام ہے۔

۶ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا، سونے چاندی کے چمچہ کے ساتھ کھانا، اس کی بنی ہوئی سُرمہ دانی

یا سلائی استعمال کرنا، یا عطردان یا تیل کا برتن وغیرہ استعمال کرنا حرام ہے اس طرح سونے چاندی کے آئینہ میں چہرہ نہ دیکھے۔ مردوں کے لیے سونا اور ریشم قطعاً حرام ہے۔ البتہ عورتوں کے لیے جائز ہے یاد رہے کہ ریشم سے مراد کیڑوں سے بنا ہوا ریشم ہے۔ مردوں کے لیے ساڑھے تین ماشہ سے زیادہ چاندی کی انگوٹھی درست نہیں۔ ساڑھے تین ماشہ تک چاندی کی انگوٹھی جائز ہے۔

۶ جو چیزیں نجس العین یعنی خود ناپاک اور گندی ہیں جیسے کہ پیشاب یا خانہ، گوبر، شراب، مردار اور سؤر کا گوشت وغیرہ ان کا داخلی یا خارجی استعمال حرام اور شدید گناہ ہے۔

۶ جن چیزوں میں ناپاک چیز ملا دی گئی مثلاً پتے کا پانی یا شراب ملا دیا گیا اس کا کھانا حرام ہے اگر بدن پر لگا تو پلید چیز لگی اس کو دھونا ضروری ہے۔

۶ انسان کا کوئی جزء بال، ناخن، خون اور عضو وغیرہ کھانا پینا یا بطریق انتقال خون جو ہسپتال میں مروج ہے یا اعضاء کی پیوند کاری سب حرام اور سخت گناہ ہے۔

۶ خراطین، کپورے یعنی خصیے اور آلہ تناسل کھانا جائز نہیں ہے۔

۶ بغیر ذبح کئے مرنے والا جانور حرام ہے۔

۶ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بزرگ، درخت، بت یا قبر وغیرہ کے نام پر دی ہوئی نذر نیاز کا کھانا حرام اور مردار خوری ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے نام پر ذبح شدہ جانور کھانا حرام اور مردار خوری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ المائدہ میں بعض شدید حرام اشیاء کا ذکر کیا اور فرمایا:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ قف وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ط ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ط اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ

تم پر حرام کیا گیا ہے مردار، اور خون اور سؤر کا گوشت، اور وہ جس پر اللہ کے سوا کسی غیر کو پکارا جائے (چاہے ذبح کے وقت یا غیر اللہ کے نام پر نذر مانی جائے) اور گلا گھٹ کر مرنے والا، اور چوٹ سے مرنے والا، اور بلندی سے گر کر مرنے والا، اور چوٹ سے مرنے والا اور سینگ مارنے سے مرنے والا اور جسے کسی درندے نے پھاڑ ڈالا ہو مگر جس کو تم نے ذبح کر لیا ہو۔ (یعنی درندے کے زخمی کرنے کے بعد موت سے پہلے اسے اسلامی طریقہ پر ذبح کر لیا) اور جو کسی تھان پر ذبح کیا جائے

وَاخْشَوْنِ ط (المائدہ - ۳) (یعنی بت یا قبر یا پیر کی نشست گاہ پر تقرب کی خاطر ذبح کیا جائے) اور یہ کہ جوئے کے تیروں سے تقسیم کرو، یہ سب گناہ ہیں آج تمہارے دین سے کافر ناامید ہو گئے سو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔)

مندرجہ بالا آیت میں وضاحت کر دی کہ جو جانور موت سے پہلے اسلامی طریقہ پر ذبح نہ کیا جائے وہ حرام ہے اسی طرح جو جانور اللہ کے سوا کسی دوسرے کے نام پر بُت یا مزار وغیرہ پر یا بت یا مزار والے کے نام پر ذبح کیا جائے وہ بھی حرام اور مُردار ہے۔

آدابِ تجارت

حلال روزی اسلام نے ہر ایک کو حلال روزی حاصل کرنے کا حکم دیا اس لیے کہ حلال روزی کھانے والا آدمی ہی دنیا میں نیکی کی توفیق پاتا اور روحانی سکون حاصل کرتا ہے اور موت کے بعد بھی آرام و خوشی کی زندگی پائے گا۔ اس کی تفصیل پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے۔

عبادت کا اہتمام اسلام نے ہر روزی کمانے والے کو پابند کیا کہ تجارت، کھیتی باڑی یا ملازمت کے اوقات میں اگر نماز کا وقت آجائے تو ہر قسم کا کام بند کر کے اپنے خالق و مالک تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو جائے اور اس کی عبادت کرے۔ فرض عبادت یعنی نماز وغیرہ کسی قیمت پر بھی ترک نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے نماز کے پابند تاجروں کی تعریف کی اور فرمایا:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۙ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (النور — ۳۷، ۳۸)

ایسے آدمی جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر اور نماز کے پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرتی۔ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گی تاکہ اللہ انہیں ان کے عمل کا اچھا بدلہ دے، اور انہیں اپنے فضل سے اور بھی دے، اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے۔

مگر جو شخص ہر وقت دنیا حاصل کرنے کی فکر میں لگا رہے۔ عبادات اور اسلام کی تعلیمات کی پرواہ

نہ کرے اس کی ساری محنت برباد جائے گی۔ موت کے بعد اور بعض حالات میں دنیا میں بھی اس کا مال، مکان اولاد وغیرہ کچھ کام نہیں آئے گی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـــــًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ۙ (النور — ۳۹)

اور جو کافر ہیں ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے جنگل میں چمکتی ہوئی ریت ہو جسے پیاسا پانی سمجھتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آتا ہے اسے کچھ بھی نہیں پاتا اور اللہ ہی کو اپنے پاس پاتا ہے پھر اللہ نے اس کا حساب پورا کر دیا اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (الجمعۃ — ۱۰)

پس جب نماز ادا کر چکے، تو زمین میں چلو پھرو، اور اللہ کا فضل تلاش کرو، اور اللہ کو بہت یاد کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔

دن میں کام کرو

انسان کو چاہیئے کہ دن کو روزی کمائے اور رات کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے البتہ دن میں بھی گاہے عبادت کا اہتمام رکھے کہ ظہر اور عصر کی نمازیں دن میں پڑھی جاتی ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝ (نبا — ۱۱)

اور ہم نے دن کو روزی کمانے کے لیے بنا دیا۔

اللہ ہی رزاق ہے

یہ بھی یاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ ہی روزی دینے والا ہے اس لیے صرف اللہ تعالیٰ سے ہی روزی کی فراخی کی دعائیں کرے۔ قبروں یا بتوں یا بادشاہوں سے روزی کے سلسلہ میں کوئی امید نہ رکھے تاکہ ہر دروازے کی ذلت سے بچ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (الزخرف — ۳۲)

ان کی روزی تو ہم نے ان کے درمیان دنیا کی زندگی میں تقسیم کر رکھی ہے۔

ایک جگہ فرمایا:

وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ۝ (الذٰریٰت - ۲۲)
اور تمہاری روزی آسمان میں ہے اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

تمہاری روزی اور سب وعدے آسمان والے کے پاس ہیں تو اب اللہ کے سوا دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

مزید تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ط (ھود - ۶)
اور زمین پر کوئی چلنے والا نہیں مگر اس کی روزی اللہ پر ہے اور جانتا ہے جہاں وہ ٹھہرتا ہے اور وہ سونپا جاتا ہے۔

البتہ اسباب اختیار کرنا درست ہے مگر اسباب اختیار کرتے وقت اسلام کی پابندی کرے جائز اسباب اختیار کرے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ساتھ روزی حاصل کرنے کی کوشش کرنے والا مجرم تو ہو جائے گا مگر روزی کی مقررہ مقدار بڑھا نہیں سکتا۔

روزی کی مقدار مقرر ہے

اللہ تعالیٰ نے روزی کی مقدار مقرر کر دی۔ اللہ تعالیٰ حکیم ہے وہ خوب جانتا ہے کہ اس بندے کو کیا دے اور کس قدر دے وہ مالک بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ط (الشوریٰ - ۲۷)
اور اگر اللہ اپنے بندوں کی روزی فراخ کر دے تو زمین پر سرکشی کرنے لگیں، لیکن وہ ایک مقدار میں اتارتا ہے، جتنی چاہتا ہے۔

مال و اولاد ایک امتحان ہے

مال و اولاد اور دنیا کے جاہ و جلال ہمیشہ انعامات نہیں ہوتے بلکہ یہ امتحان ہے اگر شکر کیا تو اجر ملے گا اور اگر مال و اولاد کے بل بوتے پر کفر کیا، ظلم اور غنڈہ گردی کی تو سزا ملے گی۔ اس لیے سرمایہ داروں کے کثیر مال اور اور اولاد پر دھیان نہ دے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر نظر رکھا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ
اور تو اپنی نظر ان چیزوں کی طرف نہ دوڑا، جو ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو دنیاوی

الدُّنْيَا ۵ لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ط وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝ (طٰہٰ — ۱۳۱)

زندگی کی رونق کے سامان دے رکھے ہیں تاکہ ہم انہیں اس میں آزمائیں، اور تیرے رب کا رزق بہتر اور دیرپا ہے۔

اب اگر کسی کا مال و اولاد ایسی آزمائش ہو کہ جس میں وہ ہر وقت مصروف رہے اور اللہ کی عبادت سے محروم رہے اور آخرت کی زندگی ویران بلکہ عذاب سے بھرپور کر لے تو ایسا آدمی ہی بدعقل گدھا ہے۔ دنیا کی زندگی تو چند روز کا کھیل ہے اور دائمی زندگی اخروی زندگی ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ط وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ م لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ (العنکبوت — ۶۴)

اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشا ہے اور اصل زندگی عالم آخرت کی ہے۔ کاش وہ سمجھتے۔

صرف دنیا طلبی کی مذمت

جو لوگ دنیا کی حقیقت جاننے کے باوجود صرف فانی برباد ہونے والی اشیاء کی طلب کرتے ہیں اور آخرت سے غافل ہیں۔ ان کے بارے میں فرمایا:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ صلے وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (ھود — ۱۵، ۱۶)

اور جو کوئی دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتا ہے تو ان کے اعمال ہم یہیں پورے کر دیتے ہیں اور انہیں کچھ بھی نقصان نہیں دیا جاتا۔ یہ وہی ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں، اور برباد ہو گیا جو کچھ انہوں نے یہاں کیا تھا اور خراب ہو گیا جو کچھ کمایا۔

یعنی اگر کفار نے دنیا کا مال اور اولاد اور جاگیریں حاصل کیں تو آخرکار فنا ہو جائیں گی اور اس طرح اگر کفار نے دنیا میں کچھ رفاہِ عامہ کے کام بھی کیے تھے تو وہ کفر کی وجہ سے سب مردود ہیں۔ البتہ دنیا کی زندگی میں اس کا اجر مل جائے گا اور آخرت میں جہنم کے سوا کچھ نہیں۔ اس لیے مال کماتے وقت دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی مانگا کرے اور صرف دنیا کے پیچھے نہ پڑا رہے

پر نہ اکڑے

کفار کی ایک خبیث عادت ہے کہ جب مال ملا تو اکڑنے لگے اور کہنے لگے ؛ میں مال کمانے کا فن جانتا ہوں، مال کیوں نہ ملے ؟ اس بری عادت سے بچیے
عالیٰ نے کفار کی یہ عادت بیان کی۔ فرمایا :

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ط بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (الزمر – ۴۹)

پھر جب آدمی پر مصیبت آتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے پھر جب ہم اُسے اپنی نعمت عطا کرتے ہیں تو کہتا ہے یہ تو مجھے میری عقل (فن دانی) سے ملی ہے بلکہ یہ نعمت آزمائش ہے لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔

پر نہ اکڑے

بعض جاہل لوگوں کی عادت ہے کہ جب مال ملے تو اکڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا نے مجھے بزرگ بنا دیا اور جب مال چھن جائے تو بکتے ہیں کہ خدا نے مجھے ذلیل
ں تو اچھا آدمی تھا۔ یعنی اپنی غلطی کا اعتراف نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ لا فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ○ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ لا فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ○ (الفجر – ۱۵، ۱۶)

لیکن انسان تو ایسا ہے کہ جب اسے اس کا رب آزماتا ہے، پھر اسے عزت اور نعمت دیتا ہے، تو کہتا ہے: میرے رب نے مجھے عزت بخشی ہے لیکن جب اسے آزماتا ہے، پھر اس پر اس کی روزی تنگ کرتا ہے تو کہتا ہے : میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا

انسان کو چاہیے کہ دُکھ سکھ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا رہے اور اپنے فن یا مال کی
ئے صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت پر نظر رکھے۔

پ تول

ناپ درست رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا :

اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ○ (الشعراء – ۱۸۱)

پیمانہ پورا کرو اور نقصان دینے والے نہ بنو۔

مزید فرمایا :

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ج (الانعام – ۱۵۲)

اور ناپ اور تول کو انصاف سے پورا کرو۔

جو لوگ قیمت پوری وصول کرتے ہیں مگر ناپ تول میں کمی کرتے ہیں انہیں قیامت کے دن ہر آدمی کے پر کئے ہوئے ظلم کے بدلہ میں نیکیاں دینی پڑیں گی اور اگر نیکیاں ختم ہوگئیں تو ان کے گناہ اپنے ذمہ لینے پڑیں گے۔ اب ایسی تجارت کہ جس میں چند روزہ دنیا کی زندگی کی خاطر آخرت کو برباد کرنا پڑے وہ عقلمندی نہیں بلکہ پرلے درجے کی حماقت اور بدعقلی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۝ (المطففین۔ ۱-۳)	کم تولنے والوں کے لیے تباہی ہے وہ لوگ کہ جب لوگوں سے ماپ کرلیں تو پورا لیں، اور جب ان کو ماپ کر یا تول کر دیں، تو گھٹا کر دیں۔

بہترین انداز

انسان کو چاہیئے کہ کاروبار کرتے وقت یا ملازمت یا کھیتی باڑی کسی بھی ذریعہ سے مال حاصل کرتے وقت بہترین منصوبہ بنائے جو کہ وسائل کے اعتبار سے ممکن العمل ہو۔ جذبات میں آکر مال برباد نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کا کثرت کے ساتھ ذکر کرتا رہے بلکہ ہر کام سے پہلے استخارہ پڑھے جس کا طریقہ آخری باب میں آئے گا تاکہ ہر نقصان سے بچا رہے۔

۷ حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو، اللہ سے ڈرو، اور (روزی کی) طلب میں بہترین انداز اختیار کرو، کوئی جان تب تک نہیں مرتی جب تک وہ اپنی رزق پوری نہ کرتے اگر (اللہ تعالیٰ کسی مصلحت سے) دیر کرے تو اللہ سے ڈرو اور طلب میں بہترین انداز اختیار کرو۔ جو حلال ہو وہ لے لو اور جو حرام ہے وہ چھوڑ دو۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب التجارات، باب الاقتصاد فی طلب المعیشۃ، ص: ۱۵۶)

یعنی جلد بازی میں حرام کاروبار میں نہ پڑو۔ حلال پر اکتفا کرو۔

کسب مال کے لیے جانے کا طریقہ

انسان کو چاہیئے کہ اگر وہ تجارت کرتا ہے تو وہ دن کے پہلے حصہ میں تجارت کیلئے جائے مگر صبح کی نماز برباد نہ کرے بلکہ صبح کی نماز پڑھ کے بعد کچھ ذکر اللہ کرے پھر تجارت وکسب مال کے لیے نکلے۔ جو بدمعاش عناصر نماز فجر نہیں پڑھتے اور صبح اُٹھتے ہی اللہ تعالیٰ کا ذکر کیے بغیر دنیا طلبی میں لگ جاتے ہیں وہ شیطان کے یار ہیں۔

۸ حضرت سلمان (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جو نماز فجر کی طرف صبح کو چلا وہ ایمان کے جھنڈے کے ساتھ صبح کو چلا اور جو بازار

کی طرف صبح کو چلا وہ شیطان کے جھنڈے کے ساتھ صبح کو چلا۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب التجارات، باب الاسواق وما فیہا، ص : ۱۶۲)

یعنی نمازِ فجر پڑھے بغیر بازار جانے والا شیطان کا جھنڈا ہاتھ میں لیے ہے۔ البتہ نمازِ فجر پڑھنے ذکر اللہ کے بعد دن کے پہلے حصہ میں کاروبار کے لیے جانا مناسب ترین وقت ہے۔

حضرت صخر الغامدی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ میری امت کے لیے اس کی صبح سویرے (جانے) میں برکت فرما۔

راوی بتاتے ہیں کہ آپؐ جب کوئی چھوٹا یا بڑا لشکر بھیجتے تو شروع دن میں ارسال فرماتے اور صخر (رضی اللہ عنہ) تاجر آدمی تھے۔ وہ جب اپنے تاجروں کو بھیجتے تو شروع دن میں بھیجتے پس وہ صاحبِ ثروت ہو گئے اور ان کا مال بڑھ گیا۔

(جامع ترمذی ج: ۱، ابواب البیوع، باب ماجاء فی التبکیر بالتجارۃ، ص: ۲۳۰)

اس طرح بازار میں داخل ہوتے وقت مقررہ دعائیں پڑھا کرے۔ یہ دعائیں اس کتاب کے آخری باب (میں) انشاء اللہ ذکر ہوں گی۔

نرم مزاجی انسان کو چاہیئے کہ وہ کسبِ مال کے وقت نرم مزاجی اور اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرے۔ بد اخلاق آدمی کے ساتھ کوئی بھی عقل مند آدمی معاملہ کرنا پسند نہیں کرتا۔

حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) بتاتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کو جنت میں داخل کر دیا جو کہ خرید و فروخت کرتے وقت فیاض اور نرم مزاج تھا۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب التجارات، باب السماحۃ فی البیع، ص : ۱۶۰)

حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم کرے جو فروخت کرے اور جب خریدے اور جب (اپنے حق کا) تقاضا کرے تو فیاض و نرم مزاج ہو۔

(صحیح البخاری ج: ۱ کتاب البیوع، باب السھولۃ والسماحۃ فی الشری والبیع، ص: ۲۷۸)

بد اخلاق آدمی سے انسان بھی نفرت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی نفرت کرتا ہے۔

حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ نفرت اس آدمی سے ہے جو جھگڑالو ہو۔

(صحیح البخاری ج: ۱، ابواب المظالم والقصاص، باب قول اللہ وھو الد الخصم، ص: ۳۳۲)

چونکہ کاروبار میں بعض اوقات غلطی ہو جاتی ہے۔ اس لیے کثرت سے استغفار کرنا اور صدقہ دینا بہترین عادت ہے۔

۵ حضرت قیس بن ابی غرزہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہمیں سمساری (دلال) کہا جاتا تھا۔

آپ نے فرمایا: اے تاجروں کے گروہ، بے شک شیطان اور گناہ کاروبار میں آجاتے ہیں پس اپنے کاروبار کو صدقہ سے ملاؤ۔ (یعنی صدقہ بھی کیا کرو)۔

جامع ترمذی ج ابواب (البیوع) باب ما جاء فی التجار و تسمیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایاہم

حسد و کثرت حلف

انسان کو چاہیے کہ کسب مال کے وقت دوسروں سے حسد نہ کرے اور نہ ہی قسمیں کھا کھا کر مال فروخت کرے۔ ان کاموں میں رزق میں اضافہ نہیں ہوتا۔ بلکہ دیانتداری سے کام لے۔ اور اللہ تعالیٰ پر توکل رکھے۔ اور ذکر اللہ سب سے بہترین ذریعہ رزق ہے۔

۵ حضرت انس رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حسد کرنا نیکیوں کو اسی طرح کھاتا ہے جیسے کہ آگ لکڑی کو کھاتی ہے اور صدقہ کرنا گناہوں کو اسی طرح مٹاتا ہے جیسے کہ پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور نماز ایماندار کا نور ہے۔ اور روزے آگ کے سامنے ڈھال ہیں۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الزہد، باب الحسد، صفحہ ۳۲۲)

۵ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بتایا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ حلف (قسم کھانا) مال کو فروخت کر دیتا ہے (مگر) نفع کو مٹا دیتا ہے

(صحیح المسلم ج ۲، کتاب المساقات والمزارعۃ، باب النہی عن الحلف فی البیع، صفحہ ۳۲)

جھوٹ دھوکہ وعدہ خلافی

انسان کو چاہیے کہ وہ کاروبار میں جھوٹ، دھوکہ، وعدہ خلافی، خیانت، بدکلامی اور تمام بداخلاقی کے امور سے پرہیز کرے۔ تب اس کے کاروبار میں برکت اور وسعت ہو گی۔ اور لوگوں کو اعتماد بھی ہو گا۔

۵ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چار (خصلتیں) ایسی ہیں کہ جس میں ہوں گی وہ منافق ہو گا یا جس میں ان چار میں سے ایک ہو گی اس میں منافق کی ایک خصلت ہو گی۔ یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے۔

۱۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔
۲۔ جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے۔
۳۔ جب معاہدہ کرے تو غداری کرے۔
۴۔ جب جھگڑے تو بدکلامی کرے۔

(صحیح البخاری ج ۱: ابواب المظالم والقصاص، باب اذا خاصم فجر، ص۳۳۲)۔

[ذخی]رہ اندوزی عام طور پر مالدار اور شرپسند لوگ اشیائے صرف کا ذخیرہ کر لیتے ہیں تاکہ مہنگا ہونے پر فروخت کریں۔ چونکہ یہ لوگ سرمائے کے زور پر انسانی ضروریات کو ذخیرہ [کر کے] منڈی سے غائب کر دیتے ہیں اور سب انسانوں کو تکلیف اور مہنگائی میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ [اس ل]یے ذخیرہ اندوزی کرنیوالا انسانیت کا دشمن اور انتہائی خبیث جانور ہے۔ اسلام نے مہنگائی کرنیکی [ذ]خیرہ اندوزی کرنے اور خصوصاً غلے کی ذخیرہ اندوزی سے منع کیا۔

حضرت معمر بن عبداللہ بن فضلۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ گناہگار کے سوا کوئی ذخیرہ اندوزی نہیں کرتا۔

(سنن ابن ماجہ ابواب التجارت، باب الحکرۃ والجلب، ص۱۵۷)۔

حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ جس نے مسلمانوں پر خوراک کی ذخیرہ اندوزی کی۔ اللہ تعالیٰ اس کو جذام اور افلاس میں مبتلا کر دے گا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب التجارات، باب الحکرۃ والجلب، ص۱۵۷)۔

حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (فروخت کے لیے) لانے والے کو روزی ملتی ہے۔ اور ذخیرہ اندوزی کرنے والے پر لعنت پڑتی ہے۔

(ابن ماجہ ابواب التجارات، باب الحکرۃ والجلب، ص۱۵۷)۔

[ملا]وٹ نہ کرے انسان کو چاہیے کہ وہ تجارت کرتے وقت یا کسب مال کے وقت کسی سے دھوکہ نہ کرے ملاوٹ کرنے، عیب چھپانے، قیمت میں دھوکہ دینے، کھوٹے سکے دینے سے بچے۔ [اس]ی طرح ملازمت کرنیوالا آدمی وعدہ کے مطابق کام کرے اور دھوکہ نہ کرے۔

۱۔ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غلے کے

ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے، آپؐ نے اپنا ہاتھ اس میں داخل کیا تو اسے رطوبت لگی۔ آپؐ نے فرمایا: اے غلے والے یہ کیا ہے؟ اس نے کہا اے اللہ کے رسول بارش کا پانی لگ گیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اسے تو نے اوپر کیوں نہیں کر دیا تاکہ لوگ اسے دیکھیں۔ پھر فرمایا جو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

(جامع ترمذی ج ۱۔ ابواب البیوع، باب ماجاء فی کراہیۃ الغش فی البیوع) ص۲۴۵۔

یعنی دھوکہ کرنیوالا مسلمانوں میں سے ہونے کا حقدار نہیں۔ یعنی شدید گناہ گار ہے۔ گاہک اور دکاندار دو پر لازم ہے کہ ایک دوسرے کو دھوکہ نہ دیں۔

۶ حضرت حکیم بن حزام (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خرید و فروخت کرنے والے دونوں کو اختیار رہے کہ (بیع فسخ کر دیں) جب تک کہ جدا جدا نہ ہوں پس اگر وہ دونوں سچ بولیں اور (عیب) ظاہر کر دیں۔ تو دونوں کیلئے ان کے کاروبار میں برکت ہوگی اور اگر وہ جھوٹ بولیں اور (عیب) چھپا دیں تو کاروبار کی برکت مٹا دی جائے گی۔

(صحیح المسلم ج ۲: کتاب البیوع، باب ثبوت خیار المجلس للمتبایعین) ص۶

۶ حضرت واثلہ بن الاسقع (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ جس نے عیب دار چیز فروخت کی اور گاہک کو نہیں بتایا، تو وہ اللہ کے غضب میں رہے گا یا (فرمایا) اس پر فرشتے لعنت کرتے رہیں گے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب التجارات، باب من باع عیبا فلیبینہ) ص۱۶۳۔

تجارت پر ٹیکس

حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ تجارت پر کسی قسم کا ٹیکس نہ لگائیں۔ ٹیکس نہ ہونے سے کاروبار خوب ترقی کرے گا۔ عوام خوشحال ہوں گے۔ اور ایک کامیاب حکومت کی یہی علامت ہے۔ عوام اسلام کے پابند، خوشحال اور شریف بن جائیں۔ اور بدمعاش حکومت کی علامت یہ ہے کہ وہ عوام کو اسلام سے دور کریں، بدمعاش بنائیں، ظلم کریں اور طرح طرح کے ٹیکس لگا کر عوام کی کمر توڑ دیں۔ اور تنخواہ درندوں کا کردار ادا کریں۔ ایسے بدمعاش حکمرانوں کے خلاف جب عوام کامیاب ہوتے ہیں تو ان غنڈہ گرد حکمرانوں کی نسلیں بھی ختم کر دیتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ ان کے اپنے بداعمال کا انجام ہوتا ہے۔ ایک روایت کے آخر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت کے بارے میں فرمایا۔

"یہ تمہارا بازار ہے اس میں کمی نہ کرو اور اس میں ٹیکس ہرگز نہ لگاؤ۔"

(سنن ابن ماجہ ابواب التجارات، باب الاسواق ودخلہا)۔ ص۱۶۲

نرخ مقرر کرنا مناسب یہی ہے کہ اشیاء پر سرکاری نرخ مقرر نہ کیا جائے۔ آج کل عام طور پہ حکمران لوگ اشیاء کے نرخ مقرر کرتے ہیں، پھر اشیاء کی مقررہ نرخ پہ تقسیم کرا اپنے ہاتھوں لے کر اپنے دلالوں کو ڈپو دے دیتے ہیں۔ وہ دلال مال کماتے اور حکمرانوں کے ایجنٹ بن جاتے ہیں۔ یہ طریقہ ظالمانہ طریقہ ہے۔ منڈی کو آزاد رہنا چاہیے۔ اشیاء کی فراوانی کر دی جائے تاکہ نرخ کا مقابلہ خود ہی قیمت گر جائے اور تمام صارفین ہر جگہ جب چاہیں جہاں سے چاہیں اور جس قدر چاہیں خرید سکیں۔

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں (اشیاء) ... کے نرخ بڑھ گئے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ ہمارے لئے نرخ مقرر کر دیجئے آپ نے فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ نرخ مقرر کرنیوالا ہے۔ (وہی) سمیٹنے والا، کھولنے والا۔ روزی رساں ہے اور مجھے امید ہے کہ میں اپنے رب (تعالیٰ) سے ملاقات کرونگا جبکہ تم میں سے کوئی مجھ سے کسی خون یا مال کے ظلم میں مطالبہ کرنے والا نہ ہو گا۔ (یعنی میرے ذمہ کسی کا حق نہیں ہو گا)۔

(جامع ترمذی ج ۱۔ ابواب البیوع ، باب ماجاء فی المخابرۃ والمعادتہ کے بعد والا باب ص ۲۴۵

تجارت کے بعض ضروری مسائل

جب کسی نے ماضی کے الفاظ میں مثلاً یہ کہا۔
میں نے فروخت کیا ، اور دوسرے نے کہا: میں نے خرید لیا۔ تو اب چیز فروخت ہو گئی۔
یا یہ کہے : میں راضی ہوں ، میں نے چیز دیدی۔ یا یہ چیز لے لو ، یا منہ سے نہ بولے۔ مگر چیز دے دے اور رقم لے لے (تو بھی چیز فروخت ہو گئی)۔

- ایک نے چیز فروخت کی، خریدنے والا خاموش رہا۔ تو جب تک رضامندی ظاہر نہ کرے تب تک چیز فروخت نہ ہو گی۔ اور دونوں میں سے ایک بھی قبول سے پہلے مجلس سے اٹھ گیا تو یہ بیع ختم ہو گئی اور نئے سرے سے خرید و فروخت ہو گی۔
- نقد رقم دے کر اور ادھار کر کے لینا دونوں جائز ہے۔ البتہ ادھار لیتے وقت ادائیگی کی مدت مقرر کرنا ضروری ہے کہ مثلاً ایک ماہ کے بعد دا کرونگا اور یہ نہ کہے کہ بھائی آئے گا یا کھیتی پکے گی تو دونگا یہ گول مول کلام ہے۔
- اگر ایک ملک میں ایک ہی سکہ چلتا ہو (جیسے کہ پاکستان میں پاکستانی روپیہ چلتا ہے۔ سعودیہ میں ریال چلتا ہے۔ تو پاکستان میں صرف روپیہ کا نام لینا اور سعودیہ میں صرف ریال کا نام لینا کافی ہے) لیکن اگر لین دین کئی سکوں میں ہوتا ہو۔ تو سکے کی وضاحت و تعیین کرنا ضروری ہے ورنہ بیع فاسد

ہوگی۔ یعنی وضاحت کے بعد بیع درست ہوگی۔

۶ کھانے اور اجناس کی خرید و فروخت اگر اسی جنس کی بجائے کسی دوسری جنس سے کرے۔ مثلاً گندم دے اور باجرہ لے تو ناپ تول کرنا بھی درست ہے اور اندازے سے ڈھیر کے بدلے ڈھیر لینا بھی درست ہے۔ لیکن اگر جنس کے بدلے وہی جنس لے تو ناپ تول برابر ہونا اور نقد بنقد ہونا ضروری ہے۔

۶ اناج میں اختیار ہے چاہے تول کر دے (یعنی مثلاً ایک روپیہ کے دس کلوگرام) یا ایک روپیہ کا یہ سامنے رکھا ہوا ڈھیر چاہے کتنا ہی نکلے۔ بشرطیکہ دوسری جنس کے بدلے میں فروخت کرے یعنی اجناس دے کر روپیہ لے یا گندم دے کر جو یا باجرہ وغیرہ لے۔ لیکن اگر گندم دے کر گندم (یعنی وہی جنس) لے تو برابر برابر اور نقد بنقد دینا ہوگی۔ (الغرض خرید فروخت کے وقت چیز معلوم ہو۔ عوض میں دیا جانیوالا سکہ معلوم ہو۔ گول مول کوئی بات نہ ہو تاکہ بعد میں جھگڑا نہ پڑے۔ مثلاً بند مٹھی میں رقم ہو تو بیع درست نہیں)

۶ کسی نے چند چیزیں فروخت کے لیے رکھیں اور کہا۔ ان سب کی قیمت مثلاً بیس روپے ہے اگر یہ سب لے گا تو بیع درست ہوگی۔ اور اگر چند چیزیں خریدے اور فروخت کرنیوالا راضی نہ ہو تو بیع درست نہیں۔

اگر دکاندار نے کہا: ہر چیز ایک روپیہ میں، تو اب جسقدر چیزیں لے گا۔ بیع درست ہوگی۔ اگر چادر خریدے اور دکاندار کہے، یہ اڑھائی گز ہے۔ ناپنے کے بعد سوا دو گز نکلی اب اختیار ہے چاہے تو رکھے، اور چاہے تو واپس کر دے۔ مگر قیمت وہی رہے گی (البتہ دکاندار اپنی مرضی سے قیمت کم کر سکتا ہے)۔

۶ مکان فروخت کرے تو اس میں چھت اور دیواریں سب داخل ہیں۔ چاہے نام لے یا نہ لے۔ زمین فروخت کرے تو اس میں اگی ہوئی کھجوریں اور درخت داخل ہیں۔ چاہے نام لے یا نہ لے۔ البتہ اگر زمین میں کھیتی ہو تو فصل فروخت کرنے والے کا ہے۔ اسی طرح کھجور (یا دوسرے درختوں) پر پھل لگا ہوا ہے۔ تو وہ فروخت کرنیوالے کا ہے۔ البتہ فروخت کرنیوالے سے کہا جائے گا کہ پھل توڑ لو، کھیتی کاٹ لو اور زمین خریدار کے حوالے کر دو۔

۶ درختوں پر لگا ہوا پھل فروخت کرنا جائز ہے۔ اور یہ بیع درست ہے۔ البتہ پھل فوراً توڑ کر درخت فارغ کر دے۔ اگر کہا۔ پکنے تک رہنے دینا تو بیع فاسد ہے۔

(ہدایہ ج ۳، کتاب البیوع، ملخص بتصریف، ص ۱۸-۱۹)

• کیونکہ ممکن ہے کہ خریدنے کے بعد پھل یا اناج پر آفت آجائے اور وہ پھل تباہ ہو جائے تو اب مسلمان سے جو رقم لے گا وہ کسی چیز کا معاوضہ نہ ہوئی۔ بلکہ ایک قسم کا ڈاکہ بن گیا۔ اس لیے بہتر طریقہ یہ ہے کہ درخت سے پھل اتار کر فروخت کرے۔ اور فصل سے اناج نکال کر فروخت کرے تاکہ خریدار اور فروخت کنندہ کسی کو نہ شکایت پیدا ہو اور نہ ہی تجارت کی بجائے ڈاکہ یا جرمانہ کی صورت بن جائے

• حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے درخت پر پھل فروخت کیا، پھر اسے کوئی آفت آن پہنچی تو وہ اپنے بھائی سے کچھ نہ لے تم میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی کا مال کس بات پر لیتا ہے؟

(ابن ماجہ ابواب التجارات، باب النہی عن بیع الثمار قبل ان یبدو صلاحہا) ص۱۶۱۔

• یہ بھی یاد رہے کہ اگر کسی آدمی کو زبردستی فروخت کرنے پر مجبور کیا گیا یا قتل کی دھمکی دیکر یا مار پیٹ کر اسے فروخت کرنے پر مجبور کیا تو یہ بیع نہیں ہوگی، اور اسے اختیار ہے کہ چیز فروخت نہ کرے۔

اللہ تعالٰے نے فرمایا،

اِلَّآ اَنۡ تَكُوۡنَ تِجَارَةً عَنۡ تَرَاضٍ مِّنۡكُمۡ قف

(مگر یہ کہ تمہاری باہمی رضامندی سے تجارت ہو) (النساء - ۲۹)

الغرض تجارت میں یہ ضروری ہے کہ خریدنے والا اور فروخت کرنے والا دونوں ہی اس پر رضامند ہوں۔

(ملخصاً من ہدایہ ج ۳: کتاب الاکراہ ص۳۴۶)۔

• جو چیز فروخت کر رہا ہے یا اس کے عوض میں دے رہا ہے اگر وہ حرام ہے مثلاً مردار یا خون یا شراب یا خنزیر تو یہ خرید و فروخت درست نہیں۔

• آزاد آدمی کی خرید و فروخت درست نہیں۔

• (جو چیز قبضہ میں نہیں) مثلاً پرندہ ہوا میں ہے۔ مچھلی پانی میں ہے تو اسے شکار کرنے سے پہلے خرید و فروخت درست نہیں، دودھ تھنوں میں ہے تو اسے نکالنے سے پہلے اس کی خرید و فروخت درست نہیں۔ بال بھیڑوں پر سے کاٹنے سے پہلے ان کی خرید و فروخت درست نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ خرید و فروخت میں چیز اور مال واضح طور پر متعین ہونا ضروری ہے۔ اور فروخت کرنے والا مالک بھی ہو۔

• قدرتی گھاس اور قدرتی پانی میں سب شریک ہیں، اور کسی کو ان سے روکنا جائز نہیں۔

خنزیر کے علاوہ ہر مردہ جانور کا چمڑہ رنگنے کے بعد اس کی خرید و فروخت کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح م
کی ہڈی وغیرہ خشک ہونے کے بعد فروخت کرنا درست ہے۔
انسان کے بدن کے کسی حصہ کے بال خون وغیرہ کی خرید و فروخت حرام ہے۔ اور اس کا استعما
بھی حرام ہے۔

(ہدایہ ج ۳: باب البیوع الفاسد۔ ص ۴۹ - ۵۵) ملخصاً۔

- چیز کی قیمت بڑھانے کے لیے بولی دے مگر خریدنے کا ارادہ نہ ہو۔ یہ درست نہیں۔
- جمعہ کی اذان کے بعد نماز ادا کرنے تک کاروبار نہ کرے۔
- جس چیز کا استعمال حرام ہے، مثلاً شراب اور جو چیز حرام ہے مثلاً تصویر سازی، گانا بجانا، بدکا
ان سب کی تجارت بھی حرام ہے۔ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔
- تاجر کو چاہیے کہ اگر وہ یقینی طور پر جانتا ہو کہ خریدار کے پاس حرام ذریعہ سے حاصل کردہ مال ہے
مثلاً چوری کا یا بدکاری کا یا شراب فروخت کرنے کا مال ہے۔ تو اس کے ہاتھ چیز فروخت نہ کرے
حرام مال کی نحوست سے بچے۔

ایک مسلمان کسی چیز کی قیمت لگا دے تو دوسرا اس پر قیمت نہ لگائے۔

- حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کوئی آدم
اپنے بھائی کی بیع پر بیع کرنے کی بات نہ کرے۔ اور نہ ہی اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی کرے جب
کہ وہ اسے اجازت نہ دیدے۔

(صحیح المسلم ج ۲: کتاب البیوع / باب تحریم الرجل علی بیع اخیہ الخ ص ۳)

- نرخ بڑھانے کی خاطر بولی دینا درست نہیں، جبکہ خریدنے کی نیت نہ ہو۔ یہ دھوکہ کی ایک قسم ہے
حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ایک دوسرے پر نرخ بڑھانے کی خاطر بولی نہ دو۔ (جبکہ خریدنے کی نیت نہ ہو)

(سنن ابی داؤد ج ۲: کتاب البیوع۔ باب فی النہی عن النجش | ص ۴۸۷۔

چیز پر قبضہ کرنے سے پہلے فروخت نہ کرے۔

- حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس
غلہ خریدا تو جب تک اس پر قبضہ نہ کرے اسے فروخت نہ کرے۔

(شرح معانی الآثار ج ۲: کتاب البیوع / باب مانہی عن بیعہ حتیٰ یقبض) ص ۲۳۷۔

حضرت حکیم بن حزام (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ ایک آدمی میرے پاس آتا ہے وہ مجھ سے ایسی چیز خریدنا چاہتا ہے جو میرے پاس نہیں ہے وہ چیز اس کے لیے بازار سے خریدتا ہوں پھر اس کے پاس فروخت کرتا ہوں۔
آپ نے فرمایا: جو تیرے پاس نہ ہو اس کو فروخت نہ کرو۔

(جامع ترمذی ج ۱: ابواب البیوع، باب ماجاء فی کراہیۃ بیع مالیس عندہ) ص ۲۳۳

مسجد میں خرید و فروخت کرنا یا گم شدہ چیز کا اعلان کرنا درست نہیں۔ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم اس کو دیکھو جو مسجد میں فروخت کرتا ہے یا خریدتا ہے تو کہو۔ اللہ تعالیٰ تیری تجارت میں نفع نہ دے۔ اور جب تم اس کو دیکھو کہ جو (مسجد) میں گمشدہ کا اعلان کرتا ہے تو کہو۔ اللہ تعالیٰ تجھ پر یہ (چیز) واپس نہ کرے)

(جامع ترمذی ج ۱: ابواب البیوع، باب النہی عن البیع فی المسجد) ص ۲۴۷

چیز واپس کرنے کا اختیار

چیز خریدے اور کہے: مجھے لینے یا نہ لینے کا اختیار ہے۔ تو یہ درست ہے۔ مگر یہ اختیار تین دن سے زیادہ نہیں ہوگا۔ تین دن کے بعد واپس نہیں کر سکتا۔
قاضی ابو یوسفؒ و محمدؒ کے نزدیک اگر واپس کرنے کے اختیار کی مدت مقرر کردے چاہے مہینہ یا سال ہو تو جائز ہے۔ (لیکن اس صورت میں اگر چیز کو گھر میں استعمال کرنا شروع کر دیا تو اختیار ختم ہوگیا)۔

(ہدایہ ج ۳: باب خیار الشرط ص ۲۹)

بغیر دیکھے کچھ چیز خریدے تو بیع درست ہے۔ مگر اس کو اختیار ہے کہ چاہے پوری قیمت دیکر چیز لے اور چاہے واپس کر دے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ عقد درست نہیں کیونکہ جو چیز خرید رہا ہے وہ مجہول ہے (اسلئے پرہیز کرنا بہتر ہے)۔

(ہدایہ ج ۳ باب خیار الرؤیۃ) ص ۳۵

(نمونہ دکھایا وہ اچھا تھا اور بعد میں اس میں عیب نکل آیا یا خریدار نے چیز خریدی) اور بعد میں عیب نکل آیا تو اسے واپس کرنے کا اختیار ہے۔ چاہے تو پوری قیمت دے کر چیز رکھ لے اور چاہے تو واپس کر دے۔ مگر اس کو یہ حق نہیں کہ چیز رکھ لے اور رقم کم کر دے۔ (اور اگر عیب دیکھ کر پھر بھی چیز خرید لے تو واپس کرنے کا اختیار نہیں)۔ (ہدایہ ج ۳: باب خیار العیب) ص ۴۰

(البتہ اگر دکاندار خود ہی قیمت کر دے تو درست ہے)

(پھل یا سبزی خریدی) ڈھیر میں اوپر کا حصہ اچھا تھا۔ مگر نیچے خراب تھا۔ اب اسے واپس کرنے کا
ہے۔ (اور کھانے پینے کی چیز چکھنے کے بعد خراب نکلے تو واپس کر سکتا ہے)

(ہدایہ ج ۱۲۔ باب خیار الرویۃ ص ۳۶، ۳۷)

جس نے انڈا یا تربوز یا ککڑی یا اخروٹ وغیرہ کوئی پھل خریدا پھر اسے توڑا (یا کاٹا) تو اندر سے
تھا۔ اب اگر وہ بالکل ناقابل استعمال ہے تو ساری قیمت واپس لے سکتا ہے۔ کیونکہ یہ مال ہی نہیں
قیمت کیسی؟) اب یہ بیع غلط ہے۔ اگر خرابی کے باوجود قابل استعمال ہو تو واپس نہیں کر سکتا۔ البتہ عیب کی
وجہ سے نقصان کے برابر رقم واپس لے سکتا ہے۔ (البتہ اگر دکاندار واپس کر لے تو درست ہے)۔

(ہدایہ ج ۳: باب خیار العیب) صفحہ

(کاش پھل فروش اس پہ دھیان کریں کہ اگر وہ خراب اور ناقابل استعمال پھل فروخت کر دیں تو سمجھیں
کہ انہوں نے ایک مسلمان بھائی کا مال چرا لیا جو کہ قیامت کو دینا پڑے گا)

اگر کپڑا خریدا پھر اسے کاٹ لیا (یا رنگ کر لیا) پھر عیب معلوم ہوا تو فروخت کرنے والے سے عیب
کے برابر رقم لے لے مگر واپس کرنا مشکل ہے۔ البتہ اگر دکاندار خود ہی واپس کر لے تو درست ہے۔

(ہدایہ ج ۱۲ باب خیار العیب) صفحہ

اگر جانور بیچنے والے نے اس کا دودھ نہیں دھویا تاکہ زیادہ دودھ دینے والا جانور محسوس ہو یہ
دھوکہ ہے۔ خریدنے والے کو تین دن تک اختیار ہے کہ واپس کر دے البتہ تین دن تک دودھ دینے
کی مدت کا معاوضہ ایک صاع (ساڑھے تین سیر) کھجوریں ساتھ دے۔

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جس نے دودھ روک رکھنے والی بکری خریدی (یعنی جس کا دودھ نہیں نکالا گیا) اسے تین دن تک
واپس کرنے کا اختیار ہے۔ چاہے تو رکھ لے اور اگر چاہے تو واپس کر دے۔ (اگر واپس کرے)
تو اس کے ساتھ ایک صاع (ساڑھے تین سیر) کھجوریں بھی دے۔

(صحیح المسلم ج ۲: کتاب البیوع / باب حکم بیع المصراۃ ص ۴)

یاد رہے عیب صرف اسے قرار دیا جائیگا کہ جس کی وجہ سے تاجروں کے نزدیک اس چیز کی قیمت
کم ہو جائے۔ محض خریدار شرارت کے طور پر اگر کہے کہ یہ عیب ہے تو اسے عیب نہیں کہا جائے
"اور ہر وہ بات کہ جس کی وجہ سے تاجروں کی عام عادت کے مطابق قیمت کم ہو جائے وہ عیب

کیونکہ مال کی کمی ہونے سے بھی نقصان ہوتا ہے۔ (ہدایہ ج ۳: باب خیار العیب) صت

قرض کا لین دین

اگرچہ قرض لینا جائز ہے مگر سخت مجبوری کے بغیر قرض نہ لے اور کم سے کم مقدار میں قرض لے اور جتنا جلدی ممکن ہو قرض ادا کر دے۔ اس لیے کہ قرض لینے والا دنیا میں بھی تنگی محسوس کرتا ہے۔ جب قرض خواہ سے ملاقات کرتا ہے۔ تو ذلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور رات کو قرض کا بوجھ غم کی صورت میں سامنا کرتا ہے۔

اگر قرض ادا کرنے سے پہلے مرا اور وارثوں نے بھی قرض ادا نہ کیا تو قیامت کے دن نیکیاں دینی پڑیں گی اور نیکیاں نہ ہوں گی۔ تو قرض خواہ کی برائیاں اٹھانی پڑیں گی۔

۶ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اس حال میں فوت ہوا کہ اس پر ایک دینار یا ایک درہم (بھی قرض ہے) تو (قیامت کے دن اسکی نیکیوں میں پورا کیا جائے گا۔ جبکہ وہاں دینار نہیں ہو گا اور نہ درہم ہو گا۔

(سنن ابن ماجہ / ابواب الصدقات / باب التشدید فی الدین) ص ۱۷۱

انسان کو چاہیے کہ اچھے انداز کے ساتھ اور دعا کرتے ہوئے قرض واپس کرے۔

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بہترین وہ ہے جو اچھے انداز کے ساتھ (قرض) ادا کرے۔

(سنن نسائی ج ۲ کتاب البیوع / باب فی حسن القضاء) ص ۲۲۸

۶ قرض ادا کرتے وقت قرض دینے والے کے لیے دعا کرے۔

بَارَكَ اللهُ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ۔ (سنن نسائی ج ۲: کتاب البیوع / باب الاستقراض ص ۲۲۸)

نقد مال قرض لینا یا قرض پر چیز کی خرید و فروخت کرنا اور قرض دینا سب جائز ہے۔ اس کے آداب حسب ذیل ہیں۔

۱ قرض لیتے وقت تحریر کر دے اور واپسی کا دن اور جگہ مقرر کر دے۔ اور کوئی گول مول بات نہ کرے مثلاً یہ نہ کہے کہ جب بھائی آئے گا یا فصل پکے گی تو ادا کر دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ ط (البقرہ - ۲۸۲) (اے ایمان والو! جب تم کسی وقت مقررہ تک آپس میں ادھار کا معاملہ کرو، تو اسے لکھ لیا کرو)

۲ تحریر کرتے وقت دو مسلمان مرد یا ایک مسلمان مرد اور دو مسلمان عورتوں کی گواہی رکھ لو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ج فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ ۔ (اور اپنے مردوں میں سے دو گواہ کر لیا کرو پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں)

(البقرہ - ۲۸۲)

۳ چھوٹا بڑا سب ادھار اور معاملہ لکھو تاکہ بعد میں شبہ میں نہ پڑو۔ البتہ اگر ہاتھوں ہاتھ سودا ہو تو پھر نہ لکھنے میں حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَلَا تَسْئَمُوْۤا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰۤى اَجَلِهٖ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ ۔ (اور معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو، اس کی میعاد تک لکھنے سستی نہ کرو۔ یہ لکھ لینا اللہ کے نزدیک انصاف زیادہ قائم رکھنے والا ہے۔ اور شہادت کا زیادہ درست رکھنے والا ہے۔

وَاَدْنٰۤى اَلَّا تَرْتَابُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ط (البقرہ - ۲۸۲) اور زیادہ قریب ہے اس بات کے کہ تم کسی شبہ نہ پڑو، مگر یہ کہ سوداگری ہاتھوں ہاتھ ہو جیسے آپس میں لیتے دیتے ہو پھر تم پر کوئی گناہ نہیں کہ اسے نہ لکھو)

اگر مقروض تنگ حال ہو تو اسے مہلت دے یا ہو سکے تو معاف کر دے۔

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے تنگ حال کو مہلت دی یا اس سے (قرض) معاف کر دیا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے اپنے عرش کے سایہ تلے جگہ دے گا۔ جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

(جامع ترمذی ج ۱ ابواب البیوع رباب ماجاء فی انظار المعسر والرفق) صفحہ ۲۴۴

۶ حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے ایک آدمی تھا۔ جس کا محاسبہ کیا گیا تو اس کی کچھ نیکی نہ پائی گئی سوائے اس کے وہ مالدار آدمی تھا۔ لوگوں کے ساتھ معاملہ کرتا تو اپنے غلاموں کو حکم کرتا کہ تنگ حال سے درگزر کرو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ہم اس کے اس سے زیادہ حقدار ہیں (فرشتوں کو فرمایا) اس سے درگزر کرو

(جامع ترمذی ج ۱: ابواب البیوع ، باب ماجاء فی انظار المعسر والرفق بہ) صفحہ ۲۴۴

اگر کوئی شخص شدید حاجت میں قرض لے اور ادا کرنے کی صحیح نیت ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے۔

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس

لوگوں سے مال (قرض) لیا اس کا ارادہ ادا کرنے کا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے ادا کر دے گا۔ (یعنی اس کی مدد فرمائے گا) اور جس نے اسے برباد کرنے کے ارادے سے لیا (یعنی ادائیگی کی نیت نہیں تھی) اللہ تعالیٰ اسے برباد کر دے گا (یعنی مال برباد و بال لازم ہو گا)۔ (صحیح البخاری ج ۲، کتاب فی الاستقراض واداء الدیون والحجر والتفلیس ر باب من اخذ اموال یرید اداءھا او اتلافھا۔ ص ۳۲۱)

مال ہوتے ہوئے ادا نہ کرنا اور ٹال مٹول کرنا سخت گناہ ہے۔ اور ایسا آدمی قید یا سزا کا مستحق ہے۔ حکومت فرض ہے کہ ایسے بدنیت آدمی کو سزا دے اور اس سے قرض وصول کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مالدار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔

(صحیح البخاری ج ۱، کتاب الاستقراض واداء الدیون والحجر والتفلیس ر باب مطل الغنی ظلم ص ۳۲۳)

حضرت عمرو بن الشرید اپنے والد محترم (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پا لینے والے (مالدار) کا ٹال مٹول کرنا اس کی عزت اور اس کی سزا کو جائز کر دیتا ہے ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اس کی عزت جائز کرنا ہے یعنی اس پر سخت کلامی کی جائے اور اس کی سزا سے قید کرنا ہے)

(سنن ابی داؤد ج ۲، کتاب القضاء ر باب فی الدین ھل یحبس علیہ ص ۵۱)۔

بعض اوقات انسان قرض کے بوجھ تلے دب جاتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ یہ دو دعائیں روزانہ صبح و شام ایک ایک سو بار پڑھا کرے تاکہ قرض سے نجات پا جائے اور آئندہ بھی مالی پریشانیوں سے بچا رہے

حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے۔ انصار کا ایک آدمی جس کو ابو امامہ (رضی اللہ عنہ) کہتے تھے۔ وہ وہاں موجود تھا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے ابو امامہ۔ کیا بات ہے میں تجھے نماز کے علاوہ وقت میں مسجد میں بیٹھا دیکھ رہا ہوں؟ اس نے کہا۔ اے اللہ کے رسول۔ مجھے غموں اور قرضوں نے پکڑ لیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا جب تم صبح کرو اور جب تم شام کرو تو یہ پڑھو۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ، وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ غَلَبَۃِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ:۔

وہ کہتے ہیں کہ میں نے کیا پس اللہ تعالیٰ نے میرا غم دور کر دیا۔ اور میرا قرضہ چکا دیا۔

(سنن ابی داؤد ج ۱، کتاب الصلوٰۃ ر باب فی الاستعاذۃ) ص ۲۱۷۔

۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک مکاتب (غلام) آیا۔ اس نے عرض کیا میں کتابت کی رقم ادا کرنے سے عاجز آگیا۔ میری مدد کیجیے۔ انھوں نے فرمایا۔ کیا میں تمہیں وہ کلمات نہ سکھاؤں جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھائے۔ اگر تجھ پر بڑے پہاڑ کے برابر بھی قرض ہو تو اللہ تعالیٰ تجھ سے وہ ادا کر دے گا۔ فرمایا یہ کہو۔

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ۔

(جامع ترمذی ج ۲: ابواب الدعوات ۔ باب احادیث شتیٰ من ابواب الدعوات ص ۱۹۶)۔

ان دعاؤں کی برکت سے روزی فراخ ہوگی اور حلال روزی نصیب ہوگی۔ حلال روزی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔

شراکت کا بیان

شراکت کر کے (کاروبار کرنا) جائز ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور لوگ اس وقت آپس میں یہ معاملہ کر رہے تھے۔ آپؐ نے انہیں اس پر درست قرار دیا۔

شراکت کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ املاک میں شرکت کرنا۔

۲۔ باہم عقد کرنے میں (یعنی تجارت و خرید و فروخت میں) شراکت کرنا۔

(ہدایہ ج ۲: کتاب الشرکۃ ص ۶۲۴)

املاک میں شراکت کی صورت میں دو آدمی چیز کے وارث ہوتے ہیں یا دو آدمی چیز کو خریدتے ہیں (املاک میں شراکت) کی صورت میں ایک آدمی کو دوسرے آدمی کی اجازت کے بغیر (خرید و فروخت) تصرف کرنا جائز نہیں۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے حصہ دار کے حصہ میں اجنبی کی طرح ہوگا۔

(ہدایہ ج ۲: کتاب الشرکۃ۔ ص ۶۲۴)

کاروبار میں شراکت میں یہ ضروری ہے کہ (مثلاً دو آدمی سو سو روپیہ لگائیں اور کہیں کہ) میں نے تیرے ساتھ مل کر شراکت کی اور اس میں یہ یہ شرطیں ہیں۔ (یعنی مثلاً دونوں کام کریں گے۔ دونوں کا مال اس قدر ہوگا اور دونوں کا نفع برابر ہوگا) اور دوسرا کہے۔ میں نے قبول کیا۔

(ہدایہ ج ۲: کتاب الشرکۃ ص ۶۲۴)

اس کی صورت یہ ہے کہ مال میں، تصرفات و کاروبار اور قرض میں دونوں برابر ہوں کیونکہ

بار میں شراکت عامہ ہے۔ دونوں فریقوں میں سے ہر حصہ دار دوسرے حصہ دار کو مطلق طور پر مختار بنا دیتا ہے

(ہدایہ ج ۲: کتاب الشرکتہ - ص۶۲۵)

شراکت دو آزاد، بالغ اور مسلمانوں کے درمیان یا دو ذمیوں کے درمیان درست ہے۔ مگر آزاد اور غلام کے درمیان اور اسی طرح بچے اور بالغ کے درمیان درست نہیں۔ (کیونکہ شریکین کے درمیان ہر اعتبار مساوات ضروری ہے) اور مسلمان اور کافر کے درمیان بھی شراکت درست نہیں۔

یہ امام ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کا قول ہے اور ابو یوسف فرماتے ہیں کہ (مسلمان اور کافر) کے درمیان ت جائز ہے۔

ہدایہ ج ۲: کتاب الشرکتہ) ص۶۲۴ - ۶۲۵ -

حصہ داروں میں سے ہر ایک جو کام اپنے ذمہ لے گا وہ اس پر لازم ہے اور دوسرے شریک کو بھی ہے۔

ہدایہ ج ۲: کتاب الشرکتہ) ص۶۳۳

فریقین میں سے جو بھی خرید و فروخت کریگا۔ وہ مشترکہ ہو گا۔

ہدایہ ج ۲: کتاب الشرکتہ ص۶۲۶

اگر یہ شرط ہو کہ جو چیز خریدیں گے وہ دونوں کے درمیان نصف نصف ہونگی اور اسی طرح نفع بھی نصف ہو گا تو درست ہے۔ اس کے بعد ایک زیادہ اور دوسرا کم لے یہ درست نہیں۔

ہدایہ ج ۲: کتاب الشرکتہ) ص۶۳۴

اگر حصہ دار کم و بیش رقم لگائیں اور پھر اسی مقدار کے مطابق نفع تقسیم کریں تو درست ہے۔

ہدایہ ج ۲: کتاب الشرکتہ) ص۶۲۹

اگر یہ شرط لگائی جائے کہ ایک کو مقررہ درہم نفع ملے گا تو جائز نہیں (یعنی اگر یہ کہا جائے کہ ایک کو روپیہ ملے گا اور باقی نفع کا مالک دوسرا حصہ دار ہو گا تو یہ جائز نہیں)

ہدایہ ج ۲: کتاب الشرکتہ) ص۶۳۲

جس جس خرید و فروخت میں دونوں کی شراکت درست ہو گی اگر اس میں ایک پر (اس کاروبار کے متعلق) قرض ہو گا تو دوسرا بھی ادا کرنے کا پابند ہو گا۔ تاکہ مساوات واقع رہے۔

(ہدایہ ج ۲۔ کتاب الشرکتہ) ص۶۲۶

(اس طرح اگر مشترکہ مال چوری ہو گیا تو دونوں حصہ داروں پر پڑے گا)۔

البتہ شریکین میں سے کسی کو دوسرے شریک کی (اجازت کے بغیر) زکوٰۃ ادا کرنا جائز نہیں۔

(کیونکہ اس کا تعلق زکوٰۃ ادا کرنے والے کی ذات کے ساتھ ہے)۔

ہدایہ ج ۲: کتاب الشرکۃ ، ص ۶۳۵

(اس طرح دو آدمی مل کر گندم یا چاول لائے یا ایسی چیز لائے جو باہم مشابہ ہے جیسے کہ انڈے سب برابر ہوتے ہیں۔ تو ایک حصہ دار کی غیر موجودگی میں بھی دوسرا حصہ دار اس چیز کو تقسیم کر کے دوسرے کا حصہ الگ رکھ سکتا ہے۔ البتہ دوسرے حصہ دار کی موجودگی زیادہ مناسب ہے مگر جو چیزیں برابر برابر نہ ہوں مثلاً آم، امرود کہ بعض چھوٹے اور بعض بڑے ہوتے ہیں وہ دوسرے حصہ دار کی موجودگی کے بغیر کھانا درست نہیں)۔

صنعت (پیشے) میں شرکت کرنا بھی درست ہے جیسے کہ سلائی کرنا یا رنگائی کرنا کہ دو آدمی شرکت کے ساتھ کام کریں اور دونوں مل کر کام کریں، اور نفع دونوں میں برابر تقسیم ہو۔ یہ درست ہے رنگیر اگر ایک کہے کہ مثلاً بیس روپے تیرے ہوں گے باقی سب میرے ہوں گے تو یہ غلط ہے۔ البتہ نفع آدھا آدھا یا ایک حصہ ایک کا اور دو حصہ دوسرے کا یہ درست ہے)۔

(ہدایہ ج ۲: کتاب الشرکۃ ، ص ۶۳۲۔

(اسی طرح اگر ایک نے کپڑا لیا۔ دوسرے نے سلائی کی یا گاہک سلی ہوئی قمیض لینے آئے تو دونوں شریکوں سے جو بھی موجود ہو اس سے مطالبہ کر سکتا ہے۔ لیکن اگر کہا کہ آؤ لکڑیاں کاٹیں یا شکار کریں اور دونوں کے درمیان برابر تقسیم ہوگا۔ تو یہ درست نہیں۔ بلکہ دونوں میں سے جس نے جس قدر شکار کیا یا لکڑیاں کاٹ لیں وہ اس کا مالک ہے دوسرے کا اس میں حصہ نہیں۔ تمام مباح (غیر مملوکہ) اشیاء کے بارے میں یہی حکم ہے کہ جو جس قدر حاصل کر لے وہ اس کا تنہا مالک ہے۔

(ہدایہ ج ۲: کتاب الشرکۃ ، ص ۶۳۴

(اسی طرح ایک نے کہا ہمارے انڈے مرغی کے نیچے رکھ لو جو چوزے نکلیں گے وہ نصف نصف ہوں گے۔ یہ کاروبار درست نہیں)۔

بھیک مانگنا کوئی تجارت نہیں بلکہ شدید ضرورت کی وجہ ایک مباح کام ہے۔ اور یہ ضرورت ہر آدمی کے لیے الگ ہے۔ اس لیے مل کر بھیک مانگنا اور اسے برابر برابر تقسیم کرنے کے لیے کمپنی سی بنا کر بھیک مانگنا درست نہیں۔ یہ شراکت ناجائز ہے)۔

اپنے اثر و رسوخ کے ساتھ شراکت کے انداز پہ کاروبار کرنا درست ہے، کہ دو آدمی شراکت کریں مال دونوں کے پاس نہیں اب وہ اپنے تعلقات کی بنیاد پر خریدتے اور فروخت کرتے ہیں۔ اس طرح

[شر]اکت بھی درست ہے۔ ہدایہ ج ۲: کتاب الشرکۃ) ص۶۲۳

اگر شراکت کا مال تباہ ہو جائے یا دونوں میں سے ایک کا مال چیز خریدنے سے پہلے تباہ ہو جائے [تو] شراکت ختم ہو گئی۔ (ہدایہ ج ۲: کتاب الشرکۃ) ص۶۳۰

اگر دونوں شریکوں میں سے ایک کی وفات ہو جائے یا خدا نہ کرے ایک فریق مرتد ہو کر دارالحر[ب] [(ک]فار کے علاقہ) میں چلا جائے تو شراکت ختم ہو جائے گی۔

(ہدایہ ج ۲: کتاب الشرکۃ) ص۶۳۵

امانت کے مسائل

مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ امانت میں خیانت نہ کریں اور امانت کو درست طریقہ پر ادا کریں۔
[ال]لہ تعالیٰ نے فرمایا۔

[اِنَّ] اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی [اَ]ھْلِھَا ۙ (النساء - ۵۸)
(بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو پہنچا دو۔)

امانت میں خیانت کرنا شدید جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

[اِ]نَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِیْمًا ۚ (النساء - ۱۰۷)
(جو شخص خیانت کرنے والا گناہ گار ہے اللہ اسے پسند نہیں کرتا)

حدیث میں خیانت کرنا منافق ہونے کی ایک علامت ہے۔

۱ حضرت عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چار (عادات) جس میں ہوں وہ خالص منافق ہے۔ اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہو اس میں منافق ہونے کی ایک خصلت ہے۔ یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے۔ (۱) جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ ۲۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ ۳۔ جب وعدہ کرے تو بے وفائی کرے۔ ۴۔ جب جھگڑا کرے تو بدکلامی کرے (گالی دے)

(صحیح بخاری ج ۱: کتاب الایمان باب علامۃ المنافق) ص۱۰

امانت کے مسائل درج ذیل ہیں۔

جس کے پاس امانت رکھی جائے ودیعت اس کے ہاتھ میں امانت ہے۔ اگر باوجود حفاظت کے گم ہو گئی یا تلف ہو گئی تو اس کے ذمہ نہیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ مانگ کر لینے

والا جو خیانت نہ کرے اس پر ضمان لازم نہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کو امانت رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ان پر ضمان لازم کر دیا جائے۔ تو وہ لوگوں کی امانتیں قبول نہیں کریں گے۔ اور کاروبار معطل ہو کر رہ جائے گا۔

(ہدایہ ج ۳، کتاب الودیعۃ صـ ۲۷۳)۔

جس کے پاس امانت رکھی جائے اسے چاہیئے کہ وہ خود یا جو اس کے اہل وعیال میں داخل ہے ان کے ذریعہ حفاظت کرے۔ اگر اس نے ان کے علاوہ کسی دوسرے کے ذریعے سے حفاظت کی یا اس نے دوسرے پاس امانت رکھدی۔ تو گم ہونے یا تلف ہونے کی صورت میں) ذمہ دار ہو گا۔ البتہ اگر مکان میں آگ لگ جائے اور وہ اپنے پڑوسی کے سپرد کر دے یا کشتی میں ہو اور کشتی غرق ہونے کا خدشہ ہو۔ تو وہ دوسری کشتی میں رکھدے۔ تو ذمہ دار نہیں ہو گا۔

(ہدایہ ج ۳: کتاب الودیعۃ، صـ ۲۷۳)

اگر مالک اپنی چیز واپس مانگے اور یہ دینے پر قادر ہو مگر نہ دے تو (تلف ہونے کی صورت میں) ذمہ دار ہو گا۔ اور اگر اس نے اسے اپنے مال کے ساتھ ملا دیا کہ اب اس کا امتیاز نہیں ہو سکتا (مثلاً روپے اپنے روپوں کے ساتھ ملا دیئے) تو تلف ہونے پر ذمہ دار ہو گا۔

(ہدایہ ج ۳، کتاب الودیعۃ) صـ ۲۷۳

اگر اس نے قصداً نہیں ملائے بلکہ اچانک خود ہی مل گئے (مثلاً دو تھیلی ریالوں کی تھیں دونوں پھٹ کر مل گئیں، اب شناخت مشکل ہو گئی) اب وہ دونوں شریک ہو گئے (یعنی تلف ہونے کی صورت میں دونوں کا برابر نقصان ہو گا)۔ (ہدایہ ج ۳: کتاب الودیعۃ) صـ ۲۷۴

اگر امانت رکھنے والے نے امانت لے کر باہر (دوسرے شہر میں) جانے سے منع کیا۔ مگر یہ باہر لے گیا۔ (اب نقصان کی صورت میں) ذمہ دار ہو گا)۔

(ہدایہ ج ۳، کتاب الودیعۃ) صـ ۲۷۵۔

دو آدمیوں نے ایک کے پاس امانت رکھی پھر ایک آدمی نے آکر مطالبہ کیا۔ تو جب تک دوسرا نہ آئے امانت نہ دے۔ یہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور ابو یوسف رح اور محمد رح نے فرمایا کہ اس کا حصہ اسے دے دے۔ (ہدایہ ج ۳، کتاب الودیعۃ) صـ ۲۷۵۔

ملازم رکھنا یا

کرایہ پر لینا دینا

اجرت پر رکھنا (یا تنخواہ یا مزدوری پر ملازم رکھنا) ایک عقد (معاہدہ) ہے کہ معاوضہ لے کر فائدہ دینا...
اور اس کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ فائدہ معلوم (اور متعین ہو کہ یہ کام کرے گا۔ یہ وقت ہو گا وغیرہ) اور معاوضہ معلوم ہوگا (کہ اس قدر مال ملے گا اور فلاں وقت ملے گا۔ وغیرہ)۔۔۔۔۔
معاوضہ کا مستحق تین طرح ہوتا ہے۔ ۱۔ شرط یہ ہو کہ پہلے لوں گا ۔۲۔ بلا شرط پیشگی ۔۳۔ کام کر کے معاوضہ لے (سب درست ہے) (ہدایہ ج ۳؛ باب الاجر متیٰ یستحق، ص ۲۹۴۔

سواری کرنے کے لیے یا سامان لادنے کے لیے جانور (یا گاڑی) کرایہ پہ لینا درست ہے۔ اگر پابندی نہ ہو تو جس کو چاہیے سوار کرے۔۔۔۔۔ اور اس طرح پہننے کے لیے کپڑا کرایہ پہ لے۔ اور پابندی نہ ہو تو جس کو چاہے پہنا دے)۔

(ہدایہ ج ۳؛ باب مایجوز من الاجارۃ وما یکون خلافا فیہا) ص ۲۹۸۔

رہائش کے لیے مکانات یا دکانیں کرایہ پہ لینا درست ہے۔ چاہے یہ نہ بتائے کہ ان میں کیا کام کرے گا۔۔۔۔۔ اور اسے اجازت ہے کہ جو چاہے کام کرے (جبکہ مطلق اجازت ہو) البتہ ان میں کسی لوہار یا دھوبی یا چکی والے کو نہ بٹھائے (کیونکہ اس میں عمارت کے برباد ہونے کا خطرہ ہے اسطرح جو کاروبار اسلام میں حرام ہیں ان کی بھی اجازت نہیں)۔

(ہدایہ ج ۳؛ باب مایجوز من الاجارۃ وما یکون خلافا فیہا)۔ ص ۲۹۷۔

جب کرایہ دار نے مکان کرایہ پہ لیا تو اس پر کرایہ لازم ہو گیا چاہے اس میں رہائش نہ رکھے۔ کیونکہ قبضہ ہی نفع ہے (اگرچہ اس نے خود ہی نفع نہ اٹھایا)۔

(ہدایہ ج ۳۔ باب الاجر متی یستحق، ص ۲۹۵

(تانگہ کرایہ پہ لے تو عام معمول سے زیادہ سواری نہ بٹھائے)۔ دھوبی یا درزی کام مکمل کرنے سے پہلے اجرت کا حقدار نہیں۔ (ہدایہ ج ۳؛ باب الاجر متی یستحق، ص ۲۹۵

جس چیز میں کام کا اثر ہو جائے مثلاً دھوبی یا رنگریز (کہ کپڑا دھویا اور رنگ کیا، دھونے اور رنگ کرنے کا اثر چیز کے اندر رہ گیا)۔ تو اسے حق حاصل ہے کہ اجرت لے کر چیز دے

(ہدایہ ج ۳، باب الاجر متی یستحق) صـ ۲۹۶۔

اگر کوئی آدمی درزی کو کپڑا دے کر کہے کہ اسکی قمیص بنا دو اور (مثلاً) ایک درہم معاوضہ طے ہو مگر وہ اسے قبا بنا دے تو اب چاہے کہ کپڑے کی قیمت وصول کرے۔ اور چاہے تو قبا لے لے اور اسکا عام اجرت دے۔ مگر وہ اجرت (پہلے مقرر کردہ) ایک درہم سے زیادہ نہ ہو۔

(ہدایہ ج ۳، باب ما یجوز من الاجارۃ و ما یکون خلافاً فیہا) صـ ۳۰۔

جو آدمی کسی سے کوئی چیز مانگ کرلے وہ مانگی ہوئی چیز کرایہ پر نہیں دے سکتا اگر اس نے اسے کرایہ پر دیا اور وہ تلف ہو گئی تو اس کا ذمہ دار ہو گا۔

(ہدایہ۔ ج ۳، کتاب العاریۃ) صـ ۲۸۰

(اگر طے کر لیا کہ مثلاً ایک سال تک مکان میں رہونگا تو اس سے مالک اسے نہیں نکال سکتا۔ بعد میں نکال سکتا ہے۔

اس طرح مکان کرایہ پر لے اور وہ اسقدر ٹپکے یا عیب دار ہو کہ اس میں رہنا مشکل ہو جائے تو معاہدہ توڑ سکتا ہے۔

اگر کرایہ پر مکان لے اور کچھ رقم پیشگی لے یا زمین خرید لے اور پیشگی بیعانہ طرز پر دے مکان پر قبضہ نہ کرے۔ یا زمین نہ خریدے تو یہ رقم واپس کرنا ضروری ہے۔ (اور بیعانہ ہڑپ کرنا جائز نہیں) اگر اس طرح کرایہ پر لیا کہ جو مرمت ہو گی وہی کرایہ ہے۔ یہ مجہول صورت ہے اسلیے جائز نہیں۔

(بکری یا جانور دودھ پینے کے لیے کرایہ پر لینا درست نہیں)۔

قرآن مجید کی تعلیم دینے پر اجرت لینا اچھا نہیں مگر آج کل خطرہ ہے کہ ایسا کرنے سے قرآن مجید کی تعلیم کم ہو جائے گی۔ اس لیے متاخرین علماء نے اجازت دی۔ ہمارے بعض مشائخ نے آج کل قرآن مجید کی تعلیم دلانے کے لیے تنخواہ پر (استاد) مقرر کرنا صحیح قرار دیا۔ اس لیے کہ اب امور دینیہ میں سستی واقع ہو چکی ہے۔ اس سے روکنے پر قرآن مجید کی تعلیم ختم ہونے کا خطرہ ہے اور اس پر فتویٰ ہے۔

(ہدایہ ج ۳، باب الاجارۃ الفاسدۃ)۔ صـ ۳۰۳۔

(البتہ حرام کاموں کے لیے کسی کو ملازم رکھنا اور تنخواہ یا مزدوری دینا سخت جرم ہے (مثلاً) گانے بجانے یا نوحہ خوانی کرنے کے لیے اس طرح تمام لغویات کے لیے اجرت پر رکھنا جائز نہیں۔ اسلیے

یہ گناہ کے کام پہ ملازم رکھنا ہے۔ (ہدایہ ج ۲: باب الاجارہ الفاسدہ) ص ۳۰۳

اگر کسی مزدور کو ملازم رکھے یا اجرت پہ کام کرائے تو انسانی بنیاد پر ضروری ہے کہ اس کی صحت، غذا اور آرام کا خیال رکھے۔ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور اس کی تکلیف میں کام آئے یعنی اسلامی اخوت کا مظاہرہ کرے مگر غیر مسلم کو ملازمت میں نہ رکھے۔ اس لیے کہ کافر جب تک کافر رہے گا، وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی جگہ ہے۔ اور اگر کافر حالت میں مرگیا تو لعنتی ہوا۔ اور جس قدر کفار کسی شہر میں جمع ہونگے گویا اسی قدر اللہ کی ناراضگی اور غضب کا خطرہ ہے۔

افسوس آج کل اکثر مالکانِ تجارت وغیرہ اس پر دھیان نہیں دیتے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی حدود میں کفار کا داخلہ منع ہے تاکہ کفر کی گندگی سے حرمین الشریفین پاک رہیں اب جو تاجر لوگ دوسرے ممالک سے کفار کو ملازم بنا کر درآمد کرتے ہیں وہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کا غضب درآمد کرتے ہیں۔ یہ انتہائی خبیث کام ہے مسلمانوں کو اس سے دور رہنا چاہیے۔

اس طرح ملازم کی تنخواہ اور مزدوری کام مکمل کرتے وقت یا وعدہ کے وقت فوراً ادا کرنا ضروری ہے۔

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قیامت کے دن میں تین کی طرف سے مدمقابل ہوں گا۔

۱ وہ آدمی جس نے میرے نام کے ساتھ عہد کیا پھر اسے توڑ دیا۔

۲ وہ آدمی جو کسی آزاد کو فروخت کرے پس اس کی قیمت کھائے۔

۳ اور وہ آدمی جو کسی مزدور کو کرایہ پہ لے (یا ملازم رکھے) اس سے پورا کام لے مگر اس کی اجرت (یا تنخواہ) نہ دے۔ (صحیح البخاری ج ۱: کتاب البیوع / باب اثم من باع حرّاً) ص ۲۹۷۔

چیز کا مستعار لینا

کسی کو کچھ چیز مثلاً (برتن وغیرہ) مانگے سے دینا جائز ہے۔ یہ احسان اور نیکی کی ایک قسم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صفوان سے زرہیں مستعار لیں۔ (تاکہ بعد میں امت میں مستعار لینا جائز ہو) (ہدایہ ج ۳: کتاب العاریۃ) ص ۲۷۸۔

(کسی کی چیز کو خود بلا اجازت اٹھانا مستعار لینا نہیں بلکہ (جب وہ کہے میں نے تجھے یہ چیز مانگے سے دی یا ایسا کر دے۔ تو یہ درست ہے۔)

(ہدایہ ج ۳: کتاب العاریۃ) ص ۲۷۹۔

جو چیز مستعار لے گا وہ امانت ہے۔ اگر باوجود حفاظت کے تلف ہوگئی۔ تو تاوان نہیں پڑے گا۔
امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تاوان پڑے گا۔ (ہدایہ ج ۳، کتاب العاریۃ، ص۲۷۹۔
(اس لیے بہتر ہے کہ اگر مانگے کی چیز تلف ہو جائے تو جھگڑا کیے بغیر خود ہی اسکا تاوان ادا کرے)
البتہ درہم دینار (یعنی نقدی) اور اس طرح ناپ تول والی اشیاء اور گن کر دی جانیوالی اشیاء
(جو کہ مال کے قائم مقام یا سامان تجارت ہوتا ہے) اس کو مانگ کر (یہ سمجھنا کہ یہ مانگے کی چیز ہے یہ
غلط ہے بلکہ) یہ قرض ہے۔ (اور اسے ہر صورت میں ادا کرنا لازم ہے)
(ہدایہ ج ۳۔ کتاب العاریۃ، ص۲۷۸۔
چیز مانگ کر لینے والے کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اسے آگے کرایہ پر اٹھا دے۔ اگر اس نے
ایسا کیا اور چیز کو نقصان پہنچا تو اسے تاوان دینا پڑے گا۔
(ہدایہ ج ۳، کتاب العاریۃ) ص۲۸۰
یہ یاد رہے کہ جس چیز کی طرح کی چیز دے سکے، اس کا قرض لینا دینا جائز ہے۔ مثلاً گندم
انڈے روپیہ وغیرہ۔
جس چیز کی طرح کی چیز نہ دے سکے۔ اس کا قرض لینا دینا جائز نہیں مثلاً امرود، بکری وغیرہ
اس لیے کہ ہر امرود دوسرے امرود سے مختلف ہوتا ہے۔ اور ہر بکری دوسری بکری سے مختلف
کم یا زیادہ قیمت کی ہوتی ہے۔

اگر کسی نے برتن مانگ کر لیا تو وہ اس کے پاس امانت ہے۔ اگر حفاظت کے باوجود گم
جائے تو اس پر ذمہ داری نہیں۔
۶ حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے کسی کے پاس امانت رکھی (اگر حفاظت کے باوجود گم ہو جائے)
تو اس پر کوئی ہرجانہ نہیں۔
(سنن ابن ماجہ، ابواب الصدقات، باب الودیعۃ) ص۱۷۵۔

ہبہ، ہدیہ اور تحفہ کے احکام

اسلام میں ایک دوسرے کو ہدیہ۔ تحفہ دینا اور ہبہ کرنا جائز ہے۔ اور ان سب کا ایک ہی مفہوم ہے۔ بلکہ صدقہ بھی ایک قسم کا ہدیہ ہی ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے۔

۶ حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے اور اس کا بدل (یعنی دینے والے کو ہدیہ) عطا فرماتے۔

(صحیح البخاری ج ۱: کتاب الهدیۃ / باب المکافاۃ فی الهبۃ) ص ۳۵۲۔

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے مسلمان عورتو! تم میں سے کوئی اپنی پڑوسن کو حقیر نہ جانے چاہے (ہدیہ کے طور پر) بکری کا کھر ہی بھیجے۔ (صحیح البخاری ج ۱، کتاب الهبۃ وفضلها والتحریض علیها کی پہلی حدیث) ص ۳۴۹۔

اگر اولاد کو ہدیہ دے تو سب کو برابر دے۔ ایک کو دینا اور ایک کو محروم رکھنا سنگدلی ہے۔

۶ حضرت نعمان بن بشیر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے بچوں کے درمیان عدل کرو۔ اپنے بچوں کے درمیان عدل کرو۔ (یعنی سب کو برابر ہدیہ دو) ۔(سنن ابی داؤد ج ۲: کتاب البیوع / باب فی الرجل یفضل بعض ولدہ فی النحل / ص ۵۰۰۔

اگر دو پڑوسی ہوں اور چیز کم ہونے کے باعث ایک کو ہدیہ دینا چاہے تو قریب کے دروازے والا زیادہ حقدار ہے۔

۶ حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! میرے دو پڑوسی ہیں، کس کو ہدیہ دوں؟ آپ نے فرمایا۔ جس کا دروازہ تیرے زیادہ قریب ہو۔ (صحیح البخاری ج ۱: کتاب الهبۃ / باب بمن یبدأ بالهدیۃ) ص ۳۵۲۔

ہدیہ کے مسائل درج ذیل ہیں۔

ہدیہ ایک جائز عقد ہے۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک دوسرے کو ہدیہ دو، تمہاری آپس میں محبت بڑھے گی۔ اور اس پر اجماع ہے۔ اور ہدیہ صحیح ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے کو چیز دے (یا منہ سے نہ بولے) مگر لینے والے کے ہاتھ پر رکھ دے) اور لینے والا اسے قبول کر لے اور چیز پر قبضہ کر لے۔ اب ہدیہ درست ہوا۔

(ہدایہ ج ۳: کتاب الهبۃ) ص ۲۸۳۔

(یعنی ہدیہ یا ہبہ مکمل ہونے کے لیے تین باتیں ضروری ہیں۔ ۱۔ چیز دوسروں کے حوالے کرے
۲۔ لینے والا قبول کرلے چاہے زبان سے یا لے کر ۳۔ لینے والا چیز پر قبضہ کرلے۔ لیکن اگر چیز دی
مگر ابھی قبضہ نہیں کیا۔ تو لینے والا مالک نہیں۔ دینے والا ہی ابھی تک مالک ہے۔ یہ یاد رہے کہ صدقہ
بھی ہبہ کی طرح ہوتا ہے کہ قبضہ کرنے کے بعد لینے والا مالک شمار ہوگا۔)

"اگر لینے والے نے دینے والے کے الگ ہونے یا مجلس سے اٹھ کر چلے جانے کے بعد چیز پر
قبضہ کیا تو تب تک مالک نہیں ہوگا، جب تک دینے والا اس کی اجازت نہ دے دے۔"

(ہدایہ ج ۳، کتاب الھبۃ) ص ۲۸۳۔

اگر کسی نے اپنے حصہ دار کے مال سے ہبہ کیا تو وہ جائز نہیں۔

(ہدایہ ج ۳: کتاب الھبۃ) ص ۲۸۴۔

(اگر صندوق میں بند چیز دی۔ تو کنجی دینے کے بعد ہی لینے والا مالک ہوگا۔ گویا یہ قبضہ کے قائم مقام
ہے۔ اگر مکان ہبہ کرے تو صاف کہے کہ یہ تیرا ہے تم اس میں رہائش کرو۔ کوئی شبہ کی بات نہ رہ جائے
پھر مکان خالی کرکے اس کے حوالے کرے تو ہی مالک ہوگا۔

اگر ناقابل تقسیم چیز مثلاً چارپائی یا جانور کا نصف حصہ ہبہ میں دے دیا تو اب وہ چیز مشترک ہوگئی
اگر قابل تقسیم چیز ہبہ کی تو تقسیم کرنے کے بعد قبضہ دینے کے بعد ہی لینے والا مالک ہوگا۔
نابالغ لڑکی یا نابالغ لڑکا ہبہ کرے تو درست نہیں۔ نہ لینا جائز ہے۔ اور نہ دینا جائز ہے۔ یہ ضروری
ہے کہ ہبہ کرنے والا بالغ، چیز کا مالک اور عاقل ہو (دیوانہ نہ ہو) اور اپنے اختیار سے ہبہ کرے زبردستی
ہبہ نہ کرایا جائے۔

اگر کوئی سرکاری ملازم تنخواہ کے علاوہ لوگوں سے ہدیہ قبول کرے تو یہ رشوت کی ایک جدید
صورت ہے ہدیہ نہیں۔

۶ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو عامل بنا کر بھیجا جب واپس آیا تو بتایا کہ لوگوں نے مجھے یہ
ہدیہ دیا۔ آپ نے فرمایا: "یہ اپنے باپ یا ماں کے گھر میں کیوں نہ بیٹھ رہا۔ پھر دیکھتے کہ اسے
ہدیہ دیا جاتا ہے یا نہیں؟" (صحیح البخاری ج ۲: کتاب الاحکام باب ہدایہ العمال) ص ۱۰۶۴۔

چنانچہ جو سرکاری ملازم سرکاری منصب کی آڑ میں تحائف لیتے ہیں وہ رشوت خور اور حرام خور ہیں۔
ان کا یہ سارا مال ضبط کرکے اسلامی حکومت کے خزانے میں جمع کرانا ضروری ہے۔
اگر کوئی کسی کی سفارش کرکے سفارش کا معاوضہ لینے کی کوشش کرے وہ بھی غلط ہے۔

۶ حضرت ابو امامہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو اپنے بھائی کی سفارش کرے پھر اس (سفارش کے عوض) اسے ہدیہ دیا جائے اور وہ اسے قبول کرلے تو وہ سود کے دروازوں میں سے ایک بڑے دروازے پر آیا۔

(سنن ابی داؤد ج ۲، کتاب البیوع / باب الھدیۃ لقضاء الحاجۃ) ص ۴۹۹

ہدیہ دینے کے بعد اسے واپس لینا سخت بُری حرکت ہے۔

۶ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہبہ کر کے واپس لینے والا اس کتے کی طرح ہے جو قے کرتا ہے پھر دوبارہ قے کی طرف واپس آتا ہے۔ (یعنی اسے چاٹتا ہے)۔

(صحیح البخاری ج ۱، کتاب الھبۃ / باب ھبۃ الرجل لامرأتہ والمرأۃ لزوجھا / ص ۳۵۲۔

وصیت کے احکام

اگر اللہ تعالی کچھ مال عطا فرمائے تو انسان کو چاہیئے کہ وہ وصیت لکھ کر رکھے۔

۶ حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسلمان آدمی کے لیے مناسب نہیں کہ اس کے پاس کچھ چیز ہو جس کے بارے میں وصیت کی جائے تو اس پر دو راتیں گزریں اور اس کے پاس اس کے بارے میں تحریر شدہ وصیت نہ ہو۔

(صحیح البخاری ج ۱، کتاب الوصایا / شروع کی حدیث / ص ۳۸۲)۔

وصیت واجب نہیں البتہ مستحب ہے۔ اور ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت جائز نہیں۔ (کیونکہ وارثوں کو محروم کرنا ظلم ہے)۔ اللہ تعالی نے وارثوں کو وراثت میں حق دیا۔ اسے روکنا جائز نہیں)۔

(ہدایہ ج ۴، کتاب الوصایا / باب فی صفۃ الوصیۃ ما یجوز من ذلک وما یستحب منہ) ص ۶۵۴۔

البتہ اگر وارث سب بالغ ہوں اور وہ (کسی جبر کے بغیر تہائی سے زیادہ کی وصیت نافذ کرنے) کی اجازت دے دیں تو درست ہے)۔

(ہدایہ ج ۴، کتاب الوصایا۔ باب فی صفۃ الوصیۃ ما یجوز) ص ۶۵۵۔

مستحب یہ ہے کہ ایک تہائی کے اندر (متروکہ مال) میں وصیت کرے۔ چاہے وارث مالدار ہوں یا فقیر ہوں۔

(ہدایہ ج ۴، کتاب الوصایا / باب صفۃ الوصیۃ ما یجوز) ص ۶۵۷۔

اگر کوئی اعتراض کرے کہ اگر وارث فقیر ہوں تو وصیت نہیں کرنی چاہیئے۔ تاکہ انہیں مال ملے۔ جواب یہ ہے کہ مُردوں کو لوٹنے سے انسان مالدار نہیں ہوتے اگر فقیر نیک ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے مانگے۔ اور مردے کو مکمل طور پر بے اختیار نہ کرے۔ اور وارث بدمعاش ہے بدمعاش کی مدد سے کچھ فائدہ نہیں۔

ما حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری تیمارداری کرنے کے لئے تشریف لائے اور میں مکہ میں تھا۔ اور وہ (سعد رضی اللہ عنہ) اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ جس شہر سے ہجرت کر چکے اسی میں وفات ہو۔

آپ نے فرمایا: ابن عفراء پر اللہ تعالیٰ رحم کرے۔

میں نے عرض کیا! اے اللہ کے رسول میں سارا مال (صدقہ کرنے) کی وصیت کرتا ہوں۔

آپ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے عرض کیا: نصف کا۔

آپ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے عرض کیا ایک تہائی کا۔

آپ نے فرمایا: ایک تہائی (ٹھیک ہے) اور ایک تہائی بھی بہت ہے۔

اگر تم اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑ کر جاؤ یہ اس سے بہتر ہے کہ انہیں تنگ دست چھوڑ جاؤ اور وہ لوگوں کے سامنے مانگنے کے لیے ہاتھ پھیلاتے رہیں۔

اور تم جو بھی خرچ کرو گے وہ صدقہ ہے حتیٰ کہ اپنی بیوی کے منہ میں جو لقمہ ڈالو گے وہ بھی صدقہ ہے) اور شاید اللہ تعالیٰ تمہیں طویل عمر دے گا۔ پس لوگ تجھ سے فائدہ اٹھائیں گے دوسرے (کفار) تجھ سے نقصان پائیں گے اور اس وقت ان کی ایک ہی بیٹی تھی۔

(صحیح البخاری ج ۱ کتاب الوصایا باب ان یترک ورثتہ اغنیاء خیر من ان یتکففوا الناس) ص ۳۸۳

مندرجہ بالا حدیث میں تاکید ہوئی کہ کوئی فوت ہونے والا آدمی ایک تہائی سے زیادہ وصیت نہ کرے۔ اور باقی مال وارثوں کا ہے۔ اس روایت کے آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا بھی ذکر ہوئی چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ اس مرض سے شفایاب ہو گئے۔ اور اس کے بعد تقریباً چالیس برس سے زیادہ عرصہ تک زندہ رہے اور جہاد میں خوب حصہ لیا۔

وصیت کے چند ضروری مسائل درج ذیل ہیں۔

- جیسے کہ پہلے گزر چکا وصیت واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔
- ایک تہائی سے زیادہ کے لیے وصیت درست نہیں۔

- ایک بات یہ ہے کہ وصیت کرنیوالا وصیت سے (زندگی میں) رجوع کر سکتا ہے۔

(ہدایہ ج ۴: کتاب الوصایا باب صفۃ الوصیۃ مایجوز) ص ٦٦٠

- یہ ضروری ہے کہ جس کے لئے وصیت کرے وہ قبول کر لے۔

(ہدایہ ج ۴: کتاب الوصایا باب صفۃ الوصیۃ مایجوز النخ) ص ٦٥٨۔

- اگر کسی پر اس قدر قرض ہے کہ سارا مال قرض میں چلا جاتا ہے اگر وہ وصیت کرے تو اسکی وصیت نافذ نہیں ہوگی۔ کیونکہ وصیت سے پہلے قرض ادا کرنا ضروری ہے۔

(ہدایہ ج ۴: کتاب الوصایا، باب صفۃ الوصیۃ مایجوز النخ) ص ٦٥٨

- اگر کسی کے ذمہ نمازیں یا روزے، یا زکوٰۃ یا حج یا کوئی کفارہ باقی ہے کہ اس کے بارے میں حکم یہ ہے کہ پہلے انہیں ادا کرے۔
- جس نے اپنے اوپر حقوق اللہ ادا کرنے کے بارے میں وصیت کی۔ ان میں سے فرائض کو پہلے ادا کرے مثلاً حج یا زکوٰۃ یا (نماز اور روزے کے) کفارات وغیرہ۔

(ہدایہ ج ۴: کتاب الوصایا، باب العتق فی المرض) ص ٦٧٠

- وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں کیونکہ اس کا حق مقرر کر دیا گیا۔
- حضرت ابوامامہ باھلی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے حجۃ الوداع کے سال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ میں یہ فرماتے سنا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر حق والے کو اس کا حق عطا کر دیا کر دیا اب وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں۔ الحدیث

(جامع ترمذی ج ۲: ابواب الوصایا، باب ماجاء لا وصیۃ لوارث) ص ٣٢

البتہ اگر سب وارث کسی دوسرے وارث کے لیے اجازت دیدیں تو درست ہے۔ لیکن اگر بعض اجازت دیں اور بعض انکار کریں تو اجازت دینے والوں کے حصہ میں وصیت نافذ ہوگی۔ ان کو حق حاصل ہے کہ وہ دیدیں کیونکہ وہ اپنے اپنے حصوں کے مالک ہیں (مگر دوسروں پر جبر نہیں ہو سکتا)۔

(ہدایہ ج ۴: کتاب الوصایا، باب صفۃ الوصیۃ مایجوز) ص ٦٥٧۔

قاتل کے لیے وصیت درست نہیں چاہے وہ عمداً قتل کرے یا خطا سے قتل ہو جائے۔ جبکہ وہ قتل میں براہ راست ملوث ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قاتل کے لیے وصیت نہیں۔

(ہدایہ ج ۴: کتاب الوصایا، باب ما فی صفۃ الوصیۃ مایجوز من ذلک) ص ٦٥٦۔

مسلمان، کافر کے لئے اور کافر مسلمان کے لئے وصیت کرسکتا ہے۔
(بشرطیکہ اس میں اسلام اور مسلمانوں کے لئے کوئی ضرر نہ ہو۔)
(ہدایہ ج۴ کتاب الوصایا/ باب فی صفتہ الوصیتہ ا رخ ص: ۶۵۷

- مرنے کے بعد پہلے کفن ودفن کا انتظام کیا جائے۔ کفن دفن کرنے اور قرض ادا کرنے کے بعد اگر مال بچے تو وصیت نافذ ہوگی۔
- موت کی من گھڑت رسموں ختموں تیجے ساتے چالسویں پر مال خرچ کرنا حرام ہے کھانے والے حرام خور ہیں اور متروکہ مال سے کھلانے والے ایک طرح سے چور ہیں اس طرح موت کے بعد قبر پر حافظ بٹھانا اور ان کو اجرت دینا، قبر پختہ بنانا، قبہ تعمیر کرنا غلاف چڑھانا عرس کرنا سب حرام اور سخت گناہ ہے۔
- اگر کسی کے پاس حرام مال ہو تو اسکی موت کے بعد وارثوں کو چاہیئے کہ حرام مال کو مسترد کردیں اور قبول نہ کریں۔ حرام مال کھانے کے بعد اگر نیکی کی توفیق نہ ہو تو یہ مال نہیں بلکہ گندگی ہے۔

مضاربت کے مسائل

مضاربت ایک جائز معاملہ ہے اس کی صورت یہ ہے کہ ایک فریق مال لگاتا ہے اور دوسرا کام کرتا ہے اور نفع میں دونوں شریک ہوتے ہیں۔

ہدایہ ج۳ کتاب المضاربتہ ص: ۲۵۷

اس کی شرط یہ ہے کہ نفع میں دونوں شریک ہوں اور ایک کے لئے نفع میں مقررہ مقدار مقرر نہ ہو یعنی یہ نہ ہو کہ ایک کو مثلاً چار سو روپیہ ملیں گے اور باقی دوسرے کا۔ ایسا کرنے سے سود ہوجائے گا۔

ہدایہ ج۳ کتاب المضاربتہ ص: ۲۵۸

اور یہ ضروری ہے کہ مال والا رقم کو کام کرنے والے کے قبضہ میں دے دے اور مال لے کا اس پر کوئی قبضہ نہ رہے۔ (ہدایہ ج۳ کتاب المضاربتہ) ص: ۲۵۸

مضاربت کے لئے ضروری ہے کہ مال والا اسے کاروبار کرنے کی اجازت دے دے یا کہے: جیسی رائے ہو ویسے کرو۔ (ہدایہ ج۳ کتاب مضاربتہ) ص: ۲۵۹

جب مضاربت پر کام کا معاہدہ طے ہوگیا (اور مال دوسرے کے حوالے کر کے اجازت دے دی)

اجازت عام دے دی تو اب کام کرنے والے کو حق حاصل ہے کہ وہ خرید و فروخت کرے، وکیل بنائے
رکرے اور امانت رکھے اس لئے کہ یہ معاملہ مطلق اور عام ہے"

(ہدایہ ج کتاب المضارب ص: ۲۵۹)

(اجازت عام ہونے کی صورت میں) کام کرنے والے کو نقد ادھار خرید و فروخت کی بھی اجازت ہے۔

ہدایہ ج کتاب المضارب ص: ۲۶۷

(بشرطیکہ مال والا ادھار دینے سے منع نہ کرے)

مضاربت کے مال میں کچھ سامان مال کے مالک کو دیا پھر مال والے نے خرید و فروخت کی تو یہ مضاربت
ا رہو گی۔

(ہدایہ ج کتاب المضاربۃ) ص: ۲۶۸

اگر مال والا ایک مقررہ شہر میں کاروبار کرنے یا مقررہ چیزیں کاروبار کرنے میں اجازت دے تو اس سے
آگے بڑھنا جائز نہیں۔

(ہدایہ ج کتاب المضاربۃ ص: ۲۶۰

اگر مضاربت کا مال برباد ہو گیا تو تلف ہونے والی رقم نفع میں سے کاٹی جائے گی، اصل میں سے نہیں،
لیکن اگر نفع سے زیادہ مال تلف ہو گیا۔ تو کام کرنے والے پر کوئی تاوان نہیں ہو گا کیونکہ وہ امین ہے۔

(اور امانت تلف ہونے سے ضمان لازم نہیں ہوتی)

ہدایہ ج کتاب المضاربۃ) ص: ۲۶۶

اگر مال والے نے کام کرنے والے کو معزول کر دیا اور اسے اپنے معزول ہونے کا علم نہیں تو علم نہ ہونے
تک تمام خرید و فروخت جائز ہو گی۔ ۔ ۔ ۔ اور اگر معزول ہونے کا علم ہو گیا اور رقم بھی سامان تجارت کی صورت میں
ہے تو اسے فروخت کرنے کا اختیار ہے (تاکہ مالک کیلئے رقم مہیا کر سکے اور خود بھی اس نفع میں سے اپنا حصہ
وصول کر سکے۔)

(ہدایہ ج کتاب المضاربۃ) ص: ۲۶۵، ۲۶۶

اگر مال والا یا کام کرنے والا وفات پا گیا تو مضاربت ختم ہو گئی اور اگر خدا نہ کرے مال اسلام سے ہٹ
کر مرتد ہو گیا اور دار الحرب (کفار کے علاقہ) میں چلا گیا تو مضاربت ختم ہو گئی"

(ہدایہ ج کتاب المضاربۃ ص: ۲۶۵)

وکیل بنانے کے احکام

- ہر وہ مرحلہ جو انسان خود کر سکے اس میں وکیل بنانا جائز ہے۔
- نزاعات میں وکیل بنانا بھی جائز ہے۔

- البتہ (زنا اور چوری وغیرہ) کی حدود (سزا) اور (قتل کے) قصاص کے مقدمات میں وکیل بنانا درست نہیں (وہاں پر ملزم کا موجود ہونا ضروری ہے)

(ہدایہ ج۳ کتاب الوکالۃ ص: ۱۷۷)

- وکالت میں یہ ضروری ہے کہ مؤکل مملوکہ چیز میں تصرف کرنے کا اہل ہو یعنی چیز کا مالک ہو اور وکیل ہونے میں یہ شرط ہے کہ وہ معاملات کو سمجھتا ہو اور کام کرنے کا ارادہ کرے۔ اگر بچہ بے شعور یا ہے تو اس کی وکالت درست نہیں۔ (ہدایہ ج۳ کتاب الوکالۃ ص: ۱۷۹)

- جو کسی کو کسی چیز کے خرید و فروخت میں وکیل بنائے اسے لازم ہے کہ وہ اس چیز کا نام لے صفت اور قیمت وغیرہ بتائے تاکہ کچھ بات غیر واضح نہ رہنے پائے اور یہ کہہ دے کہ یہ وکالتِ عامہ (مختار نامہ عام) جو مناسب سمجھو میرے لئے خرید و فروخت کرے اب اس نے وکیل کی رائے پر معاملہ چھوڑ دیا۔

(ہدایہ ج۳ کتاب الوکالۃ، باب الوکالۃ بالبیع والشراء) ص: ۱۸۱

- وکیل کو اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ مؤکل کی رضامندی کے بغیر اس معاملہ میں دوسرے کو وکیل بنائے۔

(ہدایہ ج۳ کتاب الوکالۃ باب الوکالۃ بالبیع والشراء) ص: ۱۹۲

- مؤکل کو حق حاصل ہے کہ وہ وکیل کو معزول کر دے۔
- اگر وکیل کو اپنے معزول ہونے کا علم نہ ہو تب تک اس کی وکالت درست ہے اور اس کے تصرفات جائز ہوں گے۔
- اگر مؤکل وفات پا جائے یا دیوانہ ہو جائے یا خدانہ کرے کہ مرتد ہو کر دار الحرب (کفار کے علاقہ) میں چلا جائے تو اس کی وکالت ختم ہو جائے گی۔

(ہدایہ ج۳ کتاب الوکالۃ باب عزل الوکیل) ص: ۱۹۹

- جس نے کسی چیز میں کسی کو وکیل بنایا پھر جس میں وکیل بنایا تھا اس میں خود تصرف کرنے لگا تو وکالت ختم ہو گئی۔ (ہدایہ ج۳ کتاب الوکالۃ باب عزل الوکیل) ص:

آج کل عام مقدمات میں سرکاری طور پر وکیل کرنے کی جو پابندی ہے یہ غلط ہے۔ مدعی یا مدعی علیہ اگر چاہے تو وکیل کریں۔ ورنہ قاضی کے سامنے خود بات کریں جس کو جبراً وکیل کرنے پر مجبور کیا گیا وہ مظلوم اور وکیل ...

بیع سلم کے احکام

(بیع سلم جائز ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً کسی کو پچاس روپے دیئے اور کہا کہ فلاں تاریخ تجھ سے

۔ من گندم لوں گا۔ نرخ روپے دیتے وقت طے کر لئے اور گندم کی مقدار اور وقت بھی مقرر کر لیا۔ اب اس نرخ قررہ وقت میں اور مقررہ مقدار میں گندم دینی ہوگی۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو وہاں کے لوگ پھلوں میں (اس طرح سودا کرتے تھے) کہ دو سال یا تین سال کی رقم پہلے دے دیتے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

جو کسی چیز کی پیشگی (نرخ طے کر کے) رقم دے تو یہ طے کرلے۔

۱۔ ناپ متعین کرے۔ ۲۔ وزن متعین کرے۔ ۳۔ اور مدت متعین کرے۔

(صحیح البخاری ج کتاب السلم / باب السلم الی وزن معلوم) ص : ۲۹۹

یہ خرید و فروخت تمام وزن کی جانے والی یا ناپ کر کے فروخت کی جانے والی اشیاء میں جائز ہے جبکہ یہ طے لیے جائیں کہ اتنے گز ہوگا۔ یہ مارکہ ہوگا۔ الغرض یہ ضروری ہے کہ (چیز کی مکمل تعریف کر دی جائے) کچھ بات غیر واضح نہ رہے۔

اس طرح جو چیزیں گن کر فروخت کی جاتی ہیں اور ان کے درمیان فرق نہیں ہوتا یعنی ایک جیسی ہوتی ہیں انڈے اور اخروٹ وغیرہ ان میں یہ کاروبار درست ہے۔ مگر انار اور تربوز وغیرہ کہ جن میں بہت فرق ہوتا ہے ان میں بیع کہنا کہ اس قدر انار خریدے) یہ درست نہیں۔

(ہدایہ ج باب السلم) ص : ۹۲

اس طرح جانوروں ۔ ۔ ۔ ۔ ان کے اعضاء مثلاً سر، چمڑا اور لکڑی کے گٹھوں میں درست نہیں (کیونکہ ان میں بہت فرق ہوتا ہے)

(ہدایہ ج ص : ۹۳)

الغرض جس کی صفت اور مقدار وغیرہ ہر بات مکمل طور پر طے کی جا سکتی ہو۔ (اسے طے کر لینے کے بعد) اس کی بیع سلم جائز ہے۔

(ہدایہ ج۳ باب السلم) ص : ۱۰۰

جب کسی سے کوئی چیز سلم کے طریقہ پر خریدے تو جدا ہونے سے پہلے فروخت کرنے والا مال پر قبضہ کرلے (ورنہ یہ بیع درست نہ ہوگی۔

(ہدایہ ج۳ باب السلم ص : ۹۶

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بیع سلم میں سات شرطیں لازم ہیں ورنہ بیع درست نہ ہوگی۔

۱۔ جنس مقرر کر دی جائے مثلاً گیہوں یا جو کیا چیز خرید رہا ہے؟

۲۔ اس کی قسم واضح کر دی جائے کہ مثلاً سیلاب کے صاف پانی سے سیراب ہوئی یا عام گندے پانی سے۔

۳۔ اس کی صفت بتا دی جائے کہ عمدہ ہوگی یا کم درجہ کی، دانہ موٹا یا پتلا (یعنی اس زمانہ میں ہر غلہ جس نام

سے معروف ہوتا کہ اس کی وضاحت ہو جائے۔ مثلاً باسپتی وغیرہ)

۴۔ مقدار معلوم ہوگا۔ کہ (کس مقدار میں لے گا) اور اگر پیمانے یا ناپ مختلف استعمال ہوتے ہوں تو ناپ یا پیمانے کا ناپ لے تاکہ شبہ نہ رہے۔

۵۔ مدت مقرر ہو کہ کب چیز دے گا؟

۶۔ رقم کی مقدار معلوم ہو کہ (اس قدر ناپ یا وزن میں چیز ہوگی اور یہ کل قیمت ہوگی)

۷۔ اگر چیز اٹھا کر لے جانے میں اخراجات کی ضرورت ہو تو چیز دینے کا مقام مقرر ہو۔ امام ابویوسف فرماتے ہیں۔ کہ اگر مال مقرر ہو تو کل رقم کے نام لینے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی ادائیگی کے مقام کے تعین کی ضرورت ہے بلکہ جس جگہ معاہدہ کرے اسی جگہ میں ادا کرے۔

(ہدایہ ج باب السلم) ص : ۹۵

یہ بھی ضروری ہے کہ سودا کرنے کے بعد سے لے کر ادائیگی کے دن تک کے درمیانی زمانہ میں چیز بازار میں رہے اور بالکل نایاب ہو جائے۔

جبری خرید و فروخت غلط ہے

خرید و فروخت میں زبردستی کرنا درست نہیں رضامندی کے بغیر جو خرید و فروخت ہوگی وہ باطل ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّآ أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ ۚ (اے ایمان والو، آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق کھاؤ مگر یہ کہ آپس کی خوشی سے تجارت ہو۔ (النساء - ۲۹)

جب کسی آدمی کو اس کا مال فروخت کرنے یا کسی چیز کے خریدنے پر (اس کی رضامندی کے بغیر) مجبور کیا جائے یا کسی آدمی کے لئے اس سے (مثلاً) ایک ہزار (روپیہ قرض) کا اقرار کرایا جائے یا اس کے مکان کے کرایہ میں اس پر جبر کیا جائے اور یہ جبر قتل (کی دھمکی) کے ذریعہ یا سخت مار کے ذریعہ یا قید کرنے کے ذریعہ کیا جائے (اور قتل یا مار کے ڈر سے) فروخت کردے یا خرید لے تو یہ بیع باطل ہے اس لئے) اسے (بعد میں) اختیار ہے کہ خرید و فروخت جائز قرار دے اور چاہے تو معاملہ توڑ دے اور (زبردستی کے ساتھ فروخت شدہ چیز واپس لے لے اس لئے کہ خرید و فروخت اور نہر) معاملہ میں باہمی رضامندی کی شرط ضروری ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِلَّآ أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ

اور ان چیزوں (قتل یا مار یا قید وغیرہ) کے ذریعہ زبردستی کرنا رضامندی نہیں ہے اس لئے یہ

(غلط) ہے۔ (ہدایہ ج کتاب الاکراہ) ص ۳۴۶

البتہ اگر قیمت لیتے وقت زبردستی نہیں تھی (تو بیع درست ہوگی) اور اس طرح قیمت دیتے وقت رضامند (تو بھی بیع درست ہے) اس لئے کہ یہ اجازت کی دلیل ہے۔

(ہدایہ ج کتاب الاکراہ) ص : ۳۴۷

شفعہ کے مسائل

چیز میں شریک اور پڑوس وغیرہ کو شفعہ کا حق حاصل ہے تاکہ اگر کوئی مکان یا چیز ایسے آدمی کے ہاتھ فروخت کرے شریک یا پڑوسی کے لئے موذی ثابت ہو تو پڑوسی کو ایذاء سے بچایا جائے۔

حضرت سمرۃ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھر کا پڑوسی، گھر کا زیادہ حقدار ہے۔

(جامع ترمذی ج ابواب الاحکام / باب ماجاء فی الشفعۃ) ص : ۲۵۳

فروخت کی جانے والی چیز میں حصہ دار پھر فروخت کی جانے والی چیز کے حق میں حصہ دار مثلاً پانی اور راستہ لے) پھر پڑوسی کے لئے شفعہ کا حق ہے اور ان سب کا ترتیب وار حق ہے۔

(ہدایہ ج کتاب الشفعۃ) ص : ۳۸۹

یعنی اگر ایک چیز مثلاً مکان یا زمین فروخت کی جائے تو اس مکان یا زمین کے دو حصہ دار ہوں تو سب سے پہلے مکان یا زمین کے حصہ دار کو شفعہ کا حق حاصل ہے اگر وہ انکار کردے اور مکان یا زمین نہ خریدے تو جس کا راستہ اس فروخت ہونے والے مکان یا زمین کی طرف ہے وہ اس شفعہ کا حقدار ہے تاکہ اس کا راستہ یا پانی بند نہ ہو جائے اور اگر وہ بھی نہ خریدے تو پھر مکان یا زمین کا پڑوسی شفعہ کا حقدار ہے یہ حقوق ترتیب وار ہیں۔

"یہ بھی یاد رہے کہ چیز کے فروخت ہونے کے بعد شفعہ لازم آتا ہے"

جب شفعہ کے حقدار کو چیز کی فروختگی کا علم ہوا تو وہ اس مجلس میں شفعہ کا مطالبہ کرے اگر شفعہ کے حقدار کو فروخت کی خبر ملی اور اس نے شفعہ کا مطالبہ نہ کیا تو اس کا حق ختم ہوگیا۔

(ہدایہ ج باب طلب الشفعۃ والخصومۃ فیہا) ص ۳۹۲

جب شفعہ کے حقدار نے فروختگی کا علم ہونے پر باوجود قدرت کے مطالبہ چھوڑ دیا تو شفعہ کا حق ختم ہوگیا۔۔۔

اس طرح اگر شفعہ کا حقدار وفات پا گیا تو بھی حق ختم ہوگیا لیکن اگر خریدار وفات پا جائے تو شفعہ کا حق موجود ہے۔

کیونکہ حقدار زندہ ہے۔

(ہدایہ ج باب ما یبطل بہ الشفعۃ) ص: ۴۰۶

(یاد رہے مکانات اور زمین میں حق شفعہ ہے) مگر سامان (اور جانوروں) اور کشتیوں میں شفعہ کا حق نہ

(ہدایہ ج باب یبطل بہ الشفعۃ) ص: ۴۰۲

(کیونکہ شفعہ کا حق پڑوسی یا حصہ دار کو ایذاء سے بچانے کے لئے دیا گیا مگر جانور اور کشتی کو دوسری جگہ منتقل کرکے خود بھی ایذاء سے بچ سکتا ہے مگر مکان یا زمین کو منتقل نہیں کیا جا سکتا سوائے اس کے کہ اسے فروخت ہی کر دیا جائے)

گروی رکھنے کے احکام

کچھ سونا یا چاندی یا مکان یا زمین یا چیز گروی رکھ کر قرضہ لینا جائز ہے تا کہ نہ دینے کی صورت میں گروی رکھی چیز سے قرض وصول کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

فَرِهَانٌ مَّقْبُوضَةٌ (تو گروی پر قبضہ رکھا جائے۔) (البقرۃ - ۲۸۳)

۶ حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے ادھار غلہ خریدا اور اس کے پاس اپنی زرہ گروی رکھی صحیح البخاری ج باب الرھن فی الحضر (باب من رھن له

(کتاب البیوع (باب شری الامام الحوائج بنفسہ) ص: ۲۸۱

رہن یعنی گروی رکھنے کے مسائل درج ذیل ہیں۔

رہن تب مکمل ہوگا۔ جبکہ گروی رکھنے والا اور لینے والا دونوں قبول کرلیں اور چیز پر قبضہ کرلیا جائے جب تک قبضہ نہ کرے تب تک گروی رکھنے والے کو اختیار ہے چاہے تو چیز حوالے کرے اور نہ چاہے تو گروی رکھنے سے انکار کردے۔ (ہدایہ ج کتاب الرھن) ص: ۵۱۶

جب اس نے چیز حوالے کردی اور دوسرے نے قبضہ کرلیا اب وہ اسی کی ذمہ داری میں داخل ہوگئی۔ (ہدایہ کتاب الرھن) ص: ۵۱۷

رہن تب ہی صحیح ہو سکتا ہے کہ چیز گروی میں رکھنے کے ساتھ ہی قرض کی رقم دوسرے کے حوالے کردے۔ (ہدایہ ج کتاب الرھن) ص: ۵۱۹

(اگر چیز گروی رکھ لی اور اس کے بدلے میں مطلوبہ قرض کی رقم ادا نہ کی تو یہ کوئی رہن نہ بلکہ

ب ہے اور چیز کا واپس کرنا ضروری ہے) جس کے پاس چیز گروی رکھی جائے وہ خود کی اس کی حفاظت
ے یا اسکی بیوی، اور بچے اور اس کے ذاتی خادم جو کہ اس کی عیالداری میں داخل ہیں حفاظت کریں
ب درست ہے اگر کسی دوسرے نے حفاظت کی جو اس کی عیالداری میں داخل نہیں یا اس نے کسی
رے کے پاس امانت رکھ دی تو (تلف ہونے کی صورت میں) اس کی مکمل قیمت دینا لازم ہوگا۔

(ہدایہ ج۴ کتاب الرھن) ص: ۵۲۲

کھجور کا درخت نکال کر صرف اس کے پھل یا زمین چھوڑ کر صرف فصل کو گروی رکھنا جائز نہیں۔

(ہدایہ ج۴ باب مایجوز ارتھانہ الخ) ص: ۵۲۵

جس گھر میں گروی شدہ چیز کی حفاظت کی جائے اس کا کرایہ اس پر لازم ہے جس کے پاس چیز گروی رکھی
ی ہے اور گروی چیز کی حفاظت کرنے (اور اگر جانور گروی رکھا ہے) تو اس کے چرانے اور کھانے پینے کے
جات گروی رکھنے والے پر پڑیں گے۔

(ہدایہ ج۴ کتاب الرھن) ص: ۵۲۳

جس کے پاس چیز گروی رکھی جائے اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ گروی رکھی ہوئی چیز سے نفع حاصل کرلے
خدمت لے، یا رہائش رکھے یا پہنے جب تک کہ مالک اجازت نہ دے۔ اس لئے کہ گروی چیز تو صرف
انت کے طور پر) کسی نفع کے بغیر روک رکھی ہے نہ ہی وہ اسے گروی رکھنے والے کے اختیار دینے کے بغیر
ت کرسکتا ہے، نہ ہی اسے کرایہ پر اٹھا سکتا ہے اور نہ ہی اسے کسی کو مستعار دے سکتا ہے۔

(ہدایہ ج۴ کتاب الرھن) ص: ۵۲۲

(اگر اس نے چیز کرایہ پر دی یا مکان کرایہ پر دیا تو قرض کی رقم سے وہ کرایہ کی مقدار کم کرنا ضروری ہے
رنہ حرام ہوگا اگر دودھ دینے والا جانور گروی رکھا تو دودھ مالک کا ہے اور چارہ بھی مالک کے ذمہ ہے اگر
روی لینے والے نے دودھ خود پیا یا فروخت کیا تو اس قدر رقم قرض سے کم کرے ورنہ حرام کھایا)

اگر گروی رکھی ہوئی چیز گم ہوگئی تو اب اگر قرض کی مقدار اور گروی رکھی ہوئی چیز کی قیمت دونوں برابر تھے تو قرض
ادا ہوگیا (اب دونوں میں سے کسی کے ذمہ کچھ لازم نہ رہا) اور اگر گروی رکھی ہوئی چیز کی قیمت زیادہ تھی تو زائد
رقم اس کی امانت ہے (جب چاہے واپس لے لے) اور اگر گروی شدہ چیز کی قیمت کم تھی تو اس قدر قرض ادا ہوا
(باقی قرض ادا کرے یا معاف کرائے)

(ہدایہ ج۴ کتاب الرھن) ص: ۵۱۹، ۵۲۰

جس کے پاس چیز گروی رکھی گئی اگر اس نے زیادتی کرکے (خود چیز کو تلف کردیا) تو اس کی مجموعی قیمت
ادا کرنا ضروری ہے۔ جیسے کہ غصب کرنے کی سزا ہے (ہدایہ ج۴ کتاب الرھن) ص: ۵۲۲

اگر رہن رکھنے والے نے چیز کو فروخت کر دیا تو جب تک وہ اجازت نہ دے جس کے پاس چیز رہن تھی تب تک فروخت موقوف رہے گی اگر اس نے اجازت دے دی تو بیع درست ہوگی

(ہدایہ ج۴ کتاب الرھن / باب التصوف فی الرھن والجنایۃ علیہ الخ) ص : ۵۴۱
جس کے پاس چیز گروی رکھی ہوئی ہے اگر وہ قرض چکانے کا مطالبہ کرے تو قرض چکانے کا حکم دیا جائے
اگر زمین گروی رکھی اور اس پر خراج تھا تو یہ اس پر لازم ہے کہ جس نے زمین گروی رکھی کیونکہ خراج دراصل
کے مالک ہونے پر ہے۔ (ہدایہ ج۴ کتاب الرھن) ص : ۵۲۴
(اور عشر تو فصل پر ہوتا ہے اگر فصل بویا گیا تو عشر فصل سے لیا جائے گا۔)

گری پڑی چیز کے احکام

اگر کسی کو کوئی چیز گری پڑی مل جائے تو سب سے مناسب بات یہ ہے کہ مسلمان حاکم کے پاس یا پولیس کو اطلاع دے تاکہ سرکاری ذمہ داری میں چیز آسانی کے ساتھ مالک تک پہنچ جائے چیز اٹھانے والا یا حکمران ایک سال تک اس کی تشہیر کرے۔ اگر مالک مل جائے تو چیز اسے دے دی جائے ورنہ اصل مالک کی طرف سے اسے صدقہ کر دیا جائے۔ ہدایہ میں اس کے بارے میں بتایا گیا۔

" لقطہ (گری پڑی چیز مل جائے تو یہ) ایک امانت ہے جب اٹھانے والا یہ دیکھے کہ اسے اٹھا کر اس کی حفاظت کرے گا اور مالک کو واپس کر دے گا (تو درست ہے) ایک سال تک اس کی تشہیر کرے۔ امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کا قول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! جو کوئی کسی گری پڑی چیز اٹھائے وہ بغیر فصل ایک سال تک اس کی تشہیر کرے (اخرجہ اسحاق بن راھویہ) اگر مالک آجائے تو اسے دے دے ورنہ مالک کو ثواب پہنچانے کی نیت سے اس کی طرف سے صدقہ کر دے اور اگر صدقہ کرنے کے بعد مالک آجائے تو مالک کو اختیار ہے کہ صدقہ رہنے دے اور ثواب حاصل کرے اور چاہے تو چیز اٹھانے والے سے وصول کرے (اب ثواب چیز اٹھانے والے کو ملے گا اور مناسب بات یہ ہے کہ معاملہ مسلمان حکمران کے سپرد کر دے تاکہ اس کی حفاظت اور ادائیگی میں آسانی رہے البتہ کفار حکمران خود بددیانت ہوتے ہیں ان پر اعتماد کرنا مناسب نہیں)

(ہدایہ ج۲ کتاب اللقطہ ملخصاً) ص : ۶۱۳-۶

غنیمت کے احکام

"اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر جہاد کے ذریعہ حاصل ہونے والے مال یعنی غنیمت کو حلال اور بہت ہی پاکیزہ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

کلوا مما غنمتم حلالاً طیباً ز صلے (پس جو مال تمہیں غنیمت میں حلال پاکیزہ ملا اسے کھاؤ۔)

(الانفال - ۶۹)

افسوس جب سے جہاد بند ہوا۔ حلال پاکیزہ مال بھی غائب ہوا۔ اور مسلمانوں کا رعب ختم ہوا۔ اور مسلمان تعداد میں ہونے کے باوجود پریشان حال ہیں اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ آج کے بیشتر مسلمان ہونے کے دعویدار ملک میں اسلامی قوانین کی بجائے کفار کے قوانین نافذ ہیں کتاب و سنت سے دور اور شرک اور بدعت کے قریب برائی عام ہے اور دنیا کے مال کی حرص چھائی ہوئی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان حاکم اسلام کا صرف دعویٰ کرتا مگر اسلامی قوانین نافذ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا اور ٹال مٹول سے کام لیتا رہتا ہے بعض ممالک میں شرک و بدعت کی حفاظت کے لئے محکمہ اوقاف سے کام لیا جاتا ہے کہ بزرگان دین کی قبروں پر عرس لگائے جاتے ہیں۔ ان پر نذر نیاز دی جاتی ہے حالانکہ یہ صاف شرک ہے اور شرک کے محافظ اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتے ہیں اور یہ سب عاشقان رسول ہونے کے دعوے کی آڑ میں کرتے ہیں۔

چہ دلاور است دزدکہ بکف چراغ دارد

اموالِ غنیمت کے بارے میں اس باب کے آخر میں حکومت کے ذرائع آمدنی کے باب میں تفصیل سے تحریر کیا جائے گا۔

انشاء اللہ تعالیٰ

وراثت کا بیان

اگر اللہ تعالیٰ کسی کی وراثت سے اسلام کے قوانین کے مطابق مال عطا کرے اور وہ بھی حلال ہے البتہ اگر یہ یقین ہو کہ مرنے والے کا مال حرام ذرائع سے حاصل کردہ تھا تو اس میں سے اپنا حصہ نہ لے اس لئے حرام مال گندگی ہے اور گندگی سے بچنا سب سے زیادہ ضروری ہے شرک کرنا عقیدہ کی گندگی ہے اور حرام مال اعمال میں گندگی ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں سب سے پہلا ضروری کام شرک و بدعت کی گندگی اور حرام غذا اور حرام لباس کی گندگی سے بچنا ضروری کام ہے۔ الغرض تجارت، حراثت، ملازمت، ہبہ اور وراثت وغیرہ جس

طرح سے بھی جائز انداز پر اور حلال مال حاصل ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اور حلال مال حاصل کر کے اسے جا
اسلام کی تبلیغ اور عبادات مکمل کرنے میں خرچ کرنا اور صدقات میں لگانا اس کا شکر ہے اگر شکر کیا تو زیادہ
اور اگر نافرمانی میں لگایا تو سزا ملے گی اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ۔ (البتہ اگر تم شکر گذاری کرو گے تو اور زیادہ دوں گا۔)
(ابراہیم۔ ۷)

وقف کا بیان

جب کوئی شخص (کسی مکان، زمین یا چیز) کو وقف کرے تو اللہ تعالیٰ کی خالص ہونے کے باعث اس شخص کی
ختم ہو جاتی ہے اور اس کا نفع بندوں کو پہنچتا ہے اب وہ چیز وقف ہو گئی ہے اس کو فروخت نہیں کیا جا
نہ ہی کسی کو ہبہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی وراثت میں منتقل ہوتی ہے۔

(ہدایہ ج ۲ کتاب الوقف) ص: ۶۳۷

۶ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضرت (عمر رضی اللہ عنہما) کو خیبر میں زمین ملی وہ حضور
علیہ وسلم کے پاس آپ کا حکم معلوم کرنے کے لئے آئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! مجھے ...
زمین ملی ہے ایسا عمدہ مال مجھے کبھی نہیں ملا آپ مجھے کیا حکم فرماتے ہیں؟
آپؐ نے فرمایا: چاہو تو اصل روک لو اور اس کے ذریعہ صدقہ کرو۔ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے اسے صد
کر دیا۔ (یعنی وقف کر دی) کہ اصل فروخت نہ ہوگی نہ ہی وراثت میں جائے گی اور نہ ہبہ ہوگی۔
راوی بتاتے ہیں کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے فقراء، رشتہ داروں، مقروضوں (یا غلام آزاد کرنے)
اللہ کی راہ میں، مسافروں اور مہمانوں کی (ضروریات) میں صدقہ کیا (اور یہ فیصلہ کیا) کہ جو اس کی دیکھ بھال کرے
اس پر کوئی حرج نہیں کہ مناسب طریقہ پر کھائے (غبن نہ کرے) یا دوست کو کھلائے مگر اس میں مالدار بننے
پائے (یعنی بے تحاشا غبن کر کے مال ہڑپ نہ کرے) ..... الحدیث

(صحیح المسلم ج ۲ کتاب الوصیۃ/باب الوقف) ص: ۴۱

وقف کے مسائل درج ذیل ہیں۔
(مکان، چیز) اور زمین کا وقف جائز ہے۔

(ہدایہ ج ۲ کتاب الوقف) ص: ۶۳۹

امام ابو حنیفہؒ کا قول یہ ہے کہ وقف کرنے والے کی ملکیت حاکم کے فیصلہ کرنے یا اس کی موت پر

ائل ہوتی ہے۔ (ہدایہ ج۲ کتاب الوقف) ص : ۶۳۶

مگر ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ محض قول (کہ میں نے وقف کیا) پر اس کی ملکیت ختم ہو جائے گی۔

(ہدایہ ج۲ کتاب الوقف) ص : ۶۳۷

(عام اوقاف کے فوائد بندوں کو ملتے ہیں) مگر مسجد کا معاملہ جدا ہے اس لئے کہ اسے خالص اللہ تعالیٰ

(عبادت) کے لئے بنایا گیا۔

سے بندوں کو ذاتی) نفع حاصل کرنا جائز نہیں (سوائے عبادت کے)

(ہدایہ ج۲ کتاب الوقف) ص : ۶۳۷

البتہ دوسرے اوقاف کے ساتھ بندوں کے حقوق ختم نہیں ہوتے۔

(ہدایہ ج۲ کتاب الوقف) ص : ۶۳۷

(مسجد بنانے کا بہت ثواب ہے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ جنت میں گھر بن گیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے)

روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔

جس نے اللہ (کی رضا) کی خاطر مسجد بنائی اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے جنت میں ویسا گھر بنا دیا۔

(جامع ترمذی ج۱ ابواب الصلوٰۃ) ص : ۴۳

جب مسجد بنائے تو اس کی ملکیت تب ہی ختم ہو گی کہ وہ لوگوں کو راستہ دے کہ اپنی ملکیت ختم کرے اور لوگوں

(کو) اس میں نماز پڑھنے کی اجازت دے، جب اس میں ایک آدمی بھی نماز پڑھ لے تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے

نزدیک اس کی ملکیت ختم ہو گئی۔ (ہدایہ ج۲ کتاب الوقف) ص : ۶۴۴

اگر کسی نے تہ خانہ کے نیچے حصہ کو مسجد بنا لیا یا مکان کے اوپر مسجد بنالی اور اس کا دروازہ عام راستہ کی

طرف کر دیا اور اسے اپنی ملکیت سے الگ کر دیا (پھر بھی) اسے اجازت ہے کہ اسے فروخت کرے اور اگر فوت ہو گیا

تو وراثت میں جائے گی کیونکہ ابھی تک اس کے ساتھ بندے کا حق متعلق ہے (کیونکہ ذاتی مکان پر یا نیچے کی زمین

الگ تھلگ مکمل مسجد نہیں ہوتی) البتہ اگر تہ خانہ مسجد کے فوائد کے لئے ہو تو پھر (مسجد کو وقف) کرنا جائز ہے

جیسے کہ بیت المقدس کی مسجد میں ہے۔ (ہدایہ ج۲ کتاب الوقف) ص : ۶۴۴

اس طرح اگر کسی نے اپنے گھر کے درمیان مسجد بنا دی اور لوگوں کو اس میں آنے کی اجازت دی پھر بھی اسے

فروخت کرنے کی اجازت ہے اور وراثت میں بھی جائے گی۔

(ہدایہ ج۲ کتاب الوقف) ص ۶۴۵

اگر کوئی آدمی مسلمانوں کے لئے (پانی) کی چھپیل (یا جگہ) بنائے۔ یا سرائے بنا دے کہ مسافر مفت میں ٹھہریں

یا (فقراء کے لئے) وقف مکان بنا دے یا اپنی زمین کو قبرستان کے لئے وقف کر دے تو اس کی ملکیت
ختم ہوگی جب کہ حاکم اس کا فیصلہ کرے۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے۔

(ہدایہ ج ۲ کتاب الوقف) ص : ۶۴۵

البتہ قاضی ابویوسفؒ کے نزدیک اس کے قول (کہ میں نے وقف کی) کے ساتھ ہی ملکیت ختم ہوجا

(ہدایہ ج ۲ کتاب الوقف) ص : ۶۴۶

البتہ اگر کوئی شخص اپنی مرضِ وفات میں وقف کرے تو امام طحاوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ موت کے
بعد وصیت کے مسئلے کی طرح ہے، اس لئے ایسی صورت میں ایک تہائی مال متروکہ میں وصیت نافذ ہوگی
(باقی مال وارثوں کا) یہ ابویوسفؒ اور محمدؒ کے نزدیک ہے۔

(ہدایہ ج ۲ کتاب الوقف) ص : ۶۳۸

زراعت اور اس کے احکام

کھیتی باڑی بھی غذا حاصل کرنے، ضروریاتِ زندگی اور مال کمانے کا ایک مؤثر اور حلال ذریعہ ہے
ممالک میں کھیتی باڑی وہاں کے معاشرے میں ایک مرکزی حیثیت رکھتی ہے مختلف غلے، درخت، پھل
اور غذائیں جو کہ انسانی ضروریات کے بیشتر حصہ پر مشتمل ہوتی ہیں یہ سب کھیتی باڑی کے ذریعہ ہی حاصل
ہوتی ہیں۔

اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ وہ ملک میں پیداوار کے درمیان توازن قائم رکھنے اور مزارعین کے
مفادات کی حفاظت کرنے کے سلسلہ میں ضروری اقدامات کرے کھیتی باڑی اگر اس نیت سے کی جائے کہ مسلمانوں
کو کھانے پینے کی فراوانی ہو تو یہ بھی ایک نیکی ہے۔

● حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!
جو مسلمان بھی کوئی پودا لگائے یا فصل کاشت کرے پھر کوئی پرندہ یا انسان یا چوپایہ اس میں سے کھائے
تو وہ اس کے لئے صدقہ ہے۔

(صحیح البخاری ج ۱ ابواب الحرث والمزارعۃ وماجاء فیہ) ص : ۳۱۲

● حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! جو مسلمان بھی
پودا لگائے تو اس میں سے جو کھایا جائے وہ اس کے لئے صدقہ ہے، اور جو اس میں سے چوری ہو جائے
وہ اس کے لئے صدقہ ہے اور جو اس میں درندے کھا جائیں وہ اس کے لئے صدقہ ہے، اور جو اس میں سے

...کر کھا جائیں وہ اس کے لئے صدقہ ہے اور جو کوئی بھی کاشت کرتا ہے وہ اس کے لئے صدقہ ہے۔

(صحیح السلم ج۲ کتاب الساقات والمزارعۃ باب فضل الغرس والزرع) ص ۱۵

انسان کو چاہیئے کہ وہ خود کاشت کرے اگر زمین زیادہ ہو تو اسے کاشت کیلئے کسی مسلمان بھائی کو دیدے اور ان سے کچھ نہ لے۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تم میں سے ایک آدمی اپنے بھائی کو (کاشت کے لئے مفت) زمین عطا کرے یہ اس سے بہتر ہے کہ اس سے اس پر اس قدر مقررہ مقدار میں چیز لے۔

(صحیح السلم ج۲ کتاب (البیوع) باب کراء الارض) ص : ۱۴

حضرت جابر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ لوگ ایک تہائی اور چوتھائی اور نصف (مختلف انداز سے حصہ دے کر) کاشت کرتے تھے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! جس کی زمین ہو وہ اسے خود کاشت کرے (یا غلاموں یا باتنخواہ ملازمین سے کاشت کرائے) یا اسے (کسی دوسرے مسلمان کو کاشت کرنے کے لئے مفت) عطا کرے اگر ایسا نہ کرے تو پوری زمین روک رکھے۔

(صحیح البخاری ج ابواب الحرث والمزارعۃ وماجاء فیہ) ص : ۳۱۵

یعنی تین کاموں میں سے ایک کا اختیار ہے۔

۔ خود کاشت کرے۔

۔ یا دوسرے مسلمان کو مفت دے دے کہ وہ کاشت کرکے روزی کا سامان کرے مگر اس سے حصہ نہ لے جبکہ دوسرا مسلمان اپنے بیل، بیج اور آلات وغیرہ کے ذریعہ کاشت کر رہا ہے۔

۳۔ اگر اس پر رضامند نہ ہو۔ تو زمین بے کار چھوڑ دے۔ البتہ جو شخص مال کے زور پہ زمینیں خرید کر بیکار کردے۔ وہ ملک میں قحط ڈالنے کی سازش کرنیوالا ہے۔ اس کے خلاف مناسب کارروائی کرنا ضروری ہے۔

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کا (مفتوحہ علاقہ) ...والوں کو دیا کہ وہ اس پر کام کریں اور جو پیداوار ہوگی اس میں سے انہیں ایک حصہ ملے گا۔

(صحیح البخاری ج ابواب الحرث والمزارعۃ وماجاء فیہا) ص : ۳۱۳

دوسرے آدمی کی مملوکہ زمین میں کاشت کرنا درست نہیں اگر کسی نے ایسا کیا تو اسے پیداوار سے کچھ نہیں ملے البتہ جو خرچ کیا وہ ملے گا۔

حضرت رافع بن خدیج (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! جو کسی قوم کی زمین میں ان کی اجازت کے بغیر کھیتی کرے تو اس کے لئے کھیتی میں سے کچھ چیز نہیں ملے گی البتہ اس کو خرچ ملے گا۔ (سنن ابن داؤد ج کتاب البیوع / باب فی زرع الارض بغیر اذن صاحبہا) ص : ۴۸۳

اسلامی حکومت کو چاہیئے کہ ملک کی تمام زمینوں کے بارے میں مسلمانوں کو اجازت دے دے کہ جس قدر آباد کرے وہ اس کی ملکیت ہے تاکہ زراعت میں ترقی اور ملک میں خوشحال ہو البتہ مکانات، دفاتر، سڑکوں اور رفاہ عامہ کے کاموں میں وقف زمین عام لوگوں کو کاشت کے لیئے پیش نہ کی جا...

۶ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! جو ایسی ... آباد کرے جو کہ کسی کی ملکیت نہیں تو وہی اس کا زیادہ حقدار ہے حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ حضرت ... نے ایام خلافت میں اس پر عمل کیا۔

(صحیح البخاری ج ابواب الحرث والمزارعۃ وماجاء فیہ) ص : ۳۱۴

کسی شخص کو یہ اجازت نہیں کہ وہ سرکاری زمین کو محض اپنی ذاتی مفادات بیٹھک وغیرہ کیلیئے قبضہ ... اور سرکار سے مراد صرف اسلامی حکومت ہے کفر کا قانون چلانے والے بدمعاش حکمران کسی عزت یا درجہ کے حقدار نہیں...

۶ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں ... نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا! حمیٰ صرف اللہ اور اس کے رسول کے لئے ...

(صحیح البخاری ج کتاب المساقات / باب لاحمی الا اللہ ورسولہ / ص : ۳۱۹

حمیٰ سے مراد وہ شاداب جگہ یا غیر مملوکہ زمین ہے جو کوئی شخص ذاتی مقاصد کے لئے گھیر کر قبضہ کرے اور اسے اپنے مویشیوں کے لئے چراہ گاہ بنائے یا سیر گاہ قرار دے لے یا کوئی ... حاصل کرے۔

بعض بدمعاش لوگ سرمایہ اور غنڈہ گردی کے زور پر یا حکومت کے ساتھ مل کر غلط طور پر زمین کے بڑے بڑے قطعات پر قبضہ کر لیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں کھیتی باڑی چھوڑ دیتے ہیں وہ لوگ ملک میں قحط ڈالنے کی سازش کرنے والے ہیں ایسے بدمعاشوں سے زمین چھین کر انہیں دینی چاہیئے کہ جو اسے کاشت کریں تاکہ ملک میں خوشحالی ہو اگر اس پر عمل کیا جائے جو ملک کے تمام ظالم اور غنڈہ گرد لوگ جو بڑی بڑی جاگیروں والے ... لوتہ پر ظلم کرتے ہیں ان کا قلع قمع کیا جا سکتا ہے جو جاگیریں کسی کافر حکومت نے اپنے دلالوں کو دے رکھی ہیں وہ ضرور چھین لینی چاہیئں تاکہ کفار کے وفاداروں کو ختم کیا جائے۔ البتہ اسلامی حکومت کسی شخص کو اس کے ... کارناموں پر تبلیغ اسلام یا کسی نیک کام پر انعام کے طور پر جاگیر دے سکتی ہے۔

جاگیر میں عام مفادات کی کوئی چیز مثلاً نمک یا تیل یا کوئی معدنی چیز یا مفاد عامہ کی چیز پائی جائے تو وہ سرکاری ملکیت میں رہے گی البتہ اسلام کے غداروں، مرتدین، غیر مسلموں، حدیث کے منکریں، صحابہ کرام اور علماء کرام کے دشمنوں اور گناہ کبیرہ میں برملا مبتلا عناصر کو جاگیر دینا سخت گناہ ہے اور اگر غلطی سے ایسے بدمعاشوں کو جاگیر ...

جائے تو اسے واپس لینا ضروری ہے۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ عام قدرتی گھاس، پانی اور آگ میں سب مسلمان کسی معاوضہ کے بغیر شریک ہیں ان اشیاء پر محصول لگانا درست نہیں البتہ اگر گھروں میں پانی بھیجنے کا سرکاری انتظام کیا جائے تو اس کے اخراجات کے بقدر وصول کرنا درست ہے۔

یعنی کوئی شخص چشمے یا دریا یا سمندر سے پانی لینے یا قدرتی گھاس کاٹنے یا آگ لینے سے منع نہیں کر سکتا۔ البتہ جو پانی برتنوں یا مشکیزوں میں بھر لیا جائے وہ بھرنے والے کی ذاتی ملکیت ہے۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! (ضرورت سے زائد پانی کو نہ روکا جائے کہ (اس کے روکنے کی وجہ سے) گھاس کو بھی روکا جائے (یعنی پیدا نہ ہوگی) (صحیح السلم ج۲ کتاب الساقات والمزارعۃ باب تحریم فضل الماء) ص ۱۸:

یعنی اپنی ضرورت سے بچنے والا پانی روکو گے تو دوسرے کی زمین میں گھاس اور فصل پیدا نہیں ہوگا اس طرح گویا تم نے جانوروں کی خوراک مہیا ہونے میں رکاوٹ ڈالی اگر کسی کی زمین میں پانی ایک ٹخنے تک پہنچ جائے تو اسے چاہیئے کہ وہ دوسرے بھائی کے کھیت کے لئے پانی چھوڑ دے اور بھائی کو نقصان دینے کے لئے پانی پر قبضہ کر کے نہ بیٹھے۔

دوسرے کے کھیت کو نقصان پہنچانا (دوسرے کے کھیت میں سے زمین دبا لینا سخت جرم ہے) ایسا درخت نہ لگائے کہ جس کی شاخیں دوسرے کے کھیت میں جاتی ہوں اگر شاخیں دوسرے کے کھیت میں چلی جائیں تو ان شاخوں کو کاٹ لے۔

بٹائی کے احکام

اگر کھیتی باڑی خود نہ کر سکے اور دوسرے آدمی سے کھیتی کرانا چاہے تو دوسرے کو زمین خالی کر کے دے اور یہ کہے۔

اس میں کھیتی کرو جو پیدا ہوگا وہ فلاں نسبت سے ہم آپس میں تقسیم کریں گے یا باغ لگا کر دوسرے کے حوالے کرے اور یہ کہے کہ باغ کی خدمت کرو اسے پانی دو۔ سال میں جو پھل آئے گا وہ اس نسبت سے ہم آپس میں تقسیم کریں گے یہ درست ہے مگر معاملہ کرتے وقت کام، محنت، پھل اور آلاتِ حراثت سب چیزوں کی وضاحت کر دے مزارعت یعنی دوسرے کی زمین میں کھیتی باڑی کرنے کی کچھ شرطیں ہیں جن کو پورا کرنا ضروری ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ زمین کھیتی باڑی کے قابل ہو۔ اس لئے کہ اس کے بغیر مقصد ہی حاصل نہیں ہوتا۔

۲۔ زمین کا مالک اور کاشتکار دونوں معاہدہ کرنے کے قابل ہوں (یعنی ان میں سے کوئی دیوانہ نابالغ نہ ہو)

۳۔ (کھیتی باڑی) کی مدت متعین کر دی جائے۔

۴۔ جس پر بیج لازم ہے اس کی وضاحت کر دی جائے (یعنی بیج کس کے ذمہ ہوگا، زمین والے کے ذمہ ہوگا یا کاشتکار کے ذمہ ہوگا۔

۵۔ جس کے ذمہ بیج نہیں اس کا حصہ کس قدر ہوگا۔؟

۶۔ زمین کا مالک زمین کو خالی کر کے کاشتکار کے حوالے کر دے۔

۷۔ جو پیداوار ہو اس میں دونوں کی شرکت ہو۔

۸۔ بیج کی جنس بیان کر دی جائے (کہ گندم ہوگی یا جو وغیرہ ہوگا۔)

(ملخصا من ہدایہ ج۴ کتاب المزارعۃ رص: ۴۲۵)

مزید برآں کھیتی باڑی کرنے کی تین متفقہ طور پر جائز صورتیں ہیں۔

۱۔ ایک آدمی کی زمین اور بیج ہو اور دوسرے آدمی کا بیل، ہل (یا ٹریکٹر) اور محنت ہو۔ تو مزارعت (کھیتی باڑی) درست ہے۔

۲۔ ایک آدمی کی صرف زمین ہو اور دوسرے آدمی کی محنت، بیل یا (ٹریکٹر) اور بیج ہو تو بھی درست ہے۔

۳۔ ایک آدمی کی زمین، بیج اور بیل ہو اور دوسرے آدمی کی صرف محنت ہو۔ تو بھی درست ہے۔

(ملخصا من ہدایہ ج۴ (کتاب المزارعۃ) ص: ۴۲۵، ۴۲۶)

اگر زمین کا مالک اپنے کاشتکار کو مکان دے تو مناسب یہ ہے کہ اس کا کچھ معاوضہ نہ لے اور اگر مکان کا کرایہ طے کرلے تو بھی درست ہے (مگر مروت بہتر ہے)

"اگر کھیتی تیار ہوگئی تو معاہدے کے مطابق تقسیم کی جائے گی لیکن اگر کھیتی بالکل برباد ہوگئی یا نہ اگے تو کاشتکار کو کچھ نہیں ملے گا"

"معاہدہ ہونے کے بعد اگر وہ آدمی جس نے بیج نہیں ڈالا، وہ کام سے انکار کر دے تو اس پر زبردستی کی جائے گی لیکن اگر بیج ڈالنے والا انکار کر دے تو زبردستی نہیں کی جائے گی۔۔۔"

"کیونکہ اس نے بیج برباد کر کے خود ہی سزا پالی۔ اگر معاہدہ کے فریقین میں سے کسی کی وفات ہو جائے تو معاہدہ ٹوٹ گیا"

(ہدایہ ج۴ کتاب المزارعۃ) ص: ۴۲۸

لیکن اگر (مثلاً) تین سال کے لئے معاہدہ کیا تھا پہلے سال میں کھیتی اگ آئی مگر ابھی کاٹی نہیں کہ زمین کا مالک فوت ہوگیا اب کھیتی کٹنے تک زمین کاشتکار کے قبضہ میں رہے گی۔ اور معاہدے کے مطابق تقسیم ہو اور باقی دو سالوں کے بارے میں معاہدہ ختم ہوگیا۔

(ہدایہ ج۴ کتاب المزارعۃ) ص: ۴۲۸، ۴۲۹

اگر یہ شرط رکھی کہ فریقین میں سے ایک کو مقررہ وزن کی جنس (مثلاً ایک من گندم) ملے گی اور باقی دوسرے کا ہوگا یہ باطل ہے (یعنی یہ غلط معاہدہ ہے اس کی اسلام میں اجازت نہیں) اگر یہ شرط رکھی کہ بیج والا اپنا بیج نکال لے گا پھر باقی کو نصف نصف تقسیم کریں گے یہ بھی غلط ہے۔

(ہدایہ ج کتاب المزارعۃ) ص : ۴۲۶

اگر یہ شرط رکھے کہ مقررہ طرف کے ٹکڑے سے جو پیدا ہوگا وہ اس کا ہوگا اور دوسری طرف کے مقررہ ٹکڑے سے جو پیدا ہوگا وہ دوسرے کا ہوگا۔ یہ بھی غلط ہے۔

اگر یہ شرط رکھی کہ بھوسہ ایک کا اور دانے دوسرے کے ہوں گے تو یہ بھی غلط ہے اگر کہا کہ بھوسہ (بیج والے کی) بجائے دوسرے کو دیں گے تو بھی غلط ہے۔

(ہدایہ اخیرین کتاب المزارعۃ) ص : ۴۲۷

فصل کی کٹائی، صاف کرائی وغیرہ یعنی مزدوروں کی اجرت سب مشترک مال پر پڑے گی اگر یہ کہا کہ یہ کاشتکار کے ذمہ ہے تو بھی معاہدہ غلط ہے۔ (ہدایہ اخرین کتاب المزارعۃ) ص : ۴۳۰

باغ یا فصل کو پانی دینے کے بارے میں ان قواعد پر عمل ضروری ہے کہ اگر وقت مقررہ پر پھل پیدا ہوا تو معاہدے کے مطابق تقسیم ہوگا اگر دیر کردی تو کام کرنے والے کو دستور کے مطابق اجرت ملے گی۔

باغ والے کو اجازت نہیں کہ وہ معاہدہ کے بعد پانی دینے والے کو بغیر عذر کے نکال دے اور کام کرنے والے کو بغیر عذر کے کام چھوڑنے کی اجازت نہیں۔ (ہدایہ اخرین کتاب المساقات) ص : ۴۳۲

اگر اس قدر وقت مقرر کیا کہ اس میں پھل پیدا نہیں ہوتا تو معاہدہ باطل ہے۔

اگر اس قدر مدت مقرر ہوئی کہ اس میں گاہے پھل پیدا ہوتا ہے گاہے نہیں ہوتا تو درست ہے۔

(ہدایہ اخیرین کتاب المساقات) ص : ۴۳۱

پھل یا کھیتی باڑی اس درجہ تک پہنچ گئی کہ اب پانی دینے سے نہیں بڑھے گی۔ تو اب معاہدہ باطل ہے کیونکہ اب اس کی ضرورت نہیں۔

اگر یہ شرط رکھی کہ بھوسہ ایک کا اور دانے دوسرے کے ہوں گے یہ بھی غلط ہے اگر کہا۔ بھوسہ (بیج والے) کی بجائے دوسرے کو دیں گے تو بھی معاہدہ غلط ہے۔

(ہدایہ ج کتاب المزارعۃ) ص : ۴۲۷

فصل کی کٹائی اور صاف کرائی وغیرہ یعنی مزدوروں کی اجرت سب مشترک مال پر پڑے گی اور یہ کہا! یہ کاشت کرنے والے کے ذمہ ہے تو بھی معاہدہ باطل ہوگا۔ (ہدایہ ج کتاب المزارعۃ) ص : ۴۳۰

اگر کھیتی باڑی کسی سے حصہ پر کرائے تو ایسا نہ کرنے کہ اس ٹکڑے کی پیداوار میری ہوگی اور دوسرے ٹکڑے کی پیداوار تمہاری ہوگی بلکہ جس حصہ میں مزارع کاشت کرے سب حصوں کی پیداوار میں مشترکہ طور پر ا

حضرت رافع (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ ہم زیادہ تر مدینہ والے کھیتوں والے تھے ہم میں ایک آدمی جب زمین کرایہ پر دیتا تو کہتا کہ یہ ٹکڑا میرے لئے ہے (یعنی اس کی پیداوار میری ہوگی وہ ٹکڑا تیرے لئے ہوگا۔ بسا اوقات یہ اچھی پیداوار دیتا اور وہ اچھی پیداوار نہ دیتا اس ایک حصہ دار کو نقصان ہو جاتا) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔

(صحیح البخاری ج ابواب الحرث والمزارعۃ وما جاء فیھا) ص : ۳۱۳

انسان کو چاہیئے کہ جو غلہ پیدا ہو۔ اس میں سے ایک سال کا غلہ اپنے گھروالوں کے لئے رکھے اور باقی چاہے تو فروخت کر دے۔

حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنی نضیر کی کھجوریں فروخت کرتے اور اپنے گھروالوں کے لئے سال کی خوراک روک لیتے۔

(صحیح البخاری ج کتاب النفقات / باب حبس الرجل قوت سنۃ علی اہلہ) ص : ۸۰۶

نیز غلہ کو ناپ لے تاکہ اندازہ ہو جائے۔

حضرت مقدام بن معدیکرب (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے غلے کو ناپ لو، تمہارے لئے اس میں برکت ہوگی۔

(صحیح البخاری ج کتاب البیوع / باب ما یستحب من الکیل) ص : ۲۸۶

اگر باغ یا فصل لگائے تو پھل کو پکنے سے پہلے فروخت نہ کرے ممکن ہے کہ پھل کے پکنے سے پہلے کوئی آفت آجائے اب جس بھائی نے وہ پھل خریدا اگر پھل آفت سے تباہ ہو گیا تو اس بھائی سے لی گئی رقم کس چیز کا معاوضہ نہ ہوئی بلکہ یہ ظلم ہوا۔ اور اگر کسی نے پھل فروخت کر دیا اور پکنے سے پہلے پھل پر آفت آئی اور تباہ ہو گیا تو اب خریدار کے ذمہ کچھ نہ ہوگا یہ نقصان فروخت کرنے والے پر پڑے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کی فروخت سے منع کیا یہاں تک ان کا پختہ ہونا ظاہر ہو جائے خریدار اور فروخت کنندہ دونوں کو منع

(صحیح البخاری ج کتاب البیوع / باب بیع الثمار قبل ان یبدو صلاحہا) ص :

حضرت ابن شہاب فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی پھل کی پختگی کے آثار ظاہر ہونے سے پہلے خریدے پھر آفت آن پہنچے (اور پھل تباہ ہو جائے) تو اس کا نقصان (فروخت کرنے والے) مالک پر پڑے گا۔

(صحیح البخاری ج ا کتاب البیوع / باب اذا باع الثمار قبل ان یبدو صلاحہا) ص : ۲۹۳

انسان کو چاہیئے کہ غلہ دیتے لیتے وقت تول لے تاکہ بعد میں شکایت نہ ہو۔

۱۔ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا جب تم فروخت کرو تو ناپ لو اور جب خرید و تو ناپ لو۔ (صحیح البخاری ج ۱ کتاب البیوع / باب الکیل علی البائع والمعطی) ص ۱ ۲۸۵

زمینداروں کو چاہیے کہ جانوروں کو کھلا نہ چھوڑیں کہ لوگوں کی کھیتی تباہ کریں۔ اس سے نزاعات پیدا ہوتے ہیں اور دوسرے آدمی کے حقوق اپنے ذمہ لگتے ہیں نیز کھیتی یا باغ والے کو لازم ہے کہ وہ دن کو کھیتی یا باغ کی خود حفاظت کرے۔ اسلیئے کہ دن کو مویشی چرنے کیلئے باہر آیا کرتے ہیں۔ اور رات کو مویشی کے مالکان گھروں میں باندھ رکھیں۔

۱۔ حضرت براء بن عازب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ہمارے پاس ایک نقصان دینے والی (دوسروں کے کھیتوں میں گھسنے والی) اونٹنی تھی وہ ایک باغ میں گھس گئی اور اسے خراب کردیا۔ اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ آپ نے فیصلہ فرمایا۔ دن کو باغات کی حفاظت (باغات کے) مالکان پر ہے اور رات کو مویشیوں کی حفاظت (مویشیوں کے) مالکان پر ہے اور رات کو مویشی جو نقصان کرینگے وہ مویشیوں کے مالکان پڑے گا۔

(سنن ابی داؤد ج ۲ کتاب البیوع / باب المواشی تفسد زرع قوم) ص: ۵۰۲ - ۵۰۳۔

اگر کوئی مسلمان اپنی زمین فروخت کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ پڑوسی پر پیش کرے اگر وہ نہ لے تو دوسرے کو دے تاکہ پڑوسی کا حق برباد نہ ہو۔ ۱۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس کی زمین ہو اور وہ اسے فروخت کرنا چاہے تو پہلے اسے پڑوسی پر پیش کرے۔

(سنن ابن ماجہ / ابواب الشفعۃ / باب من باع رباع فلیوذن علی شریکہ) ص ۱۸۲۔

زمینداروں کو لازم ہے کہ وہ اپنی کل پیداوار کا عشر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خود خیرات کریں یا اسلامی حکومت کے خزانہ میں جمع کرائیں تاکہ مستحقین پر خرچ کیا جاسکے۔ اگر زمین بارانی ہو یا چشمے یا دریا کے قدرتی مفت کے پانی سے زمین سیراب کی جاتی ہو تو کل پیداوار کا دسواں حصہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے۔ لیکن اگر زمین کو قیمت کا پانی دینا پڑے یعنی سیراب کرنے کیلئے اخراجات اٹھانے پڑیں تو کل پیداوار کا بیسواں حصہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات کرے۔ عشر اور زکوٰۃ جمع کرنا اور مستحقین کو پہنچانا اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے لیکن اگر بد قسمتی سے کسی جگہ کفار کی حکومت ہو تو مسلمانوں کو چاہیے کہ قابل اعتماد جماعت یا ادارے کے ذریعے اجتماعی طور پر زکوٰۃ اور عشر جمع کرکے مستحقین کو پہنچایا جائے اگر یہ انتظام نہ ہو سکے تو ہر آدمی انفرادی طور پر یہ رقم مستحقین کو پہنچائے۔ یاد رہے عشر اور زکوٰۃ دنیاوی انداز کا ٹیکس نہیں بلکہ یہ اطاعت اور عبادت ہے۔ البتہ کفار اور اسلام دشمن بد دیانت عناصر کی حکومت کو یہ اختیار نہیں کہ وہ مسلمانوں کی عبادات ادا کرنے کے سلسلہ میں ذمہ داری لینے کا ٹھیکہ لینے کی کوشش کرے۔ عشر نکالنے کے بعد باقی مال میں برکت ہوگا اور جس مال سے زکوٰۃ یا عشر ادا نہیں ہوگا وہ مال منحوس رہے گا۔

ملازمت کرنا

ملازمت کرنا اور ملازمت کر کے مال حاصل کرنا جائز ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ کسی ظلم میں مدد دینے کے لیے یا حرام کام میں تعاون کرنے کے لیے ملازمت نہ کرے۔

جو چیزیں اسلام میں حرام ہیں مثلاً شراب، جوا، تصویر بنانا، بدکاری، گانا بجانا وغیرہ ان کے کاروبار کرنیوالے کسی بدمعاش کے پاس ملازمت کرنا اور ان کاموں میں تعاون کر کے تنخواہ لینا حرام اور سخت گناہ ہے۔

اس طرح جو محکمہ غلط ٹیکس عائد کرتا ہے مثلاً آمدنی پر ٹیکس یا مکانات پر ٹیکس لگاتا ہے یعنی ٹیکس اسلامی تعلیمات کی رد سے درست نہیں ایسے ٹیکس عائد کرنیوالا اور وصول کرنیوالا محکمہ چونکہ ظلم کا ادارہ ہے ایسے ظلم میں تعاون کرنے کی تنخواہ حرام ہے۔

جو حکمران مسلمانوں کے دشمن ہوں، کفار کے دوست ہوں اور وہ فوج یا پولیس کو مسلمانوں کو قید کرنے علماء اسلام کو قید کرنے، اسلامی تعلیمات کو مٹانے اور کفار کی مدد کرنے کے لیے استعمال کرتے ہوں غنڈہ گرد اور خبیث حکمرانوں کی فوج اور پولیس بھی خبیث اور بدمعاش ہے اس میں ملازمت کرنا گناہ اور ظلم میں مدد کرنا ہے۔ اس طرح جو فوج یا پولیس علماء اسلام اور مسلمانوں پر ظلم کرتے یا انہیں بد کرنے کی خباثت کا ارتکاب کرتی ہے ان کے ساتھ تعاون کرنا یا اس ادارے میں ملازمت کرنا حرام ہے۔

قرآن و حدیث سے ثابت شدہ اسلام کے علاوہ کسی بھی دوسرے کافرانہ قانون کو نافذ کرنے والے اداروں اور عدالتوں میں ملازمت کرنا دراصل کفر نافذ کرنے میں تعاون کرنا ہے۔ اس لیے یہ ملازمت حرام ہے۔

جس ادارے میں کوئی گناہ کرنا پڑے یا کسی فرض یا واجب مثلاً نماز کو ترک کرنا پڑے اسے خبیث ادارے میں ملازمت کرنا حرام ہے۔

جس ادارے یا محکمے میں کسی مرتد مثلاً قادیانی یا بہائی یا منکر حدیث یا صحابہ کرام کے دشمن یا امام کی باتوں کا مذاق اڑانے والے علماء اسلام کا مذاق اڑانے والے غنڈے کے ماتحت یا ساتھ مل کر کام کرنا پڑے اس ادارے میں ہرگز ملازمت نہ کرے۔

البتہ اگر عام کافر ہو مگر اس میں انسانی اخلاق پایا جاتا ہو، وہ دوسروں کی عزت کرتا اور شرافت سے بات کرتا ہو تو اس کی ملازمت درست ہے۔

جس محکمہ میں شرک یا بدعت کی حفاظت کی جاتی ہو یا اس محکمہ کا مال زیادہ تر حرام پر مشتمل ہو اس محکمہ میں ملازمت کرنا حرام ہے۔ جیسے کہ بعض ممالک کے محکمہ اوقات میں قبروں پر عرس منانے کا انتظام کیا جاتا ہے۔ جو کہ بدعت اور حرام ہے۔ اور قبروں کے نام پر دی گئی نذر نیاز جمع کی جاتی ہے۔ جو کہ سراسر حرام ہے اور شرک اور بدعت کے جلیت کاموں کے انتظامات کئے جاتے ہیں۔ ایسے محکمہ میں ملازمت کرنا اصل شرک اور بدعت کے کاموں میں حصہ لینا اور حرام مال سے تنخواہ لینا ہے۔ اس لیے اس کی ملازمت حرام ہے اور حرام کھانے کے بعد عبادت کی توفیق بھی نہیں رہتی۔

یہی وجہ ہے کہ جن ممالک کے محکمہ اوقاف شرک و بدعت کے محافظ ہیں اس ملک کے محکمہ اوقاف کے ملازم علماء شرک و بدعت کے ساتھ تعاون کر کے اور حرام مال کھا کر سرکاری چمچے بن چکے ہیں اسلام کی صحیح تبلیغ سے محروم اور حکمرانوں کی مدح و تعریف کے گندے تالاب میں گر چکے ہیں۔

ملازمت کرتے وقت آقا اور ملازم کے درمیان جو معاہدہ طے پا جائے۔ اس کی پابندی کی جائے البتہ اسلام کی تعلیمات کے خلاف کوئی معاہدہ نہ کرے۔

انسان کو چاہیے کہ یہ وظیفہ دن رات میں کسی وقت اور مناسب تر یہ ہے کہ نماز فجر کے بعد کرے تو انشاء اللہ حلال روزی کی وسعت ہوگی۔

۱۰۰ بار:۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔

۱۰۰ بار:۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔

۱۰۰ بار:۔ درود ابراہیمی جو نماز میں پڑھتے ہیں یا کوئی سا صیغہ جو کہ حدیث میں مذکور ہو۔

۱۰۰ بار:۔ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ۔

۱۱۱۱ بار:۔ یَا مُغْنِیُّ۔

۱۰۰ بار:۔ اَللّٰهُمَّ اكْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

اگر ساتھ ہی یہ ورد پڑھا کرے تو تو روزی میں خوب فراخی ہو۔

۱۱ بار۔ درود شریف

۱۴۱۴ بار:۔ یَا وَهَّابُ۔

۱۰۰ بار:۔ یَا وَهَّابُ هَبْ لِیْ مِنْ نِعْمَةِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ

۱۱ بار: درود شریف۔

سود حرام ہے

سود کھانے والا انتہا درجہ کا ظالم درندہ ہے۔ وہ مال دے کر ایک مجبور آدمی کا خون پیتا ہے اسلام نے سود کو حرام قرار دیا ہے اور تجارت کو حلال قرار دیا۔ سود میں صرف مال کی قوت سے فائدہ اٹھانا ہے۔ اور تجارت میں مال اور کام دونوں ہوتے ہیں۔ جو لوگ سود کو تجارت قرار دیتے ہیں۔ وہ قطعی طور پر حرام خور، کافر، ملعون اور جہنمی ہیں۔ کفار کہا کرتے تھے۔

اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا۔ (سوداگری بھی تو ایسی ہی ہے۔ جیسے سود لینا)
(البقرۃ۔ ۲۷۵۔)

اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔

وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ط (حالانکہ اللہ نے سوداگری کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے)
(البقرۃ۔ ۲۷۵)

سود خور کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے والا قرار دیا جو سب سے بڑا جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ج
(البقرۃ۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹)

(اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جو کچھ باقی سود رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو اگر تم نے نہ چھوڑا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے)

احادیث میں بھی سود لینے دینے کی شدید مذمت آئی ہے۔

۱۔ حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، کھلانے والے، لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت کی۔ اور فرمایا وہ (سب گناہ میں) برابر ہیں۔

(صحیح المسلم ج ۲، کتاب المساقات والمزارعۃ / باب الربا) ص ۲۷

بعض لوگ کہتے ہیں کہ بینک سے سود لو اور غریبوں کو دیدو، اس کا جواب یہ ہے کہ گندگی خود کھاؤ اور دوسرے مسلمان کو گندگی کھلا دو۔ ایسا کرنا سخت برا ہے۔ انسان کو لازم ہے کہ اگر غیر ان

ے یا بھائی کی مدد کرے تو بھی حلال مال سے مدد کرنے۔ دوسرے کو حرام کھلانا سخت گناہ ہے
حدیث میں سود کی وضاحت کی گئی ہے کہ جب ایک جنس کے بدلے میں ٹھیک وہی جنس
لی جائے تو نقد بنقد اور برابر ہونا لازم ہے۔ مثلاً سونا دے کر سونا ہی لے، تو برابر وزن ہو۔
ر نقد بنقد ہو۔ اور اگر سونا دے کر چاندی لے تو ایسی صورت میں اس مجلس میں نقد بنقد لینا دینا
ضروری ہے۔ البتہ کم زیادہ لے دے سکتا ہے۔

حضرت عبادہ بن الصامت (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سونا بدلے سونے کے۔ اور چاندی بدلے چاندی کے۔ اور گندم بدلے گندم کے اور جو بدلے جو کے۔ اور کھجور بدلے کھجور کے۔ اور نمک بدلے نمک کے برابر برابر، نقد بنقد ہو۔ جب ان اقسام میں اختلاف ہو جائے تو جسطرح چاہو فروخت کرو۔ بشرطیکہ نقد بنقد ہو۔
(صحیح المسلم ج ۲، کتاب المساقات والمزارعۃ / باب الربا) ص ۲۵

بعض بدمعاش غنامر سمجھتے ہیں کہ سود لیں گے تو مال بڑھے گا۔ اور خسارے کا خطرہ نہیں، حالانکہ سود لینا چونکہ سخت گناہ ہے۔ گناہ کے ساتھ روزی میں اضافہ نہیں ہوتا۔ بلکہ سود سے تباہی، افلاس بیماریاں اور آفات آتی ہیں۔ چنانچہ جن اقوام میں سود کی کثرت ہوئی ان اقوام میں طرح طرح کی امراض آفات کی زیادتی ہوئی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۚ (اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے) (البقرۃ ۲۷۶)

اس لیے انسان کو چاہیئے کہ وہ سود سے ہر قیمت پر بچے، سود خور ایک خونخوار درندہ ہے۔ جو انسانی شریفانہ اخلاق اور انسانی ہمدردی سے محروم بدمعاش جانور ہے۔

سود کے مسائل

اب سود واقع ہونے کی چند صورتیں درج کی جاتی ہیں تاکہ تجارت کرتے وقت سود سے بچ سکے۔ البتہ یہ مسائل کافی دقیق ہیں اگر سود کا شبہ ہو جائے تو اس سے بچے۔ مشتبہ چیز سے بچ جانا اس میں گرنے سے بہتر ہے۔

اگر چاندی دے کر چاندی لے یا سونا دے کر سونا لے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ۔
۱ جس قدر چاندی دے اسی وزن میں چاندی لے۔

۲۔ جس مجلس میں چاندی دے اسی مجلس میں یعنی نقد بنقد چاندی لے۔ کسی جانب سے ادھار نہ ہو۔ سونے اور چاندی میں لین دین کے وقت مساوی وزن ہوتا۔ اور اسی مجلس میں قبضہ میں لینا شرط ہے۔ اگر کم و بیش وزن ہوا تو سود ہوگا۔ اگر چاندی دے کر دوسری مجلس میں یا بعد میں چاندی لے اور اسی مجلس میں نہ لے تو یہ بھی سود ہوگا۔

اگر چاندی دے کر سونا لے یا سونا دیکر چاندی لے یعنی ایک دھات دے کر دوسری دھات لے تو کم یا زیادہ لے دے سکتا ہے۔ مگر اسی مجلس میں چیز پر قبضہ کرنا ضروری ہے۔ ورنہ سود ہو جو چیزیں وزن کر کے فروخت کی جاتی ہیں۔ مثلاً گندم، باجرہ، مکئی وغیرہ اگر ایک ہی جنس مثلاً گندم دے کر گندم لے تو یہ ضروری ہے کہ مساوی وزن ہو۔ اور اسی مجلس میں نقد بنقد لے۔ کسی جانب سے ادھار نہ ہو۔ اگرچہ ایک گندم خراب ہو اور دوسری عمدہ ہو۔

اب ایسے اوقات میں سے سود سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ گندم کو دام لے کر فروخت کر دے اور ان داموں سے اچھی گندم خرید لے۔ اب گندم لیتے دیتے وقت وہی جنس مقابلہ میں نہ ہوئی۔

یعنی اصول یہ ہوا کہ جب ایک جنس مثلاً سونا چاندی یا وزن کر کے فروخت کی جانیوالی جنس کو اسی جنس کے بدلے میں یعنی سونے کو سونے کے بدلے میں اور گندم کو گندم کے بدلے میں فروخت کیا جائے تو وزن برابر ہو اور نقد بنقد لیا جائے۔

البتہ اگر وزن کر کے فروخت کی جانیوالی چیز مثلاً گندم دے کر ایسی چیز خریدے جو گن کر فروخت کی جاتی ہے۔ مثلاً انڈے یا امرود لے تو اس صورت میں برابر ہونا بھی ضروری نہیں اور نقد بنقد لینا دینا بھی ضروری نہیں، جیسے چاہے فروخت کرے۔

اگر گندم دے کر دوسری جنس مثلاً مکئی کا آٹا لے تو برابر ہونا ضروری نہیں۔ البتہ نقد بنقد لینا دینا ضروری ہے۔

اگر دو سیر سرسوں دے کر ایک سیر سرسوں کا تیل لے تو اب یہ دیکھے کہ اگر دو سیر سرسوں سے ایک سیر نکلتا ہے تو یہ درست ہے اور اگر تیل کم یا زیادہ نکلنے کا گمان غالب ہے تو لین دین درست نہیں بلکہ سود ہوگا۔ اس سے بہتر ہے کہ دو سیر سرسوں فروخت کرے اور اس رقم سے جس قدر تیل ملے خریدے۔

گن کر فروخت کی جانیوالی اشیاء مثلاً امرود، نارنگی، کیلے اس جنس کے ساتھ خرید و فروخت کرے یعنی امرود دے کر امرود ہی لے تو برابر ہونا ضروری نہیں کیونکہ ہر امرود دوسرے امرود کے برابر

ہوتا۔ البتہ نقد بنقد لینا دینا ضروری ہے۔

اگر وزن کر کے فروخت کی جانیوالی چیز مثلاً گندم دے کر گنتی کر کے فروخت کی جانے والی چیز مثلاً
ود کا لین دین کرے تو نہ ہی برابر ہونا ضروری ہے اور نہ ہی نقد بنقد لین دین ضروری ہے۔

ساری بحث کا آسان خلاصہ یہ ہے کہ

۱ اگر سونا دے کر سونا لے یا چاندی دے کر چاندی لے تو ضروری ہے کہ دونوں کا وزن برابر ہو
ر نقد بنقد لی دے جائے۔ کس جانب سے ادھار نہ ہو۔ یعنی اگر کہا یہ سونا لے جاؤ اور کل چاندی
ے دینا یہ سود ہے۔

۲ اگر سونے چاندی کے علاوہ دوسری وزن کر کے فروخت کر کے فروخت کی جانیوالی اشیاء کا لین دین
کرے مثلاً گندم دے کر گندم لے یا کھجور دے کر کھجور لے۔

تو بھی یہ ضروری ہے کہ دونوں کا وزن برابر ہو اور نقد بنقد لین دین ہو گویا نمبر ا۔ اور نمبر ۲ کا حکم
ایک ہی ہے۔

۳ اگر دونوں طرف ایک ہی چیز ہے مگر وزن کر کے فروخت کی جانیوالی چیز نہیں بلکہ گن کر فروخت کی
جاتی ہے۔ مثلاً امرود دے کر امرود لے یا کیلے دیکر کیلے لے۔ تو اس صورت میں کمی بیشی کرنا جائز ہے
البتہ نقد بنقد لین دین کرنا ضروری ہے۔ ایک طرف سے ادھار کرنا سود ہو جائے گا۔

۴ اگر دونوں باتیں نہ ہو۔ نہ وزن کر کے فروخت کی جاتی ہو نہ ہی گن کر فروخت کی جاتی ہو۔ نہ جنس
ایک ہو۔ تو کمی بیشی بھی درست ہے اور نقد بنقد لین دین کرنا بھی ضروری نہیں

شراب، جوا، بت فروشی، ناچ گانے، کتے فروخت کرنے

اور چوری ڈاکہ وغیرہ سے حاصل شدہ مال حرام ہے

اللہ تعالیٰ نے شراب، جوئے، مردار، خنزیر، بت بنانے اور فروخت کر کے مال کمانے
کو حرام قرار دیا۔ یہ کام انتہائی خبیث اور شیطانی کام ہیں۔ جو تاجر شراب کی تجارت کرتا ہے یا جوئے
کا کام کرتا ہے یا مُردہ فروشی کرتا ہے۔ یا روح والے جانداروں کی تصویر یا بت بنا کر فروخت
کرتا ہے وہ انتہائی درجہ کا بدمعاش اور معاشرے میں حرام پھیلانے والا آدمی ہے۔ جس معاشرے میں

شراب عام ہوگا وہاں قتل و غارت عام ہوگا۔ قبروں پر عرس لگانا اور قبروں پہ نذر نیاز اکٹھی کرنا بھی دراصل مردہ فروشی کی ایک قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

(اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور فال کے تیر سب شیطان کے گندے کام ہیں سو ان سے بچتے رہو۔ تاکہ تم نجات پا

(المائدہ - ۹۰)

۶ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے شراب اور اسکی قیمت کو حرام کیا اور مردار اور اس کی قیمت کو حرام کیا اور خنزیر اور اس کی قیمت کو حرام کیا۔

(سنن ابی داؤد ج ۲، کتاب البیوع، باب فی ثمن الخمر والمیتۃ، ص ۴۹۳۔

۶ حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے۔ انہوں نے جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح کے سال جبکہ آپ مکہ میں تھے یہ فرماتے سنا:

بے شک اللہ اور اس کے رسول نے شراب اور مردار اور خنزیر اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا۔

(صحیح البخاری ج ۱: کتاب البیوع، باب بیع المیتۃ والاصنام) ص: ۲۹۸۔

خنزیر کے بالوں کی خرید و فروخت بھی جائز نہیں۔ کیونکہ وہ سراسر نجاست ہے۔ انسان کے بال اس کے کسی عضو) کی خرید و فروخت یا اس سے فائدہ حاصل کرنا (یعنی خون لینا یا پیوند کاری) جائز نہیں کیونکہ آدمی کا احترام ہے۔ (اگر اس کی اجازت دی جائے تو شاید ایسا وقت آجائے کہ ہر مرنے والے کا بدن چند سے میں تقسیم ہو جائے جو کہ انسانیت کی شدید توہین اور وحشیانہ درندگی ہے) مردار کے چمڑے رنگنے سے پہلے خرید و فروخت درست نہیں۔ کیونکہ (مردار ہونے کی وجہ سے) وہ غیر نفع مند چیز ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ مردے کے اہاب (چمڑے) سے نفع حاصل نہ کرو اور (اہاب اس چمڑے کو کہا جاتا ہے جو رنگا ہوا نہ ہو۔ (ہدایہ ج ۳، باب بیع الفاسد) ص ۵۵۔

- کتے، بلی، بدکاری، کہانت اور مادہ پر نر چڑھانے کی کمائی حرام ہے۔

۶ حضرت ابو مسعود انصاری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت، بدکاری کے معاوضہ اور کاہن (نجومی) کی شیرینی سے منع کیا۔

(صحیح البخاری ج ۱، کتاب البیوع، باب ثمن الکلب) ص ۹۸

حضرت جابر بن عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے اور بلیوں کی قیمت لینے سے (یعنی ان کے کاروبار) سے منع کیا۔

(سنن ابی داؤد ج ۲ کتاب البیوع باب فی ثمن السنور ص ۴۹۲)

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نر (جانور) کی جفتی کے معاوضہ سے منع کیا (البتہ بغیر شرط کے اگر کوئی دیدے تو درست ہے)

(جامع ترمذی ج ۱: ابواب البیوع / باب ما جاء فی کراہیۃ عسب الفحل) ص ۲۴۰۔

گانے بجانے کے آلات یا عورتوں کی خرید و فروخت جائز نہیں کیونکہ یہ لوگوں میں آوارگی اور بے حیائی پھیلانے والی شیاطین ہیں۔ چنانچہ تمام گانے ناچنے والی اور فلموں کی کنجریاں شیطان اور خبیث ترین ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے اور جن کے لیے ہدایت مقدر نہیں اللہ تعالیٰ انہیں جڑ جڑ سے ہلاک کرے اور ان کے مددگاروں اور ان کو گانے بجانے اور ناچ کود کی اجازت عامہ دینے والے حکمرانوں کو تباہ و برباد کرے اور ان کے خبیث وجود سے زمین کو پاک کرے۔

حضرت ابو امامہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ گانے والیوں کو فروخت نہ کرو۔ اور نہ انہیں خریدو اور نہ ہی انہیں (گانا) سکھاؤ۔ اور ان کی تجارت میں کچھ بھلائی نہیں۔ ان کی قیمت حرام ہے۔ (چنانچہ گانا بجانا اور آلاتِ موسیقی طبلہ سارنگی وغیرہ کی تجارت حرام ہے۔)

اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

(اور بعض ایسے آدمی بھی ہیں جو کھیل کی باتوں کے خریدار ہیں تاکہ بن سمجھے اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اس کی ہنسی اڑائیں ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔)

(جامع ترمذی ج ۱، ابواب البیوع / باب ما جاء فی کراہیۃ بیع المغنیات) ص۔ ۲۴۱۔

آیت کا باقی حصہ یہ ہے البتہ ترجمہ اوپر ہی مکمل لکھ دیا گیا ہے۔

بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ (لقمٰن ۔ ۶)

ظالمانہ طور پر دوسرے کا مال چرانا یا لوٹنا بھی سخت جرم ہے۔ کمزوروں اور یتیموں کے مال پر زبردستی کرنا حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ۠ (بیشک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب ... میں داخل ہونگے۔) (النساء - ۱۰)

افسوس آج کل بعض گمراہ عناصر جب دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی فوت ہوا۔ ابھی اس کی جائیداد وارثوں میں تقسیم نہیں ہوئی اور نابالغ یتیم اولاد موجود ہے کفن دفن کے ضروری کام پہ مرنے والوں کے یتیم بچوں مال خرچ کرنا درست ہے مگر بعض لوگ طرح طرح کے ختموں، تیجے، ساتے، دسویں، چالیسویں پر یتیموں مال خرچ کراتے ہیں حالانکہ یہ حرام اور دوزخ کی آگ ہے جو کہ ختمی عناصر اپنے پیٹوں میں ڈال رہے ہیں

اسی طرح چوری ڈاکہ اور خیانت وغیرہ کے ذریعے دوسروں کا مال ہڑپ کرنا شدید گناہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے چوروں کا ہاتھ کاٹ دینے اور ڈاکہ مارنے والوں کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹ دینے کا حکم دیا تاکہ انسانیت اور شرافت کے دشمن عناصر کو مناسب سزا دی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا کَسَبَا نَکَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۝ (اور چور خواہ مرد ہو یا عورت ہو دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہ ان کی کمائی کا بدلہ اور اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے) (المائدہ - ۳۸)

دوسرے کا مال یا زمین چھین لینا شدید جرم ہے:

۵ حضرت سعید بن زید (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ جس نے زمین سے کچھ بھی ظلم کیا (یعنی دوسرے کی زمین ظلم کر کے حاصل کی) اسے (قیامت کے دن) سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔

(صحیح البخاری ج ۱، ابواب المظالم والقصاص، باب اثم من ظلم شیئا من الارض) ص۔ ۳۳۱ - ۳۳۲

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا کسی بھائی پر اسکی عزت (برباد کرکے) یا کسی چیز (چھیننے) کا ظلم ہو گا وہ آج ہی ادا کر دے (یا معاف کرالے) اس سے پہلے کہ نہ درہم ہوں گے اور نہ دینار ہوں گے۔ اگر اس کا کچھ نیک عمل ہو تو اس کے ظلم کے مطابق اس کی نیکیاں لے کر (مظلوم کو دی جائیں گی) اور اگر نیکیاں نہیں ہوں گی (مظلوم) کی برائیاں لے کر (ظالم) پہ ڈال دی جائیں گی۔

(صحیح البخاری ج ۱، ابواب المظالم والقصاص، باب من کانت له مظلمة عند الرجل فحللها له هل یبین مظلمته) ص ۳۳۱

البتہ اگر مظلوم کو چیز ادا نہ کر سکے اور نہ ہی مظلوم معاف کرے تو مظلوم کے حق میں دعائے مغفرت کرتا ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

جوئے کے مسائل

اسلام نے ہر قسم کے جوئے کو حرام قرار دیا۔ اس لئے کہ ایک جوئے باز شخص صرف فریب، کاری یا داؤ کے ذریعہ مال حاصل کرتا ہے اور دوسرے کو لوٹتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ (المائدہ - ۹۰)

(اے ایمان والو! شراب اور جوار اور بت اور فال کے تیر سب شیطان کے گندے کام ہیں۔ سو ان سے بچتے رہو، تاکہ تم نجات پاؤ)

ہر وہ معاملہ جو نفع اور نقصان کے درمیان دائر ہو اور مبہم ہو وہ جوار کہلاتا ہے اور حرام ہے۔ مثلاً دو آدمی آپس میں بازی لگا دیں کہ اگر تم آگے بڑھ گئے تو میں ہزار دونگا۔ اگر میں بڑھ گیا تو تم ہزار دینا۔ اگر ریس ہوئی تو میں ہزار دونگا۔ اور اگر نہ ہوئی تو تم دینا۔

دکاندار بند ڈبے چار چار آنے میں فروخت کر رہا ہے کوئی ڈبہ خالی ہے کسی میں چار آنے سے زیادہ کا مال ہے اب خبر نہیں کہ کیا ہو گا یعنی بات واضح نہیں۔ یہ جوا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ شطرنج بھی قمار میں داخل ہے۔ (ابن ابی حاتم)۔

"بچے جو اخروٹ وغیرہ سے ہار جیت کا کھیل کھیلتے ہیں وہ بھی جوار ہے۔"[۱] گھوڑ دوڑ یعنی موجودہ زمانہ کی ریس پر شرطیں لگانا حرام اور جوار ہے۔ لاٹری بھی جوار ہے۔ معمہ بھی حرام اور جوا ہے جس کو عرب علاقوں میں یانصیب کہا جاتا ہے۔ ریڈ کراس والے جو ریفل ٹکٹ بیچتے ہیں اور اس کو انعامی صورت کہتے ہیں یہ جوا اور حرام ہے اور حرام مال سے صدقہ بڑھتی ہے کم نہیں ہوتی۔ بادام یا اخروٹ یا کانچ کی گولیاں ہار جیت کے طور پر کھیلنا حرام اور جوا ہے۔ سٹہ کا کاروبار بھی جوار اور حرام ہے۔ پتنگ بازی اور کبوتر بازی پر روپیہ کی ہار جیت بھی حرام اور جوار ہے۔ انشورنس یعنی بیمہ کا کاروبار بھی جوار اور حرام ہے۔ نمائشوں میں جو انعامی ٹکٹ فروخت کئے جاتے ہیں اور منتظمین یہ اعلان کرتے ہیں کہ اگر کسی نے ایک روپیہ کا ٹکٹ خریدا اور قرعہ اندازی کے بعد جس کا نام نکلا اسے فلاں چیز کا انعام دیا جائیگا۔ اگر ٹکٹ خریدنے والا اس نیت سے ٹکٹ خریدے تو یہ جوا اور حرام ہے۔

---

[۱] ابن کثیر ج ۲، ص: ۹۱

انسان کو چاہیے کہ سود، شراب، جوئے اور ہر حرام کاروبار سے دور رہے۔
اس طرح ڈاکٹری دواؤں میں اگر شراب کا جزو ہو تو اسے بیچنا، پینا اور پلانا حرام ہے۔
اسی طرح جو لوگ اشیاء فروخت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ انعامات کا اعلان کرتے ہیں کہ جس کا ٹکٹ نکلا اسے اسی قدر مال ملے گا۔ یہ بھی جوا اور حرام ہے۔

رشوت سے حاصل شدہ مال حرام ہے

رشوت لینا یا دھوکہ دے کر کسی کا مال حاصل کرنا حرام ہے۔ اسی طرح سفارش کر کے دوسرے کا مال ہڑپ کرنا بھی دراصل رشوت کی ایک صورت ہے۔ لوگوں کے خلاف غلط شکایات حکمرانوں کے پاس لے جانا اور پھر انہیں رشوت دینے پر مجبور کرنا بھی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرہ - ۱۸۸)

(اور ایک دوسرے کے مال آپس میں ناجائز طریقہ پر نہ کھاؤ اور انہیں حاکموں تک نہ پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ گناہ کے ساتھ کھا جاؤ، حالانکہ تم جانتے ہو)

۶ حضرت عبداللہ ابن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے پر لعنت کی۔

(جامع ترمذی ج ۱، ابواب الاحکام، باب ما جاء فی الراشی، ص: ۲۴۸۔)

اس لیے رشوت لینے والا جس حکومت یا ادارے کا ملازم ہے وہ حکومت یا ادارے کے ساتھ طے کر چکا ہے کہ وہ اس قدر تنخواہ لے گا اور اس قدر کام کریگا۔ اب اگر وہ تنخواہ کے علاوہ لوگوں سے بھی مانگتا ہے تو وہ موذی جانور ہے جو کہ اللہ کی رحمت سے دور ہے۔ جس حکومت کے ملازمین کثرت سے رشوت لینے لگیں وہ حکومت ان کی کا شکار ہو کر آخر کار ختم ہو جاتی ہے۔
رشوت کی نحوست یہ بھی ہے کہ نیک لوگ اور کمزور و پریشان حال لوگ جو رشوت نہیں دے سکتے وہ ملک میں مظلوم ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور مظلومین کی بددعا سے آخر کار رشوت خور حکمرانوں پر تباہی آتی ہے۔ اگر رشوت لینے والا رشوت لیے بغیر حق ادا نہ کرے یا رشوت لیے بغیر کسی بے گناہ پر ظلم کرنے سے نہ رکے تو اس صورت میں رشوت لینے والا حرام خور اور مجرم ہے۔ مگر رشوت دینے والا مظلوم ہے لیکن اگر رشوت دینے والا اپنے مقررہ حق سے زیادہ لینے کے لیے رشوت دے یا کسی بے گناہ پر ظلم کرے یا

کا حق مارنے کے لیے رشوت دے تو ایسی صورت میں رشوت لینے والا اور رشوت دینے والا دونوں ہی

مجرم اور گناہ گار ہیں۔

بعض بدمعاش عناصر حکمرانوں یا پولیس والوں کے دوست بن جاتے ہیں۔ یا کسی محکمہ کے بڑے افسران سے تعلق پیدا کر لیتے ہیں۔ اور لوگوں کی سفارش کر کے کام کراتے اور اس پر لوگوں سے ہدیہ کے نام پر مٹھائی کے نام پر مال بٹورتے ہیں یہ بھی حرام خور اور بدمعاش ہیں ان کا قلع قمع کرنا ضروری ہے۔

۵ حضرت ابو امامہ (رضی اللہ علیہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی بھائی کے لیے سفارش کی پھر اس نے اس (سفارش کے باعث) اسے ہدیہ پیش کیا اور اس نے قبول کیا تو وہ سود کے دروازوں میں سے ایک بڑے دروازے پر آیا۔ (گویا سود اور حرام کھایا)

(سنن ابی داؤد ج ۲: کتاب البیوع ر باب فی الھدیہ لقضاء الحاجۃ) ص ۔ ۴۹۹

بعض بڑے بڑے بدمعاش افسران نے یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ لوگ ہمیں خود ہی تحائف دیتے ہیں ہم ان سے نہیں مانگتے۔ ان کے قبول کرنے میں کیا حرج ہے؟ اس سلسلہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی موجود ہے۔

۶ حضرت ابو حمید ساعدی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن لتبیہ کو جو کہ ازد (قبیلے) کا آدمی تھا۔ زکوٰۃ جمع کر کے لانے کے لیے عامل مقرر کیا وہ مال لے کر آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کیا اور کہا! یہ آپ کا مال ہے اور یہ وہ ہدیہ ہے جو مجھے ہدیہ دیا گیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تو اپنے باپ اور اپنی ماں کے گھر کیوں نہ بیٹھا رہا پھر انتظار کرتا کہ کیا تجھے ہدیہ دیا جاتا ہے یا نہیں؟ ...... الی آخر الحدیث۔

(صحیح المسلم ج ۲: کتاب الامارۃ ر باب تحریم ہدایا العمال) ص ۱۲۳۔

اس لیے ایسے تمام افسران جن کو یہ گمان ہے کہ لوگ ان کے عاشق ہیں۔ حکومت کو چاہیے کہ ان کو کان سے پکڑ کر گھروں میں بھیج دے پھر ہم دیکھیں گے کہ کس کس کو تحائف ملتے ہیں اور کس کس کے منہ پہ لوگ تھوکتے ہیں؟ یاد رہے کہ جو آدمی سرکاری ملازم ہے لوگوں کو اس کے پاس بعض ضروری کاموں سے جانا پڑتا ہے۔ بعض لوگ اپنے کام نکلوانے کی خاطر ہدیہ پیش کرتے ہیں جو کہ دراصل رشوت ہے اور یہ حرام مال ہے۔ اس سے بچنا چاہیے۔

حق چھپانے کا معاوضہ حرام ہے

جو لوگ ذاتی اغراض کی خاطر یا کسی بادشاہ یا لیڈر وغیرہ کی خاطر یا مال حاصل کرنے کے لیے کسی بھی مقصد کی خاطر اسلام کے مسائل بدلتے ہیں یا چھپاتے ہیں وہ قطعی طور پر حرام خور اور مجرم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ الْکِتٰبِ وَیَشْتَرُوْنَ بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِکَ مَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِہِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا یُکَلِّمُہُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا یُزَکِّیْہِمْ وَلَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ (البقرۃ - ۱۷۴)

(بیشک جو لوگ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کو چھپاتے اور اس کے بدلہ میں تھوڑی سی قیمت لیتے ہیں، لوگ اپنے پیٹوں میں نہیں کھاتے مگر آگ اور اللہ ان سے قیامت کے دن کلام نہیں کریگا اور نہ انہیں پاک کریگا۔ اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے)

دوسری جگہ فرمایا۔

فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ یَکْتُبُوْنَ الْکِتٰبَ بِاَیْدِیْہِمْ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ ھٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ لِیَشْتَرُوْا بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا فَوَیْلٌ لَّہُمْ مِّمَّا کَتَبَتْ اَیْدِیْہِمْ وَوَیْلٌ لَّہُمْ مِّمَّا یَکْسِبُوْنَ ۝ (البقرۃ - ۷۹)

(افسوس ہے۔ ان لوگوں پر جو اپنے ہاتھوں لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے تاکہ اس سے کچھ روپیہ کمائیں پھر افسوس ہے کے لکھنے پر اور افسوس ہے۔ ان کی کمائی

اسی طرح جو آدمی دنیاوی مقاصد حاصل کرنے کے لیے بدعات جاری کرتا ہے جیسے کہ طرح طرح کے ختم، چالیسویں، عرس اور پختہ قبروں کا رواج، عید میلاد النبی نام کے جلوس قوالی یہ سب کام سخت گناہ ہیں اور ان کے ذریعہ سے حاصل کردہ مال حرام ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔

"سب سے بہترین کلام، اللہ کی کتاب ہے اور سب سے بہترین طریقہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ (سنت) ہے اور سب سے بدترین کام بدعات ہیں۔"

(صحیح البخاری ج ۲، کتاب الاعتصام باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ص: ۱۰۸۰-۱۱-

جو شخص دین کا علم اس لیے حاصل کرے تاکہ علماء سے جھگڑا کرکے فساد برپا کرے یا بیوقوف لوگوں کو الجھن میں ڈال دے اور لوگوں کی توجہ اپنی طرف کرکے مال حاصل کرے وہ بھی سخت مجرم ہے۔

۱۶ حضرت کعب بن مالک اپنے والد محترم (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے جنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔
جو اس لیے علم حاصل کرے تاکہ اس کے ذریعہ علماء سے بحث کرے (اور پھر ان پر فخر جتائے یا علماء کا وقار کم کرنے کی ناپاک کوشش کرے)۔ یا اس کے ذریعہ بے وقوفوں کے ساتھ جھگڑا کرے (اور انہیں گمراہ کرے یا پریشان کرے) اور اس کے ذریعے لوگوں کے رخ اپنی طرف کرے (تاکہ ان سے مال بٹورے یا ان کے ہاں درجہ بنانے کی کوشش کرے) اللہ تعالیٰ ایسے کو آگ میں ڈالے گا۔
(جامع ترمذی ج ۲: ابواب العلم رباب ما جاء فی من یطلب بعلمہ الدنیا)۔ ص: ۹۴
الغرض دنیا کمانے کے لیے کوئی دھوکہ کرنا، اسلام کی تعلیمات میں تبدیلی کرنا شدید جرم ہے اور یہ مال حرام ہے۔

بھیک مانگنا

گاہے گاہے انسان پر افلاس اور آفت طاری ہو جاتی ہے۔ مال برباد ہو جاتا ہے۔ بنیادی ضروریات غذا و لباس تک سے محروم ہو جاتا ہے۔ ایسے حالات میں مسلمان کو چاہیئے کہ خوب توجہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔ حلال کھائے اور اللہ تعالیٰ سے مانگے وہی عطا کرنیوالا ہے۔
اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ ملک کے رہنے والوں کی بنیادی ضروریات عزت کے ساتھ پوری کرنے کے لیے ایک جامع منصوبہ بنائے۔ صنعتیں لگائے۔ تجارت کو فروغ دے۔ زمینیں آباد کرے۔ تجارت و صنعت کو ہر قسم کے ٹیکس سے آزاد رکھے۔ بیروزگار افراد کو روزگار مہیا کرے اور انہیں اسلام کا پابند بنائے اور فوجی تربیت دے تاکہ ملک بنوتے کا ایک اسلامی ملک ہو اور دفاعی طور پر مضبوط ہو۔
اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ تجارت، صنعت، حراثت اور دوسرے جائز ذرائع سے مال کمائیں۔ دوسروں پر خرچ کریں مگر بھیک مانگنے سے بچیں۔
بھیک مانگنا ایک ذلت ہے اور شدید مجبوری کے بغیر اس کے قریب نہ جانا چاہیئے۔ اگر لوگوں کو خوشحال اور مالدار دیکھے تو اپنے اللہ سے مانگے۔ اپنے سے کم درجہ والے پر نظر کرے۔
سرمایہ داروں کے پاس مجلس کرنے سے پرہیز کرے تاکہ دل میں پریشانی پیدا نہ ہو۔
۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
جب تم میں سے کوئی اس کو دیکھے کہ جس کو مال اور خلق میں افضل بنایا گیا تو اس پر نظر کرے جو اس سے کم درجہ کا ہو۔ (صحیح البخاری ج ۲: کتاب الرقاق رباب لینظر الی من ھو اسفل منہ) ص ۹۶۰۱

یعنی زیادہ مالدار یا زیادہ خوبصورت یا زیادہ اولاد و رشتہ داروں یا زیادہ پیرو کاروں کو دیکھ کر محض دنیاوی نعمتوں کی وجہ سے پریشان نہ ہو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے مانگے اور حسن حال میں ہو صبر کرے البتہ اپنی ہمت کی حد تک اصلاح حال کی کوشش کرے اور معطل ہو کر نہ رہ جائے۔

دوسروں سے مانگنے میں چونکہ ذلت ہے اس لیے اس سے منع کیا گیا۔

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے ایک آدمی اپنی پیٹھ پر (لکڑیوں) کا گٹھا لادکر (فروخت کرے) یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی سے مانگے وہ اسے دے یا انکار کر دے۔

(صحیح البخاری ج ۱ کتاب البیوع باب کسب الرجل وعملہ بیدہ) ص: ۲۷۸۔

۶ حضرت ثوبان (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا۔ اور حضرت ثوبان جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے بتایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو مجھے ضمانت دے کہ وہ کچھ چیز نہیں مانگے گا۔ میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ حضرت ثوبان نے کہا۔ میں ضمانت دیتا ہوں چنانچہ وہ کسی سے چیز نہ مانگتے تھے۔

(سنن ابی داؤد ج ۱ کتاب الزکوٰۃ (باب کراہیۃ المسألۃ) ص: ۲۳۲

۶ حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس کو فاقہ آجائے وہ لوگوں کو بتاتا پھرے تو اس کا فاقہ ختم نہیں ہوگا۔ اور جو اللہ کے سامنے ہی فریاد کرے تو اللہ تعالیٰ جلد اسے تمنا عطا کرے گا یا جلد موت کے ذریعہ (کہ کسی مرنے والے کا وارث ہو) خود ہی چلا جائے یا جلد ہی غنا (مال) حاصل ہو۔

(سنن ابی داؤد ج ۱ کتاب الزکوٰۃ (باب فی الاستعفاف) ص: ۲۳۳۔

البتہ اگر بہر صورت مانگنا ہی پڑے تو مسلمان بادشاہ سے یا کسی نیک آدمی سے مانگے بدکار اور کافر کا احسان نہ لے۔

۶ حضرت سمرۃ بن جندب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مانگنا ایک زخم ہے کہ جس کے ذریعہ انسان اپنا چہرہ زخمی کرتا ہے۔ ہاں اگر آدمی کسی بادشاہ سے مانگے یا سخت لاچاری میں مانگے (تو حرج نہیں)۔

(جامع ترمذی ج ۱: ابواب الزکوٰۃ (باب ماجاء فی النھی عن المسألۃ) ص: ۸۴

۶ حضرت ابن الفراس (رضی اللہ عنہ) نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ سے عرض کیا۔ اے اللہ کے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مانگتا ہوں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نہیں (یعنی مانگا نہ کرو) اگر تجھے ضروری مانگنا پڑے تو نیک لوگوں سے مانگو۔

(سنن ابی داؤد ج ۱، کتاب الزکوٰۃ، باب فی الاستعفاف) ص: ۲۳۳۔

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آدمی لوگوں سے مانگتا رہتا ہے آخر کار وہ قیامت کے دن اسطرح آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ٹکڑا نہ ہوگا......!

(صحیح البخاری ج ۱، کتاب الزکوٰۃ، باب من سأل الناس تکثرا) ص: ۱۹۹۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگوں سے ان کے مال (اپنا سرمایہ) بڑھانے کی خاطر مانگے (گویا مانگنے کی تجارت کرے) تو وہ (آگ کے) انگارے مانگ رہا ہے کم مانگے یا زیادہ مانگے۔

(صحیح المسلم ج ۱، کتاب الزکوٰۃ، باب النھی عن المسألۃ) ص: ۳۳۳

البتہ اگر مانگے بغیر اللہ تعالیٰ کسی کے ہاتھ سے مال عطا فرمائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزی ہے اسے لے لے مگر حرام کاروبار کرنے والے احسان دھرنے والے، کافر یا مال دے کر کسی آفت میں مبتلا کرنیوالے سے ہدیہ قبول نہ کرے۔

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عطیہ فرماتے تو میں عرض کرتا۔ آپ مجھ سے زیادہ ضرورت مند کو عطا فرمائیے۔ آپ نے فرمایا۔ اسے لے لو جب تمہارے پاس اس مال میں سے کچھ چیز آئے اور نہ ہی تم ادھر دھیان لگائے ہو (کہ یہاں سے ملے گا) اور نہ مانگنے والے ہو۔ تو اسے لے لو۔ اور جو ایسا نہ ہو (مانگنا پڑے یا اشراف پایا جائے) تو اس کے پیچھے اپنے آپ کو نہ لگاؤ۔

(صحیح البخاری ج ۱، کتاب الزکوٰۃ، باب من اعطاہ اللہ شیئا من غیر مسألۃ ولا اشراف نفس) ص ۱۹۹

حضرت عطاء بن یسار (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کو عطیہ بھیجا۔ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے اسے واپس کر دیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ تم نے اسے کیوں واپس کیا؟ انہوں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول کیا آپ نے ہمیں نہیں بتایا کہ ہم میں ایک کے لیے بہتر یہ ہے کہ کسی سے کچھ چیز نہ لے؟۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ سوال کرنے کے بارے میں ہے۔ لیکن جب بغیر مانگے

کچھ ملے تو وہ روزی ہے جو کہ اسے اللہ تعالیٰ رزق عطا کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ نے کہا۔ اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں کسی سے کچھ چیز نہیں مانگوں گا اور جو چیز بغیر مانگے ملے گی وہ لے لوں گا۔

(موطا مالک ج ۲: کتاب الجامع / باب ماجاء فی التعفف من المسألۃ) ص ۳۲۷

اللہ کے سوا دوسروں کے نام پر ذبح شدہ اور غیر اسلامی طریقہ پر ذبح شدہ حرام ہے

اسلام نے واضح کر دیا کہ جو جانور اسلامی طریقہ پر ذبح کئے بغیر ہی مر جائے، مثلاً اسے ذبح نہ کیا جائے بلکہ طبعی موت مر جائے یا دم گھٹ کر یا چوٹ لگ کر یا بلندی سے گر کر یا کسی کے سینگ لگنے سے یا کسی درندے کے پھاڑنے سے مر جائے۔ الغرض جانور ذبح نہ کیا جا سکے اور بغیر ذبح کئے ہی مر جائے تو اسکا کھانا حرام اور سخت گناہ ہے۔ یا جان بوجھ کر بسم اللہ اللہ اکبر نہ کہے یا جانور کو بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر ذبح کرے مگر وہ جانور کسی ولی کے مزار یا بت یا پیر کے ڈیرے یا بزرگ کی نشستگاہ پر اس کے تقرب کی خاطر ذبح کیا جائے یا پہلے سے اللہ کے سوا کسی دوسرے کے نام پر مشہور کر دیا جائے کہ مثلاً یہ بابا شادی شہید کی بکری ہے یا گیارہویں والے کی ہے یا امام حسین کی ہے یا امام جعفر کے نام کی ہے۔ یہ تمام قطعی طور پر حرام ہے۔ اور ان کا کھانا حرام ہے۔ اسی طرح غیر اہل کتاب کفار کا ذبیحہ بھی حرام ہے۔ جیسے کہ ہندو، سکھ، کمیونسٹ، مظاہر پرست، آتش پرست، بت پرست، مجوسی، قادیانی و لاہوری مرزائی یا ایران کے بہائی مرتدین یا دشمنان صحابہ کرام یا ایسے لوگ جو اسلام کی باتوں مثلاً نماز، روزہ، مسجد، قرآن مجید، اسلامی شکل و صورت و انبیاء علیہم السلام یا اسلامی تعلیم وغیرہ اسلام کی کسی بات کا بھی مذاق کریں۔ اسی طرح حدیث اور معجزات کے منکرین ان سب کا ذبح شدہ مردار اور حرام ہے علماء اسلام کا مذاق اڑانے والوں اور انکے دشمنوں کا ذبیحہ بھی مردار ہے۔ البتہ اگر اہل کتاب عیسائی، یہودی اسلامی طریقہ پر ذبح کرے اور مسلمان اسے دیکھتا ہو تو درست ہے۔ مگر اس زمانہ میں یہودی، عیسائی کثرت سے نیم لادین ہو چکے ہیں اس لیے احتیاط ہی بہتر ہے۔ مزید براں خون کھانا بھی حرام ہے۔ اور خنزیر قطعی طور پر حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کئی حرام اشیاء کا ذکر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ — اور جس چیز پہ اللہ کا نام نہیں لیا گیا اس میں سے نہ کھاؤ اور بے شک یہ کھانا گناہ ہے۔

(الانعام - ۱۲۲)

اللہ تعالیٰ نے المائدہ ۔۳ میں مزید وضاحت کی اور فرمایا :

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ قف وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ط ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ ط

(المائدہ ـ ۳)

تم پر مردار اور خون اور سوّر کا گوشت حرام کیا گیا ہے اور وہ جانور جس پر اللہ کے سوا کسی دوسرے کا نام پکارا جائے (یعنی اللہ کے سوا کسی دوسرے کے نام پر نذر نیاز دی جائے یا ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام پکارا جائے) اور گلا گھٹ کر یا چوٹ سے یا بلندی سے گر کر یا سینگ مارنے سے مر گیا ہو۔ اور وہ جسے کسی درندے نے پھاڑ ڈالا ہو مگر جسے تم نے ذبح کر لیا ہو۔ اور وہ جو کسی تھان پہ ذبح کیا جائے اور یہ کہ جوئے کے تیروں سے تقسیم کرو یہ سب گناہ ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو جانور اسلامی طریقہ پہ ذبح نہ کیا جائے وہ مُردار اور حرام ہے جس (جانور) یا چیز کی اللہ کے سوا کسی دوسرے کے نام پہ نذر نیاز مانی جائے پھر چاہے اسے مسلمان (بھی) ذبح کرے وہ بھی مردار ہے اس کا کھانا حرام اور گندگی کھانا ہے اس لیے انسان کو چاہیئے کہ (حر)ام سے بچے۔ شرک اور حرام سے بچنے کے بعد ہی کوئی عبادت قبول ہو سکتی ہے۔

اسلامی حکومت کے ذرائع آمدنی

زکوٰۃ کا بیان

زکوٰۃ ادا کرنا عام دنیاوی انداز کا ٹیکس نہیں بلکہ یہ فرض مالی عبادت ہے اور قرب الٰہی حاصل کرنے کا مؤثر ذریعہ ہے۔ زکوٰۃ کا انکار کرنے والا قطعی طور پہ کافر ہے زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم قرآن مجید میں کئی بار دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ط

(البقرہ ـ ۱۱۰)

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔

زکوٰۃ کے مسائل مختصر طور پر درج ذیل ہیں

اگر کسی کے پاس قرض ادا کرنے کے بعد ۵۲½ تولہ چاندی یا ۷½ تولہ سونا یا ان دونوں میں سے کسی ایک کے برابر نقد روپیہ یا سونا یا چاندی یا مالِ تجارت ہو تو اس پر سال گزرنے کے بعد اڑھائی فیصد زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے اگر اسلامی حکومت موجود ہو تو مناسب یہ ہے حکومت کے ذریعہ زکوٰۃ دی جائے اور اگر اسلامی حکومت موجود نہ ہو تو ہر آدمی خود زکوٰۃ ادا کرے

گھر کے سامان، سواری، مکان، آلاتِ صنعت پر زکوٰۃ نہیں۔ اگر کسی کے پاس اونٹ گائے یا بکریاں ہوں اور وہ سال کا زیادہ حصہ مفت کا قدرتی گھاس کھائیں تو ان پر زکوٰۃ فرض ہے جس کی تفصیل یہ ہے:

پانچ سے کم اونٹوں پر زکوٰۃ نہیں۔ اگر پانچ اونٹ ہو جائیں اور ان پر سال گزر جائے پانچ سے نو تک پر ایک سال کی ایک بکری زکوٰۃ میں دینا فرض ہے اگر دس اونٹ ہو جائیں تو دس سے چودہ اونٹوں تک دو بکریاں، پندرہ سے انیس اونٹوں پر تین بکریاں، اگر پانچ اونٹ ہو جائیں تو ان پر زکوٰۃ کی شرح یہ ہو گی: (ذیح کر)

مقدار نصاب	مقدار زکوٰۃ
۵۔ اونٹ سے لے کر ۹ تک	ایک بکری
۱۰ " سے لے کر ۱۴ تک	۲ بکریاں
۱۵ " سے لے کر ۱۹ تک	۳ بکریاں
۲۰ " سے لے کر ۲۴ تک	۴ بکریاں
۲۵ " سے لے کر ۳۵ تک	دوسرے سال میں داخل اونٹ کا بچہ
۳۶ " سے لے کر ۴۵ تک	تیسرے سال میں داخل اونٹ کا بچہ
۴۶ " سے لے کر ۶۰ تک	چوتھے سال میں داخل اونٹ کا بچہ
۶۱ " سے لے کر ۷۵ تک	پانچویں سال میں داخل اونٹ کا بچہ
۷۶ " سے لے کر ۹۰ تک	تیسرے سال میں داخل اونٹ کے دو بچے
۹۱ سے لے کر ۱۲۰ تک	چوتھے سال داخل اونٹ کے دو بچے

اس کے بعد دوبارہ یہ سلسلہ شروع ہو گا یعنی ۱۲۰۔ اونٹوں کے بعد پہلے پانچ پر ایک بکری اور چوتھے میں داخل دو اونٹ کے بچے، اسی طرح چلتے جائیں۔

گائے بیل کی صورت میں زکوٰۃ کا نصاب یہ ہے:

مقدارِ نصاب	مقدارِ زکوٰۃ
۳۰ گائے سے لے کر ۳۹ تک	دوسرے سال میں داخل گائے بیل کا بچہ
۴۰ گائے سے لے کر ۵۹ تک	تیسرے سال میں داخل گائے بیل کا بچہ
یہ صاحبین کے نزدیک ہے :	
۶۰ سے لے کر ۶۹ تک	دوسرے سال میں داخل دو گائے کے بچے۔
۷۰ گائے سے لے کر ۷۹ تک	ایک تیسرے سال میں اور ایک دوسرے سال میں گائے کے بچے.
۸۰ گائے سے لے کر ۸۹ تک	تیسرے سال میں داخل دو گائے کے بچے
۹۰ گائے سے لے کر ۹۹ تک	دوسرے سال میں داخل تین گائے کے بچے
۱۰۰ ہونے پر	دوسرے سال میں داخل دو بچے اور تیسرے سال میں داخل ایک گائے کا بچہ - اسی طرح چلتے جائیں ۔

اگر بھیڑ بکری ہو تو اس پر زکوٰۃ کی شرح یہ ہو گی ۔

چالیس بکریوں سے کم پر زکوٰۃ نہیں اگر چالیس بکریاں ہوں اور وہ سال کا زیادہ حصہ مفت کا گھاس کھائیں تو سال گذرنے پر زکوٰۃ کی شرح یہ ہو گی :

۴۰ بکری سے لے کر ۱۲۰ تک	ایک بکری
۱۲۱ بکری سے لے کر ۲۰۰ تک	دو بکریاں
۲۰۱ بکری سے لے کر ۴۰۰ تک	تین بکریاں

پھر ہر سو بکری پر ایک بکری زکوٰۃ ہو گی ۔

زکوٰۃ صرف مسلمانوں کے مال پر لازم ہوتی ہے. غیر مسلموں پر زکوٰۃ نہیں اور کفار کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

عشر کا بیان

جو قوم اسلام قبول کر لے اس کی تمام اراضی، اسی طرح غانمین (مجاہدین) کے حصہ میں آنے والی زمین یا وہ دور افتادہ زمین جس کو کوئی مسلمان آباد کر لے یا لاوارث ذمی کی موت پر مسلمان کے قبضہ میں آنے والی زمین عشری زمین کہلاتی ہے. عرب کی زمین سب عشری زمین ہے ۔

اگر یہ زمین مفت کے پانی سے مثلاً بارش یا قدرتی چشمہ وغیرہ کے پانی سے سیراب ہوتی ہو تو کل پیداوار کا دسواں حصہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینا ضروری ہے ۔

اور اگر زمین کو قیمت کا پانی دینا پڑے مثلاً ڈول نکال کر سیراب کرے یا پرائیویٹ حوض یا نہر کا پانی قیمت دے کر حاصل کرے تو کل پیداوار کا بیسواں حصہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینا ضروری اس کو عشر کہا جاتا ہے۔

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو بارش اور چشمہ (کا مفت کا پانی) سیراب کرے اس میں عشر (دسواں حصہ) ہے اور جس کو چھڑکاؤ (یعنی قیمت یا محنت کے ساتھ) سیراب کیا جائے۔ اس میں بیسواں حصہ ہے۔

(جامع ترمذی ج: ۱، ابواب الزکوٰۃ، باب ما جاء فی الصدقۃ فیما یسقی بالانہار وغیرھا، ص: ۱

اسلامی حکومت زکوٰۃ اور عشر جمع کر کے مستحقین پر خرچ کرے گی۔ اگر حکمران گروہ کفار و مرتد مثلاً قادیانی یا بہائی یا یہودی عیسائی وغیرہ مشتمل ہو۔ یا دشمنانِ صحابہ کرام یا منکرین حدیث یا اسلام کے دشمن اور اسلام دشمن عناصر حکومت پر قبضہ کر لیں تو ان کو زکوٰۃ اور عشر بلکہ کسی قسم ٹیکس بھی نہیں دینا چاہیئے تاکہ اسلام دشمن عناصر کے ساتھ تعاون کا جرم نہ ہو۔ البتہ اگر وہ کر کے وصول کریں تو وہ چور اور ڈاکو کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان کا تختہ الٹنے کیلئے مسلمانوں پر منصوبہ لازم ہے غلامی اور ذلت پر قناعت کر کے بیٹھ جانا اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔

جزیہ اگر کفار مغلوب ہو کر اسلامی اقتدار کو تسلیم کر لیں اور ایک مقررہ ٹیکس دے کر اسلامی حکومت کے زیر اقتدار ہو کر پُرامن طور پر رہنا چاہیں اور خلیفۃ المسلمین انہیں اسلامی حکومت میں ذمی بن کر رہائش کی اجازت دے تو انہیں جزیہ دینا پڑے گا جس کے عوض ان کے جان و مال و عزت کی حفاظت کی جائے گی بشرطیکہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کسی قسم کی سازش نہ کریں اور پُرامن زندگی گزاریں۔ مرتد پر جزیہ نہیں ہوتا۔ اس کے لیے دو ہی صورتیں ہیں یا اسلام قبول کرے یا اسے قتل کر دیا جائے۔ عورتوں اور بچوں پر جزیہ نہیں اس لیے کہ وہ کاروبار نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی غیر مسلم اسلام قبول کر لے تو اس سے جزیہ ختم ہو جائے گا۔

۶ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ ایک زمین میں دو قبلے درست نہیں اور مسلمانوں پر جزیہ نہیں۔

(جامع ترمذی ج: ۱، ابواب الزکوٰۃ، باب ما جاء لیس علی المسلمین جزیہ، ص: ۸۱

خراج جن ممالک پر اسلام کا غلبہ ہوا اور وہاں کی زمینیں غیر مسلموں کے قبضہ میں رہنے

دی گئیں۔ البتہ پیداوار کے بارے میں ان کے ساتھ نصف نصف یا کسی نسبت معاہدہ ہو گیا وہ خراجی زمینیں ہیں اور انہیں مقررہ مقدار میں زمین کی پیداوار سے اسلامی حکومت کو خراج دینا پڑے گا۔

فیٔ اگر کفار مرعوب ہو کر جنگ کئے بغیر ہی بھاگ جائیں اور سامان یا مال چھوڑ جائیں۔ مسلمان جنگ کئے بغیر اس پر قبضہ کریں۔ یہ فیٔ کہلاتا ہے۔ یہ بیت المال کا حق ہے سے تقسیم نہیں کیا جائے گا بلکہ سرکاری مدات پر خرچ ہوگا۔ ایسے ہی مرتد کا متروکہ مال جبکہ اس کے قانونی وارث نہ ہوں تو وہ بھی فیٔ میں داخل ہے۔

خمس مال غنیمت حاصل کرنے اور کسی جگہ سے وفینہ نکلنے کے بعد تقسیم سے پہلے پانچواں حصہ الگ کیا جاتا ہے۔ یہ خمس کہلاتا ہے اور یہ بیت المال کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ	اور جان لو کہ جو کچھ تمہیں بطور غنیمت
شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ	ملے، خواہ کوئی چیز ہو تو اس میں سے پانچواں
وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی	حصہ اللہ اور اس کے رسول کا ہے،
وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ لا	اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں
(الانفال - ۴۱)	اور مسافروں کے لیے ہے۔

امام کو چاہیے کہ وہ غنیمت کو اس طرح تقسیم کرے کہ پانچواں حصہ الگ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ، پانچویں حصہ کو الگ کرے اور پانچواں حصہ نکال کر باقی چار حصے (۴/۵) مجاہدین پر تقسیم کرے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مجاہدین پر تقسیم کیا تھا۔ (ہدایہ ج ۲ کتاب السیر، فصل فی کیفیۃ القسمۃ، ص: ۵۷۲)

مگر آج کل مجاہدین کو تنخواہیں دی جاتی ہیں۔

وقف وہ تمام منقولہ یا غیر منقولہ اشیاء جو کہ ذاتی ملکیت سے نکال کر وقف کر دی جائیں وہ وقف کرنے والے کی ملکیت سے نکل جاتی ہیں اب اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اوقاف کا انتظام درست کرے اور انہیں وقف کرنے والے کی نیت کے مطابق وقف کو استعمال کرے بشرطیکہ کسی شرک یا بدعت یا بُرے کام کے لیے نیت نہ کی گئی ہو۔ البتہ اگر نیت غلط ہو تو حکومت اسے وقف کے اسلامی اصولوں کے مطابق استعمال کرے۔ مساجد، مدرسے، باغ، مکان یا کوئی چیز جب وقف کی جائے تو حکومت پر لازم ہے کہ اس کے انتظامات کے لیے

ایماندار اور مسلمان آدمی مقرر کرے ختم نبوت کا غدار۔ حدیث کا منکر، گناہ کبیرہ میں مبتلا مثلاً بے نمازی، صحابہ کرامؓ یا علماء اسلام کا دشمن، مسلمانوں کی متروکہ وقف املاک کا نگہبان نہیں بن سکتا

یہ بھی ضروری ہے کہ جو مال یا چیز صرف مسجد کے لیے وقف کی جائے اسے صرف مسجد کی ضرورت عمارت۔ چٹائی، روشنی وغیرہ پر خرچ کی جائے۔

جو مال یا جائداد کسی اسلامی مدرسہ کے لیے وقف کی جائے اسے صرف مدرسہ کی عمارت، طلبہ، اساتذہ وغیرہ پر خرچ کیا جائے جن ممالک میں مساجد کے مال کو بڑے بڑے بدمعاش بے نمازی افسران کی تنخواہوں پر خرچ کیا جاتا ہے یہ سراسر خیانت ہے اور تنخواہ لینے والے سخت گناہ گار ہیں۔ افسوس آج کل مساجد کے علماء و طلبہ پر کم خرچ کیا جاتا ہے اور انگریزی سامراج کے پالتو دانشوروں کو علماء پر افسر بنا کر ان پر زیادہ خرچ کیا جاتا ہے۔

مساجد کی عمارت اور ضروریات پر توجہ نہیں دی جاتی مگر ان کے انتظامات کرنے کی آڑ میں اسلام سے جاہل افسران اپنی کوٹھیوں پر متروکہ وقف کا مال برباد کرتے ہیں۔ یہ سب حرام خور اور خیانت کرنے والے ہیں۔

البتہ مزارات کا وقف ایک بے معنی بات ہے مُردوں پر قبے تعمیر کرنا اور ان پر لاکھوں روپیہ خرچ کر کے لوگوں کو شرک و بدعت دینا یہ اسلامی اوقاف نہیں بلکہ شیطان کے چیلوں کا کاروبار ہے جس ملک کے اوقاف میں قبروں کے نذرانے جمع کر کے، عرس مچا کر مال جمع کیا جاتا ہو۔ ایسے اوقاف کے محکمہ میں ملازمت کرنا ایمان برباد کرنے کے سوا کچھ نہیں۔ شرک و بدعت کے مراکز کو منہدم کرنا ہی صحیح بات ہے۔

عشور اگر اسلامی حکومت میں اجازت سے کر کفار مال تجارت لے کر آئیں تو ان پر ٹیکس لگایا جائے تاکہ مسلمانوں کے مقابلے میں ان کا مال سستا فروخت ہو کر مسلمانوں کی تجارت کو نقصان نہ دے سکے اس طرح اگر کوئی مسلمان دار الحرب سے مال تجارت لے کر دار الاسلام میں داخل ہوگا تو اس پر بھی ٹیکس لگایا جائے گا اس لیے کہ اگر مسلمان دار الحرب سے مال لے کر دار الاسلام میں داخل ہو تو بھی کفار کی تجارت کو فروغ حاصل ہوگا اور مسلمانوں کی تجارت کو خسارے کا خطرہ ہوگا۔

صدقات اگر صدقاتِ واجبہ میں اسلامی حکومت اور مسلمانوں کی ضروریات پوری نہ ہوں تو مالداروں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دی جائے گی چاہے صدقہ کرنے والے خود ضرورت مندوں پر خرچ کریں یا خلیفۃ المسلمین کے سپرد کریں اور خلیفۃ المسلمین ضرورت مندوں تک پہنچائے دونوں طریقے درست ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ○ (الذّٰرِيٰت - ۱۹)	اور ان کے مالوں میں مانگنے والوں اور تنگ دستوں کا حق ہے۔

ضرائب جنگ یا قحط کے زمانہ میں رفاہِ عامہ کے کاموں کے سلسلہ میں یا عوام کی بیروزگاری دور کرنے کے لیے زکوٰۃ اور صدقات کے علاوہ بھی اعتبار پر ٹیکس لگایا جاسکتا ہے البتہ اس کا مقصد صرف مسلمانوں کی حالت درست کرنا یا جہاد کی ضروریات پوری کرنا یا قحط زدگان کی مدد کرنا وغیرہ ہو محض بڑے بڑے پیٹو افسروں اور بدمعاش حکمرانوں کی عیاشی اور کوٹھی کار کے لیے ٹیکس لگانا دراصل ڈاکہ زنی اور شدید جرم ہے۔

کراء الارض جو زمین لاوارث ہو کر یا لشکر کشی سے فتح ہو کر مسلمانوں کے لیے وقف ہو کر بیت المال میں آجائے۔ اسے اُجرت پر دے کر کاشت کرانے سے جو مال حاصل ہوگا وہ بیت المال کا حق ہے۔ ایسی زمینوں کو ارض المملکتہ یا ارض الحوزۃ کہا جاتا ہے۔

اموال فاضلہ مندرجہ بالا آمدنی کے ذرائع کے علاوہ متفرق طریقوں سے جو مال حاصل ہو مثلاً مسلمان یا ذمی کی وفات ہوگئی۔ وارث کوئی نہیں تھا تو وہ مال بیت المال میں جائے گا اس طرح کوئی ذمی غداری کر کے دارالحرب کی طرف بھاگ گیا۔ اس کے مال کا مالک بھی بیت المال ہی ہے یا حکومت نے کاروبار کیا۔ زمین کی معدنیات۔ پٹرول، سونا، چاندی گیس وغیرہ نکالیں اور فروخت کیں۔ یہ سب بیت المال کا حق ہے۔ اس طرح حکومت نے خود کاروبار کیا اور اس سے نفع حاصل ہُوا۔ یہ بیت المال کا حق ہے۔

مصارف بیت المال

بیت المال میں جو مال بصورت زکوٰۃ، عشر، مسلمان تجار سے وصول شدہ عشور، غنیمت، کنز، رکاز کا خمس اور صدقات سے حاصل ہو۔ اس کے مصارف کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ	زکوٰۃ مفلسوں اور محتاجوں اور اس کا کام کرنے والوں (عاملین زکوٰۃ) کا حق ہے اور جن کی دل جوئی کرنی ہے اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے

فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ (التوبہ — ۶۰)

قرض میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کو یہ اللہ کی طرف سے مقرر کیا ہوا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

اب ان آٹھ مصارف کی قدرے تفصیل بیان کی جاتی ہے۔ جن کی دلجوئی کرنا ہے" یہ قسم ختم ہو گئی۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر دیا۔ اور ان سے بے پرواہ کر دیا۔ اس پر اجماع ہو چکا ہے۔ اب باقی درج ذیل ہیں:

۱۔ فقرار۔ ۲۔ مساکین۔ ۳۔ عاملین۔ ۴۔ فی الرقاب۔ ۵۔ غارمین۔ ۶۔ فی سبیل اللہ ۷۔ ابن سبیل۔

فقراء: اس سے مراد وہ آدمی ہے کہ جس کے پاس معمولی سا مال ہو اور اس پر زکوٰۃ فرض نہ ہو۔

مساکین: اس سے مراد وہ ہے کہ جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔

عاملین: ان سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو زکوٰۃ وغیرہ اکٹھی کرنے کے لیے بھیجا جاتا ہے اور امیرالمومنین ان کے کام کے مطابق مناسب حد تک مال دیتا ہے۔

فی الرقاب: جو غلام اپنے آقا سے طے کرے کہ اس قدر مال دے کر آزاد ہو جاؤں گا تو اس کی مدد کی جائے تاکہ وہ آزادی حاصل کر سکے (یا مسلمان قیدی مال کی مقدار طے کرے یا مال دے کر اسے آزاد کرایا جائے۔)

غارمین: ان سے مراد وہ مقروض ہیں کہ جن پر اس قدر قرض ہو گیا کہ اپنے پاس موجود مال دے کر بھی قرض ادا نہیں ہو سکتا۔ گویا وہ فقرار ہی ہو گئے۔

فی سبیل اللہ: جو لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کر رہے ہیں اور مالدار نہیں ہیں۔ اسلامی تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ بشرطیکہ غریب ہوں وہ بھی اس مد سے لے سکتے ہیں یا علمار اسلام جو اسلامی تعلیم دے رہے ہیں اور مالی امداد کے ضرورت مند ہیں۔ ان کے پاس کوئی ذریعۂ آمدنی نہیں ہے۔

ابن السبیل: جس کے پاس وطن میں چاہے مال ہو مگر حالتِ سفر میں غریب ہو گیا تو وہ بھی مستحق ہے اس کی اجازت ہے کہ یہ مال ہر قسم کے افراد پر تقسیم کیا جائے یا صرف ایک قسم کے کسی فرد کو دیا جائے۔ ذمی یا کسی کافر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ زکوٰۃ کے مال سے مسجد بنانا، کسی میت کو کفن دینا جائز نہیں اور نہ میت کا قرض چکایا جا سکتا ہے۔

اپنے باپ دادا اوپر تک اور اپنے بیٹے بیٹی نیچے تک کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ اسی طرح بیوی
و زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ نیز بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا درست نہیں۔ البتہ بنی ہاشم کی ۔۔م ۔ اموال سے
مدد کی جائے۔

خراج، جزیہ، غیر مسلم تجار سے حاصل کردہ عشور، فیٔ، کراء الارض اور ضرائب سے حاصل شدہ
اموال کو ہر قسم کے وظائف دینے اور شعبہ ہائے حکومت کے نظم و نسق چلانے میں خرچ کیا جا سکتا ہے۔
چنانچہ فوج پولیس محکمہ قضا رہیں تبلیغ اسلام، تعلیم اسلام، فقراء وغیرہ کے وظائف دیے جا سکتے
ہیں حق بات یہ ہے کہ اگر اللہ مال زیادہ عطا کرے تو اسلامی حکومت کو چاہیئے کہ وہ تمام بالغ مسلمان
افراد، اور زیادہ سے زیادہ صحت مند افراد کے وظائف مقرر کر دے اور صحت مند افراد کو ہر وقت
فوجی خدمات کے لیے تیار رکھے۔ مسلمان جہاں بھی ہو وہ ہر وقت جہاد کے لیے تیار رہتا ہے۔

باب ـــ ۱۰

اسلامی خلافت

مسلمان آزاد ہے

مسلمان ہر زمانہ میں اور ہر ملک میں آزاد ہوتا ہے وہ کسی کی غلامی قبول نہیں کر سکتا۔ البتہ وقتی طور پر خاموشی اختیار کرنا اور قوت جمع کرنا یا عزت مند معاہدہ کے ساتھ رہنا الگ بات ہے اگر مسلمان اسلام کا پابند رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا اور وہ آزاد ہی رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○	اور سست نہ ہو اور غم نہ کھاؤ اور تم ہی غالب رہوگے اگر تم ایمان دار ہو۔

(آل عمران ـــ ۱۳۹)

یعنی اسلام کا پابند آزاد ہی رہے گا اگر چہ وقتی طور پر کفار کا غلبہ ہو جائے مگر آخر کار مسلمان آزاد اور غالب ہوگا اور کافر ذلیل و مغلوب ہوگا۔

شرط یہ ہے کہ مسلمان کے عقائد و اعمال، قرآن و حدیث اور آثار صحابہ کرام کے مطابق ہوں گناہ سے بچے، ہر قسم کی ممکن قوت جمع کرے، اسلحہ حاصل کرے اور کفار کی سرکوبی کے لیے ہر ممکن طریقہ اختیار کر کے پھر اللہ پر توکل رکھے اور دعائیں کرے۔ یہ نہ ہو کہ کرے کچھ بھی نہیں اور امیدوں پر ہی گذارا کرنے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ	بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلے۔

(الرعد ـــ ۱۱)

حالت بدلنے سے مراد یہ ہے کہ اسلام کی پابندی کرے اور آزادی کے لیے ہر ممکن قوت حاصل کر کے جدوجہد کرے۔

ہندوستان کے امام الحدیث حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت کی اہمیت بتاتے ہوئے فرمایا:

"یہ ضروری ہے کہ مسلمانوں کی جماعت میں مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ و اصلاح کے لیے ایک

لیفہ ہو کیونکہ مسلمانوں کے مفادات خلیفہ کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتے۔ مسلمانوں کے مصالح و مفادات
ی دو بڑی اقسام ہیں":
ن کا تعلق شہری سیاست سے ہے یعنی جہاد کے لیے افواج تیار کرنا، ظالم کو ظلم سے روکنا اور نزاعات
کے فیصلہ جات وغیرہ۔
جن کا تعلق امت مسلمہ کے ساتھ ہے کہ تمام غلط ادیان پر اسلام کو غالب کرنے کی جد وجہد کرنا
اور یہ کام خلیفہ کے بغیر ممکن نہیں۔ خلیفہ میں یہ قوت ہوتی ہے کہ مرتدین، جرائم پیشہ لوگوں کو سزا
دے، فرائض کے تارکین سے باز پرس کرے۔ دوسرے تمام کافرانہ مذاہب کو کمزور رکھے (کیونکہ
غیر اسلامی ادیان دراصل شیطانی افکار ہیں اور شیطان کو دُور کرنا انسانیت کی بھلائی ہے) کفار
سے جزیہ وصول کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ضروریات چار ابواب میں بیان فرمادیں۔
مظالم۔ حدود، قضاء اور جہاد۔

(حجۃ البالغہ ج: ۲، من ابواب سیاسۃ المدن، ص: ۷۳۵)

اللہ تعالیٰ نے اسلام کے پابند نیک لوگوں کو حکومت عطا کرنے کا وعدہ اور یہ وعدہ سب سے
ے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں پورا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔـا ۭ (النور — ۵۵)	اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ انہیں ضرور ملک کی حکومت عطا کرے گا جیسے کہ ان سے پہلوں کو عطا کی تھی اور ان کے لیے جس دین کو پسند کیا ہے اسے ضرور مستحکم کرے گا اور البتہ ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔

مندرجہ بالا آیت میں فتح اور غلبہ کا وعدہ اس قوم کے ساتھ ہے جو شرک نہ کرے اور عبادت
بھی کرے مگر جو فوج بے نمازی، شرابی، بدکار اور قبروں و بتوں کو پوجنے والی ہو، اس کے ساتھ
کوئی وعدہ نہیں۔

اسلام کی پابندی کرنے اور اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تابعدار ہونے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت انسانی تاریخ میں واحد ممتاز اور مثالی جماعت ہے۔ ساری دنیا نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے ساتھ یہ وعدہ پورا کیا۔

صحابہ کرامؓ نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی کی حد تک اسلام کی پابندی کی۔ اسلام کو غالب کرنے کے لیے جہاد کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس قابل ستائش کارکردگی کے ایسی زبردست حکومت عطا فرمائی کہ انسانی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ روم اور فارس کی دو بدمعاش حکومتوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ ساری دنیا پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی اور ایک ہزار برس روئے زمین پر مسلمانوں نے اطمینان سے حکومت کی جو انصاف و عدل کا ایک قابل فخر نمونہ جب اسلام کی پابندی کم ہو گئی۔ دنیاوی لذتوں میں گر گئے جہاد چھوڑ دیا تو ہر طرف کفار نے یلغار کر دی۔ کفار نے مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیے کئی حربے اختیار کیے۔ مسلمانوں میں شراب نوشی بے پردگی اور بے حیائی عام کی نئے نئے اسلام دشمن فرقے پیدا کیے۔ کوئی حدیث کا انکار کر رہا ہے جیسے کہ پرویزی فرقہ، کوئی جعلی نبی بن کر مسلمانوں کے خلاف سازش کر رہا ہے جیسے کہ قادیانی دجال اور بہائی دجال، کوئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف بکواس کر رہا ہے جیسے کہ رافضی۔ کوئی اسلام کے نشانات اور اسلامی تہذیب و اخلاق کا مذاق اڑا رہا ہے۔

کوئی توحید و سنت کی بجائے شرک و بدعت کی گندگی میں غوطے کھا رہا ہے اور قبروں کی پوجا کرنے، مُردوں کی تجارت کرنے اور مزاروں پر شرک و بدعت کی رسمیں جاری کرنے میں لگا ہے۔ الغرض بہت سے لوگ اس اسلام سے ہٹ گئے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چلتے رہے حالانکہ اللہ کے نزدیک وہی اسلام مصدقہ اور قابل قبول ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا اور جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمل کیا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد کا وعدہ بھی صرف اس اسلام کے ماننے والوں کے لیے ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

اب جو قوم قرآن مجید، حدیث مبارک اور صحابہ کرامؓ کے طریق سے ثابت شدہ اسلام کو مسترد کرتی ہے تو ایسی بدمعاش قوم کی مدد کا کوئی وعدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔ ایسی قوم پر ذلت آتی ہے تو یہ اس کا اپنا قصور ہے جس کا علاج توبہ اور قرآن و حدیث و صحابہ کرام سے ثابت شدہ اسلام کی طرف واپس لوٹ جانا ہے اور بس۔

اسلامی سیاست اور اس کے لیڈر

ر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ملک میں اسلامی انقلاب برپا کرنے، کفر کو کمزور کرنے اور مسلمانوں
قت ور بنانے میں حصہ لے۔ اسی کا نام اسلامی سیاست ہے۔ اسلامی سیاست میں حصہ لینا
مانوں کو آزاد، غالب اور طاقتور مسلمان امت کی حیثیت سے بیدار کرنا درحقیقت اسلام کا
ی حصہ ہے۔

بعض جاہل عناصر صرف نماز روزہ اور دوسری چند مقررہ عبادات کو ہی اسلام سمجھتے ہیں حالانکہ
ی انقلاب برپا کرنے میں حصہ نہ لینا اور کفر کی حکومت پر قناعت کرنا یا اس سے مفاہمت کر کے بیٹھ
اسلام کی صحیح اطاعت نہیں۔

آسان الفاظ میں اسلامی سیاست سے مراد یہ ہے کہ جائز ذرائع مثلاً جماعت بنا کر، اخبارات
ر، تقاریر وغیرہ ہر ممکن ذریعہ سے ملک میں قرآن و حدیث اور آثارِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روشنی
اسلامی انقلاب برپا کرنے کی تحریک چلانا قرآن و حدیث اور صحابہ کرام کے دشمن کفار، بدمعاش
صر اور گمراہ لوگوں کی گرفت سے مسلمانوں کو آزاد کرانے کی کوشش کرنا، الغرض اسلام کے پابند
ں کو قرآن و حدیث و آثار صحابہ کرام کی بنیاد پر جمع کرنا اور کفار اور کفر کی حکومت کو تباہ کر کے اسلام
مسلمانوں کو غالب ہونے میں ہر قسم کا تعاون کرنا صحیح اسلامی سیاست ہے اور اس میں حصہ لینا
مسلمان کا فرض ہے۔

بعض بدمعاش عناصر علماءِ اسلام کو میدانِ سیاست سے ہٹانے کے لیے یہ بکواس کرتے ہیں کہ
مار کا کام مساجد تک محدود ہے ان کو سیاست میں نہیں آنا چاہیئے۔ سیاست گندی چیز ہے اس کا
واب یہ ہے کہ اگر اسلامی حکومت قائم کرنے کا ارادہ ہو تو سیاست میں صرف اسلام کے ماہرین
علمار کو ہی آنے کا حق ہے۔ اسلام سے جاہل بدمعاش اور شرابی بدکار کھڑے ہو کر پیشاب کرنے
والے جانوروں کو اسلامی سیاست میں آنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

اور اگر کفر کی حکومت قائم کرنے کا ارادہ ہے تو مسلمانوں اور علمار اسلام کا فرض ہے کہ ان تمام
بدمعاش اور غنڈہ گرد عناصر کو جہنم رسید کریں جو اسلام کے مقابلہ میں کفر کا راج قائم کرنا چاہتے ہیں۔

بعض بدمعاش عناصر یہ بکواس کرتے ہیں کہ علمار کو کیا خبر کہ حکومت کس طرح کی جاتی ہے۔
اس کا جواب بھی یہ ہے کہ اگر اسلامی حکومت قائم کرنی ہو تو علمار کرام اس کو خوب جانتے ہیں لیکن اگر

کفر کی حکومت قائم کرنی ہو تو علماء اسلام، کفر کی حکومت کو نہ مانتے ہیں اور نہ جانتے ہیں بلکہ
کفر کی حکومت اور کفر کی حکومت قائم کرنے والے بدمعاش حکمران اور ایسے خبیث لیڈر کا
۶۔ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کی روایت میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فر
بنی اسرائیل کی سیاسی رہنمائی انبیاء (علیہم السلام) کرتے تھے جب ایک نبیؑ وفات
تو دوسرا اس کی جگہ پر آجاتا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں، البتہ خلفاء ہوں گے جو بہ
ہوں گے ..... الحدیث

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب الامارۃ، باب وجوب الوفاء ببیعۃ الخلیفہ الاول فالاول ص:

آج کل دنیا میں زیادہ تر جمہوریت، اشتراکیت یا مقامی رواجات پر مشتمل حکومتیں قائم کی جا
یہ تمام نظریات، شیطانی اور کافرانہ ہیں۔ اسلام کے مقابلہ میں جمہوریت یا اشتراکیت یا مقامی ر
کے نظریات کی حمایت کرنے والا قطعی طور پر اسلام کا دشمن ہے۔

ہر مسلمان اللہ تعالیٰ کا سپاہی ہے اس کا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کی زمین سے کفر و شرک
یا جمہوریت و اشتراکیت وغیرہ تمام غیر اسلامی نظریات کی گندگی کو دُور کرے اور گندگی پھیلا
والوں کی سرکوبی کرے۔

اشتراکیت تو ہر دین اور ہر اخلاق و عصمت کی مخالفت کا نام ہے۔ اشتراکیت میں عورت
محترم ماں، مقدس بہن اور پاکدامن بیٹی کا تصور ہی نہیں وہاں ہر چیز ہر ایک کی ملکیت ہے۔
یے اشتراکیت ہر مرد و عورت کو بدکار اور حرامی بنانے کی سازش کا نام ہے۔ ایسے نظریات کو
انتہائی درجہ کے بدکار، حرامی، غنڈے اور بے غیرت لوگ ہی تسلیم کر سکتے ہیں کسی شریف آدمی
اشتراکیت سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔

جمہوریت کا مفہوم یہ ہے کہ عوام جو کہیں اسے قانون کی رُو سے درست قرار دیا جائے اگر عوام
شراب نوشی کرنا چاہیں، زنا کرنا چاہیں تو انہیں اس کی اجازت ہو جس کا نتیجہ ہم یہ دیکھ رہے
کہ کفار کے ممالک میں بدکاری عام ہے۔ شراب نوشی عام ہے حتیٰ کہ لواطت کی اجازت دے دی
گئی۔ بدکاری کی اولاد کو جائز قرار دے دیا گیا۔ تف ہے ایسی بے غیرت اقوام پر۔

آج کی غیر مسلم دنیا جس درجہ کی بے غیرتی، کفر اور جرائم کے ارتکاب کے مقام پر پہنچ چکی ہے
اگر اس پر عام عذاب آجائے تو کوئی بعید بات نہیں۔

اسلام کا نظریہ بالکل واضح ہے کہ اللہ کی زمین پر صرف اللہ کے دین اسلام کی حکومت

قرآن و حدیث اور آثار صحابہ کرام ہی قانون کے ماخذ ہوں، اور صرف اسلام کے ذریعہ ہی
امن قائم کیا جا سکتا ہے۔ ہر ایک کے ساتھ انصاف ممکن ہے اور انسانیت اعلیٰ ترین اخلاق
نیکی و پاکدامنی کا مقام حاصل کر سکتی ہے۔
مسلمانوں کو لازم ہے کہ ملک میں اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لیے جماعت سازی کریں،
، مال، ذرائع تشہیر الغرض ہر قسم کی قوت جمع کریں اور کفار یعنی شیاطین کی طاقت تباہ کرنے
اسلام اور مسلمانوں کو غالب کرنے کے لیے ہر ممکن ذریعہ استعمال کریں۔
جماعت کا منشور صاف طور پر یہ ہو کہ حکومت ملنے پر اسلام کا قانون نافذ کیا جائے گا جس
مرجع قرآن مجید، حدیث مبارک، آثار صحابہ کرام ہو گا اور فقہاء ائمہ اربعہ کی تشریحات کو ترجیح
جائے گی۔
اسلام کے خلاف ہر قسم کی سرگرمی ختم کر دی جائے گی۔ مسلمانوں کو خوراک، لباس، صحت، رہائش
تعلیم یعنی بنیادی ضروریات زندگی کے سلسلہ میں وسائل ممکنہ کی حد تک مدد دی جائے گی ہر ایک
جان و مال و عزت کی حفاظت کی جائے گی۔
کفار کے مقابلہ میں جہاد کی تیاری پر سب سے زیادہ توجہ دی جائے گی۔ اب ظاہر بات ہے
جو عام آدمی یا سیاسی لیڈر کتاب و سنت و آثار صحابہ کرام پر مبنی اسلام کا دشمن ہو گا وہ اسلام
دشمن ہو گا۔ اس کے ساتھ کسی قسم کے برادرانہ تعلقات نہیں ہونے چاہئیں۔
اگر ملک میں اسلام کے علاوہ جمہوریت، اشتراکیت یا کسی دوسرے کافرانہ نظریات پھیلانے والی
جماعت یا سیاسی لیڈر ہوں تو ان سب کو ایک بدمعاش اور اسلام کا دشمن سمجھ کر ان کا ہر ممکن طریقہ
سے مقابلہ کیا جائے اور ان کی قوت کو تباہ کرنے کے لیے پوری قوت لگا دی جائے اس لیے کہ اسلام
کے مقابلہ میں آنے والے لیڈر ہوں یا عوام ہوں یہ سب بدمعاش، غنڈے اور شیطان
کے ایجنٹ ہیں۔
پوری قوت لگا دینے کے باوجود اگر حالات سازگار نہیں تو مسلمانوں اور مسلمان لیڈروں کو
پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ وہ اپنے فرائض بجا لائیں۔ ان کے ذمہ صرف کام کرنا ہے انجام
صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ۝ (النور-۵۴)	اور رسول کے ذمہ صرف صاف پہنچا دینا ہے۔

ذمہ داری ادا کرنے کے بعد اگر عوام اسلام کو قبول نہیں کرتے تو دعوت دینے والوں پر کچھ
نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۭ (المائدہ - ۱۰۵)

اے ایمان والو تم پر اپنی جان کی فکر لازم ہے تمہارا کچھ نہیں بگاڑتا جو کوئی گمراہ ہو جبکہ تم ہدایت یافتہ ہو۔

یعنی اگر تم اسلام کی پابندی کرو۔ دوسروں کو اسلام کی دعوت دیتے رہو تو تم نے اپنا فرض ادا
اب دوسروں کا کفر و نافرمانی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا بلکہ وہ اپنے گناہوں کی سزا خود پائیں گے
لیڈر یا عوام یا حکمران اور رعایا کے درمیان باہمی اختلاف ہونے کی صورت میں مسلمانوں پر
سب پر لازم ہے کہ وہ قرآن و حدیث کے فیصلہ کے سامنے سر جھکا دیں اگر وہ ایسا نہیں
قرآن و حدیث کے فیصلہ سے انکار کرتے ہیں وہ قطعاً کفار ہیں۔ ان کا اسلام اور مسلمانوں
ساتھ کچھ تعلق نہیں۔ صرف زبانی اسلام کے دعوے اور سرکاری رجسٹروں میں مسلمانوں
میں اندراج ایک دھوکہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (النساء - ۶۵)

سو تیرے رب کی قسم ہے یہ کبھی ایماندار نہیں ہوں گے جب تک کہ اپنے اختلافات میں تجھے منصف نہ مان لیں، پھر تیرے فیصلہ پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور خوشی سے قبول کر لیں۔

کئی مسلمان ممالک میں اسلام کے دشمن، جمہوریت یا عوامیت یا اشتراکیت وغیرہ ایسے افرا
نظریات پر مشتمل جماعتیں بنا رہے ہیں اور کبھی کبھی دکھاوے کی خاطر اسلام کا نام لیتے ہیں
ہی یہ بکواس کرتے ہیں کہ ہمیں مولویوں والا اسلام نہیں چاہیے۔ دراصل یہ بدمعاش عیسائی
یہودی اشتراکی اور دوسری کافر اقوام کے دلال ہیں جو کھلم کھلا اسلام کا انکار نہیں کر سکتے کیونکہ
ان کے دنیاوی مفادات مسلمانوں سے وابستہ ہیں مگر اسلام کو دل سے پسند نہیں کرتے اس
لیے اسلامی قوانین کا نام سن کر ان پر رعشہ طاری ہو جاتا ہے۔ براہ راست اسلام کے خلاف
کچھ کہتے ہوئے ڈرتے ہیں اس لیے علمائے اسلام کے خلاف جی بھر کر بکواس کرتے ہیں۔ خو
اسلام سے جاہل ہیں مگر اسلام کی من گھڑت تشریح کرتے ہیں۔ عیسائی یا یہودی کفار سے تعلیم حا

ے انہی کے نظریات کی تائید تلاش کرنے کے لیے اسلام کے نئے نئے ایڈیشن تیار کرتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ۙ كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝ (الحج ـــ ۳، ۴)	اور بعضے وہ لوگ ہیں جو اللہ کے معاملہ میں علم کے بغیر جھگڑتے ہیں اور ہر شیطان سرکش کے کہنے پر چلتے ہیں جس کے حق میں لکھا جا چکا ہے کہ جو اسے یار بنائے گا تو وہ اسے گمراہ کر کے رہے گا اور اسے دوزخ کے عذاب کا راستہ دکھائے گا۔

اسلام کے دشمن لیڈروں کا حال یہ ہوتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ۚ (النساء ـ ۶۱)	اور جب انہیں کہا جاتا ہے جو چیز (قرآن مجید) اللہ نے نازل کی ہے اس کی طرف آؤ، اور رسول کی طرف آؤ تو منافقوں کو دیکھے گا کہ تجھ سے پہلو تہی کرتے ہیں۔

یعنی جو لیڈر قرآن وحدیث کے نظریات اپنانے اور ان کی بنیاد پر انقلاب لانے کی جدوجہد کی بجائے جمہوریت، اشتراکیت یا دوسرے کافرانہ نظریات کو غالب کرنے کی جدوجہد کرتے ہیں اور قرآن وحدیث سے دُور رہنے کی کوشش کرتے ہیں وہ دراصل منافقین ہیں۔ منافق کا انجام حکومت اور لیڈری نہیں بلکہ دنیا میں جیل خانہ اور آخرت میں جہنم ہے۔

جو لوگ اسلام کے علاوہ دوسرے غلط اور کافرانہ نظریات پھیلانے کے لیے جماعت سازی کرتے ہیں اور جان ومال اور عزت برباد کرتے ہیں اور اسلام کے دشمن لیڈروں کے ساتھ تعاون کرنے والے بدمعاش جماعتی کارکن یہ سب دنیا میں اسلام کے دشمن ہیں اور آخرت میں ایک دوسرے کو کوستے ہوں گے۔ اس طرح گمراہ اولاد، گمراہ والدین کو کوسے گی اور ایک دوسرے کے لیے بددعا کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ۝	جب وہ لوگ بیزار ہو جائیں گے جن کی پیروی کی گئی تھی اُن لوگوں سے جنہوں نے پیروی کی تھی، اور وہ عذاب کو دیکھ لیں گے

وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ۝ (البقرة — ۱۶۶، ۱۶۷)

اور ان کے تعلقات ٹوٹ جائیں گے اور کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے پیروی کی تھی: کاش ہمیں دوبارہ جانا ہوتا تو ہم بھی ان سے بیزار ہو جاتے جیسے یہ ہم سے بیزار ہوئے ہیں اسی طرح اللہ انہیں ان کے اعمال حسرت دلانے کے لیے دکھائے گا اور وہ دوزخ سے نکلنے والے نہیں۔

مزید فرمایا:

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۝ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ۝ (الاحزاب — ۶۶، ۶۸)

جس دن ان کے منہ آگ میں الٹ دیئے جائیں گے، کہیں گے: اے کاش! ہم نے اللہ اور رسول کا کہا مانا ہوتا اور کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کا کہا مانا، سو انہوں نے ہمیں گمراہ کیا، اے ہمارے رب انہیں دگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔

؎ جو لوگ اسلام کے مقابلہ محض اپنی برادری یا پارٹی یا کسی دوسرے نظریہ کی تائید کرنے کے لیے تحریکیں چلاتے ہیں ان کا اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ کچھ تعلق نہیں۔

۶ حضرت جبیر بن مطعم (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عصبیت (پارٹی یا قوم) کی طرف بلایا وہ ہم میں سے نہیں اور جس نے عصبیت کی خاطر جنگ کی وہ ہم میں سے نہیں اور جو عصبیت پر مرا وہ ہم میں سے نہیں۔

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الادب، باب فی العصبیۃ، ص: ۶۹۸)

؎ بعض بدمعاش عناصر کہتے ہیں کہ ہمیں سب کے ساتھ محبت کرنی چاہیئے اور اس سے ان کی مراد دراصل یہ ہوتی ہے کہ بدمعاش حتیٰ کہ کافروں کے ساتھ بھی محبت کرو۔ حالانکہ مسلمانوں کے ساتھ اللہ کی رضا کی خاطر محبت کرنا اور کفار کے ساتھ اللہ کی رضا کی خاطر بغض رکھنا ہی نیکی ہے۔ اسلام اور خدا اور رسول کے دشمنوں کے ساتھ کیوں محبت کی جائے؟ شریف کا دامت

شریف اور غنڈے کا دوست غنڈہ ہے۔ یہ تمام اقوام کے نزدیک ایک مسلمہ قاعدہ ہے۔

۶ حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افضل ترین عمل یہ ہے کہ اللہ کی خاطر محبت رکھے اور اللہ کی خاطر بغض رکھے۔

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب السنتہ، باب مجانبۃ اهل الاهواء وبغضهم ص: ۶۳۲)

مزید تفصیل کے لیے اخلاق عامہ کے ابواب ملاحظہ کیجئے جہاں مسلمانوں کی باہم محبت اور کفار کے ساتھ تعلقات رکھنے کے معاملات بیان ہوئے ہیں۔

ووٹ اور ووٹ دینے والا

ووٹ ایک اہم ترین گواہی ہے اور ووٹ دینے والا یہ گواہی دیتا ہے کہ یہ آدمی اس قابل ہے کہ اسے مسلمانوں پر بطورِ حاکم کے مسلط کر دیا جائے۔ اس لیے خلیفہ کا انتخاب کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان لوگوں سے مشورہ کیا جائے۔ جو مسلمان ہوں کبیرہ گناہوں میں مبتلا نہ ہوں، بدکار، بے حیا، بے نمازی شرابی، سود خور اور باطل نظریات کے حامی نہ ہوں۔ چنانچہ حرام کاروبار کرنے والے، ناچ گانے کرنے والے اور بے پردہ عورتوں اور ان کے مردوں، بددیانت، رشوت خور، ظالم، اخلاقی جرائم میں سزا یافتہ، مسلمانوں کے دشمن، قرآن مجید یا حدیث یا صحابہ کرام یا علمائے اسلام کے دشمنوں میں سے کسی کو نہ اسلامی ریاست میں ووٹ دینے کا حق حاصل ہے اور نہ ہی اسلامی سلطنت کی سیاست میں ان کی رائے کی کوئی حیثیت ہے یہ سب بدمعاش عناصر ہیں۔ اسی طرح جھوٹے آدمی کا ووٹ اور گواہی بھی مردود ہے۔

۶ حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد محترم سے اور وہ ان کے دادا محترم (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خیانت کرنے والے مرد اور خیانت کرنے والی عورت اسلام میں (کسی جرم پر) سزا یافتہ اور اپنے بھائی کے ساتھ بغض رکھنے والے کی گواہی درست نہیں۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الشھادات، باب من لا تجوز شہادتہ ص: ۱۷۲)

الغرض حکمران اور خلیفہ یا حکمران پارلیمنٹ یعنی ممبران منتخب کرنے کے لیے ضروری ہے کہ حکمران یا ممبران حکومت اسلام کے پابند ہوں، اسلام کا علم رکھتے ہوں۔ شرک و بدعت اور کبیرہ گناہوں سے بچتے ہوں۔ امورِ دنیا سے آگاہ ہوں اور بہادر ہوں اسی طرح یہ بھی ضروری

ہے کہ جو لوگ حکمران یا خلیفہ منتخب کرنے کے لیے رائے یا ووٹ دیں۔ وہ مسلمان ہوں ختم نبو
کے غدار یعنی قادیانی، دشمنانِ صحابہ کرام، رافضی، منکرینِ حدیث جیسے کہ پرویزی ہیں۔ علما
اسلام کے دشمن، جھوٹے، بدکار اور آوارہ لوگوں کو ووٹ دینے کا ہرگز حق حاصل نہیں، ا
کے قانون شہادت کے مطابق درست پائے جانے والے ہی ووٹ کے حقدار ہیں چنانچہ ہدا
ج: دوم میں وضاحت کر دی گئی ہے: بدمعاش عناصر، بین اور ماتم کرنے والوں، گانے بجا
والوں، شرابی، پرندوں کے ساتھ کھیلنے والوں (کبوتر باز، بٹیر باز) بڑے گناہوں میں مبتلا
لوگوں، سود خوروں، جوا بازوں، تاش شطرنج کھیلنے والوں، بے ہودہ کاموں کا ارتکاب کرنے
والوں مثلاً عام راستہ میں پیشاب کرنے والوں، عام راستہ میں کھانے پینے والوں، جھوٹ بو
والوں اور سلف صالحین (صحابہ کرام اور علماء اسلام) کے خلاف بکواس کرنے والوں کی گواہ
قبول نہیں ہوگی۔

(ملخصا من ھدایہ ج: باب من یقبل شھادتہ و من لا یقبل، ص: ۱۶۱۔
چنانچہ آج کل کی جمہوریت جس میں سرمایہ، پروپیگنڈا اور دھونس دھاندلی کے زور سے حکومت
بنائی جاتی ہیں اور ہر کتے بلے کو ووٹ لینے اور دینے کا حق حاصل ہے۔ یہ بدمعاش لوگوں کا
ایک سلسلہ ہے اس کا انصاف اور اسلام کے ساتھ کچھ تعلق نہیں۔ آج کی جمہوریت کا خلاصہ
ان الفاظ میں ادا کیا جا سکتا ہے کہ اگر ایک طرف امام غزالیؒ جیسے عالم اور نیک بزرگ
ہوں اور دوسری طرف دو گدھے ہوں تو امام غزالیؒ ہار جائیں گے اور گدھے جیت جائیں گے۔ اس
لیے اسلام کے مقابلہ میں موجودہ مغربی جمہوریت کی حمایت کرنے والے قطعی طور پر یا گدھے ہیں یا
بدمعاش غنڈے ہیں اور یہ ڈیموکریسی نہیں بلکہ گدھا کریسی یا غنڈہ کریسی ہے اور کوئی مسلمان اسلام کے
مقابلہ میں گدھا کریسی یا غنڈہ کریسی کی حمایت نہیں کر سکتا چاہے کفار اور شیاطین غصہ کے مارے
انگلیاں کاٹ کھائیں۔

خلیفہ کون ہو؟

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ کے بارے میں فرمایا:

خلیفہ میں یہ شرط ضروری ہے کہ وہ عاقل ہو (دیوانہ نہ ہو) بالغ ہو (بچہ نہ ہو) مرد ہو (عورت
یا مخنث نہ ہو) بہادر ہو، رائے کا مالک ہو، سنتا، دیکھتا اور بات کر سکتا ہو۔ لوگ (مسلمان

اس کا شرف اور اس کی قوم کا بھی شرف تسلیم کرتے ہوں اور اس کی اطاعت سے نفرت نہ کرتے ہوں اور یہ واضح ہو کہ وہ ملکی سیاست میں حق (اسلام) کا تابعدار ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ، ج: ۲، خلافۃ، ص: ۷۳۸)

دینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت النبوۃ میں یہ شرائط بھی رکھی ہیں۔ مسلمان ہو۔ عالم ہو، انصاف کرنے والا ہو، اس لیے کہ مصالح امت اس کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتیں۔ اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اسی پر اصل ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ آخر تک

(حجۃ اللہ البالغہ ج: ۲، الخلافۃ، ص: ۷۳۷)

عورتوں کو وزیر یا حکمران یا قاضی یا بادشاہ بنانے والے بدمعاش عناصر ہیں اور ایسا کرنے سے ملک بالآخر آوارگی اور بدکاری میں مبتلا ہو کر برباد ہو جاتا ہے۔

۶ حضرت ابوبکرۃ (رضی اللہ عنہ) کی روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ اہلِ فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا بادشاہ بنا لیا ہے تو آپؐ نے فرمایا: وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے گی جس نے ایک عورت کو حکمران بنا لیا۔

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب المغازی، باب کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی کسریٰ وقیصر ص: ۶۳۷)

جو شخص خود خلیفہ بننے کے لیے خواہش کرے یا خلیفہ بننے کے لیے جدوجہد کرے اسے خلیفہ نہیں بنانا چاہیئے کیونکہ وہ دنیاوی جاہ کا حریص ہے البتہ اگر وہ زبردستی خلیفہ بن جائے اور اسے شدید خونریزی کے بغیر ہٹانا مشکل ہو۔ اور وہ اسلامی توانین نافذ کرے تو اسے ہی خلیفہ رہنے دیا جائے۔

۶ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: اے عبدالرحمٰن امارت (حکومت) نہ مانگو، اس لیے کہ اگر تجھے مانگنے پر دی گئی تو تجھے اس کے سپرد کر دیا جائے گا (یعنی تیری مدد نہیں کی جائے گی، اور تیرے لیے وبال بن جائے گی) اور بغیر مانگے تجھے دی گئی تو تمہاری مدد کی جائے گی۔ یعنی اللہ تعالیٰ تیری مشکلات میں مدد فرمائے گا۔ (صحیح مسلم ج: ۲ کتاب الامارۃ، باب النهی عن طلب الامارۃ والحرص علیہا ص: ۱۲۰)

۶ حضرت ابوموسیٰ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں اور میرے چچا کی اولاد سے دو آدمی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دو آدمیوں میں سے ایک

نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ عزّ وجل نے جس پر آپ کو حکومت عطا کی اس میں سے بعض پر ہمیں حاکم بنادیں۔ دوسرے نے بھی اسی طرح کہا۔ آپؐ نے فرمایا: بخدا ہم کسی کو اس کام پر حاکم نہیں بناتے جو اسے طلب کرے اور نہ اس کو جو اس کا طمع کرے۔"
(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب الامارۃ، باب النھی عن طلب الامارۃ والحرص علیھا، ص: ۲۰

انعقادِ خلافت اور بیعت

خلافت کس طرح سے قائم ہوتی ہے۔

۱۔ علماء، سرداران قوم اور فوج کے بڑے بڑے افسران جو اہل حل وعقد (بلند پایہ عقلمند با اثر مسلمان) ہیں جن کی رائے اور نصیحت مسلمانوں کے لیے تسلیم شدہ ہے وہ بیعت کرلیں و صحیح خلیفہ ہوگا جس طرح کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کیا گیا۔

۲۔ پہلا خلیفہ برحق، لوگوں کو کسی دوسرے آدمی کے بارے میں خلیفہ تسلیم کرنے کی وصیت کرے جیسے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی۔

۳۔ قوم کے علماء وصلحاء کی مجلس مشورہ قائم کردی جائے اور وہ کسی کی خلافت پر اتفاق کرلے جیسے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت پر ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بھی یہی معاملہ ہوا۔

۴۔ ایک آدمی جو خلیفہ ہونے کی صلاحیتوں کا مالک ہے وہ طاقت کے زور پر لوگوں کا حکمران بن جائے جیسے کہ خلافت علی منھاج النبوۃ کے بعد وہ تمام خلفاء (جن کے عہد میں اسلامی قانون نافذ رہا)

البتہ اگر ایسا آدمی خلیفہ بن جائے جس میں خلیفہ ہونے کی تمام شرطیں نہیں (مگر اسلام کا قانون جاری کرتا ہو۔ اور دو ٹوک کفر نہیں کرتا) تو اس کی مخالفت نہ کی جائے کیونکہ اس کو ہٹانے کے لیے خونریزی اور جنگ کرنی پڑے گی اور یہ خرابی، اصلاح سے زیادہ ہے۔
(ناقص افراد کے خلیفہ بن جانے کے بارے میں)

۶ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا:
کیا ہم ان کے خلاف اعلانِ جنگ کردیں؟

آپؐ نے فرمایا: نہیں، جب تک وہ نماز قائم کریں اور فرمایا: ہاں اگر تم کھلم کھلا اس سے کفر دیکھو تو پھر تمہارے پاس اللہ کی طرف سے (اس کے خلاف جنگ کرنے کی) دلیل موجود ہے۔
الغرض اگر خلیفہ ضروریات دین کا انکار کر کے کفر کرے تو اس کے خلاف جنگ جائز ہے بلکہ ضروری ہے ورنہ ضروری نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ (خلیفہ کے کفر کرنے پر) اس کو خلیفہ بنانے کی مصلحت ہی ختم ہو گئی۔ اب تو مسلمانوں کے خلاف اس کی خرابی کا اندیشہ ہے اس لیے (اسلام کے دشمن اور کفر کا ارتکاب کرنے والے حکمران) کے خلاف جنگ کرنا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ ج: ۲، الخلافۃ، ص: ۷۳۸، ۷۳۹)

خلیفہ پر لازم ہے کہ لوگوں سے کتاب و سنت کی پابندی کرتے ہوئے اپنے احکام تسلیم کرنے کی بیعت لے۔

۵ حضرت عبادہ بن صامت (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں۔ ہم بیٹھے تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس پر میری بیعت کرو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤ گے اور نہ چوری کرو گے۔ اور نہ زنا کرو گے اور نہ ہی اپنی اولاد کو قتل کرو گے اور نہ ہی اپنے آگے پیچھے کوئی بہتان اٹھاؤ گے اور نہ ہی کسی نیکی کی بات میں میری نافرمانی کرو گے، پس تم میں سے جس نے وفاداری کی اس کا اجر اللہ پر ہے اور جو اس میں کچھ کوتاہی کرے پھر دنیا میں اُسے سزا مل جائے تو یہ اس کے لیے کفارہ ہے اور جو اس میں کچھ کوتاہی کرے اور اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے چاہے تو اسے سزا دے اور چاہے تو اسے معاف کر دے۔ پس ہم نے اس پر بیعت کی۔

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الاحکام، باب بیعۃ (النساء) ص: ۱۰۷۱)

۶ محض دنیاوی مقاصد کی خاطر بیعت توڑنا سخت جرم ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جس نے (مسلمان حاکم) کی اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا وہ قیامت کو اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے لیے (نجات کی) کوئی دلیل نہیں ہو گی اور جو اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں کسی (مسلمان خلیفہ) کی بیعت نہیں وہ جاہلیت کی موت مرا۔

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب الامارہ، باب وجوب ملازمۃ جماعۃ المسلمین عند ظهور الفتن، ص: ۱۲۸)

خلیفہ بنانا اور اس کی بیعت کرنا ہر مسلمان پر اسلامی فریضہ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے ا
کو دنیاوی اغراض کے تابع بنانا شدید جرم ہے۔

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین (آدمی ایسے ہیں) کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہیں کرے گا اور نہ ہی انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (۱) وہ آدمی جو امام کی بیعت کرے پھر اگر وہ اسے عطا کرے تو وفاداری کرے اور اگر نہ دے تو وفاداری نہ کرے۔

(جامع الترمذی ج: ۱، ابواب السیر، باب فی نکث البیعۃ، ص: ۲۸۸)

اگر ایک خلیفہ کی بیعت ہو جائے تو پھر دوسرا آدمی اس کے مقابلہ میں خلیفہ بننا چاہے تو اسے قتل کر دینا چاہیئے۔

۶ حضرت عرفجہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جو تمہارے پاس آئے جبکہ تمہارا معاملہ ایک آدمی پر جمع ہو (یعنی ایک خلیفہ مقرر ہو جائے اور لوگ اس پر اتفاق کر لیں) وہ (آنے والا) چاہتا ہو کہ تمہاری جمعیت کو متفرق کر دے تو اسے قتل کر دو۔

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب الامارۃ، باب حکم من فرق امر المسلمین وھو مجتمع، ص: ۱۲۸)

عورتوں کا ہاتھ میں ہاتھ لے کر نہیں بلکہ زبانی یا تحریری بیعت کرنا چاہیئے۔

۶ حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو کلام کے ذریعے بیعت کرتے تھے اس آیت کے مطابق لا تشرکوا باللہ شیئا فرماتی ہیں: کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ نے کسی عورت کا ہاتھ نہیں چھوا سوائے اس عورت کے کہ جس کے وہ مالک ہوں (یعنی بیوی یا اپنی غلام عورت)۔

(صحیح بخاری ج: ۲ کتاب الاحکام، باب بیعۃ النساء، ص: ۱۰۷۱)

حکمرانوں کے فرائض

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک آیت میں مختصر طور پر مگر جامع انداز میں خلیفہ اور حاکم کے فرائض بتائے۔ فرمایا:

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ   وہ لوگ ہم انہیں دنیا میں حکومت دے

أَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ہ (الحج — ۴۱)

دیں تو نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں، اور نیک کام کا حکم کریں اور برُے کاموں سے روکیں اور ہر کام کا انجام تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

مندرجہ بالا آیت میں بتا دیا کہ

۱۔ مسلمان حاکم پر لازم ہے کہ نماز قائم کرے یعنی خود نماز پڑھے اور اپنے ماتحت لوگوں اور رعایا کو نماز کا پابند بنائے۔ اس سلسلہ میں مساجد کا انتظام کرنے اور مسلمانوں کو ترغیب دینے کے سب کام کرے اور اگر کوئی نماز نہ پڑھے تو اسے سزا دے۔

۲۔ زکوٰۃ ادا کرے مسلمانوں کو قانوناً زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دے۔

۳۔ لوگوں کو نیکی کا حکم دے اور نیکی صرف اسلام کی تعلیمات کی پابندی کرنے کا نام ہے یعنی لوگوں کو اسلام کا پابند بنائے۔

۴۔ جن باتوں کو اسلام نے جرم قرار دیا ان سب کاموں سے سختی کے ساتھ روکے۔ چنانچہ شراب خانے سینما گھر، جوئے کے اڈے، ناچ گانے، سود کے ادارے، بدکاری وغیرہ سب جرائم کے اڈوں کو تباہ کرے۔ ظالم کو ظلم سے روکے۔ چور ڈاکو کو سزا دے، تارک نماز اور روزے کے تارک الغرض ہر مجرم کو اسلام کی مقرر کردہ سزا دے تاکہ ملک سے جرم کا قلع قمع ہو جائے اگر مسلمان حاکم مجرمین کو سزا دینے میں سستی کرے تو وہ خود مجرم ہے۔

۵۔ ملک میں اسلام کے قوانین کے مطابق ہی احکام جاری کرے۔ اس کا نام عدل و انصاف ہے ذاتی دشمنی کی بنا پر عدل سے دور نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ز وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا ط اِعْدِلُوْا قف هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ز وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ہ (المائدہ — ۸)

اے ایمان والو! اللہ کے واسطے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو، انصاف کرو، یہی بات تقویٰ کے زیادہ نزدیک ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو، جو کچھ تم کرتے ہو بے شک اللہ اس سے خبردار ہے۔

ایک جگہ فرمایا:

وَ اِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ (النسآء - ۵۸)

اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو۔

مسلمان حاکم کا فرض ہے کہ وہ ملک میں اسلامی قوانین جاری کرے یہی بات عدل ہے اور جو حاکم ملک میں اسلام کے سوا کوئی بھی دوسرے جمہوری، اشتراکی وغیرہ قوانین جاری کرے وہ الفاظ قرآن میں کافر، ظالم اور غنڈہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ مَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ ○ (المائدہ - ۴۴)

اور جو کوئی اس کے موافق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے اتارا تو وہی لوگ کافر ہیں۔

پھر فرمایا:

وَ مَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (المائدہ - ۴۵)

اور جو اس کے موافق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے اتارا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

مزید فرمایا:

وَ مَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ (المائدہ - ۴۷)

اور جو اس کے موافق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے اتارا تو وہی فاسق ہیں۔

یاد رہے کہ فاسق کا معنی ہے بدمعاش اور غنڈہ۔

اگر اسلامی قوانین کا انکار کیا یا دل سے حقیر یا غلط جانا تو قطعی طور پر کافر اور بے ایمان ہو، اگر دل سے صحیح جانے مگر عملاً نافرمانی میں مبتلا ہو تو کافرانہ، ظالمانہ حرکت ہے اور بدمعاش اور غنڈہ ہے جس کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم غنڈہ قرار دے وہی سب سے زیادہ خبیث ہے قرآن و حدیث اور خلفائے راشدین یعنی حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے طریقہ پر حکومت کرے۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے آخر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"پس تم پر میری سنت اور میرے خلفائے راشدین مھتدین کی سنت لازم ہے اس سے وا

رہو۔ اس کو ڈاڑھوں سے مضبوطی سے پکڑو اور محدث (دین میں نئی غلط باتوں) سے بچ کر
رہو، اس لیے کہ ہر محدثہ، بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔
(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب السنتہ، باب فی لزوم السنتہ، ص: ۶۳۵)
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور صحابہ کرام کے طریقہ پہ چلنا دنیا میں کامرانی اور آخرت
نجات کی ضمانت ہے۔
حضرت عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا: میری امت پہ ایسا وقت ضرور آئے گا کہ جو بنی اسرائیل پہ آیا۔ قدم بہ قدم حتیٰ کہ
اگر ان میں سے کوئی اپنی ماں پہ برملا آیا تو میری امت میں سے بھی ایسا ہوگا جو یہ کرے گا اور بنی اسرائیل
بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ سب دوزخ میں جائیں
گے سوائے ایک فرقہ کے۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ (وہ نجات پانے والا فرقہ) کون ہوگا؟
آپؐ نے فرمایا: وہ جو اس (راہ) پہ ہوگا جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔
(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الایمان، باب افتراق ھذہ الامتہ، ص: ۹۳)
اگر کسی مسئلہ کا حل قرآن وحدیث اور آثار صحابہ کرام میں نہ ہو تو صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین
میں تلاش کرنا چاہیئے اور اس کے مطابق عمل کیا جائے۔
۶ حضرت عمران بن حُصَین (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا: تم میں سب سے بہتر میرا زمانہ ہے (زمانۂ نبوت وصحابہ کرام) پھر جو ان کے بعد آنے
والے ہیں (یعنی تابعین) پھر وہ جو ان کے بعد آنے والے ہیں (یعنی تبع تابعین) الحدیث...
(صحیح البخاری ج: ۱ کتاب الشہادات، باب لایشھد علی شھادۃ الجور، ص: ۳۶۲)
الغرض حکومت کا سارا کاروبار قرآن وحدیث، آثار صحابہ کرام اور سلف صالحین، ائمہ اربعہ کے
احکام کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ لیکن عیسائی یہودی اور اشتراکی وغیرہ کفار وفساق اور ان کے
بدمعاش شاگردوں اور دلالوں کو اسلامی حکومت میں نہ ہی کچھ وقعت حاصل ہے اور نہ ہی اُن سے
رہنمائی حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔
جس کے ماتحت بھی چند یا زیادہ افراد ہوں ان سب پر لازم ہے کہ ان کے دین اور دنیا کو درست
رکھنے کے لیے ہر ممکن محنت کرے ورنہ وہ مجرم قرار پائے گا۔

اندازہ کیجئے کہ اگر کسی ملک کی آبادی آٹھ کروڑ ہو وہاں کا حاکم مسلمانوں کو نماز پڑھنے کا حکم دے تو روزانہ چالیس کروڑ نمازیں قائم کرنے کا اجر حاکم کو ملے گا۔ وہ کس قدر خوش نصیب حاکم ہے اور اگر حاکم لوگوں کو اسلام کی پابندی کے بارے میں کچھ نہ بتائے تو روزانہ کروڑں نمازیں برباد کرتے، لاکھوں روپے کی شراب نوشی، جوا، سود اور گانا بجانا سب گناہوں کا یہ بدمعاش حاکم بھی ذمہ دار ہے کس قدر بدنصیب ہے یہ حاکم، ایسی حکومت سے فقیر رہنا اور کسی ویران جگہ زندگی گذار کر مر کھپ جانا ہزار درجہ بہتر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

خبردار تم میں سے ہر ایک نگران (اور حاکم) ہے اور ہر ایک کو اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

امام جو کہ سب لوگوں پر حاکم ہے اسے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا آدمی اپنے گھر والوں پر حاکم ہے اسے اپنی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا، عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد پر حاکم ہے۔ اسے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا اور آدمی کا غلام اپنے آقا کے مال پر حاکم ہے اسے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ خبردار تم سب حاکم ہو اور تم سب سے اپنی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

(صحیح البخاری ج:۲ کتاب الاحکام، باب قول اللہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ص ۱۰۵۷)

حاکم کو لازم ہے کہ وہ لوگوں سے محبت رکھے اور ان کی دنیاوی اور اخروی اصلاح کی کوشش کرے حضرت عوف بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تمہارے بہترین حکمران وہ ہیں کہ تم ان سے محبت رکھو اور وہ تم سے محبت رکھیں، وہ تمہارے لیے دعائے رحمت کریں اور تم ان کے لیے دعائے رحمت کرو۔

اور تمہارے بدترین حکمران وہ ہیں کہ تم ان سے بغض رکھو۔ اور وہ تم سے بغض رکھیں اور تم ان پر لعنت کرو اور وہ تم پر لعنت کریں۔

عرض کیا گیا!۔ اے اللہ کے رسول کیا ہم ان کے ساتھ تلوار سے جنگ نہ کریں (اور انہیں ہٹا دیں) آپؐ نے فرمایا! نہیں جب تک کہ وہ تمہارے اندر نماز قائم کرتے رہیں، اور جب تم اپنے حکمرانوں سے کچھ ناپسندیدہ بات دیکھو تو اس عمل سے نفرت کرو مگر اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچو۔

صحیح المسلم ج:۲ کتاب الامارۃ / باب خیار الائمۃ و شرارھم ص: ۱۲۹)

اس حدیث سے صاف ظاہر ہوا کہ جو حاکم ملک میں نماز قائم نہ کرے اس کا تختہ الٹ دینا ضروری ہے
زنا پسندیدہ چیز سے مراد صرف عام امور ہیں، لیکن اگر خلیفہ کفر کا ارتکاب کرے یا مسلمانوں پر کفار کو حاکم
نا شروع کر دے تو اس کا تختہ الٹنا ضروری ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ کفار کا جاسوس بن چکا ہو۔
عدل کرنے والے حاکم سے لوگ بھی محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قرب بھی اسے حاصل ہوتا
ے حضرت ابو سعید (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو سب لوگوں سے زیادہ پسند اور مجلس میں سب سے قریب وہ حاکم ہوگا
عدل کرنے والا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کو سب لوگوں سے زیادہ مبغوض (قابلِ نفرت) اور مجلس کے لحاظ سے
یادہ سے دور ظالم حاکم ہوگا۔
(جامع ترمذی ج:۱ ابواب احکام باب ماجاء فی الامام العادل صہ۲۴۸)
حاکم کو لازم ہے کہ مظلومین اور حاجت مندوں کے لیے ہر وقت دروازہ کھلا رکھے اور بداخلاق دربان
نہ رکھے جو لوگوں کو حاکم سے دور کر دے۔ حضرت عمرو بن مُرّۃ (رضی اللہ عنہ) نے حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ)
کو فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرما۔تے سنا۔
جو حاکم بھی حاجت مندوں، ضرورت مندوں اور مساکین کے لیے اپنا دروازہ بند کر دے اللہ تعالیٰ اس کی
حاجت و ضرورت اور مسکینی کے موقع پر آسمان کے دروازے بند کر دے گا۔
چنانچہ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے لوگوں کی حاجات (پوری کرنے اور ان کے احوال معلوم کرنے
کے لیے) ایک آدمی مقرر کر دیا۔ (جامع ترمذی ج:۱ ابواب الاحکام، باب ماجاء فی امام الرعیۃ صہ۲۴۸)
حاکم کو چاہیئے کہ لوگوں پر نرم مزاج ہو، درشت مزاجی سے رعایا کی محبت حاصل نہیں ہو سکتی اور
اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی درشت مزاج سے دور رہتی ہے۔
(حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت ہے) کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو اپنے اس گھر میں فرماتے سنا۔ اے اللہ جو میری امت کے کسی معاملہ پر حاکم بنا پھر اس نے
ان پر سختی کی تو اس پر سختی کر۔
اور جو میری امت کے کسی معاملہ میں حاکم بنا اور اس نے ان پر نرمی کی تو اس پر نرمی فرما۔
(صحیح المسلم ج۲ کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامیر العادل و عقوبۃ الجائر صہ۱۲۲)
مسلمانوں کے ساتھ دھوکہ کرنے والا حاکم سخت مجرم اور جنت سے محروم رہے گا۔
(حضرت معقل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے) کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو حاکم

بھی مسلمانوں میں سے کچھ رعیت کا حاکم ہوا پھر وہ اس حال میں مرا کہ وہ ان کے ساتھ دھوکہ کر رہا تھا تو اس پر اللہ نے جنت کو حرام کر دیا۔ (صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الاحکام، باب من استرعی رعیۃ فلم ینصح صـ ۱۰۵۹)

اسی طرح مسلمانوں کو گالی دینے والا حکمران بدمعاش اور غنڈہ ہے اور مسلمانوں کو قتل کرنے والا کفر کا مرتکب ہے جو کہ شدید ترین گناہ ہے (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا فسق (غنڈہ گردی) ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔ (جامع ترمذی ج ۲ ابواب الایمان، باب ما جاء سباب المسلم فسوق صـ ۹۲)

یاد رہے کہ اس سے مراد کفر جیسا کام ہے اگر عقیدہ درست ہوا تو اس سے کافر نہ ہوگا، مگر سخت ترین گناہ گار ضرور ہے۔

مسلمان حکمران پر لازم ہے کہ وہ اندرونِ ملک اسلامی تعلیمات عام کرے، ہر شخص تک اسلام کی دعوت پہنچانے کے لیے ہر ممکن تدبیر اختیار کرے، بیرونِ ملک غیر مسلم اقوام اور وہاں کے حکمرانوں کو اسلام لانے کی دعوت دے، خطوط لکھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روم کے ہرقل، فارس کے حکمران کسریٰ، حبشہ کے بادشاہ نجاشی، مصر و اسکندریہ کے حکمران مقوقس، بحرین، عمان، یمامہ، اور غسان کے حکمرانوں کی طرف خطوط لکھے جن میں انہیں اسلام لانے کی دعوت دی۔

مسلمان حکمران دراصل ملک میں اللہ تعالیٰ کے دین کو نافذ کرنے والا اور ہر ایک تک اسلام کی دعوت پہنچانے والا نمائندہ ہوتا ہے اگر وہ یہ کرتا ہے تو وہ اور وہاں کے مسلمانوں سب کے لیے سعادت ہے اللہ تعالیٰ ہر ملک اور ہر زمانہ کے مسلمان حکمرانوں کو اسلام کا سچا خادم بنا دے اور کفر و شرک اور بدعت مٹا دے، اسلام کی تبلیغ نہ کرنے سے بھی عذاب آتا ہے۔

حضرت حذیفہ بن الیمان (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تمہیں ضرور ہی نیکی کا حکم کرنا ہوگا اور برائی سے روکنا ہوگا۔ ورنہ اللہ تم پر عذاب بھیجے گا، تم دعا کروگے تو قبول نہیں کرے گا۔

(جامع الترمذی ج: ۲ ابواب الفتن، باب ما جاء فی الامر بالمعروف ونہی عن المنکر صـ ۴۰)

الغرض ایک مسلمان حاکم کا فرض ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کو غالب رکھے، ملک میں کفر کے نشانات کو مٹائے غیر مسلموں کے جلوس بازاروں میں نکلنے کی اجازت نہ دے، غیر مسلموں کو کفر پھیلانے، بلند آواز سے گھنٹیاں بجانے اور مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کی قوت قائم ہونے کی اجازت نہ دے۔ سیاسی، تجارتی، معاشرتی الغرض ہر طرح مسلمانوں کو ہی غالب رکھے، جزیرۃ العرب میں کفار کا داخلہ بند رکھے کیونکہ کافر جب تک کافر ہے

ون ہے۔ جو شخص جزیرۃ العرب میں کفار کو درآمد کر رہا ہے وہ لعنت کو درآمد کر رہا ہے۔ جو کہ کس طرح بل تعریف کام نہیں ہے۔

مسلمانوں کی ہر وقت جاسوسی میں نہ لگا رہے، البتہ کفر و شرک اور بدعت پھیلانے اور اسلامی ریاست نقصان پہنچانے والوں کی جاسوسی کرنا ایک ضروری کام ہے۔ ملازمین کو رشوت لینے اور ظلم کرنے سے باز رکھے، ان کی تنخواہ اس قدر ہو کہ آسانی کے ساتھ گذارا کر سکیں۔ ہر آدمی کی بنیادی ضروریات غذا، باس، صحت، تعلیم اور رہائش کا انتظام ایک اسلامی سلطنت کی بہت بڑی ذمہ داری ہے۔

اگر کسی کے پاس مال نہیں تو مفت غذا، لباس تعلیم اور رہائش اور علاج کی سہولت دینا ایک صحیح حکومت کا کارنامہ ہو سکتا ہے، خزانہ میں حلال مال رکھے۔

علم دین حاصل کرنے کے لیے طلبہ اور علماء اسلام کے معقول وظائف مقرر کرے اور انہیں سرکاری مچہ نانے کی کوشش نہ کرے تاکہ وہ حق بات کا اظہار کر سکیں، جہاد کی تیاری کرے۔

اور زیادہ سے زیادہ جدید اسلحہ، ترقی یافتہ اور بہادر فوج تیار کرے تاکہ شیطان کے دلال کفار کا صفایا کر سکے،

تمام سرکاری ملازمین، انتظامیہ، وزیروں، گورنروں محکمہ جات کے ذمہ دار افسروں کو سادہ لباس، سادہ غذا، اور سادہ رہائش کا پابند کرے اور انہیں عوام کے ساتھ آسانی کے ساتھ رابطہ قائم رکھنے کا پابند بنائے تاکہ ہر حاجت مند اور مظلوم آسانی کے ساتھ متعلقہ افسر سے ملاقات کر سکے اس سلسلہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا فرمان نگاہ میں رکھے کہ جب وہ عمال یعنی علاقائی حکام کو روانہ کرتے تو ان پر شرط لگاتے، تم ترکی گھوڑے پر سواری نہیں کروگے (جو اس زمانہ میں سامان عیش و امارت سمجھا جاتا تھا اور چھنا ہوا آٹا نہیں کھاؤگے اور باریک لباس نہیں پہنوگے اور حاجت مندوں پر اپنا دروازہ بند نہیں کروگے اگر تم نے ان میں سے ایک کا ارتکاب کیا تو تم پر سزا جائز ہو گئی پھر انہیں روانہ فرماتے۔

غیر مسلموں کو سرکاری منصب نہ دے اور نہ انہیں افسر یا وزیر یا حاکم بنائے اس لیے کہ جب ایک مسلمان درخواست لے کر کسی کافر افسر کے پاس جائے گا تو یہ بات اس کے لیے باعث ذلت ہے اور مسلمان کی توہین و ذلت کا ذمہ دار وہ بدمعاش بادشاہ ہے جو کہ کسی کافر یا مرتد یا گمراہ مثلاً قادیانی، منکر حدیث دشمن صحابہ، دشمن علماء اسلام، عیسائی، یہودی یا اشتراکی وغیرہ کو حاکم بنائے اور مسلمانوں کو اس کے سامنے درخواست لے جانے پر مجبور کرے۔

مسلمانوں کے فرائض

مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے مسلمان حاکم کی اطاعت کریں اور اس سلسلہ میں خیانت یا نافرمانی سے بچیں، ایک مسلمان حاکم درحقیقت اللہ تعالیٰ کے قانون اسلام کو نافذ کرنے والا ہے اس کی اطاعت شدید ضروری ہے بشرطیکہ وہ اسلام کے مطابق حکم کرے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ۖ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ (النساء ۵۹)

(اے ایمان والو! اللہ کی فرمانبرداری کرو اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو، اور ان لوگوں کی جو تم میں سے حاکم ہوں، پھر اگر آپس میں کسی چیز میں جھگڑا کرو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو اگر تم اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت میں چار چیزیں واضح فرمادیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت غیر مشروط ہے جو حکم ہو فوراً بجا لاؤ

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت غیر مشروط ہے جو حکم ہو فوراً بجا لاؤ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر گناہ سے معصوم ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی خود حفاظت فرماتا ہے۔

۳۔ اس حاکم کی اطاعت کرو جو اللہ اور اس کے رسول کا تابعدار ہو۔ اور مسلمان ہو، یہی وجہ ہے کہ اللہ اور رسول کے ساتھ اطیعوا کا لفظ آیا، مگر اولی الامر کے ساتھ اطیعوا کا لفظ ذکر نہیں کیا گیا، کسی کافر، اسلام کے خلاف حکم کرنے والے کی اطاعت ہرگز جائز نہیں۔ چنانچہ کفار، قادیانی، منکر حدیث، دشمنان صحابہ کرام، علماء اسلام اور اسلامی تعلیمات سے نفرت کرنے والے غنڈہ گرو عناصر کی اطاعت ہرگز درست نہیں۔

۴۔ اگر کسی موقع پر مسلمانوں اور حکمرانوں کے درمیان اختلافِ رائے ہو جائے تو قرآن و حدیث کے فیصلہ پر سب کو رضامند ہونا ضروری ہے اور یہی ایمان دار اور مسلمان ہونے کی علامت ہے۔

مسلمان حاکم کی اطاعت کے لیے احادیث میں شدید تاکید کی گئی، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! سنو اور اطاعت کرو چاہے تم پر حبشی غلام حاکم بنا دیا جائے گویا اس کا سر خشک انگور کی طرح ہو۔

(صحیح البخاری ج ۲ کتاب الاحکام باب السمع والطاعۃ الامام مالم تکن معصیۃ ص ۱۰۵۷)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔
جس نے میرے (مقررہ کردہ) حاکم کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔
(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الاحکام، باب قول اللہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ص ۱۰۵۷)
انسان کو لازم ہے کہ خوشگوار یا ناخوشگوار ہر حال میں حاکم کی اطاعت کرے اس لیے کہ اگر شدید جنگ
اسلامی فوج امیر کی اطاعت نہیں کرے گی اور مضبوطی کے ساتھ کفار کا مقابلہ نہیں کرے گی۔ تو فتح کس طرح
صل کر سکتی ہے۔؟
البتہ گناہ کے کام میں کسی کی اطاعت جائز نہیں۔
حضرت عبداللہ (ابن عمر رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
رمایا: مسلمان آدمی پر پسندیدہ اور ناپسندیدہ (ہر حالت میں) سننا اور اطاعت کرنا لازم ہے جبکہ گناہ کا حکم
نہ دیا جائے اور جب گناہ کا حکم دیا جائے تو کوئی سننا نہیں اور نہ ہی اطاعت ہے۔
(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الاحکام، باب السمع والطاعۃ للامام مالم تکن معصیۃ ص: ۱۰۵۷)
حضرت نواس بن سمعان (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
خالق کی نافرمانی کرتے ہوئے مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔
(مشکوۃ المصابیح، کتاب الامارۃ الفصل الثانی ص ۳۲۱ عن شرح السنۃ)
اگر حکمران برا ہو تو اس سے دور رہے جیسے کہ خطرناک سانپ سے دور رہتے ہیں اور اگر حکمران نیک ہے
تو اس سے تعاون کرے مگر ہر وقت قرب میں نہ رہے اس لئے حکمرانی کی مستی خطرناک ہوتی ہے اور حکمران
کا سرگرم ہوتے دیر نہیں لگتی اس لیے ان سے دور رہنے میں عافیت ہے اور قریب رہنے میں دنیا یا آخرت
کی خرابی کا ڈر ہے۔
حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جو جنگل میں رہا وہ سنگ دل ہو گیا اور جو شکار کے پیچھے پڑا رہا وہ غافل ہو گیا اور جو بادشاہ کے
تابع ہوا (یعنی اس سے وابستہ ہوا) وہ فتنہ میں گرا۔
(سنن نسائی ج: ۲ کتاب الصید والذبائح باب اتباع الصید ص: ۱۸۹)
البتہ استطاعت سے زیادہ کی اطاعت کی پابندی نہیں۔
حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سننے اور

اطاعت کرنے پر بیعت کرتے تھے پھر آپ فرماتے جس قدر تم میں استطاعت ہو (استطاعت سے زائد مطالبہ نہیں ہے) (سنن نسائی ج ۲، کتاب البیعۃ من المجتبیٰ، باب البیعۃ فیما یستطیع الانسان صـ ۱۷۹)
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (البقرۃ - ۲۸۶)
(اللہ کسی کو اس کی طاقت کے سوا تکلیف نہیں دیتا نیکی کا فائدہ بھی اس کو ہوگا اور برائی کی زد بھی اس پر پڑے گی)

یعنی جس قدر قوت ہو اسی قدر ذمہ داری ہوتی ہے اور نیکی کی تو اسے ہی فائدہ ہوگا اور برائی کی پھر اگر اللہ تعالیٰ نے معاف نہ کیا تو سزا ملے گی۔

اسلامی حکومت کے محکمے

اسلامی حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں کا فرض ہے کہ ملک کے داخلی اور خارجی معاملات کو درست رکھنے کے لیے مختلف محکمے قائم کرے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

محکمہ امور مذہبیہ

حکومت پر لازم ہے کہ اسلام کی تعلیم عام کرے، مسلمانوں کو اسلام پر چلنے کی سہولت دینے اور کفر کا سر کچلنے کے لیے محکمہ امور مذہبیہ قائم کرے جو تمام اطراف ملک میں اسلامی تعلیم عام کرے، ہر برائی کو جڑ سے ختم کرے اور لوگوں کو نیکی کا حکم کرے ہر محکمہ کی دینی راہ نمائی کرے۔ اسلام کی دعوت اندرونِ ملک اور بیرون ملک پھیلانے کے لیے مبلغین کا انتظام کرے اور اس سلسلہ میں کتابیں شائع کرنے، مدارس قائم کرنے اور دوسرے تمام ذرائع کو استعمال کرے۔ اسی طرح برے لوگوں کا محاسبہ کرے تاکہ وہ کفر و شرک و بدعت پھیلانے کی جرأت نہ کر سکیں، ایک دارالافتاء قائم کرے تاکہ لوگ آسانی کے ساتھ دینی مسائل کے بارے میں فتویٰ حاصل کر سکیں۔ اسلامی شعائر کا احترام کرائے، الغرض اسلام کی تعلیم پھیلانے اور کفر کی غنڈہ گردی کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش

محکمہ حج و اوقاف

اسلامی حکومت کو چاہیے کہ مسلمانوں کے لیے حج و عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے لیے اور اوقاف کی نگرانی کے لیے ایک محکمہ حج و اوقاف قائم کرے جو لوگوں کو حج و عمرہ کی ادائیگی میں ہر قسم کا تعاون کرے انہیں افعالِ حج و عمرہ سکھانے، لوگوں کے عقائد درست رکھنے کا انتظام کرے، حج کے سفر کو آرام دہ اور سستا بنانے کی کوشش کرے، حجاج کی صحت آمد و رفت کا خیال رکھے۔

اس طرح ملک بھر میں تمام اوقاف کو ان کے واقفین کی نیت کے مطابق چلائے ہر مسجد پر اس کی

تف عمارات و ذرائع آمدنی سے خرچ کرے اگر مال کم ہو جائے تو سرکاری خزانہ سے امداد کرے۔ البتہ وہ اوقاف
خلافِ شرع ہوں انہیں ختم کر دے۔ جیسے کہ آج کل بعض ممالک میں اولیائے کرام کے مزارات پر
ر نیاز دی جاتی ہے چڑھاوے چڑھتے ہیں، مزارات کے نام پر دیا گیا تمام مال حرام اور مردار ہے اس سے
رکاری خزانہ بھرنا گندگی سے خزانہ بھرنا ہے۔ مزید برآں یہ شرک کے افعال ہیں۔ جو حکومت مزاروں پر
ذر نیاز دینے، عرس کرانے، قوالی کرانے اور دوسرے شرک کے کاموں کی اجازت دیتی ہیں۔ اور شرک
کے کاموں کی حفاظت کرتی ہے اس لیے اسے اسلامی حکومت کی بجائے شرک و بدعت کی محافظ ایک
بدمعاش حکومت تصور کیا جائے گا اور مزاروں کے گندے اموال سے تنخواہ لینے والے لوگ کبھی بھی حق بات
نہیں کہہ سکتے بلکہ حرام کھا کر وہ گونگے شیاطین بن جاتے ہیں اور ان کا کام صرف حرام خور جہلاء اور بدمعاش حکمرانوں
کی چاپلوسی ہی رہ جاتا ہے۔

محکمہ عدل

اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ ہر خاص و عام کو بغیر قیمت اور آسانی کے ساتھ انصاف مہیا کرے، ہر ظلم
کو ختم کرے، اسلام کے پابند اور پرہیزگار قاضی مقرر کرے عدالت کے دروازے ہر شخص کے لیے ہر وقت
اور کسی فیس کے بغیر کھلے رکھے۔ ہر مدعی اور مدعی علیہ کو خود عدالت میں آکر بیان دینے کی اجازت دے اور
خونخوار وکیلوں کی فوج کو پالنے کے لیے وکیل کرنے کی پابندی نہ لگائے، انصاف کرنے میں کسی رعب یا
لالچ میں نہ آئے۔ تمام مقدمات کے فیصلہ کے لیے قرآن مجید، حدیث مبارک، آثار صحابہ کرام اور زیادہ تفصیل کے
لیے فقہاء اربعہ میں سے کسی ایک فقہ کو ماخذ اور قابلِ اعتماد حوالہ قرار دے تب ہی عدل قائم ہو سکتا ہے۔

محکمہ مال

حکومت کا فرض ہے کہ محکمہ مال اس انداز سے مرتب کرے کہ اسلام کی رو سے کوئی ناجائز
ٹیکس نہ لگائے، خزانہ کو مالِ حرام سے بچائے، آمدنی کے صرف حلال ذرائع پر اکتفا کرے
اس کی تفصیل نظام اقتصادیات کے باب میں حکومت کے ذرائع آمدنی کے ضمن میں تفصیل سے دی گئی ہے
وہاں سے ملاحظہ فرما لیا جائے۔ لوگوں پر ظلم کر کے یا ناجائز ٹیکس جبراً وصول کر کے جو خزانہ بھرا جائے گا
وہ چوری کا مال شمار ہوگا اور وہاں کے حکمران، اسلامی حکومت کے قابلِ احترام عہدیدار نہیں ہوں گے بلکہ وہ
بدمعاش چوروں کی ایک قابلِ نفرت جماعت ہوگی۔

حکومت کا فرض ہے کہ ممکن حد تک کم سے کم ٹیکس لگائے، بھاری تنخواہیں لینے والے افسران کو دور
کر دے ملک کے ہر باشندے کی مالی حالت درست رکھے، اشیاء کو گراں ہونے سے بچانے کے لیے
منصوبہ بندی کرے۔ تاکہ لوگ خوشحال اور مطمئن زندگی گذار سکیں۔

صنعت وتجارت

اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ ملک بھر کی صنعت وتجارت پر نگرانی اور اس کی ترقی کے لیے صنعت وتجارت کا محکمہ قائم کرے۔ جو ملک کے ہر خواہش مند باشندے کو اس کی صلاحیتوں کے مطابق صنعت وتجارت میں حصہ لینے کے لیے صحیح راہ دکھائے اور سب کو اپنی مرضی کی تجارت وصنعت میں کام کرنے دے، البتہ جو تجارت یا صنعت اسلام کی رو سے گناہ اور حرام ہو، اس کی جڑ کاٹ دے۔

اور جو شخص بھی گناہ کی تجارت کرے اسے اسلام کے قانون سزا کے مطابق سزا دے چنانچہ سود، جوئے، معمہ بازی، شراب، مسکرات، گانے بجانے، ناچ، سینما، تھیٹر وغیرہ ہر گناہ کے کام کو سختی کے ساتھ بند کرے۔ اور جو لوگ حرام کاروبار کے بغیر زندہ نہ رہ سکیں، انہیں جلد مر جانے دے تاکہ اللہ کی زمین خبیث لوگوں کی گندگی سے پاک ہو جائے۔

تجارت وصنعت پر کفار، دشمنان صحابہ، باطل فرقوں اور بدمعاش لوگوں کو غالب نہ آنے دے تاکہ غنڈہ گرد عناصر مضبوط ہو کر ملک میں فساد برپا نہ کر سکیں۔

صرف اپنے دلالوں کو صنعت قائم کرنے یا درآمد کرنے کی اجازت دینا اور عام مسلمانوں کو اس سے محروم کرنا بھی اسلام کے طریق عدل کے منافی ہے، ممکن حد تک ہر چیز اندرون ملک میں تیار کرائی جائے جو صنعتیں صرف سامان عیش تیار کرنے کے کام آتی ہیں ان کی بقدر ضرورت ہی اجازت دے البتہ ملک کا دفاع کرنے، مسلمانوں کو طاقت ور کرنے کے لیے زیادہ صنعتیں قائم کرے۔

محکمہ زراعت

اسلامی حکومت کو چاہیئے کہ ملک بھر کی زمینوں اور پیداوار پر نگرانی کے لیے ایک محکمہ زراعت قائم کرے جو لوگوں کو صحت مند غذائیں گندم، جو، مکئی، کھجور وغیرہ کاشت کرنے، ملک میں باغات لگانے اور زمینوں سے زیادہ سے زیادہ مگر مناسب طریقہ سے فائدہ حاصل کرنے کے طریقے بتائے۔

زمینوں کی پیمائش کرنے اور زمین و پیداوار کے بارے میں متوازن اور جامع منصوبہ بندی کرے کفار اور دوسرے باطل فرقوں یعنی ختم نبوت کے غداروں، دشمنان صحابہ کرام وغیرہ کو جاگیروں پر قابض ہونے دے، مالک زمین اور کاشتکار کے درمیان اس طرح معاہدات کرائے کہ مالک زمین ظلم و غنڈہ گردی نہ کر سکے اور کاشتکار شدید محنت کے باوجود زندگی کی آسائشوں سے محروم نہ رہ جائے۔

محکمہ داخلی امور

ملک میں شہری حقوق کی حفاظت کرنے، ہر شخص کی جان و مال و عزت کو ظالموں سے بچانے کے لیے داخلی نظم ونسق درست رکھنے کا ایک محکمہ ہونا بھی ضروری

ہے اس محکمہ کی ذمہ داری ہے کہ ہر شخص کی جان و مال و عزت کی حفاظت کرے، کسی کو کسی پر ظلم نہ کرنے دے چاہے وہ کس قدر اختیارات کا مالک ہو، ہر محکمہ پر نگرانی رکھے اور ان کے درست فیصلوں کو نافذ کرنے میں مکمل تعاون کرے تاکہ ہر محکمہ اس اعتماد کے ساتھ صحیح فیصلہ کرے کہ یہ فیصلہ یقیناً نافذ ہوگا اور محنت رائیگاں نہیں جائے گی۔

ملک میں کفر و شرک و بدعت پھیلانے والوں، چوروں، ڈاکوؤں، فساد کرنے والوں، مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے والوں کو ختم کرے تاکہ ہر طرف امن و امان ہو اور لوگ اطمینان کے اسلام پر چل سکیں اور زندگی کے ہر شعبہ میں سکون کے ساتھ حصہ لے سکیں۔

اندرون ملک نظم و نسق درست رکھنے کے لیے اسلام کی پابند، چالاک، رشوت سے پاک، صحت مند اور بہادر نوجوانوں پر مشتمل پولیس قائم کرے، کہ جس کو دیکھ کر ہر شریف آدمی اپنا گہرا ہمدرد سمجھ کر اس سے رابطہ قائم کرے لیکن اگر پولیس والوں کو دیکھ کر لوگ انہیں راشی، ظالم اور سنگدل سمجھ کر ان سے انصاف و تعاون حاصل کرنے میں مایوس ہوں یا ایسی پولیس جو جرائم پیشہ افراد کی حمایت کرے اور مظلومین سے رشوت طلب کرے وہ کبھی بھی ایک قائم رہنے والی اسلامی سلطنت کی پولیس نہیں کہلا سکتی۔

رفاہِ عامہ

اسلامی حکومت کا فرض ہے۔ کہ عوام اہلِ اسلام کے آرام و آسائش اور ان کی دینی و دنیاوی ترقی کے لیے خوب توجہ سے کام کرے۔

چنانچہ ذرائع آمد و رفت آسان اور درست رکھے، ڈاک کا انتظام کرے، ذرائع ابلاغ مثلاً ریڈیو وغیرہ کو اسلام کے قواعد کے مطابق استعمال کرے، نہریں کھدوائے، ویران علاقوں میں پانی کا انتظام کرے، پسماندہ علاقوں میں صنعتیں قائم کرے، بڑے شہر بننے کے اسباب کو ختم کرے، یعنی چھوٹے شہروں اور دیہات میں لوگوں تک روزگار اور ضروریاتِ زندگی پہنچائے۔ جنگلات اٹھائے، معدنی خزانے دریافت کرے۔ مسافروں کے لیے مفت سرائیں قائم کرے۔ ضرورت کے مطابق مساجد تعمیر کرائے، جائز اور صحت مند کھیلیں جاری کرے جو فوجی ضروریات بھی پوری کر سکیں۔

سلطنت کے ہر حصہ میں ہونے والے واقعات سے باخبر رہنے کے ذرائع اختیار کرے۔

ملک کے ہر باشندے کے لیے مکان، لباس، غذا، صحت اور اسلامی تعلیم مفت مہیا کرنا ایک اسلامی حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہے۔

محکمہ تعلیم

حکومت کا فرض ہے کہ اسلام کی تعلیم عام کرنے کے لیے ہر ممکن جدوجہد کرے، مدارس عام کرے، ہر مرد و عورت کو اسلام کی ضروری حد تک تعلیم حاصل

کرنے کا پابند کرے، ہر شہر میں علمار تیار کرنے کے لیے اچھی قسم کے اسلامی مدارس قائم کرے۔

عربی زبان عام کرے، عربی کو ہی سرکاری زبان قرار دے۔ قرآن و حدیث اور اسلامی علوم کے طلبہ علمار کے وظائف جاری کرے، مگر علماء کو وظائف دے کر انہیں اپنا آلہ کار نہ بنائے کہ وہ سرکار کی چاپلوسی کیا کریں۔

ملک میں ایسے تعلیم ادارے قائم کرے جو زندگی میں مفید مختلف اہلِ فن پیدا کرے۔ خصوصًا فوجی اسلحہ بنانے، سائنسی ایجادات کرنے اور زندگی کی بنیادی ضروریات کے ماہرین پیدا کرے مگر اسلام کے پابند اہل فن ہوں، جو ڈاکٹر انجینئر اور سائنسدان وغیرہ اسلام سے جاہل اور بدمعاش ہوں اسلام کو ایسے فن کار گدھوں کی ضرورت نہیں۔

امورِ خارجہ

اسلامی حکومت کا ایک شعبہ خارجہ امور کے بارے میں ہوتا ہے جو دنیا کے مختلف ممالک میں اپنے سفیر مقرر کرتا ہے، سفیروں کے ذریعہ ہر ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کے حالات سے آگاہی حاصل کر کے ان سے ممکن حد تک تعاون کرتا ہے اور دوسری مسلمان حکومتوں کو حالات سے باخبر کرتا ہے، مسلمان حکومتوں کے ساتھ وفاقی یا زمانہ کے لحاظ سے ممکن تعاون واتحاد کرتا ہے تاکہ کفار کے مقابلہ میں مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہو سکے، باہر سے آنے والے اسلام دشمن عناصر پر نظر رکھتا ہے، اسی طرح باہر سے آنے والی کتابوں یا دوسری اشیار جو مسلمانوں اور اسلام کے لیے نقصان دہ ہوں، ان کی نگرانی کرتا ہے۔ دوسرے ممالک کے سفیروں کو ملک میں آنے کے لیے رائے دیتا ہے۔

مگر یہ یاد رہے کہ کسی اسلامی حکومت کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ غیر مسلم افراد یا اقوام کے ساتھ اس طرح کے تعلقات قائم کرے جس کے نتیجہ میں ملک میں کفر کو پھیلنے، کفار کو طاقت ور بننے اور مسلمانوں کے فتنہ میں پڑنے کا خطرہ ہو۔

یہ بھی ضروری ہے کہ ہر سفارت خانے کا عملہ مسلمان ہو، دشمن صحابہ، منکر ختم نبوت، منکر حدیث، مشرک، بدعتی وغیرہ کسی باطل فرقہ سے تعلق نہ رکھتا ہو۔ اسلام کی ضروری تعلیمات سے آگاہ ہو، اسلام کا پابند اور غیور ہو، جس ملک میں جائے اس ملک کی زبان سے واقف ہو اور وہاں اسلام کی دعوت پھیلانے کی کوشش کرے اور اسلام کے خلاف وہاں کی حکومت یا افراد کی سازشوں کا مقابلہ کرے اور اپنی حکومت کو ان حالات سے آگاہ کرے۔

دفاع اور فوج

اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ اندرون ملک امن و امان قائم رکھنے، اسلام دشمن عناصر اور جرائم پیشہ لوگوں کی سرکوبی کرنے کے لیے ایک مضبوط اور فعال پولیس قائم کرے

سلام کی پابند، بہادر اور مسلمانوں کی خیر خواہ ہو۔
اس طرح بیرونِ ملک دشمنوں سے دفاع کرنے اور جہاد کرنے کے لیے ہر وقت ایک مضبوط فوج قائم
رے۔ زمانہ کی ضرورت کے مطابق ہر اسلحہ حاصل کرے۔
سرحدوں پر چھاؤنیاں قائم کرکے سرحدات کو مضبوط بنائے۔
دشمنوں کے عزائم سے ہر وقت باخبر رہے اور اس کے ساتھ ساتھ اسلامی فوج کو مثالی فوج بنانے
ی کوشش کرے۔ جو اسلام کی پابند، ضروری مسائل سے آگاہ ہو، بلند اخلاق، بہادر اور صرف اسلام کو بلند
رنے اور کفر کو مٹانے کے لیے ہی جہاد کرے، اسلامی فوج، خدائی فوج کا درجہ رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے
انہیں جندنا ہماری فوج کہہ کر مدد کا وعدہ کیا، فرمایا

وَإِنَّ جُندَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ (اور ہماری فوج ہی غالب رہنے والی ہے)

(الصفت ۱۷۳)

مگر یہ تب ہے کہ وہ فوج اللہ کی وفادار بن جائے۔
یہی فوج وہ ہے کہ جس کے ساتھ اللہ کی مدد کا وعدہ ہے۔
جو فوج بے نمازی، شرابی، بدمعاش ہو اور بدکار عورتوں کے گانے سن کر جوش میں آنے والی ہو
وہ ایک بدمعاشوں کا گروہ ہے۔ اسے اسلامی فوج کا نام ہرگز نہیں دیا جا سکتا اور نہ ہی اس کے ساتھ
اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد کا وعدہ ہے۔
الغرض اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ اندرونِ ملک مسلمانوں کی ترقی، اسلامی تربیت، ملک کے
دفاع اور بیرونِ ملک کفار کے مقابلے کے لیے محکمے قائم کرے۔ اور انتظام درست کرے۔
مگر ہر موقع پر اسلام کی دعوت پھیلانے، مسلمانوں کو اسلام پر چلنے کی سہولت دینے، کفر کی غنڈہ گردی
ختم کرنے اور مسلمانوں کو غالب رکھنے کا جذبہ کارفرما ہونا ضروری ہے۔

باب — ۱۱

جہاد کا بیان۔ جہاد کی اہمیت

جہاد کا معنی ہے "خوب کوشش کرنا" اس سے مراد یہ ہے کہ اسلام کو غالب کرنے اور کفر کو مٹانے کے لیے خوب کوشش کرنا۔

جہاد کی کئی اقسام ہیں اور ہر مسلمان مرد اور عورت اس میں حصہ لے سکتا ہے۔

۶ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکوں کے ساتھ اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ساتھ جہاد کرو۔

(سنن ابی داود ج: ا کتاب الجہاد، باب کراھیۃ الغزو، ص: ۳۳۹)

جو شخص میدان جنگ یا کسی بھی مقابلہ میں کفار کے ساتھ بدنی قوت سے مقابلہ کرے وہ بلند درجہ کا جہاد ہے۔ جو شخص اسلحہ تیار کر کے مسلمان مجاہدین کو دے یا ان کی مالی مدد کرے وہ بھی مجاہد ہے۔ اگر وہ مجاہدین کے ساتھ کسی قسم کا تعاون کرے وہ بھی مجاہد ہے۔ اگر کوئی تقریر یا مباحثہ کر کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دے۔ کفار کے اعتراضات کا جواب دے۔ کتابیں لکھ کر اسلام کی دعوت پھیلائے۔ اسلام کی تعلیم دے، علماء اسلام اور طلبۂ اسلام کو اسلامی کتابیں مہیا کرے، اسلام پھیلانے والے حضرات سے مالی یا دوسرا مطلوبہ تعاون کرے یہ سب امور جہاد میں داخل ہیں۔ کچھ نہ کر سکے تو دعا کرے۔ کفر و شرک اور بدعت کو مٹانے کے لیے ہر مسلمان مرد عورت کو اپنی قوت کے مطابق حصہ لینا ضروری ہے۔ اگر کسی اسلامی حکومت پر کفار حملہ کر دیں یا مسلمانوں پر کفار ظلم کریں یا اسلامی حکومت میں رہائش پذیر کفار بغاوت کر دیں یا جزیہ دینے سے انکار کر دیں تو ان سب صورتوں میں کفار کے خلاف فوجی کارروائی کرنا اور ان کی قوت کو مکمل طور پر تباہ کرنا ضروری ہے۔

اسلام نے حکم دیا کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ ہمیشہ اپنی فوجی قوت کو مضبوط رکھیں تاکہ کفار کو مسلمانوں کے مقابلے میں آنے کی جرأت ہی نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ؕ (الانفال — ۶۰)

اور ان سے لڑنے کے لیے جو کچھ قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے جمع کر سکو سو تیار رکھو کہ اس سے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر اور ان کے سوا دوسروں پر جنہیں تم نہیں جانتے اللہ انہیں جانتا ہے۔ (سب پر) ہیبت پڑے۔

چنانچہ ہر قسم کا جنگی سامان تیار کرنا یا حاصل کرنا، افواج جمع کرنا، چھاؤنیاں بنانا اور دفاعی اور حربی قوت حاصل کرنا، اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنا یعنی عبادت کرنا ہے۔

یہ یاد رہے کہ دو کام ایسے ہیں کہ جن کی کچھ حد نہیں:

۱۔ ذکر اللہ کرنا۔ اس کے بارے میں حکم ہوا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۙ (الاحزاب۔ ۴۱)

اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کیا کرو

یعنی اس قدر ذکر اللہ کرو کہ جس کی کوئی حد نہیں۔

۲۔ اور دوسرا کام کفار کے مقابلہ میں قوت حاصل کرنا ہے اس کی بھی کوئی حد نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ (الانفعال — ۶۰)

اور ان سے لڑنے کے لیے جو کچھ قوت ہو سکے تیار کرو۔

تیر اندازی سیکھنا سکھانا، بندوق توپ اور دوسرا جنگی اسلحہ تیار کرنا اور صرف مسلمانوں کے پاس فروخت کرنا، اسلحہ چلانا الغرض اسلامی حکومت کے دفاع کے لیے، مسلمانوں کے بچاؤ کے لیے اور کفار کی طاقت ختم کرنے کے لیے کسی قسم کی مدد کرنا جہاد میں داخل ہے۔

۶ حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین (رضی اللہ عنہم) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کے بدلے تین آدمیوں کو جنت میں داخل کرتا ہے۔ اس کا بنانے

والا جو اس کے بنانے میں بھلائی کی امید (اور نیت) رکھتا ہے اور اس کو پھینکنے والا اور اس کو پکڑنے والا، آپؐ نے فرمایا: تم تیر (یا بندوق) چلاؤ اور سواری کرو۔ تم تیر (یا بندوق) چلاؤ مجھے یہ اس سے زیادہ پسند ہے کہ تم سواری کرو، ہر وہ کھیل کود باطل ہے جو مسلمان آدمی کرے۔ سوائے تیر کمان سے تیر چلانا (یا بندوق توپ چلانا) اور گھوڑے کو سدھانا اور اپنی بیوی کے ساتھ ملاعبت کرنا۔ یہ سب حق ہیں۔

(جامع ترمذی ج ۱ ابواب فضائل الجہاد، باب ما جاء فی فضل الرمی فی سبیل اللہ، ص: ۹۳
الغرض اسلحہ تیار کرنا، جنگی مشقیں کرنا اور مسلمانوں کے ساتھ کفار کے مقابلہ میں تعاون کرنا جہاد ہے اور اس کا اجر دنیا و آخرت میں یقیناً ملے گا۔)

۱ جہاد کرنا فرض ہے

اللہ تعالیٰ نے جہاد فرض کیا اور فرمایا:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ — تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے۔

(البقرہ — ۲۱۶)

مزید تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ط — اے نبی، کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو۔

(التحریم — ۹)

ایک جگہ فرمایا:

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ط — اور تم ان سے اس حد تک لڑو، یہاں تک کہ شرک کا غلبہ نہ رہنے پائے اور سارا دین اللہ ہی کا ہو جائے۔

(الانفال — ۳۹)

کفار کے خلاف جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ — ان لوگوں سے لڑو، جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے، اور نہ اسے حرام جانتے ہیں جسے اللہ اور اس کے رسول

دِیْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ عَنْ یَّدٍ وَّھُمْ صٰغِرُوْنَ ؏ (التوبۃ — ۲۹)

نے حرام کیا ہے اور سچا دین قبول نہیں کرتے۔ ان لوگوں میں سے جو اہل کتاب ہیں۔ یہاں تک کہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپؐ لوگوں کو جہاد کی ترغیب دیں۔ آپؐ کے بعد اب یہ فرض ارکرام اور حکمرانوں کا ہے۔ فرمایا:

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْقِتَالِ ط (الانفال — ۶۵)

اے نبی، مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو۔

مندرجہ بالا آیات کا خلاصہ یہ ہوا کہ

۱۔ جہاد کرنا مسلمانوں پر فرض ہے جو اس کی فرضیت کا انکار کرے۔ وہ کافر ہے البتہ یہ فرض کفایہ ہے مگر نفیر عام کی صورت میں سب پر لازم ہے۔

۲۔ کافروں اور منافقوں کے سامنے ذلیل ہو کر رہنا اور غلامی پر قناعت کرنا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے بلکہ ان کے مقابلہ میں قوت جمع کرنا، ان کو دبانا ضروری ہے کیونکہ کفار اور منافقین اللہ تعالیٰ کی زمین پر رہتے ہیں اس کی نعمتیں کھاتے ہیں پھر ایسے کریم و رحیم مالک تعالیٰ کی نافرمانی اور غداری کرتے ہیں۔ اس لیے ان پر دنیا میں بھی سختی ہونی چاہیئے اور کفر کی حالت میں مرنے کے بعد وہ دائمی جہنمی ہیں۔

۳۔ کفار سے جنگ کا حکم اس حد تک ہے کہ دنیا میں اسلام غالب ہو جائے اور کفر مغلوب ہو کر ختم ہو جائے یا اس کی طاقت فنا ہو جائے۔

۴۔ جو اللہ کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام نہ مانے اس سے جنگ کی جائے۔ نیز کفار سے جنگ کا اصول یہ ہے کہ یا وہ اسلام قبول کر لیں یا جزیہ دینا قبول کر لیں اور اسلامی حکومت کی ماتحتی میں وفادار بن کر رہیں یا ان سے معاہدہ کیا جائے۔ ان میں سے کچھ نہ ہو تو ان سے جنگ کی جائے۔

۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ مسلمانوں کو جہاد کرنے کی ترغیب دیں۔ اس سے بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جہاد کرنے کی کس قدر اہمیت ہے۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: تم پر جہاد کرنا لازم ہے۔ ہر حاکم کے ساتھ مل کر چاہے وہ نیک ہو یا بُرا اور نماز پڑھنا تم پر لازم ہے ہر مسلمان کے پیچھے چاہے نیک ہو یا بُرا ہو، چاہے کبائر کا ارتکاب کرے اور نماز جنازہ ہر مسلمان کا پڑھنا لازم ہے چاہے نیک ہو یا بُرا چاہے کبائر کا ارتکاب کرے۔

(سنن ابی داود ج: ا کتاب الجهاد، باب فی الغزو مع ائمة الجور، ص: ۳۴۲)

یعنی جو شخص مسلمان ہو اور اس کا عقیدہ درست ہو۔ شرک و کفر اور بدعت کا ارتکاب نہ کرے تو محض عملی گناہ کی وجہ سے کافر نہیں ہوتا۔ اس لیے جہاد چھوڑنے کے لیے حکمران کے گناہ گار ہونے کا بہانہ نہیں ہو سکتا۔

(یاد رہے کہ جہاد فرض کفایہ ہے اگر کچھ لوگ جہاد کریں تو باقی مسلمانوں سے یہ فرض ساقط ہو گا) فرضیت تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ثابت ہے:

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً (التوبہ-۳۶) — اور تم مشرکوں سے لڑو جیسے کہ وہ سب تم سے لڑتے ہیں۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاد قیامت تک جاری ہے اور اس سے مراد باقی یعنی دائمی فرض ہے۔

(هدایہ ج: ۲ کتاب السیر، ص: ۵۵۸)

ہاں البتہ اگر نفیر عام ہو (یعنی خطرناک حالات میں دعوتِ عام ہو) تو اس صورت میں فرض عین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا الآیۃ — تم ہلکے ہو یا بوجھل، نکلو۔

(التوبہ — ۴۱)

البتہ عورتوں، غلاموں، عورت پر جہاد فرض نہیں اس طرح اندھے اور لنگڑے اور اعضاء کٹے ہر وہ کہ معذورین ہوں، ان پر جہاد فرض نہیں لیکن اگر دشمن کسی اسلامی ملک پر شدید حملہ کر دیں تو سب لوگوں پر جہاد واجب ہے۔

(هدایہ ج: ۲ کتاب السیر، ص: ۵۵۹)

۷ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح (مکہ) کے دن فرمایا: فتح (مکہ) کے بعد کوئی ہجرت نہیں (یعنی مکہ سے ہجرت نہیں یا اس درجہ کی بلند پایہ ہجرت نہیں) مگر جہاد (جاری رہے گا) اور نیت (بھی درست ہو) اور جب

تمہیں (جہاد کے لیے) بلایا جائے تو (جہاد کے لیے) نکلو۔

(صحیح البخاری ج: ا کتاب الجہاد، باب وجوب النفیر و مایجب من الجہاد والنیۃ، ص: ۳۹۶)

مسلمانوں پر لازم ہے کہ برائی مٹانے کے لیے طاقت استعمال کریں۔

حضرت ابوسعید (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جو برائی کو دیکھے تو اسے چاہیئے کہ وہ اسے ہاتھ سے (طاقت سے) مٹا دے اور جو یہ نہ کر سکے تو زبان سے مٹا دے اور جو یہ نہ کر سکے تو دل سے (برا سمجھے) اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔

(جامع الترمذی ج، ۲، ابواب الفتن، باب ما جاء فی تغییر المنکر بالید او باللسان او بالقلب ص۴۰)

جو لوگ دنیاوی لذات یا سرمایہ، رشتہ دار یا بیوی بچوں کے باعث جہاد سے اعراض کرتے ہیں۔

ہیں خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (التوبہ — ۲۴)

کہہ دو، اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور برادری اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور تجارت جس کے بند ہونے سے تم سے ڈرتے ہو اور مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو۔ تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ پیارے ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے اور اللہ نافرمانی کرنے والوں کو راستہ نہیں دکھاتا۔

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اس حال میں مر جائے کہ نہ اس نے جہاد کیا اور نہ ہی اس کے دل میں (جہاد) کی کی آرزو پیدا ہوئی وہ منافقت کے ایک شعبہ پر مرا۔

(صحیح المسلم ج: ۲، کتاب الامارۃ، باب ذم من مات ولم یغز، ص: ۱۴۱)

جہاد کے فضائل

جو لوگ جان و مال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خلوصِ نیت کے ساتھ جہاد کرتے ہیں ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں بلند ترین درجات ہیں جن کا اس دنیا میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ نے قرآن مجید بلکہ تورات و انجیل ہر کتاب میں ایسے خوش نصیب لوگوں کے لیے بلند درجات کا وعدہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ط یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ قف وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا فِی التَّوْرٰۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ ط (التوبہ — ۱۱۱)

بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر خرید لیے ہیں کہ ان کے لیے جنت ہے، اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے بھی جاتے ہیں۔ یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے جس کا پورا کرنا اسے ضروری ہے۔

ایک جگہ فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝ (الصف — ۴)

بے شک اللہ تو ان کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

کس قدر خوش نصیب ہیں وہ جن کی جان و مال کا خریدار خود اللہ تعالیٰ ہے اور جن کے ساتھ محبت کا اعلان اللہ تعالیٰ نے خود فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو یہ خوش نصیبی عطا فرمائے اور عذاب سے نجات عطا فرمائے۔

احادیث مبارکہ میں جہاد کے بے شمار فضائل بتائے گئے۔ اس سلسلہ میں چند احادیث درج کی جاتی ہیں:

۶ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اللہ کی راہ میں ایک صبح جانا یا ایک شام جانا، دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سب سے بہتر ہے۔)

(صحیح المسلم ج ۲ کتاب الامارۃ، باب فضل الغدو والروحۃ ص: ۳۴

۶ حضرت عبدالرحمٰن بن جبر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: جس بندے کے قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوئے ان کو آگ نہیں چھوئے گی۔
(صحیح البخاری ج ۱، کتاب الجہاد، باب من اغبرت قدماہ فی سبیل اللہ، ص: ۳۹۴)

حضرت ابو نجیح سلمی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جس نے اللہ کی راہ میں ایک تیر چلایا تو وہ اس کے لیے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہے۔
(جامع الترمذی ج ۱، ابواب فضائل الجہاد، باب ما جاء فی فضل الرمی فی سبیل اللہ، ص: ۲۹۳)
اور آج کل بندوق اور توپ چلانا اور بم پھینکنا باعث اجر ہے۔

حضرت خریم بن فاتک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کیا اس کے لیے سات سو گنا (اجر) لکھا گیا۔
(جامع الترمذی ج ۱، ابواب فضائل الجہاد، باب ما جاء فی فضل النفقہ فی سبیل اللہ، ص: ۲۹۲)

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: دو آنکھوں کو آگ نہیں چھوئے گی۔ وہ آنکھ جو اللہ کے ڈر سے روئی اور وہ آنکھ جس نے اللہ کی راہ میں رات بھر پہرہ دیا۔
(جامع الترمذی ج ۱، ابواب فضائل الجہاد، باب ما جاء فی فضل الحرس فی سبیل اللہ، ص: ۲۹۳)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال اس روزہ دار کی طرح ہے جو ہمیشہ رات بھر قیام کرتا ہے (اور روزے رکھتا ہے) جو کہ نماز اور روزے میں سست نہیں پڑتا حتیٰ کہ (جہاد سے) واپس آجائے۔
(موطا امام مالک ج ۱، کتاب الجہاد، باب الترغیب فی الجہاد، ص: ۲۴۶)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرے اور وہ صرف اس کی راہ میں جہاد کے لیے نکلے اور اس کے کلمات کی تصدیق کرتا ہو، اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ذمہ داری لے لی کہ وہ (شہادت کے بعد) اسے جنت میں داخل کرے گا یا اُسے (زندہ) اس کی جائے رہائش تک پہنچائے گا جہاں سے وہ آیا تھا مع ثواب یا غنیمت کے جو اس نے حاصل کی۔
(بخاری ج ۱، کتاب الجہاد، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم احلت لکم الغنائم ص: ۴۴۰)

اگر کوئی آدمی جہاد میں نہ جا سکے اور وہ مجاہدین کے گھر والوں کی خبر گیری یا مدد کرتا رہے مجاہدین کے لیے رسد پہنچائے یا جہاد کے کسی سلسلہ میں تعاون کرے تو اسے بھی جہاد سے اجر ملے گا۔

۶ حضرت زید بن خالد جہنی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا: جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے سے تعاون کیا اس نے جہاد کیا اور نے ان کے گھر والوں کے ساتھ اس کے پیچھے بھلائی کی اس نے بھی جہاد کیا۔

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب الامارۃ، باب فضل اعانۃ الغازی فی سبیل اللہ، ص ۱۲۷)

۶ انسان کو چاہیے کہ سیاحت کرنا ہو تو جہاد کرے جو جہاد بھی ہے اور سیاحت بھی ہے۔ اس دور میں اگر سیاحت کرنا چاہیے تو جس علاقہ میں جائے اس علاقہ میں اسلام کی تبلیغ ہی کرے اسلام کی دعوت پھیلانا دراصل جہاد کی غرض وغایت ہے۔

۶ حضرت ابو امامہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول، مجھے سیاحت کی اجازت دیجیے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی سیاحت، اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔

(سنن ابی داود ج: ۱، کتاب الجہاد، باب فی ثواب الجہاد، ص: ۳۳۶)

۶ سمندر میں بھی جہاد ایک نعمت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں سمندروں میں جہاد شروع ہوا۔ اور روم کی بحری طاقت کو مکمل طور پر تباہ کر دیا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سمندر پر صرف حج کرنے والا یا عمرہ کرنے والا یا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہی سوار ہو

(سنن ابی داود ج: ۱ کتاب الجہاد، باب فی رکوب البحر والغزو، ص: ۳۳۷)

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کی راہ میں جس کو بھی زخم آتا ہے اور اللہ خوب جانتا ہے کہ اللہ کی راہ میں کون زخمی ہوا ہے؟ وہ قیامت کو اس حال میں آئے گا کہ اس کے زخم سے رنگ جاری ہوگا جو کہ رنگ خون کا ہوگا اور خوشبو مشک کی ہوگی۔"

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب الامارۃ، باب فضل الجہاد والخروج فی سبیل اللہ ص: ۱۳۳)

البتہ اگر کوئی مریض ہو یا ایسی تکلیف یا رکاوٹ ہو کہ وہ جہاد میں نہ جا سکے مگر وہ سچے دل سے

جہاد میں جانے کے لیے بے قرار ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا اور کو جہاد میں حصہ دے گا۔

۶ حضرت موسیٰ بن انس اپنے والد محترم (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے مدینہ میں ایسی اقوام پیچھے چھوڑی ہیں۔ تم جس قدر چلے ہو اور جو بھی تم نے خرچ کیا ہے اور جو وادی بھی تم نے طے کی وہ اس میں تمہارے ساتھ ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول، اور وہ ہمارے ساتھ کس طرح ہیں؟ حالانکہ وہ مدینے میں ہیں! آپؐ نے فرمایا: انہیں عذر نے روک رکھا ہے۔

(سنن ابی داود ج: اکتاب الجہاد، باب الرخصۃ فی القعود من العذر، ص: ۳۴۰)

اللہ کی راہ میں شہید کے درجات

جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جائے اس کے لیے بے شمار درجات ہیں اس کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اسے جنت کی روزی ملتی ہے۔ دراصل وہ زندہ ہو جاتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ یہ پسند نہیں کرتا کہ انہیں مردہ کہا جائے۔

۶ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے بھائیوں کو احد کی (جنگ) میں (شہادت) نصیب ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ارواح کو سبز پرندوں کے پیٹ میں ڈال دیا وہ جنت کی نہروں پر جاتے ہیں۔ ان کا پھل کھاتے ہیں۔ اور عرش کے سایہ میں لٹکے ہوئے سونے کے قندیلوں کی طرف جمع ہوتے ہیں۔ جب پاکیزہ ترین خوراک و مشروب اور آرامگاہ ملتی ہے تو کہتے ہیں: ہماری طرف سے ہمارے بھائیوں کو کون یہ پہنچا دے گا کہ ہم جنت میں زندہ ہیں۔ ہمیں روزی دی جاتی ہے تاکہ وہ جہاد سے بے رغبتی نہ کریں اور جہاد کے موقع پر بزدلی نہ دکھائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہاری جانب سے یہ بات میں پہنچا دوں گا۔ فرمایا:

اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ آخر تک

(آل عمران — ۱۶۹)

(سنن ابی داود ج: اکتاب الجہاد، باب فی فضل الشہادۃ، ص: ۳۴۱)

(حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہید کا ہر گناہ سوائے قرض کے معاف کر دیا جاتا ہے۔

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب الامارۃ، باب من قتل فی سبیل اللہ کفرت خطایاہ الا الدین، ص: ۱۳۵)

حضرت مقدام بن معدیکرب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہید کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس چھ خصال (انعامات) ہیں:

۱۔ پہلی دفعہ (فوری طور پر) اس کی بخشش ہو جاتی ہیں اور اسے جنت میں اپنا مقام دکھا دیا جاتا ہے۔

۲۔ اسے عذاب قبر سے امان دیا جاتا ہے۔

۳۔ اسے سب سے بڑی (قیامت کی) گھبراہٹ سے امن دیا جاتا ہے۔

۴۔ اسکے سر پر عزت کا تاج رکھا جاتا ہے جس کا ایک یاقوت، دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب سے بہتر ہے۔

۵۔ اس کا بہتر فراخ آنکھوں والی حوروں کے ساتھ نکاح کر دیا جاتا ہے۔

۶۔ اور اس کی سفارش اس کے ستر رشتہ داروں کے بارے میں قبول کی جاتی ہے۔

(جامع الترمذی ج: ۱ ابواب فضائل الجہاد، باب ماجاء ای الناس افضل کے بعد والا باب، ص)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہید کو قتل ہونے کی تکلیف اس سے زیادہ نہیں ہوتی جس طرح کہ تم میں سے کسی کو (چٹکی بھرنے پسو کاٹنے) کی ہو۔

(جامع ترمذی ج: ۱ ابواب فضائل الجہاد، باب ماجاء ای الناس افضل کے بعد والا باب، ص: ۲۹۶)

حضرت ام حرام (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو سمندر میں چکر آ جائے جس کی وجہ سے اسے قے ہو جائے اس کے لیے ایک شہید کا ثواب ہے اور جو (سمندر میں دوران جہاد) غرق ہو جائے اس کے لیے دو شہیدوں کا ثواب ہے۔

(سنن ابی داود ج: ۱ کتاب الجہاد، باب فی رکوب البحر والغزو، ص: ۳۳۷)

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سچے دل سے شہادت کی دعا کی اگر اسے شہادت نہ ملی تو بھی اسے (شہادت کا) درجہ حاصل ہو گا۔

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب الامارہ باب استحباب طلب الشہادت فی سبیل اللہ تعالیٰ ص: ۱۴۱)

شہداء کے بارے میں حکم دیا گیا کہ انہیں ان کے لباس میں دفن کیا جائے اور غسل نہ دیا جائے وہ قیامت کو خون آلود اٹھیں گے۔ پھر اسلام کے دشمن کفار ملعونین سے پوچھا جائے گا کہ تم

ان نیک بندوں کو کیوں قتل کیا؟ پھر شیطان کے یاروں کو جہنم رسید کیا جائے گا اور رحمٰن کے بندوں کو اجر و ثواب ملے گا۔

۶ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد (کے غزوہ) کے شہداء کے بارے میں فرمایا: ان پر (پہنے ہوئے) لوہے اور چمڑے (یعنی زرہیں وغیرہ) اتار لی جائیں اور انہیں ان کے خون اور لباس میں دفن کیا جائے۔

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الجنائز، باب فی الشھید یغسل، ص: ۴۴۷)

۶ حکم یہ ہے کہ ایک مسلمان جس جگہ شہید ہو اُسے وہاں ہی دفن کیا جائے اور اگر ضرورت پڑے تو ایک قبر میں زیادہ شہداء کو دفن کیا جا سکتا ہے۔

۶ حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ (غزوہ) احد کے دن میری چچی میرے والد کو لائی تاکہ اسے ہمارے قبرستان میں دفن کرے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (مقرر کردہ) منادی نے آواز دی: شہداء کو ان کے جائے شہادت کی طرف واپس لاؤ۔

(جامع الترمذی ج: ۱، ابواب الجہاد، باب ما جاء لا تفادی جیفۃ الاسیر کے بعد والا باب ص ۲۰۲)

۶ حضرت ھشام بن عامر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ (غزوہ) احد کے دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زخمیوں (اور شہداء) کے بارے میں بتایا گیا:
آپ نے فرمایا: (قبریں) کھودو اور فراخ کرو اور احسان کرو اور دو اور تین کو ایک قبر میں دفن کرو اور جو قرآن زیادہ جانتا ہو اسے آگے رکھو، میرے والد (اس دن) وفات پا گئے تو انہیں دو آدمیوں سے آگے رکھا گیا۔

(جامع الترمذی ج: ۱، ابواب الجہاد، باب ما جاء فی دفن الشھداء، ص: ۳۰۱)

جہاد کے آداب

۶ حضرت سلمان بن بریدہ اپنے والد محترم (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی چھوٹے یا بڑے لشکر پر کسی کو امیر بنا کر بھیجتے تو اسے وصیت کرتے: خاص طور پر اپنے معاملہ میں اور جو مسلمان ان کے ساتھ ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اور فرماتے: جب تم اپنے دشمن مشرکین کے مقابلہ میں جاؤ تو انہیں تین باتوں میں سے ایک کی طرف دعوت دو جس کو وہ قبول کر لیں تم بھی تسلیم کر لو ان سے (جنگ) کرنے

سے رک جاؤ۔

۱۔ انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دو، اگر وہ اسے قبول کرلیں تو ان سے قبول کر لو اور ان سے رک جاؤ پھر انہیں دار الحرب سے نکل کر دار الاسلام میں آنے کے لیے کہو اور انہیں بتاؤ کہ اگر انہوں نے یہ کیا تو ان کے وہی حقوق ہیں جو کہ مہاجرین (دار الاسلام کے مسلمانوں) کے حقوق ہیں اور ان کی وہی ذمہ داریاں ہیں جو کہ مہاجرین (دار الاسلام کے مسلمانوں) کی ذمہ داریاں ہیں

۲۔ اگر وہ اس سے انکار کریں (یعنی اسلام لے آئیں مگر وطن سے نکل کر دار الاسلام میں نہ آئیں) اور اپنے وطن کو اختیار کیے رکھیں تو انہیں بتاؤ کہ وہ اعرابی مسلمانوں (بدوی) کی طرح ہیں ان پر وہی حکم نافذ ہوگا جو کہ مسلمانوں پر نافذ ہوتا ہے مگر فیٔ اور غنیمت میں ان کا کچھ حصہ نہیں۔ البتہ اگر وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد کریں تو حصہ ملے گا)

۳۔ اگر وہ اس سے بھی انکار کریں (یعنی اسلام قبول نہ کریں تو انہیں جزیہ دینے کا حکم دو۔ اگر وہ جزیہ دینا قبول کرلیں تو تم بھی تسلیم کر لو اور ان سے رک جاؤ۔ اور اگر وہ (جزیہ دینے سے) انکار کر دیں تو اللہ سے مدد مانگو اور ان سے جنگ کرو..... الی آخر الحدیث

(سنن ابی داود ج ۱ کتاب الجہاد، باب فی دعاء المشرکین، ص : ۳۵۱)

۶ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ حکم دیا کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور یہ کہ ہمارے قبلہ کی طرف رُخ کریں (یعنی خانہ کعبہ کو قبلہ تسلیم کریں) اور یہ کہ ہمارا ذبیحہ کھائیں اور یہ کہ ہماری نماز پڑھیں (جس طرح کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی اس طرح نماز پڑھیں) جب یہ کریں تو ہم پر اُن کے خون اور ان کے مال حرام ہیں سوائے حق کے (یعنی البتہ قتل یا زنا وغیرہ کیا تو سزا ملے گی) ان کے لیے وہی ہے جو مسلمانوں کے لیے ہے اور ان پر وہی ہے جو مسلمانوں پر۔

(سنن ابی داود ج : کتاب الجہاد، باب علی مایقاتل المشرکون، ص : ۳۵۴)

اب اگر ایک آدمی لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھے اور شرک کرے اور مندرجہ بالا حدیث کا حوالہ دے کہ ہم سے نہ لڑو تو وہ جھوٹا ہے اس لیے کہ جو شخص لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کرتا ہے اور اس کے ساتھ شرک یا کفر کرتا ہے اس کا کلمہ معتبر نہیں۔ اسی طرح ختم نبوت کے انکار کرنے والے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دشمن، انبیاء علیہم السلام کی عصمت یا معجزات کا انکار کرنے والے

محمد رسول اللہ کا قائل نہیں اور نہ ہی اس کا کلمہ معتبر ہے جو شخص حدیث کا انکار کرتا ہے یا جن اشیاء کو اسلام نے حلال بتایا وہ حرام کہتا ہے اور حرام کو حلال قرار دیتا ہے ایسا شخص کلمہ پڑھے۔ تو یہ دھوکہ سمجھا جائے گا چنانچہ مشرک، قادیانی دجال کے حمایتی، منکر حدیث، منکر معجزات، منکر عصمت انبیاء علیہم السلام اور دشمنانِ صحابہ کرام اور فرائض کے منکرین کو محض زبانی زبانی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے پر چھوڑا نہیں جائے گا اور ان سے جنگ کر کے انہیں تباہ کرنا ضروری ہوگا۔

جہاد کے چند ضروری مسائل

۷ اگر کسی کے والدین بوڑھے ہوں ان کے لیے متبادل خدمت گار نہ ملے تو ان سے اجازت لینا ضروری ہے تاکہ اطمینان کے ساتھ جہاد کر سکے۔

حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک آدمی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یمن سے آیا۔ آپ نے فرمایا:

کیا یمن میں تمہارا کوئی ہے؟ اس نے کہا: میرے والدین ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا انہوں نے تمہیں اجازت دی ہے؟ اس نے کہا: نہیں

آپ نے فرمایا: ان کے پاس واپس جاؤ اور ان سے اجازت لو۔ اگر وہ اجازت دیں تو جہاد کرو ورنہ ان کے ساتھ بھلائی کرو۔

(سنن ابی داؤد ج ۱، کتاب الجہاد، باب فی الرجل یغزو و ابواہ کارھان، ص: ۲۴۲،۲۴۳)

جمہور علماء کا فرمان ہے کہ جب والدین منع کریں یا والدین میں سے ایک منع کرے جبکہ وہ مسلمان ہوں تو جہاد میں جانا حرام ہے۔ اس لیے کہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک فرض عین ہے اور جہاد فرض کفایہ ہے البتہ اگر نفیر عام ہو تو اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔

عورتوں کا جہاد حج کرنا ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں شرکت کی اجازت مانگی۔ آپ نے فرمایا: تم (عورتوں) کا جہاد حج کرنا ہے۔

(صحیح البخاری ج: ۱، کتاب الجہاد، باب جہاد النساء ص: ۴۰۲)

۷ البتہ اگر عورتیں پردے کا اہتمام رکھ کر صرف کھانا پکانے وغیرہ ایسے کاموں میں حصہ لیں تو درست ہے۔

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ علیہ وسلم ام سلیم اور انصار کی بعض

عورتوں کے ساتھ جہاد کرتے وہ پانی پلائیں اور زخمیوں کا علاج کرتیں
(سنن ابی داود ج: ۱، کتاب الجہاد، باب فی النساء یغزون ص: ۳۴۳)
مگر یاد رہے کہ مدینہ میں چند قبائل آباد تھے۔ اور مکہ سے آنے والے مہاجرین کے بھی مختصر قبائل تھے
جو عورتیں غزوات میں شریک ہوتیں وہ اپنے محرم والدین بھائیوں یا خاوند کی مرہم پٹی کرتیں اور
پردہ کی پابند ہوتیں۔ اس سے آج کل کے رواج کی اجازت نہیں ملتی۔ آج کل جو عورتیں نرسیں بن کر
جوڑے کریکم برہنہ ہوکر ہر مرد کے ساتھ گھل مل جاتی ہیں اور اس اختلاطِ عام کے باعث جو بدکاری کی
راہیں کھل چکی ہیں اس کی ادنیٰ مثال بھی صحابہ کرام کے دور میں نہیں ملتی اب حالت یہاں تک پہنچ چکی ہے
سینما کی بدمعاش گانے بجانے والی آوارہ عورتوں کے گانے سنائے جاتے ہیں۔ اور ناچ دکھا کر افواج
کو جوش دلایا جاتا ہے۔ ایسی فوج جو کہ قرآن سننے کی بجائے بدمعاش اور آوارہ خبیث عورتوں کے گانے
سن کر جوش میں آئے۔ وہ اسلامی فوج نہیں بلکہ آوارہ ڈنگروں کا اجتماع ہے ایسی فوج پر اللہ تعالیٰ
کی رحمت نہیں ہوسکتی اور نہ ایسی فوج سے اسلام اور مسلمانوں کے لیے کسی خدمت کی امید کی جاسکتی ہے
محض حکمرانوں اور ان کے ایجنٹوں کا پروپیگنڈہ کسی ملک اور فوج کو اسلامی نہیں بنا سکتا۔

۶ محض دُنیا کا مال حاصل کرنے یا ریاکاری اور بہادری دکھانے یا نفسانی خواہش کو تسکین دینے
یا محض اپنی پارٹی چاہے وہ ظالم ہی ہو اس سے تعاون کی خاطر لڑنے والا ایک بدمعاش درندہ ہے
وہ مجاہد ہرگز نہیں جہاد صرف اس صورت میں ہوگا کہ جہاد کرنے والا اسلام کو غالب کرنے اور کفر کو ختم
کرنے کی نیت سے جہاد کرے۔ کفر دراصل غنڈہ گردی کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ کی زمین غنڈہ گردی
کے لیے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے ہے۔

(حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی آدمی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول، ایک آدمی غنیمت کے لیے لڑتا ہے اور ایک آدمی اس
لیے لڑتا ہے تاکہ اس کی یاد کی جائے اور ایک آدمی اس لیے لڑتا ہے تاکہ اس کا مقام معلوم ہو (یعنی
شہرت کے لیے لڑتا ہے) اب اللہ کی راہ میں کون ہے۔؟
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اس لیے جنگ کرے تاکہ اللہ کا کلمہ (اسلام) بلند ہو
سو وہی اللہ کی راہ میں ہے۔
(صحیح مسلم ج: ۲، کتاب الامارة، باب من قاتل لتکون کلمة اللہ ھی العلیا فھو فی سبیل اللہ، ص: ۱۳۹)

۷ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ متحد رہیں اور معمولی معمولی باتوں پر اختلاف نہ کریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ
(اور آپس میں نہ جھگڑو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

(الانفال ۔ ۴۶)

۷ مناسب یہ ہے کہ جنگ پر جاتے وقت جنگ کے تمام امور، اسلحہ اور تعداد وغیرہ ہر چیز مخفی رکھی جائے تاکہ دشمن پر کاری ضرب لگا سکیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر جنگ میں نیا انداز اختیار کیا اور ایسی منصوبہ بندی کی کہ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جنگ میں آداب اور طریقوں کے بارے میں وحی فرمائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی ماہرانہ منصوبہ بندی کی کہ امت کے لیے رہنمائی کا کام دے اور یہ بھی یاد رکھیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام افعال واقوال چاہے جنگ کے بارے میں ہوں یا عام زندگی کے بارے میں ہوں، سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی شدہ تھے اور مسلمانوں کے لیے بعد میں یہ اصول رہنمائی کا کام دیتے ہیں غزدہ بدر میں اسی میل دور جا کر کفار کے لشکر کا مقابلہ کیا اور جہاد سے پہلے اللہ تعالیٰ سے خوب دعائیں کیں۔

غزوہ اُحد میں فوج کے عقب پر حملہ سے بچاؤ کی خاطر احد کے پہاڑ کو اوٹ میں لے کر جہاد کیا غزوہ احزاب میں کفار کی کثرت کے باعث خندق کی آڑ میں جنگ کی گئی۔ جو کہ عرب میں اپنی نوعیت کا پہلا طریقہ جنگ تھا، غزوہ طائف میں قلعہ شکن اور دیوار شکن ہتھیار استعمال کیے منجنیق جو کہ توپ کی طرح کا ہتھیار تھا۔ اور دبابہ جو کہ ٹینک کی طرح کا ہتھیار تھا آپؐ نے استعمال کیا۔ فتح مکہ کے موقع پر اسلامی لشکر ایک ہفتہ تک مکہ کی جانب سفر کرتا رہا مگر اس قدر اخفاء رکھا گیا کہ اہل مکہ کو خبر نہ ہوئی اور اچانک اہل مکہ کا محاصرہ کر لیا

(حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب جہاد کا ارادہ کرتے تو دوسری بات ظاہر کرتے اور فرمایا کرتے تھے: جنگ ایک داؤ ہے

(سنن ابی داود ج: ۱، کتاب الجہاد، باب المکر فی الحرب ص: ۳۵۴)

۸ فوج کی تعداد ضرورت کے مطابق رکھی جائے اور یہ حدیث اس موضوع پر ایک راہ نما حدیث ہے۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بہتر ساتھی چار ہیں (یعنی ہمسفر چار مناسب تر ہیں) اور فوج کا بہترین دستہ چار سو کا ہے اور بہترین فوج چار ہزار کی ہے اور بارہ ہزار (کی تعداد) محض کمی کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوگی۔

(جامع الترمذی ج: ۱، ابواب السیرہ باب ماجاء فی السرایا، ص: ۲۸۳)

یعنی اگر بارہ ہزار کی تعداد میں بھی مسلمان فوج شکست کھائے تو تعداد کی کمی کی وجہ سے نہیں بلکہ ان سے کوئی خطا ہوئی جس کی وجہ سے شکست ہوئی۔ ایسی صورت میں ہر مسلمان کو توبہ کرنی چاہیئے اور اسلام کی پابندی کرتے ہوئے دوبارہ حملہ کرنا چاہیئے۔ یہ حدیث ہر دور کے مسلمان فوجی افسران اور حکمرانوں کے لیے باعث نصیحت ہے۔ اگر فوج اسلام کی پابند ہوگی۔ تو انشاء اللہ فتح ضرور حاصل ہوگی اور اگر فوج بے نمازی شرابی بدکار ہوگی اور بدکار عورتوں کے گانوں پر جھومنے والی ہوگی۔ تو یہ اسلامی فوج نہیں بلکہ یہ بدمست ڈنگروں کی بھیڑ ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کو اس سے کچھ تعلق نہیں۔

۶ کمانڈر کو لازم ہے کہ فوج کو خواہ مخواہ ہلاکت اور مشقت میں نہ ڈالے ہر ایک کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون سے کام لیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ اور حضرت ابو موسیٰ (رضی اللہ عنہما) کو یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا: آسانی کرو اور تنگی نہ کرو۔ خوشخبری دو اور نفرت نہ دلاؤ اور اطاعت (و تعاون) کرو اور اختلاف نہ کرو۔

(صحیح البخاری ج: ۱، کتاب الجہاد، باب مایکرہ من التنازع والاختلاف فی الحرب، ص: ۴۲۶)

حتیٰ کہ فتح مکہ کے موقع پر موسم کی حرارت کے باعث حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے افطار کرنے کا حکم دیا۔ حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح کے سال مرّ الظہران پہنچے تو آپ نے ہمیں دشمن سے مقابلہ ہونے سے آگاہ کیا اور ہمیں افطار کرنے کا حکم دیا۔ ہم سب نے افطار کیا۔

(جامع ترمذی ج: ۱، ابواب الجہاد، باب فی الفطر عند القتال، ص: ۱۹۸)

البتہ جنگ کی حالت میں نماز ادا کرنا ضروری ہے۔ چاہے فرداً فرداً پڑھ لیں لیکن البتہ اگر جنگ کا بار اس قدر سخت ہو کہ فرداً فرداً بھی نماز ادا کرنے کا موقع نہ مل سکے تو قضا کر کے پڑھیں جیسے کہ غزوہ احزاب میں مسلمانوں کی نمازِ عصر قضا ہوگئی تھی جس کو بعد میں ادا کیا گیا۔

۷ یہ بھی ضروری ہے کہ حکمران طبقہ فوج کو کسی گناہ کے کام کرنے کا حکم نہ دے اگر افسران نے نماز نہ پڑھنے یا ناچ گانے میں شریک ہونے کا حکم دیا۔ تو ان کے حکم کی اطاعت سے انکار کردے اس طرح اگر حکمران لوگ علماء اسلام کو مارنے یا مسلمانوں پر ناحق ظلم کرنے کا حکم دیں تو ایسے ظالم حکمرانوں کی اطاعت کرنا سخت گناہ ہے۔ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (امیر یا حاکم یا افسر کا) حکم سننا اور اس کی اطاعت کرنا حق ہے۔ بشرطیکہ گناہ کا حکم نہ دیا جائے جب گناہ کا حکم دیا جائے تو کوئی سننا نہیں اور نہ ہی اطاعت ہے۔

(صحیح البخاری ج: ۱، کتاب الجہاد، باب السمع والطاعۃ ص: ۴۱۵)

۷۔ اسلامی فوج کو چاہیئے کہ ڈٹ کر دشمن کا مقابلہ کرے اور ذکر اللہ بھی کرتی رہے تاکہ اللہ تعالےٰ کی مدد شاملِ حال ہو اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا	(اے ایمان والو! جب کسی فوج سے ملو
لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ	(یعنی جہاد کرو) تو ثابت قدم رہو
كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ج	اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم نجات پاؤ)

(الانفال۔ ۴۵)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دشمن سے ملاقات کی خواہش نہ کرو اور جب اس سے ملاقات (مقابلہ) کرو تو صبر (واستقلال) دکھاؤ

(صحیح المسلم ج: ۱: کتاب الجہاد/ باب کراھیۃ التمنی لقاء العدو ص: ۸۴)

(حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا پرچم سیاہ مربع، چیتے کا تھا۔

سنن ابی داود ج: ۲، کتاب الجہاد/ باب فی الرایات والالویہ، ص ۳۴۹)

البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے رنگوں کے جھنڈے بھی استعمال کیے۔

۷۔ فوج کے ہمراہ طبلے سارنگیاں بدمعاش عورتیں اور گانے بجانے کا سامان لے جانا یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ اسلامی فوج نہیں حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے اس جماعت کے ساتھ رفاقت نہیں کرتے جس میں کتا ہو اور نہ ہی اس کے ساتھ جس میں گھنٹی ہو۔

(جامع ترمذی ج: ۱، ابواب الجہاد/ باب ماجاء فی الاجراس علی الخیل) ص: ۲۹۹)

کتا پالنے والے بدمعاش لوگ ہوتے ہیں اور گھنٹی گانے بجانے کے شیطانی آلات میں داخل ہے

۷۔ مناسب یہ ہے کہ پہلے قریب ترین کفار کے ساتھ جہاد کیا جائے تاکہ خبیث پڑوس سے نجات ملے اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا	(اے ایمان والو! اپنے نزدیک کے کافروں
الَّذِیْنَ یَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ	سے لڑو اور چاہیئے کہ وہ تم میں سختی پائیں)
وَلْیَجِدُوْا فِیْكُمْ غِلْظَةً ط	

(التوبہ۔ ۱۲۳)

یعنی خوب جم کر مقابلہ کرو اور اس قدر دباؤ ڈالو کہ وہ سمجھ جائیں کہ مسلمانوں کا مقابلہ ممکن نہیں

۶ جنگ سے بھاگنا شدید ترین گناہ ہے البتہ اگر جنگی چال کے طور پر فوج پیچھے چلی جائے۔ تاکہ دوبارہ حملہ کیا جائے تو یہ درست ہے۔ ان کو بھگوڑے نہیں کہا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ ۝ وَمَن يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝

(اے ایمان والو! جب تم کافروں سے میدانِ جنگ میں ملو تو ان سے پیٹھیں نہ پھیرو اور جو کوئی اس دن ان سے پیٹھ پھیرے گا مگر یہ کہ لڑائی کا ہنر کرتا ہو یا فوج میں جا ملتا ہو، سو وہ اللہ کا غضب لے کر پھرا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور بہت برا ٹھکانہ ہے)

(الانفال۔ ۱۵، ۱۶)

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک فوجی دستہ میں بھیجا۔ لوگ سخت گھبرائے۔ آخر ہم مدینہ آ گئے اور یہاں چھپ گئے، اور ہم نے کہا: ہم برباد ہو گئے پھر ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ہم بھگوڑے آپؐ نے فرمایا: (نہیں، بلکہ تم عکار (امام سے مدد لے کر دوبارہ حملہ کرنے والے) ہو اور میں تمہاری جماعت ہوں (جس سے مدد لے کر دوبارہ حملہ آور ہو گے)

(جامع ترمذی ج:۱، ابواب الجہاد، باب ما جاء لا تفادی جیفۃ الاسیر کے بعد والا باب، ص: ۲۰۱، ۲۰۲)

۶ مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ جہاد کرتے وقت کسی پر ظلم نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝

(اللہ کی راہ میں اُن سے لڑو جو تم سے لڑیں اور زیادتی نہ کرو بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)

(البقرہ - ۱۹۰)

احادیث مبارکہ میں اس کے بارے تفصیل سے حکم دیا گیا۔

حضرت سلیمان بن بریدہ اپنے والد محترم (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ

وسلم نے فرمایا: اللہ کے نام کے ساتھ جہاد کرو اور اللہ کی راہ میں، جو اللہ کے ساتھ کفر کرے اس سے
کرو۔ جہاد کرو اور عہد نہ توڑو اور خیانت نہ کرو اور مثلہ نہ کرو (یعنی کان ناک کاٹ کر شکل نہ بگاڑو)
بچے کو قتل نہ کرو۔

(سنن ابی داود ج: ا، کتاب الجہاد، باب فی دعاء المشرکین ص: ۳۵۱، ۳۵۲)

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
نے فرمایا: چلو اللہ کے نام پر، اللہ کی مدد کے ساتھ اور رسول اللہ کی ملت پر، کسی شدید بوڑھے کو قتل
نہ اور نہ ہی کسی بچے کو اور نہ چھوٹے کو اور نہ عورت کو اور نہ خیانت کرو اور اپنی غنیمتیں ملا کر رکھو
اصلاح کرو اور احسان کرو اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

(سنن ابی داود ج: ا، کتاب الجہاد، باب فی دعا المشرکین، ص: ۳۵۲)

(ایک روایت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (ان افواج کو فرمایا جو کہ شام کی طرف روانہ
کیں) .... اور میں تمہیں دس باتوں کی وصیت کرتا ہوں۔

۱۔ کسی عورت کو قتل نہ کرنا ۲۔ نہ کسی بچے کو
۳۔ اور نہ کسی شدید بوڑھے کو ۴۔ اور پھل دار درخت نہ کاٹنا
۵۔ کسی آبادی کو برباد نہ کرنا۔ ۶۔ اور کسی بکری کو زخمی نہ کرنا
۷۔ اور نہ اونٹ کو سوائے کھانے کے لیے ۸۔ اور کسی کھجور کو نہ جلانا اور نہ اسے چھیلنا
۹۔ اور خیانت نہ کرنا ۱۰۔ اور بزدلی نہ دکھانا

(موطا مالک ج: ا، کتاب الجہاد، باب النہی عن قتل النساء والولدان فی الغزو، ص ۲۴۹)

۶ صاحب ہدایہ نے ایک وضاحت کی کہ اگر بوڑھا یا عورت جنگی پالیسیاں بنائیں یا حکمران ہوں
تو وہ بدمعاش بڈھا ہے اور غنڈی عورت ہے اسے فوراً جہنم رسید کیا جائے۔ فرمایا البتہ اگر (عورت
یا بوڑھے یا بچے) کی جنگ میں (مداخلت) یا لڑے ہو یا عورت ملکہ ہو تو (اسے قتل کیا جائے) کیونکہ ان
کا ضرر بندوں کو پہنچ رہا ہے۔

(ہدایہ ج: ۲، کتاب السیر، باب کیفیۃ القتال ص: ۵۶۲)

۶ جاسوس کو قتل کرنا ضروری ہے تاکہ وہ مسلمانوں کے راز کفار تک نہ پہنچا سکے۔
(حضرت سلمہ بن الاکوع (رضی اللہ عنہ) کی روایت میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
مشرکوں کا ایک جاسوس آیا۔ آپ سفر میں تھے وہ آپ کے صحابہ کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگا۔

پھر کھسک گیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اسے تلاش کرو اور قتل کردو۔ پھر آپ نے اس کا چھینا ہوا مال (قاتل) کو عطا کیا۔
(صحیح البخاری ج: ۱، کتاب الجہاد، باب الحربی اذا دخل دار الاسلام لغیر امان) ص: ۴۲۹

۶ البتہ جو شخص کفار کی طرف سے قاصد بن کر آئے گا۔ اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ (جناب رسول اللہ نے مسیلمہ کذاب کے قاصدوں کو فرمایا) واللہ اگر قاصدوں کو قتل نہ کیا جاتا ہوتا تو میں تم دونوں کی گردن مار دیتا۔

(سنن ابی داود ج: ۲، کتاب الجہاد، باب فی الرسل) ص: ۳۸۰

۶ مناسب یہ ہے کہ ہر جنگ میں فوج کو پہچان کا ایک نشان دیا جائے تاکہ کفار اندر گھس کر دھوکہ نہ دے سکیں۔
حضرت سلمہ بن الاکوع کی ایک روایت میں ہے کہ ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ مل کر جہاد کیا (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) اس دستہ کے کمانڈر تھے تو ہمارا اشعار (نشان) اَمِتْ اَمِتْ تھا۔ (یعنی مارو مارو)

(سنن ابی داود ج: ۱، کتاب الجہاد، باب فی الرجل ینادی بالشعار، ص: ۳۴۹)

۶ فوج کو جوش دلانے کے لیے اگر نعرے لگانے کی ضرورت ہو بشرطیکہ یہ نعرے درست ہوں تو جائز ہے (غزوہ احد میں کفار کی طرف سے یہ نعرہ لگا) بے شک ہمارے پاس عزیٰ (عزت دینے والا بت ہے) اور تمہارے پاس عزیٰ نہیں ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کو جواب نہیں دیتے؟ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ہم کیا کہیں آپ نے فرمایا: یہ کہو: اللہ ہمارا مولیٰ (کارساز ہے) اور تمہارا کوئی مولیٰ نہیں ہے۔
(صحیح البخاری ج: ۱ کتاب الجہاد، باب مایکرہ من التنازع والاختلاف فی الحرب) ص: ۴۲۹
یاد رہے کہ مسلمانوں کا نعرہ جو کہ صحابہ کرام میں مروج تھا۔ وہ ہے اللہ اکبر لیکن آج کل جو لوگ نعرۂ رسالت یارسول اللہ یا نعرۂ حیدری یا علی لگاتے ہیں یہ سب نعرے بعد کی پیداوار ہیں نعرۂ رسالت بھی اللہ اکبر ہے اور نعرۂ حیدری بھی اللہ اکبر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یارسول اللہ اور یا علی کا نعرہ کسی جنگ میں نہیں لگایا گیا یہ صرف گمراہ عناصر کی ایجاد ہے۔

۶ جزیرۃ العرب کو کفار سے پاک رکھنا بہت ضروری ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ (رضی اللہ عنہ)

رماتے ہیں۔ کہ مجھے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بتایا انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
م کو فرماتے سُنا:۔
میں یہودیوں اور عیسائیوں کو جزیرۃ العرب سے ضرور ہی نکال دوں گا حتیٰ کہ اس میں صرف
سلمان ہی کو رہنے دوں گا۔
(صحیح المسلم ج: ۲، کتاب الجہاد، باب اجلاء الیہود من الحجاز ص: ۹۴)
کاش آج کل کے حکمران اس حدیث پر دھیان دیں۔
حقیقت یہ ہے کہ کافر جب تک کافر ہے وہ ملعون ہے اب جو آدمی اپنے ادارے میں
فار کو ملازم رکھتا ہے وہ اپنے ادارے میں ملعونین کو جمع کرتا ہے۔ اور جس جگہ ملعونین کی کثرت
ہوگی۔ وہاں ہر وقت عذاب آنے کا اندیشہ ہے آج کل عرب میں کئی احمق کفیل کفار کو درآمد کر
ہے ہیں اللہ تعالےٰ انہیں عقل دے۔
حرمین الشریفین کو خصوصی طور پر ہر کافر، مشرک، بدعتی، رافضی اور باطل فرقے کے آدمی سے
پاک کرنا ضروری ہے تاکہ کم ازکم دو شہر نمونے کے اسلامی منظر پیش کرنے والے شہر ہوں (حضور نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے بارے میں فرمایا) جو یہاں بدعت پھیلائے یا کسی بدعتی کو پناہ دے
اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اس سے نہ فرض قبول ہوگا اور نہ نفل"
(صحیح البخاری ج: ۱، کتاب الجہاد، باب اثم من عاھد ثم غدر، ص: ۴۵۱

امان دینا یا قید کرنا

۱ جنگ کے دوران جو کفار گرفتار ہو جائیں ان کے بارے میں درج ذیل اسلامی تعلیمات ہیں
۱:۔ اگر کفار شدید خطرناک قسم کے ہیں۔ اور خطرہ ہے کہ اگر ان کو چھوڑ دیا گیا۔ تو یہ فساد کریں گے۔
تو انہیں قتل کر دیا جائے۔
۲:۔ اگر یہ مناسب ہو کہ ان کے بدلے میں مسلمان قیدیوں کو رہا کرایا جائے تو بھی درست ہے
۳:۔ اگر یہ مناسب ہو کہ ان سے مال لے کر انہیں چھوڑ دیا جائے تو بھی درست ہے۔
۴:۔ انہیں غلام بنا لیا جائے ولو کرہ الکافرون۔
۵:۔ ایک صورت محض احسان کر کے چھوڑ دینے کی ہے اگرچہ کفار اس کے حقدار نہیں کیونکہ جو
کفار گھر سے اسلام کو مٹانے کے لیے نکلے ہیں۔ وہ کسی رحم کے مستحق نہیں وہ بدمعاش ہیں مگر

اسلام نے ان کے لیے بھی ایک گنجائش رکھی ہے۔ غلام بنانے کے سلسلہ میں آج کل کے کفار مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہیں۔ کفار کی ساری بکواس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص آج اس نیت کے ساتھ اسلحہ لے کر میدان میں آیا کہ آج میں دنیا سے اللہ تعالیٰ کے سچے دین اسلام اور اس کے ماننے والے مسلمانوں کو مٹا دوں وہ شیطان کا ایک انتہائی غنڈہ دلال ہے۔ اس کی صحیح ترین سزا قتل اور پھر دائمی جہنم و لعنت ہے۔

مگر اسلام نے پھر بھی احسان کیا، اور حکم دیا کہ ایسے آدمی کی جان، مال و عزت سب بے قیمت اور قابل تباہی تھی مگر چلو اس پر احسان کرو۔ اور اسے غلام بنا لو۔ ہو سکتا ہے وہ مسلمان معاشرے میں رہ کر اسلام کی تعلیمات پر غور کرے اور اس کے سامنے اسلام کی حقانیت واضح ہو جائے اور مسلمان ہو جائے اب اگر ایک آدمی غلام اور مسلمان ہے اور اسی حالت میں مرتا ہے وہ جنت میں جائے گا اور ابدی آرام پائے گا۔ لیکن جو شخص آزاد، مالدار، صحت مند بلکہ بادشاہ اور حاکم ہے مگر وہ کافر حالت میں مرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور وہ دائمی جہنمی ہے جہاں اس کے لیے پینے کے لیے پیپ پہننے کے لیے گندھک کا گرم جلتا ہوا لباس اور اس پر ڈنڈوں سے پٹائی کے سوا کچھ نہیں۔ اب خود ہی سوچیے کہ اسلام نے ایک انتہائی درجہ کے بدمعاش کو جنت کا راستہ دکھایا مگر صرف دنیا کی چند روزہ زندگی میں غلامی کی سزا دی یہ بہتر ہے یا وہ بد نصیب ملعون آزاد کافر؟

بعض مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے والے مگر کفار کے شاگرد اور کفار کے دلال بھی مسلمانوں کے خیر خواہ بن کر سمجھاتے ہیں کہ غلام بنانے کا مسئلہ ٹھیک نہیں کاش وہ کفار کو بھی سمجھاتے کہ جنگ عظیم اوّل اور ثانی میں تم نے دنیا کے کروڑوں لوگوں کو ذبح کرا دیا۔ پچھلی تین صدیوں میں تم نے مسلمانوں کو غلام بنانے اور ذلیل کرنے کے لیے عرب و عجم کے کروڑوں مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ کیا یہ معمولی درجہ کی غنڈہ گردی ہے؟ ذرا اپنا خبیث تھوبڑا بھی آئینہ میں دیکھ لو۔

الغرض مندرجہ بالا تمام صورتوں کا احادیث میں ذکر آتا ہے۔

غزوہ بدر کے موقع پر گرفتار شدہ ستر کفار کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "حضرت جبریئل علیہ السلام آپ پر نازل ہوئے اور فرمایا

ان کو یعنی اپنے صحابہ کو بدر کے قیدیوں کے بارے میں اختیار دو۔ کہ انہیں قتل کر دیں یا فدیہ لے کر چھوڑ دیں۔

(اگر فدیہ لیں) تو اس شرط پر کہ آئندہ سال ان کے بھی اتنے ہی شہید ہوں گے (صحابہ کرام کو شہادت کا شوق تھا) انہوں نے کہا: فدیہ لیں گے اور ہم سے شہید ہوں۔"

(جامع ترمذی ج: ۱، ابواب السیر، باب ماجاء فی قتل الاساری والفداء، ص: ۲۸۵)

اس سے معلوم ہوا کہ قیدی کو قتل کر دیا جائے یا مال لے کر چھوڑ دیا جائے دونوں باتیں درست
ہیں حضرت عمران بن حصین (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایک مشرک آدمی کے بدلے دو مسلمان آدمیوں کو چھڑایا۔
(جامع ترمذی ج: ۱، ابواب السیر، باب ما جاء فی قتل الاساری والفداء ص: ۲۸۶)
غزوہ احزاب کے دوران جب بنی قریظہ نے معاہدہ سے غداری کر کے ٹھیک جنگ
کی حالت میں مسلمانوں کی عورتوں پر حملہ کرنے کی کوشش کی تو جنگ کے بعد ان کا محاصرہ
کر لیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بنی قریظہ کے بارے
میں فیصلہ دیا "لڑنے کے قابل (جوانوں) کو قتل کر دیا جائے عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا
جائے اور ان کے اموال (پر قبضہ کر کے مسلمانوں میں) تقسیم کر دیئے جائیں۔"
(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب المغازی، باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب ص: ۵۹۱)

معاہدہ و صلح

اگر کفار مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ یا صلح کرنا چاہیں تو اگر مسلمان حاکم اس کو مناسب سمجھے
تو معاہدہ کرے اور بہتر یہی ہے اور اگر معاہدہ کرنے کے بعد کفار معاہدے کو توڑ دیں تو پھر
اس کی پوری سزا دی جائے۔
اللہ تعالے نے فرمایا:

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ
(الانفال۔ ۶۱)

(اور اگر وہ صلح کے لیے مائل ہوں تو تم بھی مائل ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو)

لیکن معاہدہ توڑ دیں تو خوب سزا دو۔ فرمایا:۔

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ۝
(التوبہ۔ ۱۲)

(اور اگر وہ عہد کرنے کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں، اور تمہارے دین میں عیب نکالیں تو کفر کے سرداروں سے لڑو، ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں۔ تاکہ وہ باز آجائیں)

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر اہل مکہ سے دس سال کے لیے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کیا۔ مگر قریش نے یہ معاہدہ توڑ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار صحابہ کرام کا لشکر لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور مکہ پر قبضہ کر لیا۔ اور سرزمینِ مکہ کو کفار سے ہمیشہ کے لیے پاک کر دیا۔

مندرجہ بالا آیات سے ثابت ہوا کہ:

۱۔ کفار سے معاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ اگر کفار معاہدہ توڑ دیں تو انہیں سزا دینے میں مسلمان آزاد ہیں۔

۳۔ اگر کفار، اسلام کا مذاق اڑائیں تو انتہائی غنڈے اور بدمعاش کفار ہیں ان کو سخت سزا دینا ضروری ہے۔

مالِ غنیمت

اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ جہاد کے دوران ظلم نہ کرو، مالِ غنیمت پوری دیانت کے ساتھ لشکر کے امیر کے پاس جمع کراؤ اور خیانت نہ کرو۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ (اور اللہ کی راہ میں ان سے لڑو جو تم سے لڑیں اور زیادتی نہ کرو)

(البقرۃ - ۱۹۰)

نیز فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْخَآئِنِیْنَ ۝ (بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)

(الانفال - ۵۸)

مالِ غنیمت سب سے پاکیزہ اور حلال مال ہے فرمایا:

فَکُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَیِّبًا ۝ (پس جو مال تمہیں غنیمت میں حلال اور پاکیزہ ملا ہے اسے کھاؤ)

(الانفال - ۶۹)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مجھے دوسرے انبیاء (علیہم السلام) پر چھ باتوں کے ساتھ فضیلت دی گئی۔
۱۔ مجھے جامع کلمات (ادا کرنے کی قوت) عطا فرمائی گئی۔
۲۔ مجھے (کفار پر) رعب کے ساتھ مدد دی گئی (کہ کفار پر دور سے ہی رعب چھایا جا رہا ہے)
۳۔ میرے لیے (اور آپؐ کے بعد آپؐ کی امت کے لیے) غنیمتیں حلال کی گئیں۔
۴۔ میرے لیے (اور میری امت کے لیے) ساری زمین مسجد و طہارت دینے والی بنائی گئی (کہ جہاں زمین پاک دیکھو نماز پڑھو اور پاک مٹی کے ساتھ یتیم کر کے طہارت حاصل کرو جبکہ پانی نہ ملے)
۵۔ اور مجھے ساری مخلوق (جن و انس وغیرہ سب) کی طرف (نبی و رسول بنا کر) بھیجا گیا۔
۶۔ اور مجھ پر نبیوں (کی آمد کا سلسلہ) ختم کر دیا گیا۔

(جامع ترمذی ج ۱، ابواب السیر، باب ما جاء فی الغنیمۃ، ص: ۲۸۳)

اسلام کا حکم یہ ہے کہ مجاہدین غنیمت کے تمام اموال کو جمع کر کے سالار کے پاس لائیں۔ اور تقسیم سے پہلے ذات کے لیے کچھ نہ رکھیں نہ ہی خیانت کریں۔ البتہ جلد خراب ہونے والا کھانا پھل اور شہد تقسیم سے پہلے بھی مجاہدین کھا سکتے ہیں۔

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ہمیں غزوات میں جو شہد اور انگور ملتا اسے کھا لیتے اور اٹھا نہ لے جاتے۔

(صحیح البخاری ج ۱، کتاب الجہاد، باب ما یصیب من الطعام فی ارض الحرب، ص: ۴۴۶)

تقسیم سے پہلے اپنے حصہ میں آنے والی غنیمت کو فروخت کرنا درست نہیں کیونکہ وہ غیر مقبوضہ مال ہے

حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم ہونے سے پہلے غنیمتوں کو خریدنے (اور فروخت کرنے) سے منع فرمایا۔

(جامع ترمذی ج ۱، ابواب السیر، باب فی کراھیۃ بیع المغانم حتی تقسم) ص: ۲۸۵)

خیانت کو شدید جرم قرار دیا گیا۔

حضرت خولہ انصاریہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جو لوگ اللہ کے مال میں ناحق تصرف کرتے ہیں ان کے لیے قیامت کے دن آگ (کی سزا) ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح، باب قسمۃ الغنائم، الفصل الاول، عن صحیح البخاری، ص: ۳۴۹)

حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ جس قوم میں خیانت ظاہر

ہوئی ان کے دلوں پر رعب چھاگیا اور جس قوم میں زنا عام ہوا ان میں اموات کی کثرت
اور جو قوم ناپ تول میں کمی کرے ان سے روزی کم کر دی گئی۔ اور جو قوم حق کے علاوہ (ظ
غیر اسلامی طریقوں کے مطابق) حکم کرے ان میں خونریزی عام ہوئی اور جو قوم عہد توڑ
ان پر دشمن مسلط ہوا۔

(موطا مالک ج: ۱، کتاب الجہاد ماجاء فی الغلول، ص: ۷

حضرت عبادہ بن صامت (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی
علیہ وسلم فرماتے تھے:

(مالِ غنیمت) کا دھاگہ اور سوئی بھی دے دو اور خیانت سے بچ کر رہو اس لیے (خ
کرنے والے) پر قیامت کے دن یہ رسوائی ہوگی۔

(سنن دارمی ج: ۲، کتاب السیر، باب ماجاء انہ قال ادوا الخیط والمخیط، ص: ۸

"ہجرت اور اس کی اہمیت"

اگر کسی ملک میں مسلمانوں کا دین خطرے میں ہو۔ اور مقابلہ کی طاقت نہ ہو۔ تو وہاں ہجر
کرکے کسی ایسے ملک میں چلے جانا ضروری ہے کہ جہاں آزادی کے ساتھ وہ اسلام کی تعلیمات کے
مطابق زندگی گذار سکیں۔ چاہے انہیں اس کام کے لیے کس قدر دنیاوی نقصان اٹھانا پڑے۔ تجارت،
مکانات اور دنیا کا مال ایک مسلمان کا اصل مقصود نہیں۔ اصل مقصود صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے۔
اس کے مقابلہ میں جو چیز آئے گی اسے ختم کر دیا جائے گا۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ صرف ہجرت پر اکتفا کریں
بلکہ دوسرے ملک میں جانے کے بعد اپنی قوت دوبارہ منظم کرکے دوبارہ ان بدمعاش اور غنڈہ گرد کفار پر گرج
جنہوں نے انہیں ملک بدر کیا اور ان پر ظلم ڈھایا۔ اور یہ یاد رکھیں کہ ہجرت کے دوران جو تکالیف اس گ
انہیں ضرور ان کا اجر ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ
وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا
لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ
عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ

(آل عمران - ۱۹۵)

(پھر جن لوگوں نے وطن چھوڑا اور اپنے گھروں
نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور لڑے
اور مارے گئے۔ البتہ میں ان سے ان کی برائیاں دور
کردوں گا اور انہیں باغوں میں داخل کردوں گا
جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ اللہ کے ہاں
بدلہ ہے اور اللہ کے ہاں اچھا بدلہ ہے)

ہجرت کو محض عذاب نہ سمجھے بسا اوقات اللہ تعالیٰ دوسرے وطن میں زیادہ کشائش عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (النساء — ۱۰۰)

اور جو کوئی اللہ کی راہ میں وطن چھوڑے اس کے عوض جگہ بہت اور کشائش پائے گا اور جو کوئی اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کر کے نکلے پھر اس کو موت پائے تو اللہ کے ہاں اس کا ثواب ہو چکا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

جو لوگ مہاجرین کی مدد کرتے ہیں ان کا اجر بتایا :

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ (الانفال — ۷۴)

اور جو لوگ ایمان لائے اور اپنے گھر چھوڑے اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جن لوگوں نے انہیں جگہ دی اور ان کی مدد کی، وہی سچے مسلمان ہیں۔ ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

اس لیے انسان کو چاہیئے کہ اگر کسی ملک میں کفار کا شدید غلبہ ہو اور وہ اس قدر بدمعاش ہوں کہ اسلام پر چلنے کی اجازت نہ دیں اور اپنے اور اولاد کے کفر میں گرنے کا خطرہ ہو تو ایسے حالات میں اس علاقہ کو چھوڑ کر دوسرے ملک میں چلے جائیں اور یہ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ہر مقام پر مددگار اور روزی رساں ہے اگر وہ اپنے پہلے وطن سے دُور ہیں تو اللہ تعالیٰ سے دور نہیں ہیں بلکہ جس جگہ اسلام کی پابندی نہیں ہو سکتی وہ مسلمان کا وطن ہی نہیں۔ دنیا میں مسلمان کا وطن دارالسلام ہے اور آخرت میں مسلمان کا وطن جنت ہے۔

اگر دشمنوں کا اس قدر غلبہ ہو کہ مسلمانوں کو جان و عزت و مال کا خطرہ ہو تو ایسے حالات میں اگر ۳۱۳ بار آیت الکرسی دن رات میں ایک بار یہ تعداد پڑھ لیا کریں تو عجیب برکات دیکھیں دشمن سے حفاظت بھی رہے اور روزی کی تنگی بھی نہ ہو۔

اس طرح دشمنوں کے مقابلہ میں ہر نماز کے بعد ایک سو بار یا بغیر گنتی کے یہ دعا پڑھے تاکہ کفار

کے شر سے محفوظ رہیں:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ

اگر نماز فجر کے بعد ۱۱۱ بار یَا مُغْنِيْ اور ۱۰۰ بار یہ دعا پڑھا کریں:

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ

تو مالی تنگی میں مبتلا نہ ہو۔ اس وظیفہ سے پہلے کوئی سا درود، ایک سو بار پڑھیں اور آ
میں دس بار درود شریف پڑھیں۔

اگر کسی ملک میں اسلام پر چلنے کی اجازت نہیں اور کافروں سے جنگ کی طاقت بھی نہیں ا
وقت اگر کوئی شخص یہ کفار کا ملک چھوڑ کر دوسرے ملک میں نہیں جاتا اور اپنے دین کا نقصان ک
ہے یا گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے تو وہ سخت گناہ گار ہے۔

البتہ اگر کوئی عورت یا بیمار آدمی یا بوڑھا یا بچہ ہجرت کرنے پر کسی صورت میں قدرت نہیں
تو وہ معذور ہے اللہ تعالیٰ اسے معاف کرے گا۔ مگر اس کو چاہیئے کہ وہ اپنا دین بچائے اور خا
اور مخفی زندگی اختیار کرے البتہ کفار کے شر سے بچنے کے لیے ۳۱۳ بار روزانہ آیۃ الکرسی پڑھ
رہے اور ہجرت کرنے کے لیے راستہ دیکھتا رہے اور غلامی پہ قناعت نہ کر بیٹھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۙ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ۙ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝ (النساء — ۹۷-۹۹)

بے شک جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے ان کی روحیں جب فرشتوں نے قبض کیں تو ان سے پوچھا کہ تم کس حال میں تھے؟ انہوں نے جواب دیا ہم اس ملک میں بے بس تھے۔ فرشتوں نے کہا کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے سو ایسوں کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ ہاں جو مرد اور عورتیں اور بچے واقعی کمزور ہیں جو نکلنے کا کوئی ذریعہ اور راستہ نہیں پاتے پس امید ہے کہ ایسوں کو اللہ معاف کر دے اور اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

جہاد میں چند ضروری دعائیں

انسان کو چاہیئے کہ جہاد کے موقع پر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے اور مختلف احوال کی مقررہ دعائیں کرے کیونکہ جہاد میں فتح صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اگر ہمارا تعلق رب تعالیٰ سے درست ہے تو ان شاءَ اللہ اس کی مدد ضرور آئے گی۔ ایک مسلمان محض مادی قوت کے بل بوتے پر نہیں لڑتا۔ بلکہ وہ ہر قوت و مخلوق کے مالک و خالق کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس کے دین کو بلند کرنے کی خاطر جنگ کرتا ہے۔ انسان کو لازم ہے کہ زیادہ نہ سہی چند ضروری دعائیں ضرور یاد کرے۔

۶ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے اونٹ پر سفر کی طرف جاتے وقت سیدھے بیٹھ جاتے تو آپؐ تین بار اللہ اکبر کہتے پھر یہ دعا کرتے:

سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَ اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ فِیْ سَفَرِنَا ھٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَ مِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی۔ اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیْنَا سَفَرَنَا ھٰذَا اَللّٰھُمَّ اَطْوِلَنَا الْبُعْدَ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَةُ فِی الْاَھْلِ وَ الْمَالِ۔

۶ اور جب واپس تشریف لاتے تو مندرجہ بالا دعا کے ساتھ یہ دعا بڑھا دیتے:

اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ

۶ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کا لشکر جب بلندیوں پر چڑھتے تو اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے اور جب اترتے تو سُبْحَانَ اللّٰهِ کہتے۔

(سنن ابی داؤد ج: ا کتاب الجہاد، باب مایقول الرجل اذا سافر، ص: ۳۵۰)

۶ حضرت جابر بن عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ جب ہم بلندی پر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب نیچے اترتے تو سبحان اللہ کہتے۔

(صحیح البخاری ج: ا کتاب الجہاد، باب التسبیح اذا ھبط وادیا، ص: ۴۲۰)

۶ حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جہاد شروع کیا تو یہ کہا:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ عَضُدِیْ وَنَصِیْرِیْ وَبِکَ اَحُوْلُ وَبِکَ اَصُوْلُ وَبِکَ اُقَاتِلُ۔

(سنن ابی داود ج: ا کتاب الجہاد، باب یدعی عند اللقاء، ص: ۳۵۳، ۳۵۴)

• حضرت ابن ابی اوفی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے آپؐ کو یعنی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو احزاب (کفار کے مختلف گروہوں) کے خلاف یہ دعا کرتے سنا آپؐ نے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ مُنْزِلَ الْکِتَابِ سَرِیْعَ الْحِسَابِ اِھْزِمِ الْاَحْزَابَ وَزَلْزِلْھُمْ

(جامع ترمذی ج: ا، ابواب الجہاد، باب ماجاء فی الدعاء عند القتال، ص: ۲۹۷)

• حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کرتے پس رات آتی تو آپؐ یہ دعا کرتے!

یَا اَرْضُ رَبِّیْ وَرَبُّکِ اللّٰہُ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّکِ وَشَرِّ مَا فِیْکِ وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِیْکِ وَمِنْ شَرِّ مَا یَدِبُّ عَلَیْکِ وَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ بِکَ مِنْ اَسَدٍ وَاَسْوَدَ وَمِنَ الْحَیَّۃِ وَالْعَقْرَبِ وَمِنْ سَاکِنِی الْبَلَدِ وَمِنْ وَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ۔

(سنن ابی داود ج: ا کتاب الجہاد، باب مایقول اذا نزل المنزل، ص: ۳۵۰)

• حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب واپس آتے تو تین بار اللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے (اور) یہ دعا کرتے:

اٰئِبُوْنَ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ حَامِدُوْنَ لِرَبِّنَا سَاجِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ

(صحیح البخاری ج: ا کتاب الجہاد، باب مایقول اذا رجع من ا ص: ۴۳۳، ۴۳۴)

• حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حج سے واپس آتے اور مدینہ میں داخل ہوتے تو آپؐ نے مسجد کے دروازے پر اونٹ کو بٹھایا پھر اندر داخل ہو کر دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر اپنے گھر میں تشریف لے گئے، حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) اس طرح کیا کرتے تھے۔

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الجہاد، باب فی الصلوٰۃ عند القدوم من السفر) ص: ۳۸۴

۶ حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا ــــ جب ہم مدینہ آئے تو آپؐ نے مجھے فرمایا: مسجد میں جاؤ پس دو رکعت ادا کرو۔

(صحیح بخاری ج: ا کتاب الجہاد، باب الصلوٰۃ اذا قدم من سفر، ص: ۴۳۴)

باب — ۱۲

حدود و تعزیرات

دنیا میں امن و امان تب ہی قائم ہو سکتا ہے کہ ہر شخص دوسرے کے جائز حقوق ادا کرے اور کسی پر ظلم نہ کرے اور ایک دوسرے کی جان و مال و عزت لوٹنے کی کوشش نہ کرے۔

چونکہ انسانوں میں بعض افراد شر پسند بھی ہوتے ہیں جن کا کام دوسروں کی جان پر حملہ کرنا، کسی کا مال لوٹنا اور دوسروں کی عزت تباہ کرنا ہوتا ہے اس لیے اسلام نے ایسے غنڈہ گرد عناصر کی سرکوبی کے لیے وہ سزائیں تجویز کیں جو ایک بدمعاش کا صحیح ترین علاج ہے۔ البتہ انسان وہی ہے جو بات سے ہی سمجھ جائے اور جو لوگ ڈنڈے کے بغیر پُرامن نہ ہوں ان کے لیے علاج موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ — اور اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

(المائدہ ۲-۶۴)

اللہ تعالیٰ نے فساد سے بچنے کا حکم دیا اور فرمایا:

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا (الاعراف — ۵۶) — اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ کرو۔

اسلام ایک سچا آسمانی دین ہے جب ملک میں اسلام کا قانون نافذ ہو گا تو یقیناً امن قائم ہو جائے گا اور جو لوگ اسلام کے قانون کی مخالفت کرتے ہیں۔ جمہوری، اشتراکی اور دوسرے کافرانہ قوانین نافذ کرتے ہیں وہ فسادی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ لا اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۝ — اور ملک میں فساد کرتے ہیں ان کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے بُرا گھر ہے۔

(الرعد — ۲۵)

کفر و شرک کے قوانین کو رواج دینے والے فسادی عناصر سے دور رہنا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تُطِيعُوٓا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ ۙ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ○ (الشعراء- ۱۵۱-۱۵۲)

اور ان حد سے نکلنے والوں کا کہا مت مانو، جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔

اور حق بات یہ ہے کہ اسلام سے دُور رہنے کے باعث ملک میں فساد، قتل و غارت اور بدکاری ...م ہو گی تو دراصل اسلام کے قوانین سے نفرت کرنا ہی سب سے بڑا فساد ہے۔ یہی سب سے بڑا ...رم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ج (البقرہ — ۱۹۱)

اور فتنہ، قتل سے زیادہ سخت ہے۔

کیونکہ فتنہ برپا کرنے کے بعد کئی قتل ہوتے ہیں۔
حدود نافذ کرنا دراصل امن قائم کرنا ہے بلکہ اقوام کی زندگی ہی اس بات میں ہے کہ مجرم سے بدلہ لیا جائے تاکہ آئندہ اسے جرم کرنے کی جرأت نہ ہو۔ اور دوسرے مجرمین کو بھی عبرت حاصل ہو۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَوٰةٌ يَّأُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ○ (البقرہ — ۱۷۹)

اے عقلمندو! تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے تاکہ تم (مزید خونریزی) سے بچو۔

• حضرت عبادہ بن الصامت (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حدود اللہ اپنے قریبی اور دُور (سب) پر جاری کرو اور اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اثر قبول نہ کرو۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الحدود، باب اقامۃ الحدود، ص: ۱۸۵)

• حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی حدود میں سے ایک حد قائم کرنا، اللہ عزوجل کے بلاد (زمین) پر چالیس رات تک بارش ہونے سے بہتر ہے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الحدود، اقامۃ الحدود، ص: ۱۸۵)

یہ یاد رہے کہ سزاؤں کی تین اقسام ہیں:
۱- حدود- ان سے مراد وہ سزائیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معاف

نہیں کر سکتا نہ ان میں سفارش قبول کی جاسکتی ہے اگر مجرم پکڑا جائے اور جرم ثابت ہو جائے تو اس پر حد جاری ہوگی۔ مثلاً زنا، چوری، ڈاکہ، قذف وغیرہ۔

۲۔ قصاص۔ اس سے مراد وہ سزا ہے جس کا تعلق بندوں کے حقوق کے ساتھ ہے اگر وہ معاف کر دیں یا دیت لینے پر رضامند ہو جائیں تو سزا کی شکل بدل جاتی ہے یا معاف ہو جاتی ہے مثلاً قتل وغیرہ۔

۳۔ تعزیر۔ اس سے مراد وہ سزا ہے جو نہ حد ہو اور نہ ہی قصاص ہو بلکہ یہ امام کی رائے پر موقوف ہو کہ کس قدر سزا دی جائے تاکہ مجرم دوبارہ جرم کرنے کی جرأت نہ کرے۔ تعزیر میں سفارش بھی قبول کی جاسکتی ہے۔ سزا میں کمی و بیشی بھی کی جاسکتی ہے اور سزا معاف بھی کی جاسکتی ہے۔

المبسوط میں ہے: جس نے ایسا جرم کیا جس کی حد مذکور نہیں تو اس کو تعزیر دی جائے گی اور اس کی مقدار امام (قاضی یا خلیفہ) کی رائے پر موقوف ہے جو کہ اس کے جرم کے مطابق دی جائے گی۔

(المبسوط ج: ۲۴، کتاب الاشربۃ، باب التعزیر، ص: ۳۶)

٭ امام شعبی رحمہ اللہ سے روایت ہے فرمایا: تعزیر چالیس کوڑوں تک نہ پہنچے۔ اس کو امام ابوحنیفہ اور محمد رحمہما اللہ نے اختیار کیا۔

(المبسوط ج: ۲۴، کتاب الاشربۃ، باب التعزیر، ص: ۳۵، ۳۶)

٭ ھدایۃ میں ہے: یاد رہے کہ تعزیر میں زیادہ سے زیادہ انتالیس کوڑے اور کم از کم تین کوڑے لگائے جاسکتے ہیں۔

(ھدایہ، ج: ۲ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، ۵۲۵)

سزائیں دینے کے بارے میں ضروری ہدایات

سزائیں جاری کرنے کے بارے میں چند ہدایات جاننا ضروری ہیں۔

٭ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونے والے سے جب تک بیدار نہ ہو، اور بچے سے جب تک بالغ نہ ہو جائے اور دیوانے سے جب تک عقل بحال نہ ہو جائے (محاسبہ) کا قلم اٹھا دیا گیا۔

(سنن ابی داؤد ج: ۲، کتاب الحدود، باب فی المجنون یسرق او یصیب حدا، ص: ۶۰۵)

یعنی اگر نابالغ بچہ یا دیوانہ، سونے والا سونے کی حالت میں کوئی ایسا کام کرے جس پر سزا

سکتی ہے تو اسے سزا نہیں دی جائے گی۔

۷۔ حضرت عبادہ بن صامت (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا: جو کوئی سزا (ملنے والا) کام کرے پھر اسے سزا دی جائے تو یہ اس کے لیے کفارہ ہے ورنہ اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔

(سنن ابن ماجہ، الواب الحدود، باب الحدا لکفارہ، ص: ۱۹۰)

یعنی سزا پانے سے گناہ کا کفارہ ہوگا البتہ مجرم کو استغفار ضرور کرنا چاہیئے اور اگر پردہ رہا تو اسے چاہیئے کہ خوب توبہ کرے شاید اللہ تعالیٰ معاف کر دے۔

لوگوں کو چاہیئے کہ اگر کسی سے غلطی ہو جائے تو اسے معاف کر دیں یا باہم صلح صفائی کریں اور حکمرانوں کے پاس نہ لے جائیں۔ لیکن اگر وہ حکمرانوں کے پاس لے گئے تو سزا نافذ کرنا لازم ہوگا۔

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الحدود، باب العفو عن الحدود مالم تبلغ السلطان، ص: ۶۰۱)

۷۔ حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں تک ہو سکے مسلمانوں سے سزاؤں کو دور کرو۔ اگر کوئی نجات کی راہ ہو تو اس (ملزم) کی راہ چھوڑ دو کیونکہ امام اگر معاف کرنے میں غلطی کرے تو یہ سزا دینے میں غلطی کرنے سے بہتر ہے۔

(جامع الترمذی ج: ۱، الواب الحدود، باب ما جاء فی درء الحدود، ص: ۲۶۳)

اصل بات یہ ہے کہ ایک مسلمان کی پردہ پوشی بہترین عمل ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو گناہ گار بنا کر اور گھسیٹ کر حکمرانوں کے پاس لے جانا اچھا کام نہیں۔

۷۔ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دنیا کی مصیبتوں میں سے کسی مسلمان سے ایک مصیبت دور کی اللہ تعالیٰ اس سے آخرت کی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت دور کرے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا اور جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس بندے کی مدد میں ہوتا ہے۔

(جامع ترمذی ج: ۱، الواب الحدود، باب ما جاء فی الستر علی المسلم، ص: ۲۶۳)

البتہ اگر مجرم کو قاضی کے سامنے پیش کر دیا جائے تو پھر سزا نافذ کرنا ضروری ہے۔

۱۔ (حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کو چوری کرتے ہوئے پکڑ لیا) پھر وہ اسے

لے کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کا ہاتھ کاٹ دینے کا حکم دیا۔ حضرت صفوان (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا! اے اللہ کے رسول میری یہ مراد نہ تھی۔ یہ مال اس پر صدقہ ہے چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس لانے سے پہلے کیوں (معاف) نہ کیا۔

(موطا محمد، کتاب الحدود والسرقہ، باب الرجل یسرق منہ الشئ یجب فیہ القطع فیھبہ السارق بعد مایرفعہ الامام ص ۳۰۱)

۶ محمد (بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا: جب تہمت لگانے والے یا چور کو امام کے پاس لے جایا جائے پھر حق والا اس کو معاف کر دے تو امام کے لیے مناسب نہیں کہ وہ سزا معاف کر دے بلکہ اسے نافذ کرے اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارے عام فقہاء کا یہی قول ہے۔

(موطا محمد، کتاب الحدود والسرقۃ، باب الرجل یسرق منہ الشئ یجب فیہ القطع فیھبہ السارق بعد مایرفعہ الامام، ص: ۳۰۱)

البتہ سزا نافذ کرتے وقت چہرے پر ضرب نہ لگائے

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مارے تو چہرہ کو بچائے۔

(سنن ابی داؤد ج: ۲ کتاب الحدود، باب فی اقامۃ الحد فی المسجد، ص: ۶۱۷)

مساجد یا میدان جہاد میں سزا نافذ نہیں کرنی چاہیئے۔ مساجد میں سزا نافذ کرتے میں مساجد کی بے حرمتی ہوتی ہے کیونکہ مساجد تو عبادت کے لیے مقرر ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کا مقام ہے۔

۶ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مساجد میں سزائیں نافذ نہیں کی جائیں۔

(سنن ابن ماجہ ابواب الحدود، باب النھی عن اقامۃ الحدود فی المساجد، ص: ۱۹۰)

اور جس پر امام حد جاری کرے یا تعزیر دے پھر وہ مرجائے تو اس کا خون برباد ہے (یعنی امام پر کچھ ہرجانہ نہیں)۔

(ھدایہ ج: ۲ کتاب الحدود، باب حد القذف، ص: ۵۳۶)

قتل کرنا شدید ترین جرم ہے

کسی کو ناحق قتل کرنا خصوصاً مسلمان کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخت ترین جرم اور اللہ تعالیٰ
غضب کو دعوت دینا اور حد درجہ کی غنڈہ گردی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ط (بنی اسرائیل - ۳۳)	اور ناحق کسی جان کو قتل نہ کرو، جس کا قتل اللہ نے حرام کیا ہے۔

مزید تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ۝ (النساء — ۹۳)	اور جو کسی مسلمان کو عمداً قتل کرے اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اللہ نے اس کے لیے بڑا عذاب تیار کیا ہے۔

اگر وہ کافر کی طرح دائمی جہنمی نہیں تو اس قدر طویل جہنمی ہے کہ گویا دائمی مصیبت میں پھنس گیا۔
تعالیٰ سب مسلمانوں کو دوزخ کی آفت سے محفوظ رکھے۔
مسلمانوں کو ستانے اور قتل کرنے کے بارے میں احادیث مبارکہ میں سخت سزا بتائی گئی۔
حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
مسلمان کو گالی دینا فسق (غنڈہ گردی) ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے (یعنی کافروں والا خبیث
کام ہے۔ (سنن نسائی ج: ۲ کتاب المحاربہ، باب قتال المسلم، ص: ۱۶۸)

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب لوگوں سے زیادہ مبغوض تین ہیں۔ (۱) حرم میں الحاد پھیلانے والا
(۲) اسلام میں جاہلیت کا طریقہ چلانے والا۔ (۳) ناحق کسی آدمی کی جان لینے والا کہ اس کا
خون بہائے۔

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الدیات، باب، من طلب دم امرئ بغیر حق. ص: ۱۰۱۶)

حضرت عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

دنیا کا ختم ہونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مسلمان آدمی کے قتل ہونے سے زیادہ نرم بات

(جامع ترمذی ج: ابواب الدیات، باب ماجاء فی تشدید قتل المومن، ص: ۲۵۹)

۷ حضرت عبداللہ (ابن مسعود رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: کسی مسلمان آدمی کا خون (بہانا) حلال نہیں جو کہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود نہ اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں مگر تین باتوں میں سے ایک کے باعث (۱) جان کے بدلے جا (۲) شادی شدہ زنا کرے۔ (۳) دین (اسلام) کو چھوڑنے والا جو کہ (مسلمانوں کی جماعت الگ ہو جائے۔

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الدیات، باب قول اللہ ان النفس بالنفس الآیہ ص:

یعنی اگر اسلام چھوڑ کر کفر اختیار کرے تو واجب القتل ہے۔

۸ حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ف بندے کا سب سے پہلے محاسبہ نماز کے بارے میں ہوگا اور لوگوں کے درمیان سب سے پہلے (قتلوں) کے بارے میں فیصلہ ہوگا۔

(سنن نسائی ج: ۲ کتاب المحاربہ، باب تعظیم الدم، ص: ۱۵۵)

یعنی حقوق اللہ میں سب سے پہلے اعمال میں سے نماز کے بارے میں فیصلہ ہوگا اور حقوق العباد میں سب سے پہلے قتلوں کے بارے میں فیصلہ ہوگا۔

انبیاء علیہم السلام کا قاتل سب سے بڑا ملعون ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت کیلیے انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام بھیجے ان پر اپنا پیغام نازل کیا اور ان کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت دی جو لوگ انبیاء علیہم السلام پر ایمان لاتے ہیں، وہ روئے زمین کی بہترین مخلوق ہے اور جو انبیاء علیہم السلام پر ایمان نہیں لاتے وہ روئے زمین کی بدترین مخلوق ہیں اور اگر کوئی غنڈہ کسی نبی اور رسول کو قتل کردے وہ کائنات میں سب سے بڑا ملعون اور خبیث ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے صحابہ یا انبیاء علیہم السلام کی تعلیم پھیلانے والے علمائے کرام کا قاتل سب سے بڑا لعنتی ہے۔ چنانچہ یہودی بدمعاش قوم جس نے کئی انبیاء علیہم السلام کو شہید کیا ساری کائنات میں سب سے زیادہ خبیث قوم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ بے شک جو لوگ اللہ کے حکموں کا انکا

وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ لا وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ لا فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ٥ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ز وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ٥ (اٰل عمران - ۲۱، ۲۲)

کرتے ہیں اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے ہیں اور لوگوں میں انصاف کا حکم کرنے والوں کو قتل کرتے ہیں سو انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی دنیا و آخرت میں محنت ضائع ہو گئی اور ان کا کوئی مددگار نہیں۔

چنانچہ جو لوگ انبیاء علیہم السلام کی تعلیم پھیلانے والے علماء اسلام کو ایذا دیتے ہیں وہ انتہائی درجے کے غنڈہ گرد اور مجرم عناصر ہیں۔

یہودی بدمعاش قوم نے کئی انبیاء علیہم السلام کو شہید کیا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان پر ذلت رکھ دی کہ کہیں مستقل ٹھکانہ نہیں ملتا۔ اگر آج اسرائیل کی حکومت ہے تو یہ محض کفار کے سہارے پر چند روزہ مہمان ہے اور آخر کار فلسطین کا علاقہ یہودی خبیث قوم کی قتل گاہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ق وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ط (البقرۃ - ۶۱)

اور ان پر ذلت اور محتاجی ڈال دی گئی اور انہوں نے غضب الٰہی کمایا یہ اس لیے کہ وہ اللہ کی نشانیوں کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے۔

قصاص اور دیت

اسلام نے حکم دیا کہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کر دے تو اس کے بدلہ میں اسے قتل کیا جائے تاکہ آئندہ کسی کو قتل کرنے کی جرأت نہ ہو۔ چنانچہ قاتل کو قتل کرنا دراصل باقی افراد قوم کی جانوں، مالوں اور عزتوں کی حفاظت ہے اور قصاص لینے میں ہی ساری قوم کی زندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَكُمْ فِی الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ٥ (البقرۃ - ۱۷۹)

اے عقلمندو، تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے تاکہ تم (مزید خونریزی) سے بچو۔

قصاص لینا (یعنی قتل کے بدلے میں قتل کرنا) ضروری ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ ۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ (البقرۃ — ۱۷۸)

اے ایمان والو! مقتولوں میں برابری کرنا (قصاص لینا) تم پر فرض کیا گیا ہے۔ آزاد بدلے آزاد کے، اور غلام بدلے غلام کے، اور عورت بدلے عورت کے، پس جب اس کے بھائی کی طرف سے کچھ بھی معاف کر دیا جائے تو دستور کے موافق مطالبہ کرنا چاہیئے اور نیکی کے ساتھ ادا کرنا چاہیئے۔

یعنی قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے لیکن اگر مقتول کے وارث دیت لینے پر رضامند ہو[illegible] مطالبہ اور ادائیگی دونوں میں جانبین کی طرف سے اچھا انداز ہونا ضروری ہے جس معاشرے میں قتل کے بدلے [illegible] کیا جاتا ہے وہاں قتل کے جرائم ختم ہو جاتے ہیں بلکہ اس کے ساتھ دوسرے عام جرائم بھی کم ہو[illegible] مگر کفار کے ممالک جہاں قتل کے بدلے صرف قید کی سزا دی جاتی ہے۔ وہاں سائنسی ترقی، [illegible] مال و متاع، دانشوروں کا ریوڑ، انتظامی امور میں بے حد چالاکی اور بے شمار مادی قوتوں کے [illegible] قتل، بدکاری، اغوار، چوری، ڈاکے اور کئی جرائم کی کثرت ہے لیکن افسوس آج کل کے کفار صحیح [illegible] یعنی اسلام قبول کرنے اور اسلامی حدود نافذ کرنے کی بجائے مزید تباہی کی طرف جا رہے ہیں فلا یلوموا إلا انفسهم (اس لیے وہ صرف اپنے آپ کو ہی ملامت کریں)

قتل کی اقسام اور ان کی دیت

یہ یاد رہے کہ قتل کی پانچ اقسام ہیں:

۱۔ قتل عمد ۲۔ قتل شبہ عمد ۳۔ قتل خطاء ۴۔ جو کہ خطاء کے قائم مقام ہو

۵۔ کسی دوسرے سبب سے قتل ہو جائے۔

(ھدایہ ج: ۴، کتاب الجنایات، ص: ۵۵۹)

قتل عمد وہ ہے کہ کسی ہتھیار کے ساتھ قتل کر دے یا ایسی چیز سے قتل کرے جس کو ہتھیار کے طور [illegible] کیا جا سکے مثلاً دھار دار لکڑی اور نرکل بانس (جس کی دھار ہو) اور دھار والا پتھر اور آگ۔

(ھدایہ ج: ۴ کتاب الجنایات، ص: ۵۵۹)

اس سے گناہ ہوگا اور قصاص دینا پڑے گا۔ (ھدایہ ج: ۴ کتاب الجنایات، ص: ۵۵۹)

- البتہ اگر (مقتول) کے وارثین معاف کردیں یا صلح کرلیں تو الگ بات ہے۔
(ھدایہ ج: ۴ کتاب الجنایات، ص: ۵۵۹)

- یہ یاد رہے کہ جس شخص کا خون دائمی طور پر محترم ہے (مثلاً آزاد دارالاسلام میں رہائش پذیر مسلمان جو قتل یا زنا میں ملوث نہ ہو) اس کا قتل کرنا حرام ہے۔ اگر کسی نے اسے قتل کر دیا تو قصاص لازم ہے (البتہ مستامن نہ ہو۔ اس لیے کہ اس کے بارے میں خطرہ ہے کہ کسی وقت بھی دارالحرب میں چلا جائے)

(ھدایہ ج: ۴ کتاب الجنایات، باب مایوجب القصاص ومالایوجبہ، ص: ۵۶۲)

- آزاد کو آزاد کے بدلہ میں اور غلام کو غلام کے بدلہ میں مرد کو عورت کے بدلہ میں بڑے کو چھوٹے کے بدلہ میں اور تندرست کو اندھے، ناقص الاطراف اور دیوانے کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا۔

(ھدایہ ج: ۴ کتاب الجنایات، باب مایوجب القصاص ومالایوجبہ، ص: ۵۶۲)

- آزاد کو آزاد کے بدلہ میں اور غلام کو غلام کے بدلہ میں مرد کو عورت کے بدلہ میں بڑے کو چھوٹے کے بدلہ میں اور تندرست کو اندھے، ناقص الاطراف اور دیوانے کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا۔

(ھدایہ ج: ۴ کتاب الجنایات، باب مایوجب القصاص ومالایوجبہ، ص: ۵۶۳)

- جس نے کسی کو زخمی کردیا اور وہ بیمار رہا حتیٰ کہ اس مرض میں وفات پاگیا تو اس پر قصاص لازم ہے۔

(ھدایہ ج: ۴ کتاب الجنایات، باب مایوجب القصاص ومالایوجبہ، ص: ۵۶۶)

- جس نے کسی بچے یا بالغ کو سمندر میں غرق کر دیا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قصاص نہیں (دیت ہے) مگر (امام ابویوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما) فرماتے ہیں کہ قصاص لیا جائے گا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔

(ھدایہ ج: ۴ کتاب الجنایات، باب مایوجب القصاص ومالایوجبہ، ص: ۵۶۶)

- جب ایک جماعت کسی کو قتل کرے تو ہر ایک سے قصاص لیا جائے گا (چنانچہ قاتلوں کی پوری جماعت کو قتل کیا جائے گا اور ہماری دلیل یہ ہے کہ:

- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع ہے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے صنعاء کے سات آدمیوں کو قتل کیا۔ جنہوں نے ایک آدمی کو قتل کیا تھا اور فرمایا کہ اگر صنعاء کے سب لوگ اس میں شریک ہوتے تو میں سب کو قتل کرتا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین آدمیوں کو قتل کیا جنہوں نے ایک آدمی کو قتل کیا تھا۔

(المغنی: ابن قدامۃ [illegible])

۶ اور اگر کسی نے قصداً بدن کے کسی حصہ پر مارا مگر وہ غلطی سے دوسری جگہ لگ گئی اور مضروب مرگیا تو اس پر قصاص لازم ہوگا۔ (هدایہ ج: ۴، کتاب الجنایات، ص: ۵۶۱)

۶ جس پر قصاص لازم تھا اگر وہ مرگیا تو قصاص ختم ہوگیا۔

(هدایہ ج: ۴ کتاب الجنایات، باب القصاص فیما دون النفس، ص: ۵۷۲)

۶ قصاص صرف تلوار کے ساتھ (قتل کرکے) لیا جائے گا۔

(هدایہ ج: ۴ کتاب الجنایات، باب مایوجب القصاص ومالایوجبہ ص: ۵۶۳)

۶ باپ کو بیٹے کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔

(هدایہ ج: ۴ کتاب الجنایات، باب مایوجب القصاص ومالایوجبہ، ص: ۵۶۳)

۶ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مساجد میں حدود جاری نہیں کی جائیں گی اور نہ ہی باپ کو بیٹے کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔

(جامع ترمذی ج: ۱، ابواب الدیات، باب ماجاء فی الرجل یقتل ابنہ یقادمنہ ام لا ص: ۲۵۹)

۶ حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ ان کے دادا محترم (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الدیات، باب لایقتل مسلم بکافر، ص: ۱۹۵)

۶ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ یہودی عورت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیتی تھی اور آپ کی شان میں گستاخی کرتی تھی۔ ایک آدمی نے اس کا گلا دبا دیا آخر وہ مرگئی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خون بربادقرار دیا۔

(سنن ابی داؤد ج: ۲ کتاب الحدود، باب الحکم فی من سب (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) ص: ۲۵۲)

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی قوم کے گھر میں ان کی اجازت کے بغیر تانک جھانک کی۔ انہوں نے اس کی آنکھ پھوڑ دی تو اس پر نہ دیت ہے اور نہ قصاص ہے۔

(سنن نسائی ج: ۲ کتاب القسامۃ والقود والدیات، باب من اقتص واخذ حقہ دون السلطان ص: ۲۰۱)

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قاتل (مقتول) کا وارث نہیں ہوتا۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الدیات، باب القاتل لایرث، ص: ۱۹۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی معاھد کو قتل کر دیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا. حالانکہ اس کی خوشبو چالیس برس کی مسافت سے آتی ہے۔

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الدیات، باب اثم من قتل ذمیا بغیر جرم، ص: ۱۰۲۱)

- شبہ عمد۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شبہ عمد (عمد کے مشابہ) وہ قتل ہے کہ جیسے ضرب تو عمداً لگائے مگر ایسی چیز کے ساتھ ضرب لگائے جو ہتھیار نہ ہو اور نہ ہی ہتھیار کے طور پر اسے استعمال کیا جائے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ علیہما اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اسے بڑے پتھر کے ساتھ مارے یا کسی بڑی لکڑی کے ساتھ مارے (تو چونکہ اس سے زیادہ احتمال موت کا ہوتا ہے) اس لیے یہ قتل عمد میں داخل ہے (جس کا قصاص دینا لازم ہے) اور شبہ عمد سے مراد اس چیز کے ساتھ مارنا ہے کہ جس کے ساتھ عام طور پر موت واقع نہیں ہوتی (جیسے کہ چھوٹا سا ڈنڈا کہ جس کے ذریعے استاد بچوں کو ادب سکھاتا ہے بشرطیکہ پے در پے نہ مارے اور اگر مسلسل مارتا رہا تو قتل عمد ہے)

(ھدایہ ج: ۴، کتاب الجنایات، ص: ۵۶۰)

اور اس سے دونوں اقوال پر گناہ ہوگا اور کفارہ لازم آئے گا اور دیت بھی لازم ہوگی۔ اور (قاتل، مقتول) کی میراث سے محروم ہوگا۔

(ھدایہ ج: ۴ کتاب الجنایات، ص: ۵۶۱)

۴۔ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو غلطی سے قتل کر دے کہ مثلاً شکار سمجھ کر گولی چلائی اور ایک آدمی کو لگ گئی ایسی صورت میں قصاص کی بجائے دیت لازم ہوگی۔ نیز ایک غلام آزاد کرنا یعنی کفارہ دینا لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا ۚ (النساء ــ ۹۲)	اور جو کسی مسلمان کو غلطی سے قتل کر دے تو ایک مسلمان کی گردن آزاد کرے (مسلمان غلام آزاد کرے) اور مقتول کے وارثوں کو خون بہا (دیت) ادا کرے مگر یہ کہ وہ خون بہا معاف کر دیں)۔

قتلِ خطا کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ قصد میں خطا ہونا کہ وہ ایک شخص کی طرف تیر (یا بندوق) چلاتا ہے اور گمان تھا کہ یہ (جانور کا) شکار ہے مگر وہ آدمی نکلا۔ یا یہ گمان تھا کہ حربی کافر ہے مگر وہ مسلمان نکلا۔

۲۔ فعل میں خطا ہونا کہ وہ نشانہ لگا رہا تھا مگر ایک آدمی کو لگ گیا۔ اس سے کفارہ لازم آئے گا دیت دینی ہوگی اور (مقتول کی) میراث سے محروم ہو جائے گا۔

(ھدایہ ج: ۴، کتاب الجنایات، ص: ۵۶۱)

اور کفارہ یہ ہے کہ ایک مسلمان غلام کو آزاد کرے۔ اگر یہ نہ کر سکے تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے فان لم یجد فصیام شھرین متتابعین۔ اور اس میں فقراء کو کھانا کھلانا کام نہیں دے گا

(ھدایہ ج: ۴ کتاب الدیات، ص: ۵۸۳)

دیت کے مسائل

"قاتل کی رضامندی کے بغیر مقتول کے وارثوں کو دیت لینے کا اختیار نہیں۔"

(ھدایہ ج: ۴، کتاب الجنایات، ص: ۵۵۹)

۴۔ جو قتل خطاء کے قائم مقام ہو۔ مثلاً غلطی اس طرح ہوئی کہ سو رہا تھا اچانک (بے خبری میں) الٹ کر کسی آدمی پر گر پڑا اور وہ مر گیا۔ اس کا بھی شریعت میں قتلِ خطاء کا حکم ہے۔

(ھدایہ ج: ۴، کتاب الجنایات، ص: ۵۶۱)

۵۔ لیکن اگر قتل دوسرے سبب سے ہوا۔ مثلاً اپنی ملکیت سے باہر کنواں کھود رہا تھا یا پتھر رکھا تھا۔ اس صورت میں اگر اس میں کوئی مرجائے تو دیت لازم آئے گی مگر کفارہ لازم نہیں اور میراث سے محروم بھی نہیں ہوگا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اس کا حکم قتل خطا کا ہے۔

(ھدایہ ج: ۴ کتاب الجنایات، ص: ۵۶۱ تا ۵۶۲)

اگر کسی کے بدن کا حصہ کاٹ دیا تو قصاص دینا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ لا وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنفَ بِالْأَنفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ لا وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ط (المائدہ - ۴۵)

اور ہم نے ان پر اس کتاب میں لکھا تھا کہ جان بدلے جان کے، اور آنکھ بدلے آنکھ کے، اور ناک بدلے ناک کے، اور دانت بدلے دانت کے، اور زخموں کا بدلہ ان کے برابر ہے۔

(چنانچہ) جو دوسرے کا ہاتھ قصداً جوڑ سے کاٹ دے اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا چاہے اس کا ہاتھ کٹے ہوئے سے بڑا ہو

(ھدایہ ج: ۴، کتاب الجنایات، باب القصاص فیما دون النفس، ص: ۵۶۹)

جس نے کسی آدمی کی آنکھ پر مارا وہ نکل گئی تو اس پر قصاص نہیں (بلکہ دیت ہے) اور اگر آنکھ نہیں نکلی مگر اس کی بینائی جاتی رہی تو اس پر قصاص ہے کہ آئینہ گرم کر کے (مجرم) کے چہرے پر تر روئی رکھی جائے اور آئینے کو اس کے سامنے رکھا جائے حتیٰ کہ اس کی بینائی جاتی رہے۔

(ھدایہ ج: ۴ کتاب الجنایات، باب القصاص فیما دون النفس، ص: ۵۶۹)

جو شخص تلوار (یا دوسرا مہلک ہتھیار) لے کر مسلمانوں پر حملہ آور ہو تو لوگوں پر لازم ہے کہ اسے قتل کر دیں (اس کا خون برباد ہے)

(ھدایہ ج: ۴ کتاب الجنایات، باب مایوجب القصاص ومالا یوجبہ، ص: ۵۶۷)

کسی کے گھر میں رات کو چور داخل ہوا اور مال چوری کر کے باہر آیا۔ مالک نے پیچھا کیا (مال واپس لینے کے لیے) لڑائی میں چور قتل ہو گیا تو قاتل پر کچھ لازم نہیں (اور چور کا خون برباد جائے گا)

(ھدایہ ج: ۴ کتاب الجنایات، باب مایوجب القصاص ومالا یوجبہ، ص: ۵۶۸)

دیت کی مقدار

قتل خطاء اور دوسرے زخموں وغیرہ میں دیت کی مقدار درج ذیل ہے۔

۶ حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل خطاء میں یہ فیصلہ فرمایا:

اونٹنی کے بیس وہ مادہ بچے جو دوسرے سال میں ہوں۔ بیس نر بچے جو دوسرے سال میں ہوں بیس مادہ بچے جو تیسرے سال میں ہوں، بیس پانچویں سال میں جانے والے اور بیس چوتھے سال میں جانے والے (اونٹ کے بچے دیئے جائیں)

(جامع الترمذی ج: ۱، ابواب الدیات، باب ما جاء فی الدیۃ کم ھی من الابل ص: ۲۵۸)

البتہ آج کل ہر جگہ اونٹ دستیاب نہیں اور اشیاء کی قیمت زمانہ کے اعتبار سے کم زیادہ ہو جاتی ہے اس لیے اونٹوں کو اساسی پیمانہ سمجھ کر اس کے قریب رائج الوقت سکہ میں دیت مقرر کی جائے گی جو کہ کتاب وسنت و آثار صحابہ کرام کے ماہرین علماء کا کام ہے۔ اس میں عوام یا حکمرانوں کا کچھ دخل نہیں ہو سکتا۔

"اور جب قاتل اور مقتول کے وارث کچھ مال پر مصالحت کر لیں تو قصاص ختم ہو جائے گا اور جس قدر مال پر مصالحت ہوئی چاہے وہ تھوڑا ہو یا زیادہ اسی قدر مال لازم ہو گا۔"

(ھدایہ ج: ۴ کتاب الجنایات، باب القصاص فیما دون النفس، ص: ۵۷۱)

• چنانچہ حضرت عمرو بن شعیب کی اپنے والد صاحب سے بروایت ان کے دادا محترم (رضی اللہ عنہ) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا آخری حصہ یہ ہے کہ وہ (مقتول کے وارث) جس قدر پر مصالحت کر لیں وہ ان کا حق ہے۔

(جامع الترمذی ج: ۱، ابواب الدیات، باب ما جاء فی الدیۃ کم ھی من الابل، ص: ۲۵۸)

شبہ عمد میں دیت لازم ہوگی۔ کفارہ دینا ہوگا اور کفارہ یہ ہے کہ ایک مسلمان غلام آزاد کرے۔ اگر غلام نہ ملے تو دو ماہ مسلسل روزے رکھے جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے۔

• حضرت عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ذمی) کافر کی دیت مسلمان کی دیت سے نصف ہے۔

(سنن نسائی ج: ۲ کتاب القسامۃ والقود والدیات، باب کم دیۃ الکافر، ص: ۲۴۳)

یہ تب ہے کہ وہ اسلامی حکومت کا باقاعدہ وفادار شہری ہو۔ اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کچھ خباثت نہ کرتا ہو۔ (مسلمان) عورت کی دیت (مسلمان) مرد کی دیت سے نصف ہے۔

(ھدایہ ج: ۴، کتاب الدیات، ص: ۵۸۵)

• حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے۔

(سنن الکبری للبیہقی ج: ۸ کتاب الدیات، باب ما جاء فی دیۃ المرأۃ، ص: ۹۵)

• اگر کسی کو مارا اور اس کی عقل جاتی رہی۔ تو مکمل دیت لازم ہوگی۔

(ھدایہ ج: ۴، کتاب الدیات، ص: ۵۸۷)

• دونوں آنکھیں ختم کر دیں یا دونوں ہاتھ توڑ دے یا دونوں ہونٹ یا دونوں کان یا دونوں خصیے ختم کر دیئے تو مکمل دیت لازم ہوگی اور ان میں سے ایک کو توڑ دیا تو نصف دیت لازم ہوگی۔ عورت کے دونوں پستان کاٹ دیئے تو مکمل دیت لازم ہوگی اور ایک کاٹ دیا تو نصف دیت لازم ہوگی۔ (ھدایہ ج: ۴، کتاب الدیات، ص: ۵۸۸)

• ہاتھوں اور پاؤں کی کسی انگلی کو کاٹ دیا تو دیت کا دسواں حصہ لازم ہوگا اور جس انگلی میں تین

جوڑ ہیں اگر ایک کاٹ دیا تو انگلی کی دیت کا ایک تہائی لازم ہوگا۔ اگر انگلی میں دو جوڑ ہوں (جیسے کہ انگوٹھا) تو ایک جوڑ کاٹنے پر انگلی کی دیت کا نصف لازم ہوگا۔ ہر دانت کے عوض پانچ اونٹ (دیت کا بیسواں حصہ) لازم آئے گا۔

(ھدایہ ج: ۴، کتاب الدیات، ص: ۵۸۹)

۶ اگر کسی عورت کے پیٹ پر مارا اور اس کا حمل (بچہ) مردہ حالت میں گر گیا تو اس میں دیت کا بیسواں حصہ لازم ہوگا۔

(ھدایہ ج: ۲ کتاب الدیات، ص: ۵۹۸)

۶ اگر ایسا زخم آیا کہ ہڈی نظر آنے لگی تو دیت کا بیسواں حصہ لازم ہوگا۔ اگر ہڈی ٹوٹ جائے مگر (سارا عضو بے کار نہ ہو) تو دیت کا دسواں حصہ لازم ہوگا اگر ہڈی ٹوٹ جائے مگر (سارا عضو بے کار نہ ہو) تو دیت کا دسواں حصہ لازم ہوگا۔"

(ھدایہ ج: ۴، کتاب الدیات، ص: ۵۹۰)

خودکشی شدید جرم ہے

دنیا کی زندگی میں انسان پر طرح طرح کے حالات آتے رہتے ہیں کبھی خوشی ملی اور کبھی غم دیکھنا پڑا۔ اسلام نے تعلیم دی کہ اللہ تعالیٰ کوئی نعمت عطا کرے تو شکر کرے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور اگر خدانخواستہ کوئی تکلیف آئے تو صبر و استقلال سے کام لے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہے اور دوبارہ ممکن اور صحیح ترمنصوبہ بنائے۔ اگر اللہ تعالیٰ کامیابی دے تو یہ اس کا احسان ہے جس کا شکر لازم ہے اور اگر ناکامی آجائے تو اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی رہے اور اللہ تعالیٰ اسے دعائیں کرے۔

کفار کا حال یہ ہے کہ نعمت ملی تو گناہوں میں لگ کر اللہ تعالیٰ کا غضب خریدنے لگے۔ اور اگر تکلیف آئی تو سینہ کوبی کر کے اور بے صبری دکھا کر اللہ تعالیٰ کا غضب خریدا۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت دے۔

زندگی بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے کہ جس میں انسان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور بے شمار نیک کاموں میں حصہ لینے کا موقع ملتا ہے جو شخص خودکشی کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت کی ناقدری کرتا ہے جو سخت گناہ اور کئی مصیبتوں کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے۔

۶ حضرت ثابت بن ضحاک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اسلام کے سوا کسی دوسری ملت پر جھوٹی قسم کھائی وہ ایسے ہی ہے جیسے کہ اس نے کہا اور جس نے اپنے آپ کو کسی چیز سے قتل کیا اللہ تعالیٰ اسے دوزخ کی آگ میں اس کے ساتھ عذاب دے گا۔

(صحیح المسلم ج: الکتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم القتل الانسان نفسہ، ص: ۷۲)

دوسری روایت میں مزید وضاحت فرمائی:

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے آپ کو لوہے کے اوزار کے ساتھ قتل کیا تو اس کا لوہے کا اوزار اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ اس کے ساتھ اپنے پیٹ میں مار رہا ہوگا اور جس نے زہر پیا اور اپنے آپ کو قتل کیا تو وہ اس (زہر) کو دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ پیتا (اور دکھ سہتا) رہے گا اور جس نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرایا اور اپنے آپ کو قتل کیا تو وہ دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ (اپنے آپ کو پہاڑ سے) گراتا ہوگا (اور عذاب سہتا رہے گا)

(صحیح المسلم ج: الکتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم القتل الانسان نفسہ، ص: ۷۲)

اللہ تعالیٰ سب کو دوزخ سے بچائے اور جنت الفردوس عطا فرمائے اور دنیا و آخرت کی ہر مصیبت سے دور رکھے۔

الغرض حالات کس قدر بھی پریشان کن ہوں۔ ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ وہ مایوس نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے۔ صحیح منصوبہ بنائے۔ دعائیں کرے اور اپنے کام میں لگا رہے اور موت تک ہار نہ مانے اور ہر حاجت کی مخصوص دعائیں کرے۔ اس سلسلہ میں کتاب کے آخری حصہ میں ہر حاجت کے بارے میں مناسب دعا دیکھ کر پڑھے۔ اللہ تعالیٰ کریم ہے جو اس سے مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی کارساز نہیں۔

زنا اور اس کی سزا

اسلام نے زنا کرنے اور زنا کی طرف راغب کرنے والے تمام امور کو سخت جرم قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ — اور زنا کے قریب نہ جاؤ بے شک وہ

فَاحِشَۃً ط وَسَآءَ سَبِیْلًا ٥ بڑی بے حیائی ہے اور وہ بُری راہ ہے۔

(بنی اسرائیل - ۳۲)

چنانچہ غیر محرم عورتوں کو دیکھنا، ان کے گانے سننا اور غیر محرم عورتوں کے ساتھ اختلاط عام رکھنا یہ سب کام فحاشی میں داخل ہیں۔ ان سے دُور رہنا چاہیئے۔ زنا کرنا اس قدر خطرناک جرم ہے کہ بدکاری چوری الغرض گناہ کی حالت میں مرنے والا آدمی ممکن ہے کہ ایمان سے محروم ہو کر مرے جس کا انجام جہنم ہے۔

۶ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما)، سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زانی جب زنا کر رہا ہوتا ہے اس حال میں نہیں ہوتا کہ وہ ایمان والا ہو، اور چور جب چوری کر رہا ہوتا ہے۔ اس حال میں نہیں ہوتا کہ وہ ایمان والا ہو۔

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الحدود، باب مایکرہ من لعب شارب الخمر وانہ لیس بخارج من الملۃ ص: ۱۰۰۳)

اگرچہ محض گناہ کرنے سے انسان کافر نہیں ہوتا مگر یہ ایسا خطرناک جرم ہے جس کا انجام اگر ایمان سے محرومی ہو جائے تو پھر وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔ اس لیے غنڈہ گردی کی راہ پر چلنے والا کب تک سلامت رہے گا۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں۔ زنا کی حالت میں اس سے ایمان کا نور سلب کر لیا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الحدود، باب الزنیٰ وشرب الخمر، ص: ۱۰۰۱)

اس لیے اگر زنا کرنے والا مرد یا عورت شادی شدہ (محصن) ہوں تو ان کو سنگسار کیا جائے گا تاکہ انہیں اس بدکاری کے انجام کا کچھ مزہ اس دنیا میں ہی مل جائے اور شاید یہ سزا ان سے آخرت کے عذاب کو ختم کر دے۔

۶ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: مجھے ڈر ہے کہ لوگوں پر طویل زمانہ گزرے تو ایک کہنے والا یہ کہنے لگے: میں کتاب اللہ میں رجم (کا حکم) نہیں پاتا۔ آخر کار وہ اللہ کے (مقرر کردہ) فرائض میں سے ایک فریضہ کو ترک کر کے گمراہ ہو جائیں۔

خبردار! رجم حق ہے جبکہ آدمی محصن (شادی شدہ) ہو۔ اور دلیل قائم ہو جائے یا حمل پایا جائے یا خود اعتراف کرے۔ اور میں نے اس حکم کو پڑھا ہے: کہ

اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ اِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوْھُمَا اَلْبَتَّۃَ شادی شدہ مرد یا شادی شدہ عورت جب زنا کریں تو دونوں کو لازمی طور پر سنگسار کرو۔

۶ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور آپؐ کے بعد ہم نے رجم کیا۔
(سنن ابن ماجہ، ابواب الحدود، باب الرجم، ص: ۱۸۶)

۶ محصن ہونا جس پر رجم کرنا لازم ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ آزاد، عاقل، بالغ مسلما[ن]
ہو۔ اس نے کسی عورت سے نکاح صحیح کر رکھا ہو۔ اور اس سے دخول بھی کیا ہو، اور وہ د[ونوں]
(مرد عورت) حالتِ احصان پر ہوں۔
(ھدایہ ج: ۲، کتاب الحدود، ص: ۵۱۱)

۶ بینہ (دلیل) قائم ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ چار مرد کسی عورت یا مرد کے بارے میں زنا کی گو[اہی]
دیں۔ امام ان گواہوں سے زنا کی حقیقت معلوم کرے کہ وہ کیا ہے؟ کس طرح ہوا؟ کہاں زن[ا]
کب زنا ہوا اور کس کے ساتھ زنا کیا؟ جب وہ بیان کریں تو وہ کہیں۔ ہم نے مرد کو دیکھا کہ اس
نے عورت کی شرمگاہ میں جماع کیا جس طرح کہ سرمچو سرمہ دانی میں ڈالا جاتا ہے اور اس سلس[لہ]
ظاہر و باطن ہر جگہ ان سے تحقیقات کرے (اور محض ظاہری گواہی پر نہ جائے)
(ھدایہ ج: ۲، کتاب الحدود، ص: ۵۰۷)

نیز یہ ضروری ہے کہ گواہ مسلماں ہوں، فاسق نہ ہوں، اور عادل شاہد کے معیار پر پورے اُتر[یں]
یہی وجہ ہے کہ محض گواہی پر یہ سزا شاید ہی کسی کو ملی ہو۔ البتہ خود اعتراف کرنے یا حمل پائے جانے پر سزا[ئیں]
جاری ہوتی ہیں۔

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک آدمی جناب رسول اللہ صلی اللہ ع[لیہ وسلم]
کے پاس حاضر ہوا۔ آپؐ مسجد میں تھے۔ اس نے آپؐ کو آواز دی اور کہا: اے اللہ کے رسولؐ [میں]
نے زنا کر لیا۔ آپؐ نے اس سے اعراض فرمایا: حتیٰ کہ اس نے چار بار یہ اقرار دہرایا جب [اس]
نے اپنے خلاف چار بار شہادت دی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلایا اور فرما[یا]
کیا تو دیوانہ ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: تو محصن (شادی شدہ) ہے؟ اس نے
کہا! ہاں! حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اس کو لے جاؤ اور سنگسار کر دو۔
(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب المحاربین، باب لا یرجم المجنون والمجنونۃ، ص: ۱۰۱)

۶ نابالغ بچہ، پاگل حتیٰ کہ جس کے ساتھ جبراً بدکاری کی گئی ہو اس پر سزا نافذ نہیں ہ[ے]
اور خود اعتراف کرنے والا بھی اس طرح اقرار کرے کہ جب چار بار (زنا) کا اقرار کرے

(قاضی) اس سے پوچھے: زنا کیا ہے؟ کس طرح ہُوا؟ کہاں کیا اور کس کے ساتھ کیا؟ جب ہر چیز واضح اور ثابت ہو جائے تو حد لازم ہوگی۔ اگر حد جاری ہونے سے پہلے یا سزا پانے کے دوران وہ اپنے اقرار سے رجوع کرے تو اس کا رجوع تسلیم کیا جائے گا اور اسے چھوڑ دیا جائے گا۔

(ھدایہ ج: ۲ کتاب الحدود، ص: ۵۰۸)

۶ یہ ضروری ہے کہ بالغ عاقل اپنے آپ کے خلاف چار بار چار مختلف مجالس میں اقرار کرے اور ہر بار قاضی اس کے اقرار کو مسترد کر دے۔

(ھدایہ ج: ۲ کتاب الحدود، ص: ۵۰۷)

اس شدید پڑتال کی وجہ یہ ہے کہ مقصود محض سزا دینا نہیں بلکہ نصیحت کرنا ہے اور اگر قاضی غلطی سے حقوق اللہ کے کسی مجرم کو چھوڑ دے یہ بات اس سے بہتر ہے کہ غلطی سے کسی کو سزا دے دے۔

۶ حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاں تک ہو سکے مسلمانوں سے سزاؤں کو دُور کرو۔ اگر کوئی نجات کی راہ ہو تو اس کو چھوڑ دو۔ کیونکہ اگر امام غلطی سے معاف کر دے یہ بات اس سے بہتر ہے کہ غلطی سے سزا دے دے۔

(جامع الترمذی ج: ۱، ابواب الحدود، باب ماجاء فی درء الحدود ص: ۲۶۳)

۶ مستحب یہ ہے کہ امام (یا قاضی جرم کا) اقرار کرنے والے کو رجوع کرنے کا حکم دے اور کہے: شاید تم نے صرف چھوا ہے یا صرف بوسہ لیا ہے؟ اور جب حد لازم ہو جائے اور زنا کرنے والا محصن ہو تو پتھروں سے مار مار کر ختم کر دے۔ اسے کسی کھلی زمین پر لے جائے۔ پہلے گواہ پتھر ماریں پھر امام اور پھر عام لوگ ماریں۔ اگر گواہ ابتدا کرنے سے رک جائیں تو سزا ختم ہو گئی (اب رجم نہیں کیا جائے گا)

۶ اور اگر وہ خود اقرار کرنے والا ہو تو پہلے امام مارے پھر لوگ مارنا شروع کریں۔ اس کے بعد اسے غسل دیا جائے کفن دیا جائے اور اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے۔

(ھدایہ ج: ۲ کتاب الحدود، ص: ۵۰۹، ۵۱۰)

اور اس کے بعد اس کے خلاف کچھ ناپسندیدہ کلام نہ کیا جائے کیونکہ اگر خود اقرار کر کے سزا پائی تو اس کی توبہ قبول ہوئی۔ اور اگر ویسے سزا ملی تو بھی گناہ کا کفارہ بن گئی۔

البتہ جو لوگ زندہ ہیں ان کو مرنے والے کی غیبت کرنے کی بجائے اپنی فکر کرنی چاہیے۔

اگر بدکاری کرنے والا شادی شدہ نہیں تو اس کو ایک سو کوڑا مارا جائے اور اگر امام مناسب

سمجھے تو ایک سال کے لیے ملک بدر کر دے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْیَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (النور ـ ۲)	بدکار عورت اور بدکار مرد ، سو دونوں میں سے ہر ایک کو (غیر شادی شدہ ہونے کی صورت میں) سو سو درّے مارو ، اور تمہیں اللہ کے معاملہ میں ان پر ذرا رحم نہ آنا چاہیئے اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو ، اور ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر رہنا چاہیئے ۔

۶ حضرت زید بن خالد الجہنی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ کو اس بارے میں جو محصن (شادی شدہ) نہ تھا سو کوڑے مارنے اور ایک سال کے وطن کرنے کا حکم فرماتے سنا :

(صحیح البخاری ج : ۲ کتاب المحاربین من اھل الکفر والردۃ ، باب البکر یجلدان وینفیان ، صـ۱۰۱)

۶ الغرض اگر بدکاری کرنے والا محصن (شادی شدہ) نہ ہو ، اور آزاد بھی ہو (یعنی غلام نہ ہو) تو اس کو سو کوڑے مارنے کی سزا دی جائے ۔ ایسے کوڑے کہ جس کے کنارے پر گرہ نہ ہو درمیانی ضرب لگائی جائے اور مجرم کے کپڑے اتار لیے جائیں (البتہ ستر چھپا رہے) اس کے بدن پر ، چہرہ اور شرمگاہ چھوڑ کر متفرق اعضاء پر کوڑے لگائے جائیں اور تمام سزائیں مرد کو کھڑا کر کے دی جائیں ۔ البتہ عورت کا (شلوار قمیص) سے زائد لباس کوٹ وغیرہ ہی اتروایا جائے ۔ اور عورت کو بٹھا کر سزا دی جائے (یہاں بھی پردے کا لحاظ رکھا جائے)

(ملخصا من ھدایہ ج : ۲ کتاب الحدود ، ص : ۵۰۹ - ۵۱۱)

۶ اگر کسی عورت کے ساتھ کسی نے جبری طور پر زنا کیا تو پھر عورت کو سزا نہیں ملے گی البتہ مرد اس کا مستحق ہو گا ۔ حضرت وائل بن حجر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے عہد میں ایک عورت سے زبردستی بدکاری کی گئی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کو ختم کر دیا اور جس مرد نے یہ کام کیا اس کو سزا دی ۔ ۔ ۔ ۔ الحدیث

(جامع الترمذی ج : ۱ ، ابواب الحدود ، باب ما جاء فی المرأۃ اذا استکرھت علی الزنا ، ص : ۱۷۹)

لڑکوں کے ساتھ بدکاری کرنے کی شدید سزا ہے

حضرت لوط علیہ السلام ایک ایسی قوم کی طرف مبعوث ہوئے جو اس بُرے فعل میں مبتلا تھی آخر اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا اور ساری قوم کو فنا کر دیا گیا بلکہ ان پر پتھر پھینکے گئے اور اس قطعہ زمین کو الٹ دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ط (هود — ۸۲، ۸۳)

پھر جب ہمارا حکم پہنچا تو ہم نے وہ بستیاں اُلٹ دیں اور اس زمین پر کھنگر کے پتھر برسانا شروع کئے جو لگاتار گر رہے تھے جن پر تیرے رب کے ہاں سے خاص نشان بھی تھا۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو تم قوم لوط والا کام کرتے دیکھو تو کرنے والے اور کروانے والے (دونوں) کو قتل کر دو۔

جامع ترمذی ج: ۱، ابواب الحدود، باب ماجاء فی حد اللوطی، ص: ۲۷۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس آدمی کی طرف نظرِ (رحمت) نہیں کرے گا جو کسی مرد یا عورت سے اس کے پیچھے کی طرف سے بدکاری کرے۔" (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الحدود ص: ۳۱۳)

الغرض مادہ تولید کو اپنی منکوحہ بیوی یا اپنی غلام عورت کے سوا کسی جگہ بہانا جرم ہے چاہے زنا کی صورت ہو یا لواطت ہو۔ یا کسی جانور سے بدکاری ہو یا جلق یا مساحقت ہو۔ یعنی ہاتھ کے ساتھ مادہ نکالے۔ یہ سب حرام اور ناجائز صورتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فلاح پانے والے اہل ایمان لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ لا اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ج فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ج (المومنون — ۵-۷)

اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، مگر اپنی بیویوں یا لونڈیوں پر، اس لیے کہ ان میں کوئی الزام نہیں، پس جو شخص اس کے علاوہ طلبگار ہو تو وہی حد سے نکلنے والے ہیں۔

متعہ بھی بدکاری کی ایک خبیث قسم ہے۔

شراب نوشی اور اس کی سزا

اسلام نے شراب نوشی اور جوا کھیلنے کو شیطانی کام قرار دیا۔ شراب پینے والا آدمی بدعقل اعصاب زدہ، بے حیار اور بکواسی ہو جاتا ہے بلکہ جن ممالک میں شراب نوشی عام ہے وہاں قتل اور بدکاری عام ہے اور اس سے حرامی نسل کی کثرت ہو رہی ہے جس کا انجام انتہائی خطرناک ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور فال کے تیر سب شیطان کے گندے کام ہیں سو ان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ۔

(المائدہ — ۹۰)

۶ حضرت ابوالدرداء (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میرے خلیل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی: شراب مت پیو کیونکہ یہ ہر برائی کی کنجی ہے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الاشربہ، باب الخمر مفتاح کل شر، ص: ۲۵۰)

۶ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ لعنت کرے شراب پر، اس کے پینے والے، اس کے پلانے والے، اس کے فروخت کرنے والے اور اس کے خریدنے والے اور اس کے نچوڑنے والے اور اس کے نچڑوانے والے اور اس کے اٹھانے والے اور اس پر جس کی طرف اٹھا کر لے جا رہے ہیں (سب پر لعنت کرے)

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الاشربۃ، باب العصیر للخمر، ص: ۵۱۷)

۷ حضرت ابوالدرداء (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شراب کا دائمی عادی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الاشربۃ، باب مدمن الخمر، ص: ۲۵۰)

چونکہ شراب نوشی شدید جرم ہے اور شراب پینے والا شراب پی کر غل غپاڑہ مچاتا ہے

پر تہمت رکھتا ہے کسی کو گالی دیتا ہے کسی کو قتل کرتا ہے الغرض شراب نوشی فساد کی جڑ ہے۔
اس لیے اسلام نے شراب نوشی پر اسّی کوڑوں کی سزا مقرر کی تاکہ شر پسند مغز کا علاج کیا جاسکے
حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے شراب کے بارے
میں مشورہ کیا کہ ایک آدمی شراب پیتے (تو اس کے لیے کیا سزا ہو؟) حضرت علی بن ابی طالب
رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: میرا خیال یہ ہے کہ آپ اسے اسّی (کوڑے) ماریں کیونکہ جب وہ
شراب پیئے گا تو بدمست ہوگا اور جب بدمست ہوگا تو بکواس کرے گا اور جب بکواس کرے
گا تو تہمت رکھے گا۔ چنانچہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے شرابی کو) شراب پینے کے جرم میں
اسّی (کوڑے) مارے۔

(موطا محمد، ابواب الحدود، باب الحد فی الشرب، ص: ۳۱۱)

حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت
ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے شراب پینے کے جرم پر چالیس کوڑے مارے اور حضرت عمر
(رضی اللہ عنہ) نے انہیں اسّی پورے کر دیتے اور ہر ایک سنت ہے۔

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الحدود، باب فی الحد فی الخمر، ص: ۶۱۵، ۶۱۶)

چنانچہ شرابی کے لیے اسّی کوڑے اسلام کی مقررہ سزا ہے چاہے بدمعاش عناصر کو بُرا لگے۔
سزا جاری کرنے کے لیے چند ضروری مسائل درج کیے جاتے ہیں۔
وہ شخص شراب پیئے پھر پکڑا جائے اور ابھی بو موجود ہو یا لوگ اسے بدمست حالت میں لائیں
اور شراب نوشی پر گواہی دیں (یعنی موثق طریقوں سے شراب پینا ثابت ہو جائے) تو اس پر
سزا نافذ ہوگی۔ اس طرح اگر وہ (شراب پینے کا) خود اقرار کرے اور بو بھی موجود ہو (محض
اقرار سے سزا نہیں ملے گی اور ثابت ہو جائے تو بھی سزا دی جائے گی)

(ھدایہ ج: ۲ کتاب الحدود، باب حد الشرب، ص: ۵۲۷)

لیکن اگر بو زائل ہونے کے بعد شراب پینے کا اقرار کرے تو امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف
رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک سزا جاری نہیں ہوگی۔

(ھدایہ ج: ۲ کتاب الحدود، باب حد الشرب، ص: ۵۲۷)

جھوٹی تہمت اور اس کی سزا

اگر کوئی آدمی ایک مسلمان پاکدامن عورت پہ بدکاری کی تہمت لگائے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ چار ایسے گواہ پیش کرے جو عام اخلاقی جرائم یعنی فسق ظاہر میں مبتلا نہ ہوں یعنی نمازی ہوں، حرام خور، جھوٹے، مشرک، کسی بڑے گناہ میں ملوث اور بے حیا نہ ہوں۔ ان کی گواہی اسلام کے قانونِ شہادت کے مطابق قبول کی جاتی ہو۔

اگر وہ گواہ پیش کر کے تہمت کو ثابت نہ کر سکے تو انہیں اسی کوڑے مارے جائیں گے تاکہ ایک مسلمان کو بدنام کرنے کا مزہ چکھیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمٰنِينَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا ۚ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ۙ

اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، اور پھر چار گواہ نہیں لاتے تو انہیں اسی دُرّے مارو، اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو، اور وہی لوگ نافرمان ہیں۔

(النور ــ ۴)

۶ ایک آدمی کسی پاکدامن مرد یا عورت کو کہے: کہ "تو نے زنا کیا" صاف طور پر یہ الفاظ کہے اور جس پر تہمت رکھی وہ مطالبہ کرے کہ تہمت لگانے والے کو سزا دی جائے۔ تو تہمت لگانے والے جھوٹے آدمی کو اسی کوڑے مارے جائیں گے جبکہ وہ آزاد ہو۔ یہ کوڑے اس کے بدن کے مختلف اعضاء پہ مارے جائیں گے۔ اس کے کپڑے نہیں اُتارے جائیں گے تاہم کوٹ وغیرہ اوپر کا موٹا لباس اتار لیا جائے گا۔

(ھدایہ ج: ۲ کتاب الحدود، باب حد القذف ملخصا، ص: ۵۲۹)

۶ البتہ یہ ضروری ہے کہ جس پہ بدکاری کی تہمت لگائی گئی وہ آزاد، عاقل، بالغ مسلمان اور بدکاری کے جرم سے پاک ہو۔ تب تہمت لگانے والے کو اس کوڑوں کی سزا دی جائے۔ اگر تہمت لگانے والا غلام ہو تو اسے چالیس کوڑے مارے جائیں۔

(ھدایہ ج: کتاب الحدود، باب حد القذف، ص: ۵۲۹)

جس نے کسی کے نسب کی نفی کی اور کہا: تو اپنے (معروف) باپ کا نہیں۔ اسے حد

لگائی جائے گی۔

(ھدایہ ج: ۲ کتاب الحدود، باب حد القذف، ص: ۵۲۹)

جس نے کہا! اے بدکار عورت کے بیٹے اور اس کی ماں محصنہ (پاک دامن) تھی اور وفات پا چکی ہے۔ اب اگر بیٹے نے مطالبہ کیا تو تہمت لگانے والے کو سزا دی جائے گی۔

(ھدایہ ج: ۲ کتاب الحدود، باب حد القذف، ص: ۵۳۰)

، اگر کسی نے کسی دوسرے پر تہمت رکھی مگر (فیصلہ ہونے یا سزا ملنے سے پہلے) جس پر تہمت رکھی وہ وفات پا گیا تو حد باطل ہو گئی۔

(ھدایہ ج: ۲ کتاب الحدود، باب حد القذف، ص: ۵۳۱)

، اگر کسی مسلمان کو جھوٹی تہمت لگانے پر سزا ملی تو اب اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی چاہے توبہ کرے۔

(ھدایہ ج: ۲ کتاب الحدود، باب حد القذف، ص: ۵۳۴)

کیونکہ وہ مشکوک ہو گیا۔

چوری اور اس کی سزا

چور دراصل پُرامن شہریوں کی محنت کو راتوں رات لوٹ کر خود عیش کرنا اور دوسروں کو مصیبت میں مبتلا کرنا چاہتا ہے جو ہاتھ مسلمانوں کی جان و مال کو لوٹتا ہے وہ محترم ہاتھ نہیں بلکہ خیانت کرنے والا اور ظالم ہاتھ ہے ایسے ہاتھ کو کاٹ پھینک دینا چاہیئے تاکہ مخلوق ایک موذی ہاتھ سے محفوظ رہے جن ممالک میں اسلامی سزائیں جاری ہیں وہاں جرائم تقریباً نابید ہو چکے ہیں اس سلسلہ میں مملکت سعود عرب ایک قابلِ رشک مثال ہے جہاں کے ویران علاقوں میں بھی چوری کا ارتکاب مشکل سے ہی ہوتا ہے جو بدمعاش عناصر اسلامی سزاؤں کے مخالف ہیں وہ دراصل چوروں کے دوست اور امن پسند شہریوں کے دشمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا أَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ (المائدہ — ۳۸)

اور چور خواہ مرد ہو یا عورت ہو، دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہ ان کی کمائی کا بدلہ اور اللہ کی طرف سے عبرت ناک سزا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

۶ حضرت فضالہ بن عبید (رضی اللہ عنہ) کی روایت میں ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چور لایا گیا۔ آپ نے (تحقیقات مکمل کر کے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا) چنانچہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا پھر (عبرت کے لیے اس کی گردن میں لٹکانے کا حکم دیا) چنانچہ اس کی گردن میں لٹکا دیا گیا
(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الحدود، باب فی السارق تعلق یدہ فی عنقہ، ص: ۶۰۶)

۶ حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چور کا ہاتھ صرف چوتھائی دینار یا اس سے زائد (کی چوری) میں ہی کاٹا جائے گا۔
(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب الحدود، باب حد السرقہ ونصابہا، ص: ۶۳)

۶ حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ایک دینار یا دس درہم سے کم (چوری) پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں دی جائے گی۔ یہ حدیث مرسل ہے۔
(جامع ترمذی ج: ۱، ابواب الحدود، باب ماجاء فی کم یقطع السارق، ص: ۲۶۸)
احناف کا یہی مسلک ہے۔

۶ "جب عاقل بالغ آدمی دس درہم یا اس کی قیمت کے برابر حرز (حفاظت) میں رکھی ہوئی چیز چرائے اور اس کے حرز (حفاظت) میں شبہ نہ ہو۔ (یعنی بند مکان یا مقفل صندوق وغیرہ سے چرائے) تو اس کا ہاتھ کاٹنا لازم ہے۔" (ھدایہ ج: ۲، کتاب السرقہ، ص: ۵۳۷)
اگر ایک جماعت مل کر چوری کرے اور ہر ایک کو دس درہم (یا اس سے زیادہ مال ملے) تو ان سب کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں اور اگر دس درہم (سے کم مال ملے تو ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔ (ھدایہ ج: ۲ کتاب السرقہ ص: ۵۳۸)

۶ اگر دوسری بار چوری کرے تو اس کا بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے اور اگر تیسری بار چوری کرے تو ہاتھ نہ کاٹا جائے بلکہ اسے حبسِ دوام میں رکھا جائے یہاں تک کہ توبہ کرے۔
(ھدایہ ج: ۲، کتاب السرقہ، باب مایقطع فیہ ومالا یقطع، ص: ۵۴۷)

۶ ہاتھ کاٹنے کی سزا اس صورت میں ہی دی جائے گی کہ جس کا مال چوری کیا وہ موجود ہو اور مطالبہ کرے۔ (ھدایہ ج: ۲ کتاب السرقہ، باب مایقطع فیہ ومالا یقطع، ص: ۵۴۹)

۶ یہ ضروری ہے کہ دو (عادل بالغ مسلمان قابلِ اعتماد اور اسلام کے قانونِ شہادت کے مطابق اترنے والے) گواہ گواہی دیں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ امام (تحقیقات کرتے ہوئے) گواہوں سے چوری کی بابت معلوم کرے کہ کس طرح چوری ہوئی (الغرض جرح مکمل کرے) اور (تحقیقات مکمل ہونے تک اسے حق ہے) کہ ملزم کو گرفت میں رکھے حتیٰ کہ گواہوں کی مکمل پڑتال ہو جائے۔
(ھدایۃ ج: ۲ کتاب السرقۃ صـ ۵۳۸)

۶۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر چور چوری کا خود اقرار کرے تو ضروری ہے کہ دو بار اقرار کرے اور دو مختلف مجالس میں اقرار کرے (تاکہ ظلم نہ ہونے پائے) (ھدایۃ ج:۲ کتاب السرقۃ ص ۵۴۳)

۷۔ جو آدمی حفاظت میں رکھی ہوئی چیز چوری کرے (اس پر قطع ید کی سزا لازم ہے) اس طرح اگر وہ چیز حرز (حفاظت) میں نہیں مگر اس کا مالک پاس ہی بیٹھا ہے اور حفاظت کر رہا ہے تو چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ جو شخص مسجد سے چیز چرائے اور مالک پاس ہی ہو تو سزا لازم ہے۔

(ھدایہ ج:۲ کتاب السرقہ، باب مایقطع فیہ و ما لایقطع، ص: ۵۴۴)

جو شخص کچھ چیز چُرائے مگر وہ مکان سے چیز نہ نکلے (اور پکڑا جائے یا چلا جائے) تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ (ھدایہ ج:۲ کتاب السرقۃ، باب مایقطع فیہ و مالایقطع، ص: ۵۴۵)

چور کا دایاں ہاتھ (ہتھیلی کے ساتھ والے) جوڑ سے کاٹا جائے گا۔

(ھدایہ ج:۲ کتاب السرقہ فصل فی کیفیۃ القطع و اثباتِہ، ص: ۵۴۷)

اگر چور کا ہاتھ کاٹ دیا گیا اور مسروقہ چیز موجود ہے تو یہ اس کے مالک کو دی جائے گی کیونکہ ابھی تک اس کی ملکیت باقی ہے اور اگر چیز تلف ہوگئی تو (چور) پر لازم نہیں (کیونکہ ہاتھ کٹوا کر وہ سزا پا چکا)

(ھدایہ ج:۲ کتاب السرقہ، باب مایقطع فیہ و مالایقطع، ص: ۵۵۲)

جو چیز دارالاسلام میں مباح حالت میں (سب کے لیے مفت) پائی جاتی ہو مثلاً ایندھن، گھاس، سرکنڈے، مچھلی، پرندے، شکار، زرنیخ، لال مٹی اور نورہ وغیرہ

جو کھانے پینے کی اشیاء جلد خراب ہو جاتی ہیں۔ مثلاً دودھ، گوشت اور مرطوب پھل۔ جو پھل درخت پر ہوں یا وہ کھیتی جو ابھی کاٹی نہیں گئی۔

اس طرح کتے، چیتے، گانے بجانے کے سامان مثلاً طبلہ سارنگی وغیرہ ان کے چرانے پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں ملے گی۔

خیانت کرنے والے اور کفن چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ امام ابویوسف اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :کہ کفن چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کفن چرائے گا ہم اس کا ہاتھ کاٹ دیں گے۔ بیت المال سے چُرانے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا (اس لیے کہ ہر مسلمان کا بیت المال میں حق ہے) جس مال میں کوئی شریک ہے اس کی چوری پر اور والدین اولاد کے مال سے چرائیں یا اولاد والدین کا مال چرائے یا قریبی محرم چرائے ان سب صورتوں میں ہاتھ کاٹنے کی

سزا نہیں ملے گی کفار کی اشیاء مثلاً بت توڑنے یا چرانے پر سزا نہیں۔ ایسے ہی صلیب توڑنے یا چرانے پر کوئی سزا نہیں۔

(ملخصاً من ھدایہ، ج: ۲ ص: ۵۳۹--۵۴۳)

ڈاکہ اور اس کی سزا

ڈاکہ ڈالنے والا آدمی انسانی معاشرے کا دشمن ایک وحشی درندہ اور سخت ترین مجرم ہے ایسے غنڈے انسان کا صحیح علاج یہ ہے کہ اس کا ایک ہاتھ ایک پاؤں کاٹ کر اسے ہمیشہ کے لیے اپاہج کر دیا جائے تاکہ وہ اللہ کی دی ہوئی ہاتھ پاؤں کی قوت کو مخلوق پر ظلم کرنے میں استعمال نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّمَا جَزَآؤُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوٓا أَوْ يُصَلَّبُوٓا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ط ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۙ (المائدہ ــ ۳۳)	ان کی بھی یہی سزا ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد کرنے کو دوڑتے ہیں یہ کہ انہیں قتل کیا جائے یا سولی پر چڑھائے جائیں۔ یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹے جائیں یا وہ جلا وطن کر دیے جائیں۔ یہ ذلت ان کے لیے دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

- مندرجہ بالا آیت میں ڈاکہ ڈالنے کی سزا بتائی گئی چونکہ ڈاکہ ڈالتے وقت کبھی صرف مال لوٹا جاتا ہے کبھی قتل کیا جاتا ہے کبھی ڈاکے کی کوشش ناکام ہو جاتی ہے اور کبھی مال لوٹنے اور قتل کرنے کے دونوں جرم سرزد ہوتے ہیں اس لیے ہر ایک کے لیے عبرتناک سزا مقرر ہے۔ ھدایہ میں اس مسئلہ کی تفصیل آسان انداز سے بیان کی گئی ہے۔
- اگر ایک گروہ یا ایک آدمی ڈاکہ ڈالنے کے لیے نکلیں اور ڈاکہ ڈالنے کا ارادہ کریں مگر کسی کا مال لوٹنے اور قتل کرنے سے پہلے ہی گرفتار کر لیے جائیں تو امام انہیں قید کر دے حتیٰ کہ ان کی توبہ خوب ثابت ہو جائے۔

اور اگر وہ کسی مسلمان یا ذمی کا مال لوٹ لیں اور لوٹا ہوا مال ان پر تقسیم کیا جائے تو ہر ایک کے حصہ میں دس درہم یا اس سے زیادہ یا اس کی قیمت کا مال آئے تو امام ان سب کے ایک جانب کے ہاتھ اور ایک جانب کے پاؤں کاٹ دے۔

اور اگر وہ قتل کر دیں مگر مال نہ لوٹ سکیں تو امام انہیں قتل کے جرم میں قتل کر دے اگر مقتول کے وارث معاف کر دیں تو ان کی طرف توجہ نہ دے بلکہ ان قاتل ڈاکوؤں کو قتل کر دے) کیونکہ یہ شریعت کا حق ہے (یعنی قاتل ڈاکو عام قاتل کی طرح نہیں ہے بلکہ شدید مجرم اور ناقابل معافی ہیں۔

(ملخصاً من ھدایہ ج: ۲ کتاب السرقہ، باب قطع للطریق، ص: ۵۵۵)

اگر وہ قتل بھی کریں اور مال بھی لوٹ لیں تو ایسی صورت میں امام کو اختیار ہے چاہے تو ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ کر انہیں قتل کرے یا سولی دے اور چاہے انہیں صرف قتل ہی کرے اور چاہے تو صرف سولی پر چڑھائے۔

(ھدایہ ج: ۲ کتاب السرقہ، باب قطع الطریق، ص: ۵۵۵، ۵۵۶)

۶ اگر سولی چڑھائے تو زندہ حالت میں سولی دے اور اس طرح کہ ان کے پیٹ میں نیزہ چبھو دیا جائے۔ یہاں تک کہ وہ مر جائیں اور تین دن سے زیادہ (ان کی لاش) سولی پر نہ لٹکائے رکھے۔ (تاکہ بدبو نہ پھیل جائے)

(ھدایہ ج: ۲ کتاب السرقہ، باب قطع الطریق، ص: ۵۵۶)

۶ اگر مال لوٹ لیا پھر زخمی کیا (اور قتل نہیں کیا) تو اس کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں (مختلف سمتوں) سے کاٹ دیا جائے مگر زخموں کا بدلہ الگ نہیں لیا جائے گا۔

۶ اگر توبہ کرنے کے بعد کسی وقت گرفتار ہوا اور اس نے کسی ڈاکے میں عمداً قتل کیا تھا تو اگر وارث چاہیں اسے قتل کر دیں اور چاہیں معاف کر دیں (مگر ڈاکہ ڈالتے وقت اگر قتل کیا اور توبہ سے پہلے گرفتار ہوا تو پھر وارثوں کو معاف کرنے کا حق نہیں بلکہ اسے ضرور قتل کیا جائے گا) (ھدایہ ج: ۲ کتاب السرقہ، باب قطع الطریق، ص: ۵۵۷)

مرتد کی سزا موت ہے

اسلام نے اپنی ساری تعلیم سب پر واضح کر دی جو شخص اسلام قبول کرنا چاہے اسے حق حاصل

ہے کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے اسلام کے عقائد و اعمال کی مکمل تفصیل حاصل کرے اور کچھ تعلیم نہیں ہے کہ جو کسی غیر مسلم کو اسلام قبول کرنے کے بعد ہی بتائی جاتی ہو۔

جو مذہب سب پر اپنی تعلیم واضح نہیں کرتا وہ دھوکہ اور فریب کا جال ہے جیسے کہ یہود اور اس سے پیدا ہونے والے مذاہب اسماعیلی قرامطہ اور رافضیوں کے گروہ۔

اسلام نے یہ بھی واضح کر دیا کہ کسی غیر مسلم کو جبری طور پر مسلمان نہیں بنایا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَآ إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ

(البقرہ - ۲۵۶)

دین (یعنی اسلام قبول کرنے) کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں، ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔

اسلام نے یہ بھی واضح کر دیا کہ جو شخص اسلام قبول کرے گا وہ پہلے یہ جان لے کہ مرتد کی سزا ہے اب جو شخص اسلام قبول کرتا ہے۔ وہ اسلام کی تمام تعلیمات بشمول مرتد کی سزا کو صحیح سمجھ قبول کرتا ہے جب اس نے اسلام قبول کرنے پر اسلام کی تعلیمات کی پابندی کا وعدہ کیا تو اس مرتد کی سزا کی پابندی کا وعدہ بھی شامل ہے۔

صحابہ کرام نے اس پر عمل کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام سے پھرنے والے مرتد کیلئے قتل کی سزا دی۔

۶ حضرت عکرمہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے کچھ لوگوں کو جو اسلام سے مرتد ہو گئے تھے۔ جلا دیا۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کو یہ خبر ملی تو انہوں نے فرمایا۔ اگر میں ہوتا تو انہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے باعث قتل کرتا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنے دین (اسلام) کو بدل دے (یعنی مرتد ہو جائے) اسے قتل کر دو۔

اور میں انہیں نہ جلاتا اس لیے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے عذاب (آگ) کے ساتھ کسی کو سزا نہ دو۔ یہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے سچ فرمایا۔

(جامع الترمذی ج: ابواب الحدود، باب ماجاء فی المرتد، ص: ۲۷۰)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں شریر یہودیوں نے یہ فیصلہ کیا کہ صبح کو اسلام قبو

کر لو اور شام کو کافر بن جاؤ تاکہ سادہ لوح مسلمانوں کے دلوں میں شبہ ڈالا جاسکے کہ دیکھو صبح کو بڑے بڑے دانشور مسلمان ہوئے۔ شام کو باہر نکل گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں کوئی خرابی ہے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سازش سے آگاہ فرما دیا اور مرتد کی سزا قتل مقرر کر کے ایسے بدمعاش اور سازشی دانشوروں کو اسلام کے ساتھ غداری اور مسخرہ پن کرنے پر مناسب سزا دی۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی سازش کو بے نقاب کرتے ہوئے فرمایا:

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ۚۖ

اور اہل کتاب میں سے ایک جماعت نے کہا جو کچھ مسلمانوں پر اُترا ہے اس پر صبح ایمان لاؤ اور شام کو اس سے انکار کر دو شاید کہ وہ بھی پھر جائیں۔

(آل عمران — ۷۲)

جیسے کہ آج کل بھی بعض محض دنیا کمانے کا فن سیکھ کر یعنی ڈاکٹر انجینئر وغیرہ بن کر اکڑتے پھرتے ہیں اور بدنصیبی سے اسلام کی وہ تعلیم جو قرآن مجید، حدیث مبارک، آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے اس سے جاہل ہوتے ہیں وہ محض دنیا کے مال و مرتبہ پر تکبر کرتے ہوئے مسلمانوں پر فخر جتلاتے اور مسلمانوں کو بے وقوف اور خود کو عقلمند سمجھتے ہیں حالانکہ محض مال و دولت یا دنیاوی وقتی مرتبہ حاصل کرنے والا اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ کے دین سے جاہل اور دور رہ کر آخرت کا دائمی جہنم اور ذلت خریدنے والا سب سے بڑا بدعقل اور بدنصیب ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت دے۔

اور جب ایک مسلمان (العیاذ باللہ) اسلام سے پھر جائے تو اس پر اسلام پیش کیا جائے اگر اسے کوئی (واقعی) شبہ ہو تو دور کیا جائے (یعنی اس کا مناسب جواب بتایا جائے) اور اسے تین دن تک قید کر دیا جائے پس اگر وہ اسلام قبول کر لے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔ البتہ اگر کسی نے اس پر اسلام پیش کرنے سے پہلے قتل کر دیا تو یہ مکروہ (اور ناپسندیدہ) کام ہے مگر قاتل پر کچھ تاوان لازم نہیں۔ (ھدایہ ج: ۲ کتاب السیر، باب احکام المرتدین، ص: ۶۰۰)

البتہ مرتد کا مال وارثوں کو ملے گا جیسے کہ شرح معانی الآثار میں ہے کہ "تمام علماء کا اجماع ہے کہ مرتد کے ارتداد سے پہلے اس کا خون اور مال محفوظ تھا جب وہ مرتد ہوا تو سب کا اجماع ہے کہ پہلی حفاظت ختم ہو گئی اب اس کا خون مباح ہے البتہ مال سابقہ ممانعت کی وجہ سے محفوظ

رہے گا" (یعنی وارثوں کو ملے گا۔)

(شرح معانی الآثار ج : ۲، کتاب السیر، باب میراث المرتد لمن هو، ص : ۱۷۴)

"مرتد عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے قید کر دیا جائے یہاں تک کہ اسلام قبول کرے (یا مر جائے)

۶ امام شافعیؒ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔"

(ھدایہ ج : ۲ کتاب السیر، باب احکام المرتدین، ص : ۶۰۰، ۶۰۱)

۶ اگر وہ مرتد ہونے کی حالت میں مر جائے یا قتل کر دیا جائے تو اس نے زمانۂ اسلام میں جو کمایا وہ اس کے مسلمان وارثوں کا ہے اور جو مرتد ہونے کی حالت میں کمایا وہ بیت المال میں جائے گا، امام ابو یوسف اور محمد رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں سب اس کے وارثوں کا ہے۔

(ھدایہ ج : ۲ کتاب السیر، باب احکام المرتدین، ص : ۶۰۱)

جادوگر کی سزا

اگر جادوگر کسی پر ایسا عمل کرے کہ جس کی وجہ سے وہ مر جائے تو یہ قتل کرنے کا ہتھیار ہے اسے قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ اگر جادوگر کافرانہ کلام یا کام کرے یا اسلام کے کسی نشان مثلاً قرآن مجید یا نماز روزہ یا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یا اللہ تعالیٰ کی توہین کرے تو اسے قتل کیا جائے اور اسے کافر سمجھا جائے گا

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر جادو کرنے والا ایسا عمل کرے کہ جو کفر سے کم درجہ کا ہو یعنی کفر کا کام نہ ہو تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

(جامع الترمذی ج : ۱، ابواب الحدود، باب ماجاء فی حد الساحر، ص : ۲۷۰)

۶ حضرت جندب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جادوگر کی سزا تلوار کے ساتھ مارنا ہے۔

(جامع الترمذی ج : ۱، ابواب الحدود، باب ماجاء فی حد الساحر، ص : ۲۷۰)

یعنی اگر جادوگر کلماتِ کفر بکے یا کفر کا کام کرے تو وہ گویا مرتد ہے۔ اسے قتل کیا جائے گا

قانون شہادت

اسلام نے سچی گواہی پر زور دیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ز	اے ایمان والو! اللہ کے واسطے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔

(المائدہ — ۸)

اور حکم دیا کہ گواہی کو نہ چھپائیں۔ خصوصاً جبکہ کسی مسلمان کو ظلم سے بچانا مقصود ہو، یا بھائی کا فائدہ ہوتا ہو۔ جبکہ گواہی کے لیے طلب کیا جائے خواہ مخواہ نہ جا گھسے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ط (البقرہ — ۲۸۲)	اور جب گواہوں کو بلایا جائے تو انکار نہ کریں۔

مزید فرمایا :

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ط وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ط	اور گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو شخص اسے چھپائے گا تو بے شک اس کا دل گناہ گار ہے۔

(البقرہ — ۲۸۳)

جھوٹی گواہی دینے کو شدید جرم قرار دیا کیونکہ جھوٹی گواہی عدل و انصاف کو برباد کرتی ہے۔

۶ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے گناہوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا : (بڑے گناہ یہ ہیں): اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا، کسی جان کو (یعنی انسان کو ناحق) قتل کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔

(صحیح البخاری ج : ۱، کتاب الشہادت، باب ما قیل فی شہادۃ الزور، ص : ۳۶۲)

۶ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جھوٹے گواہ کے قدم (قیامت کے دن زمین سے) نہیں ہٹیں گے حتیٰ کہ اس کے لیے دوزخ کی سزا طے کر دی جائے گی۔

(سنن ابن ماجہ ابواب الشہادات، باب شہادۃ الزور، ص : ۱۷۳)

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جھوٹے گواہ کو میں بازار میں (پھرا کر) مشہور کر دوں گا

مگر اس کو دوسری سزا نہیں دوں گا۔ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ ہم جھوٹے گواہ کو (ڈنڈے وغیرہ) ماریں گے اور قید کریں گے (ان کی دلیل یہ ہے) کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک جھوٹے گواہ کو چالیس کوڑے مارے اور اس کا منہ کالا کیا۔
(ھدایہ ج: ۳ کتاب الشہادات، باب الشہادہ علی الشہادہ، ص: ۱۷۲)

گواہی کے مسائل

- گواہی دینا فرض ہے اور گواہوں کو لازم ہے کہ وہ گواہی دیں اور جب مدعی ان سے مطالبہ کرے تو وہ بات نہ چھپائیں۔
- حدود (زنا وغیرہ کی حدود) میں گواہ کو اختیار ہے کہ پردہ پوشی کرے یا ظاہر کر دے البتہ پردہ پوشی بہتر ہے مگر کسی مسلمان کو مالی نقصان ہو رہا ہو یعنی) چوری کے سلسلہ میں مال کی گواہی دینا ضروری ہے۔ (ھدایہ ج: ۳، کتاب الشہادۃ، ص: ۱۵۴)

گواہی کے درجات ہیں:

- زنا کے بارے میں گواہی دینا۔ اس میں چار مردوں کا گواہ ہونا ضروری ہے عورتوں کی گواہی اس میں قبول نہیں کی جاتی۔ اس طرح حدود و قصاص کے مقدمات میں عورتوں کی گواہی قبول نہیں کی جاتی۔
- حدود و قصاص کی باقی صورتوں میں دو مردوں کی گواہی قبول کی جائے گی۔
وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ۔

(ھدایہ ج: ۳، کتاب الشہادۃ، ص: ۱۵۴)
- ان کے علاوہ باقی تمام حقوق میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی قبول کی جاتی ہے چاہے مالی حق ہو یا غیر مالی مثلاً نکاح، طلاق، وکالت اور وصیت وغیرہ۔
(ھدایہ ج: ۳ کتاب الشہادات، ص: ۱۵۴، ۱۵۵)
- ولادت، بکارت، عورتوں سے متعلقہ عیوب جن پر مرد آگاہ نہیں ہو سکتے۔ ان کے بارے میں ایک عورت کی گواہی بھی کافی ہے۔
(ھدایہ ج: ۳، کتاب الشہادۃ ص: ۱۵۵)
- البتہ یہ ضروری ہے کہ گواہ عادل ہو، اور یہ الفاظ کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں اگر اس نے یہ کہہ دیا کہ مجھے یہ علم ہے یا مجھے یہ یقین ہے کہ ایسا ہوا تو گواہی قبول نہیں ہو گی۔
(ھدایہ ج: ۳، کتاب الشہادۃ، ص: ۱۵۶)

کس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی؟

جو آدمی شرک یا بدعت کا مرتکب ہو، یا اسلام کے بنیادی عقائد کا انکار کرے یا کافر ہو۔ ان سب کی گواہی قبول نہ کی جائے کیونکہ کفار و مشرکین اور بدعتی سب سے بڑے درجے کے بدمعاش، غنڈے اور ناقابلِ اعتماد لوگ ہیں چنانچہ قرآن و حدیث میں مذکور عقائد کے منکر یعنی کافر، مشرک، بدعتی، حدیث کے منکر، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دشمن، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبی یا رسول ماننے والے جیسے کہ قادیانی، بہائی اور اسی طرح اسماعیلی قرامطہ نصیری جو اپنے آپ کو علوی کہتے ہیں۔ دروزی اثنا عشری حتیٰ کہ بدعتی فرقوں کے لوگوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ گواہ کے لیے مسلمان ہونا اور عادل ہونا ضروری ہے اس طرح جو گواہ بے حیا ہو، جھوٹا، خائن، بدکار، گانے بجانے والا، حرام کھانے پینے والا یعنی شرابی حرام کاروبار کرنے یا کسی بڑے گناہ میں مبتلا۔ علماء اسلام کا دشمن اور بازاروں میں کھڑے ہو کر کھاتا ہے ان سب کی گواہی تسلیم نہیں کی جائے گی۔

دراصل کسی شخص پر سزا لازم کرنے سے پہلے صحیح تحقیق ضروری ہے۔ اگر ہر بدکار و بدمعاش گواہ کے کہنے پر سزائیں دی جائیں تو شاید ہی کوئی آدمی سزا سے بچ سکے۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ ان کے دادا محترم (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خیانت کرنے والے مرد اور خیانت کرنے والی عورت کی گواہی درست نہیں۔ اس طرح جس کو اسلام میں (کسی جرم پر) سزا ملی ہو، اور جو اپنے بھائی کے بارے میں بغض رکھتا ہے اس کی گواہی درست نہیں۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الشہادات، باب من لا تجوز شہادۃ، ص: ۱۷۲)

حضرت عمرو بن شعیب کی اپنے والد اور دادا (رضی اللہ عنہ) کی روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خیانت کرنے والے مرد اور خیانت کرنے والی عورت کی گواہی درست نہیں اس طرح جس کو اسلام میں (کسی جرم پر) سزا ملی اور جو اپنے بھائی کے بارے میں بغض رکھتا ہے اس کی گواہی درست نہیں۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الشہادات، باب من لا تجوز شہادۃ ص ۱۷۲)

۶ حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خیانت کرنے والے مرد اور خیانت کرنے والی عورت، جس مرد یا عورت کو (کسی جرم میں سزا مل چکی ہو) اور جو اپنے بھائی کے بارے میں بغض رکھتا ہو۔ اور جس کی (جھوٹی) گواہی کا تجربہ ہو چکا ہو اور جو گھر والوں کے ماتحت ہو (گھر کا نوکر) اور جو ولاء یا رشتہ کے بارے میں متہم ہو۔ ان سب کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

(جامع ترمذی ج: ابواب الشہادات، ص: ۵۵، ۵۶)

۶ یعنی جو اپنے آقا کی طرف نسبت نہ کرے یا اپنے باپ کی طرف نسبت نہ کرے وہ بھی ایک قسم کا بدمعاش آدمی ہے اس کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔ صاحب ھدایہ نے مردود گواہوں کی تفصیل بتاتے ہوئے فرمایا: اندھے کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔ امام ابو یوسف اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر واقع کے وقت وہ دیکھتا تھا۔ بعد میں نابینا ہوا تو گواہی قبول ہوگی۔ اس طرح غلام، جس کو جھوٹی تہمت لگانے کے جرم میں سزا ملی ہو۔ اگرچہ توبہ کرے مگر اس کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔ باپ کی اپنے بیٹے پوتے وغیرہ کے حق میں، اور بیٹے کی اپنے باپ دادا وغیرہ کے حق میں گواہی قبول نہیں ہوتی۔ خاوند بیوی کی ایک دوسرے کے حق میں، آقا کی غلام کے حق میں اور ہیجڑے کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔ ہیجڑے سے مراد وہ ہے جو برے کاموں میں لگا رہتا ہے (جیسے کہ گانے ناچنے والے خبیث عناصر ہیں)، کیونکہ یہ بدمعاش ہیں۔ بین کرنے والی اور گانے والی، شراب (اور افیون وغیرہ) کھانے پینے والے، پرندوں کے ساتھ کھیلنے والے (کبوتر باز، بٹیر باز وغیرہ) طبلے سارنگی وغیرہ بجانے والے اور جو بھی کسی بڑے گناہ میں ملوث ہے وہ بدمعاش ہے اس کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔ سود خور، جوئے باز، شطرنج وغیرہ کھیلنے والا۔ اس طرح جو آدمی بیہودہ کام کرتا ہے مثلاً عام راستہ پر پیشاب کرتا ہے اور عام راہ پر کھاتا پیتا ہے (یہ سب بے حیاء ہیں) جو سلف صالحین (صحابہ کرام یا علماء اسلام) کو گالی دیتا ہے۔ اس کا غنڈہ پن ظاہر ہوگیا۔ اس کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔ اگر حربی کافر، ذمی کے خلاف گواہی دے تو اس کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔

(ملخصاً من ھدایہ ج: ۳ کتاب الشہادۃ، باب من یقبل شہادتہ ومن لایقبل، ص: ۱۶۰-۱۶۳)

۶ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ضروری ہے کہ دونوں گواہوں کے الفاظ اور مفہوم میں اتفاق پایا جائے۔

(ھدایہ ج: ۳، کتاب الشہادات، باب الاختلاف فی الشہادۃ، ص: ۱۶۶)

اس مختصر کتاب میں اسلام کی تعلیمات کے ہر حصہ کی مکمل تفصیل نہیں آسکتی۔ ہر معاملہ میں اختصار سے کام لیا گیا ہے تاکہ قارئین کرام اور عقل و دیانت رکھنے والے لوگ واضح طور پر یہ جان سکیں کہ اسلام ہی ساری کائنات میں واحد اور آخری سچا اور عدل و انصاف سے بھرپور دین ہے اور اس دین پر ایمان لانا اور اس دین پر عمل کرنا دنیا میں عزت و کامیابی اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کی ضمانت ہے۔

(واللہ ھو الموفق)

باب — ۱۲

خوشی اور غم

انسان پر طرح طرح کے حالات طاری ہوتے رہتے ہیں کبھی خوشی حاصل ہوئی کہ صحت یا مال یا فتح وغیرہ کی، نعمت ملی اور کبھی غم دیکھنا پڑا کہ مال تباہ ہوگیا صحت خراب ہوگئی، موت واقع ہوگئی، قید یا شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

اسلام نے ہر حالت میں مخلوق کو ایسا پروگرام عطا کیا کہ ہر آدمی خوشی و نعمت سے مسرت حاصل کرے اور کسی قسم کی بداخلاقی کا انداز اختیار نہ کرنے پائے۔

اسی طرح غم و پریشانی کی حالت میں ثابت قدم رہ کر اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے پوری قوت کے ساتھ کامیابی کی طرف بڑھنے کی کوشش کرے اور قلبی بے اطمینانی اور مایوسی کے غلط نتائج سے محفوظ رہے۔

حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے ابوذر، تدبیر جیسی کوئی عقل نہیں، رک جانے (پرہیز کرنے) جیسا کوئی تقویٰ نہیں اور حسنِ اخلاق جیسا کوئی حسب (ونسب) نہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح، باب الرفق والحیاء وحسن الخلق، الفصل الثالث عن بیہقی فی شعب الایمان ص: ۴۳۰)

اس حدیث میں تین باتیں بتائی گئیں۔

۱۔ تدبیر کرنا اور غور و خوض کر کے منصوبہ بنانا یہ ہی عقل مند ہونے کی علامت ہے عقلمندی یہ ہے کہ انسان ہر معاملہ کو غور سے سمجھے۔ مشکل کو حل کرنے کے لیے جائز اور قابلِ عمل تدابیر سوچے۔ ہر تدبیر کے انجام پر نظر رکھ کر پختہ عزم کے ساتھ اس پر عمل کرے۔ اس سلسلہ میں استخارہ کرنا، محنت کرنا اور دعائیں کرنا یہ سب امور کامیابی کے لیے ضروری اور تدبیر کا ضروری حصہ ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ جو بھی انجام کرے وہ مالک ہے۔ بندے کا کام یہی ہے کہ وہ ممکن اور جائز منصوبے بنا کر اپنے لیے لائحہ مرتب کر کے اس پر عمل کرنا شروع کر دے۔ اب اگر کامیابی ہو۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اس کا شکر ادا کرے اور اگر خدانخواستہ ابتلا آجائے اور ناکامی کا سامنا کرنا پڑے تو صبر کرے، دعائیں

کرے اور اللہ تعالےٰ کے فیصلہ پر کوئی غلط کلام زبان سے نہ نکالے۔ ہر حالت میں اللہ تعالےٰ کی حمد بیان کرے۔

اور یہ کہے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ (ہر حالت میں اللہ تعالےٰ کے لیے سب حمد ہے)
انشاء اللہ ایسا کرنے سے وہ ناکامی بھی نعمت بن جائے گی۔

مگر نعمت ملنے پر شہوت پرستی کے مظاہرے کرنا، ناچ گانے، شراب نوشی، تکبر اور بدکاری کی مجالس منعقد کرنا اور ناکامی ہونے پر بے صبری دکھانا، ماتم کرنا، سینہ کوبی اور بکواس کرنا یہ انسانی اخلاق نہیں بلکہ یہ خبیث قسم کے جانوروں کا طریقہ ہے۔

کفار کی عادت ہے کہ مال ملا اور خوشی حاصل ہوئی۔ تو شراب نوشی، بدکاری اور ناچ گانے میں لگ کر سمجھا کہ ہم نے خوشی منالی۔ یہ خوشی نہیں بلکہ غنڈہ گردی ہے۔ کفار کو اگر فتح حاصل ہوئی تو عام طور پر وہ مفتوح اقوام کی خون ریزی کرنے لگتے ہیں اور خونخوار درندوں کی طرح قتل عام کرکے سمجھتے ہیں کہ ہم نے خوشی منالی اور دشمن کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔

اور اگر کفار کو غم یا محرومی ملے تو عقل کھو بیٹھتے ہیں ماتم کرنا اور سینہ پیٹنا شروع کر دیتے ہیں اور گاہے خودکشی کرکے زندگی جیسی عظیم نعمت سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ یہ سب خرابیاں اسلام کی صحیح تعلیمات سے محرومی کا نتیجہ ہیں۔

اللہ تعالےٰ سب مخلوق کو اسلام کی نعمت سے سرفراز فرمائے اور کفر و شرک سے بچائے

اگر مال یا علم حاصل ہو

اگر اللہ تعالےٰ کسی کو مال عطا فرمائے یا ملازمت میں ترقی عطا فرمائے یا تجارت وغیرہ کسی بھی معاملہ میں نفع عطا فرمائے۔ تو اس پر اللہ تعالےٰ کی حمد بیان کرے اور اللہ تعالےٰ کے سامنے سجدۂ شکر ادا کرے۔

حضرت ابی بکرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی مسرت کی بات پہنچتی یا آپ کو خوشخبری دی جاتی تو آپ اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ کرتے۔
(سنن ابی داود ج: ۲، کتاب الجہاد، باب فی سجود الشکر، ص: ۳۸۳)

جو آدمی شکر کرے گا اللہ تعالےٰ مزید نعمت عطا فرمائے گا۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (اگر تم شکر گذاری کرو گے تو اور زیادہ دونگا)

(ابراهیم - ۷)

اگر اللہ تعالےٰ کسی کو اسلام کا علم عطا کرے جو کہ سب سے بڑی نعمت اور انبیاء علیہم السلام کی وراثت ہے۔ تو اس پر سب سے زیادہ شکر ادا کرنا ضروری ہے جس کی صورت یہ ہے کہ مال کو جائز مقامات پر خرچ کرے غریبوں کی مدد کرے اسلام کی تعلیم عام کرنے اور جہاد میں خرچ کرے۔ علم پر خود عمل کرے دوسروں کو اسلام کی طرف دعوت دے۔ جس قدر ہو سکے۔ اسلام کی تعلیم عام کرے۔

(حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو ہی قابل رشک ہیں۔

۱۔ وہ آدمی جس کو اللہ تعالےٰ مال عطا کرے اور وہ اسے حق (اسلام کی دعوت اور مسلمانوں کی امداد) میں خرچ کرے۔

۲۔ وہ آدمی جس کو اللہ تعالےٰ حکمت (اسلام کا علم) عطا کرے وہ اس کے ساتھ فیصلہ کرے اور لوگوں کو سکھائے۔

(صحیح البخاری ج: ۱، کتاب العلم، باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ، ص: ۱۷)

اگر اللہ تعالےٰ کسی کو مال یا مرتبہ دے تو تکبر نہ کرے لوگوں پر ظلم نہ کرے بلکہ عام مسلمانوں کو اپنا بھائی سمجھے اور سب مسلمانوں کے ساتھ گھل مل کر رہے۔ حضرت سعد (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بے شک اللہ تعالےٰ اس بندے کو پسند کرتا ہے جو کہ پرہیز گار، مالدار اور پوشیدہ رہنے والا ہو۔

(مشکوٰۃ المصابیح، باب استحباب المال والعمر للطاعۃ عن صحیح مسلم، ص ۴۵۰)

الغرض مال ملنے پر اس کے شکر کا طریقہ یہ ہے۔ کہ مالی حقوق ادا کرے یعنی زکوٰۃ ادا کرے قربانی دے، واجب صدقات ادا کرے پڑوسیوں اور غریب مسلمانوں کی مدد کرے مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی قوت بحال کرنے اور اسلام کی دعوت پھیلانے میں ممکن حد تک تعاون کرے ایسا مال واقعی اللہ تعالےٰ کا انعام ہے جس کا انجام جنت اور اللہ تعالےٰ کی رضا ہے۔

لیکن اگر مال حاصل کر کے حرام کھانوں اور حرام کاموں میں مصروف ہو گیا اور مسلمانوں پر ظلم کرنے لگا۔ تو یہ مال عذاب بن کر آیا تا کہ اس کے ذریعہ زیادہ گناہ کر کے جہنم میں زیادہ عذاب کی جگہ

حاصل کر کے مرے۔ اللہ تعالیٰ بُرے مال سے بچائے۔

اس طرح اگر حکومت یا مرتبہ حاصل ہو تو اس کا شکریہ ہے کہ سب ماتحتوں اور رعایا کو اسلام کا پابند بنائے اور ان کی دنیاوی اور اخروی حالت درست کرنے پر خوب توجہ دے۔ اور اگر حکومت یا مرتبہ حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں اور علماء اسلام پر ظلم کیا۔ کفار سے تعاون کیا۔ باطل فرقوں جیسے کہ آج کل قادیانی، رافضی، خارجی، منکر حدیث لوگ ہیں۔ ان کو پھلنے پھولنے میں مدد دی یا اجازت دی یا بدکار لوگوں، شرابی گانے بجانے والوں سے تعاون کیا۔ تو یہ حکومت اللہ تعالےٰ کی طرف سے لعنت بن کر آئی تاکہ ظالم اور کفار کے دوست بدمعاش حکمرانوں کو سخت عذاب والا جہنم ملے۔۔۔ الغرض ہر کام کا انجام اُس کام سے الگ نہیں ہوتا۔ الغرض نعمت ملے یا کسی تکلیف سے نجات ملے ہر صورت میں اللہ تعالےٰ کا شکر کرے اور کوئی نیک کام مکمل کرے تو بھی حمد بیان کرے مثلاً یہ ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ (اللہ کی حمد ہے جس کے فضل سے اچھے کام مکمل ہوتے ہیں۔

اگر نکاح کرے

اگر اللہ تعالےٰ نکاح کی نعمت عطا کرے تو اس کے شکر کا طریقہ یہ ہے کہ نیک عورت نکاح کے لیے منتخب کرے۔ نکاح کی مجالس میں کوئی گناہ کا کام نہ کرے مثلاً میراثی یا طبلچی بلا کر ڈھول نہ پٹوائے ناچ گانے اور شراب نوشی سے بچے نکاح کی جس تقریب میں ناچ گانا، بدکار عورتوں کا بن سنور کر مردوں سے میل ملاپ ہوگا وہ ایک مسلمان کے نکاح کی مجلس نہیں بلکہ بدمعاش مردوں اور بدمعاش عورتوں کی غنڈہ گردی کا ایک خبیث اجتماع ہے۔ ایسی مجلس میں ہرگز شریک نہ ہو

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
گانا، دل میں منافقت پیدا کرتا ہے جیسے کہ پانی کھیتی کو اُگاتا ہے۔"

(مشکوٰۃ المصابیح باب البیان والشعر الفصل الثالث، عن البیہقی فی شعب الایمان ص: ۴۱۱)

اگر اولاد عطا ہو

جس طرح حلال مال اور اسلام کا علم اللہ تعالےٰ کی نعمتیں ہیں اسی طرح نیک اولاد بھی اللہ تعالےٰ کی نعمت ہے نیک اولاد دنیا میں قرت اور آخرت میں صدقہ جاریہ ہوتی ہے جو اولاد دشمنوں کے مقابلہ میں

والدین کی حمایت کرے امور زندگی میں والدین کے ساتھ تعاون کرے۔ جہاد کرے اور اسلام کی پابندی کرے ایسی اولاد اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔

جب بچہ پیدا ہو تو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے اور بچہ کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہے۔ کسی نیک آدمی سے بچے کو گھٹی دلائے یعنی وہ کھجور کو چبا کر بچہ کے منہ میں دے اس کے نیک، اسلام کے پابند اور عالم ہونے اور والدین کے لیے دنیا و آخرت میں نعمت ہونے کی دعا کرے۔ اس کا اچھا سا نام رکھے۔ اور عقیقہ کرے۔ احادیث میں اس کی وضاحت کی گئی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (نومولود) بچے لائے جاتے تھے۔ آپ ان کے لیے برکت کی دعا کرتے اور ان کو گھٹی دیتے۔

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب الاداب / باب استحباب تحنیک المولود عند ولادتہ الخ ص: ۲۰۹)

(حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے ہاں ہجرت مدینہ کے وقت قبا کے مقام پر بچہ پیدا ہوا وہ اس کو لے کر) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں آپ نے اُسے اپنی گود میں لیا پھر ایک کھجور منگوا کر اسے چبایا پھر اس (بچے) کے منہ میں لعاب ڈالا۔ چنانچہ اس کے پیٹ میں پہلے داخل ہونے والی چیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب تھا آپ نے اسے کھجور کی گھٹی دی پھر اس کے لیے دُعا کی اور برکت کے لیے دُعا کی اور یہ اسلام میں پہلا بچہ پیدا ہوا۔

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب الاداب / باب استحباب تحنیک المولود عند ولادتہ الخ ص: ۲۰۹)

ساتویں دن بچے کا نام رکھ دے اور اچھا سا نام رکھے۔

(حضرت ابوالدرداء (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں قیامت کے دن تمہارے ناموں اور تمہارے باپوں کے ناموں کے ساتھ پکارا جائے گا۔ پس اپنے اچھے نام رکھو۔

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الادب / باب فی تغییر الاسماء ص: ۶۷۶)

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کو تمہارے پسندیدہ ترین ناموں میں سے عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہے

(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب الادب / باب النہی عن التکنی بابی القاسم وبیان مایستحب من الاسم ص: ۲۰۶)

حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے نام کے ساتھ نام رکھو اور میری کنیت کے ساتھ کنیت نہ رکھو کیونکہ میں ابوالقاسم ہوں

تم میں دین کا علم اور اللہ کا فضل یعنی غنیمت وغیرہ) تقسیم کرتا ہوں۔
(صحیح المسلم ج: ۲، کتاب الاداب/ باب النھی عن الکنی بابی القاسم وبیان مایستحب من الاسم ص: ۲۰۶)
ساتویں دن بچے کے بال اترواکر اُن کے ہم وزن چاندی یا اس کی قیمت تقسیم کرے اور عقیقہ کرے۔
حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
نے حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) سے ایک بکری کا عقیقہ کیا اور فرمایا: اے فاطمہ اس کا سر منڈاؤ
اس کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی خیرات کرو، چنانچہ (بالوں کا) وزن کیا گیا ان کا وزن
درھم یا درھم کا کچھ حصہ نکلا۔
(جامع ترمذی ج: ۱ ابواب الاضاحی/ باب الاذان فی اُذن المولود کے بعد والا تیسرا باب ص: ۲۷۸)
(حضرت ام کرز رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے)
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عقیقہ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا:
لڑکے سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک (بکری) چاہے وہ نر ہوں یا مادہ اس میں کچھ
حرج نہیں۔
(جامع ترمذی ج: ۱، ابواب الاضاحی/ باب ماجاء فی العقیقہ) ص: ۲۷۸)
یعنی مناسب یہ ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکری کا عقیقہ کرے لیکن اگر گنجائش نہ ہو تو لڑکے
اور لڑکی ہر ایک کی طرف سے ایک ایک بکری بھی کافی ہے۔
حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما ہر ایک کی طرف) سے ایک ایک مینڈھے سے عقیقہ کیا۔
(سنن ابی داؤد ج: ۲، کتاب الضحایا/ باب فی العقیقہ، ص: ۳۹۲)
بچہ کی پیدائش پر گانا بجانا اور میراثی قوال بلا کر جلسے بجوانا یا قوالی کرانا شیطانی کام ہیں اور
ایسے کام سخت گناہ ہیں۔ ان سے بچنا چاہیئے نعمت ملنے پر عبادت، شکر اور سخاوت ہی ایک اچھا عمل
ہے اولاد کا اچھا شکر یہ ہے کہ اس کی اسلامی تربیت کرے۔ اسلام کی تعلیم دے۔ جہاد کے لیے تیار کرے

اگر فتح حاصل ہو

اگر اللہ تعالےٰ فتح عطا فرمائے یا مقدمہ جیت جائے تو اُسے چاہیے کہ اللہ تعالےٰ کی حمد بیان
کرے صدقہ کرے نوافل پڑھے بلکہ ہر خوشی کے موقع پر سجدہ شکر ادا کرے۔ جیسے اس موضوع پر حدیث

گذر چکی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خوشی کی بات پہنچتی یا خوشخبری دی جاتی تو آپ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ ادا کرتے۔

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الجہاد / باب فی سجود الشکر ص ۳۸۴)

حضرت ام ھانی بنت ابی طالب (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن نماز ضحیٰ آٹھ رکعت پڑھیں ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے رہے

(سنن ابی داود ج: ۱ کتاب الصلوۃ / باب صلوۃ الضحیٰ / ص: ۱۸۴)

چنانچہ اگر فتح حاصل ہو تو ایک مسلمان کا اخلاق یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی حمد بیان کرے۔ کسی پر ناحق ظلم نہ کرے اور نہ ہی حرام کام میں مبتلا ہو مسلمانوں کو پابند کیا گیا ہے کہ فتح حاصل کر کے بعد عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کریں۔ اور اس وہم میں مبتلا نہ ہوں کہ ہم نے طاقت سے فتح کی۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کا احسان مانیں کہ اس نے اپنے فضل سے فتح عطا فرمائی۔

جو فوج فتح حاصل کرنے کے بعد شراب نوشی ناچ گاتے اور بدکاری میں مبتلا ہو جائے۔ کے نشہ میں بدمست ہو کر دشمن پر ناحق ظلم کرنے لگے اور مخلوق کا قتل عام شروع کر دے جیسے کفار کی عام عادت ہے کہ جس ملک کو فتح کیا وہاں کے باشندگان کا قتل عام شروع کر دیا۔ عورتوں سے بدکاری کی۔ ایسی خبیث فوج خونخوار اور وحشی درندوں کی فوج ہے جس کا انسانیت سے کچھ تعلق نہیں جیسے کہ پچھلی صدیوں میں کفار نے مسلمان علاقوں پر حملے کئے۔ تو کروڑوں مسلمانوں کو شہید کیا۔ ہندوستان میں انگریزوں نے مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ عورتوں کو بے عزت کیا اور فرانس نے الجزائر میں، روس اور چین نے اپنے اپنے علاقوں میں مسلمانوں کا قتل عام کیا برما، فلپائن حبشہ اور بے شمار علاقوں میں وحشی خونخوار کافر درندوں نے بے شمار مسلمانوں کا قتل عام کیا اور خون کی ندیاں بہا دیں۔ ایسی وحشی خونخوار اقوام سے انصاف اور تعاون کی امید کرنا بد عقلی کا آخری درجہ ہے۔ اب فلسطین اور افغانستان میں مسلمانوں کا کفار ملعونین کے ہاتھوں قتل عام ہو رہا ہے۔ اللہ تعالےٰ کفار پر ایسا عذاب لائے۔ کہ دنیا سے ان وحشی خونخوار درندوں انسانیت و اخلاق کے دشمنوں کا نام و نشان ہی مٹ جائے۔

کھیل، تفریح اور اس کے ذرائع

تفریح کا معنی ہے دل کو خوش کرنا اور قلبی اور روحانی سکون حاصل کرنا۔ انسان کو چاہیئے

کہ اپنی جسمانی صحت قائم رکھنے کے لیے مناسب غذا کھائے، جو کہ حلال ہو، حرام غذا سراسر بیماری ہے
ورزش کرے، کھلی اور صاف ہوا میں سیر کرے۔ اور ضرورت کے مطابق سوئے اور آرام کرے
یا ایسے کھیل کھیلے کہ جن سے ورزش بھی ہو اور وہ کھیل فوجی مقاصد میں کام دے سکیں۔ اگرچہ آج کل
کے بعض مروجہ کھیل فٹ بال، کرکٹ اور والی بال جیسے کھیلوں کو حرام ہونے کا درجہ حاصل نہیں مگر یہ کھیل
مسلمانوں کو جہاد میں قطعی طور پر کام نہیں دے سکتے۔ بلکہ ان میں وقت اور مال کی بربادی کے سوا کچھ
نہیں، کیا آپ سمجھتے ہیں کہ دشمن آپ پر بم مارے اور آپ اس پر فٹ بال مار دیں تو وہ تباہ ہو جائے گا
بعض بدمعاش اقوام اور بدمعاش حکمرانوں نے مسلمانوں کو فوجی مشقوں سے غافل کرنے کے لیے
یہ شیطانی کھیل جاری کیے ہیں۔

ایک مسلمان حکمران کا فرض ہے کہ ایسے تمام کھیلوں کو فوری طور پر ختم کر دے جو کہ مسلمانوں کو
جہاد میں کام نہیں دے سکتے۔

اس کے علاوہ ایک نیک مسلمان کو فرحت صرف نماز سے حاصل ہوتی ہے کہ جس میں روحانی اور بدنی
ہر قسم کی صحت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روایت میں نماز کو آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا۔

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
مجھے دنیا (کی چیزوں میں) سے عورتیں اور خوشبو پسند ہے (کہ نکاح کر کے عفت و پاکدامنی حاصل
کی جائے) اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

(سنن نسائی ج: ۲، کتاب عشرۃ النساء، باب حب النساء، ص: ۸۲)

مگر جو لوگ گانے گا کر دل خوش کرتے ہیں یا کبوتر بازی اور پتنگ بازی کرتے ہیں، یا شطرنج
یا تاش کھیل کر یا مرغ یا جانور لڑا کر یا کتے لڑا کر یا تصویریں بنا کر تفریح کرتے ہیں یہ سب بدمعاش
اور خبیث لوگ ہیں۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا: تم میں سے کوئی ایک اپنا پیٹ پیپ سے بھرلے یہ اس سے یہ بہتر ہے کہ وہ اُسے اشعار
سے بھرے۔

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الادب، باب ماجاء فی الشعر، ص: ۶۸۳)

حضرت ابو عبید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کی توجیہ یہ ہے کہ اشعار اس طرح یاد کرے کہ
قرآن مجید اور ذکر اللہ سے غافل ہو جائے (ایسی صورت اختیار کرنا بڑی بات ہے)

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو کبوتری کے پیچھے دوڑتے دیکھا تو آپ نے فرمایا: شیطان، شیطان کے پیچھے جا رہا ہے۔ (یعنی کبوتر بازی اور اسی طرح پتنگ بازی وقت کی بربادی اور شیطانی کام ہیں۔
(سنن ابی داود ج: ۲، کتاب الادب، باب فی اللعب بالحمام، ص: ۶۷۵)

حضرت ابو موسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو نرد شیر (شطرنج تاش وغیرہ ایسا کھیل) سے کھیلا اس نے گویا خنزیر کے گوشت اور خون میں اپنا ہاتھ ڈبو دیا۔
(سنن ابی داود ج: ۲، کتاب الادب، باب فی النھی عن اللعب بالنرد ص: ۶۷۵)

حضرت ابو موسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو نرد کے ساتھ کھیلا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔
(موطا مالک ج: ۲، کتاب الجامع، باب ما جاء فی النرد، ص: ۳۰۶)

تصویریں بنانے میں وقت ضائع کرنا بہت ہی بے ہودہ حرکت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود (رضی اللہ عنہ سے روایت ہے) فرمایا کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا اللہ کے ہاں سب لوگوں سے زیادہ سخت عذاب تصویریں بنانے والوں کو ہوگا۔
(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامۃ، ص: ۸۸۰)
یعنی روح والے جانداروں کی تصویریں بنانا حرام اور سخت گناہ ہے البتہ قدرتی مناظر اور مکانات دریا پہاڑ درختوں وغیرہ کی تصویریں بنانا جائز ہے۔

حضرت ابو طلحہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس گھر میں کتا ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے اور نہ ہی جس میں تصویر ہو۔
(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب اللباس، باب التصاویر، ص: ۸۸۰)
یعنی کتے پالنے والے اور تصویروں والے مکانات میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے مگر عذاب کے فرشتوں کو کوئی رکاوٹ نہیں۔ اس لیے انسان کو چاہیئے کہ تمام گناہ کے کاموں سے بچے اور تفریح کے صرف وہی طریقے اختیار کرے جو اسلام میں جائز ہوں۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنھما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو آپس میں لڑانے سے منع کیا۔
سنن ابی داود ج: ا، کتاب الجہاد، باب فی التحریش بین البھائم، ص: ۳۴۶)

افسوس آج کل جانوروں کو لڑاتے لڑاتے انسانوں کو لڑانے لگے۔ گویا آج کی ترقی پذیر اقوام اپنے آپ کو عقل مند بھی کہتی ہیں اور وحشی درندوں کے کام برملا کئے جاتے ہیں محفل کھیل تماشا کے لیے روح والے جانوروں کو نشانہ بنانا بھی شدید جرم ہے۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنھا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روح والی چیز کو نشانہ بنانے سے منع کیا۔

(جامع ترمذی ج: ۱، ابواب الصید/ باب ماجاء فی کراھیۃ اکل المصبورہ، ص: ۲۷۲)

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنھا) سے روایت ہے کہ جو روح والی چیز کو نشانہ بنائے اس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی۔

(سنن نسائی ج: ۲ کتاب الضحایا/ باب النھی عن المجثمۃ/ ص: ۲۰۲)

گناہ اور اس کی سزا

اللہ تعالیٰ نے انسان اور ہر مخلوق کو پیدا کیا مخلوق پر بے شمار انعامات کئے۔ اور انسان و جنات کو زندگی گذارنے کا ایک قانون دیا تاکہ جو اس کی پابندی کرے وہ دنیا میں آرام و سکون کے ساتھ رہے اور مرنے کے بعد بھی دائمی خوشی و آرام پائے۔

مگر جو لوگ قصداً اسلام کے سچے قانون کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ اپنے پیدا کرنے والے کے احکام کا انکار کرتے ہیں تو اس کا نتیجہ بھی بھگتتے ہیں۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ اسلام کے عقائد و اعمال کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ وہ شدید اور مزمن امراض کا شکار کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ بہت سی آفات و امراض کا سبب کفر شرک بدعت اور گناہوں کا ارتکاب ہے۔

کفر و شرک کرنے والے اعصابی اور دماغی امراض کا کثرت سے شکار ہوتے ہیں۔ کفر و شرک کی نحوست کے باعث ان میں غیرت کم ہوجاتی ہے۔ ان میں بدکاری اور بے حیائی عام ہوجاتی ہے اللہ تعالیٰ کی توحید سننے سے نفرت کرتے اور مسلمانوں کے مقابلہ میں غنڈہ گردی کے عادی ہوجاتے ہیں۔

شراب نوشی کرنے والے اعصابی جلن، تیزابیت اور فالج ایسے امراض میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور باہمی قتل کے جرائم بڑھ جاتے ہیں۔

حرام گوشت اور خنزیر کھانے والے خون اور جلد کی امراض اور سرطان جیسی بڑی امراض کا شکار ہوجاتے ہیں اور بے غیرت ہوجاتے ہیں۔

زنا کی کثرت سے روزی کی کمی ہو جاتی ہے اور دل فیل ہونے سے اچانک اموات زیادہ ہونے لگتی ہیں۔ بدکار لوگ بے غیرت ہو جاتے ہیں۔
سود خور آدمی مال دار ہوتے ہوئے بھی سمجھتا ہے کہ میں شدید محتاج ہوں۔ اور دماغی اعتبار سے وہ نیم پاگل اور بدمست کتے کی طرح ہو جاتا ہے وہ سنگدل بھی ہو جاتا ہے جیسے کہ یہودی غنڈہ گرد قوم کا حال ہے۔
غیبت کرنے والے کو پیٹ کی امراض گھیر لیتی ہیں۔ چغل خوری، بخل اور جھوٹ کی وجہ سے ضعف دل اور بزدلی کے امراض پیدا ہوتے ہیں۔
اس لیے انسان کو چاہیے کہ ہر گناہ سے بچنے کی کوشش کرے اسلام کی مکمل پابندی کرے، اگر گناہ ہو جائے۔ تو فوراً نادم ہو اور اللہ تعالےٰ کے سامنے سجدہ کر کے توبہ واستغفار کرے اور سچے دل کے ساتھ توبہ کرے۔
مگر جو لوگ مسلسل گناہ کرتے رہتے ہیں آہستہ آہستہ ان کے دل گناہ سے مانوس ہو کر احساس گناہ سے محروم ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کی عقل اور غیرت ماری جاتی ہے۔ دلوں میں ڈرنے اور سمجھنے کی قوت کم ہو جاتی ہے یہ درجہ سخت خطرناک ہے۔ اس سے ہر حالت میں بچنا چاہیئے یہ درجہ ایمان کے لیے بھی مہلک ہے۔
چنانچہ آپ ایسے اشخاص کو دیکھیں گے کہ اگر انہیں اچھی نصیحت کریں۔ جس میں ان کی دنیا و آخرت کی بہتری ہو تو وہ بداخلاقی اور غنڈہ گردی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ بد عقلی اور غنڈہ گردی کا یہ درجہ مسلسل گناہوں کا نتیجہ ہے جس کی وجہ سے گاہے توبہ کی توفیق نہیں رہتی۔ اور یہ خباثت انسان کو جہنم میں پہنچا دیتی ہے۔

آفات میں کیا کرے؟

اگر کسی پر بیماری یا مقدمہ یا شکست یا مالی نقصان یا موت وغیرہ کی کوئی مصیبت آن پڑے۔ تو اس سلسلہ میں اسلام کی تعلیمات ہی انسان کو صبر و استقلال روحانی اطمینان اور نجات کا کامیاب راستہ بتاتی ہیں اس سلسلہ میں اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے۔
۱۔ اگر بھلائی اور کامیابی ملے تو یقین رکھے کہ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے اور اگر پریشانی آئے تو سمجھ لے کہ میری شرارت کی سزا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا :-

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ
(النساء ۔ ۷۹)

(تجھے جو بھلائی بھی پہنچے، وہ اللہ کی طرف سے ہے، اور جو تجھے برائی پہنچے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے۔)

۲۔ یہ بھی جان لے کہ مصیبت کو اللہ تعالٰی کے سوا کوئی دور نہیں کر سکتا اس لیے صرف اللہ تعالٰی کو مشکلات و حاجات میں پکارے اور قبروں، بتوں اور اللہ تعالٰی کے سوا دوسروں کو پکار کر ایندھن جہنم نہ خریدے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا:

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ
(یونس ۔ ۱۰۷)

(اور اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوائے ہٹانے والا کوئی نہیں اور اگر تمہیں بھلائی پہنچانا چاہے تو کوئی اس کے فضل کو پھیرنے والا نہیں)

۳۔ اللہ تعالٰی کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اس لیے کہ جس طرح آرام ختم ہو جاتا ہے اس طرح تنگی کا زمانہ بھی یقیناً ختم ہو جاتا ہے بلکہ عام طور پر تنگی کا زمانہ مختصر ہی ہوتا ہے۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا:-

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ
(الزمر ۔ ۵۳)

(کہ دو، اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بے شک اللہ سب گناہ بخش دے گا۔ بے شک وہ بخشنے والا رحم والا ہے۔)

چنانچہ اللہ تعالٰی پر بھروسہ رکھ کر توبہ کرتے ہوئے اور اللہ تعالٰی سے مدد مانگتے ہوئے نئے سرے سے آفات کا مقابلہ کرنے کے لیے تدابیر اختیار کرے اور صبر و استقامت کا مظاہرہ کرے آفات کے وقت صبر و استقامت اور نماز پڑھ کر دعا کرنا سب سے مضبوط ہتھیار ہے۔

۴۔ آفت کے وقت زبان سے اسلام کے خلاف کوئی بکواس نہ کرے پہلے سے زیادہ پختگی کے ساتھ اسلام کی پابندی کرے۔ ہر گناہ سے توبہ کرے۔ استغفار و دعا کی کثرت کرے تو ان شاء اللہ تعالٰی آفات جلد دور ہو جائیں گی۔

"صبر و استقامت"

انسان کو چاہیئے کہ وہ تکالیف اور پریشانی آنے پر صبر و استقامت دکھلائے اور زبان سے کسی قسم کی غلط اور خلافِ اسلام بات نہ نکالے اور اس طرح اسلام کی تعلیمات کے خلاف کوئی کام کرے۔ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی پابندی کرے۔

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (اور صبر کرنے اور نماز پڑھنے سے مدد لیا کرو)

(البقرہ - ۴۵)

یعنی آفات و حاجات میں استقلال سے کام کرو اور نماز پڑھ کر دعائیں کرو۔

صبر و استقلال دکھانے والوں کو خوشخبری دی کہ میں ان کے ساتھ ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۞ (اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد لیا کرو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے)

(البقرہ - ۱۵۳)

اس کے بعد بتایا کہ مصائب پر صبر کرنے والوں کے لیے تین خوشخبریاں ہیں فرمایا:

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ؕ اُولٰۤئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۫ وَاُولٰۤئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۞ (اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو وہ لوگ کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں۔ ہم تو اللہ کے ہیں اور ہم اسی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جن پر انکے رب کیطرف سے مہربانیاں ہیں اور رحمت یہی ہدایت پانے والے ہیں۔

(البقرہ ۱۵۶، ۱۵۷)

اس آیت میں صبر کرنے پر تین انعامات کا وعدہ فرمایا:۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں ہوں گی۔ (۲) رحمت ہوگی، (۳) وہی ہدایت یافتہ ہیں

البتہ یہ حکم بھی دیا گیا کہ صبر و استقلال کے ساتھ ساتھ ممکن حد تک جائز تدابیر بھی اختیار کرے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا: طلب (حصولِ مقصد) کے سلسلے میں بہترین طریقہ اختیار کرو۔ روزی ملنے میں تاخیر ہونا تجھے اس بات پر آمادہ نہ کر دے کہ تم اے اللہ کی نافرمانی کر کے طلب کرنے لگو کیونکہ اللہ کے پاس (جو انعام و روزی) ہے وہ اس کی اطاعت کرنے سے ہی ملتی ہے۔

مشکوۃ المصابیح باب التوکل والصبر الفصل الثانی عن البیھقی فی شعب الایمان ، ص: ۴۵۲)

یعنی اچھی تدابیر اختیار کرے محنت کرے مگر ظلم کر کے یا ظلم میں مدد کر کے یا گناہ کر کے روزی حاصل کرنے کی کوشش نہ کرے چنانچہ وہ خبیث لوگ جو سینما گھر چلا کر ناچ گانے کے ذریعہ، حرام اشیاء فروخت کر کے اسلام دشمن حکمرانوں کے دلال بن کر روزی کی تلاش کرتے ہیں یہ حدیث ان کے لیے رہنما ہے بشرطیکہ دل زندہ ہو، کان لگائے اور سچائی کا متلاشی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تدابیر اختیار کرنے والوں کے بارے میں فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ	(بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا
حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ	جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلے)

(الرعد۔ ۱۱)

اس سے بھی مراد یہ ہے کہ اسباب اختیار کرے اسلام کی پابندی کرے اور استقلال کے ساتھ کام کرے اور اللہ سے دعائیں کرے۔

الغرض اگر مال جاتا رہے تو انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ پڑھے اگر وہی مال مل جائے تو ٹھیک ورنہ اس کی پرواہ نہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے دوبارہ مال مانگے۔

اگر عزیز فوت ہو جائے تو انا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھے اور سمجھ لے کہ جس طرح یہ گیا ہم بھی ایک دن جانے والے ہیں اس کے بعد اطمینان سے کام میں لگ جائے۔

اگر خدانہ کرے شکست ہو جائے۔ تو اطمینان کے ساتھ سوچے کہ کیا گناہ کیا؟ اس سے توبہ کرے! کن تدابیر سے غافل رہا وہ تدابیر اختیار کرے دوبارہ قوت جمع کرے اور جب تک فتح حاصل نہ ہو یا زندگی ختم نہ ہو جائے جہاد جاری رکھے۔ اس لیے کہ مسلمان اللہ کا سپاہی ہے جس کا کام ہے محنت کرے فتح یا موت تک وہ اسلام کا جانثار سپاہی ہے جو ہو گا۔ وہ کامیاب رہے گا۔ اگر زندہ رہے تو غازی اور مجاہد ہے۔ قتل ہو گیا تو شہید ہے۔

مقدمہ بن گیا تو اس کے لیے تدابیر کے ساتھ ساتھ دعائیں بھی کرے قید ہو گیا۔ تو حسن تدبیر کے

کے ساتھ رہا ہونے کی کوشش کرے اس کے لیے ممکنہ وسائل جمع کرے اور دعاؤں پر خصوصی توجہ دے۔ ہر مصیبت و پریشانی کے لیے روزانہ بارہ سو بار یہ دُعا پڑھے۔

یَا بَدِیْعَ الْعَجَائِبِ بِالْخَیْرِ یَا بَدِیْعُ

اگر بارہ دن تک بارہ ہزار روزانہ پڑھے۔ تو کس قدر سخت مشکل پیش آجائے۔ اللہ تعالیٰ مشکل سے نجات دے گا۔ اور حاجت پوری کرے گا۔

الغرض ہمت نہ ہارے کام کرے اور دُعا کرے۔

دُعا اور استغفار

انسان کو چاہیئے کہ وہ مصائب دور کرنے اور حاجات پوری ہونے کے لیے صبر واستقلال سے کام لے۔ حسنِ تدبیر کے ساتھ ممکن منصوبہ بنائے سچے دل کے ساتھ ہر گناہ سے توبہ کرے اور ان الفاظ کے ساتھ دعائیں کرے۔ جوکہ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں ذکر ہوئیں ہر شرک و کفر و بدعت سے، نیچے برے لوگوں سے دور رہے اور حلال کھائے اور ہر گناہ سے پرہیز کرے جب ان باتوں کی پابندی کرتے ہوئے دعا کرے گا تو بہت جلد کامیابی ہوگی ہر حاجت آسانی سے پوری ہوگی اور ہر مشکل سے نجات پائے گا انشاءاللہ تعالیٰ۔ اگر کسی وقت تاخیر ہوجائے تو گھبرا کر کام یا دعا نہ چھوڑے استغفار کی خاص برکت ہے حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس نے استغفار کو لازم کرلیا اللہ تعالیٰ اسے ہر غم سے نجات دے گا اور ہر تنگی سے رہائی دے گا اور اُسے وہاں سے روزی دے گا۔ جہاں سے اُسے گمان بھی نہ ہوگا۔

(سنن ابن ماجہ ابواب الادب / باب الاستغفار ص: ۲۷۹)

مندرجہ بالا حدیث میں کثرت کے ساتھ استغفار کرنے والوں کے لیے تین انعامات کا ذکر کیا گیا۔

۱۔ ہر غم سے نجات ملے۔

۲۔ ہر تنگی سے رہائی حاصل ہو۔

۳۔ اور بے گمان اور فراخی کے ساتھ روزی پائے۔

استغفار کرنے والوں کے لیے فرشتے بھی دُعا کرتے ہیں مزید تفصیل کے لیے اس کتاب کے آخری باب میں استغفار کا بیان دیکھئے۔

انسان یہ نہ سمجھے کہ میں دعائیں کر رہا ہوں، یہ تو عبادت نہ ہوئی حقیقت ہے کہ دُعا بہترین
[عب]ادت ہے کیونکہ آدمی دعا کرتے وقت اپنے آپ کو اپنے رب تعالےٰ کے سامنے شدید محتاج اور
[عا]جز ظاہر کرتا ہے۔

حضرت نعمان بن لبشیر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
[دع]ا ہی عبادت ہے پھر یہ آیت تلاوت کی۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝ (مؤمن — ۶۰)

(اور تمہارے رب نے فرمایا: مجھے پکارو، میں تمہاری دُعا قبول کروں گا بے شک جو لوگ میری عبادت سے سرکشی کرتے ہیں عنقریب وہ ذلیل ہو کر دوزخ میں داخل ہوں گے)

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات / باب نمبرا، ص: ۱۷۵)

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
[ف]رمایا: دعا کرنا عبادت کا مغز ہے۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعاء / باب نمبرا، ص: ۱۷۵)

اگر کسی کو کچھ تکلیف یا حاجت ہو تو مناسب تر یہ ہے کہ نماز حاجت پڑھ کر دُعا کرے جس کا ذکر نماز
[کے] باب میں گذر چکا ہے اور اگر نماز فجر اور نماز عصر کے بعد یا دن میں ایک دو بار جب وقت ملے یہ دعائیں
پڑھے تو انشاء اللہ تعالےٰ ہر حاجت پوری ہو اور روزی میں فراخی ہو اور صحت حاصل ہو۔
ہر ورد سو، سو بار ضرور کرے۔

۱۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

۲۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ

۳۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ۔

۴۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

یا نماز والا یا کوئی دوسرا صیغہ جو کہ حدیث میں ذکر ہو پڑھ لیا کرے۔

۵۔ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ۔

۶۔ ہر مشکل سے نجات اور ہر حاجت کے لیے نیت کرتے ہوئے سو بار یہ دُعا کرے۔

یَا رَحْمٰنُ اَغْثِنِیْ

پھر حلال روزی کی فراخی کے لیے یہ دُعا کرے

۷۔ اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ

اگر دعا نمبر ۷ سے پہلے ۱۱ بار یا مغنی پڑھے تو بہت ہی فائدہ ہو۔

۸۔ صحت کے لیے سو بار یہ دُعا کرے۔

یَا سَلَامُ

۹۔ اگر دشمن کا خطرہ ہو تو سو بار یہ دعا کرے

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ

مگر ناجائز طور پر یہ ورد نہ کرے۔

امراض اور ان کا علاج

اگر کبھی بیمار ہو جائے تو حلال دوا کھائے کسی نیک اور مسلمان طبیب سے علاج کرائے کسی کافر، بدعتی، دشمن صحابہ کرام علماء اسلام کے دشمن یا بدکار طبیب سے علاج نہ کرائے۔

دوا کھانا سنت ہے اس لیے اس کو ترک نہ کرے نقصان دہ غذا اور ہر قسم کے گناہ سے پرہیز کرے کیونکہ بیشتر امراض گناہوں اور غذائی بدپرہیزی کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ امراض کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ روحانی امراض۔ ۲۔ جسمانی امراض

روحانی امراض سب سے زیادہ خطرناک ہیں کفر، شرک، بدعت گناہ سب روحانی امراض ہیں۔ اگر ان سے دنیا میں شفاء حاصل نہ کی تو جہنم کی آگ کے سوا ان کا کوئی علاج نہیں ہوگا۔ اس لیے انسان کو سب سے پہلے روحانی امراض کے علاج پر توجہ دینی چاہیئے۔ جسمانی امراض کے لیے مادی دوائیں بھی اللہ تعالےٰ نے پیدا فرمائیں دوا استعمال کرے اگر اللہ تعالےٰ شفاء دے تو یہ اس کا فضل ہے اور اگر شفاء نہ دے تو یہ اللہ تعالےٰ کا حکم ہے ہر حالت میں اللہ کے حکم پر راضی رہے اور دوا کو مستقل طور پر شفاء دینے والی نہ سمجھے۔ حضرت اسامہ ابن شریک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ صحابہ کرام اس طرح بیٹھے ہوئے تھے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے ہوں (اور) خاموش تھے، میں نے سلام کیا پھر بیٹھ گیا۔ اعراب لوگ اِدھر اُدھر سے آئے تو عرض کرنے لگے: اے اللہ کے رسول کیا ہم دوا کریں؟ آپ نے فرمایا: دوا کرو کیونکہ اللہ تعالےٰ نے جو بھی بیماری پیدا کی اس کی دوا بھی پیدا

پائی سوائے ایک بیماری بڑھاپے کے۔

(سنن ابی داود ج:۲ کتاب الطب/باب الرجل یتداوی ص:۵۲۶)

حرام غذا اور حرام دوا سے ہر صورت سے بچیے۔

حضرت ابو الدرداء (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے بیماری اور دوا اتاری اور ہر بیماری کے لیے دوا پیدا کی۔ پس دوا کرو مگر حرام دوا نہ کرو۔

(سنن ابی داود ج:۲، کتاب الطب/باب فی الادویۃ المکروھۃ، ص:۵۱۱)

حضرت ابوہیرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پلید دوا سے منع فرمایا:۔

(سنن ابی داود ج:۲ کتاب الطب/باب فی الادویۃ المکروھۃ/ص:۵۱۱)

الغرض شراب اور گندی اشیاء کو بطور دوا استعمال کرنا سخت گناہ ہے چاہے کفار کو بُرا لگے۔

حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بیماری کی دوا ہے جب دوا بیماری تک پہنچ جاتی ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے تندرست ہو جاتا ہے۔

(صحیح المسلم ج:۲، کتاب السلام/باب لکل داء دواء واستحباب التداوی، ص:۲۲۵)

بیماری پر اگر صبر کرے اور گناہ کی بات زبان سے نہ نکالے۔ تو یاد رکھیں یہ بیماری بھی گناہوں کا کفارہ ہے۔

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایماندار کو ایک کانٹا یا اس سے اُوپر بھی کچھ لگتا ہے تو اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور ایک گناہ معاف کرتا ہے۔

(جامع ترمذی ج:۱، ابواب الجنائز/باب ماجاء فی ثواب المریض، ص:۱۹۱)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کو کوئی بھی آفت یا بیماری یا پریشانی یا غم یا تکلیف یا دُکھ آئے حتیٰ کہ کانٹا چبھے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اس کے گناہوں کا کفارہ کر دیتا ہے۔

(صحیح البخاری ج:۲، کتاب المرضیٰ/باب ماجاء فی کفارۃ المرض، ص:۸۴۳)

اگر بیماری طول پکڑ جائے۔ تو گھبرا کر موت کی دعا نہ کرے اس لیے کہ زندگی اللہ تعالےٰ کی نعمت ہے اس زندگی میں آخرت کا سرمایہ بصورت نماز روزہ اور ذکر اللہ حاصل کیا جاتا ہے۔ البتہ اگر ضروری دعا کرنا چاہے تو حدیث میں بتائے ہوئے الفاظ کہے۔

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی بھی کسی تکلیف پہنچنے پر موت کی تمنا ہرگز نہ کرے اگر ضروری کرنی ہو۔ تو یہ کہے:

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مَا کَانَتِ الْحَیٰوۃُ خَیْرًا لِّیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَا کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِّیْ

(اے اللہ جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہو مجھے زندہ رکھ اور جب موت میرے لیے بہتر ہو مجھے وفات دے دے)

(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب المرض، باب نھی تمنی المریض الموت) ص: ۸۴۷)

انسان کو چاہیئے کہ صحت کی حالت میں خوب عبادت کرے تاکہ مرض کی حالت میں عبادت نہ کر سکنے کے باوجود اللہ تعالےٰ کے فضل سے اس قدر عبادت کا ثواب مل جائے۔

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ایک مسلمان بندے کو اس کے بدن کی کسی (بیماری) میں مبتلا کیا جاتا ہے تو فرشتے سے کہا جاتا ہے۔ اس کا وہ نیک عمل لکھے جو وہ (صحت کی حالت میں) کرتا تھا اب اگر اسے صحت ہو گئی تو دے دھو دیتا اور پاک کر دیتا ہے اور اگر اس کی جان قبض کرے تو اس کو بخش دیتا ہے اور اس پر رحم فرماتا ہے

(مشکوۃ المصابیح باب عیادۃ المریض، الفصل الثانی عن شرح السنۃ، ص: ۱۳۶)

چند دوائیں اور دعائیں

انسان کو چاہیئے کہ مریض کے لباس، بستر کو صاف رکھے اچھی خوراک دے جو کہ صحت کے مناسب ہو۔ مریض کے نماز اور عبادات کے اہتمام کا خیال رکھے۔ زبردستی نہ کھلائے پلائے کیونکہ مریض کے ساتھ زبردستی کرنے سے اس کا مرض بڑھ جاتا ہے۔ البتہ وقتاً وقتاً سے کھلانے پلانے کا خیال رکھے بھوکا پیاسا ہی نہ مار دے۔ حضرت عقبہ بن عامر الجہنی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اپنے بیماروں پر کھانے پینے پر زبردستی نہ کرو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ انہیں کھلاتا اور پلاتا ہے

(سنن ابن ماجہ ابواب الطب، باب لاتکرھوا المریض علی الطعام، ص: ۲۵۴)

اس سے یہ مراد نہیں کہ نہ کھلاؤ اور نہ پلاؤ بس ایسے ہی پڑا رہنے دو۔ یاد رہے اس سلسلہ میں بیدار مغزی ضروری ہے۔

دواؤں کے ساتھ ساتھ دعائیں کریں اور احادیث میں مذکورہ ادویات مزیادہ مناسب ہیں اس سلسلہ میں چند احادیث درج کی جاتی ہیں۔ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین دوا قرآن مجید ہے۔

(سنن ابن ماجہ ابواب الطب، باب الاستشفاء بالقرآن) ص: ۲۵۸)

یعنی مریض خود قرآن مجید کی تلاوت کرے یا اسے اس سے اجازت لے کر قرآن مجید سنایا جائے اس سلسلہ میں زبردستی نہ کی جائے۔

چنانچہ جو شخص ہر نماز کے بعد ۳ بار درود شریف، ۳ بار سورۃ فاتحہ، ۳ بار آیۃ الکرسی، ۳ بار سورۃ اخلاص، ۳ بار سورۃ الفلق، ۳ بار سورۃ الناس (یعنی آخری تین سورتیں، پھر ۳ بار درود شریف پڑھ کر دونوں ہاتھوں پر دم کر کے سارے بدن پر پھیرے۔ انشاء اللہ ہر جادو اور ہر مرض سے آرام پائے

حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر دو کے ساتھ شفاء حاصل کرنا لازم ہے شہد اور قرآن مجید کے ساتھ۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الطب، باب العسل، ص: ۲۵۵)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہر ماہ میں تین صبح کو شہد چاٹ لیا۔ تو اس کو بڑی تکلیف نہیں آئے گی (یعنی سخت مرض میں مبتلا نہیں ہوگا۔)

(سنن ابن ماجہ، ابواب الطب، باب العسل، ص: ۲۵۵

شہد ہر مرض سے شفاء ہے اس طرح پچھنے لگوانا بھی ایک اچھا علاج ہے مگر داغ لگا کر علاج کرنا درست نہیں۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین میں شفاء ہے۔ پچھنے کے نشتر میں یا شہد کے گھونٹ میں یا آگ سے داغنے میں اور میں اپنی امت کو داغنے سے منع کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب الطب، باب الشفاء فی ثلاث، ص: ۸۴۸)

(حضرت سعد رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے

سُنا: جو صبح کو سات عجوۃ کھجوریں کھائے۔ اسے اس دن کوئی زہر اثر نہیں کرے گا اور نہ ہی کوئی جادو اثر کرے گا۔

(صحیح البخاری ج:۲، کتاب الطب / باب الدواء بالعجوۃ للسحر، ص: ۸۵۹)

حضرت ابوسعید اور حضرت جابر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کماۃ (کھنبی) من میں سے ہے۔

اس کا پانی آنکھ کے لیے شفاء ہے اور عجوۃ (کھجور) جنت سے ہے اور جنون کے لیے شفاء ہے

(سنن ابن ماجہ، ابواب الطب / باب الکماۃ والعجوۃ، ص: ۲۵۵)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: حبۃ السوداء (شونیز) میں ہر مرض سے شفاء ہے سوائے موت کے۔

(صحیح البخاری ج:۲، کتاب الطب، باب الحبۃ السوداء، ص: ۸۴۹)

حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: تم پر سوتے وقت اثمد (سرمہ کی قسم) ڈالنا لازم ہے کیونکہ یہ بینائی کو صاف کرتا ہے اور بال اُگاتا ہے

(سنن ابن ماجہ / ابواب الطب / باب الکحل بالاثمد / ص: ۲۵۸)

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس سے ہر آنکھ میں تین تین سلائی ڈالتے تھے۔

(سنن ابن ماجہ / ابواب الطب / باب من اکتحل وترا / ص: ۲۵۸)

جھاڑ پھونک اور تعویذات

ایسے جھاڑ پھونک اور تعویذات جن میں شرک یا کفر کی بات نہ ہو وہ بھی علاج معالجہ کی ایک قسم ہے جو کہ جائز ہے

حضرت عوف بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ہم جاہلیت میں جھاڑ پھونک کرتے تھے ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول آپ کی اس کے بارے میں کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھ پر اپنے جھاڑ پیش کرو، جھاڑ میں کوئی حرج نہیں جبکہ اس میں شرک نہ ہو۔

(سنن ابی داود ج:۲ کتاب الطب / باب فی الرقی، ص ۵۴۲)

حضرت ابوخزامہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا:

آپ کا کیا خیال ہے جو دوائیں ہم استعمال کرتے ہیں یا جھاڑ پھونک کرتے ہیں اور ہم پرہیز کرتے ہیں، کیا یہ باتیں اللہ کی تقدیر کو کچھ بھی ہٹا سکتی ہیں۔؟

آپؐ نے فرمایا: یہ بھی اللہ کی تقدیر سے ہے۔

(سنن ابن ماجہ/ابواب الطب/ باب ما انزل اللہ داء الا انزل لہ شفاء، ص: ۲۵۴)

نماز ایک جامع عبادت اور ہر مرض کے لیے شفاء کامل ہے

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سویرے تشریف لے گئے میں بھی سویرے آ گیا پس میں نے نماز پڑھی پھر بیٹھ گیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف دیکھا اور فرمایا:

کیا تمہارے پیٹ میں درد ہے۔؟

میں نے کہا: ہاں اے اللہ کے رسول

آپؐ نے فرمایا: اُٹھو، نماز پڑھو، بے شک نماز میں شفاء ہے۔

(سنن ابن ماجہ/ابواب الطب/ باب الصلوۃ شفاء، ص: ۲۵۵)

۷ حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بیمار کے پاس جاتے تو اس کے لیے دعا کرتے۔

اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ
وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ
لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ
شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا

(تکلیف دور کر دے اے لوگوں کے رب
اور شفاء دے تو ہی شفاء دینے والا ہے۔
تیری شفاء کے بغیر کوئی شفاء نہیں
ایسی شفاء کر کوئی بیماری نہ چھوڑے)

(سنن ابن ماجہ/ابواب الطب/ باب ما عوذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وما عوذ بہ) ص: ۲۵۹)

۸ حضرت عبادۃ بن الصامت (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے آپؐ کو بخار تھا انہوں نے کہا: (یعنی دم کیا)

بِسْمِ اللّٰهِ اُرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ
شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ حَسَدِ
حَاسِدٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ
اللّٰهُ يَشْفِيْكَ

(اللہ کے نام سے میں آپ کو دم کرتا ہوں ہر
ایذاء دینے والی چیز سے حسد کرنے والے
کے حسد سے اور ہر آنکھ سے، اللہ آپ کو
شفاء دے گا)

(سنن ابن ماجہ/ابواب الطب/ باب ما یعوذ بہ من الحمی) ص: ۲۶۰)

بد نظر اور شیطان سے بچاؤ کے لیے یہ دُعا مجرب ہے۔

۶ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن اور حضرت حسین (رضی اللہ عنہما) کو جھاڑ کرتے اور یہ کہتے :

أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ (میں اللہ کے مکمل کلمات کے ساتھ پناہ لیتا ہوں ہر زہریلے
مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ والے شیطان سے اور ہر لگ جانے والی نظر سے
وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ

(سنن ابن ماجہ / ابواب الطب / باب ماعوذ بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وما عوذ بہ) ص : ۲۶۰)

۶ حضرت عثمان بن ابی العاص (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے حضرت عثمان بتاتے ہیں کہ مجھے درد تھا جیسے ہلاک کردے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (درد کے مقام پر) اپنے دائیں ہاتھ سے سات بار ملو اور (ہر بار) یہ کہو!

أَعُوذُ بِعِزَّةِ اللهِ وَقُدْرَتِهِ (اللہ تعالیٰ کی عزت و قدرت کے ساتھ میں اس برائی
مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ سے پناہ لیتا ہوں جو پاتا ہوں)

میں نے یہ کہا، تو اللہ تعالیٰ نے وہ تکلیف دور کردی جو مجھے تھی۔ اب میں ہمیشہ اپنے گھر والوں اور دوسروں کو اس کا حکم کرتا ہوں۔

(سنن ابی داود ج : ۲، کتاب الطب / باب کیف الرقی / ص: ۵۴۳)

اگر پھوڑا یا ورم ہو تو یہ دُعا پڑھ کر پاک مٹی پر تھوکے اور ورم کی جگہ پر لگادے۔

۶ حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم دم میں یہ پڑھا کرتے تھے۔

تُرْبَةُ أَرْضِنَا وَرِيقَةُ بَعْضِنَا يُشْفَى سَقِيمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا۔

(صحیح البخاری ج : ۲، کتاب الطب / باب رقیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم) ص : ۸۵۵)

ہر مرض، جن اور جادو کے لیے یہ عمل مؤثر ہے۔

۶ حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات جب بستر پر جاتے تو دونوں ہاتھ ملا لیتے پھر ان میں پھونکتے ان میں یہ پڑھتے :

۱۔ قل ھو اللہ احد (پوری سورت) ۲۔ قل اعوذ برب الفلق (پوری سورت) ۳۔ قل اعوذ برب الناس (پوری سورت) پھر ان کو جس قدر ہو سکتا بدن پر مل لیتے۔ اپنے سر اور چہرے اور سامنے کے بدن سے شروع کرتے اور یہ کام تین بار کرتے۔

(صحیح البخاری، ج ۲، کتاب فضائل القرآن / باب فضل المعوذات / ص : ۷۵۰)

مریض کی عیادت کرو

مسلمانوں کو لازم ہے کہ ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں کام آئیں کوئی مسلمان بیمار ہو جائے۔ تو اس کی عیادت کریں۔ اور ممکن تعاون پیش کریں۔

۱۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
بھوکے کو کھلاؤ اور بیمار کی عیادت کرو اور قیدی کو چھڑاؤ۔

(صحیح البخاری ج:۱، کتاب المرض، باب ماجاء فی کفارۃ المرض، ص: ۸۴۳)

۲۔ حضرت ثوبان (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کی بیمار پرسی کرتا ہے تو وہ جنت کے باغ میں ہوتا ہے۔

(جامع ترمذی ج:۱، ابواب الجنائز، باب ماجاء فی عیادۃ المریض، ص: ۱۹۱)

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جو مسلمان دوسرے مسلمان کی صبح کو بیمار پرسی کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے شام تک اس کے لیے دعا کرتے ہیں اور اگر شام کو بیمار پرسی کرے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعا کرتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں ایک باغ ہوتا ہے۔

(جامع ترمذی ج:۱، ابواب الجنائز، باب ماجاء فی عیادۃ المریض: ۱۹۱)

۴۔ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جو کسی مریض کی بیمار پرسی کرے تو آسمان سے ایک آواز دینے والا (فرشتہ) آواز دیتا ہے تم خوش رہو تمہارا چلنا اچھا رہے، تم نے جنت میں گھر بنایا۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الجنائز، باب ماجاء فی ثواب من عاد مریضا، ص: ۱۰۵)

اگر کسی مسلمان مریض کی عیادت کرے تو اس کے لیے ممکن تعاون پیش کرے اگر اسے مال کی ضرورت ہو اور اس کی مدد کر سکتا ہو تو بغیر مانگے اس سے مالی تعاون کرے۔ اگر کسی اچھے طبیب کو جانتا ہو تو اس کی اطلاع کرے اگر خود طبیب ہو تو بہتر دوا بتائے اور مسنون دعا کرے اور مریض کو تسلی دے کہ فکر نہ کرو انشاءاللہ جلد صحت ہو جائے۔ اور مریض کے سامنے کوئی غم کی بات نہ کرے۔

۵۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جو کسی مریض کی عیادت کرے جس کی وفات کا وقت نہیں آیا تو اس کے پاس سات بار یہ دعا کرے

اَسْئَلُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَّشْفِیَکَ (میں عظمت والے اللہ، عرش عظیم کے رب سے مانگتا ہوں کہ تجھے وہ شفاء عطا فرمائے)

تو اللہ تعالیٰ اُسے اُس مرض سے شفاء دے گا۔

(سنن ابی داود ج: ۲، کتاب الجنائز / باب الدعاء المریض عند العیادۃ) ص: ۲۴۴)

انسان کو چاہئے کہ وہ زندگی میں خوب نیک کام کرے موت کے بعد وہ نہ مال کا مالک ہے اور نہ ہی عزیز و اقارب اس کے کام آئیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کے سوا کچھ بات نہ بن سکے۔ یہ حدیث بہت ہی سبق آموز ہے۔

۶ حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردے کے پیچھے تین جاتے ہیں دو واپس آجاتے ہیں اور ایک اس کے ساتھ رہ جاتا ہے۔ اس کے پیچھے اس کے اہل و عیال اور مال آتے ہیں۔ اہل و عیال (اسے دفن کر کے) واپس آجاتے ہیں اور اس کا عمل اس کے ساتھ باقی رہ جاتا ہے۔

(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب الرقاق / باب سکرات الموت / ص: ۹۶۴)

مرض موت میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی تلقین کرو

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ زندگی بھر کفر و شرک و بدعت میں مبتلا رہتے ہیں۔ وہ موت کے وقت گالیاں دیتے ہیں۔ دانت پیستے ہیں اور شدید تشنگی محسوس کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ زندگی بھر کی غنڈہ گردی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اسلام سے محروم ہونے اور توحید و سنت سے نفرت کرنے کے بعد ذلت اور عذاب کے سوا کسی چیز کی امید کی جا سکتی ہے؟

بدکار اور گانے بجانے کے عادی لوگ موت کے وقت کلمہ طیبہ پڑھنے کی بجائے گانا گاتے ہیں تاکہ موت کے وقت بھی ان کی زبان سے گانے اور شیطانی الفاظ کی گندگی نکلے اور پھر اس کا انجام واضح ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اسلام سے وابستہ رہے۔ شرک کفر اور بدعت سے بچتے رہے ہر گناہ سے دور رہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں لگے رہے اور مرتے وقت بھی ان کی زبان پر اللہ تعالیٰ کا نام آیا اور جان نکلی تو زبان پر تھا۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اللہ تعالیٰ سب کو اسلام و ایمان پر موت دے اور ہر عذاب سے بچائے۔

موت کی علامات طاری ہونے لگیں تو پاس بیٹھنے والوں کو چاہیئے کہ مرنے والے کی توجہ دنیا کے مال بیوی بچوں اور مکانات کی طرف نہ لگائیں بلکہ اللہ کریم کی طرف توجہ دلائیں اور آہستہ آواز کے ساتھ کلمہ طیبہ پڑھیں تاکہ سن کر وہ بھی کلمہ طیبہ پڑھ لے۔

۶ حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جس کا آخری کلام لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ہو، وہ جنت میں داخل ہوا۔
(سنن ابی داود ج: ۲، کتاب الجنائز / باب فی التلقین / ص: ۴۴۴)

مگر یاد رہے کہ موت کے وقت کلمہ تب ہی نصیب ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ فضل فرمائے۔ انسان کو چاہیئے کہ روزانہ کم از کم ایک ہزار بار کلمہ طیبہ کا ورد کرتا رہے اور اللہ تعالےٰ سے دعا بھی کرتا رہے۔

۶ حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے مرنے والوں کو لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ (پڑھنے) کی تلقین کرو۔
(جامع ترمذی ج: ۱، ابواب الجنائز / باب ماجاء فی تلقین المریض عند الموت) ص: ۱۹۲)

البتہ نرم انداز سے مریض کے ساتھ بات کرے اس لیے کہ یہ وقت مریض پر سخت ہوتا ہے۔ اور اگر ایک بار کلمہ طیبہ پڑھ لے تو پھر جب تک دوبارہ دنیا کی بات نہ کرے دوبارہ پڑھنے پر اصرار نہ کرے۔ البتہ وہ خود پڑھتا رہے تو مبارک بات ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو موت کے وقت کلمہ طیبہ پڑھنے کی سعادت نصیب فرمائے آمین یارب العالمین۔

موت کے وقت اگر ہلکی آواز کے ساتھ سورۃ یٰسین پڑھی جائے تو مناسب ہے۔ موت میں آسانی رہے گی۔

۶ حضرت معقل بن یسار (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے مرنے والوں پر یٰسین پڑھو۔
(سنن ابی داود ج: ۲، کتاب الجنائز / باب القراءۃ عند المیت / ص ۴۴۵)

جب وفات ہو جائے۔ تو اس کے جبڑوں کو ملا کر کسی کپڑے سے باندھ دیں تاکہ منہ کھلا نہ رہ جائے اور آنکھیں بند کر دیں ٹانگیں سیدھی کر کے دونوں انگوٹھے کسی کپڑے سے باندھ دیں تاکہ ٹانگیں ٹیڑھی نہ ہو جائیں اور پھیلنے نہ پائیں۔

اس کے بعد جس قدر جلد ہو سکے غسل دے کر کفن دفن کا انتظام کیا جائے۔ جتنی دیر مردہ گھر میں پڑا رہے گا اہل خانہ کو شدید غم اور بے چینی رہے گی۔ دفن کرنے کے بعد قدرتی طور پر سمجھ جاتے ہیں کہ

اب بات ختم ہوگئی۔ اب صبر کے سوا کچھ چارہ نہیں۔ جب کسی مسلمان کی وفات ہو جائے یا کوئی بھی نقصان ہو تو۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھے۔ اور اگر کسی کافر کے مرنے کی اطلاع ملے تو لعنۃ اللہ علی الکافرین پڑھے۔ اس لیے کہ مسلمان بھائی ہے اس کی وفات پر یہ یاد رکھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں چلا گیا۔ ہمیں بھی جانا ہے۔ مگر کافر جب کفر پر مرگیا تو دائمی جہنمی اور ملعون ہوگیا۔ اس سے مسلمان بھی اظہار نفرت کرتا ہے۔

حضرت ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جب تم میں سے کسی کو کوئی مصیبت پہنچے تو یہ کہے:
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰھُمَّ عِنْدَكَ اَحْتَسِبُ مُصِیْبَتِیْ فَاْجُرْنِیْ فِیْھَا وَاَبْدِلْ لِیْ بِھَا خَیْرًا مِّنْھَا۔

(سنن ابی داود ج: ۲، کتاب الجنائز / باب فی الاسترجاع / ص: ۴۴۵)

ماتم کرنا، گالی بکنا، بین کرنا سخت جرم ہے البتہ مصیبت پر دل کا غمگین ہونا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہونا طبعی بات ہے اس پر کوئی گناہ نہیں۔

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کی وفات پر فرمایا)
بے شک آنکھ سے آنسو جاری ہوتے ہیں اور دل غمگین ہوتا ہے مگر ہم وہی کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی رہے۔ اور اے ابراہیم ہمیں تیرے فراق کا البتہ غم ہے۔

(صحیح البخاری ج: ا کتاب الجنائز / باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا بك لمحزون، ص: ۱۷۴)

حضرت ابو موسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ایک بندے کا بیٹا وفات پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو فرماتا ہے۔ کیا تم نے میرے بندے کا بیٹا لے لیا (اس کی جان لے لی) وہ کہتے ہیں: ہاں!
وہ فرماتا ہے: کیا تم نے اس کے دل کا پھل لے لیا؟
وہ کہتے ہیں: ہاں! پھر فرماتا ہے: میرے بندے نے کیا کہا؟
وہ کہتے ہیں: اس نے تیری حمد بیان کی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہا۔
پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے کے لیے جنت میں گھر بنا دو اور اس کا نام رکھو: بیت الحمد (اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے کا گھر، یعنی اس گھر والا اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہے)

(جامع ترمذی ج: ا، ابواب الجنائز / باب فضل المصیبۃ اذا احتسب / ص: ۱۹۸)

- حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے تین (بچے) آگے بھیجے (یعنی تین بچوں کی وفات ہوئی) جوکہ بالغ نہیں ہوئے تھے تو وہ اس کے لیے (دوزخ سے بچنے کے لیے) مضبوط قلعہ ہوں گے۔
- حضرت (ابوذر (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا: میں نے دو آگے بھیجے ہیں۔
آپ نے فرمایا: اور دو بھیجے تو بھی یہ اجر ہے۔
- سید القراء حضرت ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا: میں نے ایک آگے بھیجا ہے۔
آپ نے فرمایا: اور ایک (پر بھی یہ اجر ہے) مگر یہ (صبر) پہلے صدمہ پر ہو۔ (یعنی وفات کی خبر سنتے ہی اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن پڑھے اور صبر کرے)

(جامع ترمذی ج: ۱، ابواب الجنائز، باب ماجاء فی ثواب من قدم ولدا) ص: ۲۰۴)

مردے کا غسل اور کفن دفن

- موت کے بعد جس قدر جلد ہو سکے میت کو غسل دے کر کفن دیا جائے اور دفنا دیا جائے۔ جب تک مردہ گھر میں پڑا رہے گا گھر والوں کو صبر نہیں آئے گا اور اسے دیکھ کر روتے رہیں گے۔
میت کو تین یا پانچ یا اس سے زیادہ بار خوب اچھی طرح غسل دیا جائے، اور کافور لگایا جائے۔
حضرت ام عطیہ انصاریہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی جب فوت ہوئی تو آپ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اسے تین یا پانچ یا اس سے زیادہ بار اگر ضرورت دیکھو تو بیری کے (پتے اُبال کر) اُس پانی کے ساتھ غسل دو۔ اور آخر میں کافور یا فرمایا کچھ کافور لگاؤ۔۔ الحدیث

(صحیح البخاری ج: ۱، کتاب الجنائز، باب غسل المیت ووضوءہ بالماء والسدر، ص: ۱۶۷)
- مردے کی دائیں جانب پہلے اور بائیں جانب بعد میں دھوو۔ حضرت ام عطیہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کے غسل کے موقع پر فرمایا: اس کے دائیں حصوں اور وضو کے مقامات سے شروع کرو۔

(صحیح البخاری ج: ۱، کتاب الجنائز، باب یبدأ بمیامن المیت، ص: ۱۶۷، ۱۶۸)
- سفید کفن سب سے بہتر ہے جو زیادہ قیمتی نہیں ہونا چاہیئے۔
حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے سفید کپڑے پہنو کیونکہ یہ تمہارے بہترین کپڑے ہیں اور انہی (سفید کپڑوں) میں اپنے مردوں کو کفن دو۔

(جامع الترمذی ج: ۱، ابواب الجنائز، باب ماجاء ما یستحب من الاکفان، ص: ۱۹۳)

٭ حضرت عبداللہ بن المبارک (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا: مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ ان کپڑوں میں (چادروں میں) اسے کفن دیا جائے جس میں وہ نماز پڑھتا تھا۔

(جامع الترمذی ج: ۱، ابواب الجنائز، باب ماجاء مایستحب من الاکفان، ص: ۱۹۳)

٭ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کفن دے تو بہترین کفن دے (یعنی صاف فراخ اور سفید ہو)

(سنن ابی داؤد ج: ۲، کتاب الجنائز، باب فی الکفن، ص: ۴۴۹)

٭ حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین یمنی سفید کپڑوں (چادروں) میں کفن دیا گیا جس میں نہ قمیص تھی اور نہ عمامہ تھا۔

(جامع ترمذی ج: ۱، ابواب الجنائز، باب ماجاء فی کم کفن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص: ۱۹۵)

اگر کسی مجبوری کی وجہ سے ایک چادر سے زیادہ نہ ملے تو ایک چادر میں بھی کفن دیا جا سکتا ہے حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تو اس وقت ایک ہی چادر مہیا ہو سکی)... تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا: ہم اس کا سر ڈھانپ دیں اور پاؤں پر اذخر (گھانس کی قسم) ڈال دیں۔

(صحیح البخاری ج: ۱، کتاب الجنائز، باب اذا لم یجد کفنا الا مایواری رأسہ او قدمیہ غطی بہ رأسہ، ص: ۱۷۰)

عورتوں کے لیے کفن میں پانچ کپڑے استعمال کئے جائیں گے

٭ حضرت لیلیٰ بنت قانف ثقفیہ (رضی اللہ عنہا) بتاتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت ام کلثوم (رضی اللہ عنہا) کو غسل دینے والیوں میں سے میں بھی ایک تھی۔ جب ان کی وفات ہوئی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سب سے پہلے ازار (نیچے باندھنے کی چادر) دی پھر کرتہ دیا پھر اوڑھنی پھر (بڑی چادر) لپٹنے والی دی پھر ایک اور کپڑے میں انہیں لپیٹا گیا بتاتی ہیں جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم دروازے میں بیٹھے تھے اِن کے پاس اس کا کفن تھا۔ وہ ہمیں ایک ایک کپڑا پکڑا رہے تھے۔"

(سنن ابی داود ج: ۲، کتاب الجنائز، باب فی کفن المرأۃ، ص: ۴۵۰)

شہید کو اس کے اپنے ملبوس لباس میں دفن کیا جائے گا۔ چاہے اس پر خون کے داغ لگے ہوں۔ البتہ جنگی اسلحہ، زرہ وغیرہ اتار لی جائیں۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد کے بارے میں فرمایا: ان سے لوہا اور چمڑے (کی اشیاء) اتار لی جائیں اور انہیں ان کے خون اور کپڑوں میں دفن کیا جائے۔

(سنن ابی داود ج: ۲، کتاب الجنائز، باب فی الشہید یغسل، ص: ۴۴۷)

اور انہیں ان کے خون اور کپڑوں میں دفن کیا جائے۔

(سنن ابی داود ج: ۲، کتاب الجنائز، باب فی الشہید یغسل، ص: ۴۴۷)

تاکہ قیامت کے دن خون آمیز لباس سے کر اٹھیں اور شہداء کے لیے اعزاز اور کفار کے لیے سامان ذلت وعذاب ہو شہید کو وہیں دفن کیا جائے جہاں اس کا انتقال ہو حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ہم نے غزوہ احد کے دن شہیدوں کو اٹھایا تاکہ انہیں دفن کریں۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے آواز دی اور کہا: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ شہداء کو ان کی جائے شہادت میں دفن کرو چنانچہ ہم نے انہیں وہاں واپس کر دیا۔

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الجنائز، باب فی المیت یحمل من ارض الی ارض، ص: ۴۵۱)

جو شخص حج یا عمرے کے احرام کی حالت میں وفات پا جائے اُسے غسل دے کر احرام کی چادروں میں دفن کیا جائے اور سر ننگا رکھا جائے۔ وہ قیامت کو تلبیہ کہتا ہوا اُٹھے گا۔

۷ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی لایا گیا اس کی سواری (کے جانور) نے اس کی گردن توڑ دی وہ فوت ہو گیا اور اس نے احرام باندھ رکھا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: اس کو اس کے (احرام کے) کپڑوں میں کفن دو اور اس کو پانی اور بیری (کے پتوں کے اُبلے ہوئے پانی) کے ساتھ غسل دو اس کے سر کو نہ ڈھانکو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے روز اُٹھائے گا اور وہ تلبیہ کہہ رہا ہوگا۔

سنن ابی داود ج: ۲، کتاب الجنائز، باب کیف یصنع بالمحرم اذا مات) ص: ۴۶۱)

کفن پہنانے کے بعد جس قدر جلد ہو سکے مردے کو دفنانے کے لیے لے جائیں (حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے ایک روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) جنازہ کو جلدی لے جاؤ اگر یہ نیک ہے تو تم اُسے بھلائی کی طرف لے جا رہے ہو۔ اور اگر یہ اس کے سوا ہے۔ تو یہ شر ہے جس کو تم اپنی گردنوں سے اتار رہے ہو۔

(سنن ابی داود ج: ۲، کتاب الجنائز، باب الاسراع بالجنازة، ص: ۴۵۳)

یاد رہے اگر کوئی شخص شرک و بدعت سے پرہیز کرتا ہو اور اچھا آدمی ہو۔ پھر اگر وہ میدانِ جنگ میں شہید نہیں ہوتا بلکہ عام تکلیف سے فوت ہوتا ہے مگر وہ جہاد یا شہادت کا خواہش مند تھا تو اللہ تعالیٰ اسے شہادت کا اجر عطا فرمائے گا۔

(حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی راہ قتل ہونے کے علاوہ سات شہداء ہیں۔

۱۔ طاعون میں مبتلا ہو کر (وفات پانے والا) شہید ہے۔

۲۔ ڈوب کر (وفات پانے والا) شہید ہے۔

۳۔ پسلی کے درد میں (مبتلا ہو کر وفات پانے والا) شہید ہے۔

۴۔ پیٹ کے مرض میں (مبتلا ہو کر وفات پانے والا) شہید ہے

۵۔ آگ میں جل کر (وفات پانے والا) شہید ہے۔

۶۔ جو کسی (عمارت یا دیوار وغیرہ) کے نیچے دب کر (وفات پا جائے) وہ شہید ہے

۷۔ جو عورت ولادت کے موقع پر وفات پا جائے وہ شہید ہے۔

(سنن ابی داود ج ۲، کتاب الجنائز، باب فضل من مات بالطاعون، ص: ۴۴۳)

مُردے کو غسل دینے کا طریقہ

جب مردے کو غسل دینے کا ارادہ کرے تو تختے کو لوبان یا اگربتی وغیرہ کی تین یا پانچ یا سات بار دھونی دے۔ مردے کا لباس اتارے اور پردے کے مقام پر یعنی ناف سے زانو تک کوئی کپڑا ڈال دے پہلے مردے کو استنجاء کرائے۔ اپنے ہاتھ پر کپڑا پہن کر پردے پر پڑے ہوئے کپڑے کے نیچے سے ڈال کر استنجاء کرائے اور مردے کی شرمگاہ پر نظر نہ ڈالے پھر وضو کرائے مگر کلی نہ کرائے اور نہ ہی ناک میں ڈالے۔ پہلے منہ دھلائے پھر دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھوئے پھر سر کا مسح کرے۔ اور پھر دونوں پاؤں دھوئے۔ اگر روئی تر کر کے تین دفعہ دانتوں اور مسوڑوں پر اور ناک کے دونوں سوراخوں میں پھیر دے تو بھی جائز ہے۔

اگر مرنے والا ضروری غسل کا حاجت مند تھا یا عورت کو حیض یا نفاس آرہا تھا۔ اور وہ اسی حالت میں فوت ہو گئی تو اس صورت میں منہ اور ناک میں پانی پہنچانا ضروری ہے پھر ناک اور منہ اور کانوں میں روئی بھر دے تا کہ غسل کراتے وقت پانی اندر نہ جائے۔ پھر صابن لگا کر سر کو دھوئے پھر مردے کو بائیں کروٹ پر لٹا کر بیری کے پتے ملا کر گرم کردہ پانی سر سے پاؤں تک بدن پر ڈالے حتیٰ کہ نیچے پہنچ جائے پھر دائیں کروٹ پر لٹا کر یہی پانی بہائے۔ پھر مردے کو ٹیک لگا کر بٹھائے اور پیٹ کو نیچے کی طرف آہستہ سے ملے اگر کچھ خارج ہو تو اسے دھو دے اور صاف کر دے۔ اور دوبارہ غسل دینے کی ضرورت نہیں پھر مردے کو بائیں کروٹ لٹائے اور کافور ملا ہوا پانی سارے بدن پر تین بار بہا دے پھر سارا بدن کسی خشک کپڑے

کے ساتھ پونچھ کر جسم کو خشک کر دے۔ اس کے بعد کفن دے۔

کفن ڈالتے وقت سر پر عطر لگا دے۔

اگر مردہ مرد ہے تو ڈاڑھی پر عطر لگا دے پھر پیشانی ناک، دونوں ہتھیلیوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر کافور لگا دے

بالوں میں کنگھی نہ کرے ناخن نہ کاٹے اور نہ ہی کہیں کے بال کاٹے۔

حیض اور نفاس والی عورت مردے کو نہ نہلائے۔

اگر غسل دیتے وقت کچھ عیب دیکھے۔ تو پردہ پوشی کرے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرے بلکہ اس کے لیے بخشش کی دعا کرے۔

کفنانے کا طریقہ

مرد کا کفن تین کپڑے ہیں، ایک چادر ایک ازار اور ایک کرتہ اگر صرف چادر اور ازار ہو اور کرتہ نہ مل سکے۔ تو بھی جائز ہے اور اگر دو بھی نہ مل سکیں تو مجبوری کی وجہ سے ایک چادر بھی درست ہے۔ عورت کا کفن پانچ کپڑے ہیں، ایک کرتہ، ایک ازار، ایک سربند، ایک چادر اور ایک سینہ بند۔ اور اگر تین کپڑے یعنی ایک ازار ایک چادر اور ایک سربند ہی مل سکے۔ تو بھی ہرج نہیں۔ اور کسی مجبوری سے کے باعث اس سے بھی کم ہو تو مکروہ نہیں۔

پہلے کفن کو تین یا پانچ یا سات بار لوبان یا اگربتی کی دھونی دو۔ پھر پہناؤ۔ کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے چادر بچھاؤ، پھر ازار پھر کرتا۔ بچھاؤ اس کے بعد مردے کو اس پر لے جا کر پہلے کرتا پہناؤ، پھر ازار لپیٹ دو۔ پہلے بائیں طرف پھر دائیں طرف لپیٹو پھر چادر لپیٹ دو۔ پہلے بائیں طرف پھر دائیں طرف لپیٹو پھر کسی دھجی سے سر اور پاؤں کی طرف سے کفن کو باندھ دو اور کمر میں بھی ایک بند لگا دو۔ تاکہ راستہ میں کھل نہ جائے اور عورت کا کفن اس طرح پہناؤ۔ کہ پہلے چادر بچھاؤ اس کے اُوپر ازار اور اس کے اُوپر کرتا، بچھاؤ۔ پھر مردے کو اس پر لے جا کر پہلے کُرتا پہناؤ۔ پھر سر کے بالوں کے دو حصے کر کے کرتے کے اُوپر سینے پر ڈال دو۔ ایک حصہ دائیں جانب اور ایک حصہ بائیں جانب۔ اس کے بعد سر پر اور بالوں پر سربند ڈال دو مگر اس کو باندھو اور نہ لپیٹو۔ پھر ازار لپیٹ دو پہلے بائیں طرف لپیٹو اور پھر دائیں طرف لپیٹو اس کے بعد سینہ بند باندھ دو۔ پھر چادر لپیٹو پہلے بائیں طرف اور پھر دائیں طرف سے پھر کسی دھجی سے سر اور پاؤں کی طرف سے کفن باندھ دو اور کمر میں بھی ایک دھجی باندھ دو تاکہ راستہ میں کھل نہ جائے کفن پر کلمہ لکھنا یا کفن میں یا قبر میں عہدنامہ یا کوئی دوسری دعا رکھنا جائز نہیں بلکہ سخت بے ادبی ہے۔

اگر بچہ زندہ پیدا ہوا اور اس کے بعد جلد یا دیر سے فوت ہوا۔ تو غسل، کفن اور دفن اور جنازہ سب ضروری

ہے اور نام بھی رکھے۔

اگر بچہ مرا ہوا پیدا ہو تو صرف غسل دے کر کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دے اور کچھ ضروری نہیں۔ اور اگر حمل گر گیا۔ مگر بچے کے ہاتھ پاؤں وغیرہ نہیں بنے تھے تو صرف کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دے جہاں وفات ہو۔ زیادہ مناسب یہی ہے کہ وہیں دفن کیا جائے۔

البتہ مرتد (مثلاً قادیانی یا بہائی فرقہ کا آدمی یا منکر حدیث یا صحابہ کرام اور قرآن مجید کا دشمن) مر جائے۔ تو اسے نہ غسل دے نہ کفن دے بلکہ اٹھا کر کتے کی طرح کسی گڑھے میں پھینک دے اور اس پر مٹی ڈال دے۔

(بحر الرائق شرح کنز الدقائق ج:۲، ص:۱۹۱)

نماز جنازہ

مسلمان کا جنازہ پڑھنا مسلمانوں پر لازم ہے اگر کوئی بھی جنازہ نہ پڑھے تو ساری بستی گناہ گار ہے اگر کچھ لوگ جنازہ پڑھ لیں تو باقیوں کے ذمہ سے یہ واجب ادا ہو گیا۔

۱ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے سُنا: مسلمان کے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں۔

۱۔ سلام کا جواب دینا۔

۲۔ بیمار کی عیادت کرنا

۳۔ جنازہ پڑھنا

۴۔ (مسلمان کی) دعوت قبول کرنا۔

۵۔ چھینک کا جواب دینا (یعنی یرحمك الله کہنا)

(صحیح البخاری ج:۱، کتاب الجنائز/ باب الامر باتباع الجنائز/ ص:۱۶۶)

۲ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی مسلمان کے جنازہ میں ایمان کے ساتھ اور (اپنے آپ کا) محاسبہ کرتے ہوئے جائے نماز جنازہ پڑھے اور دفن سے فارغ ہونے تک ساتھ رہے تو وہ دو قیراط اجر لے کر واپس آتا ہے ہر قیراط (احد) پہاڑ کے برابر ہے اور جس نے اس کا جنازہ پڑھا پھر دفن ہونے سے پہلے واپس آگیا وہ ایک قیراط لے کر واپس آتا ہے۔

(صحیح البخاری ج:۱، کتاب الایمان/ باب اتباع الجنائز من الایمان/ ص:۱۲)

عورتوں کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ جنازہ کے ساتھ نہ جائیں کیونکہ وہ عام طور پر بے صبری کا اظہار کر دیتی ہے اور اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتیں۔

۷۔ حضرت ام عطیہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ ہمیں جنازوں میں جانے سے منع کیا گیا البتہ اس میں ہم پر سختی نہیں کی گئی۔

(صحیح البخاری ج: ۱، کتاب الجنائز، باب اتباع النساء الجنازہ، ص: ۱۷۰)

جب جنازہ لے کر چلیں تو چار آدمی چاروں طرف کے پائے اٹھا کر کاندھوں پر رکھیں اور قدرے تیز قدم چلیں مگر دوڑ نہ لگائیں اور باقی لوگ جنازہ کے پیچھے پیچھے اپنا محاسبہ کرتے ہوئے اور ذکر اللہ کرتے ہوئے چلیں اور آواز بلند نہ کریں جنازہ کاندھوں پر اٹھا کر جانا چاہیئے البتہ اگر قبرستان زیادہ دور ہو تو گاڑی پر بھی لے جا سکتے ہیں۔ جنازہ رکھنے سے پہلے نہ بیٹھے۔

۷۔ حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ اور جو جنازہ میں جائے وہ رکھنے سے پہلے نہ بیٹھے

(صحیح البخاری ج: ۱ کتاب الجنائز، باب متی یقعد اذا قام للجنازۃ) ص: ۱۷۵)

مناسب یہ ہے کہ جنازہ میں مشرکوں اور بدعتیوں کو شامل ہونے کی اجازت نہ دی جائے۔ یہ نحوس لوگ ہیں۔

۷۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جو مسلمان فوت ہو جائے اور چالیس ایسے مرد اس کا جنازہ پڑھیں جو اللہ کے ساتھ کچھ بھی شرک نہ کرتے ہوں تو ان کی اس کے لیے سفارش قبول ہو گی۔

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الجنائز، باب فضل الصلوۃ علی الجنائز وتشییعھا، ص: ۴۵۲)

۷۔ حضرت مالک بن ھبیرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مرنے والا فوت ہو جائے اس پر مسلمانوں کی تین صفیں جنازہ پڑھیں تو اس کے لیئے (جنت) واجب ہو گئی۔

(راوی بتاتے ہیں) کہ حضرت مالک جب جنازہ پڑھنے والوں کو کم تعداد میں دیکھتے تو انہیں اس حدیث کے باعث تین صفوں میں تقسیم کر دیتے۔

سنن ابی داود ج: ۲، کتاب الجنائز، باب فی الصفوف علی الجنازہ، ص: ۴۵۱

نماز جنازہ پڑھنے کے لیے وضو کرنا ضروری ہے لیکن وقت قلیل ہو اور یہ یقین ہو کہ وضو کرتے کرتے

نماز جنازہ ختم ہو جائے گی تو تیمم کرے۔ اس کے لیے نماز والی تمام شرائط ہیں کہ بدن پاک ہو لباس پاک ہو جگہ پاک ہو باوضو ہو میت کو سامنے رکھے امام میت کے درمیان میں کھڑا ہو۔

۷۔ حضرت سمرہ بن جندب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کا جنازہ پڑھا اور آپ اس کے وسط میں کھڑے ہوئے۔

(جامع ترمذی ج: ۱، ابواب الجنائز، باب ما جاء این یقوم الامام من الرجل والمرأۃ، ص: ۲۰۰)

نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ

چار تکبیر نماز جنازہ امام کے پیچھے برائے حاضر میت نیت کر کے قبلہ رخ ہو کر اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ باندھے۔ پہلی تکبیر کے بعد تسبیح پڑھے۔ دوسری تکبیر کے بعد درود شریف پڑھے اور تیسری تکبیر کے بعد میت مرد، عورت کے لیے یہ دعا کرے۔ یہ دعا حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کی روایت میں مذکور ہے اس لیے وہ حدیث ہی درج کی جاتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ میں یہ دعا کی۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا

(اے اللہ بخش دے ہمارے زندوں کو اور ہمارے مردوں کو اور ہمارے چھوٹوں کو ہمارے بڑوں کو

وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا۔

اور ہمارے مردوں کو اور ہماری عورتوں کو اور ہمارے موجود لوگوں کو اور ہمارے غائب لوگوں کو۔

اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِیْمَانِ

اے اللہ ہم میں سے تو جس کو زندہ رکھے پس اُسے ایمان پر زندہ رکھ

وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِسْلَامِ

اور ہم میں سے تو جس کو وفات دے تو اسے اسلام پر وفات دے

اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَہٗ

اے اللہ تو ہم کو اس کے اجر سے محروم نہ کرنا اور ہمیں اس کے بعد گمراہ نہ کرنا)

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الجنائز، باب الدعاء للمیت، ص: ۴۵۷)

اس کے علاوہ احادیث میں مذکور جس قدر چاہے دعائیں پڑھے۔ البتہ پیچھے والوں کا دھیان رکھے۔

اگر میت نابالغ لڑکا ہو تو یہ دعا کرے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا

وَّاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا۔

اگر میت نابالغ لڑکی ہو تو اس طرح دعا کریں۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهَا لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا

وَّاجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّمُشَفَّعَةً۔

اگر یہ یاد نہ ہو تو اوپر والی پڑھے۔

نماز جنازہ میں چار بار تکبیرات کہی جائیں۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس روز نجاشی کی وفات ہوئی لوگوں کو اطلاع دے کر بلایا۔ اور ان کے ہمراہ جائے نماز کی طرف نکلے تو ان کی صفیں باندھیں اور اس پر چار تکبیرات کہیں۔

(صحیح البخاری ج: ۱، کتاب الجنائز، باب التکبیر علی الجنازۃ اربعًا، ص: ۱۷۸)

سب لوگوں سے زیادہ نماز جنازہ پڑھانے کا حقدار سلطان ہے جبکہ وہ موجود ہو اگر وہ نہ ہو تو قاضی پھر محلے کا امام پھر میت کا سرپرست ....

اگر کوئی آدمی وفات پا گیا اسے دفن کر دیا گیا مگر جنازہ نہیں پڑھا تو اس کی قبر پر جنازہ پڑھے اور پھٹنے سے پہلے پہلے تک جنازہ پڑھے۔

مسجد میں جنازہ نہ پڑھا جائے (یہ زیادہ مناسب ہے) جس نے پیدا ہونے کے بعد آواز نکالی (اگر وہ فوت ہو جائے) تو اس کا نام رکھا جائے اور اسے غسل دے کر (کفن پہنا کر) اس پر جنازہ پڑھا جائے اور اگر وہ آواز نہ نکالے تو جنازہ نہ پڑھے البتہ اسے کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دے۔

(ملخصًا من ھدایہ ج: ۱، کتاب الصلوۃ، فصل فی الصلوۃ علی المیت، ص: ۱۸۰، ۱۸۱)

جنازہ پڑھ کر فوراً دفن کرنے کے لیے لے جائیں نماز جنازہ کا سلام پھیر کر دعا مانگنے کا کوئی ثبوت نہیں، اور نہ ہی صحابہ کرام میں اس کا رواج تھا۔ دین میں اپنے پاس سے ترمیم کرنا سخت بری بات ہے تعزیت کے لیے ایک بار جانا چاہیئے۔ جس گھر میں میت ہو اس گھر والوں کو صبر کرنے کی نصیحت کرے اور تسلی دینے کا کلام کرے۔

تدفین اور اس کے بعد

مسلمان کی میت کو دفن کرنا فرض کفایہ ہے بعض کے کرنے سے دوسروں سے ادا ہو جاتا ہے میت کے نصف قد سے چھوٹی اور پورے قد سے زیادہ گہری قبر نہ کھودی جائے۔

جس قدر میت کا طول ہو اس کے مطابق قبر بنائے کہ تنگ نہ ہو مناسب ہے کہ لحد والی قبر بنائے یعنی بغلی قبر ہو۔

البتہ اگر زمین نرم ہو اور لحد بنانے سے قبر کے گر جانے کا خطرہ ہو۔ تو صندوقی قبر (درمیان میں کھدائی والی) بنائی جائے۔ قبر سے قبلہ کی طرف میت کو رکھیں اور قبر میں اتارنے والے آدمی قبلہ رخ ہو کر کھڑے ہوں اور قبلہ کی طرف سے میت کو قبر میں اُتاریں میت کو قبر میں اتارتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ پڑھیں میت کو قبر میں رکھ کر اُسے دائیں پہلو پر قبلہ رخ کر دیں اس کے بعد کفن کی کمر والی گرہ کھول دیں۔ پھر کچی اینٹوں یا نرکل سے بند کر دیں پختہ اینٹیں استعمال کرنا مکروہ ہے۔

عورت کو قبر میں اتارتے وقت پردہ کرنا ضروری ہے۔

جب قبر میں مٹی ڈالیں تو وہی مٹی ڈالیں جو قبر کھودتے وقت نکلی تھی اور ایک بالشت سے زیادہ قبر کو اُونچا نہ کریں مٹی ڈالتے وقت سرہانے سے شروع کریں۔ ہر آدمی دونوں ہاتھوں میں مٹی بھر کر مٹی ڈالنا شروع کرے۔ پہلی بار مٹی ڈالتے وقت مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ کہیں، دوسری بار وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ کہیں اور تیسری بار وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى کہیں اس کے بعد مسلسل مٹی ڈالتے رہیں۔ قبر بنانے کے بعد کچھ پانی چھڑک دیں۔ اور دفن کرنے کے بعد کچھ دیر تک قبر کے پاس ٹھہر کر مردے کے لیے دعا کریں۔ اور کچھ پڑھ کر بخشیں مگر کرایہ پر آدمی منگوا کر پڑھوانا اور ریتجے، ساتے، دسواں اور چہلم وغیرہ کے ختم سب جعلی اور فراڈ ہیں ان سے نہ ہی ثواب ملے اور نہ ہی مردے کو کچھ فائدہ ہو۔

قبر پر سبز شاخ رکھ دیں۔ اور اگر قبر کے ساتھ کوئی درخت اُگ آئے تو اسے کاٹنا درست نہیں۔

قبروں پر پھول چڑھانا، چراغ جلانا، چادریں چڑھانا، پختہ قبریں بنانا، عمارت بنانا، گنبد بنانا، چونا گچ کرنا، عرس کرنا، قوالی کرانا اور قبر والے سے مدد مانگنا سب باتیں شدید غلط اور بے ہودہ باتیں ہیں۔ ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

اسی طرح قبروں پر بیٹھنا اور قبروں کے اُوپر سے گذرنا بھی جائز نہیں۔

اس سلسلہ میں چند احادیث درج کی جاتی ہیں۔

۷ حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
مردے کی ہڈی توڑنا ایسا ہی جیسے کہ زندہ حالت میں اُسے توڑے۔
(سنن ابی داؤد ج:۲، کتاب الجنائز، باب الحفار یجد العظم ھل یتنکب، ص:۵۸۴)
یہ حدیث پوسٹ مارٹم کی آڑ میں بلاشدید ضرورت مردے کی پسلیاں اور ہڈیاں توڑنے والے وحشی درندہ صفت ڈاکٹروں کے لیے ایک نصیحت ہے کاش وہ عقل کریں۔

۸ حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کو دفن کرنے سے فارغ ہوتے تو وہاں ٹھہرے پس فرمایا: اپنے بھائی کے لیے بخشش مانگو اور اس کے لیے ثابت قدمی کی دُعا کرو کیونکہ اب اس سے سوال ہوگا۔
(سنن ابی داؤد ج:۲، کتاب الجنائز، باب الاستغفار عند القبر للمیت فی وقت الانصراف، ص:۵۹۴)
اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس وقت میں ثابت قدم رکھے اور عذابِ قبر سے بچائے۔

۹ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جب مردے کو قبر میں رکھا جاتا ہے یا فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کو (قبر میں رکھا جاتا ہے) تو اس کے پاس دو سیاہ رنگ نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں، ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے وہ کہیں گے تم اس آدمی (یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہتے ہو۔؟ تو وہ (اگر مسلمان ہو تو) کہتا ہے: وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔
اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔
(میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں)
وہ کہتے ہیں کہ ہم جانتے تھے تم یہی کہو گے پھر اس کی قبر ستر گز در ستر گز فراخ کر دی جاتی ہے پھر اس کے لیے اس میں روشنی کر دی جاتی ہے پھر اُسے کہا جاتا ہے۔ سو جاؤ وہ کہتا ہے میں اپنے گھر والوں کے پاس واپس جاتا ہوں اور ان کو (اس انعام و کرام کی) خبر دیتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں: سو جاؤ جیسے دلہن سوتی ہے جس کو اس کے گھر والوں میں سے محبوب ترین ہی جگاتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے خواب گاہ سے اُٹھائے گا۔

اور اگر منافق (اور کافر) ہو تو وہ کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو کہتے سُنا پس میں نے بھی ویسے ہی کہہ دیا میں نہیں جانتا: وہ کہیں گے ہم جانتے تھے کہ تم یہی کہو گے پھر زمین کو کہا جاتا ہے: اس پر مل جا تو وہ اس پر مل جاتی ہے تو اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں پس اس کو ہمیشہ اس طرح عذاب

ہوتا رہے گا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس خواب گاہ (قبر) سے اٹھائے گا۔

(جامع الترمذی ج:۱، ابواب الجنائز، باب ما جاء فی عذاب القبر، ص: ۲۰۵)

انسان کو چاہیئے کہ وہ عذاب قبر اور ہر فتنہ سے پناہ کی دعا کرتا رہے۔

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے تھے

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ

(اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں، قبر کے عذاب سے۔

وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ

اور دوزخ کے عذاب سے اور زندگی اور موت کے فتنہ سے)

وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ

(صحیح البخاری ج:۱، کتاب الجنائز، باب التعوذ من عذاب القبر، ص: ۱۸۴)

۶ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بندے کو جب اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس آتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔

(سنن ابی داود ج:۲، کتاب الجنائز، باب المشی بین القبور فی النعل، ص: ۴۶۰)

لوگوں کو چاہیئے کہ جس گھر میں کسی کی وفات ہو جائے ان کے ساتھ ہر قسم کا ممکن تعاون کریں اور ان کے لیے کھانا تیار کریں کیونکہ وہ غم کا شکار ہوتے ہیں۔ انہیں کھانا پکانے کی فرصت نہیں ہوتی۔

۶ حضرت عبداللہ بن جعفر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

(حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موقع پر صحابہ کرام کو فرمایا:

جعفر کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کرو۔ ان پر ایسی (مصیبت آئی ہے کہ جس نے انہیں مشغول کر دیا

(سنن ابی داود ج:۲، کتاب الجنائز، باب صنعة الطعام لاھل المیت، ص: ۴۴۷)

اس لیے مناسب یہی ہے کہ میت کے گھر والوں کی طرف سے کھانا کھانے کی بجائے دوسروں لوگ ان کے لیے کھانا تیار کریں افسوس آج کل بعض حرام خور عناصر نے میت کے گھر والوں کو لوٹنے کے لیے طرح طرح کے ختم گھڑ رکھے ہیں۔ یہ تیجا ہے، یہ ساتواں ہے۔ یہ چالیسواں ہے۔ یہ سب ختم بدعت ان کا کھانا گناہ ہے۔ اور ان کو درست سمجھنا گمراہی ہے میت کی خیر خواہی اس میں ہے کہ محض اللہ کے لیے کی خاطر کسی غریب مسلمان کی مدد کرے۔ مسجد میں حصہ ڈالے۔ نفل پڑھے قرآن مجید کی تلاوت کرے کلمہ

یا کوئی نفلی ورد کرے اور اس کا ثواب مُردے کو بخش دے۔ مگر بدعت اور ریاکاری پر مشتمل طرح طرح کے من گھڑت ختم۔ سوائے نحوست کے کچھ فائدہ نہیں دیتے۔

کسی مصیبت آنے یا کسی کی وفات پر صبر کرنا اور نماز پڑھنا سب سے بہترین طریقہ ہے۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط (اور صبر کرنے اور نماز پڑھنے سے اللہ کی مدد لیا کرو)

(البقرہ - ۴۵)

لیکن ماتم کرنا، منہ نوچنا، کپڑے پھاڑنا، بین کرنا اور بکواس کرنا سخت گناہ ہے۔ حضرت عبداللہ (ابن مسعود رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں جو رخسار پیٹے اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی پکار پکارے (یعنی بین وغیرہ کرے)

(صحیح البخاری ج: ۱، کتاب الجنائز، باب لیس منا من ضرب الخدود، ص: ۱۷۳)

۶ حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی اور نوحہ سننے والی عورت پر لعنت کی۔

(سنن ابی داود ج: ۲، کتاب الجنائز، باب فی النوح ، ص: ۴۴۶)

کسی کی وفات پر تین دن تک سوگ منانے کی اجازت ہے یعنی تین دن تک خوشی کا اظہار نہ کرے اور نہ ہی خوشی کی کوئی مجلس منعقد کرے۔

البتہ بیوہ ہونے والی عورت کو چار ماہ دس دن تک سوگ منانے کی اجازت ہے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرمایا: کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا:

جو عورت اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ مُردے پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے البتہ خاوند (کی وفات) پر اسے چار ماہ دس دن تک سوگ منانے کی اجازت ہے

(صحیح البخاری ج: ۱، کتاب الجنائز، باب احداد المرأۃ علی غیر زوجھا) ص: ۱۷۱)

سوگ منانے سے مراد صرف یہ ہے کہ ان دنوں میں خوشی کا انداز اختیار نہ کرنا چاہیے تو نہ کرے مگر غمگین ہونے کی پابندی نہیں اسی طرح سیاہ لباس اور ماتم کی بھی ممانعت ہے۔

قبر اور قبرستان کے متعلق ہدایات

درست بات یہ ہے کہ قبر کچی رکھی جائے۔ ایک بالشت سے بلند نہ ہو۔ قبر پر تحریر لکھنا۔ پختہ عمارت

بنانا اور چونا گچ کرنا جائز نہیں۔ قبرستان میں جائے تو مسنون دعا پڑھے۔ کچھ قرآن مجید پڑھ کر مردے کو بخش دے مگر قبر کی طرف سجدہ کرنا اور قبروں والوں سے حاجات پوری ہونے کی درخواست کرنا اور اسے سجدہ کرنا شدید ترین گناہ اور شرک ہے۔

قبروں پر غلاف چڑھانا اور عرس کرنا بدعت اور گمراہی ہے۔ قبروں پر بیٹھنا اور انہیں مسمار کرنا بھی سخت بری حرکت ہے۔ اسی طرح مرنے والوں کی برائی بیان کرتے رہنا بھی درست نہیں۔

البتہ کوئی گمراہ آدمی اپنے غلط افکار مسلمانوں میں پھیلاتا رہا اور پھر مر گیا اور اپنے پیچھے بدمعاش تابعدار چھوڑ گیا جو کہ لوگوں کو مرنے والے کی تعلیمات سنا کر گمراہ کرتے ہوں، تو ایسے گمراہ مردے کی گمراہ کن تعلیمات کا رد کرنا اور لوگوں کو اس گمراہ آدمی کے شر سے بچانے کے لیے اس کے حالات بیان کرنا درست ہے بلکہ یہ جہاد کی ایک صورت ہے۔ البتہ محض بے فائدہ طور پر مردے پر تبصرے نہ کرتے پھریں۔

۶ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مردوں کو گالیاں نہ دو، کیونکہ وہ اس تک پہنچ چکے ہیں جو (عمل) انہوں نے آگے بھیجا ہے۔

(صحیح البخاری ج: ۱، کتاب الجنائز، باب ما ینھی من سب الاموات، ص: ۱۸۷)

۶ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی قبروں کے پاس سے گذرے تو آپ نے ان کی طرف رخ کیا اور یہ کہا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللهُ

(اے قبروں والو تم پر سلامتی ہو۔ اللہ ہمیں اور تمہیں

لَنَا وَلَكُمْ أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْأَثَرِ

بخش دے تم پہلے آگئے اور ہم پیچھے آنے والے ہیں)

(جامع ترمذی ج: ۱، ابواب الجنائز، باب ما یقول الرجل اذا دخل المقابر، ص: ۲۰۳)

والدین کی قبروں کی ہر جمعہ کو زیارت کرے اور سورہ یٰسین بخشے اس کا بہت ہی اجر ہے ایک مرفوع روایت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اپنے والدین یا ان دونوں میں سے ایک کی ہر جمعہ کو زیارت کرے۔ اس کی بخشش ہو گئی اور اسے نیک لکھا گیا۔

(مشکوۃ المصابیح، باب زیارۃ القبور، الفصل الثالث، عن البیہقی فی شعب الایمان، ص: ۱۵۴)

البتہ قبروں پر چراغ جلانا اور ان کو سجدہ کرنا سخت گناہ ہے۔

۶ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی

زیارت کرنے والیوں، ان پر مساجد بنانے والوں اور ان پر چراغ جلانے والوں پر لعنت کی۔

(سنن ابی داود ج:۲، کتاب الجنائز، باب فی زیارۃ النساء القبور، ص: ۴۶۱)

شروع میں عورتوں کو قبروں پر جانے سے منع کیا گیا۔ مگر بعد میں اجازت مل گئی بشرطیکہ خلافِ شرع کام نہ کرے مگر جہاں عرس قوالیاں ہوتی ہوں وہاں عورت مرد دونوں کا جانا حرام ہے۔

۶ حضرت ابو وائل (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے ابو هیاج اسدی کو فرمایا: میں تجھے اس (عہد) پر بھیجتا ہوں۔ جس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا کہ تم کوئی اونچی قبر دیکھو تو اسے ہموار کر دو اور کوئی تصویر دیکھو تو اُسے مٹا دو۔

(جامع ترمذی ج:۱، ابواب الجنائز، باب ماجاء فی تسویۃ القبر، ص: ۲۰۳)

چنانچہ عام مسلمانوں کے قبرستان سے باہر اور اندر جن قبروں پر گنبد اور عمارات تعمیر کی گئی ہیں ان کے بارے میں صحیح عمل یہ ہے کہ انہیں فوراً مسمار کر دیا جائے اور ایک بالشت تک ہموار کر دیا جائے۔

۶ حضرت ابو مرثد غنوی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ہی ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو۔

(جامع ترمذی ج:۱، ابواب الجنائز، باب ماجاء فی کراھیۃ الوطی علی القبور والجلوس علیھا، ص: ۲۰۳)

۶ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی آدمی انگارے پر بیٹھے اس کے کپڑے یہاں تک جل جائیں کہ اس کی جلد تک اثر ہو جائے یہ اس کے لیے اس بات سے بہتر ہے کہ وہ کسی قبر پر بیٹھے۔

(سنن ابی داود ج:۲، کتاب الجنائز، باب فی کراھیۃ القعود علی القبر، ص: ۴۶۰)

۶ حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر چونا گچ کرنے اور ان پر لکھنے اور ان پر عمارت بنانے اور انہیں روندنے سے منع کیا۔

(جامع ترمذی ج:۱، ابواب الجنائز، باب ماجاء فی کراھیۃ تجصیص القبور، ص: ۲۰۳)

قبروں اور مزاروں پر عرس کرنا اور ان کو سجدہ کرنا اور انہیں غلاف چڑھا کر مزین کرنا مشرکین کی عادت اور خبیث ترین کام ہے۔

۶ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہودیوں کو ہلاک کرے انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔

(سنن ابی داود ج:۲، کتاب الجنائز، باب البناء علی القبر، ص: ۴۶۰)

وصیت اور وراثت

موت کے بعد میت کی ملکیت ختم ہو جاتی ہے اس کا متروکہ مال دوسروں کے لیے ہے۔ یہ دن اُن لوگوں کے لیے عبرت کا دن ہے کہ جو دین فروشی، اللہ کے احکام کی نافرمانی اور ظلم وغیرہ ہر غلط طریقہ سے مال جمع کرتے رہتے ہیں اور صرف مال کمانے اور جمع کرنے کے بعد یہ سمجھتے ہیں کہ یہ مال ہمیں موت سے چھڑا لے گا حالانکہ موت کے فوراً بعد ان کی ملکیت ختم ہو جاتی ہے اور وہ مال وارثوں کا ہو گا۔

ح حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ کہتا ہے۔ میرا مال میرا مال حالانکہ اس کے مال میں سے اس کے تین ہی مال ہیں۔

۱۔ جو اس نے کھایا اور ختم کر دیا۔

۲۔ جو اس نے پہنا اور بوسیدہ کر دیا

۳۔ یا جو (اللہ کی راہ میں دیا اور اس کے (ثواب کا) ذخیرہ کیا اس کے علاوہ جو ہے وہ جانے والا ہے اور اُسے لوگوں کے لیے چھوڑنے والا ہے۔

(صحیح المسلم ج: ۲، کتاب الزھد، فصل لاینبغی للانسان ان تلھی بالتکاثر ولیس لہ من المال شئ الا ما اکل۔ ص: ۴۰۷)

موت کے بعد میت کے کفن دفن کے ضروری اخراجات کے بعد سب سے پہلے اس کا قرض ادا کیا جائے پھر میت کی وصیت نافذ کی جائے۔ البتہ بدعات، تیجے، ساتے چالیسواں کے ختموں، قرآن خوانی کرنے ماتم کرنے والوں پر مُردے کا متروکہ مال خرچ کرنا حرام اور وارثوں کے مال میں خیانت ہے۔ میت کی وصیت ایک تہائی متروکہ مال میں نافذ ہو گی باقی مال ہر صورت وارثوں کو ملے گا۔

مسائلِ وراثت سیکھنے کی اہمیت بتائی گئی

ح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرائض (علم میراث) اور قرآن مجید سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ اس لیے میری (آخر کار) وفات ہو گی اور یہ علم سیکھنا ضروری ہے۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الفرائض / باب ما جاء فی تعلیم الفرائض، ص: ۲۹)

وصیت بھی چونکہ وراثت کے مال میں کی جاتی ہے یہ بھی بہت اہم ہے۔

ح حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مسلمان آدمی کو چاہیئے کہ اگر اس کے پاس کچھ چیز (جائیداد، مال وغیرہ) ہو تو اس کے بارے میں

وصیت کرے دو راتیں نہ گذریں کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی موجود ہو۔

(صحیح البخاری ج: ۱، کتاب الوصایا/ ص: ۳۸۲)

البتہ وارث کے لیے دوسرے وارثوں کی اجازت کے بغیر حصہ سے الگ کوئی وصیت معتبر نہیں۔

۶ حضرت ابو امامہ باھلی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کے خطبہ دیتے ہوئے سُنا: بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر حقدار کو (وراثت میں) اس کا حق دے دیا پس وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں الی آخر الحدیث۔

(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب الوصایا/ باب ماجاء لا وصیۃ لوارثٍ) ص: ۳۲)

۶ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا کسی وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں سوائے اس کے کہ دوسرے وارث رضامند ہوں۔

(مشکوٰۃ المصابیح/ باب الوصایا/ الفصل الثانی/ ص: ۲۶۵)

۱۔ یہ بھی یاد رہے کہ وارثوں کی یہ اجازت (جس کا وارث بن رہا ہے) اس کی موت کے بعد ہونی چاہیئے زندگی میں اجازت معتبر نہیں۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ وارث بالغ ہوں۔

(ھدایہ ج: ۴، کتاب الوصایا/ باب فی صفۃ الوصیۃ ما یجوز/ ص: ۶۵۵)

"قاتل کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں چاہے وہ قتلِ عمد کا مرتکب ہو یا قتل خطا کا۔"

(ھدایہ ج: ۴، کتاب الوصایا/ باب فی صفۃ الوصیۃ ما یجوز، ص: ۶۵۶)

" اسلامی حکومت کے وفادار ذمی شہری کے لیے بھی وصیت کرنا درست ہے مگر حربی کافر کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں۔

مزید براں یہ بھی ضروری ہے کہ وصیت کا مال لینے والا اس کے مرنے کے بعد اُسے قبول کرے۔ زندگی میں قبول کرنا معتبر نہیں۔

(ھدایہ ج: ۴ کتاب الوصایا/ باب فی صفۃ الوصیۃ ما یجوز) ص: ۶۵۷)

"اگر کسی پر اس قدر قرض ہے کہ سارا مال قرض میں چلا گیا تو وصیت درست نہیں ہوگی۔"

(ھدایہ ج: ۴، کتاب الوصایا/ باب فی صفۃ الوصیۃ ما یجوز) ص: ۶۵۸)

البتہ کفن دفن کے اخراجات مکمل کرنے اور قرض ادا کرنے کے بعد باقی بچنے والے مال کے بارے میں وصیت نافذ ہوگی۔ اور ترکہ کے ایک تہائی حصہ سے زیادہ وصیت نافذ نہیں ہوگی۔ اس کے بعد باقی مال ہر صورت وارثوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ گناہ کی وصیت پوری کرنا جائز نہیں۔

۶ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ میں فتح (مکہ) کے سال سخت بیمار ہو گیا، کہ موت نظر آنے لگی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس عیادت کے لیے تشریف لائے میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول میرے پاس بہت مال ہے اور میرا کوئی وارث نہیں سوائے میری بیٹی کے اس لیے میں سارا مال (صدقہ کرنے) کی وصیت کرتا ہوں۔

آپ نے فرمایا: نہیں

میں نے کہا: پھر دو تہائی مال کا۔؟

آپ نے فرمایا: نہیں

میں نے کہا: پھر نصف کا۔؟

آپ نے فرمایا: نہیں

میں نے کہا: پھر ایک تہائی کا۔؟

آپ نے فرمایا: ایک تہائی (ٹھیک ہے) اور ایک تہائی بہت ہے۔ اگر تم اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑ کر جاؤ یہ اس سے بہتر ہے کہ انہیں تنگ دست چھوڑ کر جاؤ کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھیریں۔ بے شک تم جو بھی (اہل و عیال پر) خرچ کرو گے اس کا ثواب پاؤ گے حتیٰ کہ جو لقمہ تم اپنی بیوی کے منہ میں رکھو گے (اس کا بھی اجر ملے گا) الی آخر الحدیث۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الوصایا، باب ماجاء فی الوصیۃ بالثلث، ص: ۳۲)

یاد رہے کہ کافر مسلمان کا وارث نہیں اور قاتل مقتول کا وارث نہیں ہوتا۔

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قاتل (مقتول کا) وارث نہیں ہوتا۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الفرائض، باب ماجاء فی ابطال میراث القاتل، ص: ۳۱)

۶ حضرت اسامہ بن زید (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان، کافر کا وارث نہیں ہوتا۔ اور کافر، مسلمان کا وارث نہیں ہوتا۔

(صحیح المسلم ج: ۲، کتاب الفرائض، فصل لایرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم، ص: ۳۳)

مرنے والے کو چاہیے کہ وہ ناحق طور پر کسی وارث کو محروم نہ کرے یہ ظلم کی ایک قسم ہے جس کی سز[ا]

۶ حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فر[مایا] جو شخص اپنے وارث کو میراث سے محروم کرے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن جنت کی ورا[ثت]

سے محروم کر دے گا۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الوصایا، باب الحیف فی الوصیۃ، ص: ۱۹۸)

موت کے وقت اگر مرنے والا کسی وارث کو محروم کر دے تو اس کا کلام معتبر نہیں کیونکہ مرتے ہی اپنے متروکہ مال میں ایک تہائی سے زیادہ سے اس کی ملکیت بالکل ختم ہو چکی جو شخص قرآن مجید میں مقررہ کردہ وارثوں سے حقوق کا انکار کرے وہ مسلمان نہیں۔

سورۃ النساء آیت ۱۱، اور ۱۲ میں اللہ تعالےٰ نے وراثت کے حصے بیان فرمائے اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

۶ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ق — اللہ تعالےٰ تمہاری اولاد کے حق میں تمہیں حکم دیتا ہے۔

۶ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ج — ایک مرد کا حصہ، دو عورتوں کے برابر ہے

۶ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ج — پھر اگر دو سے زائد لڑکیاں ہوں تو ان کے لیے دو تہائی اس مال میں سے ہے جو میت نے چھوڑا۔

۶ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ — اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لیے آدھا ہے۔

۶ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ج — اور اگر میت کی اولاد ہے، تو اس کے والدین میں سے ہر ایک کو کل مال کا چھٹا حصہ ملنا چاہیئے۔

۶ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ج — اور اگر اس کی کوئی اولاد نہیں، اور ماں باپ ہی اس کے وارث ہیں، تو اس کی ماں کا ایک تہائی ہے۔

۶ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ط — پھر اگر میت کے بھائی بہن بھی ہوں تو اس کی ماں کا چھٹا حصہ ہے (یہ حصہ) اس وصیت کے بعد ہوگا جو وہ کر گیا تھا اور قرض ادا کرنے کے بعد۔

۶ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ط — تم نہیں جانتے کہ تمہارے باپوں اور تمہارے بیٹوں میں سے کون تمہیں زیادہ نفع پہنچانے والا ہے۔

فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا

اللہ کی طرف سے یہ حصہ مقرر کیا ہوا ہے۔ بے شک اللہ خبردار حکمت والا ہے۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ

اور جو مال تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں، اس میں تمہارا آدھا حصہ ہے، بشرطیکہ ان کی اولاد نہ ہو۔

فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ؕ

اگر ان کی اولاد ہو، تو اس میں سے جو چھوڑ جائیں ایک چوتھائی تمہاری ہے اس وصیت کے بعد جو وہ کر جائیں یا قرض کے بعد۔

وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ج

اور عورتوں کے لیے چوتھائی مال ہے جو تم چھوڑ کر مرو، بشرطیکہ تمہاری اولاد نہ ہو۔

فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ؕ

پس اگر تمہاری اولاد ہو، تو جو تم نے چھوڑا اس میں سے اُن کا آٹھواں حصہ ہے اس وصیت کے بعد جو تم کر جاؤ یا قرض کے بعد۔

وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ج

اور اگر وہ مرد یا عورت جس کی یہ میراث ہے، باپ بیٹا کچھ نہیں رکھتا، اور اس میت کا ایک بھائی یا بہن ہے؛ تو دونوں میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے۔

فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ

پس اگر اس سے زیادہ ہوں تو ایک تہائی میں سب شریک ہیں

فِی الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِیَّۃٍ یُّوْصٰی بِہَآ اَوْ دَیْنٍ لا غَیْرَ مُضَآرٍّ ج	وصیت کے بعد جو ہو چکی ہے یا قرض (ادا کرنے) کے بعد، بشرطیکہ اوروں کا نقصان نہ ہو۔

النساء - ۱۲،۱۱

سورۃ النساء میں دوسری جگہ فرمایا

• اِنِ امْرُؤٌ ھَلَکَ لَیْسَ لَہٗ وَلَدٌ وَّلَہٗٓ اُخْتٌ فَلَھَا نِصْفُ مَا تَرَکَ ج	اگر کوئی مر جائے جس کی اولاد نہ ہو، اور اس کی ایک بہن ہو، تو اسے اس کے تمام ترکہ کا نصف ملے گا
• وَھُوَ یَرِثُھَآ اِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّھَا وَلَدٌ ط	اور وہ شخص اس بہن کا وارث ہوگا اگر اس کی کوئی اولاد نہ ہو۔
• فَاِنْ کَانَتَا اثْنَتَیْنِ فَلَھُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَکَ ط	اور اگر دو بہنیں ہوں تو انہیں کل ترکہ میں سے دو تہائی ملے گا۔
• وَاِنْ کَانُوْٓا اِخْوَۃً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ ط	اور اگر چند وارث بہن بھائی ہوں مرد اور عورت۔ تو ایک مرد کو دو عورتوں کے حصہ کے برابر ملے گا۔

النساء - ۱۷۶

مسائلِ وراثت مختصر طور پر درج کیے گئے ہیں
مزید تفصیل کے لیے علماء کرام سے رجوع کیجیے۔

باب — ۱۴

احسان و تصوّف

باطنی پاکیزگی اور روحانی سکون

اسلام نے انسان کی باطنی اصلاح اور روحانی سکون کے لیے ایسا پروگرام دیا کہ جس سے اسلام کے علاوہ ہر مذہب محروم ہے۔ اسلام چونکہ سچا اور اللہ تعالیٰ کا اتارا ہوا دین ہے اس لیے اسلام کا ہر اصول سب سے بہترین اصول ہے اور اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب چونکہ انسانوں کے من گھڑت نظریات پر مشتمل ہیں اس لیے وہ ناقص اور انسانیت کے لیے نقصان دہ ہیں

اسلام کی اصطلاح میں روحانی سکون حاصل کرنے کے اصول کو احسان یا تصوّف کہا جاتا ہے۔ اور احسان سے مراد وہ طریقہ فکر و عمل ہے کہ جس پر چل کر انسان قلبی طور پر نیک بن جائے کسی خارجی سزا کے خوف کے بغیر ہی اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے حقوق ادا کرنے کی فکر کرتا رہے اسلام کی پابندی خوش ہو کر کرے اور ہر گناہ سے قلبی نفرت پیدا ہو جائے۔

اسلام کے علاوہ دوسرے غلط مذاہب نے انسان کو روحانی سکون بخشنے کی آڑ میں ایسا پروگرام دیا کہ جس میں کہیں تو انسانی فطرت سے بغاوت ہے اور کہیں اذیت ناک طریقے ہیں کہ جن کی وجہ سے انسان اپنی صحت اور فطری جذبات سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

کسی مذہب نے کہا کہ انسانی بستیاں چھوڑ کر جنگلوں میں چلے جاؤ اور دنیا سے قطع تعلق کر لو حالانکہ اگر ایسا کرنا ہی بزرگ ہونے کی علامت ہوتا تو تمام جنگلی جانور اور ویران علاقوں کے وحشی لوگ جو عام انسانی بستیوں سے دور ہیں سب بزرگ بن جاتے۔

کسی نے کہا کہ نکاح نہ کرو۔ حالانکہ ایسا کرنا انسان میں ودیعت شدہ فطرت سے بغاوت اور دنیا سے انسانیت کو مٹا دینے کی سازش ہے اور پھر ایسے لوگ عام طور پر جذبات سے بے قابو ہو کر چھپ چھپ کر بدکاریاں کرتے ہیں۔

آخر کار وہ صوفی بننے کی بجائے بظاہر نیک اور بباطن شیطان بن جاتے ہیں۔

بعض لوگ چپ کا روزہ رکھ لیتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ یہ نیک کام ہے حالانکہ حضو

صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام میں سے کسی نے چپ کا روزہ نہیں رکھا یہ ایک دھوکہ ہے بعض لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے اجناس کھانا چھوڑ دیا ہے حالانکہ جس چیز کو اللہ تعالےٰ نے حلال کیا اسے حرام کرنے والا بے ایمان ہے گویا بے ایمانی کا نام ولایت رکھا ہوا ہے۔

بعض نے بدن کو اذیتیں دینے کا پروگرام دیا۔ جو دراصل دنیا میں عذاب کی ایک قسم ہے اور آخرت کا عذاب الگ ہے۔ اسلام نے ان سب کے مقابلہ میں انسان کو سب خوبیوں کا حامل انسان قرار دیا۔ اور اسے انسانی بستیوں میں رہ کر، زندگی کے ہر حصہ میں نہایت آسان اور قابلِ عمل طریقہ کے ساتھ روحانی سکون حاصل کرنے کا پروگرام دیا کہ کفر و شرک و بدعت نہ کرو گناہ سے بچو، حلال کھاؤ، کسی پر ظلم نہ کرو۔ نکاح کرو مگر بدکاری نہ کرو۔ جس قدر بدنی قوت ہو اس کے مطابق محنت کرو۔

مخلوق سے مانگنے کی بجائے اللہ تعالےٰ سے مانگو۔ اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔ اور جس قدر ہو سکے، اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتے رہو۔ اور ان شرائط کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا روحانی سکون کے لیے ایک مجرب اور یقینی ذریعہ ہے اللہ تعالےٰ نے فرمایا :

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝

(خبردار اللہ کی یاد سے دل اطمینان حاصل کرتے ہیں)

(الرعد - ۲۸)

آج کے دور میں جو لوگ سمجھتے ہیں کہ محض مال کی کثرت۔ بڑے بڑے مکانات بیگمات اور جائداد اور دنیاوی مرتبہ، سیاسی یا فوجی قوت ہی کامیابی اور روحانی سکون کا ذریعہ ہے وہ انتہائی احمق اور جاہل ہیں۔ آج کی دنیاوی امور میں ترقی یافتہ اقوام جن کے پاس جدید اسلحہ، مال و دولت اور زندگی کی ہر آسائش کا سامان موجود ہے لیکن اسلام کے سچے اصولوں سے غفلت کی وجہ سے روحانی سکون سے محروم ہیں جس کے نتیجہ میں ہر وقت دشمنی، قحط، جنگ وغیرہ ہر بات سے خوف محسوس کرتے ہیں معمولی معمولی باتوں پر خودکشی کرنے کے لیے آمادہ ہیں۔ ان کے معاشرہ میں جرائم کی رفتار دن بدن بڑھ رہی ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کے سچے دین سے بغاوت اور اسلام کے روحانی سکون کے پروگرام سے محرومی اور ذکرِ اللہ سے غفلت کا نتیجہ ہے۔

دُنیا کی حقیقت

انسان کو چاہیئے کہ سب سے پہلے وہ دنیا اور اس کی حقیقت اچھی طرح سمجھ لے جب اس کے سامنے دنیا کی اصل حقیقت واضح ہو جائے گی تو اس کے لیے گناہوں سے بچنا اور نیکی کی راہ پر چلنا بلکہ زیادہ سے زیادہ نیکی کے کاموں میں حصہ لے کر اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنا آسان ہو جائے گا اور روحانی سکون اسے ہی حاصل ہو سکتا ہے جو دنیا کی حقیقت جان لے تاکہ دنیا جیسی بے قیمت چیز کی محرومی پر اسے بے چینی نہ ہو۔ دنیا کی حقیقت تو یہ ہے کہ آج ہر طرف باغات۔ مکانات، سڑکیں، روشنی، جانداروں کی چہل پہل ہے مگر ایک دن ضرور آئے گا کہ اس ساری رونق سے فائدہ اٹھانے والا انسان مرکر قبر میں دفن ہو جائے گا۔ کوئی سمندر میں ڈوب جائے گا۔ کوئی پہاڑ سے گر جائے گا۔ کسی کو درندے کھا جائیں گے سب مکان چھوڑ جائے گا۔ اولاد اور مال یہیں رہ جائے گا۔ بلکہ آگے چلئے کہ بچے جوان ہو کر بوڑھے ہو جائیں گے ۔ مکان بوسیدہ ہو کر گر جائیں گے یہ وہ حقائق ہیں کہ جن سے انکار نہیں کیا جا سکتا اس لیے ایک عقلمند آدمی ان برباد ہونے والے مکانات، تباہ ہونے والے شہروں ویران ہونے والے باغات اور آخر کار مر جانے والے بیوی بچوں میں دل نہیں لگا سکتا۔ آج سے سو برس پہلے کے لوگ قبرستان میں دفن ہو چکے اور قیامت کا انتظار کر رہے ہیں اور سو برس بعد ہم میں سے شاید ہی کوئی زندہ ہوگا۔ کسی شاعر نے خوب تصویر کھینچی:

لدو اللموت وابنو اللخراب (مرجانے کے لیے بچے پیدا کرو اور برباد ہونے کے لیے مکان بنایا کرو)

برباد ہونے والی دنیا کو سینے سے لگائے رکھنا اور آخرت کی زندگی کو بھلائے رکھنا سخت جہالت و حماقت ہے۔

حضرت سہل بن سعد (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر دنیا کی (قدر و قیمت) اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔

جامع ترمذی ج ۲ ابواب الزہد/باب ماجاء فی هوان الدنيا على الله) ص۵۸

اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ میری بڑی سلطنت ہے، افواج ہیں، کارخانے ہیں اور مال و دولت ہے تو اس کا جواب درج ذیل احادیث میں بتا دیا گیا۔

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا : بندہ کہتا ہے ، میرا مال ، میرا مال ، حالانکہ اس کے (مقبوضہ) مال میں سے اس کا مال تین ہیں ۔

(۱) جو اس نے کھایا اور ختم کر دیا ، (۲) جو اس نے پہنا اور پرانا کر دیا (یعنی ختم کر دیا)

(۳) جو اس نے (آخرت کے لیے) ذخیرہ کیا (یعنی صدقہ کیا اور نیک کاموں پر خرچ کیا) ان کے علاوہ باقی (مال) تو خود جانے والا ہے اور اسے لوگوں کے لیے چھوڑنے والا ہے ۔

صحیح المسلم ج ۲ کتاب الزہد / فصل لاینبغی للانسان ان یتلهی بالتکاثر ولیس له من المال شئ الا ما اکل ا) ص ۴۰۷

یعنی مرتے ہی تمام املاک ، سلطنت ، مکانات اور مال و دولت سے انسان کی ملکیت ختم ہو جاتی ہے اور اسے قبرستان ہی جانا پڑتا ہے ۔

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں (رضی اللہ عنہ) کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : مردے کے پیچھے پیچھے تین آتے ہیں دو واپس چلے جاتے ہیں اور (ایک اس کے ساتھ) باقی رہ جاتا ہے اس کے پیچھے پیچھے اس کے اہل وعیال اور اس کا مال اور اس کا عمل آتا ہے چنانچہ اہل وعیال اور مال واپس چلا جاتا ہے اور اس کا عمل (اس کے ساتھ) باقی رہ جاتا ہے ۔

صحیح المسلم ج ۲ کتاب الزہد / فصل لا یتبع المیت شئ الا العمل) ص ۴۰۷

چنانچہ جو لوگ مال جمع کرنے اور بال بچوں کے لیے محلات اور جائیداد بنانے کے لیے حلال حرام کی تمیز نہیں کرتے ، ظلم کرتے ہیں اور اسلام کے ضوابط کی پابندی نہیں کرتے مرتے ہی ان کے اپنے بال بچے انہیں گڑھے میں ڈال کر واپس چلے جاتے ہیں ۔ اور یہ بدنصیب مُردہ دوسروں کو عیش کی زندگی دے کر خود عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے ۔

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے (مرفوع) روایت ہے کہ جب مرنے والا مرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ اس نے آگے کیا بھیجا ؟ اور لوگ کہتے ہیں کہ اس نے پیچھے کیا چھوڑا ؟

مشکوۃ المصابیح / کتاب الرقاق / الفصل الثالث ص ۴۵۰ / عن بیهقی فی شعب الایمان

زہد اور اس کی اہمیت

زہد کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کے دل میں دنیا کا ایسا لالچ نہ ہو کہ وہ اسلام کے مقابلے میں دنیا کو ترجیح دے البتہ نیک کام کرنے کی قوت حاصل کرنا مذموم نہیں ہے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زہد کے تین

درجات ہیں :- ۱۔ حرام کو چھوڑ دینا۔ یہ عوام کا زہد ہے۔ (۲) حلال میں سے فضول اور زائد از ضرورت کو چھوڑنا۔ یہ خواص کا زہد ہے (۳) جو چیز بھی اللہ تعالےٰ سے ذرا بھی غافل کرے (چاہے وہ حلال ہو) اسے چھوڑ دینا۔ یہ عارفین کا زاہد ہے۔ رسالہ قشیرۃ / باب الزہد (صـ ۶۲)

زہد کے بارے میں چند احادیث درج کی جاتی ہیں :-

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے فرمایا

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کاندھے کو پکڑ کر فرمایا:

" دنیا میں اس طرح رہو گویا کہ تم مسافر ہو یا راہ چلنے والے ہو"

صحیح البخاری ج۲ کتاب الرقاق / باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل صـ ۹۴۹

حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا : ناز و نعمت کی زندگی سے بچو، کیونکہ اللہ کے بندے ناز و نعمت کے عادی نہیں ہوتے (یعنی ان کی زندگی سادہ ہوتی ہے)۔

(مشکوۃ الصابیح / باب فضل الفقراء / الفصل الثالث / صـ ۴۴۹ عن احمد)

حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندے کے مال میں برکت نہیں ہوتی تو وہ اسے مٹی اور پانی میں ڈالتا ہے"

(یعنی بڑی بڑی عمارات اور خوبصورت محلات تعمیر کرتا ہے جو آخر کار تباہ ہو جائیں گے)

(مشکوۃ الصابیح / کتاب الرقاق / الفصل الثالث صـ ۴۴۴)

عن بیہقی فی شعب الایمان

حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :- جاگیریں نہ بناؤ ورنہ تم دنیا میں راغب ہو جاؤ گے۔

جامع ترمذی ج۲ ابواب الزہد / باب ما جاء فی ھم الدنیا وحبھا) صـ ۵۹

جب انسان بے شمار مال، مکانات، تجارتی مراکز اور جاگیروں کا مالک جاتا ہے تو مرتے وقت ان سے جدائی کی حسرت بھی اس کے لیے شدید عذاب بن جاتی ہے

بعض لوگ روزی کی کمی پر فضول باتیں بناتے ہیں کاش وہ ان دو احادیث پر غور کر لیں

حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما

جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کم روزی پر راضی ہوگیا، اللہ تعالیٰ اس کے کم عمل پر راضی ہوگیا۔
مشکوۃ المصابیح / باب فضل الفقراء / الفصل الثالث / ص ۴۴۹، عن بیہقی فی شعب الایمان
یعنی اگر کچھ کوتاہی ہوئی تو اللہ تعالیٰ پر توکل و قناعت کی برکت سے معافی مل جائے گی مگر ہر وقت
شکوہ شکایت کرنے والے کو خطرہ ہے کہ سزا مل جائے اس سے یہ بھی مراد نہیں کہ فرائض ترک دیئے
جائیں فرائض ادا کرنا تو خود اپنے مقام پر لازم ہے۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
مسلمان فقراء مالداروں سے نصف دن پہلے جنت میں جائیں گے اور (قیامت کا نصف دن) پانچ
سو سال کا ہوگا (جامع ترمذی ج ۲ ابواب الزہد / باب ما جاء فی ان فقراء المهاجرين
يدخلون الجنة قبل اغنيائهم) ص ۶۱

یعنی مالداروں کا محاسبہ ہوتا رہے گا اور فقراء کا حساب تو پہلے ہی صاف ہے۔ البتہ جو
آدمی مالدار ہوتے ہوئے مال و دولت سے زاہد و بے رغبت رہے نیک کاموں میں بے دریغ
مال خرچ کرے اور مال کی محبت اُسے جہاد، نماز، ذکر اللہ، صلہ رحمی اور دوسرے نیک کاموں
سے غافل نہ کرے تو وہ بھی درحقیقت ایک فقیر آدمی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بغیر حساب بخش
دے اور بغیر حساب جنت الفردوس عنایت فرمائے۔ آمین!

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جس نے دنیا طلب کی (اس طرح) کہ حلال کمائے اور سوال سے بچے اور اپنے گھر والوں پر خرچ
کرے اور پڑوس پر رحم کرے (یعنی اس کی مدد کرے) تو وہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سے اس
حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح (روشن ہوگا۔ اور جس نے
حلال دنیا (مال) کی کثرت کرنے، فخر جتانے اور ریاکاری کے لیے طلب کی تو وہ اللہ تعالیٰ کو اس
حال میں ملے گا کہ وہ اس پر غضبناک ہوگا۔
(مشکوۃ المصابیح / کتاب الرقاق / الفصل الثالث / ص ۴۴۴ عن
بیهقی فی شعب الایمان)

یعنی اگر حلال روزی کمائے۔ جائز مقام پر خرچ کرے۔
مالی اور دوسرے حقوق ادا کرے وقت پر نماز پڑھے تو یہ نیکی ہے لیکن اگر نمازیں برباد کرکے
حلال و حرام کی پرواہ کئے بغیر غلط ذرائع سے مال حاصل کرے تو یہ گناہ ہے۔

جو شخص ہر وقت مال حاصل کرنے کی فکر میں لگا رہے اور نماز اور دوسرے فرائض و حقوق کی پرواہ نہ کرے اس کا انجام ایک میں حدیث نیں بتایا گیا۔

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا فکر آخرت کا ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں غنا ڈال دے گا اور اس کا معاملہ مجتمع کر دے گا اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آئے گی اور جس کا فکر دنیا کا ہی ہو اللہ تعالےٰ اس کی محتاجی اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان (سامنے) کر دے گا اور اس کا معاملہ (پریشان) و متفرق کر دے گا۔ اور دنیا اس کے پاس صرف اسی قدر آئے گی جو اس نے اس کے لیے مقدر کر رکھی۔

(جامع ترمذی ج۲ ابواب صفۃ القیامۃ) ص۷۳

چنانچہ آج کل عبادت و اسلام سے محروم صرف سائنسی ترقی اور دنیاوی مال و دولت کی پوجا کرنے والی اقوام کا یہ حال ہے کہ وہ ہر وقت آنے والے فقر، قحط اور آفات سے ڈرتی رہتی ہے اور قلبی اطمینان سے محروم ہیں۔ یہ بھی عذاب کی ایک قسم ہے۔

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: تم مجھ سے ملنا چاہو تو تمہارے لیے دنیا میں سے صرف اسی قدر کافی ہے جو کہ (سفر کرنے والے) سوار کا زاد راہ ہوتا ہے اور مالداروں کے پاس بیٹھنے سے بچو اور کپڑے کو پرانا کر کے (تب تک نہ پھینکو) جب تک کہ پیوند نہ لگا لو۔

جامع ترمذی ج۱ ابواب اللباس / باب ماجاء فی ترقیع الثوب) ص۲۰۷

حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم کو ان باتوں کے سوا کچھ حق نہیں
(۱) ایک مکان جس میں رہائش کرے (۲) لباس جس سے پردہ پوشی کرے (۳) روٹی کا ٹکڑا اور پانی۔

(جامع ترمذی ج۲ ابواب الزہد / باب ماجاء فی الزھادۃ فی الدنیا) ص۵۹

اب جو آدمی صرف دنیا کی زندگی کو آباد کرتا رہے اور آخرت سے غافل رہے۔ دنیا کی مختصر زندگی پُر تکلف اور آرام دہ بنالے۔ مگر مرنے کے بعد کی طویل زندگی کو عذاب اور دکھ کی زندگی بنالے ایسا آدمی گدھے سے زیادہ بدعقل اور احمق ہے یہ حال عام کفار کا ہے جو دنیا کے امور میں بہت ہی عقل مند مگر آخرت سے اندھے ہیں

حضرت ابو یعلی شداد بن اوس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عقل مند آدمی وہ ہے جو اپنے آپ کا محاسبہ کرے اور مرنے کے بعد کی (زندگی) کے لیے کام کرے اور عاجز (بد عقل) وہ ہے جس کا نفس اس کی خواہش کی تابعداری کرے پھر اللہ پر امیدیں باندھتا پھرے (ابن ماجہ کتاب الزہد/باب ذکرالموت والاستعداد لہ) صـ۳۲۴

یعنی کوئی نیک عمل نہ کرے اور ہر وقت نفسانی خواہشات میں ڈوبا رہے اور پھر یہ ہے کہ بس اللہ میرے لیے یہ کر دے گا وہ کر دے گا۔ ایسا آدمی بالکل احمق ہے انسان کو چاہیئے کہ وہ نیک عمل کرے اور برائی سے بچے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور یہ کہے کہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے کام ہوگا۔

ان باتوں سے یہ مراد نہیں کہ کام بالکل چھوڑ دے اور محض ڈر کی حالت میں بیٹھا رہے یہ طریقہ اسلام کے خلاف ہے سب سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ اللہ تعالےٰ سے ڈرنے والے تھے انہوں نے جہاد، تجارت، کھیتی باڑی وغیرہ ہر کام یعنی خوب حصہ لیا۔ مگر اللہ تعالیٰ سے غفلت اختیار نہیں کی چنانچہ جو شخص حلال کماتا ہے فرائض ادا کرتا ہے اور جائز مقامات پر خرچ کرتا ہے تو یہ تجارت اور کھیتی باڑی بھی نیکی بن جائے گی۔

تزکیہ باطن اور روحانی سکون کے اہم کام

روحانی سکون واطمینان اور باطنی صفائی حاصل کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ

۱۔ قرآن وحدیث کے مطابق عقائد رکھے۔ ہر قسم کے شرک و بدعت اور غلط عقیدہ سے دور رہے،

۲۔ قرآن وحدیث میں جن باتوں کے کرنے کا حکم دیا گیا ان پر عمل کرے اور جن باتوں سے منع کیا گیا ان سے رک جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کے بغیر کبھی بھی کسی کا ظاہر و باطن درست نہیں ہو سکتا۔

۳۔ ان باتوں کے علاوہ حلال کھانے، تقویٰ اختیار کرنے اور دنیاوی لذات سے دور رہنے کی پوری کوشش کرے اپنے آپ کا محاسبہ کرتا رہے۔ انقباض کی حالت میں تنگی محسوس نہ کرے۔ بلکہ کام میں لگا رہے۔ صبر و شکر اور قناعت و توکل اختیار کرے اللہ کے حکم پر راضی رہے مکاشفات ہر جگہ بیان نہ کرتا پھرے۔ حیا کرے اور اللہ کی عبادت محبت و شوق کے ساتھ کرے۔ اللہ ہی کا خوف رکھے اسی سے امیدیں وابستہ رکھے۔ بخل سے بچے، زندگی کا ہر لمحہ عبادت میں لگا دے۔ عبادت کا مفہوم یہ ہے کہ زندگی کے ہر حصہ میں اسلام کی پابندی کرے

کرامات کے پیچھے نہ پڑے۔ بلکہ استقامت کی راہ پر چلے۔ اگر کسی سے بیعت ہو تو پہلے استخارہ کرے۔ کسی مشرک یا بدعتی کے ہاتھ پر بیعت نہ کرے اور پیر کے ساتھ عقیدت و ادب کا معاملہ کرے البتہ پیر کو معصوم نہ سمجھے اگر پیر کتاب و سنت کے خلاف حکم کرے تو اطاعت نہ کرے بلکہ پیر کے معاملہ کی پڑتال کرے اگر وہ غلط آدمی نکلے تو بیعت توڑ دے یہ یاد رہے کہ کسی پیر سے بیعت ہونا شرط اسلام و ایمان نہیں البتہ بہتر بات ضرور ہے اب اس کی مزید تفصیل لکھی جاتی ہے۔

شرک و بدعت سے پرہیز کرو

روحانی سکون حاصل کرنے کی سب سے پہلی اور لازمی شرط یہ ہے کہ کفر و شرک و بدعت سے پرہیز کرے جو شخص کافر ہے یا مشرک ہے اس کی کسی قسم کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی وہ سراسر گندگی ہے اور گندگی میں سکون حاصل نہیں ہو سکتا۔

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں بیان کردہ عقائد سے انکار کرنا کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور شرک سے بچنے کا حکم دیا اور فرمایا:

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ	جو کوئی شرک کرے اللہ کے ساتھ، اس پر اللہ نے جنت حرام کردی اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ (المائدہ - ۷۲)

نیز فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ	(اے ایمان والو! مشرک تو پلید ہیں) (التوبہ - ۲۸)

چنانچہ کافر اور مشرک دونوں ہی گندگی اور اللہ تعالےٰ کے غدار ہیں۔ غدار اور غنڈے کو روحانی سکون ہرگز نصیب نہیں ہو سکتا۔ روحانی سکون دینے والا اللہ تعالےٰ ہی ہے اور یہ نعمت اللہ تعالےٰ کے وفاداروں کو ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کے لیے انبیاء علیہم السلام بھیجے۔ انبیاء علیہم السلام کے طریقوں یعنی سنتوں پر چلنے والا اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہے۔ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مقابلہ

میں بدعت جاری کرتا ہے وہ پیغمبر کا دشمن ہے اور جو پیغمبر کا دشمن ہے اللہ تعالیٰ اس کا دشمن ہے بدعت گمراہی ہے اور گمراہی کے ذریعہ روحانی سکون حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے بدعتی بھی روحانی سکون سے محروم اور گمراہ آدمی ہے۔ چنانچہ کفر شرک اور بدعت سے بچنا روحانی سکون حاصل کرنے کی پہلی اور سب سے لازمی شرط ہے۔ ان پر حصہ عقائد میں بحث ہو چکی ہے تفصیل کے لیے وہاں دیکھئے۔ بدعتی کا احترام کرنا بھی جرم ہے چہ جائے کہ بدعتی کو سکون ملے۔ حضرت ابراہیم بن میسرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بدعتی کی عزت کی اس نے اسلام کو ڈھانے میں مدد کی۔

(مشکوۃ المصابیح / باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ / الفصل الثالث صد ۳۱)

عن البیہقی فی شعب الایمان۔

اوامر ونواہی کی پابندی

اسلام نے جن کاموں کو فرض یا سخت ضروری قرار دیا ہے کم ازکم ان کی پابندی ہر صورت کرے ان کو ترک کرنا سخت گناہ ہے اور گناہ بمنزلہ گندگی کے ہے۔ جب بدن پر گندگی لیپ لے گا تو روحانی سکون نصیب نہیں ہو سکے گا۔

روحانی سکون کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہر فرض ادا کرے اور ہر گناہ سے بچے۔ فرائض ادا کرکے اور گناہوں سے بچ کر جب ذکر اللہ کرے گا تو اس کا اثر ظاہر ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ؕ

(النساء - ۳۱)

(اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچو گے جن میں تمہیں منع کیا گیا۔ تو ہم تم سے تمہارے چھوٹے گناہ معاف کر دیں گے اور تمہیں عزت کے مقام میں داخل کرینگے۔

نیز فرمایا:-

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ

(اور تم ظاہری اور باطنی سب گناہ چھوڑ دو۔ بے شک جو لوگ گناہ کرتے

يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ٥ (الانعام - ۱۲۱)
ہیں۔ عنقریب اپنے کئے کی سزا پائیں گے

الغرض ہر حکم کی پابندی کرے اور ہر چھوٹے اور بڑے گناہ سے بچے اس کے بعد جس قدر بھی ذکر اللہ کرے گا اس سے روحانی سکون حاصل ہوگا۔

اگر کسی کے لباس پر گندگی ہو اور وہ اس پر خوشبو مل دے تو وہ خوشبو برباد ہوجائے گی۔ لیکن اگر لباس کو دھو کر صاف کرے اس کے بعد تھوڑی سی خوشبو بھی اثر دکھائے گی۔ یہی حال انسان کا ہے اگر بدن اور روح کو نافرمانی اور گناہ کی گندگی سے پاک وصاف کر کے پھر ذکر اللہ کی خوشبو لگائے تو روحانی سکون حاصل ہو اور جلد دعائیں قبول ہوں انسان کو چاہیئے کہ وہ نماز روزہ اور تمام عبادات کا اہتمام کرے۔ بندوں کے حقوق ادا کرے۔ والدین کی خدمت کرے۔ بیوی بچوں کے حقوق ادا کرے اور ان کی اسلامی تربیت کرے حلال روزی کمائے اور کسی پر ظلم نہ کرے پھر ذکر اللہ کر کے دیکھے کہ کس قدر روحانی سکون حاصل ہو۔

حلال لباس وغذا

کفر، شرک، بدعت اور گناہوں سے پرہیز کرنے کے ساتھ ساتھ روحانی سکون اور روحانی پاکیزگی حاصل کرنے کی سب سے ضروری شرط، حلال روزی، حلال لباس، حلال غذا ہے۔

جو شخص حرام پہنتا ہے حرام کھاتا پیتا ہے اور پھر ظلم سے حاصل کردہ جگہ پر عبادت کرتا ہے اس کی عبادت قطعی طور پر بے اثر ہے۔

حرام خور کا بدن گندگی کا ایک بدبودار ڈھیر ہے اس کی عبادت قبول نہیں ہوتی اور نہ اس کو روحانی سکون حاصل ہوسکتا ہے۔ روحانی سکون اور روحانی پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے حلال اور پاک لباس وغذا ضروری ہے۔

اللہ تعالےٰ نے حکم دیا۔

يَاۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا
(اے لوگو ان چیزوں سے کھاؤ جو زمین میں حلال پاکیزہ ہیں)

(البقرۃ - ۱۶۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فرمایا ، اے لوگو ! بے شک اللہ پاک ہے اور صرف پاک چیز کو قبول کرتا ہے ۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وہی حکم دیا جو رسولوں کو حکم دیا فرمایا :

يَآ أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَ اعْمَلُوا صَالِحًا ط إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۝	(اے رسولو ! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھے کام کرو ۔ بے شک میں جانتا ہوں جو تم کرتے ہو) (المومنون - ۵۱)

پھر ایک آدمی کا ذکر کیا جو طویل سفر کرتا ہے بال پریشان غبار آلود ہے آسمان کی طرف اپنے ہاتھ پھیلائے ہے اور (کہہ رہا ہے) اے رب ، اے رب ، حالانکہ اس کا کھانا حرام ہے اس کا پینا حرام ہے ۔ اس کا لباس حرام ہے اور حرام کے ساتھ اس کی پرورش ہوئی اب اس کی دعا کس طرح قبول ہو ؟

(صحیح مسلم ج ۱ کتاب الزکوٰۃ / باب بیان اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف) ص ۳۲۶

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں ۔ جو دعا کرنے کا ارادہ کرے اس کو ہر کام سے زیادہ اس (حلال غذا) کا اہتمام کرنا چاہیئے ۔

ان آیات اور حدیث سے حلال غذا و لباس کی اہمیت واضح ہو گئی چنانچہ انسان کو چاہیئے کہ ہر حرام مثلاً سود ، چوری ، رشوت ، دھوکہ ، ناچ گانے ، سود ، بدکاری ، شراب ، و نشہ آور اشیاء ، جوا ، ناجائز ٹیکس ، ظالم حکمرانوں کی ملازمت اور گناہ کے ذریعہ حاصل کردہ ہر حرام مال سے بچے ۔ تاکہ اس کی عبادت قبول ہو ، اور اس کا اثر ظاہر ہو ۔ گندگی خور آدمی جس قدر بھی تھکاوٹ حاصل کرے وہ بے فائدہ ہے اور اس زمانہ میں شرک و حرام خوری کی بہت کثرت ہو چکی ہے اس لیے اس زمانہ میں ان باتوں پر زیادہ توجہ کرنے کی ضرورت ہے ہر طرف شرک کی بدبو پھیلی ہوئی ہے ۔ ہر طرف حرام مال کی گندگی بکھری ہوئی ہے اللہ تعالیٰ سب کو گناہوں اور حرام سے بچائے ۔ حلال کھانے کے بعد جو عبادت ہوگی اس سے ہی انسان کو قلبی طہارت اور روحانی سکون حاصل ہو گا ۔

نیت و اخلاص

یہ ضروری ہے کہ ہر عمل کرتے وقت انسان کی نیت صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی رضا ہو ۔ ریاکاری ، یا کسی غلط نیت کے ساتھ کوئی عمل نہ کرے ۔ اگر اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و رضا کی خاطر عمل کیا تو وہ مقبول ہو گا

اور اگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت و رضا کی بجائے ریاکاری یا کسی دوسرے کی خوشنودی کی خاطر کام کیا تو وہ مردود ہوگا۔ قرآن مجید نے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حکم دیا اور فرمایا

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۞ (الزمر۔ ۲)	(بیشک ہم نے یہ کتاب ٹھیک طور پر آپ کی طرف نازل کی ہے بس تو خاص اللہ ہی کی فرمانبرداری مدنظر رکھ کر اس کی عبادت کر)

صرف اللہ تعالیٰ کو حاجات میں پکارنے کا حکم دیا اور فرمایا:

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۞	(پس اللہ کو پکارو اس کے لیے عبادت کو خالص کرتے ہوئے اگرچہ کافر برا مانیں) (المومن۔ ۱۴)

صحابہ کرامؓ کے اخلاص کی اللہ تعالیٰ نے گواہی دی اور فرمایا:۔

تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ز (الفتح۔ ۲۹)	(تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع و سجود کر رہے ہیں۔ اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں)

ہر عمل کے وقت نیت درست رکھنے اور اخلاصِ عمل کی اہمیت بیان کی گئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر انسان کے لیے وہی ہے جو اس نے نیت کی جس کی اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کی تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے۔ اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہو کہ اسے مل جائے یا کسی عورت کی طرف ہو کہ اس سے نکاح کرے تو اس کی ہجرت اسی طرف ہے جس طرف اس نے ہجرت کی۔

(صحیح البخاری ج ۱ کتاب الایمان / باب ماجاء ان الاعمال بالنیۃ والحسبۃ) ص ۱۲

حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے۔ انہوں نے بتایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم جو بھی خرچ کرو گے جس سے تمہارا مقصود اللہ کی رضا ہو تو تجھے اس پر ثواب ملے گا حتیٰ کہ تم اپنی

بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالو (تو اس پر بھی اجر ملے گا)

(صحیح البخاری ج ۱ کتاب الایمان / باب ماجاء ان الاعمال بالنیۃ والحسبۃ) صـ ۱۳)

امام قیشری رحمۃ اللہ علیہ نے اخلاص کی یہ تعریف فرمائی :

اخلاص کا معنی یہ ہے کہ محض اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کی نیت سے عبادت کرے اور اس میں صرف اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہی مقصود ہو اور کچھ مقصود نہ ہو یعنی نہ مخلوق کو دکھانا، نہ ہی مخلوق سے ستائش و تعریف کا ارادہ ہو۔ پس اللہ کا قرب حاصل کرنے کے سوا اور کچھ چیز بھی مقصود نہ ہو۔

(رسالہ قشیریہ طبع مصطفے الحلبی البابی مصر باب الاخلاص / صـ ۱۰۴)

تقویٰ و پرہیزگاری

روحانی صفائی اور قلبی سکون کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہر چھوٹے اور بڑے گناہ سے بچے اور شدید احتیاط کے ساتھ زندگی گذارے کہ کوئی غلطی یا گناہ نہ ہونے پاتے۔ اگر کوئی غلطی ہو جائے تو خوب زاری کے ساتھ استغفار اور توبہ کرے اور آئندہ شدید احتیاط کا اللہ تعالےٰ کے ساتھ وعدہ کرے۔ اللہ تعالےٰ نے بہت سی آیات میں تقویٰ و پرہیزگاری کی اہمیت بتائی۔ جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں :-

موت تک تقویٰ و پرہیزگاری ضروری ہے فرمایا :

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ

(اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو۔ جیسا اس سے ڈرنا چاہیئے۔)

وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝

(اور نہ مرو مگر ایسے حال میں کہ تم مسلمان ہو)

(آلِ عمران) ۱۰۲)

اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال سب کو دوزخ سے بچانے کی کوشش کرنا ضروری ہے۔

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا

(اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ)

(التحریم - ۶)

اللہ تعالےٰ کے نزدیک زیادہ عزت والا صرف وہی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے،

اور پرہیزگار ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے خاندان اور قومیں جو بنائی ہیں تاکہ تمہیں آپس میں پہچان ہو۔ بے شک زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے۔ (الحجرات - ۱۳)

فلاح و کامرانی بھی تقویٰ کے ذریعہ ہے اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (اور اللہ سے ڈرو تاکہ تمہارا چھٹکارا ہو) (آل عمران - ۱۳۰)

سچ بات کہنا بھی پرہیزگاری کی علامت ہے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا (اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ٹھیک بات کیا کرو) (الاحزاب - ۷۰)

عدل و انصاف کرنا بھی تقویٰ کا نتیجہ ہے۔ جو عدل نہیں کرتا وہ متقی نہیں ہو سکتا اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ

(انصاف کرو، یہی بات تقویٰ کے زیادہ نزدیک ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو جو کچھ تم کرتے ہو بے شک اللہ اس سے خبردار ہے) (المائدہ - ۸)

تقویٰ کے باعث گناہوں کی بخشش ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے، فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ

(اے ایمان والو، اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تمہیں ایک فیصلہ کی چیز دے گا اور تم سے تمہارے گناہ دور

عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ٥ . کر دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے) (الانفال - ۲۹)

نیز فرمایا :

وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَ يُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ٥ (اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس سے اس کی برائیاں دور کر دیتا ہے اور اسے بڑا اجر بھی دیتا ہے) (الطلاق - ۵)

الغرض تقویٰ کے باعث گناہوں کی بخشش ہوتی ہے بلند درجات حاصل ہوتے ہیں بلکہ ہر مشکل سے نجات حاصل ہوتی اور روزی میں فراخی ہوتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ٥ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ (اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے نجات کی صورت نکال دیتا ہے اور اسے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہو) (الطلاق - ۲،۳)

اللہ تعالےٰ متقی لوگوں سے محبت رکھتا ہے ان کا ہر معاملہ میں کارساز ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وَ اللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ٥ (اور اللہ ہی پرہیزگاروں کا دوست ہے) (الجاثیۃ - ۱۹)

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ٥ (بے شک اللہ پرہیزگاروں کو پسند کرتا ہے) (التوبۃ - ۴)

اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے ساتھ ہے فرمایا :

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ٥ ع (بے شک اللہ ان کے ساتھ ہے جو پرہیزگار ہیں اور جو نیکی کرتے ہیں) (النحل - ۱۲۸)

آخرت کے بلند درجات اور جنت بھی متقی لوگوں کے لیے ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وَ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ۙ٥ جَنّٰتِ عَدْنٍ (اور بے شک پرہیزگاروں کے لیے اچھا ٹھکانا ہے ، ہمیشہ رہنے کے باغ) (ص - ۴۹،۵۰)

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ۙ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۙ
(بے شک پرہیز گار ہی امن کی جگہ میں ہوں گے، باغوں اور چشموں میں)
(الدخان - ۵۱، ۵۲)

وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ۙ
(اور اپنے رب کی بخشش کی طرف دوڑو اور بہشت کی طرف، جس کا عرض آسمان اور زمین ہے جو پرہیز گاروں کے لیے تیار کی گئی ہے)۔
(آل عمران - ۱۳۳)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ پرہیز گار، مالدار، پوشیدہ رہنے والے بندے سے محبت رکھتا ہے،
(مشکوٰۃ المصابیح / باب الامل والحرص / صد ۴۵۰) عن مسلم

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہ، پرہیز گار بن جاؤ، تم سب لوگوں سے زیادہ عبادت گذار ہوں گے، اور قناعت کرو تم سب لوگوں سے زیادہ شکر گذار ہوں گے،
اور جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو وہی لوگوں کے لیے پسند کرو تم ایماندار ہوگے۔ جو تمہارے پڑوس میں ہو اپنے پڑوس پر احسان کرو تم فرماں بردار ہوں گے اور کم ہنسو کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کردے
(سنن ابن ماجہ، ابواب الزہد / باب الورع والتقوی / صد ۳۲۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے:
اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى
(سنن ابن ماجہ / ابواب الدعاء / باب دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صد)

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
اصل تقویٰ یہ ہے کہ شرک سے بچے، پھر نافرمانی اور برائی سے بچے، پھر شبہات سے بھی بچے، پھر فضول کام بھی چھوڑ دے (رسالۃ قشیریۃ، باب التقویٰ صد ۵۶)

خوف و امید

انسان کو چاہیئے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی امید کرے مگر گرفت سے بھی ڈرتا رہے ایک مسلمان نہ ہی گرفت سے بے خوف ہوتا ہے اور نہ ہی اللہ سے ناامید ہوتا ہے۔ خوف اور امید کے درمیان رہنا ہی بہتر طریقہ ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا :

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِىْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا ط

(اے لوگو، اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس میں نہ باپ اپنے بیٹے کے کام آئے گا اور نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آئے گا)

(لقمان - ۳۳)

اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والوں کے لیے مغفرت و اجر عظیم کا وعدہ ہے فرمایا :

اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ

(بے شک جو لوگ اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں ان کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے)۔

(الملک - ۱۲)

آخرت میں بھی ڈرنے والوں کے لیے جنت کا وعدہ ہے اللہ تعالےٰ نے فرمایا :

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۚ

(اور اس کے لیے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے۔ دو باغ ہونگے)

(الرحمٰن - ۴۶)

اللہ تعالےٰ نے ایمانداروں کی تعریف کرتے ہوئے بتایا :

يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ز

(اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں)

(السجدۃ - ۱۶)

اللہ تعالےٰ سے ڈرنے والا ہی ذکر اللہ کرتا ہے اور بات سمجھتا ہے اللہ تعالےٰ نے فرمایا :

سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۙ (الاعلیٰ - ۱۰) (جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ جلد سمجھ جائیگا

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے علماء ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کی یہ گواہی علمائے اسلام کے لیے عظیم ترین بشارت ہے ۔ فرمایا :

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا ط
(بے شک اللہ سے اس کے بندوں میں سے عالم ہی ڈرتے ہیں ۔)

(الفاطر ۔ ۲۸)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، وہ آدمی آگ میں نہیں جائے گا جو اللہ کے خوف سے رویا یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس چلا جائے اور اللہ کی راہ میں غبار اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں ہو گا (یعنی اللہ کے خوف سے ڈرنے والے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو دوزخ سے یقیناً نجات ملے گی)

(جامع ترمذی ج۲ ابواب الزہد / باب ماجاء فی فضل البکاء من خشیۃ اللہ) ص ۵۷

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سایہ عطا کرے گا (ان میں سے ایک) وہ آدمی ہے کہ جس نے اللہ کو یاد کیا پس اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے ۔

صحیح بخاری ج۲ کتاب الرقاق / باب البکاء من خشیۃ اللہ) ص ۹۵۹

انسان کو چاہیئے کہ اگر غلطی ہو جائے تو فوراً اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور آئندہ جرم کرنے کا پختہ عہد کرے ۔ اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو ۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو صاف صاف طور پر بیان کیا اور فرمایا ۔

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ ط اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ط اِنَّہٗ ہُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝
(کہہ دو ، اے میرے بندو ، جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو ۔ بے شک اللہ سب گناہ بخش دے گا ۔ بے شک وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے)

(الزمر ۔ ۵۳)

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا گمراہی ہے ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے بات کرتے ہوئے فرمایا :

وَ مَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ○ (الحجر - ٥٦)

(اپنے رب کی رحمت سے ناامید تو گمراہ لوگ ہی ہوا کرتے ہیں)

اور سچ بات یہ ہے کہ کرتا رہے اور ڈرتا رہے - اللہ تعالیٰ کے فضل کا امیدوار رہے اور گرفت سے ڈرتا رہے اور اپنے آپ کو ہر گناہ سے بچانے کی کوشش کرے - مگر اپنے اعمال پر تکبر نہ کرے اگر انعام ملے تو اللہ تعالیٰ کا فضل جانے اور مار پڑے تو اپنی غلطی کا اعتراف کرے اور جو معافی مانگتا رہے وہی امن میں رہا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا! بے شک اللہ تعالیٰ نے جس دن رحمت پیدا کی، تو سو رحمتیں پیدا کیں، ننانوے رحمتیں اپنے پاس روک لیں اور ایک رحمت اپنی ساری مخلوق میں رکھ دی اب اگر کافر کو اللہ تعالیٰ کے پاس سب رحمت کا علم ہو جائے تو جنت سے مایوس نہ ہو اور اگر ایماندار کو اللہ کے پاس سب عذاب کا علم ہو جائے تو دوزخ سے بے خوف نہ ہو،

(صحیح بخاری ج۲ کتاب الرقاق / باب الرجاء مع الخوف) ص۹۵۸

استقامت و مراقبہ

اسلام کی پابندی کرنے اور ہر برائی سے بچنے پر خوب استقامت و پختگی دکھانا، روحانی صفائی اور قلبی اطمینان کے لیے ضروری ہے۔ جو شخص اسلام پر استقامت نہیں رکھتا اور بار بار گناہ کرتا ہے وہ گویا ایک عمارت بناتا اور اگلے دن گراتا ہے۔ کھیتی بوتا ہے اور اگلے دن اُسے اجاڑ دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ مشقت اٹھاتا ہے اور اپنی متاع کو خود ہی برباد کرتا ہے۔ مسلسل استقامت ہی مستقل رنگ لاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ج وَ لَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ

(بے شک جنہوں نے کہا تھا کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم خوف نہ کرو اور نہ غم کرو اور جنت میں خوش رہو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ ہم تمہارے دنیا میں بھی دوست تھے اور آخرت میں بھی اور

اَنْفُسُكُمْ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۝
بہشت میں تمہارے لیے ہر چیز موجود ہے جس کو تمہارا دل چاہے اور تم جو وہاں مانگو گے ملے گا۔ بخشنے والے نہایت رحم والے کی طرف سے مہمانی ہے)
(حٰم السجدۃ ۳۰۔۳۲)

ایک جگہ فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝
(بے شک جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے۔ پس ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے یہی بہشتی ہیں۔ اس میں ہمیشہ رہیں گے بدلے اُن کاموں کے جو وہ کیا کرتے تھے)

(الاحقاف۔۱۳۔۱۴)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء کا فرمان ہے۔ استقامت کا معنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مسلسل اطاعت کرنا۔ (ریاض الصالحین باب فی الاستقامۃ)

حضرت سفیان ابن عبداللہ الثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے ایسی بات بتائیے کہ اس کو پکڑ لوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، کہو میرا رب اللہ ہے۔ پھر پختہ ہو جاؤ ..... الی آخر الحدیث:

(جامع ترمذی ج ۲ ابواب الزھد/باب ماجاء فی حفظ اللسان) صہ ۶۶

حدیث احسان میں جو یہ فرمایا گیا ..... " احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اگر اُسے دیکھنے کی (حالت) پیدا نہ کر سکے تو (ایسی حالت پیدا کر) کہ گویا وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

(صحیح بخاری ج ۱ کتاب الایمان/ باب سوال جبرئیل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الایمان والاسلام والاحسان) صہ ۱۲

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

یہ مراقبہ کے حال کی طرف اشارہ ہے اس لیے کہ مراقبہ کا مفہوم یہ ہے کہ بندے کو اس

ہو کہ اللہ تعالیٰ کو میرے سب حال کی خبر ہے اور یہ حال ہمیشہ قائم رکھے۔

(رسالۃ قشیریۃ / باب المراقبۃ) صہ ۹۵

حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مراقبہ کی علامت یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ ترجیح دے یہ بھی ترجیح دے اور جس کو اللہ تعالیٰ حقیر کرے اسے یہ بھی حقیر جانے"

(رسالۃ قشیریۃ باب المراقبۃ) صہ ۹۶

استقامت کے بارے میں امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "استقامت ہی وہ درجہ ہے جس کے ذریعہ تمام امور میں کمال حاصل ہوتا ہے اور اس کے ذریعہ تمام بھلائیاں ملتی ہیں۔ شخص اپنے حال میں استقامت نہ رکھتا ہو۔ اس کی سب محنت برباد ہوگئی اور اس کی بہت کوشش رائیگاں ہوئی۔

(رسالۃ قشیریۃ باب الاستقامۃ) صہ ۱۰۳

حق بات یہ ہے کہ ایک شخص نیکیوں کا سرمایہ جمع کرتا ہے مگر بار بار گناہ اور نافرمانیوں کے ذریعہ سے تباہ کرتا ہے۔ نیکی پر استقامت قائم نہ رکھے تو ظاہر ہے کہ اس نے ساری محنت کو برباد کر دیا و آخرت کے ہر کام میں استقلال کے ساتھ محنت کرنا اور اپنے درست حال کے خلاف قدم اٹھانا دنیا و آخرت کے ہر معاملہ میں کامیابی کی راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو استقامت عطا فرمائے

قناعت و توکل انسان کو چاہیئے کہ ہر معاملہ میں صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور توکل رکھے تاکہ قلبی یکسوئی قائم رہے۔ اگر ملے تو یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے دیا اور اگر دیر ہو تو یقین رکھے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیر ہے اسی سے مانگے۔ اس طرح وہ ہر آدمی کی غیبت و غلامی سے بچ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ (اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرو اور اللہ ہی کارساز کافی ہے)

(الاحزاب - ۳)

توکل اسی ذات پر ہونا چاہیئے کہ جس پر فنا نہ ہو ہر چیز کی مالک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ۭ (الفرقان - ۵۸) (اور تم اس زندہ خدا پر توکل رکھو جو کبھی نہ مرے گا اور اس کی تسبیح اور حمد کرتے رہو)

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝ (المزمل - ۹)

(وہ مشرق اور مغرب کا مالک ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں، پس اسی کو کارساز بنالو)

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ز وَّ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ (الزمر - ۶۲)

(اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے)

وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ط (الطلاق - ۳)

(اور جو اللہ پر توکل کرتا ہے سو وہی اس کو کافی ہے)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ پر توکل رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ومالک اور ہر ایک کا کارساز ہے۔ احادیث میں توکل وقناعت کی اہمیت بیان کی گئی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا: وہ کامیاب ہوا جو اسلام لایا، اسے بقدر کفایت روزی ملی اور اللہ تعالیٰ نے اسے قناعت بخشی۔

(جامع ترمذی ج۲ ابواب الزھد/باب ماجاء فی الکفاف الصبر علیہ) ص۰۶

حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے جیسے کہ اس پر توکل کرنے کا حق ہے تو تمہیں اس طرح روزی ملتی جیسے پرندوں کو روزی دی جاتی ہے کہ صبح خالی پیٹ جاتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے آتے ہیں۔

(جامع ترمذی ج۲ ابواب الزھد/باب ماجاء فی الزھادۃ فی الدنیا) ص۶۰

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے ستر ہزار بغیر حساب جنت میں جائیں گے یہ وہ ہیں جو نہ جھاڑ پھونک کرتے ہیں اور نہ بدشگونی کرتے ہیں اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

(صحیح بخاری ج۲ کتاب الرقاق/باب ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ) ۹۵۰

یاد رہے خواص کا درجہ یہ ہے کہ وہ اسباب سے بھی گاہے اعراض کرتے ہیں اور صرف مسبب الاسباب پر دھیان رکھتے ہیں اور عوام کو علاج معالجے کی اجازت ہے، مگر دوا یا تعویذ یا سبب کو ذاتی طور

اثر کرنے والا نہ سمجھے بلکہ یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو دوا کا اثر ہونے دے گا اور اگر نہ چاہا تو دوا بے کار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے متوکلین کی تعریف کی اور فرمایا:

اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا ۖ وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ ○ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ ○

(جن کو لوگوں نے کہا کہ (مکہ والے) لوگوں نے تمہارے مقابلہ کے لیے سامان جمع کیا ہے سو تم اُن سے ڈرو، تو ان کا ایمان اور زیادہ ہوا اور کہا کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے پھر مسلمان اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ لوٹ آئے انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچی اور اللہ کی مرضی کے تابع ہوئے اور اللہ بڑے فضل والا ہے

(آل عمران ۱۷۳-۱۷۴)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور کس طرح عیش کروں؟ جبکہ صاحب قرن (حضرت اسرافیل علیہ السلام) نے قرن (سنکھ) منہ میں ڈال لیا اور کان لگا رکھے ہیں کہ کب قرن پھونکنے کا حکم ہو تو پھونک دے گویا یہ بات حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام پر گراں (غم کی ہو کر) گذری آپؐ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا: یہ کہو!

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ عَلَی اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا

(جامع ترمذی ج ۲ ابواب صفۃ القیامۃ باب ماجاء فی الصور) صد ۶۹

مناسب ہے کہ روزانہ کسی وقت کم از کم ایک سو بار اس دعا کو پڑھ لیا کریں۔ اگر رات کو پانچ سو بار روزانہ پڑھے تو ہر حاجت آسانی سے پوری ہو گی۔ روزی میں فراخی ہو گی اور ہر مشکل حل ہو گی اور دشمن سے حفاظت رہے گی۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ: حَسْبِیَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ○ (التوبہ ۱۲۹)

(پھر اگر یہ لوگ پھر جائیں تو کہہ دو مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اسی پر میں توکل کرتا ہوں اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے)

چنانچہ حسبی اللہ لا الہ ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم ۝ صبح و شام سات بار پڑھنے سے ہر مہم میں آسانی ہو اگر روزانہ ایک سو بار پڑھے تو ہر مشکل حل ہو اور جو روزانہ پانچ سو بار پڑھے دنیا و آخرت کے ہر معاملہ میں خیر کثیر حاصل ہو کہ جس کا تصور نہ کر سکے۔

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے توکل کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا "یاد رہے کہ توکل کا محل دل ہے اور ظاہری کوشش کرنا (کاروبار ملازمت وغیرہ) قلبی توکل کے خلاف نہیں۔ جبکہ بندے کے دل میں یہ بات پختہ ہو چکی ہو کہ ہر تقدیر صرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اگر کچھ مشکل آئی تو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے آئی اور اگر کچھ مل گیا تو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ملا"

(رسالہ قشیریہ، باب التوکل) صد ۸۳

جو لوگ توکل کرنے کی بجائے بادشاہوں اور بد اخلاق سرمایہ داروں کے جوتے چاٹتے ہیں ان کے لیے یہ واقعہ کافی عبرت ہے کہ ایک آدمی نے کسی دانا کو دیکھ کر کہ وہ پانی کے کنارے گرا پڑا سبزہ (یا پھل) کھا رہا تھا۔ اس نے کہا اگر تم بادشاہ کی نوکری کر لیتے تو اس معمولی کھانے کے محتاج نہ ہوتے۔ دانا نے کہا اور اگر تم اس پر قناعت کر لیتے تو بادشاہ کی نوکری کے محتاج نہ ہوتے"

(رسالہ قشیریہ باب القناعۃ) صد ۸۲

حضرت ابویزید رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ اس قدر بلند درجہ تک کس طرح پہنچے ہیں؟ فرمایا: میں نے دنیا کے اسباب کو جمع کیا اور انہیں قناعت کی رسی سے باندھا انہیں سچائی کی منجنیق میں رکھا اور ناامیدی کے سمندر میں پھینک دیا پس میں آرام میں ہو گیا۔

(رسالہ قشیریہ، باب القناعۃ) صد ۸۲

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا آپ نے فرمایا، اے لڑکے، اللہ کے (حق) کی حفاظت کر، وہ تیری حفاظت کرے گا۔ (یعنی اللہ کی عبادت کر اور گناہ نہ کر) اللہ کے (حق) کی حفاظت کر، تو اسے سامنے پائے گا۔ اور جب تو مانگے تو اللہ سے مانگ، اور جب تو مدد چاہے تو اللہ سے مدد مانگ اور یاد رکھ ساری قوم مل کر اگر تجھے کچھ نفع دینا چاہے تو کچھ نفع نہیں دے سکتی سوائے اس کے جو اللہ نے تیرے لیے لکھ دیا اور اگر سب مل کر تجھے کچھ نقصان دینا چاہیں تو کچھ نقصان نہیں دے سکتے مگر صرف وہی جو اللہ نے تیرے لیے لکھ دیا۔ قلمیں اٹھا دی گئیں اور صحیفے خشک ہو گئے

(جامع ترمذی ج ۲ ابواب صفۃ القیامۃ) صد ۷۸

اگر یہ یقین کر لیا کہ ہر دُکھ سُکھ اللہ تعالےٰ کی جانب سے ہے اب غیر سے نہ شکوہ رہا اور نہ ہی غیر سے خطرہ رہا۔ اب وہ مطمئن ہو کر صرف اللہ تعالےٰ سے امید رکھے اللہ تعالیٰ کا ہی خوف رکھے اور صرف اللہ تعالےٰ سے ہر حاجت مانگے اور مشرکوں کی طرح ہر دروازے پر ذلیل ہونے سے بچ جائیگا

تواضع اختیار کرو اور تکبّر سے بچو

انسان کو چاہیئے کہ وہ ہر حالت میں تکبر سے بچے اور تواضع سے زندگی گذارے ہر آدمی کو اپنے سے بہتر جانے اور کسی کی تحقیر نہ کرے ۔ کیا خبر ؟ جس کو سادہ لباس اور افلاس کی وجہ سے ذلیل سمجھ رہا ہے وہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک بلند درجہ رکھتا ہو ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۚ

(اور زمین پر اکڑ کر نہ چل ۔ بے شک اللہ کسی تکبر کرنے والے (فخر کرنے والے) کو پسند نہیں کرتا ۔

(لقمان - ۱۸)

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اللہ تعالیٰ، قیامت کے دن اس پر نظر (رحمت) نہیں کرے گا جس نے تکبر کے باعث کپڑا گھسیٹا ۔

(جامع ترمذی ج ۱ ابواب اللباس / باب ما جاء فی کراہیۃ جر الازار) ص ۳۰۲

حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جنت میں وہ داخل نہیں ہوگا کہ جس کے دل میں ذرہ بھر بھی تکبر ہو اور دوزخ میں وہ داخل نہیں ہو گا کہ جس کے دل میں ذرا بھر بھی ایمان ہو ۔

راوی بتاتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا : مجھے اچھا لگتا ہے کہ میرا لباس اچھا ہو اور میرا جوتا اچھا ہو ۔ آپؐ نے فرمایا : بے شک اللہ جمال کو پسند کرتا ہے البتہ تکبر یہ ہے کہ حق کو قبول نہ کرے اور لوگوں کو حقیر جانے ۔

(جامع ترمذی ج ۲ ابواب البر والصلۃ / باب ما جاء فی الصبر / ص ۲۰

الغرض تکبر سے بچے اگر اللہ تعالیٰ عمدہ لباس ، غذا اور مکان عطا کرے تو شکر ادا کرے اور دوسرے بھائیوں کو ذلیل نہ سمجھے ۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا اور معاف کرنے سے اللہ تعالیٰ آدمی عزت میں اضافہ ہی کرتا ہے اور جس نے بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر تواضع کی اللہ تعالیٰ اسے بلند کرے گا"۔

(جامع ترمذی ج۲ ابواب البر والصلۃ / باب ما جاء فی التواضع) ص۲۳

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں تھے آپؐ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اللہ کے بدترین بندہ کی خبر نہ دوں؟ درشت کلام، متکبر! اور کیا میں تمہیں اللہ کے بہترین بندے کی خبر نہ دوں؟ کمزور، نرم مزاج، پرانے کپڑوں والا، (یعنی نرم اور گمنام) لوگ اس کی پرواہ نہ کریں، مگر یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا بلند درجہ رکھتا ہے کہ اگر اللہ پر قسم کھا لے تو وہ اس کی قسم پوری کر دے"۔

(الترغیب والترہیب ج۳ باب الترغیب فی التواضع والترہیب من الکبر) ۵۶۴

حضرت معاذ بن انس الجھنی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ کو (راضی کرنے کی) خاطر تواضع اختیار کرتے ہوئے (عمدہ) لباس چھوڑ دیا حالانکہ وہ اس کی قدرت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن سب لوگوں کے سامنے بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ اہل ایمان کے جس (اچھے سے اچھے) لباس کو چاہے پہن لے۔

(جامع ترمذی ج۲ ابواب صفۃ القیامۃ) ص۷۵

شکر و صبر

روحانی اطمینان کے لیے ضروری ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو مال عطا کرے ترقی، یا فتح عطا کرے یا کوئی بھی نعمت عطا کرے تو وہ نعمت حاصل کرکے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرے اور اس کا شکر کرے اور اس کی عبادت کرے یہی اس نعمت کا تقاضا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝

(اے ایمان والو، پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ۔ جو ہم نے تمہیں عطا کی اور اللہ کا شکر کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو)

(البقرۃ - ۱۷۲)

ایک جگہ فرمایا:-

فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝ (البقرۃ - ۱۵۲)

(پس مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ اور میرا شکر کرو اور ناشکری نہ کرو)

اگر اللہ کی نعمت ملے تو اس نعمت کا شکر ادا کرے اور اللہ تعالیٰ کی پہلے سے زیادہ عبادت کرے اس پر زیادہ نعمت ملنے کا وعدہ فرمایا؛

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ ۝ (ابراھیم - ۷)

(اور جب تمہارے رب نے یہ سُنا دیا تھا کہ البتہ اگر تم شکر گذاری کرو گے تو اور زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بھی سخت ہے)۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شکر گزار کھانے والا، صبر کرنے والے روزہ دار کی طرح ہے۔

(سنن ابن ماجہ / ابواب الصیام / باب فیمن قال الطاعم الشاکر کالصائم الصابر) ص۱۲۷

اور اگر کوئی تکلیف آئے یا محرومی نظر آئے تو استقلال کے ساتھ محنت کرتا رہے اور صبر سے کام لے، واویلا نہ مچائے اور بدکلامی، ماتم یا بے صبری سے بچے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا قف وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (آل عمران - ۲۰۰)

(اے ایمان والو! صبر کرو اور مقابلہ کے وقت مضبوط رہو اور لگے رہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ)

ہر گناہ سے بچنے پر صبر کرنا اور ہر دکھ سکھ میں اسلام پر پختہ رہنا صبر کی صحیح تعبیر ہے اور صبر کرنے پر خوب اجر کا وعدہ کیا گیا فرمایا؛

وَلَنَجْزِیَنَّ الَّذِیْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَھُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ (النحل - ۹۶)

(اور ہم صبر کرنے والوں کو ان کے اچھے کاموں کا جو وہ کرتے تھے ضرور اجر دیں گے)،

ایک جگہ فرمایا :

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝ (بے شک صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا)

(الزمر - ۱۰)

کفار و بدکار لوگوں کی دنیاوی شان وشوکت اور نیک و صالحین کی دنیاوی اعتبار سے کمزور حالت کو دیکھو تو اپنے آپ کو اسلام اور صالحین کے ساتھ وابستہ رکھنے پر صبر و استقلال دکھاؤ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا -

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۝ (الکھف - ۲۸)

(تو ان لوگوں کی صحبت میں رہ، جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اسی کی رضامندی چاہتے ہیں اور تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ ہٹا کہ تو دنیا کی زندگی کی زینت تلاش کرنے لگ جائے اور اس شخص کا کہا نہ مان جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے تابع ہو گیا ہے اور اس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے)

اگر کوئی تکلیف آئے یا نقصان ہو یا کوئی عزیز وفات پا جائے تو صبر کرو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا :

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ

(اور ہم تمہیں کچھ خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے ضرور آزمائیں گے - اور صبر کرنے والوں کو خوش خبری دے دو وہ لوگ کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں ہم تو اللہ کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے

صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ قف وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ○ — ہیں یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے مہربانیاں ہیں اور رحمت اور یہی ہدایت پانے والے ہیں)

(البقرۃ ـ ۱۵۵ ـ ۱۵۷)

مندرجہ بالا آیات میں صبر کرنے والوں کے لیے تین انعامات کا ذکر کیا ۔

۱ ۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتیں ہوں گی ۔

۲ ۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی عمومی رحمت ہوگی ۔

۳ ۔ اور وہی ہدایت یافتہ ہیں ۔

اگر کوئی آفت یا پریشانی آئے تو اس کا علاج بھی بتا دیا ، فرمایا :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ — اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد لیا کرو

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ○ (البقرہ ـ ۱۵۳) — بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت میں منقول ہے کہ فرمایا : مسلمان جب لوگوں کے اختلاط رکھے اور ان کی ایذا دہی پر صبر کرے تو وہ اس مسلمان سے بہتر ہے جو لوگوں سے اختلاط کرے ۔ مگر ان کی ایذا دہی پر صبر نہ کرے ۔

(جامع ترمذی ج۲ ابواب صفۃ القیامۃ / باب مخالطۃ الناس مع الصبر علی اذاہم) صے۷

الغرض انسان کو چاہیے کہ اگر نعمت ملے تو پہلے سے زیادہ عبادت کرے اگر باطنی مقام حاصل ہو تو اس کا شکر ادا کرے اور اگر کبھی ابتلاء آجائے تو استغفار کرے اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے استقلال کے ساتھ کام کرے ۔ نمازِ جامع اذکار عبادت ہے نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے اور دل کی استقامت اور آفات میں سکونِ قلبی کے لیے یہ ورد کرے ۔

۳ بار ۔ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۔

۳ بار ۔ سورۃ الم نشرح مکمل

۳ بار ۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (البقرۃ ۔ ۱۵۳)

ہر دعا تین تین بار پڑھ کر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر پھونکے اور اسے دل پر پھیرے یہ عمل صبح وشام کرنے سے دل خوب مطمئن رہتا ہے ۔ اگر کسی کا عزیز وفات پا جائے یا کوئی اور صدمہ

ہو تو دل کے سکون کے لیے یہ عمل مجرب ہے (فیضانِ رحمت طبع مکتبۃ الیوم ۱۹۔ بین بازار مزنگ لاہور پاکستان) یہ کتاب حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی دامت برکاتہم کے مجرب اوراد کا مجموعہ ہے،
امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے شکر اور صبر کی خوب تعریف فرمائی۔
" اور شکر کی کئی اقسام ہیں۔ زبان کا شکر یہ ہے کہ عاجزی کے ساتھ نعمت کا اعتراف کرے۔ اور اعضائے بدن کا شکر یہ ہے کہ اللہ کی عبادت و اطاعت میں لگ جائے اور دل کا شکر یہ ہے کہ دائمی احترام قائم رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور متوجہ رہے۔

(رسالۃ قشیریۃ باب الشکر) صہ ۸۸)

حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ صبر یہ ہے کہ نافرمانیوں سے دور رہے ابتلا کے کڑوے گھونٹ پیتے وقت پُرسکون رہے اور فقر و فاقہ آنے پر زندگی کے سب مراحل میں غنا کا اظہار کرتا رہے (کہ الحمد اللہ سب ٹھیک ہے) (رسالۃ قشیریۃ باب الصبر) صہ ۹۳

سکوت و خلوت

انسان کو چاہیئے کہ دنیاوی امور میں ضرورت سے زیادہ کلام نہ کرے غیبت، گالی، جھوٹ اور بکواس سے ہر صورت میں بچے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو خاموش رہا وہ نجات پا گیا۔

(جامع ترمذی ج۲ ابواب صفۃ القیامۃ) صہ ۷۶

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیئے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیئے کہ بھلی بات کرے یا خاموش رہے"

(جامع ترمذی ج۲ ابواب صفۃ القیامۃ) صہ ۷۶

حضرت عمران بن حطان رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا ان کو مسجد میں تنہا سیاہ کمبل اوڑھے ہوئے پایا میں نے پوچھا، اے ابوذر، یہ کیسی تنہائی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا: بُرے ہم نشین سے تنہائی بہتر ہے اور تنہائی سے نیک ہم نشین بہتر ہے اور خاموشی سے بھلائی کی بات بتانا بہتر ہے اور برائی دینے سے خاموشی بہتر ہے۔

(مشکوۃ المصابیح باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم / الفصل الثالث) صہ ۴۱۳ عن بیہقی فی شعب الایمان

فضول باتیں کرنا اور لوگوں کو ہنسانے کے لیے لطیفہ بازی کرنا انتہائی بے ہودہ حرکت ہے ایک روایت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے : خرابی ہے اس کے لیے کہ جو لوگوں کو ہنسانے کیلئے بات کرے ، پس وہ جھوٹ بولے اس کے لیے خرابی ہے ، اس کے لیے خرابی ہے ،

(جامع ترمذی ج ۲ ابواب الزہد / باب ماجاء من تکلم بالکلمۃ لیضحک الناس) ص ۵۷

چنانچہ میراثی اور بھانڈ جو ہر وقت فضول بکواس کرتے ہیں یہ اور ان کے بلاتے والے بدمعاش عناصر سب کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے ، انسان کو چاہیئے کہ ہر لایعنی اور فضول کام سے دور رہے ۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی امور کو چھوڑ دے ۔

(جامع ترمذی ج ۲ ابواب الزہد / باب ماجاء من تکلم بالکلمۃ لیضحک الناس) ص ۵۸

انسان کو چاہیئے کہ اس کا کام ذکر اللہ ہو اور صرف ضرورت کے وقت دنیا کی بات کرے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
ذکر اللہ کے بغیر کثرت سے کلام نہ کرو ، کیونکہ (دنیا) کے کلام کی کثرت جو ذکر اللہ کے بغیر ہو اس سے دل سخت ہو جاتا ہے اور سخت دل آدمی سب لوگوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا ہے

(جامع ترمذی ج ۲ ابواب الزہد / باب ماجاء فی حفظ اللسان) ص ۶۶

الغرض کوشش کرے کہ وہ اپنے اوقات کو اسی طرح تقسیم کرے ۔
۱ ۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہو ، (۲) دنیاوی ضروری جائز حاجات کے لیے محنت کرتا ہو (۳) اپنا محاسبہ کرتا ہو ، (۴) اور اس نیت کے ساتھ اچھا کھاتا ہو یا آرام و تفریح کرتا ہو کہ تھکاوٹ یا بھوک دور کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے قوت حاصل کروں ۔ ایسا کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا ہر لمحہ عبادت بن جائے گا اور جب لوگوں سے علیحدگی اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر چلتا ہو ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ،

وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝ (اور سب سے الگ ہو کر اس کی طرف آؤ ۔)

(المزمل - ۸)

لوگوں سے الگ ہونے کے آداب بتاتے ہوئے امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ۔ "جب خلوت اختیار کرے تو لوگوں سے الگ ہونے میں یہ نیت رکھے ۔ کہ میں اس لیے الگ ہوتا ہوں کہ لوگ میری برائی سے محفوظ رہیں اور یہ نیت نہ کرے کہ میں لوگوں کی برائی سے محفوظ رہوں "
(رسالۃ قشیریۃ باب الخلوۃ والعزلۃ) ص ۵۵

واقعی خلوت اختیار کرنے کا یہ بہترین طریقہ ہے ورنہ تو خطرہ ہے کہ وہ خلوت گاہ کو اپنا سامان تکبر اور دوسروں کی غیبت گاہ بنائے گا۔

(امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اگر خلوت اختیار کرے تو یہ ضروری ہے کہ پہلے (عقائد) کا علم حاصل کرے جس سے توحید درست رہے اور شیطانی وساوس کا شکار نہ ہونے پائے پھران امور کا علم حاصل کرے جو اس پر فرض ہیں تاکہ خلوت و عبادت صحیح اصولوں پر رہے اور بات یہ ہے کہ اصل خلوت تو بُرے اعمال ترک کرنے کا نام ہے (بُری) صفات بدلنے کا اچھا اثر ہوتا ہے محض وطن بدلنے سے کچھ نہیں ہوتا"

(رسالۃ قشیریۃ باب الخلوۃ والعزۃ) ص۵۵

ایک جگہ فرمایا:

اور اصل بہادری یہ ہے کہ انسان علمِ دین حاصل کرے، لوگوں سے ملاقات رکھے۔ اخلاقِ حسنہ اختیار کرے اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دے۔ یہ پرُ مشقت راستہ ہے۔ بلکہ جہاد ہے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، خلوت کی مشقت برداشت کرنا لوگوں سے اختلاط کرکے خاطر و مدارات سے زیادہ آسان ہے"

(رسالۃ قشیریہ باب الخلوۃ والعزلۃ) ص۵۵

ذکر اللہ اور اس کی اہمیت

انسان کو چاہیئے کہ فراخی اور تنگی ہر حالت میں کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا رہے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا سب سے بڑی نعمت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ (اور اللہ کی یاد سب سے بڑی چیز ہے)

(العنکبوت - ۴۵)

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کثرت سے ذکر اللہ کا حکم دیا کہ جس کی حد نہیں فرمایا

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۙ (اے ایمان والو، اللہ کو بہت یاد کیا کرو)

(الاحزاب - ۴۱)

ایک جگہ فرمایا:

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ)

(الجمعۃ - ۱۰)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جو تمہارے مالک کے نزدیک سب سے بہتر اور سب سے زیادہ پاکیزہ ہو اور تمہارے درجات کو سب سے زیادہ بلند کرنے والا ہو اور تمہارے لیے سونا اور چاندی خیرات کرنے سے بھی بہتر ہو اور تمہارے لیے اس سے بھی بہتر ہو۔ کہ تم (میدانِ جنگ میں) اپنے دشمن سے ملو تو تم ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں۔

صحابہؓ نے عرض کیا، ہاں (ضرور بتایئے)

آپؐ نے فرمایا: اللہ کا ذکر کرنا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ذکر اللہ سے زیادہ کوئی (مؤثر) عمل نہیں جو کہ اللہ کے عذاب سے نجات دے۔

(جامع ترمذی ج۲ ابواب الدعوات / باب ماجاء فی فضل الذکر کے بعد والا دوسرا باب) ص۱۷۵

اگر ذکر اللہ کی صرف یہی فضیلت ہو تو بھی انسان کے لیے کافی ہے۔

انسان کو چاہیئے کہ دن میں کسی وقت سب لوگوں سے الگ ہو کر تنہائی میں خوب توجہ کے ساتھ ذکر اللہ کرے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝ (اور اپنے رب کا نام لیا کرو اور سب سے الگ ہو کر اس کی طرف آؤ)

(المزمل - ۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے راستہ پر جا رہے تھے آپؐ ایک پہاڑ کے پاس سے گذرے جس کو جمدان کہا جاتا ہے آپؐ نے فرمایا چلو، یہ جمدان ہے۔ مفرّدین آگے بڑھ گئے۔

صحابہؓ نے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ، مفرّدین کون ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: اللہ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں۔

(صحیح المسلم ج۲ کتاب الذکر والدعاء / باب الحث علی ذکر اللہ تعالیٰ اذکروا اللہ ذکرا کثیرا) ص۳۴۱،

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا بے شک دنیا ملعون ہے، جو کچھ اس میں ہے سب ملعون ہے سوائے اللہ کے ذکر کے اور جو اس کے متعلق ہو، اور عالم (اسلام) یا (اسلام کا علم حاصل کرنے والا۔

(جامع ترمذی ج۲ ابواب الزہد/ باب ماجاء فی ہوان الدنیا علی اللہ) صہ۵۸

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سے روایت ہے کہ ابن آدم کا ہر کلام اس پر بوجھ ہے اس کے لیے فائدہ مند نہیں۔ سوائے اس کے جو اس نے نیکی کا حکم کیا یا برائی سے روکا یا ذکر اللہ"

(جامع ترمذی ج۲ (ابواب الزہد/ باب ماجاء فی حفظ اللسان) صہ ۶۶-۶۷۔

ذکر اللہ کرنے والوں کی رفقت اختیار کرو

انسان کو چاہیئے کہ وہ غافل لوگوں سے دور رہے ان کی مجالس میں نہ بیٹھے اور ذکر اللہ کرنے والے نیک لوگوں کے ساتھ مجلس رکھے۔ اور انہیں ہی دوست و رفیق بنائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ) (اور تو ان لوگوں کی صحبت میں رہ، جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی رضا مندی چاہتے ہیں)

(الکہف - ۲۸)

چنانچہ ایسی مجالس جن میں نیک لوگ ذکر اللہ کریں۔ یہ جنت کی مجالس ہیں۔ ان میں شریک ہونا چاہیئے۔ بشرطیکہ ان مجالس میں قرآن وحدیث سے ثابت شدہ اذکار کیئے جائیں اور کوئی شرک یا بدعت کا کام نہ ہو۔ شرک اور بدعت کی مجالس جہنمیوں کی مجالس ہیں جیسے کہ گیارہویں کونڈے، قوالی، ماتم اور طرح طرح کے بدعتیوں کے ختم ان سب سے دور رہو۔
اس طرح جس مجلس میں گناہ ہو رہا ہو۔ جیسے کہ گانا بجانا، شراب نوشی، جوا، سود وغیرہ بعض لوگ قوالی میں شرکت کو باعث ثواب جانتے ہیں۔ یاد رہے قوالی دو چیزوں پر مشتمل ہے (۱) طبلہ سارنگی اور (۲) نعت ؐ، اگر نعت میں شرک اور بدعت کی بات نہ ہو تو درست ہے۔ مگر طبلہ سارنگی شیطانی آلات ہیں، شیطانی پلید آلات پر انبیاء علیہم السلام کا نام لینا اس درجہ خبیث کام ہے کہ جس میں کفر کا اور انبیاء علیہم السلام کی توہین کا اندیشہ ہے ایک مسلمان ایسے

کام میں ہرگز شریک نہیں ہو سکتا۔

اجتماعی ذکر اللہ کے بارے میں چند احادیث درج کی جاتی ہیں۔

• حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،
جب تم جنت کے باغات سے گذرو تو اس میں چر لیا کرو۔
صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا،
جنت کے باغات کون کون سے ہیں؟
آپ نے فرمایا،
ذکر اللہ کی مجلسیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح باب ذکر اللہ عن ترمذی) صـ ۱۹۸

• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،
اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو راہوں پر پھرتے رہتے ہیں اور ذکر اللہ کرنے والوں کی تلاش کرتے ہیں جب وہ کسی جماعت کو ذکر اللہ کرتے دیکھتے ہیں تو ایک دوسرے کو آواز دیتے ہیں آؤ اپنے مطلوب کی طرف۔

آپؐ نے فرمایا: پھر وہ انہیں اپنے پروں کے ساتھ آسمانِ دنیا تک انہیں ڈھانپ لیتے ہیں
آپؐ نے بتایا، (جب وہ فارغ ہو کر اللہ تعالےٰ کے پاس حاضر ہوتے ہیں) تو رب تعالےٰ ان سے پوچھتا ہے کہ میرے بندے کیا کہتے ہیں؟

فرمایا وہ فرشتے جواب دیتے ہیں تیری تسبیح کہتے ہیں تیری بڑائی بیان کرتے ہیں اور تیری حمد و ثنا، کہتے ہیں۔

فرمایا، پھر (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے: کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرمایا: فرشتے کہتے ہیں نہیں، اللہ کی قسم انہوں نے آپ کو نہیں دیکھا، فرمایا، تو اللہ فرماتا ہے اگر مجھے دیکھ لیتے تو؟ بتایا: فرشتے کہتے ہیں اگر وہ آپ کو دیکھ لیتے تو بہت ہی زیادہ عبادت کرتے اور بہت زیادہ بندگی کرتے اور از حد تسبیح کہتے۔ بتایا، پھر اللہ فرماتا ہے وہ کیا مانگتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں وہ تجھ سے جنت مانگتے ہیں۔ کیا جنت انہوں نے دیکھا ہے؟ بتایا، کہ وہ فرشتے کہتے ہیں نہیں، اللہ کی قسم اسے نہیں دیکھا بتایا، پھر اللہ فرماتا ہے، اگر اسے دیکھ لیتے تو پھر کیا ہوتا؟

بتایا: فرشتے کہتے ہیں، اگر اسے دیکھ لیتے تو اس کے سخت حریص، شدید ترین طلب گار ہوتے اور عظیم ترین رغبت رکھتے۔

(پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) تو وہ کس سے پناہ مانگتے ہیں ؟ بتایا کہ وہ کہتے ہیں۔ دوزخ سے۔
بتایا (کہ اللہ) فرماتا ہے تو وہ انہوں نے دوزخ دیکھا ہے ؟
بتایا : فرشتے جواب دیتے ہیں : نہیں ، اللہ کی قسم اے رب انہوں نے دوزخ نہیں دیکھا
بتایا ، کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے ، اگر دیکھ لیتے تو پھر کیا ہوتا ؟
بتایا کہ فرشتے جواب دیتے ہیں۔ اگر اسے دیکھ لیتے تو اس سے بہت ہی دور بھاگتے اور شدید
ترین خوف کھاتے۔
بتایا کہ پھر رب تعالیٰ فرماتا ہے (اے فرشتو) میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ ان کو میں نے بخش دیا۔
بتایا : کہ ایک فرشتہ کہتا ہے ان میں فلاں آدمی ان (ذاکرین میں سے نہیں وہ ویسے ہی
ایک ضرورت کی وجہ سے آیا تھا۔
اللہ فرماتا ہے : یہ وہ بیٹھنے والے ہیں کہ جن کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا اسے بھی
بخش دیا (صحیح بخاری ج ۲ کتاب الاعوات ۔ باب فضل ذکر اللہ تعالیٰ) ص ۹۴۸
اس سے پتہ چلا کہ جن مجالس میں ذکر اللہ ہو۔ ان میں شریک ہونا اللہ کی مغفرت حاصل کرنا اور
جنت کے باغات میں بیٹھنا ہے۔
البتہ شرط یہ ہے کہ سنت کے مطابق ذکر اللہ ہو۔ شرکیہ کلام اور من گھڑت اذکار نہ کئے جائیں۔
قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں جو اذکار موجود ہیں۔ وہی پڑھے جائیں اور لاؤڈ سپیکر لگا کر سارے
محلے کا مغز نہ چاٹا جائے۔ جیسے کہ بعض جاہل حرام خوروں کا طریقہ بن چکا ہے۔
جو لوگ شور مچا مچا کر ذکر کرتے ہیں ان کے لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کافی نصیحت
ہے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک
سفر میں تھے۔ لوگ بلند آواز سے اللہ اکبر کہنے لگے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو
ٹھہرو ، تم ایسی ذات کو نہیں پکار رہے جو بہری ہو اور نہ غائب کو ، بلکہ تم اس کو پکار رہے ہو جو سننے والی
قریب ذات ہے وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو ...... الی آخر الحدیث
(صحیح المسلم ج ۲ کتاب الذکر والدعاء / باب استحباب غض الصوت بالذکر) ص ۳۴۶

غفلت اور غافلین سے بچو

انسان کو چاہیئے کہ غافلین سے دور رہے تاکہ ان کی نحوست کی وجہ سے ذکر اللہ کی نعمت سے محروم نہ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

وَ لَا تَکُنْ مِنَ الْغٰفِلِیْنَ ○ (اور غافلوں سے نہ ہو) یعنی اللہ تعالےٰ سے غفلت اختیار نہ کرو۔
(الاعراف - ۲۰۵)

جو شخص ذکر اللہ سے منہ پھیرے، اللہ کی عبادت نہ کرے وہ دنیا میں پریشان رہے گا اور آخرت میں اندھا اٹھایا جائے گا۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْکًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی ○
(طٰہٰ - ۱۲۴)

(اور جو میرے ذکر سے منہ پھیرے گا تو اس کی زندگی بھی تنگ ہوگی اور اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھایا جائے گا)

(چنانچہ اکثر دیکھا گیا ہے۔ کہ بے نمازی، غافل اور بدکار افراد مالدار ہونے کے باوجود بات بات پر پریشان ہوتے رہتے ہیں یہ سب غفلت کی مار ہے صرف گمراہ لوگ ہی ذکر اللہ سے محروم ہوتے ہیں۔ فرمایا:

فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ○
(الزمر - ۲۲)

(سو جن لوگوں کے دل، اللہ کے ذکر سے متاثر نہیں ہوتے، ان کے لیے بڑی خرابی ہے یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں)

غافل آدمی شیطان کا یار ہے اور یہ بہت بڑی بدبختی ہے۔ اس سے بچنا ضروری ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَهٗ شَیْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِیْنٌ ○
(الزخرف - ۳۶)

(اور جو اللہ کی یاد سے غافل ہوتا ہے تو ہم اس پر ایک شیطان متعین کر دیتے ہیں پھر وہ اس کا ساتھی رہتا ہے)

مزید فرمایا:

اِسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِکْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ ؕ اَلَآ

(ان پر شیطان نے غلبہ پا لیا ہے پس انہیں اللہ کا ذکر بھلا دیا ہے۔ یہی شیطان کا گروہ ہے۔ خبردار شیطان کا گروہ ہی نقصان اٹھانے والا ہے)

اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

(المجادلة - ۱۹)

بلکہ جو شخص غافل ہے اور فرض عبادات بھی ادا نہیں کرتا وہ جہنمی ہے فرمایا :

فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۝ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۝ الَّذِىْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۝ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝

(پس آپ نصیحت کیجئے ۔ اگر نصیحت فائدہ دے جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ جلد ہی سمجھ جائے گا اور اس سے بڑا بدنصیب الگ رہے گا ۔ جو سخت آگ میں داخل ہوگا ۔ پھر اس میں نہ تو مرے گا اور نہ جیئے گا)

(الاعلیٰ ۹-۱۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جو قوم بھی کسی جگہ بیٹھی ، اس (مجلس میں) اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا تو وہ (مجلس) ان پر حسرت ہوگی ۔ چاہے تو انہیں سزا دے اور چاہے تو معاف کر دے ۔

(جامع ترمذی ج۲ ابواب الدعوات / باب ماجاء فی القوم یجلسون ولا یذکرون اللہ) صـ۱۷۵

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ذکر اللہ کرتا ہے اور جو ذکر اللہ نہیں کرتا اس کی مثال زندہ اور مردہ کی ہے

(صحیح البخاری ج۲ کتاب الدعوات / باب فضل ذکر اللہ تعالیٰ) صـ۹۴۸

یعنی ذکر اللہ کرنے والا زندوں کی طرح ہے اور غافل آدمی مردار کی طرح ہے ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو قوم بھی کسی مجلس سے اٹھے ۔ جس میں انہوں نے اللہ کا ذکر نہیں کیا ہوتا تو وہ گدھے کے مردار سے اٹھے اور یہ مجلس ان پر حسرت ہوگی

(سنن ابی داود ج۲ کتاب الادب / باب اذا قام من مجلسہ ثم رجع) صـ۶۶۶

اللہ تعالیٰ نے غافلین سے دور رہنے کا حکم دیا اور فرمایا :

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا

(الکہف - ۲۸)

اور اس کی اطاعت نہ کر جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ۔ اور وہ اپنی خواہش کے تابع ہوگیا اور اس کا معاملہ حد سے گذرا ہوا ہے ۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ غافل آدمی گویا ایک مردار ہے اور مردار کے پاس بیٹھنا بدعقلی کے سوا کچھ نہیں - نیز غافل کی نحوست سے بچنا بھی ہر مسلمان کی ضرورت ہے - یہی وجہ ہے کہ اسلام نے دوست بنانے کے آداب بتائے کہ صرف نیک لوگوں اور علماء کرام کی رفاقت اختیار کرو حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا - صرف ایماندار کی رفاقت اختیار کرو اور تیرا کھانا صرف پرہیزگار ہی کھائے -

(جامع ترمذی ج۲ ابواب الزہد / باب ماجاء فی صحبۃ المؤمن) صہ ٦٥

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ؛ انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اس لیے دیکھے کہ وہ کس کو دوست بنا رہا ہے -

(جامع ترمذی ج۲ ابواب الزہد / باب ماجاء فی اخذ المال کے بعد با) صہ ٦٣

الغرض نیک لوگوں ، علماء کرام اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے ساتھ رفاقت رکھے اور متکبرین ، جاہلوں ، بدکار لوگوں اور ذکر اللہ سے غافل لوگوں سے دور رہے -

بُرے آدمی کی رفاقت سے تنہائی بہتر ہے اور نیک آدمی اور علماء کرام کی مصاحبت تنہائی سے بہتر ہے -

ذکر اللہ کے فائدے

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے بے شمار فوائد ہیں جن کا احاطہ ممکن نہیں اس موضوع کو واضح کرنے کے لیے چند فوائد تحریر کیے جاتے ہیں

١ :- ذکر اللہ سے ہی نجات ہوتی ہے -
٢ :- جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرے گا ، اللہ تعالیٰ اسے بھی یاد رکھے گا اور اس کی مدد فرمائے گا -
٣ :- ذکر اللہ ہی سب سے بڑی نعمت ہے -
٤ :- ذکر اللہ سے اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رحمت ہوتی ہے -
٥ :- دلوں کو اطمینان اور روحانی سکون اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہی ملتا ہے -
٦ :- ذکر اللہ کرتے کرتے انسان گناہوں سے پاک ہو جاتا اور اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ بندہ بن جاتا ہے
٧ :- کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا جنت حاصل کرنے کی راہ ہے -
٨ :- ذکر اللہ کرنے والوں کا تذکرہ آسمان کے فرشتوں کے سامنے ہوتا ہے -
٩ :- شیطان کے وساوس سے بچنے کا ذریعہ بھی اللہ تعالیٰ کی یاد ہے

۱۰ ۔ زندگی کی علامت بھی ذکراللہ ہے۔

الغرض عذاب سے بچنے، ہر غم سے نجات پانے، ہر حاجت پوری ہونے اور ہر مشکل سے رہائی حاصل کرنے، دشمن سے بچنے، مال وصحت اور دنیا وآخرت کی سب نعمتیں حاصل کرنے اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا سب سے زیادہ موثر ذریعہ اللہ تعالیٰ کی یاد ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ اپنے اوقات اس طرح تقسیم کرے کہ بقدر حاجت دنیا حاصل کرے، بقدر حاجت آرام کرے اور باقی وقت ذکراللہ میں گذارے کچھ دنوں کی مشق کے بعد یہ آسان بھی ہو جائے گا اور وہ انعامات دیکھے گا کہ ذکراللہ کے سامنے ساری کائنات بے قیمت ہو جائے گی۔

اللھم اجعلنا من الذاکرین کثیرا ولا تجعلنا من الغافلین

● ذکراللہ کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لیے بخشش اور ثواب کا وعدہ کرتے ہوئے

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا (اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے مردوں
وَّالذّٰكِرٰتِ لا اَعَدَّ اللّٰهُ اور بہت یاد کرنے والی عورتوں کے لیے
لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ بخشش اور بڑا اجر تیار کیا ہے)

(الاحزاب - ۳۵)

● جو شخص اللہ تعالیٰ کو یاد کرے گا اللہ تعالیٰ اسے بھی یاد رکھے گا۔ بلکہ فرشتوں کے سامنے اس کا تذکرہ فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (پس مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا
وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝ میرا شکر کرو اور ناشکری نہ کرو)

(البقرۃ - ۱۵۲)

● حضرت ابوہریرہ اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے انہوں نے گواہی دی کہ جناب رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو جماعت بھی اللہ کی یاد کرنے کے لیے بیٹھتی ہے، فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں، ان پر رحمت چھا جاتی ہے ان پر سکینت نازل کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ ان (ارواح و ملائکہ) کے سامنے کرتا ہے جو اس کے پاس ہوتے ہیں"

(جامع ترمذی ج ۲ ابواب الدعوات/ باب ماجاء فی قوم یجلون فیذکرون اللہ) صہ

● ہر کامیابی کے لیے بھی ذکراللہ ایک مؤثر علاج ہے فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ (بے شک وہ کامیاب ہوا جو پاک ہوگیا اور
وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝ اپنے رب کا نام یاد کیا پھر نماز پڑھی)
(الاعلیٰ - ۱۴ - ۱۵)

● بے چین دل کو چین اور روحانی سکون صرف اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہی ملتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝ (خبردار، اللہ کی یاد سے دل تسکین پاتے ہیں)
(الرعد - ۲۸)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ بہت وظیفے کئے، کچھ ہوا نہیں۔ اس کا جواب صرف اس قدر ہے
کہ شرک، بدعت اور بڑے گناہوں سے پرہیز کرو۔ حلال کھاؤ۔ لوگوں پر ظلم نہ کرو۔ اور خوب توجہ
سے دعا کرو۔ پھر قبولیت دیکھو۔ افسوس آج کل لوگ حلال و حرام کی پرواہ نہیں کرتے، شرک و
بدعت سے بچتے نہیں۔ یہ بھی پرواہ نہیں کرتے کہ یہ ورد کتاب و سنت کے مطابق ہے یا نہیں
تب تھکاوٹ کے سوا کیا حاصل ہو؟

● ذکر اللہ کرنے والا زندہ ہے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی مثال جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور جو یاد نہیں کرتا۔ ایسے ہے
جیسے کہ زندہ اور مردہ کی مثال ہو۔

(صحیح البخاری ج۲ کتاب الدعوات / باب فضل ذکر اللہ) صہ ۹۴۸

● شیطان کے وساوس سے بچنے کا ذریعہ بھی ذکر اللہ ہی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان ابن آدم کے دل سے
چپکا رہتا ہے۔ جب وہ ذکر اللہ کرتا ہے تو دور ہٹ جاتا ہے اور جب غافل ہوتا ہے تو وساوس
ڈالتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح / باب ذکر اللہ عزوجل / الفصل الثالث عن بخاری تعلیقا) صہ ۱۹۹

● اللہ تعالیٰ کی یاد کرنے والوں کا تذکرہ آسمانوں پہ ہوتا ہے۔ جیسے کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم
صحابہ کرام کی ایک مجلس کے پاس سے گذرے اور وہ ذکر اللہ میں مصروف تھے تو آپ نے فرمایا:
جیسے کہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت کے آخر میں فرمایا: "میرے پاس جبریل آتے ہیں انہوں نے بتایا
تمہارے (ذکر اللہ کرنے والوں کے باعث اللہ عزوجل فرشتوں پر فخر کر رہے ہیں۔

(صحیح مسلم ج۲ کتاب الذکر والاستغفار / صہ ۳۴۶

یعنی دیکھو میرے بندے میرا نام لے رہے ہیں ۔کس قدر خوش نصیبی ہے یہ کاش کوئی سمجھے ۔

• اللہ تعالےٰ کے عذاب سے نجات بھی ذکر اللہ کی برکت سے ہوتی ہے ۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ

" ذکر اللہ سے زیادہ کوئی ایسا مؤثر عمل نہیں جو اللہ کے عذاب سے نجات دے "

" جامع ترمذی ج۲ ابواب الدعوات / باب ماجاء فی فضل الذکر) ص ۱۷۵

استغفار کی اہمیت

باطنی صفائی اور روحانی اطمینان حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہر گناہ سے پرہیز کرے ۔شرک و کفر سب سے بڑا گناہ ہے جس کے ہوتے ہوئے کسی قسم کی کوئی نیکی قبول نہیں ہوتی اور بدعت سے پرہیز کرے ۔کیونکہ بدعت کے ذریعے قرب الٰہی حاصل نہیں ہوسکتا اور نہ ہی عمل قبول ہوتا ہے بدعت تو گمراہی ہے جس کا انجام دوزخ ہے ۔گناہوں سے پرہیز کرے اس لیے کہ گناہ بمنزلہ گندگی کے ہیں اگر کوئی آدمی کپڑے کو گند بھی لگائے اور خوشبو بھی لگائے تو خوشبو برباد ہوجائے گی ۔ لیکن اگر گندگی سے کپڑے کو صاف کر لگائے تو تھوڑی خوشبو بھی اثر دکھائے گی ۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے

"جب کپڑا صاف ہو تو خوشبو خوب فائدہ مند ہے ۔لیکن اگر کپڑا گندہ ہو۔ تو ایسی صورت میں صابون اور گرم پانی زیادہ مفید ہے "۔

(ابو ابل الصیب لابن قیم رحمۃ اللہ علیہ) ص ۸۵

کیا خوب فرمان ہے یعنی گناہ ہیں تو پہلے استغفار کرے پھر ذکر اللہ کا رنگ دیکھے ۔ انسان چاہیئے کہ ہر گناہ سے بچتا رہے ۔لیکن اگر غلطی ہوجائے تو اللہ تعالےٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بلکہ خوب زاری کے ساتھ توبہ کرے اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝

(کہہ دو) اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں ۔ بے شک اللہ سب گناہ بخش دے گا ۔ بے شک وہ بخشنے والا رحم والا ہے

(الزمر - ۵۳)

استغفار کی برکت سے اللہ تعالیٰ روزی وسیع کرتا ہے اور عذاب سے بچاتا ہے اللہ

تنگی سے نجات عطا فرماتا ہے ۔ اللہ تعالے نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے واقعات بتاتے ہوئے ان کا کلام ذکر کیا اور فرمایا :

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝ (نوح - ۱۰ - ۱۲)

(پس میں نے کہا : اپنے رب سے بخشش مانگو ۔ بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے وہ آسمان سے تم پر (موسلا دھار) بارش برسائے گا اور مال اور اولاد سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لیے باغ بنا دے گا اور تمہارے لیے نہریں بنا دے گا)

پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک کی برکات اور استغفار کا ایک عجیب اور انتہائی قیمتی فائدہ بتایا ۔ فرمایا :

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ط وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ (الانفال - ۳۳)

(اور اللہ ایسا نہیں کرے گا کہ انہیں تیرے ان میں ہوتے ہوئے عذاب دے اور اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں ، درانحالیکہ وہ بخشش مانگتے ہوں)

مندرجہ بالا آیات سے واضح ہو گیا کہ استغفار کرنا کس قدر اہم اور بیش قیمت نعمت ہے ۔

احادیث میں استغفار کی اہمیّت بتائی گئی ۔

حضرت انس (رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ہر بنی آدم خطا کار ہے اور بہترین خطا کار توبہ کرنے والے ہیں ۔

(جامع ترمذی ج۲ ابواب صفۃ القیامۃ) ص۷۶

یعنی خطا تو ہو جاتی ہے مگر توبہ کرنے والا بہترین آدمی ہے ۔

البتہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو ہر خطا سے محفوظ رکھتا ہے ۔ کیونکہ اگر انبیاء علیہم السلام معصوم نہ ہوں تو دین کی تبلیغ میں خلل واقع ہو جائے گا ۔

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جس کے نامۂ اعمال میں کثرت سے استغفار ہو اس کے لیے خوشخبری ہے ۔

(سنن ابن ماجہ / ابواب الادب / باب الاستغفار) ص۲۷۹

(ایک روایت میں) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس کا کوئی گناہ نہیں۔
(سنن ابن ماجہ / ابواب الزہد / باب ذکر التوبۃ) صد ۳۲۳
استغفار ہر تنگی سے نجات اور روزی کی فراخی کی ضمانت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے استغفار کو لازم کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ہر غم سے نجات اور ہر تنگی سے رہائی دے گا۔ اور اسے وہاں سے روزی دے گا۔ جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوگا۔
(سنن ابن ماجہ / ابواب الادب / باب فضل الحامدین) صد ۲۷۹
توبہ کا معنی ہے برائی سے ہٹ کر نیکی کی طرف سچے دل کے ساتھ اور پختہ عزم کے ساتھ لوٹ آنا
امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ علماء نے فرمایا: ہر گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے، اگر گناہ بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہو (یعنی حقوق اللہ میں کوتاہی ہو) جس کا کسی آدمی کے ساتھ تعلق نہ ہو۔ تو اس میں تین شرطیں ہیں۔
۱: گناہ کرنا چھوڑ دے۔
۲: جو گناہ ہوا اس پر شرمندہ ہو۔
۳: پختہ عزم کرے کہ آئندہ کبھی بھی گناہ نہیں کروں گا۔
اگر ان تین میں سے ایک بھی نہ پائی گئی تو اس کی توبہ درست نہیں اور اگر گناہ کا تعلق کسی آدمی کے ساتھ ہو۔ (یعنی حقوق العباد سے متعلق ہو) تو اس کے لیے ان تین کے ساتھ ساتھ چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ صاحب حق سے حق معاف کرائے (یا ادا کرے)
(ریاض الصالحین / باب التوبۃ) صد ۱۲، ۱۳

کلماتِ استغفار

استغفار کے کئی کلمات منقول ہیں انسان کو چاہیئے کہ ہر کلمہ ایک مقدار میں ہر روز پڑھے تاکہ ہر کلمہ کی برکات حاصل ہوں۔
حضرت آدم علیہ السلام نے ان الفاظ کے ساتھ استغفار کیا:

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ (الاعراف - ۲۳)

(اے ہمارے رب، ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم ضرور خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے)

۲۔ حضرت یونس علیہ السلام نے یہ الفاظ کہے :

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ○ (تیرے بغیر کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بے شک میں بے انصافوں میں سے تھا)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَ نَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَ كَذٰلِكَ نُـْۨجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ○ (پھر ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اُسے غم سے نجات دی۔ اور ہم ایمانداروں کو اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں)

(الانبیاء - ۸۷، ۸۸)

حضرت سعد (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، حضرت ذوالنون (یونس علیہ السلام) کی دعا جب انہوں نے اللہ کو پکارا جب وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے .

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ○

(مسلمان آدمی جب بھی ان کلمات کے ساتھ دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اسے قبول کرے گا ،

(جامع ترمذی ج ۲ ابواب الدعوات / باب ماجاء فی جامع الدعوات) صہ ۱۸۸

حضرت زید بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ، جو یہ کہے :

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْهِ ○ (میں نے سے معافی مانگتا ہوں جس کے بغیر کوئی معبود نہیں (وہ) زندہ اور سب کو قائم رکھنے والا ہے اور اس کی طرف لوٹ کر آتا ہوں)

تو اس کی بخشش ہو گئی چاہے میدانِ جنگ سے بھاگا ہوا ہو۔

(جامع ترمذی ج ۲ ابواب الدعوات / باب ماجاء فی جامع الدعوات) صہ ۱۹۸

ہر گناہ سے توبہ کرتے ہوئے یہ کلمات پڑھا کرے ۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ تَعَالٰی رَبِّیْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْهِ

(میں اللہ تعالیٰ اپنے ربّ سے ہر گناہ کی معافی مانگتا ہوں اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم مجلس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا (استغفار) گنتے تھے کہ آپ سو بار یہ کہتے :

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ)
(اے رب بخش دے اور میری توبہ قبول کرلے بے شک تو ہی توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہے
(سنن ابن ماجہ / ابواب الدعاء / باب الاستغفار) ص٢٧٩
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مجلس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اٹھنے سے پہلے (یہ استغفار) شمار کرلیا جاتا تھا۔
(رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ)
(اے رب مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول کرلے بیشک تو ہی توبہ قبول کرنے والا بخشنے والا ہے)
(جامع ترمذی ج٢ ابواب الدعوات / باب مایقول اذا قام من مجلسہ) ص١٨١
صفا اور مروہ کے درمیان آتے جاتے یہ دعا کرے :
رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ إِنَّكَ الْأَعَزُّ الْأَكْرَمُ
(اے رب بخش دے اور رحم فرما اور درگذر فرما جو تو جانتا ہے بے شک تو ہی غالب اور سب
سے بزرگ ہے)۔
(الاذکار لامام نووی رحمۃ اللہ علیہ، کتاب اذکار الحج ص١٦٠ / ص١٦١)
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا (اے اللہ کے رسول :
اگر میں معلوم کرلوں کہ قدر کی رات کون سی ہے تو میں اس میں کیا کہوں ؟ آپ نے فرمایا یہ کہو :
اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ
(اے اللہ بے شک تو معاف کرنے والا معافی کو پسند کرتا ہے۔ بس مجھے معاف کردے)
(جامع ترمذی ج٢ ابواب الدعوات / باب ماجاء فی جامع الدعوات ص١٩١

سید الاستغفار

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : سید الاستغفار یہ ہے کہ بندہ کہے
اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِيْ
(اے اللہ تو ہی میرا رب ہے، تیرے بغیر کوئی معبود نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا۔
وَأَنَا عَبْدُكَ وَأَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ
اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تیرے عہد اور تیرے وعدہ پر ہوں۔

مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ

جو میری استطاعت میں ہے میں تیری پناہ لیتا ہوں ہر اس برائی سے جو میں نے کی۔

اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَىَّ وَ اَبُوْءُ لَكَ بِذَنْبِىْ

میں اپنے آپ پر تیری نعمت کا اقرار کرتا ہوں، اور میں اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہوں،

فَاغْفِرْ لِىْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ

(پس مجھے معاف کر دے کیونکہ تیرے بغیر کوئی گناہوں کو نہیں بخشتا)

صحیح البخاری ج۲ کتاب الدعوات / باب افضل الاستغفار) صہ ۹۳۳

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو تمام اہلِ ایمان مردوں اور اہلِ ایمان عورتوں کے لیے ہر روز ستائیس بار یا پچیس بار ان میں سے کسی ایک تعداد میں استغفار کرے وہ ان لوگوں میں سے ہو گا کہ جن کی دعا قبول کی جاتی ہے اور جن کی وجہ سے اہلِ زمین کو روزی ملتی ہے

(حصن حصین دوسری منزل / مایقال فی النھار) صہ ۱۰۶ عن طبرانی)

اس کے لیے عربی میں یہ الفاظ کہا کریں۔

۲۷ یا ۲۵ بار :- اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِىْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ

(اے اللہ بخش دے مجھے اور میرے والدین کو اور ایماندار مردوں کو

وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ اَلْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ

اور ایماندار عورتوں کو اور مسلمان مردوں کو اور مسلمان عورتوں کو ان میں سے زندوں کو

وَالْاَمْوَاتِ

اور فوت شدگان کو،

ایک جگہ فرمایا:- وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ (اور کہو: (اے میرے رب، معاف کر اور رحم فرما اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔

(المؤمنون - ۱۱۸)

چنانچہ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ پڑھا کرے

اور مناسب یہ ہے کہ ہر استغفار صبح، شام ایک ایک سو بار یا جس قدر ہو سکے پڑھا کرے۔

قرآن مجید کی تلاوت

قرآن مجید کی تلاوت کرنا، اس کا ترجمہ و تفسیر پڑھنا ذکر اللہ کی سب سے بہترین صورت ہے، قرآن مجید پڑھنے والا اپنے رب تعالیٰ سے گویا ہم کلام ہے، قرآن مجید اور احادیث میں قرآن مجید کی تلاوت کی شدید تاکید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓىٕكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ (البقرۃ - ۱۲۱)

(وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی ہے، وہ اسے پڑھتے ہیں۔ جیسا اس کے پڑھنے کا حق ہے۔ وہی لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں)

نیز فرمایا:

فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ (المزمل - ۲۰)

(پس پڑھو جتنا قرآن آسان ہو)

جب قرآن مجید کی تلاوت کی جا رہی ہو تو اسے سننا لازم ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ (اعراف - ۲۰۴)

(اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز میں قرآن مجید پڑھنا، نماز سے باہر قرآن مجید پڑھنے سے افضل ہے اور نماز سے باہر قرآن مجید پڑھنا تسبیح و تکبیر سے افضل ہے اور تسبیح بیان کرنا صدقہ سے افضل ہے اور صدقہ کرنا روزے سے افضل ہے اور روزہ (دوزخ کی) آگ کے سامنے ڈھال ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب فضائل القرآن۔ عن بیہقی فی شعب الایمان) ص ۱۸۹

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھا اس کے لیے ایک نیکی ہے اور نیکی دس گنا ہے (ہر نیکی کا بدلہ دس نیکیاں ہیں) میں یہ نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔

(جامع ترمذی ج۲ ابواب فضائل القرآن/باب ماجاء فی من قرا حرفا من القرآن مالہ من الاجر) ص ۱۱۹

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ رب تبارک تعالیٰ فرماتا ہے، جس کو قرآن (پڑھنے اور سیکھنے) نے میرے ذکر اور مجھ سے مانگنے سے روکا، میں اُس کو مانگنے والوں سے زیادہ دونگا۔ اور اللہ کے کلام کی تمام کلاموں پر افضلیت اس طرح ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کی افضلیت اس کی مخلوق پر ہے۔

(جامع ترمذی ج۲ ابواب فضائل القرآن / باب ماجاء فی من قرا حرفا من القرآن کے بعد آخری باب ص ۱۱۹

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک یہ دل زنگار آلود ہو جاتے ہیں جیسے کہ لوہا زنگار آلود ہو جاتا ہے جبکہ اسے پانی لگے۔ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول اور ان کی صفائی کس طرح ہو گی؟ آپ نے فرمایا، کثرت سے موت کو یاد کرنا اور قرآن کی تلاوت کرنا۔

(مشکوۃ المصابیح/کتاب فضائل القرآن/عن بیہقی فی شعب الایمان) ص ۱۸۹

انسان کو چاہئے کہ قرآن مجید پڑھنے سے پہلے وضو کرے اور اونچی جگہ ادب کے ساتھ قرآن مجید رکھے اور معنی پر دھیان رکھ کر تلاوت کرے۔ البتہ اگر قرآن مجید زبانی پڑھے تو بے وضو پڑھا جائز ہے، مگر وضو کرنا زیادہ بہتر ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ۝ (جسے بغیر پاک لوگوں کے اور کوئی نہیں چھوتا) (الواقعہ - ۷۹)

قرآنِ مجید دیکھ کر پڑھنا زیادہ افضل ہے (حضرت اوس ثقفی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کا مصحف (میں دیکھے) بغیر قرآن مجید پڑھنا ہزار درجہ رکھتا ہے اور مصحف میں دیکھ کر) پڑھنا اس سے بڑھ کر دو ہزار درجہ تک ہو جاتا ہے۔

(مشکوۃ المصابیح/کتاب فضائل القرآن عن بیہقی فی شعب الایمان) ص ۱۸۸- ۱۸۹

جب تک اطمینانِ قلب کے ساتھ تلاوت کر سکے تلاوت کرتا رہے لیکن اگر تھکاوٹ ہونے لگے تو چھوڑ دے کیونکہ توجہ کے ساتھ تلاوت کرنا زیادہ مناسب ہے، حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک تمہارے دل مانوس رہیں قرآن مجید پڑھو اور جب اختلاف ہونے لگے (یعنی اچاٹ ہونے لگیں) تو اس سے اٹھ جاؤ۔

(صحیح البخاری ج ۲ کتاب فضائل القرآن/باب اقرءوا القرآن ما ائتلفت قلوبکم) ص ۷۵۷

قرآن مجید آرام سے پڑھے جلدی نہ مچلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۝ (اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو)

(المزمل - ۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قرآن مجید ایک ماہ میں پڑھو۔

میں نے عرض کیا، مجھے (اس سے زیادہ قوت ہے —— آپ نے فرمایا: سات دن میں (قرآن مجید مکمل کرو) اور اس سے زیادہ نہ کرو۔

(صحیح البخاری ج ۲ کتاب فضائل القرآن/ باب فی کم یُقرأ القرآن) ص ۷۵۶

قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر پڑھنے کی اہمیت

انسان کو چاہیئے کہ قرآن مجید خوب غور و فکر سے پڑھے اور ترجمہ و تفسیر بھی پڑھے۔ جب کوئی آدمی ترجمہ سمجھے بغیر پڑھے تو ثواب پھر بھی ملے گا۔ لیکن ساری عمر دوسری زبانوں اور دنیاوی فنون میں مغز چاٹتے رہنا اور ساری عمر قرآن مجید کے ترجمہ و تفسیر کی نعمت سے محروم رہنا شدید محرومی اور بدنصیبی ہے قرآن مجید کے ترجمہ و تفسیر سے محرومی کا نتیجہ یہ ہے کہ کئی مسلمان قرآن مجید پر ایمان رکھنے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں، اور قرآن مجید کی قطعی تعلیم کا انکار بھی کرتے ہیں۔ شرک و بدعت کا ارتکاب کرتے ہیں۔ یہ صورتحال سخت خطرناک ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا :-

يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ج

(ان پر اس کی آیات پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔

(آل عمران - ۱۶۴)

ایک جگہ فرمایا :-

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ٥

(پھر کیوں قرآن میں غور نہیں کرتے کیا ان کے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں)

(محمد - ۲۴)

اب ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف الفاظ ہی نہیں سکھاتے تھے بلکہ اس کا مفہوم بھی سکھاتے تھے اور قرآن مجید پر غور بھی ترجمہ سمجھے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اس لیے قرآن مجید کا ترجمہ و تشریح سیکھنا مسلمانوں پر شدید ضروری ہے۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن کو خوب سمجھ کر) اور واضح کر کے پڑھو، اور اس کے غرائب (احکام) کی پیروی کرو اور اس کے غرائب، اس کے فرائض و حدود ہیں (یعنی اوامر و نواہی ہیں۔

(مشکوۃ المصابیح، کتاب فضائل القرآن عن بیھقی فی شعب الایمان، ص: ۱۸۸)

حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

صحیح البخاری ج : ۲، کتاب فضائل القرآن ، باب خیرکم من تعلیم القرآن وعلمہ، ص: ۷۵۲

حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جو قرآن مجید پڑھتا ہے اور وہ اس میں ماہر ہے وہ (لوحِ محفوظ سے) لکھنے والے بزرگ فرشتوں کے ہمراہ ہوگا اور جو اس کو پڑھتا ہے۔ ھشام فرماتے ہیں کہ وہ اس پر بھاری ہے اور شعبہ (کی روایت میں ہے) کہ وہ اس پر شاق (سخت) ہے۔ تو اس کے لیے دو اجر ہیں۔

(جامع ترمذی ج:۲، ابواب فضائل القرآن/ باب ماجاء فی فضل قارئ القرآن) ص: ۱۱۸

حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جس نے قرآن پڑھا پس اس کو خوب حفظ کیا۔ پھر اس کے حلال کو حلال جانا اور اس کے حرام کو حرام جانا تو اللہ تعالےٰ اس وجہ سے اُسے جنت میں داخل کرے گا اور اس کے گھر والوں کے دس کے بارے میں اس کی سفارش قبول کرے گا جن پر دوزخ واجب ہو چکا ہوگا۔ (جبکہ وہ گناہ گار ہوں مگر ایماندار ہوں)

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب فضائل القرآن/ باب ماجاء فی فضل قارئ القرآن، ص: ۱۱۸)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جب بھی کوئی جماعت اللہ کے گھروں (مساجد) میں سے کسی گھر (مسجد) میں جمع ہوتی۔ جو اللہ کی کتاب پڑھتے ہوں اور آپس میں پڑھتے پڑھاتے ہیں تو ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور ان پر رحمت چھا جاتی ہے اور انہیں فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالےٰ ان کا ذکر اس کے پاس کرتے ہیں جو اس کے پاس ہے۔

(سنن ابی داود ج:۱ کتاب الصلوٰۃ/ باب فی ثواب قراءۃ القرآن، ص: ۲۰۵)

(حضرت معاذ الجہنی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جو قرآن پڑھے اور جو اس میں ہے اُس پر عمل کرے اُس کے والدین کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جائے گا۔ اس کی روشنی سورج کی روشنی سے زیادہ اچھی ہوگی جبکہ وہ تمہارے اِن دنیا میں گھروں میں ہو تو اب جس نے عمل کیا اس کے بارے میں تمہارا گمان ہو سکتا ہے۔ (یعنی عمل کرنے والے کو تو اس سے زیادہ اور بہت ہی انعامات حاصل ہوں گے)

(سنن ابی داود ج: ۱، کتاب الصلوٰۃ / باب فی ثواب قراءۃ القرآن، ص ۲۰۵)

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے) کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو ہی قابل رشک ہیں۔ ایک وہ آدمی جس کو اللہ تعالےٰ یہ کتاب (قرآن کا علم) عطا کرے پس وہ رات بھر اور دن بھر اس کو قائم کرنے (پڑھنے پڑھانے کے عمل کرنے اور تبلیغ) میں لگا رہے۔ اور وہ آدمی جس کو اللہ تعالےٰ مال عطا کرے پس وہ رات بھر اور دن بھر صدقہ کرنے میں لگا رہے۔

(صحیح المسلم ج: ۱، کتاب فضائل القرآن/ باب فضل من یقوم بالقرآن ویعلمہ، ص: ۲۷۲)

حضرت (عمر رضی اللہ عنہ) کا فرمان ہے کہ تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالٰی اس کتاب (قرآن مجید) کے ذریعہ کئی اقوام کو بلند کرے گا اور دوسروں کو اس کی وجہ سے ذلیل کرے گا۔ (یعنی عمل کرنے والے درجہ پائیں گے اور تارکین قرآن ذلیل ہوں گے)

(صحیح المسلم ج: ۲، کتاب فضائل القرآن، باب فضل من یقوم بالقرآن ویعلمہ، ص: ۲۷۲)

اب مندرجہ بالا آیات و احادیث کو پڑھیے۔ جن میں حکم دیا گیا کہ قرآن مجید میں غور و فکر کرو۔ اب محض الفاظ پر غور کرنا اسلام کے مطلوبہ نتائج پیدا نہیں کرتا۔ قرآن مجید کی تلاوت اگر ترجمہ جانے بغیر کی جائے تو بھی اجر و ثواب ہے۔ مگر دنیا کے دوسرے فنون اور دوسری زبانوں میں مغز چاٹتے رہنا اور زندگی بھر قرآن مجید کے ترجمہ و تشریح اور عربی زبان سے جاہل رہنا انتہائی گدھا پن اور شدید بدبختی ہے۔

اگر قرآن مجید کا ترجمہ نہیں پڑھا۔ تو ممکن ہے کہ اس کے بعض عقائد قرآن مجید کے خلاف ہوں۔ جو خطرناک ترین جرم ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو قرآن مجید کے صرف کلمات کی تعلیم نہیں دی۔ بلکہ اس کا مفہوم بھی بتایا اب مفہوم سے محروم رہنا دراصل نبوت کی تعلیم سے محرومی ہے۔

جن احادیث میں قرآن مجید کے فرائض و حدود معلوم کرتے قرآن مجید میں مہارت پیدا کرنے، قرآن مجید پر عمل کرنے قرآن مجید کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جاننے کا حکم دیا گیا۔ یہ سب باتیں تب ہی ممکن ہیں کہ ہر انسان قرآن مجید کا متن پڑھے۔ اس کا ترجمہ و تفسیر پڑھے۔ یا کم از کم درجہ میں کسی عالم سے قرآن مجید میں بتائے ہوئے وہ عقائد معلوم کرے جن پر نجات کا دارومدار ہے اور ضروری اوامر معلوم کرے اور جن باتوں سے منع کیا گیا ہے ان کا علم حاصل کرے۔

اسی طرح جو قوم قرآن مجید کی تعلیم سمجھ کر اس پر عمل کرے گی۔ اس کو بلند مرتبہ حاصل ہوگا اور جو قوم صرف قرآن کے الفاظ پر ساری عمر اکتفا کرے گی۔ اگر اس کے عقائد قرآن و حدیث کے خلاف ہوں گے تو اس کا قرآن مجید پڑھنا اور اس پر ایمان رکھنے کا دعویٰ جھوٹ اور دھوکہ قرار پائے گا۔

آج ہم خصوصاً ہندوستان و پاکستان و بنگلہ دیش اور ان تمام ممالک میں جن میں عربی زبان مروج نہیں یہ دیکھتے ہیں۔ کہ کئی لوگ مسلمان کہلاتے ہیں قرآن مجید کے الفاظ روزانہ پڑھتے ہیں۔ مگر ان کے عقائد قرآن مجید سے مختلف ہیں، حالانکہ قرآن مجید سے مختلف عقیدہ رکھنا سخت ترین جرم ہے۔ آج حالت یہاں تک آن پہنچی ہے کہ بعض لوگ کھلم کھلا شرک کرتے ہیں۔ بعض لوگ حدیث کا انکار کرتے ہیں مگر وہ قرآن مجید پر ایمان رکھنے کا بھی دعویٰ کرتے ہیں۔ بعض غنڈہ گرد عناصر صحابہ کرام کے خلاف بکواس کرتے

اور وہ بھی مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

بعض لوگ معجزات کے منکر ہیں اور اسلام کے کئی بنیادی عقائد کا انکار کرتے ہیں اور مسلمان ہونے جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا جائے قرآن مجید کی شرح حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آثار صحابہ کرام ہے اس لیے قرآن مجید حدیث اور آثار صحابہ کرام پڑھنا ہر مسلمان کی سب سے پہلی ضرورت ہے۔

جو آدمی قرآن مجید کی تعلیم سے محروم ہے وہ ایک ویران گھر ہے۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک وہ پیٹ جس میں کچھ قرآن مجید نہ ہو وہ ویران گھر کی طرح ہے۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب فضائل القرآن / باب ماجاء فی من قرأ حرفا من القرآن کے بعد دوسرا باب، ص: ۱۱۹

انسان کو چاہیئے کہ قرآن مجید پڑھے اور صرف اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔ آفات وحاجات میں صرف اللہ تعالیٰ کو ہی پکارے۔ حضرت عمران بن حصین (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں روایت ہے کہ وہ ایک واعظ کے پاس سے گذرے جو پڑھ رہا تھا۔ پھر اس نے (لوگوں سے) مانگا، انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا پھر فرمایا: میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: جو قرآن مجید پڑھے وہ (قرآن مجید پڑھ کر) اللہ تعالیٰ سے مانگے۔ ایسی اقوام آئیں گی جو قرآن پڑھیں گی پھر وہ اس کے ذریعہ لوگوں سے مانگیں گی۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب فضائل القرآن / باب ماجاء فی من قرأۃ حرفا من القرآن مالہ من الاجر کے بعد ص: ۱۱۹

حضرت بریدہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو قرآن مجید پڑھے (پھر) اس کے ذریعہ لوگوں سے (مانگ کر) کھائے تو وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کا چہرہ (صرف) ہڈی ہوگا اس پر گوشت نہیں ہوگا۔

(مشکوٰۃ المصابیح / کتاب فضائل القرآن الفصل اشاعت / عن بیہقی فی شعب الایمان / ص: ۱۹۳)

الغرض قرآن مجید کا متن، اس کا ترجمہ وتفسیر پڑھنا، حدیث کا علم حاصل کرنا اور صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی خاطر پڑھنا ضروری ہے۔ قرآن وحدیث کو دنیا کی تجارت بنانا اچھا کام نہیں۔

مختلف سورتوں کے فضائل

انسان کو چاہیئے کہ دن رات میں قرآن مجید کی کچھ مقدار جس قدر ہو سکے ضرور پڑھا کرے یہاں پر بعض

سورتوں کے فضائل درج کیے جاتے ہیں. تاکہ عمل کرنے والوں کے لیے شوق پیدا ہو سکے۔

حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) سے مرسل روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جس نے ایک رات میں ایک سو آیت پڑھی قرآن اس رات کے بارے میں حجت نہیں کرے گا (یعنی
اس نے رات کا شکر ادا کر دیا) اور جس نے ایک رات میں دو سو آیات پڑھیں وہ اس رات میں عبادت گذار لکھا
جائے گا۔ اور جس نے ایک رات میں پانچ سو سے لے کر ایک ہزار آیت پڑھی اس کے لیے ایک قنطار ثواب ہے
صحابہ نے پوچھا: قنطار کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: بارہ ہزار
(یعنی چالیس اوقیہ سونا یا بارہ ہزار دینار سونے کا سکہ)
(سنن دارمی ج: ۲، کتاب فضائل القرآن / باب من قرأ من ماۃ آیۃ الی الالف، ص: ۳۲۴، ۳۳۵)

سورۃ فاتحہ

حضرت عبدالملک بن عمیر (رضی اللہ عنہ) سے مرسل روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاتحہ الکتاب، ہر بیماری کے لیے شفاء ہے۔
(سنن دارمی ج: ۲، کتاب فضائل القرآن / باب فی فضل فاتحہ الکتاب، ص: ۳۲۰)

سورۃ فاتحہ کو بہترین دُعا قرار دیا گیا: حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ
میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا:
سب سے افضل ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے اور سب سے افضل دعا الحمد للہ (سورۃ فاتحہ) ہے"
(جامع ترمذی ج: ۲، الواب الدعوات / باب ما جاء ان دعوۃ المسلم مستجابۃ، ص: ۱۷۶)
انسان کو چاہیئے کہ ہر دعا کے وقت سورۃ فاتحہ پڑھے اور ایاک نستعین پر اپنی حاجت کی نیت
کرے۔ سورۃ فاتحہ کے کئی اعمال علماء کرام کے ہاں مروج ہیں صبح کی نماز کے بعد کسی بھی حاجت کے لیے ۴۱
یا سو بار پڑھنا بہترین عمل ہے

آیۃ الکرسی

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز کی کوہان ہوتی ہے اور قرآن کی کوہان (عظمت) سورۃ بقرہ ہے۔ اور اس میں ایک آیت ہے جو کہ قرآن کی آیات کی سردار ہے۔ وہ آیۃ الکرسی ہے۔
(جامع ترمذی ج: ۲، الواب فضائل القرآن / باب ما جاء فی سورۃ البقرۃ و آیۃ الکرسی، ص: ۱۱۵)
ہر جادو، جن اور دشمن کے دور کرنے کے لیے آیۃ الکرسی ایک مجرب عمل ہے روزانہ رات ستر بار
سو بار پڑھے۔ اور جو شخص سخت حالات میں ۳۱۳ بار روزانہ بار پڑھے وہ اور اس کا خاندان انشاء
ہر دشمن، آفت اور پریشانی سے محفوظ رہے۔

سورۃ البقرہ کی آخری آیات

حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات رات کو پڑھ لے اسے یہ کافی ہوں۔

(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب فضائل القرآن / باب فضائل البقرہ / ص: ۷۴۹)

سورۃ واقعہ

سورۃ واقعہ روزانہ رات کو پڑھنا روزی کی وسعت کے لیے مجرب عمل ہے اور اگر ایک نشست میں ۱۴ بار پڑھے۔ تو روزی میں خوب فراخی ہو۔

حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ہر رات کو سورۃ الواقعہ پڑھے اُسے کبھی فاقہ نہیں آئے گا۔ اور حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) اپنی بیٹیوں کو حکم کرتے وہ ہر رات کو یہ سورت پڑھتی تھیں۔

(مشکوۃ المصابیح / کتاب فضائل القرآن / بیہقی فی شعب الایمان، ص: ۱۸۹)

سورۃ الدخان

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو رات کو سورۃ حم الدخان پڑھے۔ تو ستر ہزار فرشتے اس کے لیے صبح تک بخشش کی دعا کرتے ہیں۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب فضائل القرآن / باب ما جاء فی حم الدخان، ص: ۱۱۶)

سورۃ حشر کی آیات

حضرت معقل بن یسار (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب صبح ہو تو جو تین بار یہ کہے:

أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ

اور سورۃ حشر کی آخری تین آیات پڑھے تو اللہ تعالے ستر ہزار فرشتے اس پر مقرر کر دے گا جو اس کے لیے دعائے رحمت کریں گے یہاں تک کہ صبح ہو جائے اور اس دن میں وفات پائی تو شہید کی موت پائے گا اور جس نے یہی کہا جبکہ شام ہوئی تو اس کو بھی یہی درجہ حاصل ہوگا۔

(جامع ترمذی ج ۲، ابواب فضائل القرآن / باب ما جاء فیمن قرأ حرفاً من القرآن مالہ من الاجر کے بعد ص ۱۲۰)

سورۃ حشر کی آیات یہ ہیں۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ج هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيمُ۔ هُوَ اللّٰهُ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ج اَلْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ط سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ

لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ط يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ع (الحشر - ۲۲ - ۲۴)

سورۃ الملک اور سورۃ الم تنزیل السجدہ رات کو پڑھنے سے عذاب قبر سے حفاظت رہتی ہے۔

حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تب تک نہ سوتے جب تک کہ الم تنزیل اور تبارک الذی بیدہ الملک نہ پڑھ لیتے۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب فضائل القرآن / باب ماجاء فی سورۃ الملک، ص: ۱۱۷)

ایک حدیث کے آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الملک کے بارے میں فرمایا۔۔۔ "یہ روکنے والی ہے یہ نجات دینے والی ہے اُسے عذاب قبر سے نجات دے گی۔"

(جامع ترمذی ج: ۲ ابواب فضائل القرآن / باب ماجاء فی سورۃ الملک، ص: ۱۱۷)

اگر ہو سکے تو روزانہ رات کو ایک بار اور ایک بار صبح کو سورۃ یٰسین کا ورد کرے۔

سورۃ یٰسین حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ ہر چیز کا دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل یٰسین ہے اور جس نے یٰسین پڑھی اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے پڑھنے کی وجہ سے دس بار قرآن پڑھنے کا اجر لکھ دے گا۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب فضائل القرآن / باب ماجاء فی یٰسین) ص: ۱۱۶)

اس کا یہ معنی نہیں کہ سورۃ یٰسین پڑھو اور باقی قرآن چھوڑ دو۔ بلکہ یہ اجر عظیم بتایا گیا جیسے کہ تین بار سورۃ اخلاص پڑھنا سارے قرآن کے برابر ہے۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ قرآن چھوڑ دو اور صرف تین بار سورۃ اخلاص پڑھ لو۔ اصل میں یہ سورتیں قرآن مجید کی تعلیمات کی جامع اور اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب سورتیں ہیں۔

حضرت عطاء بن ابی رباح (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے فرمایا: مجھے یہ پہنچا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سورۃ یٰسین شروع دن میں پڑھی اس کی تمام حاجات پوری ہو جائیں گی۔

(سنن دارمی ج: ۲، کتاب فضائل القرآن / باب فی فضل یٰسین، ص: ۳۲۸)

سورۃ الکھف حضرت ابوسعید (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو جمعہ کے دن سورۃ الکھف پڑھے اس کے لیے جمعوں کے درمیان نور روشن ہوگا۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب فضائل القرآن / عن بیہقی فی الدعوات الکبیر، ص: ۱۸۹)

حضرت ابوالدرداء (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جو سورۃ الکھف کی تین ابتدائی آیات پڑھے وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔
(جامع ترمذی ج:۲، ابواب فضائل القرآن، باب ما جاء فی سورۃ الکھف، ص: ۱۱۶)

سورۃ البقرہ

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، اور جس گھر میں سورۃ بقرہ پڑھی جاتی ہو، اس میں شیطان داخل نہیں ہوتا۔
(جامع ترمذی ج:۲، ابواب فضائل القرآن، باب ما جاء فی سورۃ البقرہ وآیۃ الکرسی، ص: ۱۱۵)
چنانچہ اگر کسی مکان میں سرکش جنات آجائیں۔ تو ان کو بھگانے کے لیے چند روز بھی سورۃ البقرہ اور آیۃ الکرسی پڑھنا ایک مجرب علاج ہے۔

سورۃ التکاثر

روزانہ رات کو سورۃ التکاثر پڑھنا ایک بہترین عمل ہے۔
حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی یہ نہیں کرسکتا کہ ہر روز ایک ہزار آیت پڑھ لیا کرے۔؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: کون استطاعت رکھتا ہے کہ ہر روز ایک ہزار آیت پڑھا کرے۔؟ آپ نے فرمایا: کیا تم اس کی استطاعت نہیں رکھتے کہ الھکم التکاثر پڑھو۔
(مشکوۃ المصابیح، کتاب فضائل القرآن، عن بیھقی فی شعب الایمان، ص: ۱۹۰)

سورۃ اخلاص، کافرون اور زلزال

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذا زلزلت قرآن کے نصف کے برابر ہے، اور قل ھو اللہ احد، قرآن کے تہائی کے برابر ہے، اور قل یا یھا الکافرون قرآن کے چوتھائی کے برابر ہے۔

(جامع ترمذی ج:۲، ابواب فضائل القرآن، باب ما جاء فی سورۃ الاخلاص و فی سورۃ زلزلت، ص: ۱۱۷)

۷ حضرت فروہ بن نوفل (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں روایت ہے کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول مجھے کچھ سکھائیے کہ جب اپنے بستر پر جاؤں تو وہ پڑھوں آپ نے فرمایا:
قل یایھا الکافرون (پوری سورۃ پڑھو) یہ شرک سے بے زاری کا اعلان ہے۔
(جامع ترمذی ج:۲، ابواب الدعوات، باب ما جاء فیمن یقرأ من القرآن عند المنام، ص: ۱۷۷)

سورۃ اخلاص ایک نہایت ہی مبارک سورۃ ہے جس قدر ہو سکے اس کی تلاوت کرے۔

۶ حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قل ھو اللہ احد، قرآن کے تہائی کے برابر ہے۔

(سنن ابن ماجہ / ابواب الادب / باب ثواب القرآن / ص: ۲۷۶)

۶ حضرت سعید بن مسیب (رضی اللہ عنہ) سے مرسل روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو دس بار قل ھو اللہ احد پڑھے اس کے لیے جنت میں ایک محل بنا دیا گیا اور جو بیس بار پڑھے اس کے لیے جنت میں دو محل بنا دیئے گئے اور جو تیس بار پڑھے اس کے لیے جنت میں تین محل بنا دیئے گئے۔

۶ حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا: واللہ اے اللہ کے رسول پھر تو ہم بہت محلات حاصل کریں گے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ اوسع (سخی و قدرت والا) ہے (یعنی جس قدر چاہو کام کرو اور پھل پاؤ)

(سنن دارمی ج: ۲، کتاب فضائل القرآن / باب فی فضل قل ھو اللہ احد، ص: ۳۳۰)

سورۃ اخلاص، فلق، الناس

(حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ سے روایت ہے) کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اپنے بستر پر سونے کا ارادہ کرے پھر وہ اپنے دائیں پہلو پر سو جائے (یعنی لیٹ جائے) پھر ایک سو بار قل ھو اللہ احد (ساری سورۃ) پڑھے تو جب قیامت کا دن ہوگا رب تبارک و تعالیٰ اس کو فرمائے گا۔ اے میرے بندے، اپنے دائیں جانب سے جنت میں داخل ہو جا۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب فضائل القرآن / باب ماجاء فی سورۃ الاخلاص / ص: ۱۱۷)

۶ حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ہر روز دو سو بار قل ھو اللہ احد (ساری سورۃ) پڑھے اس کے پچاس سال کے گناہ مٹا دیئے سوائے قرض کے۔

(جامع ترمذی ج: ابواب فضائل القرآن / باب ماجاء فی سورۃ الاخلاص، ص: ۱۱۷)

انسان کو چاہیئے کہ رات کو سوتے وقت اور صبح کے وقت ایک ایک سو بار سورۃ اخلاص پڑھے تاکہ بے شمار اجر پائے گا۔

بیماری جن جادو کے دور کرنے کے لیے آیۃ الکرسی، سورۃ فاتحہ اور معوذتین ایک مجرب ترین عمل ہے جو

شخص ہر نماز کے بعد ۳ بار سورۃ فاتحہ، تین بار آیۃ الکرسی ۳ بار سورۃ اخلاص، الفلق، الناس اور اول آخر درود شریف پڑھ کر ہاتھوں پر دم کر کے بدن پر پھیرے۔ انشاء اللہ ہر مرض، جادو اور جن سے آرام پائے البتہ موت اور تقدیر مبرم ایک قطعی فیصلہ ہے۔

۶ حضرت عقبہ بن عامر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جحفہ اور ابواء کے درمیان جا رہا تھا کہ شدید آندھی اور سخت اندھیرا ہم پر چھا گیا۔
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعوذ برب الفلق اور اعوذ برب الناس پڑھ کر پناہ لینے لگے۔ اور فرماتے: اے عقبہ! ان (کو پڑھ کر) ان کے ساتھ پناہ لو، ان کی طرح کا (کوئی کلام) ایسا نہیں کہ جس کے ساتھ کسی نے پناہ لی ہو۔

(یعنی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھنا ہر شر سے پناہ حاصل کرنے کا سب سے کامیاب ذریعہ ہے) راوی بتاتے ہیں کہ میں نے آپ کو سنا کہ آپ نماز میں ہماری امامت ان کے ساتھ کرتے تھے۔ (یعنی نماز میں یہ سورتیں پڑھتے تھے)

(سنن ابی داود ج: ۱، کتاب الصلوٰۃ / باب فی المعوذتین) ص: ۲۰۶)

۶ حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر جاتے تو یہ تین سورتیں، قل ھو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں میں پھونکتے پھر ان کو سارے بدن پر جس قدر ہو سکتا پھیر لیتے۔ اپنے سر اور چہرہ اور بدن کے سامنے سے شروع کرتے اور یہ کام تین بار کرتے۔
(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب فضائل القرآن / باب فضل المعوذات) ص: ۷۵۰)

تسبیح و تہلیل

وہ بندہ کس قدر خوش نصیب ہے۔ جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔ کبھی قرآن مجید پڑھتا ہے کبھی نماز پڑھتا ہے۔ اور یاد رہے کہ نماز تمام اذکار کی جامع ہے اور سب سے افضل ترین عمل ہے۔ نماز میں قرآن مجید تسبیحات درود شریف اور دعائیں سب آجاتی ہیں۔ ایک سالک کے لیے عمدہ طریقہ یہ ہے کہ نوافل، قرآن مجید، حدیث مبارک، سیرت، فقہ تسبیحات، کلمہ طیبہ، درود شریف اور استغفار اور دعاؤں پر مشتمل جامع لائحہ عمل مرتب کرے۔ تاکہ ہر بھلائی سے حصہ پائے۔
اب تسبیح و تہلیل کے بارے میں کچھ عرض کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا (اور سورج نکلنے اور ڈوبنے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کر)

(طٰہٰ۔ ۱۳۰)

تسبیح سے مراد سبحان اللہ کہنا، تحمید سے مراد الحمد للہ کہنا، تہلیل سے مراد لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه اور تکبیر سے مراد اللہ اکبر کہنا ہے۔

انسان کو چاہیئے کہ ہر وقت ذکر اللہ کرتا رہے کبھی قرآن مجید پڑھے گا ہے نماز ادا کرے۔ اور گا ہے اذکار کرے گا ہے دعا کرے اور گا ہے غور وفکر کرے تاکہ اس کا ہر لحظہ ذکر اللہ میں شمار ہو جائے۔ اب چند ضروری اذکار کے بارے میں احادیث تحریر کی جاتی ہیں۔

٭ حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے سُنا: افضل ترین ذکر لاالہ الااللہ ہے اور افضل ترین دعا الحمد للہ ہے۔

(سنن ابن ماجہ ابواب الادب، باب فضل الحامدین، ص:۲۷۸)

٭ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس بھی بندے نے اخلاص کے ساتھ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہا، اس کے لیے آسمان کے دروازے کھل گئے یہاں تک کہ وہ (کلمہ) عرش تک جا پہنچتا ہے۔ بشرطیکہ وہ بڑے گناہوں سے بچے۔

(جامع ترمذی ج:۲، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی جامع)، ص: ۱۹۹)

٭ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے ایمان تازہ کیا کرو۔

عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول، اور ہم کس طرح اپنے ایمان تازہ کریں؟

آپ نے فرمایا: کثرت سے لا الٰہ الا اللہ پڑھا کرو۔

(الترغیب والترھیب ج:۲ فی قول لاالہ الا اللہ ماجاء فی فضلھا، عن احمد والطبرانی واسنادہ حسن ص:۴۱۵)

٭ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں یہ کہوں:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ

یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے جس پر سورج طلوع ہوا۔ (یعنی ساری دنیا سے زیادہ پسند ہے)

باقی ہے اور دنیا فانی ہے)

(صحیح المسلم ج:۲، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل التھلیل والتسبیح، ص: ۳۴۵)

۶ حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں معراج کی رات کو حضرت ابراھیم (علیہ السلام) سے ملا۔ انہوں نے فرمایا۔ اے محمد! اپنی امت کو میرا سلام کہئے اور انہیں بتایئے کہ جنت پاکیزہ زمین اور شیریں پانی ہے مگر یہ ہموار (اور صاف زمین) ہے اور اس کے پودے (درخت وغیرہ)

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ ہیں۔

(جامع ترمذی ج:۲، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی التسبیح والتکبیر والتھلیل) کے بعد دوسرا باب ص:۱۸۴)

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: جو یہ کہے:

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے: میرا بندہ مُسلمان ہوگیا اور فرمانبردار ہوگیا رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد۔

(الترغیب والترھیب ج:۲، الترغیب فی التسبیح والتکبیر والتھلیل والتحمید علی اختلاف انواعہ، ص: ۴۲۵)

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: کثرت کے ساتھ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ پڑھا کرو کیونکہ یہ جنت کے خزانہ میں سے ہے حضرت مکحول (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: جس نے کہا: لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ وَلَا مَنْجَا مِنَ اللّٰہِ اِلَّا اِلَیْہِ تو اس سے تکلیف کے ستر دروازے ہٹ جائیں گے۔ سب سے کم فقر (محتاجی) ہے یعنی ستر قسم کی تکالیف سے نجات پائے گا)

(جامع ترمذی ج:۲، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی جامع الدعوات ... ص ۲۰۰)

کلمہ تجید کے علیحدہ علیحدہ اجزاء پڑھنے کا بھی اجر مذکور ہے۔

۶ حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو صبح کو ایک سو بار اور شام کو ایک سو بار سبحان اللہ کہے وہ اس کی طرح ہے

جس نے سو حج کیے اور جس نے صبح کے وقت ایک سو بار اور شام کے وقت ایک سو بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا وہ اس کی طرح ہے جس نے اللہ کی راہ میں ایک سو گھوڑے دیے یا فرمایا: ایک سو جہاد کیا، اور جس نے صبح کے وقت ایک سو بار اور شام کے وقت ایک سو بار لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا وہ اس کی طرح ہے کہ جس نے بنی اسماعیل سے ایک سو غلام آزاد کیے، اور جس نے صبح کے وقت ایک سو بار اور شام کے وقت ایک سو بار اللہ اکبر کہا۔

اس دن اس سے زیادہ ثواب کسی کو نہیں ملا مگر جس نے وہی کہا جو اس نے کہا یا اس سے زیادہ پڑھا جو اس نے پڑھا۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی التسبیح والتکبیر والتھلیل کے بعد ۴، ص: ۱۸۵)

۶ حضرت کعب بن عجرۃ (رضی اللہ عنہ) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: معقبات کہ ان کا کہنے والا محروم نہیں رہتا، ہر نماز کے بعد تینتیس ۳۳ بار سبحان اللہ اور تینتیس ۳۳ بار الحمد للہ اور چونتیس ۳۴ بار اللہ اکبر کہو۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی التسبیح والتکبیر، ص: ۱۷۸)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب صحیح بخاری کے آخر میں رحمن تعالے کا پسندیدہ وظیفہ بتایا۔

۶ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو کلمے رحمن کو بہت محبوب ہیں، زبان پر ہلکے ہیں، ترازو میں بھاری ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ

(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب الرد علی الجھمیۃ وغیرھم، باب قول اللہ ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ، ص: ۱۱۲۹)

۶ امام جزری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے ساتھ استغفار ملا کر پڑھنے کا بھی ذکر کیا۔ یعنی جو یہ پڑھے۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔

فرمایا: جس نے یہ کہا وہ اس کے لیے لکھ دیا گیا جیسے کہا پھر اسے عرش کے ساتھ لٹکا دیا گیا کہ اسے کوئی گناہ نہیں مٹائے گا جو کرنے والے نے کیا ہو حتی کہ وہ قیامت کے دن اللہ سے ملے گا سر بمہر ہو گا جیسے کہا تھا (حصین حصین تسبیح و تمحید کی فضیلت) (ص: ۲۱۰)

بعض علماء نے فرمایا: ان کلمات کا پڑھنے والا کفر سے محفوظ رہے گا۔ اور یہ سب سے بڑا انعام ہے۔

جس نے سو حج کئے اور جس نے صبح کے وقت

٭ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جو یہ کہے:

سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ

تو اس کے گناہ بخش دیئے گئے چاہے سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔ (یعنی صغیرہ گناہ معاف ہو گئے البتہ کبیرہ گناہ میں استغفار ضروری ہے)

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات / باب ماجاء فی التسبیح التکبیر والتھلیل کے بعد باب، ص: ۱۸۴)

٭ حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جو یہ کہے:

سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ

تو اس کے لیے جنت میں ایک کھجور لگا دی گئی۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات / باب ماجاء فی التسبیح والتکبیر والتھلیل کے بعد باب) ص: ۱۸۴)

٭ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جو شخص ایک دن میں سو بار یہ کہے:

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ

تو اس کے گناہ معاف کر دیئے گئے چاہے سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں

(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب الدعوات / باب فضل التسبیح، ص: ۹۴۸)

٭ (ام المؤمنین) حضرت جویریۃ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے نکلے جبکہ آپؐ نے صبح کی نماز ادا کی۔ اور وہ اپنی جائے نماز میں تھیں۔ پھر آپؐ چاشت ہونے کے بعد واپس آئے۔ تو وہ اسی طرح بیٹھی تھیں (اور ذکر اللہ کر رہی تھیں) آپؐ نے فرمایا: کیا تم اسی حالت پر (ذکر اللہ کرتی) رہی ہو جس طرح میں نے تمہیں چھوڑا تھا؟ انہوں نے عرض کیا! ہاں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
میں نے تیرے بعد چار کلمات تین بار کہے ہیں اگر انہیں ان کے ساتھ وزن کیا جائے جو تم نے کہے ہیں، تو ان کا وزن بڑھ جائے (وہ یہ ہیں)

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضٰی نَفْسِہٖ وَزِنَةَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ

(صحیح المسلم ج: ۲، کتاب الذکر والدعاء / باب التسبیح اول النھار وعند النوم، ص: ۳۵۰)

۶ (حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے)

کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک عورت کے پاس گئے۔ اس عورت کے سامنے گٹھلیاں یا فرمایا کنکریاں پڑی تھیں آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ نہ بتاؤں جو تم پر اس سے آسان تر ہو یا فرمایا: افضل ہو۔ (وہ یہ ہے)

سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی السَّمَاءِ

(اللہ پاک ہے اس تعداد میں جو اس نے آسمان میں پیدا کیا)

سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي الْاَرْضِ

(اللہ پاک ہے اس تعداد میں جو اس نے زمین پیدا کیا)

سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا بَيْنَ ذٰلِكَ

(اللہ پاک ہے اس تعداد میں جو اس کے درمیان ہے)

سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ

(اللہ پاک ہے اس تعداد میں جو وہ آئندہ پیدا کرنے والا ہے)

اور اللہ اکبر بھی اسی طرح اور الحمد للہ بھی اس طرح اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ بھی اسی طرح (یعنی سبحان اللہ کی جگہ اللہ اکبر ہے پھر سبحان اللہ کی جگہ الحمد للہ کہے پھر سبحان اللہ کی جگہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہے)

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات / باب ماجاء فی جامع الدعوات / ب ۵۳ / ص: ۱۹۷)

۶ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو دن میں سو بار یہ کہے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اس کے لیے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ہے اور اس کے لیے ایک سو نیکی لکھ دی گئی اور ایک سو گناہ معاف کر دیئے گئے اور اس دن شام تک اس کے لیے شیطان سے حفاظت رہے گی اور اس سے زیادہ کسی کو اجر نہ ملا۔ مگر جو آدمی اس سے زیادہ پڑھے۔

(صحیح البخاری ج: ۲، کتاب الدعوات / باب التامین، ص: ۹۴۷)

دُعا کی اہمیت

انسان کو چاہیئے کہ فراخی اور تنگی ہر حالت میں کثرت سے دُعا کرے۔ دنیا و آخرت کی ہر نعمت

خصوصاً ایمان کی سلامتی اللہ تعالیٰ کی رضا، جنت عطا ہونے اور دوزخ سے پناہ مانگنے کی دُعا کرنا سب سے زیادہ ضروری ہے دُعا کرنا عبادت بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ۝

(اور تمہارے رب نے فرمایا ہے مجھے پکارو میں تمہاری دُعا قبول کروں گا بے شک جو لوگ میری عبادت سے سرکشی کرتے ہیں عنقریب وہ ذلیل ہوکر دوزخ میں داخل ہونگے۔

(المؤمن - ۶۰)

دُعا کرنا چونکہ عبادت ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو حاجات میں پکارنا اور دوسروں سے دُعائیں کرنا شرک اور اسلام سے بغاوت ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ سے ہی دُعا کرنی چاہیئے۔

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعا کرنا عبادت کا مغز ہے

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات / باب ما جاء فی فضل الدعاء / ص: ۱۷۵)

٭ حضرت نعمان بن بشیر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا ہی عبادت ہے پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات / باب ما جاء فی فضل الدعاء / ص: ۱۷۵)

٭ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ (عمل) نہ بتاؤں! جو تمہیں اپنے دشمن سے نجات دلائے اور تمہارے لیے روزی بہا دے گا (یعنی فراخ کر دے گا۔" دن رات اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کیونکہ دُعا کرنا ایمان دار کا ہتھیار ہے۔

(الترغیب والترھیب ج: ۲، باب الترغیب فی کثرۃ الدعاء وما جاء فی فضلہ عن ابی یعلیٰ، ص: ۴۸۲)

٭ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جس کے لیے دعا کا دروازہ کھول دیا گیا اس کے لیے رحمت کے دروازے کھول دیئے گئے۔

اور اللہ تعالیٰ سے کچھ چیز یعنی جو اُسے زیادہ محبوب ہو نہیں مانگی گئی مگر یہ کہ اللہ سے عافیت مانگی جائے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
دعا کرنا اس (مصیبت) کے لیے بھی فائدہ مند ہے جو نازل ہو چکی ہے اور جو نازل نہیں ہوئی۔ پس اے اللہ کے بندو، تم پر دعا کرنا لازم ہے۔
(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات / باب ماجاء فی جامع الدعوات، ص: ۱۹۵)

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
تم میں سے ہر ایک کو چاہیئے کہ وہ اپنی سب حاجات اپنے رب تعالیٰ سے مانگے حتیٰ کہ جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی رب تعالیٰ سے مانگے۔ 1993
(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعاء / باب ماجاء فی جامع الدعوات، ص: ۲۰۱)

حضرت ثابت بنانی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
تم میں سے ہر ایک کو چاہیئے کہ وہ اپنی حاجت اپنے رب تعالیٰ سے مانگے حتیٰ کہ نمک بھی اسی سے مانگے اور جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اس سے مانگے۔
(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات / باب ماجاء فی جامع الدعوات، ص: ۲۰۱)

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
"اللہ تعالیٰ پر دعا سے زیادہ کوئی چیز مکرم نہیں"
(جامع الترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات / باب ماجاء فی فضل الدعاء، ص: ۱۷۵)

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جو اللہ تعالیٰ سے نہ مانگے (اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے۔
(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات / باب ماجاء فی فضل الدعاء کے بعد ص: ۱۷۵

دُعا کے آداب و مقامات

انسان کو چاہیئے کہ جب دعا کرے تو پہلے کوئی نیکی کا کام کرے مثلاً نماز پڑھے۔ صدقہ کرے۔ مگر بدعات و شرک کر کے دعا کرنا مسخرہ پن بلکہ غنڈہ گردی ہے۔ آج کل جو لوگ مزاروں پر طبلے بجا کر یا عرس کر کے یا مشرکانہ افعال کر کے قبروں پر چڑھاوے چڑھا کر قبروں پر چادریں چڑھا کر دعا کرتے ہیں یہ افعال اسلام کے خلاف بغاوت اور غنڈہ گردی کے کام ہیں اس کے بعد دعا کا موقع نہیں۔ بلکہ توبہ کی ضر

ہے۔ الغرض قرآن وحدیث کی تعلیم کے مطابق پہلے کوئی نیکی کرے۔ پھر مناسب بات یہ ہے کہ قبلہ رُخ ہوکر دونوں ہاتھ اُٹھائے۔

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
سب سے اچھی نشست وہ ہے کہ جس میں قبلہ کی طرف رخ کیا جائے۔
(الترغیب والترھیب ج ۴، باب الترھیب من الجلوس بین الظل والشمس) ص: ۵۹)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرے۔ مثلاً یہ کہے۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے۔

پھر اپنے لیے اور سب اہل ایمان کے لیے استغفار کرے پھر اللہ تعالیٰ کے کسی اسم اعظم کے نام سے دعا کرے۔ دعا کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف خوب توجہ رکھے۔ گویا یہ دعا ضرور ہی قبول ہو جائے گی۔ اور دعا ختم کرکے آمین کہے۔ اور پھر درود شریف پڑھ کر چہرے پر ہاتھ پھیرے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ط اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ج

(کہہ دو، اور اللہ کہہ کر یا رحمٰن کہہ کر پکارو، جس نام سے پکارو سب اسی کے عمدہ نام ہیں)

(بنی اسرائیل — ۱۱۰)

چنانچہ دعا سے پہلے یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم یا حی یا قیوم ایسے اسماء مبارکہ پڑھے پھر دُعا کرے۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جب تم اللہ سے دُعا مانگو تو اپنی ہتھیلیوں کے اندر کی طرف سے مانگو (یعنی ہتھیلیاں چہرہ کی طرف کرو) اور ان کی پشت سے نہ مانگو جب فارغ ہو جاؤ تو ان کو اپنے چہرہ پر پھیر لو۔

(سنن ابن ماجہ ر ابواب الدعاء ر باب رفع الیدین فی الدعاء) ص: ۲۸۴)

دعا کرتے وقت قبولیت کی امید اور مواخذہ کا خوف دونوں رکھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَادْعُوْہُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ط اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ o

(اور اُسے ڈر اور طمع سے پکارو بے شک اللہ کی رحمت نیکوکاروں سے قریب ہے) (الاعراف - ۵۶)

اگر دوسرا بھائی دعا کے لیے کہے تو ضرور دعا کرے البتہ پہلے وہی دعا اپنے لیے کرے پھر بھائی کے لیے کرے۔

۶ حضرت ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کوئی دعا کے لیے عرض کرتا تو آپ اس کے لیے دُعا کرتے اور پہلے اپنے لیے دعا کرتے۔
(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات / باب ماجاء ان الداعی یبدأ بنفسہ) ص: ۱۷۶)

مسلمان بھائیوں کے لیے ان کی غیر حاضری میں دعا کرنا بہت ہی پسندیدہ کام ہے۔ حضرت ابوالدرداء (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان بندہ اپنے بھائی کے لیے اس کی غیر حاضری میں دُعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے آمین اور تیرے لیے بھی اسی طرح (نعمت) ملے۔
(صحیح المسلم ج: ۲ کتاب الذکر والدعاء / باب فضل الدعاء للمسلمین بظہر الغیب) ص: ۳۶۲)

دیر ہونے پر دعا نہ چھوڑے بلکہ دعا پورے عزم کے ساتھ جاری رکھے دعا تو خود عبادت ہے۔ دعا کا ترک کرنا دراصل عبادت کا ترک کرنا ہے۔

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری دعا قبول کی جاتی ہے جب تک جلدی نہ مچاؤ (یعنی بندہ کہے: میں نے دعا کی۔ مگر قبول نہ ہوئی۔
(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات / باب ماجاء فی جامع الدعوات، ب ۵۸) ص ۲۰۱)

یہ یاد رہے کہ جب انسان دعا کرتا ہے تو اس کے ساتھ تین طرح کا سلوک ہوتا ہے۔ یا تو جو مانگتا ہے وہی مل جاتا ہے یا اس پر کوئی آفت آنے والی ہوتی ہے دعا کی برکت سے وہ آفت دور ہو جاتی ہے اور یا اس کے لیے قابلِ رشک حد تک ذخیرہ آخرت ہوتا ہے۔

۶ حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان بھی کوئی دعا کرتا ہے جس میں گناہ کی بات نہیں ہوتی اور نہ قطع رحمی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے تین میں سے عطا کرتا ہے (۱) یا اس کی دُعا فوری (قبول کرکے) اسے وہی عطا کرتا ہے۔ (۲) یا اس کے لیے آخرت میں ذخیرہ کر دیتا ہے (۳) اور یا اس سے ویسی ہی تکلیف ہٹا دیتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: پھر ہم خوب دعا کریں گے۔ آپ نے فرمایا: اللہ بہت دینے والا ہے۔ سبحانک
(مشکوۃ المصابیح، کتاب الدعوات / الفصل الثالث / عن احمد) ص: ۱۹۶)

دُعا کے خاص اوقات

دُعا کے خاص اوقات میں دعا کرنا جلد قبولیت کا باعث ہوتا ہے۔ نماز تہجد پڑھنا

اور تہجد کے وقت دُعا کرنا سب سے زیادہ قبولیت کا موقع ہے۔

حضرت ابوامامہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر رات کا قیام (تہجد) لازم ہے کیونکہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور یہ تمہارے رب تعالےٰ سے قرب کا ذریعہ ہے، برائیوں کو مٹانے والا اور گناہوں سے روکنے والا (عمل) ہے۔

(جامع ترمذی ج: ۲/ ابواب الدعوات / باب ماجاء فی جامع الدعوات ربؐ، ص: ۱۹۵)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
ہمارا رب تبارک وتعالےٰ ہر رات کو آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے (جیسے اس کی شان کے مطابق ہے) جبکہ رات کا آخری تیسرا حصہ باقی رہ جائے (پھر) فرماتا ہے: کون مجھ سے دعا کرتا ہے کہ میں اسکی دعا قبول کروں؟ کون مجھ سے مانگتا ہے کہ میں اس کو عطا کروں؟ اور کون مجھ سے معافی مانگتا ہے کہ میں اس کو معاف کر دوں؟

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الدعوات / باب الدعاء نصف اللیل) ص: ۹۳۶)

اس لیے انسان کو لازم ہے کہ تہجد کے وقت خوب زاری سے دعا کرے اور عرض کرے اے اللہ کریم میں دعا کرتا ہوں میری دعا قبول فرمالے، میں دنیا و آخرت کی نعمت مانگتا ہوں اور دنیا و آخرت کی ہر آفت سے پناہ مانگتا ہوں مجھے نعمت عطا فرما اور آفت سے پناہ عطا فرما اور میں معافی مانگتا ہوں میرے سب گناہ دنیا میں ہی معاف فرما دے اسی طرح تمام اہل اسلام فوت شدگان، زندوں اور قیامت تک آنے والے ہر انسان، جن اور دوسری مخلوق کے سب اہل ایمان کے لیے دُعا کرے۔

دُعا کے قبول ہونے کے اوقات حصن حصین باب احوال الاجابۃ میں بیان کیے گئے ہیں یہاں مختصر کر کے درج کیے جاتے ہیں۔ اذان کے وقت، اذان اور اقامت کے درمیان، جہاد میں پہلی صف میں، ہر فرض نماز کے بعد، سجدہ کی حالت میں، تلاوت قرآن مجید کے بعد، مرغ کی اذان کے وقت، مسلمانوں کے اجتماع میں، مجلس ذکر میں، جب امام ولا الضالین کہے، نماز کھڑی ہو بارش کے وقت، خانہ کعبہ پر نظر پڑے، طواف کی حالت میں، ملتزم پر، میزاب کے نیچے، بیت اللہ میں، زمزم پیتے وقت اور ملتزم کے مقام پر، صفا اور مروہ پر، سعی کی حالت میں، مقام ابراھیم کے پیچھے، عرفات و مزدلفہ و منیٰ میں، مدینہ منورہ میں مسجد نبوی میں، روضۃ من ریاض الجنۃ میں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کے پاس، جب والدین اولاد پر خوش ہوں، ذکر اللہ کرنے کے بعد خصوصاً دعائیں قبول ہوتی ہیں اور اللہ تعالےٰ تو ہر آدمی کی دُعا ہر وقت سنتا ہے۔ مگر یہ مواقع و مقامات قبولیت میں زیادہ باعث برکت ہیں۔ اسی طرح جمعہ کے دن عصر اور غروب آفتاب کے درمیان دعا خوب قبول ہوتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین دعائیں قبول ہوتی ہیں۔
۱۔ مظلوم کی دُعا، ۲۔ مسافر کی دُعا ۳۔ والد کی دُعا بیٹے کے بارے میں۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات / باب ما ذکر فی دعوۃ المسافر) ص: ۱۸۲)

صبح و شام کی دعائیں

انسان کو چاہیئے کہ صبح شام اور مختلف اوقات و حاجات میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقولہ دعائیں پڑھتا رہے۔ اس کی برکت سے ان شاء اللہ ہر آفت سے محفوظ رہے گا۔ ہر حاجت آسانی سے پوری ہوگی اور ہر دشمن سے حفاظت رہے گی لیکن جو بدنصیب آدمی آفات و حاجات میں بھی اللہ تعالیٰ سے دعا نہ کرے۔ مشکلات میں بھی گناہوں میں ملوث رہے یا اللہ تعالیٰ سے مانگنے کی بجائے قبروں اور بتوں کی پوجا کرے تو دنیا و آخرت میں ہر جگہ ذلت کے سوا کچھ نہیں پائے گا۔ ذیل میں صبح و شام کی مروی دعائیں درج کی جاتی ہیں۔

- حضرت معقل بن یسار (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو صبح کو تین بار یہ کہے:

أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ

- اور سورہ الحشر کی آخری تین آیات (ایک بار) پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس پر ستر ہزار فرشتے مقرر کر دے گا جو اس کے لیے دعائے رحمت کریں گے حتیٰ کہ شام ہو جائے اور اگر اسی دن وفات پا گیا تو شہید مرے گا اور جس نے اس وقت کہا جب شام ہو تو بھی یہی درجہ ملے گا۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب فضائل القرآن، باب ماجاء فی من قرأ حرفاً من القرآن کے بعد: ص۱۲۰)

سورہ حشر کی آخری تین آیات چند صفحات پہلے گزر چکی ہیں۔

- حضرت ثوبان (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی شام کرے اور یہ کہے:

رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْإِسْلَامِ دِينًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا

میں راضی ہوا اللہ پر رب ہونے میں اور اسلام پر دین ہونے میں اور محمدؐ پر نبی ہونے پر) تو اللہ پر حق ہے کہ اسے راضی کرے

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی الدعاء اذا اصبح و اذا امسیٰ، ص: ۱۷۶)

چنانچہ مندرجہ بالا دعا صبح شام تین تین بار کہنی چاہیئے۔

- حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ہر دن کی صبح کو اور ہر رات کی شام کو تین بار یہ کہے اُسے کچھ چیز نقصان نہ دے:

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ
اللہ کے نام کے ساتھ کہ اس کے نام کے ساتھ کچھ چیز نقصان نہیں دیتی۔ زمین میں
وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ
اور نہ آسمان میں اور وہی سننے والا جاننے والا ہے۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی الدعاء اذا اصبح واذا امسی ص: ۱۷۶)

٭ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہُوا اور اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ، مجھے رات کو بچھو نے ڈس لیا۔
آپؐ نے فرمایا:
جب تم نے شام کی تو اگر یہ کہتے تو تجھے ضرر نہ ہوتا۔
اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ
میں اللہ کے مکمل کلمات کے ساتھ ہر اس بُرائی سے پناہ لیتا ہوں جو اس نے پیدا کیا۔
(صحیح مسلم ج: ۲ کتاب الذکر والدعاء، باب الدعوات والتعوذ، ص: ۳۴۷)
مندرجہ بالا دونوں دعائیں صبح شام تین تین بار پڑھنی چاہئیں۔

٭ حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب شام کرتے تو یہ دعا کرتے:
اَمْسَیْنَا وَاَمْسَی الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔
ہم نے شام کی اور ملک نے شام کی اللہ کے لیے اور سب حمد اللہ کے لیے ہے

وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ، میرا خیال ہے آپؐ نے یہ پڑھا:
اور اللہ تنہا کے بغیر کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کی حکومت ہے
لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ
اور اسی کی حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت والا ہے۔
اَسْئَلُكَ خَیْرَ مَا فِیْ هٰذِهِ اللَّیْلَةِ وَخَیْرَ مَا بَعْدَهَا
میں اس رات کی بھلائی اور اس کے بعد کی بھلائی تجھ سے مانگتا ہوں

وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَ شَرِّ مَا بَعْدَهَا
اور اس رات کی برائی سے اور اس کے بعد کی برائی سے تیری پناہ لیتا ہوں۔
وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَ سُوْٓءِ الْكِبَرِ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ
اور میں سستی اور تکبر کے برے انجام سے تیری پناہ لیتا ہوں۔ اور میں دوزخ
عَذَابِ النَّارِ وَ عَذَابِ الْقَبْرِ۔
کے عذاب اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ لیتا ہوں۔

اور جب صبح کرتے تو یہی کہتے (یعنی اس طرح کہتے):

اَصْبَحْنَا وَ اَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ
ہم نے صبح کی اور ملک نے صبح کی اللہ کے لیے اور سب حمد اللہ کے لیے ہے۔
وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ
اور اللہ تنہا کے بغیر کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کی حکومت
وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ
ہے اور اس کی حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت والا ہے۔
اَسْئَلُكَ خَيْرَ مَا فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ وَخَيْرَ مَا بَعْدَهٗ
میں اس دن کی بھلائی اور اس کے بعد کی بھلائی تجھ سے مانگتا ہوں۔
وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هٰذَا الْيَوْمِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهٗ
اور میں اس دن کی برائی سے اور اس کے بعد کی برائی سے تیری پناہ لیتا ہوں۔
وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَسُوْٓءِ الْكِبَرِ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ
اور میں سستی اور تکبر کے برے انجام سے تیری پناہ لیتا ہوں۔ اور میں دوزخ
النَّارِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ
کے عذاب اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ لیتا ہوں۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات، باب ما جاء فی الدعاء اذا اصبح واذا امسی، ص: ۱۷۶)

۶ حضرت ابو مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب تم میں سے کوئی صبح کرے تو یہ کہے:

اَصْبَحْنَا وَ اَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
ہم نے صبح کی اور ملک نے صبح کی اللہ کے لیے (جو) سب جہانوں کا رب ہے
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ خَیْرَ هٰذَا الْیَوْمِ فَتْحَهٗ وَنَصْرَهٗ
اے اللہ میں تجھ سے اس دن کی کشائش اور مدد
وَ نُوْرَهٗ وَبَرَكَتَهٗ وَ هُدَاهُ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ
اور نور اور برکت اور ہدایت مانگتا ہوں۔ اور اس کی برائی اور
مَا فِیْهِ وَ شَرِّ مَا بَعْدَهٗ
اس کے بعد کی برائی سے تیری پناہ لیتا ہوں۔
پھر جب شام ہو تو اسی طرح کہے:

(سنن ابی داود ج: ۲، کتاب الادب، باب مایقول اذا اصبح، ص: ۶۹۳، ۶۹۴)

۶ یعنی شام کو اس طرح کہے:
اَمْسَیْنَا وَ اَمْسَی الْمُلْكُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
ہم نے شام کی اور ملک نے شام کی اللہ رب العالمین کے لیے
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ خَیْرَ هٰذِهِ اللَّیْلَةِ فَتْحَهَا وَنَصْرَهَا
اے اللہ میں اس رات کی کشائش اور مدد اور نور اور
وَنُوْرَهَا وَ بَرَكَتَهَا وَهُدَاهَا ، وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِیْهَا
برکت اور ہدایت مانگتا ہوں اور اس کی برائی سے اور اس کے
وَ شَرِّ مَا بَعْدَهَا
بعد کی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

سونے اور جاگنے کی دعائیں

۶ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) نے آٹا پیسنے کے باعث ہاتھوں پر نشان پڑ جانے کی شکایت کی۔ میں نے کہا: تم اپنے والد کے پاس جاؤ اور اور ان سے ایک خادم مانگو (جب انہوں نے خادم کے لیے کہا تو) آپؐ نے فرمایا: کیا تم دونوں کو وہ نہ بتاؤں جو تمہارے لیے خادم سے بہتر ہو۔ جب تم بستر پر جاؤ تو ۳۳ بار

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳ بار سُبْحَانَ اللّٰہِ اور ۳۴ بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہو۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی التسبیح والتکبیر والتحمید عند المنام ص: ۱۷۸)

٭ حضرت فروہ بن نوفل (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں روایت ہے کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ مجھے کچھ سکھایئے کہ جب میں اپنے بستر پر جاؤں تو وہ پڑھوں۔ آپؐ نے فرمایا:

قل یایھا الکافرون (پوری سورت پڑھو) یہ شرک سے بیزاری کا (اعلان) ہے۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات، باب ماجاء فیمن یقرءمن القرآن عند المنام ص: ۱۷۷)

٭ حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات کو جب بستر پہ جاتے تو (یہ تین سورتیں) قل ھو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پہ پھونکتے پھر ان کو سارے بدن پر جس قدر ہو سکتا پھیر لیتے۔ اپنے سر اور چہرہ اور بدن کے سامنے سے شروع کرتے اور یہ کام تین بار کرتے۔

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب فضائل القرآن، باب فضل المعوذات، ص: ۷۵۰)

٭ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اپنے بستر پر سونے کا ارادہ کرے پس اپنے دائیں کروٹ پر سوئے پھر ایک سو بار قل ھو اللہ احد (پوری سورت) پڑھے تو جب قیامت کا دن ہوگا۔ اس کو رب تبارک فرمائے گا: اے میرے بندے اپنے دائیں جانب سے جنت میں داخل ہو جا۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب فضائل القرآن، باب ماجاء فی سورۃ الاخلاص ص: ۱۱۷)

٭ حضرت ابوسعید (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بستر پہ جاتے وقت یہ کہے:

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْـہِ۔ تین بار۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا چاہے سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی الدعاء اوی الی فراشہ کے بعد باب ص: ۱۷۰)

٭ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم کرتے تھے کہ جب ہم میں سے کوئی اپنے بستر پہ جائے تو یہ کہے:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبَّ الْاَرَضِیْنَ وَ رَبَّنَا وَ رَبَّ
اے اللہ آسمانوں کے رب اور زمینوں کے رب، اور ہمارے رب اور ہر چیز
کُلِّ شَیْئٍ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰی وَ مُنْزِلَ التَّوْرَاۃِ وَالْاِنْجِیْلِ
کے رب، دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والے اور تورات اور انجیل اور
وَالْقُرْاٰنِ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ ذِیْ شَرٍّ اَنْتَ
قرآن نازل کرنے والے، میں تیری پناہ لیتا ہوں ہر برائی والے کی برائی سے، تو ہی اس
اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِهٖ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَیْسَ قَبْلَكَ شَیْئٌ وَ اَنْتَ
کی پیشانی پکڑنے والا ہے تو اول ہے پس تجھ سے پہلے کچھ چیز نہیں، اور تو ہی
الْاٰخِرُ فَلَیْسَ بَعْدَكَ شَیْئٌ وَالظَّاهِرُ فَلَیْسَ فَوْقَكَ
آخر ہے پس تیرے بعد کچھ چیز نہیں، اور تو ہی ظاہر ہے پس تجھ سے اوپر کچھ
شَیْئٌ وَالْبَاطِنُ فَلَیْسَ دُوْنَكَ شَیْئٌ اِقْضِ عَنِّی الدَّیْنَ
نہیں اور تو ہی باطن ہے تجھ سے ورے کچھ چیز نہیں۔ میرا قرض اتار دے اور
وَ اَغْنِنِیْ مِنَ الْفَقْرِ
اور مجھے محتاجی سے غنی کر دے۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات، باب ما جاء فی الدعاء اذا اوی الی فراشہ کے بعد ۲ ص: ۱۷۷)

۶ حضرت براء بن عازب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر جاتے تو دائیں جانب سوتے پھر یہ کہتے:

اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْكَ وَ وَجَّهْتُ وَجْهِیْ اِلَیْكَ
اے اللہ میں نے اپنا آپ تیرے سپرد کیا اور میں نے تیری طرف اپنا رخ کیا
وَ فَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْكَ وَ اَلْجَأْتُ ظَهْرِیْ اِلَیْكَ رَغْبَةً
اور میں نے اپنا معاملہ تیرے سپرد کیا اور اپنی پیٹھ رکھدی تیری طرف تیری رغبت اور خوف سے
وَّ رَهْبَةً اِلَیْكَ لَا مَلْجَأَ وَ لَا مَنْجَا مِنْكَ اِلَّا اِلَیْكَ
تیرے بغیر کوئی جائے امان نہیں اور نہ ہی جائے نجات ہے
اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَ نَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ
سوائے تیری طرف، میں تیری کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی اور تیرے نبی پر جو تو نے مبعوث فرمایا۔

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جو یہ کہے پھر اس رات وفات پا جائے تو فطرت (اسلام) پر فوت ہوا۔

(صحیح البخاری ج : ۲ کتاب الدعوات ، باب النوم علی الشق الایمن ، ص: ۹۳۴)

۶ حضرت حذیفہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اپنے بستر پر تشریف لے جاتے تو اپنا ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھتے پھر یہ کہتے:

اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَ اَحْيٰ

اے اللہ میں تیرے نام کے ساتھ مرتا اور زندہ ہوتا ہوں

اور جب بیدار ہوتے تو کہتے :

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَ اِلَيْهِ النُّشُوْرُ

سب حمد اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں زندہ کیا ہمارے مارنے کے بعد اور اس کی طرف اٹھ کر جانا ہے

(صحیح البخاری ج : ۲ کتاب الدعوات ، باب ما یقول اذا نام ، ص : ۹۳۴)

۶ حضرت حذیفہ بن یمان (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کا ارادہ کرتے تو اپنا ہاتھ اپنے سر کے نیچے رکھتے پھر کہتے :

اَللّٰهُمَّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَجْمَعُ اَوْ تَبْعَثُ عِبَادَكَ

اے اللہ مجھے اپنے عذاب سے بچائے جس دن تو اپنے بندوں کو جمع کرے گا یا اٹھائے گا

(جامع ترمذی ج : ۲ ، ابواب الدعاء ، باب ما جاء فی الدعاء اذا اوی الی فراشہ کے بعد ب : ۳) ص :

۶ جب سورج نکل آئے تو یہ دعا کرے :

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَقَالَنَا يَوْمَنَا

سب حمد اللہ کی ہے جس نے آج کے دن ہمارے گناہ معاف کیے

هٰذَا وَلَمْ يُهْلِكْنَا بِذُنُوْبِنَا

اور ہمیں گناہوں کی وجہ سے ہلاک نہیں کیا

(حصن حصین ، طلوع آفتاب کے بعد کی دعائیں ، ص : ۱۲۵)

۶ حضرت مسلم بن حارث تمیمی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رازدارانہ انداز سے فرمایا : جب تم نماز مغرب سے فارغ ہو جاؤ تو سات بار یہ کہو :

اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ (اے اللہ مجھے آگ سے پناہ دے)

اگر تم نے یہ کہا پھر اسی رات وفات ہو گئی تو تجھے اس (دوزخ) سے پناہ لکھ دی گئی اور جب صبح کی نماز پڑھ لو پس یہی کہو تو اگر اس دن وفات ہو گئی تو تمہارے لیے اس (دوزخ) سے پناہ لکھ دی گئی۔

(سنن ابی داود ج : ۲ کتاب الادب ، باب مایقول اذا اصبح ، ص : ۶۹۳)

۶ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو تہجد پڑھنے کے لیے اٹھتے تو یہ کہتے :

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ

اے اللہ تیری ہی حمد ہے تو ہی آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور جو اُن

فِیْھِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَیِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

کے اندر ہیں ، اور تیری حمد ہے تو ہی آسمانوں اور زمین کو اور جو

وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُکَ الْحَقُّ وَ

ان میں ہے قائم رکھنے والا ہے ، اور تیری حمد ہے تو ہی حق ہے اور تیرا وعدہ حق ہے

قَوْلُکَ الْحَقُّ وَلِقَآءُکَ حَقٌّ وَالْجَنَّۃُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ

اور تیرا کلام حق ہے ؟ اور تیری ملاقات حق ہے اور جنت حق ہے اور دوزخ

وَالسَّاعَۃُ حَقٌّ وَالنَّبِیُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ اَللّٰھُمَّ لَکَ

ہے اور قیامت حق ہے اور انبیاء حق ہیں اور محمد حق ہیں اے اللہ میں تیرا

اَسْلَمْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَاِلَیْکَ

فرمانبردار ہوا اور تجھ پر میں نے توکل کیا ، اور تجھ پر میں ایمان لایا اور تیری طرف میں

اَنَبْتُ وَبِکَ خَاصَمْتُ وَاِلَیْکَ حَاکَمْتُ فَاغْفِرْلِیْ

متوجہ ہوا اور تیرے سبب میں جھگڑا اور تیری طرف میں جھگڑا لے گیا پس مجھے بخش دے

مَاقَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ اَنْتَ

جو میں نے پہلے کیا اور جو بعد میں کیا اور جو میں نے پوشیدہ کیا اور جو میں نے برملا کیا ، تو ہی

الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ ، لَا اِلٰـہَ اِلَّا اَنْتَ یا (فرمایا)

پہلے ہے اور تو ہی آخر ہے ، تیرے بغیر کوئی معبود نہیں ۔

لَا اِلٰـہَ غَیْرُکَ

راوی کو شک ہے ۔

(صحیح البخاری ج : ۲ کتاب الدعوات ، باب الدعاء اذا انتبہ باللیل) ص : ۹۳۵

۶ حضرت عبداللہ بن غنام البیاضی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو صبح کرتے وقت یہ کہے:

اَللّٰھُمَّ مَا اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِّعْمَۃٍ فَمِنْکَ وَحْدَکَ لَاشَرِیْکَ
اے اللہ جو صبح کو مجھے نعمت ملی وہ صرف تجھ اکیلے کی جانب سے ہے تیرا کوئی
لَکَ فَلَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ
شریک نہیں۔ پس تیری ہی حمد ہے اور تیرا ہی شکر ہے۔

تو اس نے اس دن کا شکر ادا کر دیا اور اسی طرح شام کو کہے اس نے اس رات کا شکر ادا کر دیا۔

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الادب، باب مایقول اذا اصبح، ص: ۶۹۲)

شام کو اسی طرح پڑھے:

اَللّٰھُمَّ مَا اَمْسٰی بِیْ مِنْ نِّعْمَۃٍ اے اللہ جو مجھے شام کو نعمت ملی

باقی الفاظ وہی رہیں گے۔

چند خاص دعائیں

۶ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا مجھے کوئی دعا سکھائیے کہ میں نمازیں پڑھا کروں۔ آپ نے فرمایا: کہو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ
اے اللہ میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا اور تیرے بغیر گناہوں
اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ
کو کوئی نہیں بخشتا پس مجھے بخش دے، اپنے پاس سے بخشش اور مجھ پر
اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ؕ
رحم فرما۔ بے شک تو ہی بخشنے رحم کرنے والا ہے۔

(صحیح البخاری ج: ۲ کتاب الدعوات، باب الدعاء فی الصلوٰۃ، ص: ۹۳۶)

۶ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے جناب رسول اللہ

ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب

صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ دعا) سکھائی فرمایا: یہ کہو:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ سَرِیْرَتِیْ خَیْرًا مِنْ عَلَانِیَتِیْ

اے اللہ میرا باطن، میرے ظاہر سے بہتر کر دے

وَاجْعَلْ عَلَانِیَتِیْ صَالِحَۃً

اور میرا ظاہر اچھا کر دے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ مِنْ صَالِحِ مَاتُؤْتِی النَّاسَ مِنَ الْمَالِ

اے اللہ میں تجھ سے بہتر کا سوال کرتا ہوں جو تو لوگوں کو عطا فرماتا ہے مال

وَالْاَھْلِ وَالْوَلَدِ غَیْرَ الضَّالِّ وَلَا الْمُضِلِّ

اور اہل اور اولاد، جو نہ گمراہ ہو اور نہ گمراہ کرنے والا ہو۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی جامع الدعوات کے بعد ۵۴، ص: ۱۹۹

۶ (حضرت ابو) مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے روایت ہے کہ جب ایک آدمی مسلمان ہوتا تو حضور نبی اکرم اس کو نماز سکھاتے پھر اس کو ان کلمات کے ساتھ دعا کرنے کا حکم فرماتے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ

اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر، اور مجھے ہدایت دے اور مجھے بچالے اور مجھے روزی عطا کر۔

(صحیح مسلم ج: ۲ کتاب الذکر والدعاء، باب فضل التھلیل والتسبیح والدعاء ص: ۳۴۵)

مندرجہ بالا دعا مانگنا گویا دنیا و آخرت کی سب بھلائی مانگنا ہے۔

۶ حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ سے تین بار جنت مانگے تو جنت کہتا ہے: اے اللہ اس کو جنت میں داخل کر دے اور جو تین بار دوزخ سے پناہ مانگے، دوزخ کہتا ہے: اے اللہ اس کو دوزخ سے پناہ دے دے۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب صفۃ الجنۃ، باب ماجاء فی صفۃ انھار الجنۃ ص: ۸۴)

اس لیے ہر نماز کے بعد تین بار جنت مانگے اور تین بار دوزخ سے پناہ مانگے۔ برسوں کے بعد بھی دعا قبول ہوگئی تو کامیاب ہوگیا۔

۶ حضرت ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) کی روایت میں ہے ... فرماتی ہیں (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم)

کی اکثر دعا یہ ہوتی :

يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ (۲ مرتبہ)

(جامع ترمذی ج ۲، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی جامع الدعوات، ص : ۱۹۲)

۶ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی :

اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ (۲ مرتبہ)

اے اللہ دلوں کے پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی عبادت کی طرف پھیر دے۔

(صحیح مسلم ج ۲ کتاب القدر، باب تصریف اللہ تعالیٰ القلوب کیف شاء ص : ۳۳۵)

۶ حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں کہا کرتے تھے :

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَشَرِّ مَا لَمْ اَعْمَلْ

اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں اس کی برائی سے جو میں نے عمل کیا اور اس کی برائی سے جو میں نے عمل نہیں کیا

(جامع مسلم : ج : ۲ کتاب الذکر والدعاء باب فی الادعیۃ ص : ۳۴۹)

۶ حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں یہ دعا اس طرح (اہمیت کے ساتھ) سکھاتے جیسے کہ انہیں قرآن کی سورت سکھاتے :

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ

اے اللہ میں دوزخ کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ لیتا ہوں

وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ

اور میں دجال مسیح کے فتنہ سے تیری پناہ لیتا ہوں اور میں زندگی اور موت،

فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ - (۲ مرتبہ)

کے فتنہ سے تیری پناہ لیتا ہوں۔

(جامع ترمذی ج : ۲، ابواب الدعاء، باب ماجاء فی جامع الدعوات، ص : ۱۸۷)

۶ حضرت ابو امامہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی دعائیں کیں ہم ان میں سے کچھ نہ یاد نہ کر سکے۔ ہم نے عرض کیا : اے اللہ کے رسول

آپ نے بہت دعائیں کی ہیں ہم ان میں سے کچھ یاد نہ رکھ سکے۔ آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ نہ بتا دوں جو اِن سب پر جامع ہو۔ اس طرح کہو:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ
اے اللہ ہم تجھ سے وہ بھلائی مانگتے ہیں جو کہ تیرے نبی محمد صلی اللہ
مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ
علیہ وسلم نے تجھ سے مانگی۔ اور ہم تیری پناہ لیتے
مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ہیں اس بُرائی سے جس سے تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی
وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَلَا حَوْلَ وَلَا
اور تجھ سے ہی مدد مانگی جاتی ہے اور اللہ کے بغیر نہ ہی توفیق
قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ
ہے اور نہ قوت ہے۔

(جامع ترمذی ج: ۲ کتاب ماجاء فی جامع الدعوات ص: ۱۹۲)

مختلف اوقات کی دعائیں

۶ حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو یہ کہے:

بِسْمِ اللّٰهِ، پس اگر شروع میں بھول جائے (اور درمیان میں یاد آئے) تو یہ کہے:

بِسْمِ اللّٰهِ فِيْ اَوَّلِهِ وَاٰخِرِهٖ
اللہ کے نام کے ساتھ اس کے شروع میں اور اس کے آخر میں۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الاطعمۃ، باب ماجاء فی التسمیۃ علی الطعام، ص: ۷)

۶ حضرت ابوسعید (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کھاتے یا پیتے تو (بعد میں) یہ کہتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ
سب حمد اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں کھلایا اور ہمیں پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا۔

(جامع ترمذی ابواب الدعوات ۲، باب مایقول اذا فرغ من الطعام، ص: ۱۸۴)

۶ حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کھانا کھائے پھر کہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ هٰذَا وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ
سب حمد اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے یہ کھلایا اور مجھے روزی دی بغیر

حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ
میری توفیق اور قوت کے

تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے گئے۔ (یعنی صغیرہ گناہ معاف ہو گئے البتہ کبیرہ گناہوں سے توبہ کرنا ضروری ہے۔)

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات، باب مایقول اذا فرغ من الطعام، ص: ۱۸۴)

۶ حضرت ابوامامہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے جب دسترخوان اٹھایا جاتا تو یہ کہتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ
سب حمد اللہ کے لیے ہے حمد بہت، پاک، اس میں برکت ہو

غَيْرَ مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا
نہ اس کو چھوڑا جائے اور نہ اس سے بے پروائی ہو۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات، باب مایقول اذا فرغ من الطعام، ص: ۱۸۴)

۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے . . . پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ کھانا کھلائے تو وہ یہ کہے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَاَطْعِمْنَا خَيْرًا مِّنْهُ
اے اللہ ہمارے لیے اس میں برکت کر اور ہمیں اس سے بہتر کھلا

اور جس کو اللہ تعالیٰ دودھ پلائے تو وہ یہ کہے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ
اے اللہ ہمیں اس میں برکت فرما اور اس سے زیادہ فرما

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھانے اور پینے کے بدلے میں دودھ کے س

کچھ چیز کافی نہیں ہوتی۔ (ہر غذا و مشروب کی جامع دودھ ہے)

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات، باب مایقول اذا اکل طعاما، ص: ۱۸۳، ۱۸۴)

● حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ان کے والد محترم کے ہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا تناول فرمایا اور واپس جاتے وقت اونٹنی پر سوار تھے کہ ان کی درخواست پر آپؐ نے یہ دعا دی۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيمَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ

اے اللہ ان کے لیے برکت فرما اس میں جو تو نے اُن کو روزی دی اور انہیں بخش دے اور ان پر رحم کر۔

(جامع ترمذی ج: ۲ ابواب الدعوات، باب فی دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتعوذہ فی دبر کل صلاۃ ص: ۱۹۸)

● حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نیا کپڑا پہنتے تو اس کا نام لیتے، قمیص یا پگڑی (مثلاً) پھر فرماتے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ كَسَوْتَنِيهِ أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِهِ

اے اللہ تیری ہی حمد ہے، تو نے یہ پہنایا، میں اس کی بھلائی مانگتا ہوں

وَخَيْرِ مَا صُنِعَ لَهُ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ

اور وہ بھلائی جس کے لیے یہ بنایا گیا اور میں اس کی برائی سے جس کے لیے یہ بنایا گیا۔ اس کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔

(سنن ابی داود ج: ۲، کتاب اللباس، باب مایدعی لمن لبس ثوبا جدیدا، ص: ۵۵۸)

● حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو یہ کہے یعنی جب وہ اپنے گھر سے نکلے:

بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ

اللہ کے نام کے ساتھ، میں نے اللہ پر توکل کیا، اللہ کے بغیر نہ توفیق ہے اور نہ قوت ہے۔
تو اسے کہا جاتا ہے کہ تجھے کافی ہوا تجھے بچاؤ حاصل ہوا۔ اور شیطان اس سے ہٹ جاتا ہے۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات، باب ماجاء مایقول اذا خرج من بیتہ، ص: ۱۸۱)

● حضرت ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی گھر سے نکلتے تو آسمان کی طرف نظر اٹھاتے اور یہ کہتے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَزِلَّ

اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں اس سے کہ میں گمراہ کروں یا میں گمراہ کیا جاؤں یا میں پھسل جاؤں

اَوْ اُزَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْھَلَ

یا پھسلایا جاؤں یا میں ظلم کروں یا ظلم کیا جاؤں یا میں جہالت کروں

اَوْ یُجْھَلَ عَلَیَّ

یا مجھ پر جہالت کی جائے۔

(سنن ابی داؤد ج: ۲ کتاب الادب، باب مایقول الرجل اذا خرج من بیتہ، ص: ۶۹۵)

۶ حضرت ابو مالک اشعری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدمی اپنے گھر داخل ہو تو یہ کہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ (خَیْرَ) الْمَوْلِجِ وَخَیْرَ الْمَخْرَجِ

اے اللہ میں تجھ سے بہتر داخلہ اور بہتر باہر جانا مانگتا ہوں

بِسْمِ اللّٰہِ وَ لَجْنَا وَ بِسْمِ اللّٰہِ خَرَجْنَا وَعَلَی اللّٰہِ

اللہ کے نام کے ساتھ ہم داخل ہوئے اور اللہ کے نام کے ساتھ ہم نکلے اور اللہ

رَبِّنَا تَوَکَّلْنَا

اپنے رب پر ہم نے توکل کیا۔ پھر گھر والوں پر سلام کرے۔

(سنن ابی داؤد ج: ۲ کتاب الادب، باب مایقول الرجل اذا دخل بیتہ، ص: ۶۹۵)

۶ حضرت فاطمۃ الکبریٰ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے فرمایا: کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود اور سلام پڑھتے اور یہ

رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ۔

اے رب میرے گناہ معاف کر دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے

اور جب باہر آتے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود اور سلام پڑھتے اور یہ کہتے:

رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِکَ

اے رب میرے گناہ معاف کر دے اور میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول دے

(جامع ترمذی ج: ۱، ابواب الصلوٰۃ، باب مایقول عند دخول المسجد، ص: ۷۱)

۶ چنانچہ مسجد میں داخل ہوتے وقت اس طرح پڑھے:

بِسْمِ اللّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ
رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ

اور جب باہر آئے تو اس طرح پڑھے:

بِسْمِ اللّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ
رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ

جب بازار میں جائے تو یہ دعا پڑھے اِن شاء اللہ خریداری میں احتیاط کی تو خسارہ نہ ہوگا

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ خَیْرَ ھٰذِہِ السُّوْقِ
اللہ کے نام کے ساتھ، اے اللہ میں تجھ سے اس بازار کی بھلائی مانگتا ہوں
وَخَیْرَ مَا فِیْھَا وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّھَا وَ شَرِّ مَا فِیْھَا
اور جو اس میں اس کی بھلائی، اور میں اس کی برائی سے اور جو اس میں ہے اس کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔
اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اُصِیْبَ فِیْھَا
اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں اس سے کہ مجھے اس میں کوئی
یَمِیْنًا فَاجِرَۃً اَوْ صَفْقَۃً خَاسِرَۃً
جھوٹی قسم پہنچے اور خسارہ پڑے۔

(حصن حصین، بازار میں آمد و رفت کی دعائیں، ص: ۳۶۱)

۶ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو بازار میں یہ کہے:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ لَہُ الْمُلْكُ
اللہ، تنہا کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اس کی ملکیت ہے
وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ
اور اس کی حمد ہے۔ وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ زندہ ہے مرتا نہیں
بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ
اس کے ہاتھ میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پہ قدرت والا ہے

تو اس کے لیے دس لاکھ نیکیاں لکھ دی گئیں اور اس کی دس لاکھ برائیاں مٹا دی گئیں اور جنت میں اس کے لیے گھر بنا دیا گیا۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات، باب ما یقول اذا دخل السوق، ص: ۱۸۱)

یعنی صغیرہ گناہ معاف ہوئے البتہ بڑے گناہوں کے لیے توبہ ضروری ہے۔

۶ ایک حدیث میں روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی مسرت کی خبر ملتی یا آپ کو خوشخبری دی جاتی تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ کرتے۔

(سنن ابی داود ج : ۲ کتاب الجهاد، باب فی سجود الشکر، ص : ۳۸۳)

۶ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی پسندیدہ بات دیکھتے تو یہ کہتے :

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ

سب حمد اللہ کے لیے ہے جس کی نعمت کے ساتھ ہی بھلائیاں مکمل ہوتی ہیں

اور جب کوئی ناپسندیدہ بات دیکھتے تو یہ کہتے :

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی كُلِّ حَالٍ

ہر حال میں اللہ کی حمد ہے۔

(سنن ابن ماجہ ابواب الادب، باب فضل الحامدین، ص : ۲۷۸)

۶ حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو آدمیوں کے درمیان بدکلامی ہوئی حتیٰ کہ ایک کے چہرہ پر غصہ ظاہر ہوا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : میں ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر وہ اسے کہے تو اس کا غصہ جاتا رہے : (وہ یہ ہے)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

میں مردود شیطان سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں

(جامع ترمذی ج : ۲، ابواب الدعوات، باب مایقول عند الغضب، ص : ۱۸۳)

۶ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی ابتلاء والے (مریض وغیرہ) کو دیکھے پھر یہ کہے :

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ

سب حمد اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے اس سے بچایا جس میں تجھے مبتلا کیا اور مجھے بہت

عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا

مخلوق پر بہت فضیلت دی۔

تو اسے اس آفت (مرض وغیرہ) سے حفاظت رہے گی جو بھی ہو اور زندگی بھر محفوظ رہے گا۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات، باب ماجاء مایقول اذا رأی مبتلیً، ص: ۱۸۱)

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم مرغ کی اذان سنو تو اللہ کا فضل مانگو (اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡأَلُكَ مِنۡ فَضۡلِكَ کہو) کیونکہ اس نے فرشتے کو دیکھا۔ اور جب گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو (اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ کہو) کیونکہ اس نے شیطان کو دیکھا ہے۔

(صحیح المسلم ج: ۲، کتاب الذکر والدعاء، باب استحباب الدعاء عند صیاح الدیک ص: ۳۵۱)

۶ حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تیز ہوا (یعنی آندھی) دیکھتے تو یہ کہتے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡأَلُكَ مِنۡ خَیۡرِھَا وَخَیۡرِ مَا فِیۡھَا

اے اللہ میں تجھ سے اس کی بھلائی اور جو اس میں ہے اس کی بھلائی مانگتا ہوں

وَخَیۡرِ مَا اُرۡسِلَتۡ بِہٖ وَ اَعُوۡذُ بِكَ مِنۡ شَرِّھَا

اور اس کی بھلائی جو اس کے ذریعہ بھیجی گئی اور میں اس کی برائی اور جو اس میں ہے اس کی

وَشَرِّ مَا فِیۡھَا وَشَرِّ مَا اُرۡسِلَتۡ بِہٖ

برائی سے تیری پناہ لیتا ہوں اور اس کی برائی سے جو اس کے ذریعہ بھیجی گئی

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات، باب مایقول اذا ھاجت الریح، ص: ۱۸۳)

۶ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب گرج اور کڑک سنتے تو یہ کہتے:

اَللّٰھُمَّ لَا تَقۡتُلۡنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُھۡلِكۡنَا بِعَذَابِكَ، وَعَافِنَا

اے اللہ ہمیں اپنے غضب کے ساتھ نہ مار اور ہمیں اپنے عذاب سے ہلاک نہ کر

قَبۡلَ ذٰلِكَ

اور ہمیں اس سے پہلے بچالے

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات، باب مایقول اذا سمع الرعد، ص: ۱۸۳)

۶ حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب آسمان کے افق پر کچھ (بادل) نمودار ہوتا دیکھتے تو کام چھوڑ دیتے چاہے نماز (نفلی) میں ہوں

پھر یہ کہتے :

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا — اے اللہ میں اس کی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں

اگر بارش ہوتی تو یہ کہتے :

اَللّٰھُمَّ صَیِّبًا ھَنِیْئًا — اے اللہ، خوب خوشگوار

(سنن ابی داود ج : ۲، کتاب الادب، باب مایقول اذا ھاجت الریح، ص : ۶۹۵)

۶ حضرت طلحہ بن عبید اللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہلال (پہلے دن کا چاند) دیکھتے تو کہتے :

اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْیُمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَۃِ وَالْاِسْلَامِ

اے اللہ ہم پر اس کو طلوع فرما برکت اور ایمان کے ساتھ اور سلامتی اور اسلام

رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللّٰہُ

کے ساتھ، میرا رب اور تیرا رب اللہ ہے۔

(جامع ترمذی ج : ۲، ابواب الدعوات، باب مایقول عند رؤیۃ الھلال، ص : ۱۸۳)

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو یہ کہے :

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ — ہر حال میں اللہ کی حمد ہے

اور اس کا بھائی یا ساتھی یہ کہے :

یَرْحَمُکَ اللّٰہُ — اللہ تجھ پر رحم فرمائے

اور وہ خود کہے :

یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ — اللہ تمہیں ہدایت فرمائے اور تمہارے معاملہ کی اصلاح کرے

(سنن ابی داود ج : ۲ کتاب الادب، باب فی کیف تشمیت العاطس، ص : ۶۸۶)

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ اپنے بھائی کو (چھینک پر) تین بار جواب دو، مگر جو زیادہ ہو (یعنی اگر تین بار سے زیادہ چھینک آئے تو جواب ضروری نہیں بلکہ وہ زکام ہے)

(سنن ابی داود ج : ۲ کتاب الادب، باب کم یشمت العاطس، ص : ۶۸۶)

۶ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایک مجلس میں بیٹھے، پس اس میں کثرت سے لغویات ہو جائیں تو مجلس سے اٹھنے

سے پہلے یہ کہے:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ

پاک ہے تو اے اللہ! اور تیری ہی حمد ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے بغیر کوئی

اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْكَ

معبود نہیں، میں تیری بخشش اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔

تو اس جگہ جو ہوا اس کو معاف کر دیا گیا۔

(جامع ترمذی ج ۲، ابواب الدعوات، باب مایقول اذا قام من مجلسہ، ص: ۱۸۱)

البتہ بندوں کے حقوق معاف کرانے سے معاف ہوں گے اور بڑے گناہوں پر توبہ ضروری ہے

٭ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب (بیت) الخلاء میں داخل ہوتے تو کہتے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

اے اللہ میں ہر خبیث (مرد یا جن) اور خبیثہ سے تیری پناہ لیتا ہوں۔

(صحیح البخاری ج ۱، کتاب الوضوء، باب مایقول عند الخلاء، ص: ۲۶)

٭ حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب (بیت) الخلاء سے باہر آتے تو یہ کہتے:

غُفْرَانَكَ

تیری بخشش مانگتا ہوں

(جامع ترمذی ج ۱، ابواب الطہارۃ، باب مایقول اذا خرج من الخلاء، ص: ۷)

٭ حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب (بیت) الخلاء سے باہر آتے تو یہ کہتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ

سب حمد اللہ کے لیے ہے جس نے مجھ سے تکلیف دور کی اور مجھے بچا لیا

(سنن ابن ماجہ، ابواب الطہارۃ، باب مایقول اذا خرج من الخلاء، ص: ۲۶)

٭ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بدشگونی کا ذکر کیا گیا: تو آپ نے فرمایا: اس کا بہترین (نیک) فال ہے اور مسلمان کو (بدشگونی جیسا وہم نیک کاموں سے) نہیں روکتا۔ پس جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ بات دیکھے تو یہ کہے:

اَللّٰهُمَّ لَا يَأْتِي بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ
اے دل تیرے بغیر بھلائیاں نہیں مل سکتیں اور تیرے بغیر کوئی برائیوں کو دور نہیں
اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ
کر سکتا اور تیرے بغیر کوئی توفیق نہیں اور نہ ہی قوت ہے۔

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الطب، کتاب الکہانۃ والتطیر، ص: ۵۴۷)

٭ حضرت عبادۃ بن الصامت (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو رات کو گھبراہٹ محسوس کرے وہ یہ کہے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
اللہ تنہا کے بغیر کوئی معبود نہیں، اس کے بغیر کوئی شریک نہیں۔
لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ
اس کی ملکیت ہے اور اس کی حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت والا ہے۔
وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
اور اللہ پاک ہے اور سب حمد اللہ کے لیے ہے اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں
وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ
اور اللہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کے بغیر کوئی قوت نہیں اور نہ ہی توفیق ہے۔

پھر یہ کہے:
رَبِّ اغْفِرْ لِيْ (اے رب مجھے معاف کر دے) یا فرمایا: پھر دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہو۔ اگر وہ عزم کرے اور وضو کرے پھر نماز پڑھے تو اس کی نماز قبول ہوگی۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات، باب ما جاء فی الدعاء اذا انتبہ من اللیل، ص: ۱۷۸)

٭ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خواب تین (قسم کے) ہوتے ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری (سچا خواب) (۲) نفسانی باتیں (مثلاً معدہ خراب ہو، یا دن میں جو دیکھے یا دماغ جو سوچے وہ خواب بن جائے)۔ (۳) شیطان کی طرف سے خوف دلانا (یعنی شیطانی خواب) پس جب تم میں کوئی ایسا خواب دیکھے جو اسے اچھا لگے وہ اسے جس کے سامنے چاہے بیان کرے اور اگر وہ دیکھے جس کو ناپسند کرے تو کسی سے بیان نہ کرے اور اٹھ کر نماز پڑھے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب تعبیر الرویا، باب الرویا ثلاث، ص: ۲۸۷)

۶ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ، میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا:

(نیک) خواب اللہ کی طرف سے ہے اور جھوٹا خواب شیطان کی طرف سے ہے۔ جب تم سے کوئی ناپسندیدہ (خواب) دیکھے تو اپنے بائیں جانب تین بار تھوک دے پھر اس کے شر سے پناہ مانگے وہ اسے کچھ نقصان نہ دے گا۔

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الادب، باب فی الرویا، ص: ۶۸۵)

یعنی یہ کہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَشَرِّ هٰذِهِ الرُّؤْيَا

اے اللہ میں شیطان کی برائی سے تیری پناہ لیتا ہوں اور اس خواب کی برائی سے

یہ تین بار پڑھے اور برا خواب کسی سے بیان نہ کرے۔

۶ حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جس کو وہ ناپسند کرے تو اپنے بائیں جانب تین بار تھوک دے اور تین بار شیطان سے اللہ کی پناہ مانگے اور جس جانب (سو رہا تھا) اس سے کروٹ بدل لے۔

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الادب، باب فی الرویاء، ص: ۶۸۵)

۶ حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ عنہ) نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرض کیا: میں خواب میں ڈر جاتا ہوں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا: یہ کہو:

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ

میں اللہ کے مکمل کلمات کے ساتھ اس کے غصہ اور اس کے عذاب اور اس کے بندوں

عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ

کی برائی سے اور شیاطین کے وساوس سے اور یہ کہ وہ آن موجود ہوں۔

(موطا مالک ج: ۲ کتاب الجامع، باب مایؤمر بہ من التعوذ، ص: ۳۰۲)

۶ حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی بات میں غم ہوتا تو آپ یہ کہتے:

يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ

اے زندہ، اے ہر ایک کو قائم رکھنے والے میں تیری رحمت کے صدقہ فریاد کرتا ہوں

(مشکوۃ المصابیح / باب الدعوات فی الاوقات، عن ترمذی) ص: ۲۱۶)

۶ حضرت اسماء بنت عمیس (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ کلمات نہ بتاؤں کہ تم انہیں غم یا غموں میں کہا کرو:

اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّیْ لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا

اللہ، اللہ، میرا رب ہے میں اس کے ساتھ کچھ چیز میں شرک نہیں کرتا۔

(سنن ابی داود ج: اکتاب الصلاۃ، باب فی الاستغفار، ص: ۲۱۳)

۶ حضرت ابو بردۃ بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ان کے والد محترم نے بیان کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب (دشمن) سے خوف محسوس کرتے تو یہ کہتے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ

اے اللہ ہم تجھے ان کے سینوں کے سامنے کرتے ہیں اور ہم ان کی برائی سے تیری پناہ مانگتے ہیں

(سنن ابی داود ج: اکتاب الصلاۃ، باب مایقول اذا خاف قوما، ص: ۲۱۵)

۶ حضرت ابوسعید الخدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ہم نے (غزوہ) خندق کے دن عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کچھ (دعا) ہے کہ ہم کہیں، دل گلے تک آگئے (یعنی شدید پریشانی ہے) آپ نے فرمایا: ہاں!

اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا

اے اللہ ہماری پردہ پوشی فرما اور ہمیں گھبراہٹوں سے امن عطا فرما

راوی بتاتے ہیں (ہم نے ان کلمات کے ساتھ دعا کی) تو اللہ تعالیٰ نے دشمنوں پر آندھی چلادی اور آندھی سے ہی انہیں شکست دی۔

(مشکوٰۃ المصابیح، باب الدعوات فی الاوقات، نقلا عن احمد، ص: ۲۱۶)

۶ ایک روایت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قل ھو اللہ احد اور معوذتین (یعنی سورہ اخلاص، الفلق اور الناس یہ تینوں سورتیں) جب تم شام کرو اور جب صبح کرو تو تین تین بار پڑھ لو۔ یہ تمہیں ہر چیز کے ضرر سے بچاؤ کے لیے کافی ہوں گی۔

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الادب، باب مایقول اذا اصبح، ص: ۶۹۳)

۶ حضرت عقبہ بن عامر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ میں ہر نماز کے بعد معوذات (الفلق اور الناس) پڑھا کروں۔

(سنن ابی داود ج: ۱، کتاب الصلوٰۃ، باب فی الاستغفار، ص: ۲۱۳)

۶ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (اپنی ایک بیٹی کو یہ تعلیم دیتے تھے) فرماتے: جب تم صبح کرو تو یہ کہو:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مَا شَآءَ اللّٰهُ كَانَ

اللہ پاک ہے اور اسی کی حمد ہے اللہ کے بغیر کوئی قوت نہیں، جو اللہ چاہے وہ ہو

وَمَا لَمْ يَشَآءْ لَمْ يَكُنْ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

اور جو نہ چاہے وہ نہیں ہوتا میں جانتا ہوں کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قدرت والا ہے

وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا

اور یہ کہ اللہ کا ہر چیز پر علمی احاطہ ہے۔

جس نے انہیں صبح کے وقت کہا وہ شام تک (ہر شر سے) محفوظ رہا اور جس نے اسے شام کو کہا وہ صبح تک محفوظ رہا۔

(سنن ابی داود ج: ۲ کتاب الادب، باب ما یقول اذا اصبح، ص: ۶۹۲)

مختلف حاجات کی دعائیں

انسان پر طرح طرح کے حالات طاری ہوتے رہتے ہیں کبھی فقروفاقہ آگیا، قرض تلے دب گیا، کبھی قید وبند کی آفت دیکھنی پڑی۔ کبھی دشمن یا جنگ کا خطرہ سامنے آیا۔ کبھی صحت خراب ہوگئی اور امراض نے گھیر لیا۔ الغرض انسان ہر وقت آفات کا شکار رہتا ہے اور ضروری حاجات سے محرومی کی مصیبت سہتا ہے۔ ان تمام حالات میں اگر انسان یقینی کامیابی چاہتا ہے تو اس کا صرف وہی ایک طریقہ ہے جو اسلام نے مقرر کیا۔ جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور جس میں ناکامی کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلا اور ضروری کام یہ ہے:

۱- انسان کے عقائد قرآن وحدیث کے مطابق ہوں اور ہر قسم کے کفر، شرک اور بدعت سے بچے۔ جس کے عقائد غلط ہوں گے وہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا غدار ہے وہ جس قدر بھی دعا کرے خالی بک بک ہے۔

۲۔ کم از کم فرض و واجب کام کرے اور گناہوں سے بچے۔ گناہ کی نحوست سے انسان مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے۔

۳۔ حلال کھائے۔ حرام خور کی دعا کی قبولیت بہت ہی مشکل ہے

۴۔ قرآن و حدیث میں بیان کردہ الفاظ اور طریقہ کے مطابق دعا اور وظیفہ کرے جو شخص قرآن و حدیث میں بیان کردہ طریقہ اور الفاظ کو چھوڑ کر من گھڑت طریقے استعمال کرے اس نے خود ہی محرومی اور بدنصیبی کی راہ اختیار کی۔

۵۔ جس حاجت پوری کرنے کے لیے یا تکلیف سے نجات کے لیے وظیفہ کرے یا تو خود عالم ہو اور مناسب ترین وظیفہ کرے یا کسی عالم دین سے مناسب وظیفہ معلوم کرکے ورد کرے اور یہ اطمینان کرے کہ یہ ورد قرآن و حدیث کی تعلیم کے مطابق ہے۔

۶۔ خوب توجہ کے ساتھ اور مسلسل ورد کرے ان شاء اللہ تعالیٰ کامیابی ہوگی۔ مگر مصیبت تو یہ ہوگئی کہ جو لوگ فقر و فاقہ، بیماری مقدمہ اور دوسری آفات میں مبتلا ہیں وہ پانچ نمازیں پڑھنے کے لیے بھی آمادہ نہیں ہوتے اور کہتے ہیں کہ اللہ صحت دے گا۔ مال دے گا پھر نمازیں پڑھیں گے گویا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ضد باندھ لی۔ ایسا آدمی اگر دنیا و آخرت دونوں جگہ ذلیل ہو تو یہ اس کا اپنا ہی کرتوت ہے بعض لوگ مصائب میں بھی گناہوں سے توبہ نہیں کرتے حالانکہ گناہوں کی وجہ سے عام طور پر مصیبتیں آتی ہیں۔ اس لیے انسان پر لازم ہے کہ عقائد درست کرے۔ ہر گناہ سے توبہ کرے اور کم از کم فرض و واجب درجہ کے کام تو ضرور ہی کرے۔ بندوں کے حقوق ادا کرے۔ حلال کھائے پھر دیکھے کہ کس قدر جلد دعا قبول ہو۔ اب مختلف حاجات کے مجرب اعمال لکھے جاتے ہیں تاکہ ضرورت مند اپنے حال کے مطابق عمل کرے۔

ہر حاجت کے لیے
دنیا و آخرت کی ہر حاجت کے لیے یہ عمل مجرب ہے۔ درج ذیل ہر دعا سو سو بار صبح شام پڑھے۔ نمبر ۵ ستائیس بار پڑھے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی دعا کہ جس کے بعد ان کو پریشانی سے نجات ملی۔

۱۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا سکتہ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ (الاعراف - ۲۳)

اے ہمارے رب، ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم ضرور خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

۲۔ حضرت ادریس علیہ السلام کی دعا کہ جس کے بعد ان کو غم سے نجات ملی اور اس کے ساتھ دعا کرنے سے ہر مسلمان کو غم سے نجات ملی اور اس کے ساتھ دعا کرنے سے ہر مسلمان کو غم سے نجات اور دعا قبول ہونے کا وعدہ قرآن مجید اور حدیث مبارک دونوں سے ثابت ہے۔

لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝
تیرے بغیر کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بے شک میں بے انصافوں میں سے تھا۔
(الانبیاء ــــــ ۸۷)

۳۔ اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ
میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں جس کے بغیر کوئی معبود نہیں زندہ ہر چیز کو قائم
وَ اَتُوْبُ اِلَیْهِ
رکھے ہوئے ہے اور اسی کی طرف توبہ کرتا ہوں۔

۴۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا
اے اللہ محمد اور آل محمد پر رحمت فرما جیسے کہ
صَلَّیْتَ عَلٰى اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ
تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر رحمت فرمائی بے شک
حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ
تو حمد والا بزرگی والا ہے اے اللہ محمد اور آل محمد پر برکت فرما
مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰى اٰلِ
جیسے کہ تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر برکت فرمائی
اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
بے شک تو ہی حمد والا بزرگی والا ہے
(صحیح البخاری ج: ا کتاب الانبیاء، باب یزفون النسلان فی المشی، ص: ۴۷۷)

۵۔ ۲۷۔بار: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ
اے اللہ مجھے بخش دے اور میرے والدین کو اور تمام ایماندار مردوں کو اور تمام ایماندار
وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْیَآءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ
عورتوں کو، اور تمام مسلمان مردوں اور تمام مسلمان عورتوں کو، ان میں زندوں اور مردوں کو
(حصن حصین باب مایقال بالنھار مترجم، ص: ۱۲۶)

۶۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاهْدِنَا وَعَافِنَا وَارْزُقْنَا

پھر یہ کہے:۔

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ٥

اے رب بخش دے اور رحم کر اور تو سب سے بہترین رحم کرنے والا ہے۔

(المؤمنون — ۱۱۸)

۷۔ اس کے بعد تمام دنیا و آخرت کی حاجات مانگ کر سب کی نیت کرکے سو بار یہ پڑھے:

يَا رَحْمٰنُ اَغِثْنِيْ — اے رحمٰن میری مدد فرما

۸۔ يَا اللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ يَا رَحِيْمُ اَغِثْنِيْ

اے اللہ اے رحمٰن اے رحیم میری مدد فرما

مندرجہ بالا ورد صبح شام کرے۔

صحت کے لیے اگر صحت خراب ہو جائے اور بیمار ہو تو اس ورد کے بعد رات کو یہ ورد بھی کرے۔

۱۱۱ بار: يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ يَا رَحِيْمُ يَا حَفِيْظُ يَا سَلَامُ يَا شَافِيْ

پھر ایک ہزار بار یا سلام پڑھ کر دعا کرے۔

فراخیٔ رزق اگر مالی پریشانی ہو، افلاس آجائے، روزگار نہ ہو تجارت نہ چلتی ہو، قرض میں دب جائے تو مندرجہ بالا ورد یعنی آٹھ نمبر کے بعد یہ وظیفہ صبح کی نماز کے بعد کرے۔ انشاءاللہ روزی میں بے انتہا فراخی ہو۔ اور آئندہ نسلوں تک فراخی جائے۔

۱۱۱ بار: يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ يَا رَحِيْمُ يَا غَنِيُّ يَا مُغْنِيْ يَا وَهَّابُ

پھر ایک ہزار بار یا مُغْنِيْ پڑھے اور ایک سو بار یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ

اے اللہ مجھے اپنے حرام سے بچا کر اپنے حلال میں کفایت فرما اور مجھے اپنے فضل کے ساتھ اپنے سوا سب سے بے پروا کر دے)۔

۶ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مکاتب (غلام جس نے اپنے مالک

سے طے کر لیا کہ اس قدر رقم دے کر مجھے آزاد کر دو) حاضر ہوا اور کہنے لگا: میں اپنی کتابت (کی رقم ادا کرنے) سے عاجز آ گیا۔ اس لیے میری مدد کیجئے۔ انہوں نے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ کلمات نہ سکھاؤں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھائے کہ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر قرض ہو تو بھی اللہ چکا دے فرمایا: یہ کہو:

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ
اے اللہ مجھے اپنے حرام سے بچا کر اپنے حلال کے ساتھ کفایت فرما اور مجھے اپنے فضل کے ساتھ
عَمَّنْ سِوَاكَ
اپنے سوا سب سے بے پروا کر دے۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی جامع الدعوات، ص: ۱۹۶)

۶ پھر ایک سو بار اس حدیث میں درج شدہ دعا صبح و شام پڑھے۔ انشاء اللہ روزی میں فراخی ہو اور ہر غم سے نجات ہو۔

۷ حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد میں داخل ہوتے اچانک انصار کا ایک آدمی سامنے (بیٹھا) تھا جس کو ابو امامہ (رضی اللہ عنہ) کہتے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے ابو امامہ کیا بات ہے تم نماز کے علاوہ وقت میں مسجد میں بیٹھے ہو؟

کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے قرضے اور غم لگ گئے۔ آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسا کلام نہ بتاؤں کہ جب تم وہ کہو تو اللہ تعالیٰ تمہارا غم دور کر دے اور تمہارا قرض چکا دے۔ کہا: میں نے عرض کیا: ہاں اے اللہ کے رسول (بتائیے) فرمایا: جب صبح کرو اور جب شام کرو تو یہ کہو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِكَ
اے اللہ میں پریشانی اور غم سے تیری پناہ لیتا ہوں اور میں عاجز
مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ
آنے اور سستی سے تیری پناہ لیتا ہوں اور میں بزدلی اور بخل سے تیری پناہ لیتا ہوں
وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ
اور میں قرض کے غالب آنے اور مردوں کے قہر (ظلم) سے تیری پناہ لیتا ہوں

(حضرت ابوامامہؓ) بتاتے ہیں کہ میں نے یہ (ورد) کیا تو اللہ تعالیٰ نے میرا غم دور کر دیا اور

میرا قرض چکا دیا۔

(سنن ابی داود ج: ا کتاب الصلوٰۃ، باب فی الاستعاذہ، ص: ۲۱۷)

اگر صبح کی نماز کے بعد یا رات کو کسی وقت یہ ورد کرے تو روزی کی خوب فراخی ہو۔ انتہائی

مجرب ورد ہے روزی کی برسات ہو جائے۔

۱۱۔ بار درود شریف۔

۱۴۱۴۔ بار: یَا وَهَّابُ

۱۰۰۔ بار: یَا وَهَّابُ هَبْ لِیْ مِنْ نِعْمَةِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ

اے وہاب، مجھے دنیا اور آخرت کی نعمتیں عطا فرما

اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ

تو ہی وھاب (عطا کرنے والا) ہے۔

رشتہ اور ہر حاجت کے لیے

ہر حاجت کے لیے یعنی رشتہ تلاش کرنے، مصائب سے نجات پانے اور ہر کام میں آسانی کے لیے عشاء کے بعد

مندرجہ بالا ورد یعنی آٹھ نمبر کے بعد یہ پڑھے۔

۱۱۱۔ بار: یَا اَللّٰهُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ یَا لَطِیْفُ

پھر ایک ہزار بار: یَا لَطِیْفُ

اب اگر رشتہ کی تلاش ہے یا اولاد و بیوی کے نیک اور وفادار ہونے کی خواہش ہے

تو یَا لَطِیْفُ کا مندرجہ بالا ورد کر کے ایک سو بار یہ دعا کرے۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ

اے ہمارے رب ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک

وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا

عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا دے۔ (الفرقان - ۷۴)

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب فرعون کے خطرہ سے مصر سے نکلے اور مدین پہنچے تو گھر

نہ بیوی بچے، انہوں نے یہ دعا کی۔

مناسب ہے کہ ایک سو بار یہ دعا بھی پڑھ لے:

رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ

اے میرے رب، تو میری طرف جو اچھی چیز اتار دے، میں اس کا محتاج ہوں۔

(القصص — ۲۴)

اگر اولاد نہ ہو تو یہ دعا یا لطیف کے عمل کے بعد ایک سو بار پڑھے:

رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ۔

اے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے بہتر وارث ہے۔ (الانبیاء - ۸۹)

عام حاجات پوری کرنے اور ہر آفت سے نجات پانے کے لیے یہ دعائیں ہر نماز کے بعد تین بار اور کسی وقت ایک سو بار پڑھے:

رَبِّ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ

اے میرے رب مجھے روگ لگ گیا ہے حالانکہ تو سب رحم کرنے والوں سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔

(الانبیاء — ۸۳)

حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ جب قوم نے سختی کی تو انہوں نے یہ دعا کی۔ چنانچہ ہر مغلوب آدمی کے لیے یہ دعا مناسب ہے۔

رَبِّ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ

اے میرے رب، میں تو مغلوب ہو گیا تو میری مدد کر (القمر - ۱۰)

اَللّٰھُمَّ رَحْمَتَکَ اَرْجُوْا فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ

اے اللہ میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں پس مجھے اپنے نفس کے حوالہ نہ کر

طَرْفَۃَ عَیْنٍ وَ اَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ کُلَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ

پلک بھر اور میرا سب معاملہ درست فرما دے تیرے بغیر کوئی معبود نہیں۔

اسی طرح عشاء کے بعد

۵۰۰ بار، یا ۴۵۰ بار حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ

پڑھنا ہر حاجت کے لیے مجرب ہے۔

عشاء کے بعد ۵۰۰ بار

لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

پڑھ کر دعا کرنا ہر کام کے لیے بہت ہی مجرب ہے۔

ہر مشکل کے لیے دن رات میں کسی وقت یا مختلف اوقات میں بارہ سو بار یہ دعا پڑھنا معمول
اور مجرب ہے۔
اول آخر دس بار درود شریف پڑھے اور درمیان میں یہ پڑھے :
یَا بَدِیْعَ الْعَجَائِبِ بِالْخَیْرِ یَا بَدِیْعُ
اگر کوئی کام سخت اٹک جائے تو مندرجہ بالا تین اوراد میں سے کوئی ایک چند دن لگا کر
سوا لاکھ بار پڑھے۔ سخت مشکل بھی حل جائے۔
جو شخص روزانہ بارہ سو بار یہ دعا پڑھے روزی خوب فراخ ہو اور ہر حاجت پوری ہو اور
ہر مشکل جاتی رہے۔
رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ
اگر روزانہ پانچ ہزار بار پڑھے تو دنیا و آخرت کے انعامات کی بارش ہو۔
صحت حاصل کرنے کے لیے صبح کی نماز کے بعد ۴۱ بار سورۃ فاتحہ پڑھنا بھی بہت ہی
مجرب عمل ہے۔

دشمن سے بچاؤ کے لیے

اگر دشمن کا غلبہ ہو تو یہ دعا روزانہ تین سو بار پڑھے۔ دشمن سے تکلیف نہ پہنچے۔
اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ
اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَ اٰمِنْ رَوْعَاتِنَا
اگر ہر طرف تباہی مچ جائے یا دشمن گھیر لیں تو دشمن کے مقابلہ کی مندرجہ بالا دو دعاؤں
سے پہلے ۳۱۳ بار آیۃ الکرسی پڑھیں۔ انشاءاللہ تعالیٰ پڑھنے والا اور اس کا سارا خاندان
جنگ، بربادی، دشمن سے ہر حالت میں سلامت رہے گا۔

جن، جادو اور عام امراض سے بچنے کے لیے

بیماری، جن اور جادو کے اثرات سے بچنے اور صحت یاب ہونے کے لیے یہ ایک آسان
جامع اور انتہائی موثر عمل ہے۔
۳۔ بار درود شریف۔ تین بار سورۃ فاتحہ۔ ۳ بار آیۃ الکرسی۔ ۳ بار سورۃ اخلاص
۳ بار سورۃ الفلق۔ ۳ بار سورۃ الناس اور ۳ بار درود شریف پڑھے اور دونوں ہاتھوں

کی ہتھیلیوں پر پھونک کر سارے بدن پر پھیرے۔ پہلے سر اور چہرے پر اور سامنے حصہ پر پھر باقی بدن پر پھیرے۔

اس ورد کے کرنے والے کو انشاء اللہ نہ جادو اثر کرے اور نہ جنات ستائیں اور اکثر امراض دوائیں کھائے بغیر ہی ٹھیک ہو جائیں۔

۶ حضرت کعب احبار (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ چند کلمات ہیں اگر میں انہیں نہ پڑھتا تو یہودی (جادو کے اثر سے) مجھے گدھا بنا دیتے پوچھا گیا کہ وہ کیا ہیں؟ فرمایا:

أَعُوْذُ بِوَجْهِ اللهِ الْعَظِيْمِ الَّذِيْ لَيْسَ شَيْءٌ أَعْظَمُ
میں اللہ عظیم کی ذات کی پناہ لیتا ہوں جس سے کوئی چیز بڑی نہیں اور اللہ
مِنْهُ وَبِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ الَّتِيْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ
کے مکمل کلمات کے ساتھ جن سے کوئی نیک یا بد آگے نہیں بڑھ سکتا
بَرٌّ وَلَا فَاجِرٌ وَبِأَسْمَاءِ اللهِ الْحُسْنٰى كُلِّهَا مَا عَلِمْتُ
اور اللہ کے اچھے اچھے سب ناموں کے
مِنْهَا وَمَا لَمْ أَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ
ساتھ جو میں جانتا ہوں اور جو نہیں جانتا ہر اس برائی سے جو اس نے پیدا کی پھیلائی اور بلا تفاوت بنائی ہے۔

(موطا امام مالک ج: ۲، کتاب الجامع، باب یؤمر من التعوذ، ص: ۳۰۳)

اس لیے مندرجہ بالا ورد صبح شام ایک ایک بار پڑھ لے۔

۶ حضرت یحییٰ بن سعید (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معراج کرایا گیا تو آپؐ نے ایک خبیث جن کو دیکھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف دیکھتے تو آگ کا ایک شعلہ آپؐ کی طرف ڈالتا۔ حضرت جبریل (علیہ السلام) نے فرمایا: کیا میں آپ کو وہ کلمات نہ بتا دوں کہ جب آپؐ پڑھیں تو اس کا شعلہ بجھ جائے اور اس کی گرمی (یا آگ) ختم ہو جائے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں (بتائیے)

حضرت جبریل (علیہ السلام) نے فرمایا: تو یہ کہیے:

أَعُوْذُ بِوَجْهِ اللهِ الْكَرِيْمِ وَبِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ
میں اللہ کریم کی ذات کی پناہ لیتا ہوں اور اللہ کے مکمل کلمات کی

اللَّاتِيْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَلَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ
پناہ لیتا ہوں جن سے کوئی نیک آگے نہ بڑھ سکے اور نہ بد۔ ہر اس برائی سے جو نازل
مِنَ السَّمَآءِ وَ شَرِّ مَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَ شَرِّ مَا ذَرَأَ
ہوتی ہے آسمان سے اور جو برائی چڑھتی ہے اس میں اور جو برائی زمین میں پیدا کی ہے
فِي الْأَرْضِ وَ شَرِّ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَ مِنْ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ
اور جو برائی نکلتی ہے اس سے اور رات و دن کے فتنوں سے
وَ مِنْ طَوَارِقِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ
اور رات و دن میں وارد ہونے والوں سے سوائے اس کے جو بھلائی کے
بِخَيْرٍ يَا رَحْمٰنُ
ساتھ وارد ہو، اے رحمٰن۔

(موطا امام مالک ج:۲ کتاب الجامع، باب مایؤمر من التعوذ، ص: ۳۰۳)

جنات ظاہر ہوتے وقت اور اس طرح صبح شام مندرجہ بالا ورد پڑھنے والا ہر جن سے محفوظ رہے۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے الوابل الصیب میں جنات سے بچنے کی دعا بتائی کہ جو صبح شام تین تین بار یہ دعا پڑھے کوئی موذی جن اس کے قریب نہیں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ جل کر راکھ ہو جائے گا۔ دعا یہ ہے:

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْتُ بِالْجِبْتِ
میں اللہ عظیم تنہا پر ایمان لایا اور میں نے طاغوت کا
وَالطَّاغُوْتِ وَاعْتَصَمْتُ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ
انکار کیا اور میں نے مضبوط کڑا پکڑ لیا جو ٹوٹتا نہیں
لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَكَفٰى
اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے میرے لیے اللہ کافی اور کافی ہے
سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ دَعَا لَيْسَ وَرَآءَ اللّٰهِ الْمُنْتَهٰى۔
اللہ نے سن لیا جس نے اسے پکارا اللہ کے ورے کوئی منتہی نہیں

(الوابل الصیب۔ ص: ۷۸)

اگر چھوٹا یا بڑا آدمی گم ہو جائے یا بھاگ جائے تو ۳۱۳ بار آیۃ الکرسی روزانہ پڑھے انشاء اللہ چند دنوں یا ہفتوں میں سلامتی کے ساتھ واپس آ جائے یا اس کی سلامتی کی خبر مل جائے۔

دنیا و آخرت کی ہر نعمت کے لیے مندرجہ بالا ورد یعنی نمبر آٹھ کے بعد ایک سو بار یہ دعا پڑھے: اور اس طرح ہر نماز کے بعد تین بار پڑھے:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً

اے ہمارے رب، ہمیں دنیا میں نیکی اور آخرت میں نیکی دے اور ہمیں

وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (البقرۃ — ۲۰۱)

دوزخ کے عذاب سے بچا۔

ایمان کی سلامتی کے لیے یہ دعا ہر نماز کے بعد تین بار اور ہو سکے تو کسی وقت ایک سو بار پڑھے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا

اے ہمارے رب، جب تو ہم کو ہدایت کر چکا تو ہمارے دلوں کو نہ پھیر، اور اپنے ہاں سے

مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً ۚ اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ ۝ (آل عمران - ۸)

ہمیں رحمت عطا فرما، بے شک تو بہت زیادہ دینے والا ہے۔

درود شریف کی اہمیت اور فضائل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے زندگی بھر اسلام کی تعلیم دنیا میں پھیلانے کے لیے محنت کی۔ مال خرچ کیے، جہاد کیا الغرض جان و مال و اولاد کی قربانی دے کر اسلام کی دعوت ساری دنیا میں پھیلا دی۔

مکہ مکرمہ میں تیرہ برس سخت تنگی کا زمانہ رہا۔ مدینہ منورہ جانے کے بعد مسلسل جنگوں کا سامنا کرنا مگر استقلال میں ذرا بھی فرق نہیں آیا۔ آخر کار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی عرب کا کثیر علاقہ فتح کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں پیش کر دیا جہاں پہلی اسلامی سلطنت قائم ہوئی۔ آپ کی وفات کے بعد جہاد جاری رہا۔ آخر کار صحابہ کرام اور ان کے جانشینوں کی مسلسل محنت سے ساری دنیا اسلام کی تعلیم سے آشنا ہوئی اور ہر طرف اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ حق

بات یہ ہے کہ ہم پر مخلوق میں سب سے زیادہ انبیاء علیہم السلام کا نیز صحابہ کرام اور علماء اسلام کا احسان ہے کہ ان کی محنت سے ساری دنیا میں اسلام پھیلا، ہم تک اسلام کی تعلیم پہنچی اور اللہ کے فضل سے اسلام قبول کر کے ہم بھی اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کی امید لگائے بیٹھے ہیں ہم پر فرض عائد ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم کا شکریہ ادا کریں اور ان پر درود شریف بھیجیں، صحابہ کرام اور علماء کرام کے لیے دعا کریں اور کچھ نفلی عبادات انہیں بخشا کریں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○	بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو، تم بھی اس پر درود اور سلام بھیجو۔

(الاحزاب - ۵۶)

- حضرت سفیان ثوری اور کئی علماء کا فرمان ہے کہ رب تعالیٰ کی صلوٰۃ کا معنی رحمت کرنا اور اور فرشتوں کی صلوٰۃ کا معنی مغفرت کی دعا کرنا ہے۔

(جامع ترمذی ج: ۱، الواب صلوٰۃ الوتر، باب ما جاء فی فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص: ۱۱۰)

- حضرت ربیع بن انس (رضی اللہ عنہ) کا فرمان ہے کہ ان اللّٰہ و ملٰئکتہ یصلون علی النبی (کا مفہوم یہ ہے) اللہ کی صلوٰۃ کے معنی ہیں "فرشتوں کے سامنے آپؐ کی تعریف کرنا" اور فرشتوں کی صلوٰۃ کا معنی ہے "آپؐ کے لیے دعا کرنا"

(القول البدیع فی الصلوٰۃ علی حبیب الشفیع للسخاویؒ، ص: ۹)

- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مجھ پر ایک بار درود پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں عطا فرمائے گا۔

(جامع ترمذی ج: ۱، الواب صلوٰۃ الوتر، باب ما جاء فی فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص: ۱۱۰)

- حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مجھ پر ایک بار درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں کرے اور اس سے دس گناہ معاف کر دے گا اور اس کے دس درجے بلند کر دے گا۔

(سنن نسائی ج: ۱، کتاب الافتتاح، باب الفضل فی الصلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص: ۱۵۲)

- حضرت عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: قیامت کے دن میرے زیادہ قریب وہ ہوگا جو مجھ پر زیادہ درود پڑھے گا۔

(جامع ترمذی ج: ۱، ابواب الصلوٰۃ الوتر، باب ماجاء فی فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص: ۱۱۰)

۶ حضرت شداد بن اوس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے افضل ترین دنوں میں جمعہ کا دن ہے۔ اس میں آدم پیدا ہوئے۔ اس میں ان کے اندر روح پھونکی گئی اور اسی میں صعقہ (قیامت کی بیہوشی) ہوگی۔ اس لیے مجھ پر اس دن زیادہ درود پڑھا کرو، کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے... الی آخر الحدیث

(سنن ابن ماجہ، ابواب اقامۃ الصلوٰۃ، باب فی فضل الجمعہ، ص: ۷۷)

۶ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو دن میں (روزانہ) مجھ پر ہزار بار درود پڑھے گا وہ تب تک نہ مرے گا جب تک کہ جنت میں اپنا مکان نہ دیکھ لے۔

(الترغیب والترہیب ج: ۲، الترغیب فی اکثار الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم،
(رواہ ابوحفص بن شاہین، ص: ۵۰۱)

۶ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے... پس میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ؐ! میں آپ ؐ پر کثرت سے درود پڑھتا ہوں۔ میں (اپنے دوسرے اوراد میں سے) کس قدر آپ ؐ کے لیے درود (کا ورد) رکھوں؟

آپ ؐ نے فرمایا: جس قدر چاہو۔ میں نے کہا چوتھائی؟

آپ ؐ نے فرمایا: جس قدر چاہو اگر بڑھا دو تو بہتر ہے۔

میں نے کہا: تو آدھا؟ آپ ؐ نے فرمایا: جس قدر چاہو۔ اور اگر بڑھا دو تو بہتر ہے۔ میں نے کہا: تو دو تہائی؟ آپ ؐ نے فرمایا: جس قدر چاہو اگر بڑھا دو تو بہتر ہے۔

میں نے کہا: میں سب آپ ؐ پر درود (کا وظیفہ) رکھوں گا۔

آپ ؐ نے فرمایا: پھر تیرے غم کے (دور کرنے کے لیے) کافی ہوگا اور تیرے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

(جامع ترمذی ج: ۲، ابواب صفۃ القیامۃ، باب فی صفۃ اوانی الجنۃ کے بعد دوسرا باب، ص: ۷۲)

۶ حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے فرمایا: دعا زمین اور آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے۔ جب تک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف نہ پڑھیں تب

تک دعا کا کچھ حصہ اوپر نہیں چڑھتا۔
(جامع ترمذی ج: ۱، ابواب الصلوٰۃ الوتر، باب ماجاء فی فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۱)

الغرض کثرت سے درود شریف پڑھنے میں بے شمار فوائد ہیں

۱- اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ ۲- درجات بلند ہوتے ہیں
۳- گناہ معاف ہوتے ہیں۔ ۴- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل ہوتا ہے۔
۵- دعا قبول ہوتی ہے ۶- ہر غم سے نجات ملتی ہے

بلکہ اگر مشکلات حل کرنے کے لیے کچھ تدبیر سمجھ میں نہ آئے تو کثرت سے درود شریف پڑھے۔ اور ہزار بار روزانہ پڑھنا جنت حاصل کرنا ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ درود شریف سنت کے مطابق پڑھے۔ درود شریف کے الفاظ جہاں تک ہو سکے منقول الفاظ پڑھے اور ادب کے ساتھ درود شریف پڑھے۔

۶ حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے زمین میں چلنے پھرنے والے فرشتے ہیں جو میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔
(سنن نسائی ج: ۱ کتاب الافتتاح، باب التسلیم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص: ۱۵۰)

۶ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھا۔ میں نے سن لیا اور جس نے دُور سے مجھ پر درود پڑھا وہ مجھے (فرشتوں کے ذریعہ) پہنچایا جاتا ہے۔
(مشکوٰۃ المصابیح، باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الفصل الثالث ص: ۸۷)
(عن بیہقی فی شعب الایمان)

ان دو احادیث سے ظاہر ہوا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پر درود شریف پڑھیں تو آپ سنتے ہیں اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے اور اگر دور سے پڑھا جائے تو فرشتے پہنچاتے ہیں مگر یہ کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا بھر میں درود وسلام کی مجالس میں موجود اور حاضر ناظر ہوتے ہیں اگر ایسا ہوتا تو آپ فرماتے: بھائیو! تم جہاں درود پڑھو گے میں وہاں ہوں گا۔ فرشتوں کو درود پہنچانے کی ضرورت نہیں۔ افسوس! آجکل مشرک اور بدعتی عناصر مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں اور یہ یقین دلاتے ہیں کہ

سلام کی مجلسوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں اور سچ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دشمنوں اور شرک کرنے والوں، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے دشمنوں اور بدعت کرنے والوں اور خدا کے دین کو بدل کر دھوکہ دے کر مسلمانوں کا مال حرام طریقوں سے کھانے والے حرام خوروں کی مجلس میں تو ایک عام شریف مسلمان آنا بھی پسند نہیں کرتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لوگوں کے پاس کس طرح آئیں گے۔ کاش کوئی عقل سے کام لے۔

۶ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا: جو دن میں ہزار بار مجھ پر درود پڑھے گا وہ تب تک نہیں مرے گا جب تک کہ وہ جنت میں اپنا گھر نہ دیکھ لے۔

(الترغیب والترھیب ج: ۲، باب الترغیب فی اکثار الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم رواہ ابو حفص بن شاھین، ص: ۵۰۱)

اس حدیث پر آسانی کے ساتھ عمل کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ درود شریف کے کوئی سے دس صیغے منتخب کر لیے جائیں اور ہر ایک کو سو سو بار پڑھ لیا جائے تو روزانہ ہزار بار درود شریف مکمل ہو جائے گا۔ اب دس صیغے لکھے جاتے ہیں تاکہ قارئین کرام کو آسانی رہے۔

درود شریف کے الفاظ

درود شریف کا ایک صیغہ جو صلوٰۃ وسلام پر مشتمل ہے اور عام علماء کے ہاں مروج ہے وہ یہ ہے:

۱۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی
اے اللہ ہمارے سردار محمد نبی امی پر رحم فرما اور اس
اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ
کی آل پر اور اس کے صحابہ پر اور برکت فرما اور سلامتی فرما

۲۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ الفاظ مروی ہیں:
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ
اے اللہ ہمارے سردار اور آقا محمد نبی امی پر رحم فرما

وَعَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ كَمَا تُحِبُّ

اور آپ کی آل اور اصحاب پر اور برکت فرما اور سلامتی فرما، جیسے کہ تو پسند کرتا

وَتَرْضٰی عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

ہے جس قدر تو پسند کرتا ہے۔

۳۔ (امام شافعی رحمۃ اللہ کے بارے میں) ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ پس عرض کی۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (امام) شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) کو اپنی کتاب الرسالۃ میں (آپ ﷺ پر یہ درود) وصلی اللہ علیٰ محمد کلما ذکرہ الذاکرون وغفل عن ذکرہ الغافلون پڑھنے کا کیا اجر ملا؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے میری طرف سے یہ اجر ملا کہ حساب کے لیے انہیں کھڑا نہیں کیا جائے گا۔ (یعنی بغیر حساب جنت ملے گی)

(احیاء علوم الدین، امام غزالی، ج: ۱، باب فضیلۃ الصلوٰۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ص ۳۱۱)

چنانچہ یہ صیغہ اس طرح پڑھا کریں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ

اے اللہ ہمارے سردار محمد نبی اُمی پر رحم فرما اور آپ کے آل اور اصحاب پر

وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَكُلَّمَا

اور برکت فرما اور سلامتی فرما، جب کبھی بھی یاد کرنے والے اسے یاد کریں اور جب کبھی

غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ

غفلت کرنے والے اس کی یاد سے غافل ہوں۔

۴۔ حضرت رویفع (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو محمد ﷺ پر درود پڑھے اور یہ کہے:

اَللّٰھُمَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

تو اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔

(مشکوٰۃ المصابیح، باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلها، الفصل الثالث روایۃ عن احمد، ص: ۸۷

چنانچہ اس طرح پڑھا کریں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی
اے اللہ رحم فرما ہمارے سردار محمدؐ نبی امی پر اور آپ کی آل
اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ اَللّٰھُمَّ اَنْزِلْہُ الْمَقْعَدَ
پر اور اصحاب پر اور برکت فرما اور سلامتی فرما، اے اللہ آپؐ کو قیامت
الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ
کے دن اپنے پاس مقرب جگہ فرما۔

۵۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو یہ کہے:

جَزَی اللّٰہُ عَنَّا مُحَمَّدًا مَا ھُوَ اَھْلُہٗ
اللہ ہماری طرف سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جزائے خیر دے جس کے آپؐ اہل ہیں
تو اس نے (ثواب لکھنے کے سلسلہ میں) ستر فرشتوں کو ہزار دن تک تھکا دیا (یعنی ستر فرشتے ہزار دن تک اس کا خوب ثواب لکھتے رہیں گے)

(الترغیب والترھیب ج : ۲ ، ص : ۵۰۴)

چنانچہ اس حدیث پر عمل کرنے کے لیے یہ درود شریف پڑھے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی
اے اللہ رحم فرما ہمارے سردار محمد نبی امی پر اور آپؐ
اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ جَزَی اللّٰہُ
کی آل اور اصحاب پر، اور برکت فرما اور سلامتی فرما، اللہ جزاء دے
مُحَمَّدًا (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) عَنَّا مَا ھُوَ اَھْلُہٗ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف سے جس کے آپؐ اہل ہیں۔

۶۔ علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے سعادۃ الدارین میں ایک یہ صیغہ بھی لکھا ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِ مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی
اے اللہ رحم فرما ہمارے سردار محمدؐ نبی امی پر اور آپؐ کی

اٰلِـہٖ وَ اَصْحَابِـہٖ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ عَدَدَ خَلْقِهٖ
آل پر اور اصحاب پر اور برکت فرما اور سلامتی فرما۔ اپنی مخلوق کی تعداد
وَرِضٰى نَفْسِـہٖ وَزِنَةَ عَرْشِـہٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِـہٖ
پر اور اپنی رضا کی حد تک، اور اپنے عرش کے وزن بھر، اور اپنے کی سیاہی کے برابر۔

۷۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں یہ نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے اسی مرتبہ درود شریف پڑھے:
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِـہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا
اس کے اسی سال کے گناہ معاف ہوں گے اور اسی سال کی عبادت کا ثواب اس کے لیے لکھا جائے گا۔
(فضائل درود شریف مولانا زکریا، ص: ۳۹) جمعہ کے دن اسی مرتبہ درود کا ثواب۔

۸۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان آدمی کے پاس صدقہ (کرنے کے لیے مال) نہ ہو تو وہ اپنی دعا میں یہ کہے:
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَى
اے اللہ رحم فرما، محمد اپنے بندے اور اپنے رسول پر اور رحم فرما
الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ
ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں پر
تو یہ اس کے لیے زکوٰۃ ادا کرنا ہے۔ اور فرمایا: ایماندار بھلائی سے سیراب نہیں ہوتا (یعنی جس قدر نیکیاں کرے وہ سیر نہیں ہوتا بلکہ چاہتا ہے کہ مزید نیکیاں حاصل کروں) حتیٰ کہ اس کا انجام جنت ہوتا ہے۔
(القول البدیع فی الصلوٰۃ علی حبیب الشفیع، الباب الثانی فی ثواب الصلوٰۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ص: ۱۲۷)

۹۔ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو اچھا لگے کہ اس کے لیے (ثواب کا) خوب بھر کر پیمانہ بھرا جائے تو جب وہ ہم اہل بیت پر درود پڑھے تو یہ کہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ وَ اَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ
اے اللہ رحم فرما محمد نبی اور اس کی بیویوں اہل ایمان کی ماؤں
الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ
اور ان کی اولاد اور آپ کی اہل بیت پر جیسے کہ تو نے
عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
آل ابراہیم پر رحم فرمایا بے شک تو ہی حمد والا شان والا ہے۔

(سنن ابی داود ج: ا کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد التشہد ص: ۱۴۱)

۱۰۔ (حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے) کہ ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: پس ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ کے اہل بیت پر کس طرح درود پڑھا جائے؟ اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھا دیا ہے کہ ہم آپؐ پر کس طرح سلام پڑھیں آپؐ نے فرمایا: (اس طرح) کہو:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
اے اللہ خصوصی رحم فرما محمد اور آل محمد پر جیسے کہ تو نے خصوصی رحم
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
فرمایا ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر بے شک تو حمد والا اور شان والا ہے۔
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ
اے اللہ برکت فرما محمد پر اور آل محمد پر جیسے کہ تو نے برکت فرمائی
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر بے شک تو حمد والا شان والا ہے۔

(صحیح البخاری ج: ا، کتاب الانبیاء، باب یزفون النسلان فی المشی ص: ۴۷۷)

۱۱۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: جب تم رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو تو آپؐ پر بہترین طریقہ پر درود پڑھو۔ کیونکہ تم نہیں جانتے شاید وہ آپؐ پر پیش کیا جائے۔ راوی بتاتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا: پھر ہمیں سکھا دیں۔ فرمایا:
یہ کہو:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَ رَحْمَتِكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ
اے اللہ اپنی خصوصی رحمتیں اور اپنی رحمت اور اپنی برکتیں فرما، رسولوں کے
وَ اِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ
سردار اور متقین کے امام اور آخری نبی محمدؐ اپنے بندے اور اپنے
اِمَامِ الْخَيْرِ وَ قَائِدِ الْخَيْرِ وَ رَسُوْلِ الرَّحْمَةِ، اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ
رسول پر بھلائی کے امام اور بھلائی کے قائد اور رسول رحمت پر۔ اے اللہ اسے
مَقَامًا مَّحْمُوْدًا يَغْبِطُهُ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ
مقام محمود عطا فرما۔ جس پر رشک کریں پہلے اور بعد والے
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا
اے اللہ رحم فرما، محمد پر اور آل محمد پر جیسے کہ تو
صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ
نے رحم فرمایا ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر بے شک
حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى اٰلِ
تو ہی حمد والا شان والا ہے، اے اللہ برکت فرمائی محمد پر۔ اور آل محمد
مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ
پر جیسے کہ تونے برکت فرمائی ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ
بے شک تو ہی حمد والا شان والا ہے

سنن ابن ماجہ، ابواب اقامۃ الصلوات، باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص: ۶۵

ریاست سوات کے ایک صالح بزرگ نے ان کلمات میں درود بھیجنے کا حکم دیا:

۱۲۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَ عَلٰى
اے اللہ رحم فرما ہمارے سردار محمد نبی اُمّی پر اور آپؐ
اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ عَدَدَ مَا فِيْ عِلْمِ اللّٰهِ
کی آل و اصحاب پر اور برکت فرما اور سلامتی فرما، اس قدر جو اللہ کے علم ہے

صَلٰوۃً وَّ سَلَامًا دَائِمًا بِدَوَامِ مُلْكِ اللّٰہِ

رحمت اور سلامتی ہمیشہ اللہ کی سلطنت کے دوام کے ساتھ

صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا

۱۳۔ ہر مقصد اور ہر مشکل کے لیے یہ درود شریف بہت ہی مؤثر ہے۔

شیخ صالح موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ ایک بحری جہاز میں سوار تھے۔ شدید طوفان کے باعث جہاز غرق ہونے کا خطرہ تھا یہ سو گئے تو خواب میں انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی) آپؐ نے فرمایا: جہاز والوں سے کہو: یہ درود ہزار بار پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ
اے اللہ رحم فرما پر ایسی رحمت کہ اس کے ذریعہ ہمیں نجات دے تمام

الْاَھْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِیْ لَنَا بِھَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ
مصائب اور آفات سے اور پوری کر ہماری اس کے ذریعہ تمام ضروریات

وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا
اور تو پاک کرے اس کے ذریعہ تمام گناہوں سے اور تو ہمیں اس کے

عِنْدَكَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِھَا اَقْصَی الْغَایَاتِ
ذریعہ بلند درجات عطا کرے اپنے ہاں اور ہمیں پہنچا دے اس کے ذریعہ آخری مقصود

مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیَاۃِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ۔
تک دنیا اور موت کے بعد تمام بھلائیوں سے۔

بعض علماء نے اس کے بعد یہ اضافہ کیا۔

اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ بے شک تو ہر چیز پر قدرت والا ہے۔

(شیخ صالح موسیٰ رح بتاتے ہیں کہ جب میں بیدار ہوا تو جہاز والوں کو بتایا ہم نے ابھی تین سو بار پڑھا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں نجات دی اور درود شریف کی برکت سے طوفان تھم گیا ——— جو شخص کسی بھی مہم یا آفت یا مصیبت میں ہزار بار پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی مشکل کھول دے گا اور اس کا مقصود حاصل ہو گا۔

(القول البدیع فی الصلوٰۃ علی حبیب الشفیع، ص: ۲۲۰)

مناسب یہ ہے کہ یہ درود کسی دن ہزار بار پڑھے۔ پھر ایک سو بار روزانہ پڑھتا رہے۔

۶ (ام المومنین حضرت) عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی چیز دیکھتے جس کو پسند فرماتے تو یہ کہتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ

اور جب کوئی ناپسندیدہ بات دیکھتے تو یہ کہتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی كُلِّ حَالٍ

(سنن ابن ماجہ، ابواب الادب، باب فضل الحامدین، ص: ۲۷۸)

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ کتاب مکمل کرنے کی توفیق ہوئی۔ اللہ تعالیٰ احقر کو اور سب لوگوں کو اسلام پر قائم رہنے اور حالتِ ایمان پر دنیا سے جانے اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور دنیا و آخرت کی ہر ذلت، ہر تکلیف ہر عذاب سے محفوظ رکھے۔ اور حرمین الشریفین کی زیارت نصیب فرمائے اور وہیں مستقل اقامت نصیب فرمائے اور اس کے اہل بنا دے آمین ثم آمین۔

الحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات، اللّٰهم اجعل صلواتك ورحمتك وبركاتك على سيد المرسلين وامام المتقين وخاتم النبيين محمد عبدك ورسولك امام الخير وقائد الخير ورسول الرحمة اللّٰهم ابعثه مقاما محمودا يغبطه به الاولون والآخرون اللّٰهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد۔ اللّٰهم بارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد۔

دس ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ ہجری

بروز عید الاضحیٰ)

مراجع کتاب

اس کتاب کی تالیف میں درج ذیل کتب سے مدد لی گئی ہے:

۱ - قرآن مجید: ترجمہ مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ۔
طبع انجمن خدام الدین۔ لاہور۔ پاکستان۔

۲ - قرآن مجید: ترجمہ وحواشی مولانا محمود الحسن ومولانا شبیر احمد عثمانی رحمہما اللہ تعالیٰ
طبع۔ تاج کمپنی ۔ لاہور۔ پاکستان

۳ - تفسیر القرآن الکریم: لامام الحافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع سہیل اکیڈمی۔ لاہور پاکستان۔ (عربی)

۴ - تفسیر الکبیر: لامام فخر الدین الرازی رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع المطبعۃ البھیۃ المصریۃ۔ مصر (عربی)

۵ - تفسیر الجامع لاحکام القرآن: لابی عبداللہ محمد بن احمد القرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع دار الکتب العربیۃ للطباعۃ والنشر۔ قاہرہ - ۱۳۸۷ھ (عربی)

۶ - تفسیر مدارک التنزیل وحقائق التاویل: لامام ابی البرکات عبداللہ النسفی رحمۃ اللہ تعالیٰ
طبع المطبعۃ الحسینیہ المصریہ۔ قاہرہ۔ مصر۔ ۱۳۴۴ھ (عربی)

۷ - تفسیر انوار التنزیل واسرار التاویل: لامام ناصر الدین البیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع مطبعۃ دار الکتب العربیہ الکبری۔ مصر۔ (عربی)

۸ - تفسیر روح المعانی: لامام السید محمود الآلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع المطبعۃ الکبری الامیریۃ۔ مصر ۱۳۰۱ھ (عربی)

۹ - صحیح البخاری: لامام الحدیث محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع نور محمد اصح المطابع کارخانہ تجارت کتب کراچی پاکستان۔ ۱۳۸۱ھ (عربی)

۱۰۔ صحیح مسلم مع شرح نووی: لامام مسلم بن حجاج بن مسلم القشیری رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع کتب خانہ رشیدیہ۔ دھلی (ہند) (عربی)

۱۱۔ جامع ترمذی: لامام ابی عیسیٰ محمد الترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ
طبع سعید اینڈ کمپنی، کراچی پاکستان (۱۹۸۲ء) (عربی)

۱۲۔ موطا امام مالک: لامام مالک بن انس اصبحی رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع مطبعہ مصطفی البابی الحلبی واولادہ (مصر) ۱۳۳۹ھ (عربی)

۱۳۔ سنن نسائی: لامام ابی عبدالرحمٰن احمد النسائی رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع المکتبہ السلفیہ۔ لاہور ۱۳۹۶ھ لاہور پاکستان۔ (عربی)

۱۴۔ سنن ابن ماجہ: لامام ابی عبداللہ محمد القزوینی المعروف بابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع ادارہ احیاء السنۃ النبویۃ، سرگودھا پاکستان ۱۳۹۴ھ (عربی)۔

۱۵۔ سنن ابی داود: لامام سلیمان بن اشعث ابی داود السجستانی رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع نور محمد، کارخانہ تجارت کتب کراچی پاکستان۔ (عربی)

۱۶۔ شرح معانی الآثار: لامام ابی جعفر احمد الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع ایچ ایم سعید کمپنی۔ کراچی پاکستان۔ (عربی)

۱۷۔ موطا امام محمد: لامام محمد بن الحسن الشیبانی رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی پاکستان۔ (عربی)

۱۸۔ سنن دارمی: لامام ابی عبداللہ الدارمی رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع نشر السنۃ۔ ملتان۔ پاکستان (عربی)

۱۹۔ مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: لملا علی بن سلطان محمد القاری رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع مکتبہ امدادیہ۔ ملتان۔ پاکستان۔ (عربی)

۲۰۔ سنن الکبریٰ للبیہقی: لامام المحدثین ابی بکر احمد البیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع مطبعہ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیۃ۔ حیدر آباد دکن۔ ھند (عربی) ۱۳۵۴ھ

۲۱۔ مشکوٰۃ المصابیح: لامام ولی الدین ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع ایچ ایم سعید کمپنی۔ کراچی۔ پاکستان۔ (عربی)

۲۲- ریاض الصالحین من کلام سید المرسلین: لامام ابی زکریا یحیی بن شرف النووی رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع مصطفی الحلبی البابی و اولادہ ۔مصر ۔ ۱۳۵۷ھ (عربی)

۲۳- حصن حصین: مترجم لامام محمد بن الجزری رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع نور محمد کارخانہ تجارتِ کتب کراچی ۔ پاکستان ۔ (عربی ۔ اردو)

۲۴- الترغیب والترھیب من الحدیث الشریف: لامام زکی الدین عبد العظیم المنذری رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع مکتبہ مصطفی البابی الحلبی و اولادہ مصر ۔ ۱۳۸۸ھ (عربی)

۲۵- الاذکار المنتخبہ من کلام سید الابرار لامام محی الدین النووی رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع المکتبہ السعیدیہ بجوار الازھر ۔ مصر ۔ (عربی)

۲۶- المغنی لابن قدامۃ: لابی محمد عبداللہ قدامۃ المقدسی رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع مکتبہ الریاض الحدیثہ ۔ ریاض ۔ سعود عرب ۔ ۱۴۰۱ھ (عربی)

۲۷- بحر الرائق شرح کنز الدقائق: لشیخ زین الدین الشہیر بابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع لمطبعہ شرکتہ دار الکتب العربیۃ الکبری (مصر) (عربی)

۲۸- ھدایہ: لشیخ الاسلام برھان الدین ابو الحسین علی الفرغانی المیرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ ۔
طبع مکتبہ شرکتہ علمیۃ ۔ ملتان ۔ پاکستان ۔ (عربی)

۲۹- المبسوط: لامام شمس الدین السرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع دار المعرفۃ، للطباعۃ والنشر ۔ بیروت لبنان ۔ ۱۳۹۸ھ (عربی)

۳۰- شرح الوقایہ: لامام عبیداللہ بن مسعود بن تاج الشریعۃ رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع محمد سعید اینڈ سنز کراچی ۔ پاکستان ۱۳۶۹ھ (عربی)

۳۱- ردالمحتار علی الدر المختار: لامام محمد امین الشہیر بابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع مکتبہ مصطفی البابی الحلبی و اولادہ ۔مصر ۔ ۱۳۸۶ھ (عربی)

۳۲- فتاوی رشیدیہ: از مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب ۔ کراچی ۔ پاکستان (اردو)

۳۳- زاد المعاد فی ھدی خیر العباد: لامام ابی عبداللہ بن القیم الجوزی رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع المطبعہ المصریۃ (مصر) ۱۳۹۲ھ ۔ (عربی)

۳۴۔ السیرۃ النبویۃ: لامام ابن ھشام رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع مکتبہ مصطفی الحلبی البابی واولادہ۔ مصر۔ ۱۳۷۵ھ (عربی)
۳۵۔ سیرتِ مصطفیٰ: مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع المطبعۃ الاسلامیۃ السعودیہ۔ لاہور۔ پاکستان (اردو)
۳۶۔ خلفائے راشدین: لمولانا عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع راشد کمپنی۔ دیوبند۔ (ہند) (اردو)
۳۷۔ عوارف المعارف: لشیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر فی آخر احیاء علوم الدین ج: ۵، بیروت۔ لبنان (عربی)
۳۸۔ احیاء علوم الدین: لامام ابی حامد محمد بن محمد الغزالی رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر۔ بیروت لبنان۔ (عربی)
۳۹۔ حجۃ اللہ البالغہ: لامام الشیخ احمد المعروف بشاہ ولی اللہ الدھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع دار الکتب الحدیثیۃ بالقاھرہ (مصر) (عربی)
۴۰۔ الوابل الصیب: لامام محمد بن ابی بکر بن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع المطبعۃ السلفیہ۔ القاہرہ (مصر) ۱۳۹۶ھ (عربی)
۴۱۔ سعادت الدارین فی صلوٰۃ علی سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم: لشیخ یوسف بن اسماعیل النبہانی رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع مطبع بیروت۔ مدینۃ بیروت۔ لبنان۔ ۱۳۱۶ھ (عربی)
۴۲۔ القول البدیع فی الصلاۃ علی حبیب الشفیع: لامام شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔
طبع مکتبۃ العلمیۃ، المدینۃ المنورہ، سعودی عرب ۱۳۸۳ھ (عربی)
۴۳۔ انباہ الاذکیاء: لامام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع ادارۃ المعارف الاسلامیۃ۔ سیالکوٹ، پاکستان۔ (عربی)
۴۴۔ حیات الانبیاء لامام ابی بکر احمد بن الحسین البیھقی رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع انجمن مدرسہ حیاۃ النبی۔ گجرات، پاکستان۔ (عربی۔ اردو)
۴۵۔ المعتمد فی المعتقد: لامام ابی سعید الحسن التورپشتی رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع المطبع مظہر العجائب۔ مدراس (ھند) ۱۲۸۶ھ (فارسی)

۴۶۔ رسالہ القشیریہ : لامام ابی القاسم عبدالکریم القشیری رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع مکتبہ مصطفی البابی الحلبی واولادہ ۔ مصر ۱۳۷۹ھ (عربی)

۴۷۔ مدارج السالکین : لامام ابن قیم الجوزیہ
طبع مطبعہ المنار، مصر، ۱۳۳۱ھ

۴۸۔ اسلام کا اقتصادی نظام : از مولانا حفظ الرحمٰن سیوھاروی۔ (اردو)
طبع مکتبہ امدایہ۔ ملتان پاکستان

۴۹۔ فضائل درود شریف : شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع علمی کتب خانہ ۔ لاہور پاکستان (اردو)

۵۰۔ اعمالِ قرآنی : مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ
طبع دارالاشاعت کراچی ۔ پاکستان۔ (اردو)

۵۱۔ فیضان رحمت شیخ الحدیث، مولانا محمد عبداللہ درخواستی مدظلہ
طبع مکتبہ الیوم۔ ۱۹۔ مین بازار مزنگ ۔ لاہور، پاکستان (اردو)

اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلاة القائمة آت محمدا الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاما محمودا الذي وعدته

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (القرآن الکریم)

(اللہ کے ہاں مقبول دین صرف اسلام ہے)

قرآن و حدیث اور دُوسرے مستند مراجع سے ثابت شدہ

اسلامی عقائد و اعمال

عقائد، تعلیم، عبادات، تبلیغ، خاندانی نظام، حقوق و فرائض، معاشرت، اخلاق، اقتصادیات، خلافت، جہاد، حدود و تعزیرات، خوشی و غم اور تصوّف

الغرض ہر شعبۂ زندگی کے متعلق جامع اور بے مثال کتاب

تالیف :۔ مولانا مُحمّد منظور الوجیدیؒ

ناشر: شرکۃ الآفاق (رجسٹرڈ) مین بازار مزنگ ۔ لاہور